قال H

تعلموا العلم وعلموه الناس

رواه الدارمى

الفرقان
بين
عبادة الرحمن وعبادة الشيطان

تأليف

حضرت مولنا

مفتي محمد منير شاكر سلمه الله

ناشر

دارالاشاعت

پشاور پاكستان

اسم الكتاب : الفرقان بين عبادت الرحمن وعبادت الشيطان

تألیف : حضرت مولنا مفتي محمد منیر شاکر سلمه الله

تصحیح : مفتي شیررحمن شاکر مدظله العالي

مطبعه : مولوي نقیب الله حنیف

۰۳۰۰۵۸۷۵۴۲۵/۰۳۴۵۹۴۵۹۲۰۹

فهرس الکتاب

فهرس الکتاب

فهرس الکتاب

فهرس الکتاب

فهرس الکتاب

فهرس الکتاب

فهرس الکتاب

#

پیش لفظ

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنافِیْ الْبِدَایَۃِبِالْھِدَایَۃِ ، وَاَنْقَذَنَامِنَ الضَّلَالَۃِبِمَحْضِ الْفَیْضِ وَالْعِنَایَۃِ ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِنَامُحَمَّدِالْوِقَایَۃُ مِنَ الْغَوَایَۃِ ،وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ ، وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَالْأَنْبِیَاءِ ، وَھُمْ کَالنُّجُوْمِ فِیْ السَّمَاءِ لِلْاِھْتِدَاءِ وَالْاِقْتِدَاءِ ، وَھُمْ مَفَاتِیْحُ الرَّحْمَۃِ وَمَصَابِیْحُ الْغُرَرِ ، ذُوْالرِّوَایَۃِ وَالدِّرَایَۃِ ، صَلَاۃً وَّسَلَاماً لاَّغَایَۃَ لَھُمَا وَلَانِہایَۃَ ، أَمَّابعدُ !

فأعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَقَدْ کانَ لَکمْ فِیْ رَسُولِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کانَ یَرْجُوْ اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکرَ اللّٰہَ کثِیْراً .

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے مختلف علاقوں اورقوموں میں انبیاء ورُسُل (علیہم السلام)کومبعوث فرمایاتاکہ وہ انہیں کفروشرک ، بدعت وضلالت اورہرقسم کی نافرمانی سے نکال کرتوحیدوسنت جیسی عظیم شاہراہ پرچلائے رکھیں ۔اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہمارے امامِ اعظم ، رسولِ مکرّم خاتم النبیّین محمدرسول اللہ ﷺ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خطہ عرب میں اپنا رسول ونبی بناکرمبعوث کیا۔آپﷺ ایسے معلّم ومربی تھے کہ آپﷺ جیساکوئی معلّم نہ آپﷺ سے پہلے آیا اورنہ ہی قیامت تک آسکتاہے۔اللہ تعالی ٰ نے آپﷺ کی اطاعت واتباع کاہمیں امرفرمایا۔آپﷺ اللہ تعالیٰ کی وحی کوجہاں لوگوں پرتلاوت فرماتے تھے ساتھ ساتھ اس کی تشریح وتفسیر،مفہوم ومطلب بھی بیان کرتے تھے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اوامرونواہی کوعملی صورت میں دیکھ کرصحیح طورپراِس شاہراہِ عظیم پرگامزن ہوسکیں کیونکہ قرآن مجیدکی تشریح وتفسیر، مفہوم ومطلب ، اِ س کے اجمال کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔

لہٰذا اسلام قرآن وحدیث کانام ہے ۔یہ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں اوربلاانقطاع قیامت تک لازم وملزوم رہیں گے،قرآنِ مجیدکوسنت رسول ﷺکی تفسیرکے بغیرسمجھناناممکن ہے۔ اوراسی پرامت کااجماع ہے ۔قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اجماعِ اُمت شرعی حجت اوردلیل ہے اوریہ قطعاًغیرممکن اورمحال ہے کہ پوری اُمت کبھی گمراہی پرجمع ہوجائے۔ہردورمیں علماء اسلام قرآن وحدیث اوراجماع سے تمام پیش آمدہ مسائل کوحل کرتے رہے ہیں۔قرآن وحدیث کاصرف وہی مفہوم معتبراورقابل حجت ہے جوائمہ اسلام سے ثابت ہے ۔ان کی تشریح وتفہیم کے مقابلے میں ہرشخص کی بات مردودہے چاہے وہ کتناہی فقیہ اعظم ،مزاج شناسِ رسولﷺ اورشیخ القرآن وغیرہ ہونے کادعویدارکیوں نہ ہو۔اس کی بات کوہرگزقبول

نہیں کی جائیگی۔

معجمِ طبرانی میں ایک روایت ہے جسے علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائدمیں بھی نقل کیاہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺسے پوچھاکہ یارسولَ اللہ ! اذاجاء نا امرلیس فیه امرولانهی فماذا تأمرنا فیه؟کہ اے اللہ کے رسول اگرہمارے سامنے کوئی ایساسوال آجائے ٗایساقضیہ سامنے آجائے جس کے بارے میں کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ میں کوئی صریح حکم موجودنہ ہوتواس صورت حال میں آپ ہمیں کس بات کاحکم دیتے ہیں ایسے موقع پرمجھے کیاکرناچاہئے ۔

فقال : شَاوِرُوا الْفُقَهَاءَ العابدین ولاتمضوا فیه برأیٍ خاصٍ'' آپﷺنے فرمایاکہ ایسے موقع پرفقہاء عابدین سے مشورہ کرو،اوراس میں انفرادی رائے کونافذنہ کرو،محض انفرادی فتویٰ کو،محض انفرادی رائے کولوگوں پرمسلط کرنے کی بجائے فقہائے عابدین سے مشورہ کرو،اوراس مشورہ کے نتیجہ میں جس مقام پرپہنچواس کواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺکاحکم سمجھو،یہ ہے وہ ارشادجس کے ذریعہ نبی کریم سرورعالم ﷺنے قیام قیامت تک پیداہونے والے تمام نت نئے مسائل کاحل ہمارے لئے تجویزفرمایااور وہ یہ کہ آخری وقت میں جب کہ اجتہادمطلق کاتصورتقریباًمفقودہوگیاہے ۔اس دورمیں نئے مسائل کوحل کرنے کاراستہ یہ ہے کہ فقہاء عابدین ملکرقرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کریں ۔ آپﷺنے دوصفتیں بیان فرمائی ۔ایک یہ کہ وہ تفقہ فی الدین رکھنے والے ہوں ،دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے ہوں ،دین کی مزاج ومذاق کواچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں ،اوردوسری قیدیہ لگادی کہ وہ فقہاء محض فلسفی قسم کے نہ ہوں ، جونظریاتی طورپرفقیہ ہوں ،نظریاتی طورپراسلام کے احکام کوجانتے ہوں ،جومحض علم رکھتے ہوں لیکن اس علم پرخودعمل پیرانہ ہوں ۔ اس علم کواپنی زندگی میں اپنائے ہوئے نہ ہوں ،اوراس علم کواپنی زندگی کامنتہائے مقصودنہ بنایاہو،توایسے فقہاء سے مشورہ کرنے کاکوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ،اس لئے کہ دین ،یہ محض ایک نظریہ اورفلسفہ نہیں کہ ایک شخص محض فلسفہ کے طورپراس کواپنالے ،اس کے حکم بیان کردے اورپھربھی اس کاماہرکہلائے۔ہرگزنہیں بلکہ یہ ایک عمل ہے ۔ایک پیغام ہے ،ایک دعوت ہے ۔جب تک اس پرعمل صحیح طورپرنہیں ہوگا،اس وقت تک دین کی صحیح سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی۔اورنہ ہی اس کوعالم کہاجاسکتاہے۔

زیرِ نظرکتاب ''الفرقان بین عباة الرحمن وعبادة الشیطن''

برادرم المحترم مبلغ اسلام علامہ مفتی محمدمنیرشاکرصاحب مدظلہ العالی کی علمی تحقیقات کابیش بہاخزانہ ہے ۔جسے موصوف نے کئی سالوں میں مختلف گوناگوں

پیش لفظ

مشاغل اورقیدوبندکی مشقت جھیلنے کے ساتھ ساتھ بہت عرق ریزی کے ساتھ جمع کیاہے موصوف نے اس کتاب میں متعدداختلافی وغیراختلافی ' قدیم وجدیدمسائل پراوراکثربدعات اوررسومِ جاہلیت کی تردیداورمبتدعین کے اعتراضات اوردلائل کے جوابات نہایت عالمانہ اوردلکش اندازمیں انتہائی عمدہ'مختصروجامع اورسیرحاصل تحقیق اورطریقِ استدلال میں بھی محققانہ عالمانہ انداز اختیارکرلیاہے کسی کی ذات کونشانہ بنائے بغیرمسائل کوفقہی اندازمیں مشائخ کے طرزپردلائل کے انبارمیں صاف واشگاف عام فہم الفاظ میں کھول کھول کر بیان کیاہے اس متین اندازاورعلمی رنگ کی تحقیقات سے کوئی شبہ نہیں کہ مصنف ممدوح نے نہ صرف مسائل کااثبات ہی کردیاہے بلکہ خُصومِ پرحجت بھی قائم کردِی ہے ۔

❏ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ

رہاتعصب وعناد،سواس کاعلاج کسی کے پاس نہیں ۔اس کاتیربہدف علاج یاآخرت کی قیامت ہے یادنیاکی قیامت ۔

❏وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ

بلاشبہ یہ کہنابجاہے کہ یہ کتاب ایک مومن مسلم کے ہاتھ میں ڈھال اورتلوارکی حیثیت رکھتی ہے ۔یعنی اس کے مطالعہ سے اپنے آپ کوباطل کی شبہات سے بچاسکتاہے اورصحیح راہ کوپاسکتاہے اورصحیح وسقیم ،ضعیف اورقوی ،حق وباطل کی تمیزکاملکہ پیداہوسکتاہے بلکہ باطل کی گردن کوبھی مولی گاجرکی طرح آسانی سے کاٹ سکتاہے ، عام فہم آسان سلیس اردوزبان میں ہے لہٰذاخواص وعوام سب کے لئے یکساں مفیدہے ، ہرگھرومکتبہ کے لئے زینت ہے ۔

یوں توبازارمیں کئی ایک کتب آپ کومسائل شرعیہ کے حل کے لئے ملیں گی لیکن اِس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ حتی الوسع اِس میں کسی کمزورروایت کوجگہ نہیں دی گئی ۔اگرکسی بھائی کوکسی مقام پرکوئی کمزورروایت معلوم ہوجوکہ ناقابل حجت ہویاکوئی اورلفظی اورمعنوی خامی ہوتووہ خیرخواہی کے جذبہ سے ہمیں ضرورمطلع کرے کیونکہ غلطیوں سے پاک ومبرا تواللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے اورانسان سے خطائیں سرزدہوتی رہتی ہیں ، اس لئے کہیں اس قسم کی غلطی دیکھیں تواس کوبشری کمزوری سمجھیں ۔تاکہ ہم آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح کریں ۔ان شاء اللہ العزیز

بارگاہِ اِلٰہی میں دست بدعاہوں کہ وہ مؤلف ممدوح کوہرقسم شرور وفتن اورحاسدین کے حسدسے محفوظ فرماویں اوراس کی اس علمی تحقیقی کاوش کومقبولیت عامہ وخاصہ سے نوازے اورفرزندان اسلام کواس سے استفادہ کی توفیق عطافرمادے ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرخلقہ محمدٍوآلہ واصحابہ اجمعین

پیش لفظ

مفتی عبیدالرحمن غفرلہ فاضلِ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
یکم رجب المرجب ۱۴۳۰ھ بمطابق۲۰۰۹/۶/۲۵ء بروزجمعرات

#

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَنزلَ الْقُرْآنَ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ وَاَرْسَلَ رَسُوْلاً دَاعِیاً اِلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ فَاَنْشَاَ فِیْ اُمَّتِہٖ الأئِمَّۃ الْمُتْقِنِیْنَ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَالْمُفْتِیْنَ لِنَشْرِالدِّیْنِ فَصَلَوَاتُ اللہ تَعَالیٰ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللہ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، قَالَ اللہ تَبَارَك وَتَعَالیٰ : اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللہ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کلُّ ضَلَالَۃٍ فِیْ النَّارِ ۔

بابِ اول

سنت کی ترغیب قرآن مجیدمیں

(۱) اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَ اللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۳۱) (سورۃ آل عمران : ۳۱)		آپ فرمادیجئے اگرتم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اورتمہارے گناہ معاف فرما دیگا اوراللہ تعالیٰ بڑابخشنے والامہربان ہے ۔ (سورۃ آل عمران : ۳۱)

فائدہ : بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کادعویٰ توکرتے ہیں ۔مگراعمال سارے کے سارے قرآن وسنت کے خلاف کرتے ہیں تواللہ تعالیٰ نے کھراکھوٹامعلوم کرنے کیلئے ایک ضابطہ اورمعیاربیان فرمایا۔

(۱) مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ اپنی تفسیرمعارف القرآن میں اسی آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ محبت ایک مخفی چیزہے ۔کس کوکس سے محبت ہے یانہیں اورکم ہے یازیادہ اسکاکوئی پیمانہ بجزاس کے نہیں ۔
کہ حالات اورمعاملات سے اندازہ کیاجائے ۔محبت کے کچھ آثاراورعلامات ہوتے ہیں ۔ان سے پہچاناجائے

یعنی اگردنیامیں آج کسی شخص کواپنے مالک حقیقی کی محبت کادعویٰ ہے ۔تواس کے لیئے لازم ہے ۔ کہ اس کواتباعِ محمدی ﷺکی کسوٹی پرآزماکردیکھے سب کھراکھوٹامعلوم ہوجائے گا۔جوشخص جتنااپنے دعویٰ میں سچاہو۔اتناہی زیادہ حضورﷺ کی اتباع کازیادہ اہتمام کریگا ۔اورجتنااپنے دعویٰ میں کمزورہوگا اسی

قدرآپکی اطاعت میں سستی اورکمزوری دیکھی جائیگی ۔(معارف القرآن : ۲/ ۵۴،۵ ۵۔
(۲) جناب شیخ التفسیرعلامہ شبیراحمدعثمانیؒ نے بھی یہی مفہوم لکھاہے ۔تفسیرعثمانی : ۶۸ ، ۶۹)
(۳) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۲۵ھ رقمطرازہے ۔

فمن ادعیٰ المحبة مع مخالفة سنة الرسول ﷺ فهو كذاب يكذبه كتابُ الله تعالیٰ . (تفسیرمظہری : ۲ / ۳۷)		پس جواللہ اوررسول ﷺکی محبت کادعویٰ کرتاہے ۔ اور رسول کی سنت کی مخالفت کرتاہے۔ تووہ جھوٹاہے۔اوراللہ کی کتاب اس کوجھو ٹا کہتی ہے ۔ (تفسیرمظھری : ۲ / ۳۷)

(۴)تفسیرجلالین : ۴۹ ۔برحاشیہ : ۱۷ ۔ یہی مضمون بعینہ لکھاہے
(۵)تفسیرمدارک : ۱/ ۲۱۳۔
(۶)تفسیرکشاف : ۱ / ۱۸۴۔(۷) امام قرطبیؒ لکھتے ہیں :

قال الازهری : محبة العبد لله ورسوله طاعته لهما اتباعه امرهما. (التفسیرالقرطبی : ۴ /۴۰)		ازہریؒ نے فرمایاکہ بندہ کی محبت اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ یہی ہے ۔ کہ ان کی اطاعت کرے اوران کاحکم مانے ۔(تفسیرالقرطبی : ۴/ ۴۰)

(۸) امام قرطبیؒ آگے سہل ابن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں :

علامة حب الله حب القرآن وعلامة حب النبی وعلامة حب النبی حب السنة . (التفسیرالقرطبی : ۴/ ۴۰)		اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے ۔کہ قرآن سے محبت ہواورقرآن سے محبت کی علامت یہ ہے کہ نبی سے محبت ہواورنبی سے محبت کی علامت یہ ہے کہ سنت سے محبت ہو۔ (تفسیرالقرطبی : ۴/ ۴۰)

امام آلوسی ا ور قاضی ثنأاللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔
{ شانِ نزول } اس آیت کے شان نزول میں حضرات ِمفسرین کااختلاف ہے ۔لیکن حضرت ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیاہے۔ کہ پیغمبر ﷺ کواطلاع ہوئی ۔کہ قریش نے مسجدحرام میں بت نصب کئے ہیں ۔ اوران پر شترمرُغ کے انڈے باندھے ہیں ۔اوران کے کانوں میں بالیاں بھی پہنائیں ہیں ۔اوران کوسجدے بھی کرتے ہیں ۔توآپ ﷺ نے ان کومخاطب کرکے فرمایا ۔

یامعشر قریش والله لقدخالفتم ملة		کہ اے اہلِ قریش اللہ کی قسم تم نے اپنے

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

ابیکم ابراھیم واسمٰعیل ۔		باپ حضرت ابراہیم اورحضرت اسمعیل علیہماالسلام کی ملت کی مخالفت کی

یعنی جوعبادت تم غیراللہ کی کرتے ہواوران کوسجدے کرتے ہو۔ان کی یہ تعظیم کرتے ہو۔یہ ملتِ ابراہیمی کی مخالفت ہے ۔ توقریش جواب میں کہتے تھے ۔ کہ ہم ان کی عبادت اللہ کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں ۔
مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللہِ زُلْفٰی : سورئہ زمر : ۳۔
کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں ، تواللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محمدﷺ ان سے فرمادیجئے کہ اگراللہ کی محبت کادعویٰ ہے ۔تومیری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔
(تفسیرمظہری : ج ۲ /۳۶۔تفسیرروح العانی : ج ۳ /۱۳۰)
(۹) رئیس الموحدین شیخ القرآن حضرت مولاناغلام اللہ خان صابؒ بھی یہی فرماتے ہیں :
کہ اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو ۔
(تفسیرجواہرالقرآن : ج ۱/ ۱۴۹ حاشیہ نمبر۴۴۔)
غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صاف حکم دیاکہ اگرمیری محبت کادعویٰ ہے ۔توپھرزندگی کے ہرہرموڑپرمیرے محبوب ﷺ کی اتباع کرو۔۔۔اپنے تمام افعال واعمال میں۔۔ اپنی خوشی وغمی میں۔۔اپنی شادی ومرگ میں ۔۔۔۔اپنی عبادت وریاضت میں ۔۔اپنی تجارت وصنعت میں ۔۔اپنی صحت وبیماری میں ۔۔۔اپنے جنازے اورنکاح میں ۔۔اپنی نشست وبرخاست میں ۔۔اپنی نمازوروزہ میں ۔۔اپنی اذان اوراقامت میں ۔۔غرضیکہ زندگی کے ایک ایک لمحہ اورایک ایک لحظہ میں امام الانبیآ ء سیّدنامحمدﷺ کی اطاعت کیجئے ۔اگرنبی اکرم ﷺ کی محبت کادَم بھرتےہومگراطاعت کی کوئی پرواہ نہ ہو،تویہ طرزِعمل سراسرمنافقت ہے ۔
ایک بزرگؒ نے کیاخوب فرمایا ؎ کہ عاشقی چیست بگوبندئہ جاناں بودن ۔۔
(۱۰)شیخ القرآن والحدث حضرت علامہ عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم تفسیراحسن الکلام میں لکھتے ہیں : کہ اس آیت میں ترغیب ہے ۔اللہ کی محبت کی طرف پیغمبرﷺ کی تابعداری کے ذریعے ۔۔۔اورآپ ﷺکی تابعداری میں دوفائدے بیان فرمائے ہیں ۔ (۱) اللہ کی محبت (۲) گناہوں کی مغفرت ۔اس آیت میں رد ہے ان لوگوں پرجوکہ اللہ کی محبت کادعویٰ کرتے ہیں اورنبی ﷺ کے طریقے کے خلاف چلتے ہیں جیساکہ جاہل پیران اورمجاوروغیرہ ۔۔۔۔۔۔۔۔نیزاس میں ان لوگوں پربھی ردہے ۔کہ جواللہ سے ثواب کی توقع کرتے ہیں اورعمل نبی کے طر یقے کے خلاف کرتے ہیں ۔جیسے بدعتی مُلاّاوربدعتی عوام ۔دیکھئے (احسن الکلام : ج ۱/ ۹۶)

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

{فائدہ} علمِ بلاغت کے قواعدکے مطابق یُحْبِبْکُمُ اللهُ سے بطریق استعارہ یامشاکلہ الله کی رضامرادہے۔(اعراب القرآن لمحمودصافی : ج ۲/ ۱۵۶)

(۲) خالقِ کائنات کادوسرافرمان ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔ (النساء : ۵۹)		اے ایمان والو !فرمان برداری کرواللہ تعالیٰ کی اورفرمانبرداری کرورسول ﷺ کی اورتم میں سے اختیاروالوں کی پھراگرکسی چیزمیں اختلاف کروتواسے لوٹاؤ،اللہ تعالیٰ کی طرف اوررسول کی طرف اگرتمہیں اللہ تعالیٰ پراورقیامت کے دن پرایمان ہے یہ بہت بہترہے اورباعتبار انجام کے بہت اچھاہے ۔ (النساء : ۵۹)

تشریح : یعنی اگرتمہارااوراولوالامرکاکسی مسئلہ میں اختلاف پیداہوجا ئے ۔توپھریہ نہ کہ قتل وقتال شروع کردو یاایک دوسرے پر کفرکے فتوے لگاو ۔یاتعزیرمالی کرکے جرمانے لو،اورمال بٹورتے رہو اورانکےگھرجلاؤ،بلکہ بیٹھ کراِن مسائل کی قرآن وحدیث کی روشنی میں حل تلاش کریں ۔

ظالم اب بھی ہے فرصتِ توبہ دیرنہ کر : وہ بھی گرانہیں جوگراپھرسنبھل گیا

(۱) علامہ نسفی الحنفی ؒ تحریرفرماتے ہیں :

فَرُدُّوْہُ اِلَی اللهِ وَ الرَّسُوْلِ ۔ ای ارجعوا فیه الی الکتاب والسنة : (النسفی : ۱ / ۳۲۲)		یعنی ان مسائل میں قرآن وحدیث کی کی طرف رجوع کریں ۔ (النسفی : ۱ / ۳۲۲)

(۲)قاضی ثناء الله الحنفی ؒ پانی پتی لکھتے ہیں :

فَرُدُّوْہُ اِلَی اللهِ وَ الرَّسُوْلِ ۔ ای کتابه والرسول ای سنته بعد وفاته ﷺ ۔ (المظھری : ۲ / ۱۵۳)		یعنی جس امرمیں جھگڑاہواس کوقرآن پرپیش کروفی الرسول یعنی پیغمبر کی وفات کے بعد ، رسول الله کی سنت (ثابتہ) کی طرف رجو ع کریں ۔ (المظھری : ۲ / ۱۵۳)

(۳) علامہ زمحشری نے الکشاف : ج ۱/ ۲۷۵ ۔(۴) علامہ جلال الدین سیوطی ؒ نے تفسیرجلالین : ۷۹۔(۵) علامہ قرطبی ؒ نے تفسرقرطبی : ج ۵/ ۲۷۵۔ (۶) مفتی اعظمِ پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب ؒ نے معارف القرآن : ج

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

۲/۴۵۳۔پریہی بات لکھی ہے ۔
(۳) اللہ تعالیٰ کاایک اورارشادہے

وَاِنَّکَ لَتَہْدِیْ اِلیٰ صِرَاطٍ مَّسْتَقِیْمٍ : **(الشوریٰ : ۵۲)**		**بے شک آپ راہ راست کی رہنمائی کررہے ہیں** **(الشوریٰ : ۵۲)**

(۱) علامہ جلال الدین محلی ؒ فرماتے ہیں :

وَاِنَّکَ لَتَہْدِیْ تدعو بالوحی الیك اِلیٰ صِرَاطٍ مَّسْتَقِیْمٍ دین الاسلام : **(تفسیرجلالین : ۴۰۵)**		**یقیناآپ دعوت دیتے ہیں اس وحی کے ذریعے جوآپکی طرف ہوئی ہے سید ی راہ یعنی دین اسلام کی طرف۔** **(تفسیرجلالین : ۴۰۵)**

(۲) علامہ قاضی ثناء اللہ الحنفی ؒ بھی یہی فرماتے ہیں :

وانك یامحمد لتھدی الناس کافة . **(المظھری : ۸ / ۳۳۴)**		**اوریقینا آپ توتمام لوگوں کوراہ دکھاتے ہیں** **(تفسیرمظہری : ۸/۳۳۴)**

نیز ملاحظہ فرمالیجئے ۔ (۳) قرطبی : ۱۶/۴۰۔(۴) مدارک : ۳/۱۵۹۲۔(۵) معارف القرآن : ۷/۷۱۳۔ (۶)احسن الکلام : ۴/۴۸۶۔
اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت پیغمبراسلام ﷺکی سنت کے بغیرناممکن ہے
(۳) اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں :

وَاَنْزَلْنَااِلَیْكَ الذِّکْرَلِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّل اِلَیْہِمْ وَلَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ . (النحل : ۴۴)		**اے محبوب ہم نے یہ ذکر(کتاب)آپ کی طرف اتاراہے کہ لو گوں کی جانب جونازل فرمایاگیاہے ۔آپ اسے کھول کھول کربیان کریں ،شایدکہ وہ غوروفکرکریں ۔(سورئہ نحل : ۴۴)**

(۱) شیخ التفسیرعلامہ شبیراحمدعثمانیؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں : کہ آپ ﷺکاکام یہ ہے کہ تمام دنیاکے لوگوں کیلئے اِس کتاب کے مضامین بیان فرمائیں اوراسکی مشکلات کی شرح اورمجملات کی تفصیل کردیں ۔ اس سے معلوم ہواکہ قرآن کامطلب وہی معتبرہے۔جواحادیث رسول ﷺ کے موافق ہو۔تفسیرعثمانی : ۳۵۹)
(۲) مفتی محمدشفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں بہت پیاری بحث فرمائی ہے جسکاخلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کی سنت ساری کی ساری قرآن کی تشریح

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

وتوضیح ہے۔ ان کاکوئی قول وفعل تمام عبادات معاملات اخلاق سب کی سب بوحی خداوندی ہے ۔ چنا نچہ قرآن کریم گواہی دیتاہے

کہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ توصرف وحی ہے جواتاری جاتی ہے ۔ (سورۃ نجم : ۳،۴)		وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ۔ (۴) (النجم)

یعنی پیغمبرخداﷺ کاسب کچھ وحی ہوتاہے ۔تفسیرمعارف القرآن : ۵/۳۳۱۔مزیدتفصیل کے لئے(۳)تفسیرمظہری : ۵/۳۴۲۔(۴)تفسیرقرطبی : ۱۰/۷۲۔)وغیرہ........مطالعہ کیجئے!

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کسی مومن مردوعورت کواللہ اوراس کے رسول کے فیصلہ کے بعداپنے کسی امرکاکوئی اختیارباقی نہیں رہتا، (یادرکھو)اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی جوبھی نافرمانی کر ے گاوہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔ (سورئہ احزاب : ۳۶)		وَمَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللهُ وَرَسُوْلُه اَمْرًا اَنْ يَكُوْنَ لَہُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَه فَقَدْضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِيْناً : (الاحزاب : ۳۶)

(۵) اللہ جل شانہ کافرمان ہے :

ورجودے تم کورسول سولے لو۔اورجس سے منع کردیا سوچھوڑدو۔(سورئہ حشر : ۷)		وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر : ۷)

تشریح : یہ آیت اگرچہ مالِ غنیمت کے بارے میں اتری ہے ۔مگراس کامفہوم اورحکم عام ہے ۔جیساکہ مفسرین امتؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے ۔کہ یہاں مرادیہ کہ پیغمبرﷺ کے ہرحکم یعنی امرونہی کوبسروچشم تسلیم کرو۔

(۱)علامہ عبداللہ بن احمدبن محمود النسفی ؒ لکھتے ہیں :

اوراچھی بات یہ ہے۔ کہ آیت عام ہوہراس چیزکوجسکا رسول امرکریں اورجس سے نہی فرمائیں ۔ اورمال غنیمت بھی اسی عموم میں داخل ہے۔ (تفسیرنسفی : ۱۷۸/۳)		والاجود ان يكون عاماً فی كل ماآتیٰ رسول الله ونہیٰ عنه واموال الفيئِ . داخل تحت عمومه : (التفسيرالنسفی : ۱۷۸۲/۳)

(۲)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ نے بھی صاحب کشاف سے عموم نقل فرمایاہے ۔روح المعانی : ۲۸/۵۰)

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

(۳) امام قرطبی ؒ نے بھی اپنی تفسیرمیں یہی عموم نقل فرمایا۔آگے حکم بن عمیرؓ سے ایک روایت نقل کی ہے ۔ جسکی آخری الفاظ ملاحظہ فرمالیجئے !

قال النبی ﷺ : فمن رضی بقولی فقدرضیَ بالقرآن ومن استھزء بقولی فقداستھزء بالقرآن قال اللہ تعالیٰ : ماآتاکم الرسول فخذوہ ۔ الخ (قرطبی : ۱۸/۱۳)		**رسول اللہ ﷺنے فرمایا جومیری بات پرراضی ہوا یقیناً وہ قرآن پرراضی ہوا ۔اورجس نے میرے قول کی ناقدری کی تویقینًا اس نے قرآن کی ناقدری کی پھریہ آیت مَاۤاٰتَاکَمْ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ : آخرتک تلاوت فرمائی ۔ (قرطبی : ۱۸/۱۳)**

{فائدہ} اس سے معلوم ہواکہ رسول ﷺ کے ہرامرونہی کوقبول کرناعین اللہ تعالیٰ کے امرونہی کوقبول کرناہے ۔ اوراسی طرح آپ کے امرونہی سے انکاراللہ تعالیٰ کے امرونہی سے انکارہے۔

(۷) اس طرح اللہ تعالیٰ کاارشادہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللہَ کَثِیْرًا (سورۃالاحزاب : ۲۱)		**یقینًاتمہارے لیے رسول ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ، ہراس شخص کے لیے جواللہ تعالی ٰکی اورقیامت کے دن کی توقع رکھتاہے اوربکثرت اللہ تعالیٰ کی یادکرتاہے۔ (سورۃ احزاب : ۲۱)**

تشریح : اہلِ علم نے لکھاہے کہ یہ آیت کریمہ رسول ﷺ کی تابعداری کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس پرپوری تفصیل سے بات کرناتویہاں ممکن نہیں ۔البتہ معروضات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتاہوں سب سے پہلے تواس آیت میں تاکیدات ذرا ملا حظہ کیجئے۔

(۱) حرف ِ لام (۲) قد (۳) کان (۴) فی (۵) رسول (۶) اسوۃ (۷) حسنۃ (۸) لمن کان یرجواللہ (۹) والیوم الاخر (۱۰) وذکراللہ کثیرا۔ پوری تفصیل کے لئے دیکھئے ، احسن الکلام : ج ۴/۸۸؛

یہاں میں صرف لفظ ِ فی پربات کروں گا کہ (فِیْ رَسُوْلِ اللہ) کامقصدیہ ہے کہ نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس میں یعنی صورت وسیرت امرونہی آپ ؐ کاکسی کام کوچھوڑنا رفتار،گفتارسب کچھ شامل ہے ۔ باقی تفصیل احسن الکلام میں ملاحظہ کیجئے!

(۲) علامہ شبیراحمدعثمانیؒ نے فرمایا : کہ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے اورآخرت کاثواب حاصل کرنے کی امیدرکھتے ہیں اورکثرت سے اللہ کویادکرتے ہیں

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

،اُن کے لئے رسول ﷺکی ذات مَنْبَعُ الْبَرْکَاتْ بہترین نمونہ ہے چاہئے کہ ہرمعاملہ میں ہر ایک حرکت وسکون،نشست وبرخاست میں ان کے نقشِ قدم پرچلیں اورہمت واستقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں ۔تفسیرعثمانی : ۵۵۰)

(۳)امامِ قرطبی ؒ رقمطراز ہیں کہ :

فیقتدیٰ به فی جمیع افعاله . (تفسیرقرطبی : ۱۰۲/۱۴)		پس تمام افعال میں آپ ﷺ کی اقتدیٰ کی جائے گی۔ (تفسیرقرطبی : ۱۰۲/۱۴)

نیز (۴)تفسیرمظہری : ۳۰۹/۷۔ (۵)تفسیرمدارک : ۱۳۶۷/۳۔ میں بھی ہے ۔مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ جولوگ اللہ اور روز آخرت پریقین رکھتے ہیں ۔توان کے لئے تمام عبادات ومعاملات میں رسولﷺ کی پیروی ضروری ہے ۔

(۸)اللہ تعالیٰ ایک اورفرمان ہے

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورةالنور : ۵۱)		یقیناً ایمان والوں کاقول تویہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایاجاتاہے کہ اللہ اوراس کارسول ان میں فیصلہ کردے تووہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنااورمان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں (سورۃ نور : ۵۱)

تشریح : اس آیت ِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے وہ لوگ قراردیے ہیں جواللہ اور رسول ﷺ کے حکم ماننے میں ذراتأمل نہیں کرتے مگرافسوس صدافسوس کہ آج کل لوگ اللہ اور رسول ﷺکے حکم سے تودوربھاگتے ہیں ۔مگراپنے باپ ، دادوں ،پیروں اورصاحبزادگان کے کیے ہوئے کام سے استدلال کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کوہدایت دیدیں ۔

راہِ حق تلاش کرنے والوں کیلے یہ چندآیات بطورِنمونہ کے پیش کی گئیں ورنہ قرآن کریم ایسی آیات اور اشارات سے بھراپڑاہے جن میں نبیﷺ کی احادیث اور آپؐ کے ہرعمل ، ہرقول وفعل اورتقریرکوحجت اوروحی قراردیاہے ۔

تمام آیات کوذکرکرناتوممکن نہیں ہے۔میں صرف تعدادذکرکرنے پرہی اکتفیٰ مناسب سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجیدمیں مختلف عنوانات سے ....۱۰۳ سورتوں میں سے ۳۲۳ آیتوں میں آپﷺ کی سنت کی طرف ترغیب دی ہے ۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ		یقیناًیہ قرآن وہ راستہ دکھاتاہے جوبہت ہی سیدھاہے اورایمان والوں کوجونیک

سنت کی ترغیب قرآن مجید میں

اَجْرًا كَبِيْرًا. (سورہ بنی اسرائیل : ۹)		اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتاہے کہ ان کے لئے بہت بڑااجرہے . (سورہ بنی اسرائیل : ۹)

بابِ دوم

(سنت کی طرف ترغیب حدیث میں)

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃ رَضِیَ اللہ عَنْہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ : " مَن تَمَسَّك بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهُ اَجْرُ مِأَۃِ شَهِیْدٍ" . (مشکوٰۃ : ۳۰/۱)		(۱) حضرت ابوہریرۃ ؓ فرماتے ہیں کہ سرکاردوعالم ﷺ نے ارشادفرمایاکہ میری امت بگڑنے کے وقت جس شخص نے میری سنت کودلیل بنایا اس کو سو شہیدوں کااجرملیگا . (مشکوٰۃ : ج ۱/ ۳۰)

تشریح : اتناعظیم اجرملنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ایک شہید دین اسلام کوزندہ رکھنے اور اسکی شان وشوکت کی خاطردنیاکی تمام مصیبتیں جھیلتاہے ، یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان کردیتاہے ، اسی طرح جب دین میں رخنہ اندازی ہونے لگے اورفتنہ وفسادکا دور دورہ ہوتوسنت کورائج کرنے اورعلومِ نبویؐ کوپھیلانے میں بے شمار مصائب وتکالیف کاسامنا ہوتاہے ، بلکہ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں .اس لئے اس عظیم اجرکی بشارت دی جاتی ہے (مظاہرحق : ج ۱/ ۲۱۸)

محدثِ جلیل حضرت مولانااحمدعلی سہارنپوریؒ حاشیہ مشکوٰۃ میں اس مذکورہ حدیث کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ کے متعلق لکھتے ہیں . اَیْ عِنْدَغَلَبَۃِ الْبِدْعَۃِ : یعنی جوبدعات کے غلبہ کے وقت احادیث رسولﷺ پرعمل کریں اورلوگوں کے درمیاں رائج کرنے کی کوشش کرے تواس کوسوشہیدوں کاثواب ملے گا.مشکوۃ : ج۱/ ۳۰، حاشیہ نمبر۱۵)

مُلاّعلی قاری الحنفیؒ فرماتے ہیں .

عندغلبة البدعة والجهل والفسق فيهم :

یعنی جب لوگوں میں بدعات اورجہالت ،فسق فجور زیادہ ہوجائے ،مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح : ج ۱/ ۴۲۲)

(۲) وَعَنْ مالِك بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللہ عَنْهُ مُرْسَلاً قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ " تَرَکتُ فِیْکمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّکتُمْ بِهِمَاکتَابُ اللہ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِه " . رواه فی موطأ : (مشکوٰۃ : ۱/ ۳۱)		حضرت مالک بن انسؓ مرسلاًروایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایامیں تمہارے درمیان دوچیزیں چھوڑی ہیں، بے شک تم انہیں پکڑے رہوگے ہرگزگمراہ نہیں ہوسکتے. وہ کتاب

سنت کی ترغیب حدیث مجید میں

		اللہ(قرآن مجید) اورسنت رسول ﷺ (احادیث) ہیں. (موطأ، مظاہرحق : ۱/۳۲۳)

{تشریح }اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت کوان دوچیزوں میں محصور (بند) فرمایاہے ۔اورساتھ یہ ذمہ داری اٹھائی ہے اورسندعنایت فرمائی ہے ۔کہ جب تک تم ان دوچیزوں یعنی قرآن اورمیری حدیث پرعمل پیرارہو ں گیں ۔ توہرگزگمراہ نہ ہونگے یعنی قرآن وحدیث پرعمل کرناہدایت سرچشمہ اورعمل نہ کرناگمراہی کی دلیل ہے ۔ امامِ ترمذی سے صاحبِ مشکوٰۃ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ " مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِی فَقَدْاَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کانَ مَعِیَ فِیْ الْجَنَّۃِ " . (مشکوٰۃ : ۱/۳۰)		(۳)حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فر مایا......اورجس شخص نے میری سنت کومحبوب رکھا اس نے مجھ کومحبوب رکھا اورجس نے مجھ کومحبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مظاہرِحق : ۱/۳۱۷)

{تشریح }اس روایت میں اس طرف اشارہ ہے ۔کہ جس نے آپ ﷺ کی سنت اورطریقے کومحبوب رکھا بس یہ محبوب رکھنامیری محبت کی دلیل اورمیرے ساتھ جنت میں اکٹھے ہونے کاسبب ہے ۔آپ حضرات ذراغورکیجئے !

کہ جب صرف محبوب رکھنااتنی بڑی برکت ہے ۔ تونبیﷺ کی سنت پرعمل کرنے سے کیاکیااجرملے گا۔شیخ عبدالحق محدِّثِ دہلویؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہو ئے ایک اورروایت نقل فرمائی ہے ۔کہ آپ ﷺ نے فرمایا

اَلْمَرْأُ مَع مَنْ اَحَب .		کہ آدمی اپنے محبت رکھنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات : ۱/۱۵۴)
(۴) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ " مَنْ یَّعِشْ مِنْکمْ بَعْدِیْ فَسَیَریٰ اِخْتِلَافاً کثِیْرًا فَعَلَیْکمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِ یْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکوْا بِھا وَعَضُّوا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِزِ وَاِیَّاکم وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکلُ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃ " . (مستدرک : ۱ / ۹۶) قال الحاکم والذھبی		(۴) حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے رویت ہے ۔کہ سرکارِدو عالم نے ارشادفرمایاکہ : تم میں سے جو شخص میرے بعدزندہ رہیگاوہ بہت اختلاف بھی دیکھے گا۔پس ا یسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہخلفائے راشدین ؓ کے طریقہ کولازم جانو اوراسی

سنت کی ترغیب حدیث مجید میں

صحیح.		طریقہ پر بھروسہ رکھو۔ اورا س کودانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اورتم (دین میں)نئی نئی باتیں پیداکرنے سے بچو۔اس لیے کہ ہرنئی بات بدعت ہے اورہربدعت گمراہی ہے ۔ حاکم اور ذ ہبی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے ۔ (احمدؒ،ابوداودؒ، ترمذیؒ ، مستدرک : ۹۶/۱)

تشریح : یہ قائدِاعظمِ امام الانبیآء محمدِعربی ﷺ کی وصیّت ہے ۔جوبہت اہمیت کاحامل ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے فرمایاکہ میرے بعدجوہونگے ۔ تووہ بہت سے اختلافات دیکھیں گے ۔یعنی بدعات ،رسومات اورخواہشات پرجھگڑا ہوگا۔ جیساکہ مُلاّعلی قاری الحنفی ؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

اِخِتلاَفاً کثیرًاکے تحت لکھتے ہیں : اِشارۃٌالیٰ ظھورالبِدَعِ وَالْاَھْوَاء . مرقات شرح مشکوۃ : ۱/۴۰۸ .

یعنی اس میں بدعات اورخواہشات کے ظہورکی طرف اشارہ ہے تواپسے بدعات پرجھگڑے کے وقت میری سنت کولازم پکڑو۔سنت سے مرادوہ طریقہ ہے ۔جوامام اعظم محمدﷺ سے ثابت ہو۔جیساکہ مُلاّعلی قاری ؒ اگلے جملہ(فَعَلَیْکمْ بِسُنَّتِی)کے تحت لکھتے ہیں، اَیْ بطریقتی الثابتۃ عنی واجباً اومندوباً ۔حوالہ بالا۔پس تم پر میری سنت (یعنی میرا وہ طریقہ جوسند صحیح کے ساتھ ثابت ہو)لازم ہے۔

(۵) وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ " رَحْمَۃُ اللہ عَلیٰ خُلَفَآئِی [ثَلاَثَ مَرَّات] قَالُوْا : وَمَنْ خُلَفَآئُكَ یَارَسُوْلَ اللہ ؟ قَالَ : ((الَّذِیْنَ یُحْیُوْنَ سُنَّتِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا عِبَادَ اللہ)) " (جامع بیان العلم وفضله : ۱ / ۴۶)		(۵) حضرت حسنؓ سے مروی ہے ۔کہ رسول اللہﷺنے ارشادفرمایاکہ میرے خلفآء پراللہ کی رحمت ہو (یہ اشاد) تین مرتبہ فرمایاتوصحابہ کرامؓ نے عرض کیااے اللہ کے رسول آپ کے خلفاء کون ہیں ؟توآپ نے) فرمایا جو لوگ میری سنت کوزندہ رکھیں اوراسے اللہ کے بندوں کوبھی سکھائے ۔ (جامع بیان العلم وفضلہ : ۴۶/۱)

تشریح : پس کتاب اللہ اورسنت رسول ﷺ دونوں ہدایت اوربھلائی کے سرچشمے ہیں ۔اورنجات صرف اسی کی ہوگی جودونوں کومضبوطی سے تھامے رکھے ۔

[چنانچہ شیخ القرآن حضرت مولانامحمدطاہرؒ نے اپنی کتاب (اصول السنۃ لردالبدعۃ

سنت کی ترغیب حدیث مجید میں

: ۲۳) میں لکھاہے

کہ یہی دونوں چیزیں (قرآن وسنت)حق وباطل کے درمیان واضح فرق کنندہ ہیں اوریہی وہ دوبنیادیں ہیں جن سے صرف نظرکرناناممکن ہے ۔ (اصول السنۃ لِرد البدعۃ : ۲۳)		وهما الفرقان الواضح بين الحق والباطل والاصلان الذان لاعدول عنهما. (اصول السنۃ لِرد البدعۃ : ۲۳)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں :

جان لو !کہ سنت کااتباع ہی سعادت کی چابی ہے ۔اوراسی طرح آپ ﷺکی آمدورفت ،حرکات ،سکنات یہاں تک کہ خوردونوش اٹھنے ،بیٹھنے گفت وشنید میں بھی رسول اللہ کااتباع ضروری ہے ۔ (اربعین : ۲۲)		اعلم ان مفتاح السعادة اتباع السنة واقتداء رسول الله ﷺ فی جمیع مصادره وموارده وحرکاته وسکناته حتیٰ فی هیئته کله وقیامه وکلامه. (الاربعین : ۲۲)

ان احادیث اوراقوال ائمہؒ سے ثابت ہوگیاکہ قرآن وسنت ہی فلاح اورخوشی کے سرچشمے ہیں آپ نے ایساکوئی متبع قرآن وسنت قوم نہیں دیکھاہوگا جوغم وخوشی دونونمیں مسرورنظرنہ آئے بلکہ اللہ متبع رسول ﷺ پرتبذیراورفضول خرچی کابوجھ نہیں ڈالتا اورنہ ہی خوشی اورغمی مثلا ختنہ ،نکاح ، میت وغیرہ کے موقع میں ان پرخرچ اموال کابارڈالتاہیں ۔ جبکہ بدعتیوں کایہ حال ہے کہ مخالفت سنت کی وجہ سے نکاح ،ختنہ ،میت وغیرہ تمام مواقع میں اتنی فضول خرچی میں گرپڑتے ہیں کہ بوجھ برداشت نہ کرنے ہوئے گدھے کی طرح ہنچوہنچوکرتے ہیں اوربدعتیوں کی رسومات اورحالات سے یوں معلوم ہوتاہے کہ گویاان کے پاس کوئی ڈرانے والاسرے سے آیاہی نہیں ۔اورکل قیامت کے دن یہ تمناکریں گے ! اورکہیں گے!

اللہ کا ارشاد ہے :

کہ کاش ہم سنتے ہوتے یاعقل رکھتے ہوتے تودوزخیوں میں (شریک) نہ ہوتے پس انہوں نے اقبالِ جرم کرلیا۔اب یہ دوزخی دفع ہوں ۔ (سورۃ ملک : ۱۰،۱۱)		وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ . (الملک : ۱۰،۱۱)
(۶)نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارثؓ سے فرمایاکہ سمجھ لو انہوں		(۶)عن کثیر بن عبدالله عن ابیه عن جده هو عمرو بن عوف المزنی ان النبی ﷺ قال

سنت کی ترغیب حدیث مجید میں

لبلال بن حارث : اعلم ! قال ما اعلم یارسول اللہ ؟ قال انه من احیا سنة من سنتی قد اُمیتت بعدی کان له من الاجر مثل من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئاً . (ترمذی : ۲ / ۹۶)(مشکوٰۃ : ۳۰/۱)	نے عرض کیایارسول اللہ کیاسمجھ لوں ؟آپ ﷺ نے فرمایاجس نے میری اس سنت کوزندہ کیاجوکہ میرے بعدمرچکی ہو(اس پرکوئی عمل نہ کرتاہو)توان کوعمل کرنے والوں کے مثل اجر ملیگااورعمل کرنے والوں سے بھی کچھ کم نہ کیاجائے گا۔ (ترمذی : ۲/۹۶،مشکوٰۃ : ۳۰/۱)

تشریح : علامہ عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا

من احیاسنة ای اظهرهاواشاعها بالقول او العمل او حث الغیر علی العمل بها . (تحفة الاحوذی : ۷/ ۳۶۹۔)	کہ جس نے سنت کوظاہرکیااوراس کی اشاعت کی قول (اعلان) یاعمل کے ساتھایا دیگرلوگوں کواس کی ترغیب دی . (تحفۃ الاحوذی : ۷/۳۶۹)

یعنی جس نے ایسے وقت میں کہ سنت پرعمل ترک کیاگیاہو۔سنت پرعمل کیااوراس کاعام اعلان کیا اورلوگوں کواس کی ترغیب دی توایسے شخص کوعمل کرنے والوں کے برابرثواب ملے گا۔اورامام ترمذیؒ نے اس روایت کوحسن کہاہے ۔ ترمذی : ۲/۱۶۔ احادیث گواہ ہیں کہ سنت ہرعمل کرنالوگوں کواس کی تعلیم دینا،سکھانا پلِ صراط سے بجلی کی طرح گزرنے کاسبب ہے ۔ اورفرشتوں کی زیارت کاوسیلہ ہے یہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے

(۷) عن ابی هریرة I ان النبی H قال : یا ابا هریرة ! عَلِّمِ النَّاسَ القرآنَ وتَعَلَّمْهُ فانك ان مت وانت كذالك زارت الملائكة قبرك كما یُزارُ البیتُ العتیقُ وعَلِّمِ الناسَ سنتی وان كرهوا ذالك ان احببت ان لاتوقف علی الصراط طرفة عین حتیٰ تدخل الجنة فلاتحدث فی دین الله حدثاً برئیك. (ضیاء النور : ۷۱، الاعتصام : ۱۵)	حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایاکہ اے ابوہریرہ لوگوں کوقرآن سکھاؤاورخودبھی اس کوسیکھواس لئے کہ اگرتم اسی حالت پرمرگئے توفرشتے تمہاری قبرکی زیارت کریں گے جس طرح کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کی جاتی ہے ۔اورلوگوں کومیری سنت سکھائواگرچہ لوگ اس کو بُراسمجھیں اوراگرتم

سنت کی ترغیب حدیث مجید میں

		چاہتے ہوکہ پلِ صراط پرآنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہ ٹہرواورجنت چلے جائوتودین میں کوئی نئی چیز(بدعت)اپنی رائے سے نہ بنانا۔ (ضیاء النور : ۷۱،الاعتصام : ۱۵)

اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا جوپلِ صراط جیسے مشکل مرحلے سے بجلی کی طرح گزرکرجنت میں داخل ہوجائے ۔ پھرسنت پرخودعمل کرنے والااوراسے زندہ کرنے والا صرف جنت میں بھی نہیں بلکہ جنت میں پیغمبرﷺ کے ساتھ ہوگا۔جیساکہ آپ ﷺ کاارشادہے

من احیا شیئاً من سنتی کنت انا وھو فی الجنۃ کھاتین وضم بین اصبعیہ ۔ (کتاب البدع والنھی عنھا : ۶)		آپ نے فرمایاکہ جس نے میری سنت میں سے کسی چیزکوزندہ کیا (عمل اوراعلان سے) تومیں اوروہ شخص جنت میں ایسے اکٹھے ہونگے دونوں انگلیوں کواکٹھاکر کی آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا۔ (کتاب البدع والنہی عنہ : ۶)

الغرض :

فرمودات رسول مقبول ﷺ جس کامشہورومعروف نام سنت ہے۔یہ وہ پاک قوانین کامجموعہ ہے جس پرعمل کرناصرف دنیاکی کامیابی اورخوشی اورمسرتوں کاضامن ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی کامیابی کاذریعہ ہے ۔بلکہ محمدعربیﷺ کے ساتھ جنت میں معیت کاسبب بھی ہے ۔اس کے خلاف رسوماتِ وطن ،بدعات ،خودساختہ قوانین ،اپنے آباء واجدادکی پیروی ،علاقے کے پیرخانے اورآستانے ،صاحبزادگان ،میاں گانِ باطلہ وغیرہ کے نقشِ قدم پرچلناصرف دنیاکے دولت کانقصان ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی شرمندگی کاسبب ہے ۔اوراللہ اوررسول ﷺکے حکم اورقوانین کے مقابلہ میں علاقے کے علماء اورپیرانِ باطل کے عمل سے استدلال کرناجس طرح ناانصافی اورظلم ہے اسی طرح انسان کواللہ پرفوقیت دینے کاارتکاب ہوکرشرک بھی ہے ۔ (تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی !)

اللہ کا ارشاد ہے :

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۔ (سورہ القلم : ۹)		وہ توچاہتے ہیں کہ توذراڈھیلاہوتویہ بھی ڈھیلے پڑجائیں

سنت کی ترغیب حدیث مجید میں

		(سوره القلم : ۹)

بابِ سوم

(سنت کی مخالفت سے ڈرانے اوربدعت پرنکیرکابیان)

قرآن وحدیث میں کفروشرک کے بعدسب سے زیادہ گناہ بدعت کوقراردیاگیاہے ۔مذکورہ دوگناہوں کے بعدجتنی تردیداورمذمت بدعت کی بیان کی گئی ہے ۔اتنی مذ مت کسی بھی چیزکی بیان نہیں کی گئی ۔اس لئے کہ بدعت ایک تو ترک سنت کومستلزم ہے ۔دوم دین میں اپنی رائے کودخل دیناہے ۔سوم رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی ہے ۔اورنبی کریم ﷺکی نافرمانی جیساکہ گناہ کبیرہ ہے ۔اسی طرح قیامت میں حسرت کاسبب بھی ہے ۔

(۱)اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ١ؕ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا . (النساء : ۴۲.)		جس روزکافراوررسول کے نافرمان آرزوکریں گے کہ کاش !انہیں زمین کے ساتھ ہموارکردیاجاتااوراللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپاسکیں گے ۔ (سورۃ نساء : ۴۲)

یعنی کفراورنافرمانی رسول ﷺ کی وجہ سے روزآخرت میں جب ہولناک مناظردیکھیں گے ۔جبکہ حیوانات مٹی بن کر فنا ہو جائیں گے تواسی حال میں تمناکریں گے کہ ہائے ارمان ہم بھی خاک ہوجاتے تاکہ اس ذلالت اوررسوائی سے بچ جاتے۔

(تفسیرقرطبی : ۱۳۰/۵، تفسیرمظہری : ۱۱۰/۲،تفسیرمعارف القرآن : ۴۲۱/۲)۔

ترکِ سنت اورایجادبدعت رسول اللہ کی مخالفت ہے ۔اورمخالفت رسول جہنم میں لے جانے والی ہے ۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے ۔

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ١ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا۠ . (النساء : ۱۱۵)		جوشخص باوجودراہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول ﷺکاخلاف کرے اورتمام مومنوں کی راہ چھوڑکرچلے، ہم اسے ادھرہی متوجہ کردیں گے جدھروہ خودمتوجہ ہواوردوزخ میں ڈال دیں گے ،وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے ۔ (النساء

سنت کی مخالفت

		(١١٥ :

<u>تشریح</u> : اس ایت میں دوچیزوں کوجرم اوردخول جہنم کاسبب بتایاہے ۔ایک مخالفت رسولﷺ اورظاہرہے کہ رسول ﷺکی مخالفت کفراورباعث وبال عظیم ہے ۔دوسراجس کام پرسب مسلمان صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے لے کرتاحال متفق ہوں اس کوچھوڑکران کے خلاف کوئی راستہ اختیارکرناجیساکہ افغانستان اورصوبہ سرحدکے چندپیٹ پرست پیران ِباطل اورعلمائے سوء کاحال ہے ۔

(١)قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھاہے

ومن یشاقق ای یخالف مشتق من الشق (تفسیرمظھری : ٥/٢٤٧)		یعنی شقاق شق سے نکلاہواہے ۔جس کامعنی ہے ۔مخالفت (تفسیرمظہری : ٥/٢٤٧)

(٢) امام قرطبیؒ لکھتے ہیں :

فھی عامة فی کل من خالف طریق المسلمین . (تفسیرقرطبی : ٥/٢٤٧)		کہ یہ ایت عام ہے ہراس شخص کے لئے مسلمین (صحابہ) کی راہ سے مخالفت کرے ۔ (تفسیرقرطبی : ٥/٢٤٧)

مذکورہ بالاحوالوں سے آیت کامفہوم خوب واضح ہوچکاکہ مخالفت رسول ﷺجس کوعام اصطلاح میں بدعت سے تعبیرکرتے ہیں نافرمانی رسول ہونے کی وجہ سے باعث وبال ِعظیم ہے ۔اس سے دین کاصحیح حلیہ بگڑجاتاہے ۔ اورپیغمبرﷺکے فیصلہ پرمطمئن اورقانع نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کاایمان بھی تباہ ہوجاتاہے جیساکہ ارشادباری تعالیٰ ہے

(٣) فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. (النساء : ٦٥)		سوقسم ہے تیرے پروردگارکی !یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کوحاکم نہ مان لیں ، پھرجوفیصلے آپ ان میں کردیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اورناخوشی نہ پائیں اورفرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں ۔ (سورہ نساء : ٦٥)

<u>تشریح</u> :

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کوتین شرائط کے ساتھ مشروط فرمایاہے ۔اول یہ کہ ہرباریک سے باریک کام میں سنت کی طرف رجوع کرنا۔دوم یہ

کہ سنت کے فیصلہ پررضامندہونا۔سوم یہ کہ ہمیشہ کے لئے سنت کاتابعداررہنا۔قرآنِ کریم کی اس آیت مبارکہ نے یہ فیصلہ کردیاکہ جس شخص میں شرائط نہ ہوں وہ ایمان سے خالی ہے ۔یہ بات دلیل کی محتاج نہیں کہ مبتدعین ہرکام میں اپنے رسم ورواج اوراپنے باطل نظریات والے علمائے سوء کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔جس سے یہ بھی معلوم ہواکہ وہ سنت کے فیصلہ پررضامندنہیں ورنہ وہ ایسانہ کرتے اوردنیامیں مختلف فتنوں کاشکارنہ ہوتے اس لئے کہ سنت کی مخالفت فتنوں کاسبب ہے ۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(۴) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (النور : ۶۳)	(۴)سنوجولوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہناچاہیے کہ کہیں ان پرکوئی زبردست آفت نہ پڑے یاانہیں دردناک عذاب نہ پہنچے ۔ (سورہ نور : ۶۳)

اس آیت کریمہ نے یہ تنبیہ فرمادی کہ جولوگ پیغمبرﷺ کی سنت کاخلاف کرتے ہیں ۔توان کودنیامیں اللہ تعالیٰ مختلف فتنونمیں مبتلاکریگا۔ بدعات کے فتنے رسومات اورکفروشرک میں مبتلاہونے کے فتنے اورآخرت میں دردناک عذاب میں مبتلاہوجایں گے ۔اورایسے لوگوں کی عبادت رائگاں ہے ۔اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

(۵) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا . (الکہف : ۵)	یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام ترکوششیں بیکارہوگئیں وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کررہے ہیں ۔ (سورہ کہف : ۱۰۴)

<u>تشریح</u> : حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ الذین ضل سعیہم سے مرادبانہم اہل بدعۃ بدعتی ہیں یعنی بدعتی لوگ جواپنی شرکیہ اعمال اوربدعات میں مبتلاہوکرکتنی کوشش کرتے ہیں عمل کرتے ہیں مگراللہ جل شانہ نے ارشادفرمایاکہ کچھ بھی کرلیں ۔ مجھے قبول نہیں : بقول شاعر کچھ یوں ہوگا!
پانی میں عکس دیکھ کرخوش ہورہاتھامیں پتھرکسی نے
پھینکاتومنظربدل گیا
اوراس آیتِ مبارکہ کے بارے میں علامہ بدرالدین ابن جماعۃ نے فرمایاکہ(ھم

الرہبان والقسیسون)یعنی جن کی تمام عبادات تباہ اوررائگاں ہیں ۔وہ پیران،صاحبزادگان،میاں گانِ باطل اورعلمائے سوء ہیں ۔ (غررالتبیان : ۳۲۶)مادہ : ۶۹۲۔اوریہ قول حضرت علیؓ اورحضرت ضحاکؓ سے مروی ہے ۔
نیزملاحظہ ہوں جامع البیان لابن جریرطبری : ۱۶/۳۴،۳۲۔زادالمسیرلابن جوزیؒ : ۵/۱۹۷۔

{ایک لمحۂ فکر}

ایک بڑی اہم اورفکر کی بات یادرکھیں کہ کسی امرکے باعث ثواب وعذاب ہونے کافیصلہ صرف باری تعالیٰ کاکام ہے ۔اورپھراس فیصلہ کومخلوق تک پہنچانااوربیان کرناپیغمبرﷺ کاکام ہے ۔یہ نہیں کہ آج کاکوئی مولوی یاپیریاآخونزادہ جوکہ نہ خداہے اورنہ پیغمبرایک کام کے بارے میں کہے کہ اچھاکام ہے تووہ اچھاکام ہی ہوگا۔ہرگزنہیں ہرگزنہیں بلکہ اپنی طرف سے کسی چیزکواچھا یا برا کہنے والاگویاکہ اپنے آپ کے اُلوہیت یانبوت کے منصب پرفائزہونے کادعویدارہے ۔ العیاذباالله کسی کوبھی اپنی بات میں الله اوررسول کے علاوہ کسی کے عمل سے استدلال کرناکہ فلاں مولوی یاآخونزادہ یاپیریامیاں صاحب یاشیخ الحدیث ایساکرتاتھاسراسرظلم ہے اورالله اوررسول کے غضب کاسبب ہے جیساکہ دارمی کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓتورات کانسخہ لاکرنبی اکرم ﷺکے سامنے پڑھنے لگے جس سے آپ ﷺکاچہرہ مبارک غصے کی وجہ سے متغیرہورہاتھا۔حضرت ابوبکرؓنے دیکھ کرحضرت عمرؓکومتنبہ فرمایا۔۔۔تواپ ﷺنے فرمایا

(۱)والذی نفس محمدٍ بیدہ لوبدالکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولوکان موسیٰ حیاًوادرك نبوتی لاتبعنی ۔ (مشکوٰۃ : ۱/۳۲۔)	**(۱)کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐکی جان ہے ۔ اگرظاہرہوتاتمہارے لئے موسیٰؑ اورتم مجھ کو چھوڑ کراس کی اتباع کرتے توضرورسیدھے راستے سے گمراہ ہوجاتے اگرموسیٰؑ زندہ ہوتے اورمیری نبوت پاتے توضرورمیری اتباع کرتے ۔ (مشکوٰۃ : ۱/۳۲)**

اس روایت میں غورفکرکرنے سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے ۔ کہ جب نبی اکرم ﷺ کی سنت کوچھوڑکرموسیٰؑ کی پیروی کوآپ ﷺنے گمراہی فرمایاتوپھرکیاخیال ہے ۔ان لوگوں کے بارے میں کہ جنہوں نے قرآن وحدیث کے مقابلہ میں موسیٰ کلیمؑ کی اتباع نہیں بلکہ وقت کے پیٹ پرست مولوی،عیاش ترین پیراناورحرام

سنت کی مخالفت

خورآخونزادگان کی پیروی شروع کی ہو۔کیاآپ ﷺ کے اس فرمان کی روسے ایسے لوگ گمراہ نہیں ہیں ؟

یقیناًگمراہ ہیں ۔اس لئے کہ آپ ﷺ کے بعدخیرالقرون کے بعددین میں نئی باتوں کانکالنااوران پرعمل کرنا یہ گمراہی ہے ۔جیساکہ صاحبِ مشکوٰۃ نے مسلم کے حوالے سے ایک روایت نقل فرمایاہے ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اورسب سے بہترین راستہ نبی کریم کاراستہ ہے اورسب سے بدترین چیزوہ ہے جس کودین میں نیانکالاگیاہواورہرنئی بات بدعت ہے اورہربدعت گمراہی ہے اورنسائی کی ایک میں ہے کہ ہرگمرا ہی آگ میں لے جانے کاسبب ہے ۔ (مشکوٰۃ : ۱/۲۷،مظاہرحق : ۱۹۷۱)		(۲)عن جابرؓقال : قال رسول اللہ فان خير الحديث كتاب اللہ وخير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وفى رواية للنسائى : وكل ضلالة فى النار : مشکوٰۃ : ۱/۲۷، مظاهرالحق : ۱/۱۹۷)

یعنی دین میں نئی چیزجواپنی طرف سے نکالی اوربنائی گئی ہواورقرآن وحدیث کے خلاف ہووہ سب گمراہی ہے اس لئے کہ ایسے اعمال مردودہیں ۔جیساکہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :

(۳) عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہ H : من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهورد .

بخاری،مسلم) (مشکوٰۃ : ۱/۲۷)

رسول اللہﷺ نے فرمایاکہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جواس اس میں نہیں ہے تووہ مردودہے ۔ (بخاری ،مسلم) (مشکوٰۃ : ۱/۲۷)

<u>تشریح :</u>

مومن کامطلب یہ ہے کہ اس کااعتقادوایمان اتناپختہ ہو۔کہ قرآن وحدیث نے جوراستہ بتایاہے اس پرپورے یقین کے ساتھ چلتاہے ۔اورجواس کے خلاف ہوائے نفس اورلوگوں کی خواہشات کے مطابق جوراستے نکالے گئے ہیں اس سے یکسرجدائی اورعلیحدگی اختیارکرتاہے ۔مذکورہ روایت نے یہ فیصلہ سنایاکہ دین میں نئی بات مردودہے ۔اوردوسری روایات سے واضح ہوگا۔کہ ایسی نئی باتیں نکالنے والے شیطان یااحباب شیطان ہوتے ہیں ۔اگرچہ عوام میں بزرگی کالبادہ اوڑھے رکھتاہو۔

سنت کی مخالفت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :

(۴) قال ابن عباسؓ واللہ ما اظن علی وجه الارض الیوم احدا احب الیٰ الشیطن هلاکاً منی ، فقیل وکیف؟ فقال : واللہ انه یحدث البدعة فی مشرق اومغرب فیحملها الرجل اِلیَّ فاذا انتهت اِلیَّ قمعتها بالسنة فترد علیه کما اخرجها۔ (ضیاء النور : ۶)

اللہ کی قسم روئے زمین پرشیطان میرے ہلاک ہونے سے زیادہ کسی کی ہلاکت کوپسندنہیں کرتاکسی نے پوچھاکہ وہ کیسے ؟ فرمایاکہ وہ شیطان بدعت مشرق یامغرب میں نکالتاہے توکوئی آدمی اس کومیرےپاس لاتاہے تواس کوسنت کے ذریعے ختم کردیتاہوں تووہ بدعت اس کی طرف واپس لوٹ جاتی ہے جیساکہ اس نے نکالاتھا۔(ضیاء النور : ۶)

لیجئے اس روایت نے یہ بات ہی ختم کردی اس لئے کہ اس سے چندامور واضح ہوگئے اولؔ یہ کہ شیطان سب سے زیادہ بغض اس شخص سے کرتاہے جوبدعات کی تردیدکرتاہے دومؔ یہ کہ بدعات ایجادکرنے والاخواہ کوئی ہوشیطان یاشیطان کابھائی ہے سومؔ یہ کہ بدعات کوسنت سے ردکیاجاتاہے چہارمؔ یہ کہ بدعات پرردکرنے والوں کے ساتھ بغض رکھنے والاشیطان یاشیطان کابھائی ہوتاہے ۔

بدعتی کی مذمت کتاب وسنت میں اتنی زیادہ ہے کہ اس کاشمارکرنااوراحاطہ کرنادشوارہے ۔علامہ ابن سعدنے ابن غطیفؒ سے نقل کیاہے وہ کہتے ہیں ۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہیں

(۵)من احدث فی الاسلام حدثاً فاقطعوا لسانه ۔

(طبقات الکبریٰ : ۷/۴۲۹)

(۵) کہ جوشخص اسلام میں کوئی نئی چیز(بدعت) گھڑلے تواس کیزبان کاٹ ڈالو۔(طبقات الکبریٰ : ۴۲۹۷)

یہ تواس کی دنیاوی سزاہے ۔اورقیامت کے دن بھی اس سے اس بدعت کے بارے میں اورسنت کوچھوڑنے کے بارے میں پوچھاجائیگا۔جیساکہ امام غزالیؒ ابن ماجہ کے ایک روایت کومدنظررکھ کرفرماتے میں ۔یسئل المبتدعة عن السنة : کہ مبتدعین سے سنت کے بارے میں پوچھ ہوگی ۔احیاء علوم الدین (احیاء علوم الدین : ۱/۹۲)بدعت کی طرف دعوت دینے والایقیناًشیطان ہوتاہے ۔

دارمی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت نقل کی ہے ۔

(۶)قال خط لنارسول اللہ خطاًثم قال هذاسبیل اللہ ثم خط خطوطاعن یمینه وعن شماله وقال هذه سُبُلٌ علی کل سبیل منهاشیطان یدعو الیه وقرء : ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ, وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ, ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾.

رواه احمدوالنسائی والدارمی : (مشکوٰۃ : ۱/۳۰۔)

(۶) رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ہمارے لئے ایک لکیرکھینچی اورفرمایاکہ یہ اللہ کاسیدھاراستہ ہے ۔ پھراس کے دائیں بائیں جانب لکیریں کھینچیں پھرفرمایاکہ یہ وہ راستے ہیں جن میں ہرایک راستے پرشیطان بیٹھاہے جواپنی طرف بلارہاہے پھرآپ ﷺنے یہ آیت پڑھی کہ یہ میراسیدھاراستہ ہے ۔سواس پرچلواوردوسری راہوں پرمت چلوکہ وہ راہیں تم کواللہ کی راہ سے جداکردیں گی ۔ اس کاتم کواللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیاہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیارکرو۔

(احمد،نسائی،دارمی،مشکوٰۃ : ۱/ ۳۰)

یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے اوررسول اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اورراستے کے علاوہ کسی اورطرف دعوت دینے اوربلانے والاشیطان ہے رسول اکرم ﷺ نے امت کومتنبہ کیا۔کہ ان سے بچو۔طبرانی وغیرہ نے عبداللہ بن بشرؓسے روایت نقل کیاہے

(۷) من وقرصاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام ۔

(مدخل : ۱/ ۶۶، تنزیہ ا لشریعۃ : ۱/ ۳۱۴)

آپ ﷺ نے فرمایاکہ جس نے بدعتی کی عزت کی پس یقیناًاس نے دین ڈھانے اورمٹانے میں مددکی۔

(مدخل : ۱/ ۶۶،تنزیہ الشریعہ : ۱/ ۳۱۴)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے :

(۸) قال من مشیٰ الیٰ صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام ۔

(مدخل : ۱/ ۶۶،تنزیہ الشریعہ : ۱/ ۳۱۴)

(۸)کہ آپ ﷺنے فرمایاکہ جوبدعتی کے پاس اس کی عزت کرنے کے لئے گیا۔تواس نے دین مٹانے پرمددکی۔

(مدخل : ۱/ ۶۶،تنزیہ الشریعہ : ۱/ ۳۱۴)

بدعتی کی عزت کرناخواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو۔مثلاًاسے سلام کرنا،سلام کاجواب دینا،اس کوکھانے پینے کی دعوت دینا،اس کوشادی بیاہ میں شریک کرنااوراس کوبیٹھنے کے لئے اپنی جگہ چھوڑنا،اس سے نمازِجنازہ پڑھوانایہ تمام چیزیں عزت میں داخل ہیں ۔ایسے ہی شخص کے بارے آپ ﷺ فرمارہے ہیں ۔کہ یہ دین کومٹارہاہے ۔اس کواکرام نہیں سمجھناچاہئے ورنہ آپ ﷺ سے زیادہ اکرام کرنے والاکون ہوسکتاہے ؟ ان روایات سے معلوم ہواکہ بدعتی کیساتھ کسی قسم کاتعلق جائزنہیں !

(۹)قال فضیل بن عیاضؒ : من زوّج کریمتہ من مبتدع فقدقطع رحمھا۔

(تذکرۃالحفاظ : ۱/ ۲۲۶)

(۹) حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی بیٹی کانکاح کسی بدعتی سے کرایاپس تحقیق اس نے اسکے بچہ دانی کوکاٹ ڈالا۔ (تذکرۃ الحفاظ : ۱/ ۲۲۶)

سلام کاجواب دیناا‌گرچہ واجب ہے لیکن بدعتی کوسلام کاجواب دینابھی جائزنہیں۔چنانچہ ابوداوٗد،ترمذی ،ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت نافع کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓسے نقل فرمایا

(۱۰) انه جاء رجل فقال : ان فلاناً يقرء عليك السلام فقال : بلغنى انه قد احدث فان كان قد احدث فلاتقرء عليه السلام .

(ترمذی : ۲/ ۳۸،مشکوٰۃ : ۱/ ۲۳)

(۱۰)نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓکے پاس ایک آدمی آیااورعرض کیا که فلا ں آدمی آپ کو سلام کہہ رہاتھا۔توانہوں نے فرمایاکہ مجھے خبرپہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعت کی ہے ۔پس اگراس نے واقعی بدعت کی ہے ۔ تواسے میراسلام نہ کہنا۔

(ترمذی : ۲/ ۳۸،مشکوٰۃ : ۱/ ۲۳)

(۱۱)پیرانِ پیرشیخ عبدالقادرجیلانیؒ لکھتے ہیں :

ولایُسَلِّم علیهم)کہ بدعت کرنے والے کوسلام نہ کیاجائے ۔اس لئے کہ ان کوسلام کرنایہ توان سے محبت کرناہے ۔ جبکہ ان سے محبت جائزنہیں ۔ (ولایجالسهم)ان کے ساتھ نہ بیٹھاجائے ۔(ولایهنیهم فی الاعیاد واوقات السرور) اوران کوعیدین اورخوشی کے مواقع میں مبارکبادی نہ دی جائے ۔(غنیۃ الطالبین : ۱/۸۰)

<u>(اہلِ بدعت کی طرف سے ایک شبہ اوراس کاجواب)</u>

اہلِ بدعت اوراہلِ ہوٰی اکثریہ رٹ لگاتے پھرتے ہیں ۔کہ آپ حضرات ہروقت بدعت بدعت کہتے ہیں ۔تم لوگوں کوعبادات صدقات اورخیرات سے منع کرتے ہو۔آپ حضرات کوٹی وی ،ڈش،سنیما،فحاشی اورعریانی وغیرہ کے خلاف کام کرناچاہئے تھا! بدعت تواتنابڑاگناہ نہیں ہے ۔اوراگرہے بھی تومذکورہ گناہوں سے توکمتر ہے ۔پہلے ان گناہوں سے لوگوں کومنع کریں ۔

جواب : یہ ہے کہ واقعی یہ حضرات کم فہمی اورکم علمی کی جہ سے صریح گمراہی میں مبتلاء ہیں ۔

اول تواس لئے کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں ۔کہ کفروشرک کے بعددنیامیں سب سے بڑاگناہ بدعت ہی ہے ۔

دومؔ یہ کہ بدعت سے دین کا حلیہ بگڑجاتاہے گویایہ نیادین بنانے کے مترادف ہے

۔سومؒ یہ کہ جولوگ قتل وغارت ، زنا، فحاشی اورعریانی میں مبتلاء ہیں ۔وہ اپنے آپ کوگنہگارسمجھتے ہیں ، ان کوتوبہ کی توفیق بھی کہیں مل جائیگی ،مگرجولوگ بدعت کرتے ہیں ، وہ اس کوثواب سمجھ کرکرتے ہیں ، اورمرتے دم تک اس پرجمے رہتے ہیں ، لہذان کوتوبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی !کماوردفی الحدیث ، اس مختصرجواب کوفقہائے امت کے قول وقلم سے بھی سماعت فرمالیجئے !

(۱)علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں :

واشتد نکیر السلف والائمة لها ، وصاحوا باهلهامن اقطار الارض ، وحذروا فتنتهم اشد التحذیر ، وبالغوا فی ذالك مالم یبالغوا مثله فی انکار الفواحش ، والظلم ، والعدوان ، اذ مضرة البدع وهدمها للدین ومنافاتها له اشد .

(مدارج السالکین : ۴۰۳۔طبع قاہرہ)

کہ سلف صالحین اورائمہ کرامؒ نے بدعت پربڑی سخت نکیرفرمائی بدعتیوں کودنیاکے کونوں میں چیلنج کیااوران کے فتنے سے لوگوں کوبہت سخت ڈرایااوربدعت کی نکیرمیں اتنابڑھ چڑھ کرکام کیاکہ فواحش ظلم وزیادتی کی نکیرمیں اتنانہیں کیااس لئے کہ بدعتیوں کاضرردین میں ان کی اکھاڑبچھاڑاوران کادین کے منافی ہوناان فواحش وغیرہ کی بنسبت کہیں زیادہ سخت ہے ۔

(مدارج السالکین : ۲/۳۶۳)

بلکہ علمائے کرام نے یہاں تک لکھاہے ۔کہ بدعتی کاگناہ حق چھپانے والے کے گناہ سے بھی بہت بڑاہے ۔اس لئے کہ حق چھپانے والاصرف حق چھپاتاہے اوربدعتی حق چھپانے کے ساتھ ساتھ حق کے خلاف کرنے کی طرف دعوت بھی دیتاہے ۔ لہذابدعت دراصل اعتقادی نافرمانی ہے۔

(۲) علامہ موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریرفرماتے ہیں :

وفسق الاعتقاد کفسق اهل البدع الذین یؤمنون بالله ورسوله والیوم الاخر ویحرمون ماحرم الله ورسوله ویوجبون ما اوجب الله ، ولکن ینفون کثیرا مما اثبت الله ورسوله جهلًا ، وتاویلاً ، وتقلیدا للشیوخ ، ویثبتون ما لم یثبته الله ورسوله۔

(مدارج السالکین : ۱/۳۹۳ ۔قاہرہ)

(۱۳)کہ اعتقادی فسق ان مبتدعین کی فسق کی طرح ہے ۔جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺکی حرام کردہ چیزوں کوحرام سمجھتے ہیں ۔اسی طرح اللہ کی واجب کردہ (حدودواحکام)کوواجب سمجھتے ہیں۔لیکن اپنی جہالت بے جاتاویل اور بزرگوں (پیر،میاں،آخونزادہ)کی نقل اورتقلیدکے باعث ان میں سے بہت سے چیزوں کی نفی کرتے ہیں ۔جنہیں اللہ اور رسولﷺ نے ثابت کیا اورایسی بہت سی چیزوں کوثابت کرتے ہیں جنہیں اللہ اوررسولﷺ نے ثابت نہ کیاہو۔

(مدارج لسالکین : ۱/ ۳۹۳)

اب آپ کومعلوم ہوگیاہوگاکہ علمائے امت بدعت کوکیوں سارے گناہوں سے بڑھ کرگناہ سمجھتے ہیں ۔اوراس پرنکیراورملامت سارے فواحش پرمقدم سمجھتے ہیں ۔مگرافسوس صدافسوس کہ ہم ایسے پُرآشوب زمانے میں ہیں ۔کہ جس میں بدعات رائج اورعام ہوگئیں ہیں۔لوگوں نے قرآن وحدیث کوچھوڑکراِن علمائے سوء کی تقلید،پیروی اوراتباع شروع کیاہے ۔جواپنے آپ کوفقیہ ،بزرگ ،اورولی اللہ آخونزادہ ،میاں وغیرہ ظاہرکرتے ہیں ۔اوران کی باتوں کوقرآن وحدیث پرترجیح دیتے ہیں ۔اورجوحق بیان اورظاہرکرنے والابدعت سے منع کرنے اورسنت کورائج کرنے والاعالم اگرکہیں آوازاُٹھائے ۔توتمام آستانے ،پیرخانے اورعلمائے سوء جمع ہوکراس پروہابیت کافتوٰی لگاکراپنی گدّیوں اورشکرانوں ،حرام خوریوں کی حفاظت کرتے ہیں ۔

بعض ِعوام بھی بغیرحق وباطل کی تمیزبھیڑبکری بن کران کے پیچھے چلنے لگتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجیدمیں جگہ جگہ ایسے جاہل مقتداؤں کی اتباع سے منع فرمایاہے ۔جیساکہ سورئہ بقرہ آیت نمبر۱۰۹،۹۰،سورہ نساء آیت ۱۶۰ سورہ توبہ آیت۳۱ وغیرہ

بدعتیوں کی چونکہ کوئی عبادت قبول نہیں اوروہ فاسق ہوتے ہیں ۔اس لئے بدعتی کے پیچھے نمازجائزنہیں !

اس موضوع پرتوان شاء اللہ العزیزمستقل باب آئے گا۔یہاں بھی چندحوالے نقد ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱)مفتاح لسعادۃ میں ہے

لاتجوز الصلوٰۃ خلف المبتدع . (مفتاح السعادۃ : ۱/ ۶۹)		بدعتی کے پیچھے نمازجائزنہیں ! (مفتاح لسعادۃ : ۱/ ۶۹)

(۲)محدثین ِعظامؒ نے فرمایا

ان الصلوٰۃ فی المنازل خیر من الصلوٰۃ فی المساجد اذا کانت مشحونۃ بالبدع . (طریق الاصول : ۱۰۲)

اپنے گھروں میں نمازپڑھناان مساجدمیں نمازپڑھنے سے بہترہے کہ جوبدعت سے بھری ہوئی ہوں !

(طریق الاصول : ۱۰۲)

بدعتیوں کے پیچھے نمازپڑھناکیونکرجائزہوسکتی ہے!

(۳)رسول اللہ ﷺنے فرمایاہے ۔

اھل البدع کلاب اھل النار.

سنت کی مخالفت

(کنزالعمال : ۱/ ۱۹۵، ہدایت ا لسائل : ۳۸۴) (۳)کہ بدعتی لوگ جہنم کے کتے ہیں :

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ١ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ سورة المائده : ۱۰۰)	آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اورپاک برابرنہیں گوآپ کوناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہواے عقل مندو!تاکہ تم کامیاب ہو

بابِ چہارم

لوگوں میں تغیُّروتبدل اور بدعات پیداکرنے اوران پرنکیرکابیان

تغیرکامعنیٰ ہے بدل جانایعنی ایک حالت کوچھوڑکردوسری حالت اختیارکرنایہاں اس سے مرادمسلمانوں کی اس حالت کابدل جاناہے جوکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھی کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے ایمان کایہ حال تھاکہ دین پرسختی سے قائم تھے ۔سنت نبویﷺ کاالتزام تھایعنی پابندی تھی اوردنیاسے بے رغبتی تھی مگربعدمیں مسلمانوں کاوہ حال ہواجسکے بارے میں مخبرصادقﷺ نے پیشنگوئی فرمائی تھی ۔کہ لوگ یہودونصاریٰ کے طریقوں پرچلیں گے ۔چنانچہ بخاری،مسلم نے ابوسعیدؓ سے روایت نقل فرمائی ہے ۔

(۱) قال رسول اللہ H : لَتَتَّبِعُنَّ سنن من قبلکم شبرًا بشبرٍ ، وذراعاً بذراعٍ ، حتیٰ لو دخلوا جحر ضبٍ تبعتموھم ، قیل یارسول اللہ ! الیھودَ والنصاریٰ؟ قال فمن ؟متفقٌ علیہ :
(مشکوٰۃ : ۱ /۴۵۸)

(۱) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایایقینا(آنے والے زمانوں میں)تم بالشت بالشت کے برابراورًہاتھ ہاتھ کے برابران لوگوں کے طوروطریق کواختیارکروگے جوتم سے پہلے گذرچکے ہیں ۔یہاں تک کہ اگروہ گوہ یعنی سوسمارکے بِل میں بیٹھ گیے ھو (جوبہت تنگ اوربراہوتاہے) توتم اس میں بھی اُن کی پیروی کروگے ، صحابہؓ نے عرض کیاکہ اے اللہ کے رسول کیا وہ یہودونصاریٰ ہیں؟آپ ﷺنے فرمایاکہ اور کون ہیں؟(بخاری،مسلم ،مشکوٰۃ : ۱/۴۵۸)

تشریح : اس روایت میں مخبرصادق ﷺنے یہ بتایاکہ میری امت بھی خواہش پرستی ،دین کوتبدیل کرنے اوراللہ کی کتاب کوچھوڑنے میں سوفیصدیہودونصاریٰ کی پیروی شروع کردے گی ۔یعنی بدعات میں مبتلاہوجائے گی اوراپنی طرف سے دین میں باتیں داخل کرکے قرآن وسنت کوچھوڑدے گی ۔

(۱) ملاعلی القاری الحنفیؒ نے اس حدیث کے تحت تحریرفرمایا
والمراد ھنا طریقۃ اھل الاھواء والبدع التی ابتدعوھا من تلقاء انفسھم بعدانبیائھم من تغیر دینھم وتحریف کتابھم.
(المرقات : ۹/۲۲۴)

یہاں اس سے مرادخواہش پرستوں اوربدعتیوں کاطریقہ ہے جوانہوں نے اپنی طرف سے گھڑلیاہے ۔اپنے انبیاء ﷺکے بعددین کوتبدیل کرنااورکتاب میں تحریف

باب چھارم

کرناہے ۔(مرقات شرح مشکوٰۃ : ۲۲۴/۹)
(۲)حضرت حسن بصریؒ کاقول ہے
لوخرج علیکم اصحاب رسول ماعرفوا منکم الاقبلتکم ۔
(اصول السنۃ : ۳۰)
اگرتمہارے معاشرے میں رسول اللہ کے صحابہؓ تشریف لے آئیں توتمہارے قبلہ کے علاوہ کسی چیزکونہیں پہچان سکیں گے۔(اصول االسنۃ : ۳۰)
اس کاصاف اوربے غبارمطلب یہ ہے کہ رسول ﷺکے زمانے کے اعمال اورعبادات تم میں باقی نہیں رہے بلکہ ایسے نئے طریقے نکال لئے ہیں اورایسی نئی عبادات ایجادکرلی ہیں کہ اگرصحاب کرامؓ آجائیں تووہ پہچاں بھی نہ سکیں گے سوائے قبلہ کے ۔چنانچہ ایسازمانہ آہی چکاہے کہ دین اوراہل دین لوگوں کوعجیب معلوم ہوتے ہیں ۔اوران کوناآشناسمجھتے ہیں۔
(۱)ایک حدیث شریف میں آتاہے ۔
بدء الاسلام غریباًوسیعودکمابدء فطوبیٰ للغرباء۔
کہ اسلام انوکھی حالت میں ظاہرہوا۔(یعنی لوگوں کوعجیب وغریب لگتاتھا)اورعنقریب اس طرح انوکھاہوجائےگا۔پس معاشرے کے ایسے عجیب وغریب لوگوں کیلئے خوشخبری ہے ۔
صحابہ کرامؓ نے عرض کیا من ھم یارسولَ اللہ؟ کہ اے اللہ کے محبوب یہ ''غربا''کون لوگ ہیں ؟
آپ ﷺ نے ارشادفرمایا ''الذین یُصْلِحُون ما افسد الناسُ '' کہ یہ وہ لوگ ہیں جولوگوں کے بگاڑکے وقت اصلاح کافریضہ انجام دیں گے!ایک روایت میں جوابی الفاظ یہ ہیں : اُناسٌ صالحون قلیل فی اناس کثیر، من یعصیھم اکثرممن یطیعھم '' یعنی غرباء بہت لوگوں میں سے صالح لوگوں کی تھوڑی سی جماعت ہے ان کے نافرمان تابعداروں کی بنسبت بہت ہوں گے!
اس حدیث کامطلب یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی ایام میں جب کوئی مسلمان ہوجاتاتووہ اپنے قبیلے اورقوم میں اجنبی (عجیب وغریب)معلوم ہوتالوگ اس کوذلیل تصورکرتے بڑے تکالیف کاسامناکرناپڑتاسب قبیلے والے کہتے کہ یہ شخص صابی ہوگیااس نے آباواجدادکادین چھوڑکرنئے دین کی اتباع کی (وسیعود کمابدء)کامطلب یہ ہے کہ اسلام مختلف مذاہب اورگمراہ کن خواہشات کی زیادتی کی وجہ سے غریب اوراجنبی معلوم ہوگا۔اوراہلِ حق لوگ تعدادکے اعتبارسے بھت کم ہوں گے ۔اوردین پرعمل کرنے والے اہلِ حق بڑی تکلیف کے ساتھ زندگی بسرکریں گے۔
(۲) صاحب مشکوٰۃ نے حضرت انس بن مالک ؓسے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

باب چهارم

قال رسول اللهH : یاتی علی الناس زمان الصابرفیهم علی دینه کالقابض علی الجمر .
رواہ الترمذی : (مشکوٰۃ : ۲/۴۵۹)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ لوگوں پرایک زمانہ ایساآئیگاکہ لوگوں کے درمیان اپنے دین پرصبرکرنے والا(یعنی دنیاسے اپنا دامن بچاکردینی احکام کی حفاظت وپیروی کرنے والا) اس شخص کے مانندہوگاجس نے اپنی مُٹھی میں انگارہ لے لیاہو۔(مشکوٰۃ : ۲/۴۵۹)

اس روایت کامطلب یہ ہے کہ آخرزمانہ میں برائی عام ہوجائے گی ۔اورفسق وفجورپھیل جائیگا(بدعات زیادہ ہوجائیں گی)اورپورے معاشرہ میں بدکارلوگوں کااس قدرغلبہ ہوگاکہ دین کے کام کرنے والے دین داروں کے مددگاروتعاون ڈھونڈھے نہیں ملیں گے تواس وقت دین پرثابت قدم رہنادین کواختیارکرنااتناہی سخت ہوگاجس قدرکوئی شخص اپنی مُٹھی میں انگارہ پکڑلے اوراس کی اذیت وتکلیف پرصبروتحمل کرے ۔(مظاہرحق : ۴/۸۷۸،۸۷۷)اللہ تعالیٰ ایسے وقت میں اپنے بندوں کوصبرواستقامت کی تلقین فرماتے ہیں ۔اورمددبھی فرماتے ہیں ۔
چنانچہ ارشادباری تعالیٰ ہے ۔
﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ۟ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا١ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (آلِ عمران : ۱۸۶)
یقیناًتمہارے مالوں اورجانوں سے تمہای آزمائش کی جائے گی۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جوتم سے پہلے کتاب دئیے گئے اورمشرکوں کی بہت سی دُکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی اوراگرتم صبرکرلواورپرہیزگاری اختیارکروتویقیناً یہ بہت بڑی ہمت کاکام ہے ۔
(سورہ آل عمران : ۱۸۶)

یہاں اس بات کی طرف صاف اشارہ ہے کہ جب دین کاکام کروگے تومختلف قسم کی تکالیف آئیں گی ۔اورمخالفین اسلام آپ کوبدنام کرنے کیلئے آپ پرمختلف قسم کے الزامات اورتہمتیں لگائیں گے اورہرکسی قسم کےافتراسے دریغ نہیں کریں گے اورجلاوطنی سے لیکرجان مارنے تک دھمکیاں دیتے رہیں گے۔اورگالی گلوچ دیں گے ،اس لئے کہ ان لوگوں کایہی اسلحہ ہے ۔
(۱) محمدبن علی الحسینؒ المتوفیٰ ۱۱۷ھ فرماتے ہیں :
سِلاحُ اللِّئامِ قَبِیْحُ الکلام ۔ صفوۃ الصفوۃ : ۲/۶۱۔کہ ذلیل لوگوں کا اسلحہ بُری باتیں ہیں ۔ یعنی دین اسلام سے بے خبرلوگوں کاشیوہ بُری باتیں اورتہمتیں باندھناہوتاہے ۔
(۲)حضرت سفیان بن عیینہ ؒ نے فرمایا
أسلکوا سبیل الحق ولاتستوحشوامن قلة اهله ۔ (صفوۃ الصفوۃ : ۲/۱۳۲)

کہ راہِ حق پرچلواورحق پرستوں کی (تعداد)کی کمی کاڈر محسوس نہ کرو۔ (صفوۃ الصفوۃ : ۲/۱۳۲)

قارئین کرام !

آپ حضرات نے مستندکتب کی یہ عبارات پڑھ کریہ اندازہ لگالیاہوگاکہ اہلِ حق پرمصائب آتی ہیں ۔اوروہ تعدادمیں اکثرکم اورمخالفین زیادہ ہوتے ہیں ۔وہ ان حضرات پرتہمتیں لگاتے ہیں ۔مگرسورہ آل عمران کی مذکورہ آیت نے اعلان فرمادیاکہ اہلِ حق اگرچہ تعدادمیں کم ہوں ، دنیامیں لوگ اُن سے دوستی نہ کرتے ہوں مگراللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی ،نصرت اورمدد اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب دنیا والوں سے تعلق خراب ہوجائے ۔

علامہ شاطبیؒ نے حضرت اویسِ قرنیؓ سے نقل فرمایاہے وہ فرماتے ہیں :

الامر بالمعروف والنهی عن المنكر لم يَدَعَا للمرء صِدِّيْقاً . (الاعتصام : ۱/۳۰)

کہ بھلائی کی تلقین اوربرائی سے روکنے کے عمل نے آدمی کے لئے (کبھی)کوئی ساتھی نہیں چھوڑا۔

(اعتصام : ۱/۳۰)

یہ واقعی مشاہدہ سے ثابت ہے کہ شرک وبدعت کے ردکرنے والے علمائے کرام کے دوست بہت کم ہوتے ہیں ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک وبدعت کی تردیداوررسوماتِ جاہلیت سے روکنے سے علماء سوء کی دکانیں اورکارخانے بندہوجاتے ہیں ۔جبکہ ہرایک نے اپنے لئے ایک ایک دکان کھولی ہے ۔وذالك مبلغ علمهم اوران کے حصولِ علم کایہی مقصدہوتاہے ۔لہٰذایہ بدبخت علماء حق کوشرپسنداوراس عظیم فریضہ (امربالمعروف ونہی عن المنكر)کوفتنہ وفسادسے تعبیرکرتے ہیں ۔

یہ بات ضروریادرکھیں !کہ ہم مدرسوں کی مخالفت نہیں کرتے وہ تواسلام کے قلعے ہیں ۔بشرطیکہ ان کے چلانے والے حق پرست علمائے کرام ہوں یاان حضرات کے زیرِنگرانی ہوں۔ایسے مدارس کی وجہ سے اسلام کاصحیح رُخ اب تک دنیامیں باقی اوران شاء اللہ العزیزباقی رہیگا ۔

اوریہی وہ مدارسِ اسلامیہ ہیں جہاں مسلمانوں کے بچے اوربچیاں صحیح تربیت حاصل کررہے ہیں اورکرتے ہیں ان شاء اللہ العزیز۔ اوریہاں سے مبلغین ومجاہدین بنتے رہیں گے ۔اوروہ ہرباطل سے ٹکراتے رہیں گے اورہرباطل کی سرکوبی کرتے رہیں گے ۔اورقرآن وسنت کی دعوت کولیکرکے پوری دنیاپرچھاجائیں گے اورتمام جہاں پر اسلام کاپرچم لہرائیں گے ۔اوریہ ہمارے رب کی سنت ہے کہ ہرفرعون کے لئے موسیٰ پیدافرماتے ہیں اسکے مقابل تن پرورمولوی بھی دنیامیں بے شمارہوتے ہیں کہ جب حق ظاہرکرنے کاوقت آتاہے

باب چھارم

توان کی زبانیں بند ہوجاتی ہیں اورہاتھ پاوں شل ہوجاتے ہیں ۔ یہ ملعون لوگ ہیں آپ ﷺ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا

''اذاحدث فی امتی البِدَعُ وشُتِمَ اصحابی فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین ،،

(الاعتصام : ۱/۵۸)

کہ جب میری امت میں بدعات پیداہوں ۔اورمیرے صحابہؓ کوبرابھلاکہاجانے لگے ۔توعالم پرواجب ہے کہ وہ اپنے علم کااظہارکرے اورجوایسانہیں کریگا۔تواس پراللہ اورفرشتوں اورسب لوگوں کی لعنت ہو۔(اعتصام : ۱/۵۸)

بہرکیف ہم ایسے مدارس کی خدمت کی اوران کے ساتھ تعاون کو اپنافریضہ اورسعادت سمجھتے ہیں جومبلغین ومجاہدین بناتے ہیں ۔اوراپنے متعلقین کوبھی اس کی دعوت دیتے ہیں مگروہ مدارس جومجاوربناتے ہیں ان کی شدومدسے مخالف ہیں اوریہ مخالفت آخردم تک کرتے رہیں گے ۔ان شاء اللہ العزیز۔

بابِ پنجم

(بدعتِ لغوی اورشرعی کی تعریف کابیان)

آپ حضرات کواس باب کی اہمیت عنوان ہی سے معلوم ہوچکی ہوگی۔اس لئے کہ بدعت کی صحیح پہچان ہی سارے جھگڑوں کا خاتمہ ہے مگرباوجود اتنے اہم ہونے کے عوام تودرکناربعض علمائے کرام بھی اس باب میں ان پڑھ عوام سے بدتر ہیں ۔ان کو بدعتِ لغوی اور شرعی اور بدعت حقیقی اور اضافی اورمصالح مرسلہ کی تعریف معلوم نہیں ۔اورنہ ان کے درمیاں فرق کرسکتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ کم علمی کی وجہ سے اورسلف صالحین کی عبارات اوراکابرین کی تحقیقات کونہ سمجھنے کی وجہ سے کرم ایجنسی تیراعلاقہ میں ایک مجتہدمولوی فضل گل صاحب مسوزئی نے بھی اپنے رسالہ توضیح المسائل : ص ۱۶پرنمازِعیدین کے بعدمصافحہ اورمعانقہ پربحث کرتے ہوئے بدعت کوحسنہ اورسیئہ کی طرف تقسیم کرکے تمام مسلَّم بدعات کوبدعت حسنہ کہہ دیاہے تاکہ اب تک جوکچھ عوام سے کھاگئے ہیں ۔وہ ہضم ہوجائے ۔اورآیندہ بھی کھانے اورپینے کاانتظام جاری رہے ۔

بہررنگے کہ خواہی جامہ میپوش من اندازقدت رامی شناسم

ان شاء اللہ العزیزمیں اس کی ہربحث کامفصل اورمدلل جوابات کے ساتھ ساتھ اس کی علمی خیانت اورمکروفریب دھوکہ بازی سے بھی ضرورپردہ اٹھاؤں گا۔فی الحال مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس موضوع پرسیرحاصل بحث ہوجائے ۔تاکہ صحیح راستہ ڈھونڈنے والے ایک معتدل مسلمان کے لئے علمائے سوء سے خلاصے میں آسانی ہو۔

بدعت کی ابتدائی دوقسمیں ہیں : بدعتِ لغوی ،بدعتِ شرعی ؛

بدعتِ لغوی : ہرنوایجادچیزکانام ہے جوآپ ﷺ کی وفات کے بعدپیداہوئی ہو عام اس سے کہ وہ عبادت ہویاعادت ۔اور اس کی پانچ قسمیں ہیں ۔واجب،مندوب،حرام ،مکروہ،مباح ۔

یہی تحقیق شیخ الحدیث حضرت مولاناسرفرازخان صفدرpنے اپنی کتاب (راہ سنت : ۹۸)میں فرمائی ہے ۔ کہ لغت میں مطلقًانئی چیزکوکہتے ہیں خواہ کچھ بھی ہوعادت ہویاعبادت ۔

(۱)مجمع البحارمیں ہے ۔

البدیع المخترع بلا مثالٍ سابقٍ ۔ (مجمع البحار : ۱/ ۸۰)

کہ بدیع ایسے کام کرنے والاجس کام کی مثال پہلے سے نہ ہو۔

(مجمع البحار : ۱/ ۸۰)

امیرالمئومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓنے (نعمت البدعۃ ھذہ)کے جملہ سے یہی معنی لغوی مرادلیاہے ۔جب انہوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کونمازتراویح

باب پنجم

کے لئے جمع کیاتوانہوں نے اس موقع پرمذکورہ بالاارشادفرمایاجس کاترجمہ یہ ہے کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے یعنی یہ کتنی اچھی چیزہے ۔ورنہ اگربدعتِ لغوی مرادنہ ہوتوپھرحضرت عمرکاجوکہ خلیفہ راشدہیں اس کاکوئی کام کیسے بدعت ہوسکتاہے۔جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایاہے۔

(علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین)

کہ آپ لوگو ں پرلازم ہے کہ میرے طریقہ اورخلفاء راشدین ؓ کے طریقے کوپکڑو۔

نیزآپ ﷺ نے قیام رمضان کی ترغیب دی ہے اورخودبھی آپ ؑ نے مسجدنبوی میں نمازِتراویح جماعت کے ساتھ ادافرمائی ہے مگرپھرفرضیت کے خطرے سے ترک فرمادیاتوتراویح کی جماعت آپ ﷺ کے زمانے میں ہوئی ہے ۔

(ضیاء النور : ۲۳)

ورنہ صلاۃ تراویح بدعت شرعی نہیں اورنہ ہی جماعت کے ساتھ اداکرنابدعت شرعی ہے بلکہ سنت ہے ۔

(۲)چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں :

فاماصلوٰۃ التراویح فلیست ببدعة فی الشریعة ، بل هی سنة بقول رسول الله وفعله ، فانه قال : ان الله فرض علیکم صیام رمضان وسننت لکم قیامه ولاصلوتهاجماعة بدعة بل هی سنة فی الشریعة بل قدصلّهارسول الله فی الجماعة فی اول شهر رمضان لیلتین بل ثلاثاً وصلّها ایضاًفی عشر الاواخر فی جماعة مرات .

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۷۵)

کہ نمازتراویح شریعت میں بدعت نہیں ہے بلکہ یہ رسول اللہ ﷺکے قول وعمل کے مطابق سنت ہے کیونکہ آپ ؑ نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ نے تم پررمضان کاروزہ رکھنافرض کیاہے اورمیں نے تراویح سنت کی ہے اورنہ یہ جماعت کے ساتھ اداکرنابدعت ہے بلکہ یہ شریعت میں سنت ہے رسول اللہ ﷺنے یہ رمضان کے اول میں دویاتین روزجماعت کے ساتھ پڑھی ہے اوراسی طرح کئی دفعہ آخری دس راتوں میں بھی جماعت کے ساتھ ادافرمائی ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۷۵)

اب اس سے صاف معلوم ہواکہ بدعت سے لغوی بدعت مرادہے نہ کہ شرعی بریلوی حضرات کااس سے بدعت حسنہ کے لئے استدلال کرنابے سودہے ۔اورعلمائے کرام نےاس کی تصریح فرمائی ہے درج ذیل حواله جات ملاحظہ فرمالیجئے !

(۳)الجنۃ میں لکھاہے

ان البدعة علی قسمین : بدعة لغوية ، وبدعة شرعية ، فالاول هو المحدث مطلقًاعادة کانت او عبادة وهی التی یقسمونها الیٰ الاقسام الخمسة .

(الجنۃ : ۱۶۱)

کہ بدعت کی دوقسمیں ہیں ایک لغوی بدعت دوسری شرعی بدعت ۔لغوی بدعت ہرنوایجادکانام ہے جوعبادت ہویاعادت اوراسی بدعت (لغوی)کوپانچ اقسام میں تقسیم کیاجاتاہے۔ (الجنۃ : ۱۶۱)

باب پنجم

مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیاکہ تقسیم بدعت لغوی کی ہوئی ہے نہ کہ شرعی کی ۔

(۴)حافظ ابن رجب ؒ فرماتے ہیں :

واما ماوقع فی کلام السلف من استحسان بعض البدع فانما ذالك فی البدع اللغوية لاالشرعية فمن ذالك قول عمر I .

(جامع العلوم والحکم : ۲۳۳)

اورجوسلف کی کتابوں میں بعض بدعتوں کے حسن ہونے کے بارے میں واقع ہواہے تو وہاں بدعت لغوی مرادہے نہ کہ شرعی اورانہی میں سے حضرت عمرؓکاقول (نعمت البدعۃ ہذہ)ہے :

(۵)علامہ ابن تیمیہ ؒاسی تقسیم پرکلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؛

وھؤلاء المعارضون يقولون ليست كل بدعة ضلالة .

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۷۰)

یہ سنت کی مخالفت کرنے والے کہتے ہیں کہ ہربدعت گمراہی نہیں ہے (جبکہ پیغمبرﷺفرماتے ہیں کہ ہربدعت گمراہی ہے)

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۷۰)

(۶)حضرت مجددالف ثانی ؒایک مقام پرفرماتے ہیں ۔

کہ چیزے مردودباشدحسن ازکجاپیداکند :

(مکتوبات حصہ سوم ۷۲)(اصل السنۃ : ۶۲)

یعنی جوچیزمردودہے وہ حسن اورخوبی کہاں سے پیداکرے گی ۔

(مکتوبات حصہ سوم ۷۲) (اصل السنۃ : ۶۲)

(۷)علامہ ابن حجرنے فتح الباری میں لکھاہے

فالبدعة فی عرف الشرع مذمومة ۔ (فتح الباری ۳۱۲/۳)

پس بدعت عرف شرع میں مذموم ہی ہوگی ۔ (فتح الباری ۳۱۲/۳)

قارئین کرام !

مذکورہ بالامستندحوالوں کوپڑھنے کے بعدآپ حضرات پریہ حقیقت واضح ہوچکی ہوگی ۔کہ بدعت کی تقسیم جوپانچ قسموں کی طرف ہوئی ہے وہ بدعت لغوی ہے نہ کہ شرعی کہ بریلوی اوربدعتیوں کی تمناپوری ہو۔

بدعت شرعی :

(۱)شیخ الحدیث حضرت مولاناسرفرازخان صفدرصاحبؒ لکھتے ہیں

کہ" بدعتِ شرعی وہ ہے جوقرون ثلاثہ مشہودلہابالخیرکے بعدپیداہوئی ہواوراس پرقولاًفعلاًصراحۃًاوراشارۃًکسی طرح بھی شارع کی طرف سے موجودنہ ہویہی وہ بدعت ہے جس کوبدعت ضلالۃ بدعت قبیحہ اوربدعت سیئہ سے تعبیرکیاجاتاہے ۔(راہِ سنت : ۹۸)

(۲)علامہ مجدالدین فیروزآبادی ؒنے لکھاہے ۔

البدعة بالکسر الحدث فی الدين بعد الاكمال او ما استحدث بعدالنبی من الاهواء والاعمال .

(القاموس : ۲/ ۴)
بدعت کے باء کے کسرہ کے ساتھ ایسی چیزکوکہاتاجاہے جودین میں تکمیل کے بعدنکالی گئی ہویاوہ پیغمبرؐکے بعدخواہشات اوراعمال کی شکل میں ظہورپذیرہوئی ہو۔
(قا موس : ۲/ ۴)
(۳)شریف علی بن محمدالجرجانیؒ نے لکھاہے
البدعة هی الامر المحدث الذی لم یکن علیه الصحابةؓ والتابعون ولم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعی . (کتاب التعریفات : ۱۹)
بدعت (دین میں وہ نئی چیزہے)جس پرصحابہ کرامؓ اورتابعینؒ کے زمانہ میں عمل نہ تھااورنہ دلیل شرعی نے اس کاتقاضاکیاہو۔ (کتاب التعریفات : ۱۹)
(۴)حافظ ابن رجبؒ نے لکھاہے
والمراد بالبدعة ما احدث ممالااصل له فی الشریعة .
کہ بدعت سے مرادایسی چیزایجادکرناجس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو(جواس پردلالت کرے) :
(۵)اُردوفیروزاللغات میں بھی لکھاہے
کہ ’’بدعت دین میں کوئی نئی بات یانئی رسم نکالنا ‘‘
(فیروزاللغات : ۱۹۴)

(اہل بدعت کی طرف سے دھوکہ اور اس کاجواب)

اہل بدعت سادہ عوام کودھوکہ دیکرکہتے ہیں کہ جوچیزآپ ﷺکے زمانہ میں نہ ہوتویہ لوگ اس کوبدعت کہتے ہیں پھرتوگاڑی بھی نہ تھی شلواربھی نہ تھی یہ بھی بدعت ہیں اورگھڑی بھی آپؐ نے نہیں پہنی توپھریہ سارے چیزیں بدعت ہوئیں ۔حالانکہ دیوبندی حضرات بھی یہ سب کچھ کرتے ہیں :
جواب یہ ہے کہ’’ بدعت شرعی کی تعریف جوپہلے گزرچکی ہے ۔اس میں آپ حضرات نے (الحدث فی الدین وغیرہ کے الفاظ دیکھ لئے فیروزاللغات سے جوتعریف نقل ہوئی اس میں ہے’’دین میں کوئی نئی بات نکالنا‘‘توان قیودات سے تھوڑی سے عقل والے کوبھی معلوم ہوسکتاہے کہ مذکورہ اشیاء گھڑی اورگاڑی وغیرہ دین تونہیں نہ کسی کواس سے ثواب کی امیدہوسکتی ہے ہاں بدعت لغوی ہے ۔جس کولغت کے اعتبارسے بدعت کہاجاسکتاہے کیونکہ لغت میں ہراس نئی چیزکوکہتے ہیں جس پرنہ وعیدنہ گناہ ۔لھذا دین میں ثواب کی نیت سے جو نیا کام ہوگا تو بدعت کھلائےگا۔اور حرام ہوگا۔
(۶)علامہ شاطبیؒ بدعت شرعی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطرازہیں۔
طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشریعة یقصد بالسلوك علیها المبالغة فی التعبد لله سبحانه .
(الاعتصام : ۱/ ۳۷)

باب پنجم

کہ وہ دین کے اندرایساگھڑاہوا(اپنی طرف سے بنایاہوا)طریقہ ہے جوکہ شریعت کے مشابہ ہواورجس پرعمل پیراہونے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ (کوشش زیادتی)کاقصدکیاجائے ۔ (اعتصام : ۱/۲۷)

توضیح المسائل کے مؤلف مولوی فضل گل صاحب کی پارٹی کے سربراہ مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے بھی علامہ شامیؒ کے حوالہ سے بدعت کی یہی تعریف کی ہے ۔

مااحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ او استحسان وجعله دینًا قویماوصراطاً مستقیماً۔

(انوار ساطعه : ۴۶)

بدعت وہ چیزہے جواس حق کے خلاف ایجادکی گئی ہوجوآپﷺ سے اخذکیاگیاہوکوئی علم یاعمل یاحال اورکسی شبہ کی بناء پراس کواچھاسمجھ کردین قویم اورصراط مستقیم بنالیاگیاہو۔ (انوارساطعہ : ۴۶)

لھذا ثابت ہوا کہ دین کےاندر ثواب کی نیت سے کوئی بھی عمل صرف اسوقت قابل قبول ہوگاجبکہ اس کا ثبوت رسول اللہ اوصحابہ کرام سےہو.باقی جو کام دین سے متعلق نہ ہو اور لوگ اسکو ثواب سے نہ کرتےہوں تو وہ نہ بدعت ہے اورنہ ممنوع۔

(علمائے دیوبندکے چندارشادات بھی ملاحظہ فرمالیجیے !)

(۱)محدث کبیرحضرت مولاناخلیل احمدسہارنپور ی صاحبؒ فرماتے ہیں

کہ بدعت (شرعی) وہ محدث فی الدین ہے کہ زمانہ فخرِعالمﷺ میں موجودنہ ہویعنی نہ تو قولاً نہ فعلاًنہ تقریراًنہ صراحۃً نہ اشارۃً '' آخرمیں لکھتے ہیں کہ وہ خلاف شرع شریف کے ہوگا۔(براہین قاطعہ : ۳۵)

(۲)مفتی اعظم ہندفخرعلمائے دیوبندمفتی محمدکفایت اللہ صاحب رقمطرازہیں

کہ'' بدعت ان چیزوں کوکہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہویعنی قرآن مجیداوراحادیث شریفہ میں اس کاثبوت نہ ملے اوررسول اللہ ﷺاورصحابہ کرامؓ اورتابعینؒ اورتبع تابعینؒ کے زمانہ میں اس کاوجودنہ ہواوراسے دین کاکام سمجھ کرکیایاچھوڑاجائے ۔ (تعلیم الاسلام حصہ چہارم : ۲۲)مفتی اعظم ھند ایک اورجگہ لکھتے ہیں کہ شرعی بدعت تو ہمیشہ سئیہ (بری) ہوتی ہے ۔ (کفایت المفتی ۱/۲۳۶)مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع لکھتے ہیں کہ :

شرعی بدعات میں حسنہ (اچھی) نہیں ہوتی (مفھوم) (امداد المفتین۱/۱۵۵)

صوبہ پختونخواہ اور افغانستان کے دیو بند کا حوالہ بھی ذرا ملا حظہ کریں

مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علماً لکھتے ہیں کہ :

بدعت اصطلاحی وشرعی ہر صورت میں قبیح ومذموم ہو گی(پھر آگے لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے)کہ تقسیم جو ہوتی ھےحسنہ اور سئیہ کی طرف وہ بدعت لغوی ہے یعنی دنیوی کوئی کام (فتاوی حقانیہ۲/۴۱)

باب پنجم

نیز مولانا اشرف علی تھانوی کا (امداد الفتاوی ۲۸۵/۵) بھی ملاحظہ کریں
مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ بدعت اصطلاحی معنوں میں صرف سئیہ ہی ہوتی ہے،حسنہ نہیں ہوتی لقولہ علیہ السلام : کل بدعة ضلالة(۱۳۹۷/۶/۲۵فتوی نمبر ۲۸/۶۵۴ فتاوی عثمانیہ۱۰۱/۱)
مفتی رشید احمد گنگوہی نےبھی یہی لکھا ہے دیکھئے
فتاوی رشیدیہ ۱۳۷ طبع ادارہ اسلامیات
یہی بدعت شرعی وہ بدعت ہے جس کے بارے میں نبی اکرمﷺ نے فرمایا
کل بدعة ضلالة . (مسلم : ۲۸۵/۱،مشکوٰة : ۲۷/۱.)
وکل ضلالة فی النار . (نسائی : ۱۷۶/۱)
کہ ہربدعت گمراہی ہے . (مسلم : ۲۸۵/۱،مشکوٰة : ۲۷/۱)
اورہرگمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے
(نسائی : ۱۷۶/۱)
جناب ناظرین کرام!
مذکورہ بالاحوالوں سے بخوبی واضح ہوگیاکہ نبی اکرمﷺ فرماتے ہیں کہ ہربدعت گمراہی ہے یعنی اس میں کوئی اچھی نہیں اس لئے کہ آپ ﷺنے فرمایاکہ ہربدعت گمراہی ہے تواس میں حسنہ کی گنجائش کہاں سے آگئی. ہاں آپ حضرات ابھی مولوی فضل گل صاحب کی سنہری عبارت بھی دیکھ لیجیے!
چنانچہ وہ لکھتاہے
او كه فرض کړه بدعت شي نو بيا بدعت حسنه دى .
فرض کیجئے اگربدعت ہوجائے توپھربدعت حسنہ ہے .
(توضیح المسائل : ۱۶)
قارئین کرام !
نبی کریم ﷺ نے فرمایاکہ ہربدعت گمراہی ہے (اس میں کوئی خوبی نہیں ہے مگرمجتہدفضل گل کہتاہے کہ حسنہ ہے (اس میں خوبی ہے)توکس کی بات وزنی ہے آپﷺ کی یافضل گل کی ہم فیصلہ آپ حضرات کی انصاف پرچھوڑدیتے ہیں آپ ہی فیصلہ کریں !
جناب گرامی! بدعت شرعی حسنہ اورسیئہ کی طرف تقسیم نہیں ہوتی بلکہ سب سیئہ (بُری)ہی ہے . ملاحظہ فرمالیجئے !
(۱)ہدایت السائل میں لکھاہے
فانها لیست بمنقسمة قال العلامة محمد بن اسمعیل الامیر فی ثمرات النظر وما اظن هذا التقسیم الا من جملة الابتداع .
(ہدایت السائل : ۴۹۸)
پس یہ بدعت شرعی تقسیم نہیں ہوگی (حسنہ اورسیئہ)کی طرف علامہ محمدبن اسمعیل امیرنے ثمرات النظرمیں فرمایاہے کہ میں اس تقسیم کومحض بدعت سمجھتاہوں .

(ہدایت السائل : ۴۹۸)
یعنی بدعت شرعی کی تقسیم (حسنہ اورسیئہ کی طرف)ہی بدعت ہے ۔حضرات علمائے کرام کی عبارات سے آپ حضرات پریہ حقیقت منکشف ہوگئی ۔کہ بدعت شرعی کوحسنہ کہنے والابدعت کرتاہے۔ اوربدعت کرنے والابدعتی کہلاتاہے۔جیساکہ سنت کی پیروی واتباع کرنے والاکوسنی کہاجاتاہے ۔چونکہ مولوی فضل گل نے اپنے رسالہ توضیح المسائل : ۱۶،پربدعت کوحسنہ کی طرف تقسیم کیاہے ۔
لہذامولوی فضل گل صاحب بمع تمام احباب واعوان بالخصوص موصوف کے رسالہ پر تقریظات کرنے والے نہ توامام اعظم صاحبؒ کے مقلدین ہیں بلکہ بدعتی اوربریلوی ہیں ۔میری اس کتاب باب سوم میں آپ حضرات پڑھ چکے ہیں ۔کہ بدعتی کے پیچھے نمازپڑھناجائزنہیں۔البتہ تفصیل آرہی ہے انشآءاللہ بلکہ حرام ہے ثواب نہیں گناہ ہے ۔ہاں بدعت شرعی کی ایک اورتقسیم ہے ۔ (۱) بدعت حقیقی (۲) بدعتِ اضافی

(۱)بدعتِ حقیقی کی تعریف :

یہ وہ بدعت ہے جس پرکوئی دلیل شرعی نہ ہونہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ اجماع اورنہ قیاس صحیح سے جس کی کوئی اصل ہی نہ ہو۔جیسے قبروں پربدعات اورقبروالوں سے مانگناوغیرہ یہ سب بدعت ِحقیقی ہیں ۔
(۱)علامہ ابن اسحاق الغرناطیؒ یوں لکھتے ہیں :
ان لبدعة الحقيقية هى التى لم يدل عليها دليل شرعى لا من كتاب ولاسنة ولا اجماع ولااستدلال معتبر عند اهل العلم .
(الاعتصام : ۱/ ۲۸۶)
بدعت حقیقی وہ ہے جس پردلیل شرعی نہ ہونہ قرآن سے نہ سنت سے نہ اجماع امت سے اورنہ اسکے حق میں اہل علم کاکوئی معتبراستدلال (قیاس) موجودہو۔
(اعتصام : ۱/ ۲۸۶)
غرض یہ کہ بدعتِ حقیقی وہ ہے جواصلاًشریعت سے ثابت نہ ہواس میں توکسی کوبھی اختلاف نہیں بلکہ سب ہی مانتے ہیں کہ یہ بدعت ضلالہ اورمذمومہ ہے ۔لوگوں کواشتباہ ہواہے اورحسنہ حسنہ کی رٹ لگاتے ہیں اورعوام کوبھی دھوکہ دیتے ہیں تووہ ہے بدعت اضافی اس کواگرکسی نے انصا ف کی نظروں سے دیکھااوراعتدال سے سمجھ لیاتوسارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے ۔

بدعتِ اضافی :

یہ وہ بدعت ہے جس کے دوپہلوہیں ،ایک پہلوکواگردیکھاجائے توسنت کے ساتھ ملتی ہے اوردوسری جانب کودیکھاجائے توبدعت ہے ۔پہلے پہلوپرچونکہ دلیل شرعی ہوتی ہے اس لئے بدعت نہیں ملحق بالسنۃ ہوتی ہے دوسری پہلوپردلیل شرعی نہیں ہوتی اس لئے بدعت ہے ۔
(۲)علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں :

باب پنجم

اما البدعة الاضافية فهی التی لها شبهتان احداهما لها من الادلة متعلق فلاتکون من تلك الجهة بدعة والاخرىٰ ليس لها متعلق مثل ماللبدعة الحقيقية . (فتسمىٰ بدعة اضافية)ای انها بالنسبة الى احد الجهتين سنة لانها مستندة الى دليل وبالنسبة الىٰ جهة اخرىٰ بدعة لانها مستندة الىٰ شبهة لا الىٰ دليل . (الاعتصام : ١ / ٢٨٦)

پس بدعت اضافی وہ ہے جس کی دو(٢)جہت ہوتی ہیں۔ایک جہت سے اس کادلیل کے ساتھ تعلق ہوتاہے پس اس جہت سے اسے بدعت نہیں کہاجائیگااوردوسری جہت کادلیل کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا جیسے بدعت حقیقی کانہیں ہوتا(پس اس کانام بدعت اضافی رکھاگیا)یعنی دوجہتوں میں سے ایک جہت سے وہ سنت ہے کیونکہ اس کااستناددلیل کی طرف ہے اوردوسری جہت سے وہ بدعت ہے اس لئے کہ اس کااستنادشبہ کی طرف ہوتاہے نہ دلیل کی طرف : (اعتصام : ١/٢٨٦)

اس عبارت نے بات ہی صاف کردی کہ بدعت اضافی وہ بدعت ہے جس کی جہت اصل میں تودلیل ہوتی ہے لیکن جہت کیفیت واحوال اورتفاصیل پردلیل نہیں ہوتی ۔

(٣)شیخ القرآن علامہ محمدطاہرؒنے اس کے متعلق فرمایا :

والثانی (ای البدعة الاضافية)ان يحدث فی الامر الماثور من الهيئات الجديدة او ان يؤدی المامور به على طريقة غير منقولة .

(ضياء النور : ١٢٩)

بدعت اضافی وہ ہے کہ کسی امرمنقول اورماثور(ثابت)کے اداکرنے کانیاطریقہ بنایاجائے یاشریعت کی طرف سے ثابت شدہ چیزکوایسے طریقے پراداکیاجائے جوشریعت میں موجودنہ ہو (ضیاء النور : ٢٩)

(٢)بدعت اضافی کانچوڑیہ ہواکہ کسی سنت اورمستحب امرمیں اپنی طرف سے قیودات لگانااوراس کے اداکرنے میں اپنی طرف سے طریقے ایجادکرنااوراپنی طرف سے اوقات مقررکرنااسے بدعت اضافی یاوصفی بھی کہتے ہیں۔جیسے تلاوت قرآن کیلئے ٢٣ویں رمضان کی رات کو مقرر کرنا

اس لئے کہ تعین اورتحدیدکاحق صرف شریعت مطہرہ ہی کوحاصل ہے َاسی طرح اعمال وعبادات کے لئے وقت مقررکرنااورکیفیت مقررکرنابھی شریعت ہی کوحاصل ہے ۔

سو اپنی طرف سے یہ تعین وتحدیداعمال وعبادات کے لئے اور وقت وکیفیت مقررکرنااس کے عمومادوقسمیں ہیں

اولّ : اس نیت سے کہ چیزبغیراس مقررکرنے اورتحدیدکے مکمل نہیں یہ توظاہرہے کہ بدعت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. المائدة : ٣)

یعنی اللہ تعالی نے دین کومکمل کیاناقص نہیں چھوڑاکسی کویہ اجازت نہیں دی کہ وہ رکعات میں زیادتی کرے یااس کے لئے اپنی طرف سے کوئی خاص وقت مقررکرے یاطریقہ ایجادکرے ۔دومؔ یہ کہ یہ تقرراورطریقہ اس نیت سے ہوکہ یہ

باب پنجم

چیزبغیراس مقررکرنے کے شارع کی نظرمیں مستحسن نہیں یابغیراس کے معتبرنہیں یہ بھی ممنوع ہے اس لئے کہ اپنے آپ کوشارع شمارکرناہے اوردین کواپنی رائے سے مکمل کراناہے

الغرض : تحدیدیعنی حدیاوقت مقررکرنایاطریقہ بتاناکسی عمل کاسویہ شریعت کاکام ہے جیسے وضوء میں اعضاء تین مرتبہ دھونا،ایک رکعت میں دوسجدے مقررکرنا،فرائض کی رکعات مقررکرنا،پانچ نمازوں کے لئے اوقات مقررکرنا،رمضان کے مہینہ کوروزے کیلئے معین کرنا،کسی جگہ کوعبادت کے لئے خاص کرناجیسے کعبہ کوطواف کے لئے اورصفامروہ کوسعی کیلئے ،گھروں کونوافل اورتلاوت کے لئے مقررکرنایہ سب کام شریعت کے سپُردہیں اورصرف شارع کاکام ہے نہ کہ کسی عالم ،پیراورآخونزادہ وغیرہ کاجواپنی طرف سے اوقات مقررکرسکیں ۔اس کی مزیدتفصیل ان شاء اللہ العزیزآیندہ اوراق میں آرہی ہے ۔

(۳)مصالح مرسلہ

یہاں ایک تیسری چیزہے جس کانام مصالح مرسلہ ہے ۔جوکہ بہت سارے مولویوں پربدعات اورمصالح مرسلہ کے درمیاں فرق واضح نہ ہوسکا اس لئے وہ بسااوقات مصالح مرسلہ کی تحسین سے بدعت کی تحسین پراستدلال کرتے ہیں ۔اوربعض حضرات نے مصالح مرسلہ کوبدعات میں شمارکرکے ان کی نسبت صحابہؓ وتابعینؒ کی طرف کردی ہے ۔جیساکہ (الاعتصام : ۲/ ۳۵۱)میں مفصل مذکورہے کہ انہوں نے مصالح مرسلہ کوبدعت میں شمارکرکے واجب ،مندوب ،حرام اورمکروہ میں تقسیم کردیاہے۔

پس مصالح مرسلہ لغت میں مناسب ذریعہ اوروسیلہ الی المقصودکوکہتے ہیں ۔

اصولیین کے نزدیک وہ مناسب شرع کام جسکے ساتھ حکم مربوط ہو۔

ھی مالایتم الواجب الا بہ : (ضیاء النور : ۱/ ۳۵)

کہ مصالح مرسلہ وہ شئی ہے جس کے بغیرواجب پورانہ ہوسکے تومختصرتشریح کے بعدبدعت اورمصالح مرسلہ کے درمیان کئی طرح کافرق ظاہرہوا ۔

اوّل مصالح مرسلہ چونکہ عبادت کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں نہ کہ عبادت بعینہٖ اوربدعت وہ عبادت ہوتی ہے جس کاکرنے والاثواب کی اُمیدرکھتاہے ۔

دومؔ بدعت غیرمعقول المعنیٰ ہوتی ہے اس لئے کہ یہ عبادات میں سے ہوتی ہے اورمصالح مرسلہ معقولۃ المعنیٰ ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ کسی امِرضروری کے لئے وسیلہ ہوتے ہیں ۔

جن حضرات کومزیدتفصیل کی ضرورت ہو۔

وہ اعتصام : ۲/ ۳۵۱تا۳۶۴،قواعدالفقہ : ۴۹۰ ،ملاحظہ فرمالیں ؛

﴿اِنَّ هٰؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾

(سورۃ دھر : ۲۷)

بیشک یہ لوگ جلدی ملنے والی (دنیا)کوچاہتے ہیں اوراپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کوچھوڑے دیتے ہیں

بابِ ششم

(بدعتیوں کے دلائل کابیان)

اس باب میں ہم وہ دلائل بیان کریں گے ۔جن دلائل کوبدعتی حضرات عموماًمختلف مواقع میں اپنی بدعات ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں ۔یہ بریلوی النسل طبقہ ان دلائل کواپنے زعم باطل میں بہت قوی سمجھتے ہیں ۔مگران کے استدلالات قرآن مجیداس آیت کے مصداق ہیں ۔اللہ تعالیٰ کاارشادہے :

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ (البقرۃ : ۹)	وہ اللہ تعالیٰ کواورایمان والوں کودھوکہ دیتے ہیں ،لیکن دراصل وہ خوداپنے آپ کودھوکہ دے رہے ہیں ، مگر سمجھتے نہیں ۔

تمام اہل بدعت کی کتابوں کابشمول توضیح المسائل یہی حال ہے کہ حوالے دیکریابعض من گھڑت کتابوں سے عبارات نقل کرکے مسلمانوں کوسراسردھوکہ دیتے ہیں ۔یہ حضرات جب دسترخوان پراپنے متعلقین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں ۔ توکھانے کوہضم کرنے کے لئے ان سے کہتے ہیں ۔کہ جوکچھ ہم کہتے ہیں بس یہی دین متین ہے اسی کومضبوط پکڑو۔اورمزیدان کوتسلی دینے کے واسطے کہتے ہیں کہ''ہم مناَظِرہ کریں گے ،مناظِرہ کریں گے''یہ دسترخوان کی سجائی مناظَرَہ کیسے کریں گے جبکہ ان کولفظِ مناظَرَہ کا صحیح تلفظ قدر تک یاد(معلوم)نہیں !کہ یہ لفظ ظاء کی زیرکے ساتھ نہیں جیساکہ وہ پڑھتے ہیں بلکہ زبرکے ساتھ بابِ مفاعلہ کاصیغہ ہے۔ہاں جھوٹ کابازارخوب گرم کرسکتے ہیں اورمولوی فضل گل نے بھی اپنے رسالہ (توضیح المسائل : ۴۰)میں خوب جھوٹ سے کام لیاہے ۔(ان شاء اللہ العزیزتفصیل آرہی ہے)

(مبتدعین کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآن سے غلط استدلال کرکے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں)

بریلوی حضرات اوران کی روحانی اولادبدعتیوں کی عادت یہ ہے کہ جب بھی آپ کے ساتھ کسی مسئلہ پربحث کریں گے تواللہ اوررسول ﷺ کی بیان کردہ کیفیات اورقیودات وشرائط کوچھوڑکرمطلقات اورعمومات سے استدلال کریں گے

(فائدہ برائے عوام)

مطلق اورمقیدمیں زمین وآسمان کافرق ہے ۔اصطلاحی تعریفیں توعلماء کرام سمجھتے ہیں ۔مگرمیں عوام کے سمجھانے کے لئے ایک عام فرق واضح کرنا

باب ششم

چاہتاہوں جیساکہ ایک ہے " نماز " اورایک ہے" نمازقضائے عمری "دونوں میں بڑافرق ہے" نماز " ہرنمازکونمازکہتے ہیں صبح ،ظہر،عصر،عیدین،وغیرہ سب کونمازکہہ سکتے ہیں اسی کومطلق کہتے ہیں ۔دوسری ہے "نمازقضائے عمری"یہ عام نمازنہیں بلکہ یہ وہ خاص نمازہے جوکہ رمضان المبارک کی آخری جمعہ کے دن نمازظہرکے بعدبریلوی النسل بدعتی پڑھتے ہیں۔اسی کومقیدکہتے ہیں ۔

اب اگرکوئی حنفی دیوبندی سنی عالم کہے کہ"قضائے عمری نماز"ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے تویہ شبہات ڈالنے (الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ) والاطبقہ عوام سے مخاطب ہوکرکہتے ہیں کہ دیکھویہ لوگ نمازسے روکتے ہیں اورنمازپرپابندی لگاتے ہیں اورعوام کودھوکہ دیتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ قضاء عمری نمازہے یانہیں ؟نمازکے بارے میں اللہ ارشادہے

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الروم : ۳۱)		اورنمازقائم رکرو اورمشرکین میں سے نہ ہوجائو۔

اب عوام بے چارے تویہ نہیں سمجھتے کہ قضاء عمری مقیدہے جوکہ ایک خاص نمازہے اوردلیل جویہ حضرات پیش کرتے ہیں یہ مطلق نماز یعنی عام نمازوں کے لئے ہے ۔قضاء عمری کوثابت کرنے کے لئے توخاص دلیل پیش کرنی چاہیے نہ کہ عام . اوراسی طرح ایک "دعا"ہے جوکہ ہردعاکوشامل ہے جائزکوبھی اورناجائزکوبھی اورایک ہے "سنتوں کے بعداجتماعی دعا"جوکہ ایک خاص دعاہے .

لہٰذاخاص چیزکے لئے دلیل بھی خاص ہونی چاہئے تووہ دعاجس میں ہردعاشامل ہے مطلق دعاکہلاتی ہے ۔جبکہ دوسری جوسنتوں کے بعداجتماعی دعاہے یہ مقیداورخاص دعاہے جب اس دعاپربحث ہوتوبدعتی لوگ اس پریعنی یہ دوسری خاص مقیددعاکے لئے پہلی دعاوالے عام دلائل پیش کرتے ہیں اورلوگوں سے کہتے ہیں ۔کہ دیکھویہ لوگ دعانہیں مانتے . اللہ تعالیٰ نے خوددعامانگنے کاحکم صادرفرمایاہے اورجولوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتے اورروگردانی کرتے ہیں انکے بارے میں سخت ارشادفرمایاہے

وَ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۔ (المؤمن : ۶۰)	اورتمہارے رب کافرمان (سرزدہوچکا)ہے کہ مجھ سے دعاکرومیں تمہای دعاوں کوقبول کروں گایقین مانوکہ جولوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ذلیل ہوکرجہنم میں پہنچ جائیں گے ۔(سورئہ

باب ششم

	مؤمن : ۶۰)

یہ مطلق اورعام عبادت ودعاکے لئے ہے جس کواورنصوص نے جائزکے ساتھ خاص کردیاہے مگریہ فریب دہندہ مولوی ایسی آیات سے جوکہ عام اورمطلق ہوں اپنی خاص اورمقیددعاء بعدالسنت کے لئے دلیل بناتے ہیں
جناب قارئین کرام !
اُمیدقوی ہے کہ آپ حضرات اس تفصیلی بحث سے نہیں اُکتائیں گے!اس لئے کہ ہماراواسطہ ایسے لوگوں سے پڑاہے ۔ جوفریب اوردھوکہ دینے میں لومڑی سے بھی زیادہ چالاک ہیں ۔انہوں نے سادہ لوح عوام کواپنی شبہات کے زنجیروں میں جکڑاہواہے اس لئے ہم مفصل بات لکھنے پرمجبورہیں تاکہ عوام حضرات سمجھ جائیں اوران شبہات میں ڈالنے والوں کوموقع نہ مل سکیں ۔
آپ حضرات اس طرح فریب دہندہ دلیل کی حقیقت کوسمجھنے کے بعداب مولوی فضل گل صاحب کے رسالہ توضیح المسائل میں سب سے پہلے مسئلہ کودیکھ لیجئے ۔کہ مجتہدِکُرم لکھتے ہیں ۔
دعا کول پس له سنتو نه په هيئت اجتماعي سره مستحب ده او ښه طريقه ده .
(توضیح المسائل : ۱۶)
کہ سنتوں کے بعداجتماعی دعامانگنامستحب ہے اوراچھاطریقہ ہے :
یہ ہمارے حضرت علامہ کی مدعاہے کہ سنتوں کے بعداجتماعی دعامستحب ہے ۔اب آگے صفحہ نمبر۵/۶،۷،۸،پرجتنے دلائل بھی نقل کیے ہیں ۔وہ سب مطلق دعاکے دلائل ہیں جس میں سرے سے کوئی جھگڑاہی نہیں ۔جبکہ ان کے اورعلماء دیوبندکے درمیاں مطلق دعامیں اختلاف نہیں بلکہ سنتوں کے بعداجتماعی دعامیں ہے جوکہ مقیدہے یعنی ایک خاص دعا ہے۔انہوں نے مطلق کالفظ تولکھاہے مگرعوام کوکیامعلوم مٹھائی میں زہرملادیاہے ۔
اب بعض عوام کاالانعام کایہ کہناکہ دیکھودعاکے بارے میں توقرآن مجیدکی بہت آیتیں واردہوئی ہیں اس میں کوئی شک نہیں مگر ان آیات کاسنتوں کے بعدکئے جانے والی دعاسے کوئی دورکاواسطہ اورتعلق بھی نہیں بلکہ اس کاسرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں !اوریہ بات بھی یادرکھیں کہ دعاکی آیتیں مطلق نہیں کہ مبتدعین یہ کہدیں کہ دعابعدالسنت بھی اس کاایک فردتوہے ۔نہیں ایساہرگزنہیں ہے بلکہ یہ دعاکی آیتیں مجمل ہیں ۔جس کے لئے بیان ضروری ہوتاہے ۔
اب مبتدعین حضرات پرلازم ہے کہ وہ شارع کی طرف سے دعابعدالسنت پربیان پیش کریں ان شاء اللہ العزیزہرگزنہیں پیش کرسکیں گے!سنتوں کےبعد اجتماعی دعا کی تفصیل آرہی ہے۔

باب ششم

(مبتدعین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ باپ ،دادوں کوقران وسنت کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں)

مبتدعین کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمارے آباواَجدادنے جوکام کیا ہے ہم بھی وہ کام کریں گے اس کوہم چھوڑنہیں سکتے ۔کبھی کہتے ہیں کہ ہمیں پُراناکلمہ پڑھنے دو۔کبھی یوں کہتے ہیں کہ کیاہمارے باپ ،دادے نہیں جانتے تھے؟کیاوہ گمراہ تھے ؟یہ بلکل اس طرح سوال ہے جسطرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کیاتھا!کہ اچھایہ توبتائوکہ جولوگ پہلے گزرگئے ہیں ان کاکیاحال ہوگا؟

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی . (طٰهٰ : ۵۱)

اس نے کہا اچھایہ توبتائواگلے زمانے والوں کاحال کیاہوناہے ۔ (طٰہٰ : ۵۱)

یہ صرف عوام ہی کاجرم اورگناہ نہیں بلکہ اس میں اصل مجرم وہ پیشہ ورحرام خورمولوی اورآخونزادےاورپیرزادے ہیں ۔جنہوں نے ان عوام کویہ پٹی پڑھائی ہیں۔اس لئے کہ ان بے چاروں کوتویہ بھی معلوم نہیں کہ یہ جملہ جوہم کہتے ہیں یہ مسلمانوں کانہیں بلکہ مشرکین مکہ کاجملہ ہے ۔کہ جب انبیائے عظام علیہم الصلوات والتسلیمات ان کوتوحیدکی طرف دعوت دیتے توجواب میں وہ یہ کلمات کہاکرتے تھے

(۱)اللہ تعالیٰ کا ارشادہے

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ . (البقرۃ : ۱۷۰)	اورجب ان سے کبھی کہاجاتاہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کروتوجواب دیتے ہیں کہ ہم تواس طریقے کی پیروی کریں گے جس پرہم نے اپنے باپ دادوں کوپایا،گوان کے باپ دادے بے عقل اورگم کردہ راہ ہوں ۔ (سورئہ بقرہ : ۱۷۰)

(۲)سورئہ المائدہ میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ منقول ہیں

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ . (المائدہ : ۱۰۴)

اورجب ان سے کہاجاتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے جواحکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اوررسول کی طرف رجوع کروتوکہتے ہیں کہ ہم کووہی کافی ہے جس پرہم نے اپنے بڑوں کوپایا،کیااگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اورنہ ہدایت رکھتے ہوں ۔ (سورئہ مائدہ : ۱۰۴)

(۳)سورۃ لقمان میں بھی ان کایہ جملہ نقل فرمایاہے ۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ

باب ششم

يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ . (لقمان : ۲۱)
اورجب ان سے کہاجاتاہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کروتوکہتے ہیں کہ ہم نے توجس طریق پراپنے باپ دادوں کوپایاہے اسی کی تابعداری کریں گے اگرچہ شیطان انکے بڑوں کودوزخ کے عذاب کی طرف بلاتاہو۔(سورۃ لقمان : ۲۱)
(۴)سورئہ زخرف میں ایک مقام پران کایہ جملہ یوں نقل فرمایاکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیاہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی (اور)کتاب دی ہے جسے یہ مضبوط تھامے ہوئے ہیں ۔نہیں نہیں ،
بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ .
(الزخرف : ۲۲)
بلکہ یہ توکہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ داداکوایک مذہب پرپایااورہم انہی کے نقشِ قدم پرچل کرراہ یافتہ ہیں :
(سورئہ زخرف : ۲۲)
(۵)سورئہ زخرف ہی میں ایک اورمقام میں تویہاں تک فرمایاکہ یہ بات ہرعیش پرست قوم نے اپنے وقت کے نبی سے کہی ہے ۔
وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ .
(الزخرف : ۲۳)
اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والابھیجاوہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیاکہ ہم نے اپنے باپ داداکو(ایک راہ پراور)ایک دین پرپایااورہم توانہی کے نقش پا(قدم) کی پیروی کرنے والے ہیں ۔ (سورہ زخرف : ۲۳)
خلاصہ یہ ہے کہ یہ جملہ جوعوام حضرات کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ ،دادوں کے دین پرچلیں گے یہ جملہ مسلمانوں کانہیں بلکہ مشرکین کاتھاجوانبیائے کرام کی دعوت توحیدکے جواب میں کہاکرتے تھے۔مسلمانوں کاقول بھی قرآن کریم نے نقل فرمایاوہ بھی دیکھ لیجیے!
اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۭ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (النور : ۵۱)
ایمان والوں کاقول یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایاجاتاہے کہ اللہ اوراس کارسول ان میں فیصلہ کردے تووہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنااورمان لیا۔یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۔(سورہ نور : ۵۱)
اب یہ لوگ تودنیامیں یہ کہتے ہیں ۔کہ ہم اپنے باپ ،دادوں اوراپنے بڑوں کے نقش قدم پرچلیں گے اوراس پربہت نازکرتے ہیں لیکن کل قیامت کے دن حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم ان کی اطاعت نہ کرتے قرآن مجیدنے ایک جگہ ان کی

باب ششم

فریادیوں نقل فرمایا

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا﴿۲۸﴾ (الفرقان : ۲۷، ۲۸)

اوراس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کوچباچباکرکہے گاہائے افسوس کاش کہ میں نے رسول (ﷺ)کی راہ اختیارکی ہوتی ۔ (۲۷)ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کودوست نہ بنایاہوتا۔

(سورہ فرقان۲۸،۲۷)

حضرات گرامی! یہ باطل مُقْتَدیٰ اورمقتدِی،باطل پیرومریدشکم پرست مولوی اورجاہل امی جوکہ اپنے مولوی اورپیرکی بات کو قرآن وحدیث سے زیادہ اہمیت دیتاہے ۔کل قیامت کے دن صرف آپس میں جداہی نہیں ہونگے ۔بلکہ آپس میں دست وگریباں ہوکریوں ایک دوسرے کی خلاف ۔باری تعالیٰ کے دربارمیں درخواست و استغاثہ کریں گے !آپ یہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے !

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴿۶۶﴾وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا﴿۶۸﴾ (الاحزاب)

اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔(حسرت وافسوس سے)کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اوررسول کی اطاعت کرتے ۔(۶۶)اورکہیں گے اے ہمارے رب !ہم نے اپنے سرداروں اوراپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکادیا۔(۶۷) پروردگارتوانہیں دگناعذاب دے اوران پربہت بڑی لعنت نازل فرما۔

(سورہ احزاب۶۸)

ایک مقام پران کے آپس کاجھگڑایوں ذکرفرمایا

کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَکُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِکُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴿۳۸﴾

(الاعراف : ۳۸)

جس وقت بھی کوئی جماعت داخل ہوگی (جہنم میں)تواپنی دوسری جماعت کولعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہوجائیں گے توپچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ ہمارے پروردگارہم کوان لوگون نے گمراہ کیاتھاسوان کودوزخ کاعذاب دوگنادے ، اللہ تعالی فرمائے گاکہ سب ہی کادوگناہے لیکن تم کوخبرنہیں ۔

(سورۃ اعراف : ۳۸)

جناب قارئین کرام !

آپ حضرات نے قرآن کریم کی چند آیات بطورنمونہ پڑھ کریقین کرلیاہوگاکہ دین میں باپ دادوں کاکوئی حصہ نہیں بلکہ جوجملہ عام مشہورہے کہ بھائی پراناطریقہ

باب ششم

رواج مت چھوڑو!یہ جملہ آپ پہچان گئے کہ یہ مسلمانوں کانہیں پس واضح ہوگیاکہ دین وہ نہیں ہے کہ باپ دادوں سے ثابت ہو ۔یاان کاکیاہواہوبلکہ دین وہ ہے جوقرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہو۔

(مبتدعین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اپنے مشائخ کواللہ کے رسول ﷺ پرمقدم سمجھتے ہیں)

ان رواجی مسلمانوں کی ایک دلیل یہ بھی ہے ۔کہ یہ دین کے ہرمعاملہ میناللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کوچھوڑکراپنے علاقہ کے پرانے علماء اورمشائخ یعنی پیران ،آخونزادگان آستانونوغیرہ سے استدلال کرتے ہیں کہ بھائی کتنابڑاعالم تھا وہ بھی تویہ کام کرتے تھے

اگریہ جائزنہ ہوتا تووہ کبھی نہ کرتے ۔فلان آخونزادہ اورپیر،خلیفہ صاحب بھی سنتوں کے بعددعامانگتے تھے ۔فلاں مفتی صاحب اورشیخ الحدیث صاحب بھی توکرتے ہیں ۔اگرجائزنہ ہوتے توقطعاًنہ کرتے ۔جناب یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ یہں سے گمراہی شروع ہوتی ہے۔

(۱)علامہ شاطبیؒ نے فرمایا

ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى تَقْلِيدِ بَعْضِ الشُّيُوخِ . (الاعتصام : ۲/۵۰۸)

کہ پھر(یہ مبتدعین)اپنے بعض مشائخ (پیرآخونزادہ)کی تقلیدکی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی ان کے عمل سے استدلال کرتے ہیں (اعتصام : ۵۹۸)

عجیب بات تویہ ہے کہ وہ بے وقوف اپنے بڑوں ،پیروں،آخونزادوں کواللہ تعالیٰ اوررسولﷺ سے بھی زیادہ قابل اعتمادسمجھتے ہیں ۔

(۲) علامہ شاطبیؒ آگے فرماتے ہیں

ثُمَّ جَعَلُوا أُولَئِكَ الشُّيُوخَ فِي أَعْلَى دَرَجَاتِ الكمال. (الاعتصام : ۵۰۸)

پھران شیوخ(پیروغیرہ)کوکمال کے بڑے درجوں تک پہنچاتے ہیں ۔ اعتصام : ۵۰۸)

یعنی انہوں نے اپنے پرانے مولویوں اورآستانوں کواللہ تعالیٰ کے علاوہ رب تسلیم کیاہے اوردین کے باب میں اللہ اوررسول کوچھوڑکران باطل پیروں کی پیروی کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کی تردیدکرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ. (التوبۃ : ۳۱)

کہ ان لوگوں نے اللہ کوچھوڑکراپنے عالموں اوردرویشوں کورب بنایاہے ۔ (سورئہ توبہ : ۳۱)

یعنی انہوں نے اپنے مشائخ ،استادوں اوربڑوں کوخدابنالیاہے۔اس کی

باب ششم

تفسیرحضرت عدی بن حاتمؓ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہوجاتی ہے ۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ آیت سن کرعرض کیاکہ یہودونصاریٰ نے تواپنے علما ء کی کبھی عبادت نہیں کی،پھریہ کیوں کہاگیاکہ انہوں نے ان کورب بنالیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔''یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی۔لیکن یہ بات توہے نا'کہ ان کے علمانے جس کوحلال قراردیا'اس کوانہوں نے حلال اورجس چیزکوحرام کردیا'اس کوحرام ہی سمجھا۔یہی ان کی عبادت کرناہے''(صحیح ترمذی ۔للالبانی۔نمبر۲۴۷۱)کیونکہ حرام وحلال کرنے کااختیارصرف اللہ تعالیٰ کوہے ۔یہی حق اگرکوئی شخص کسی اورکے اندرتسلیم کرتاہے تواس کامطلب یہ ہے کہ اس نے اس کواپنارب بنالیاہے۔اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اپنے پیشوائوں کوتحلیل وتحریم کامنصب دے رکھاہے اوران کے اقوال کے مقابلے میں وہ نصوص قرآن وحدیث کوبھی اہمیت دینے کے لئے تیارنہیں ہوتے۔ ایک روایت میں آپ ﷺکے جوابی جملے یہ ہیں۔

اطاعوھم فمن اطاع احداً فی دین اللہ مالم یأذن بہ اللہ تعالیٰ فقدعبدہ واتخذہ رباً۔

ان لوگوں نے ان پیروں کی اطاعت کی تھی ۔پس جوبھی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیراللہ کے دین میں کسی کی اطاعت کریگا ۔توگویااس نے اس کی عبادت کی اوراسے اس نے رب بنایا۔

قرآن مجیدمیں ایک اورجگہ ارشادہے ۔

اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِہِ اللّٰہُ ۔ (الشوریٰ : ۲۱)

کیاان لوگوں نے ایسے (اللہ کے)شریک (مقررکررکھے)ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقررکردیئے ہیں جو اللہ کےفرما ئے ہوئے نہیں ہے ۔

(سورہ شوریٰ : ۲۱)

مذکورہ ایت پرغورکرنے سے معلوم ہوگاکہ اللہ تعالیٰ نے (ہراس شخص کوجس کودین کے مسئلہ میں حجت تسلیم کرتے ہیں ۔اللہ اوررسول کے علاوہ) شریک قرار دیا ۔یعنی جودین کے بارے میں اللہ تعالیٰ اوررسول ؐکے علاوہ کسی اورکے پیچھے بغیردلیل کے جائے۔توگویاکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس شخص کوشریک کردیا۔بدعتی لوگ توعموماًیہی کرتے ہیں کہ اپنے باطل پیروں اورمشائخ کی اندھی تقلیدکرتے ہیں اوریہی شرک ہے ۔اعاذنااللہ منہ ایاناوایاکم۔

(مبتدعین کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ کثرتِ افراد کوبطوردلیل پیش کرتے ہیں)

مبتدعین کے جملہ باطل اورضعیف دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اکثرلوگ

باب ششم

جوکچھ کرتے ہیں ۔یعنی جس طرف لوگ زیادہ ہوں توبس وہ حق ہے اورجس طرف لوگ کم ہوں تعدادکے اعتبارسے وہ ناحق ہیں ۔اس کی بنیادی وجہ قرآن وحدیث سے بے خبری ہے ۔اوربے خبری کاسبب قرآن وحدیث پرعمل نہ کرناہے ۔ان بریلویوں کویہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اکثریت کوباطل قراردیاہے ۔

جیساکہ باری تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں ۔

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ١ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۝۱۱۶ (الانعام : ۱۱۶)

اوردنیامیں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگرآپ ان کاکہنامانںے لگیں تووہ آپ کواللہ کی راہ سے بے راہ کردیں وہ محض بے اصل خیالات پرچلتے ہیں اوربالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں

(سورہ انعام : ۱۱۶)

اس ایت نے یہ فیصلہ کردیاکہ بدعتی لوگ جویہ کہتے ہیں ۔’’کہ اتنے سارے مولوی اوراتنے ساری دنیاجویہ کررہی ہے کیایہ غلط ہیں بس صرف یہ چندنئے علماصحیح کہہ رہے ہیں ۔‘‘تواس ایت نے بتایاکہ زیادہ تر اکثرلوگ گمراہ کرنے والے ہوتے ہیں ۔آپ حضرات نے خودبھی مشاہدہ کرلیاہوگاورنہ ایک نظرپوری دنیاپرڈالیئے کہ اکثریت اچھوں کی ہے یا بروں کی !اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ اس دلیل کی تردیدفرمائی ہے ،

وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ۝۱۰۶ (یوسف : ۱۰۶)

ان میں سے اکثرلوگ باوجوداللہ پرایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں ۔ (سورہ یوسف : ۱۰۶)

اس ایت نے بھی یہ وضاحت فرمائی کہ زیادہ لوگ دنیامیں مشرک ہوتے ہیں ۔اورموحد،شکرگزاراورصحیح عقیدہ والے کم ہوتے ہیں ۔واہ واہ قربان جاؤں اللہ تعالیٰ کی کتاب پرکس طرح راہ نمائی فرماتی ہے ۔

وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ۔ (سبا : ۱۳)

میرے بندوں میں سے شکرگزاربندے کم ہی ہوتے ہیں ۔ (سورئہ سبا : ۱۳)

اوراس اکثریت کی وجہ اورعلت بھی قرآن کریم نے ایک مقام پربیان فرمائی ہے ۔

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَۙ۝۱۶ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ١ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ۝۱۷ (الاعراف)

اس نے (شیطان)کہابسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کوگمراہ کیاہے میں قسم کھاتاہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پربیٹھوں گا۔(۱۶) پھران پرحملہ کروں گاان کے آگے سے بھی اوران کے پیچھے سے بھی اوران کی داہنی جانب سے بھی

باب ششم

اوران کی بائیں جانب سے بھی اورآپ ان میں سے اکثرکوشکرگزارنہ پائیے گا۔(۱۷)(سورہ اعراف :)
ان نصوص قرآنیہ سے ثابت ہوگیاکہ حق ماننے والے اورشرک سے بچنے والے موحدین کی تعداددنیامیں ہمیشہ کم ہوتی ہیں ۔جن حضرات کودین کی کتابوں سے تھوڑاسابھی تعلق ہو توان پریہ مخفی نہیں کہ اکثریت باطل پرستوں کی ہوتی ہے ۔اوریہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ بدعتیوں کی یہ دلیل بھی ان کے دوسرے دلائل کی طرح بے وزن اوربے معنی ہی ہے ۔
تتمہ چہارم دلیل کے ذیل میں چونکہ بدعتی حضرات بسااوقات ایک روایت یہ بھی پیش کرتے ہیں۔
عن ابن عمر قال : قال رسول اللہ ﷺ : اتبعوا سواد الاعظم ۔ (مشکوٰۃ : ۱/ ۳۰)
عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایاکہ تم سوداعظم کی پیروی کرو۔مشکوٰۃ : ۱/ ۳۰،اشعۃاللمعات : ۱/ ۱۵۴)
جیساکہ مشہوربدعتی عالم مولوی عبدالسمیع رامپوری نے (انوارساطعہ : ق۱۷)پراسی روایت کوپیش کیاہے مطلب نقل کرنے کاصرف یہ ہے کہ کثرت اورزیادت سے دلیل پکڑنے والے سب بدعتی اوربریلوی ہوتے ہیں ۔اورویسے ہی اپنے آپ کودیوبندکی طرف منسوب کرکے عوام کودھوکہ دیتے ہیں ۔تویہ حضرات بھی محض کثرت الرجال مرادلیتے ہیں اورفساق کی کثرت پربہت خوش ہوتے ہیں ۔ مگریہ نہیں سوچتے کہ یہاں نفس کثرت مرادنہیں ورنہ پھریہ حدیث بدأالاسلام غریباًوسیعودکمابدأکے خلاف ہوگا۔
جوکہ چہارم باب میں گزرچکی ہے۔بلکہ اس کامعنی یہ نہیں جوکہ اہل بدعت نے مرادلیاہے بلکہ اس سے اہل سنت والجماعت مرادہیں جن کاطریق رسول اللہ ﷺاورصحابہ کرامؓ کے موافق ہونہ کہ اہل بدعت ''یہ مفہوم جواوپربیان ہواہے ۔
(۱)محدث کبیرشیخ خلیل احمدسہارنپوری ؒنے بیان فرمایاہیں : (براہین قاطعہ : ۱۷۱)
(۲)قاضی ابراہیم الحنفیؒ نے اس سے بھی زیادہ صاف اورواضح بات مجالس الابرارمیں فرمائی ہے ۔
اذا اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم والمرادبہ لزوم الحق واتباعہ وان کان المتمسك بہ قلیلاً والمخالف لہ کثیراً لان الحق ماکان علیہ الجماعۃ الاولیٰ وھم الصحابۃؓولاعبرۃ الی کثرۃ الباطل : (مجالس الابرار : ۱۳۲) (مجلس نمبر ۱۸)
کہ جب لوگوں میں اختلاف پڑجائے توبڑے گروہ کی پیروی کرواوراس سے مطلب یہ ہے کہ حق کواختیارکرواوراس پرعمل کرواگرچہ اس پرعمل کرنے والے کم ہوں

باب ششم

اورمخالف زیادہ ہوں ۔اس لئے کہ حق وہ ہے جس پرپہلی جماعت یعنی صحابہ کرام ؓ ہوں اورصحابہؓ کے بعدباطل پرستوں کی کثرت کاکوئی اعتبارنہیں ہے ۔
(مجالس الابرار : ۱۳۲،مجلس نمبر۱۸)

(مبتدعین کی پانچویں دلیل یہ ہوتی ہے کہ عام لوگوں کے اعمال کودلیل بناتے ہیں)

اہل بدعت کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنامدعاثابت کرنے کے لئے مکڑی کے جالوں کاسہارالیتے ہیں ۔حسب عادت ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بھائی جس چیزکومسلمان اچھی سمجھیں وہ اچھی ہوتی ہے اورجس چیزکومسلمان بری سمجھیں وہ بری ہے اورتائیدمیں ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایاہے
فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ ۔ (مسنداحمد : ۱/۳۷۹)
جس چیزکومسلمان اچھاجانیں تووہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے ۔ (مسنداحمد : ۱/۳۷۹)
یہ دلیل اہل بدعت نے جگہ جگہ پیش کی ہے ۔آپ چندحوالے مزیدملاحظہ فرمالیجیے !مشہوربریلوی عالم مفتی احمدیارخان صاحب نے بھی اپنی کتاب جاء الحق : ۳۰۱،اسی طرح بریلوی مسلک کے ایک اورمشہورعالم مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوارساطعہ : ۱۷۰،پراسی روایت کوپیش کرکے سارے بدعات کے لئے راہ ہموارکی ہے ۔اورجناب مولوی فضل گل صاحب نے بھی توضیح المسائل کے صفحہ نمبر۸،۱۷،۲۸،پراسی روایت باربارپیش کرکے اپنے بریلوی ہونے کاثبوت دیاہے ۔
جناب قارئین حضرات!
انصاف سے مطالعہ فرمائیں پتہ چلے گاکہ فضل گل صاحب کی کتاب دیوبندیوں کی طرزپرہے یابریلویوں کی ؟ میں نے یہ چندحوالے بطورمثال دیئے ہیں ۔اب مولوی فضل گل بمعہ تمام اپنے بریلوی دوست کان کھول کراس کاجواب بھی سن لیں ۔اس میں کئی بحثیں ہیں ۔

<u>بحث اول :</u>

یہ ہے کہ یہ استدلال صحیح نہیں ۔اس لئے کہ یہ آپ ﷺ پربہتان ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ عبداللہ بن مسعودؓپرموقوف ہے۔لیکن اس باریک فرق کوتوعلماجانتے ہیں ۔حدیث کی سندملاحظہ فرمالیجیے !
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : " إِنَّ اللهَ نَظَرَ .... فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ ۔ (مسنداحمد : ۱/۶۲۶،حدیث

باب ششم

نمبر۳۵۸۹)
(۱)قاضی ابراہیم الحنفیؒ یہی بات لکھتے ہیں ۔
ان هذاالاستدلال لایصح والحدیث حجة علیهم لالهم لانه بعض حدیث موقوف علی ابن مسعود
.
(مجالس الابرار : ۱۳۰)
کہ یہ استدلال صحیح نہیں حدیث ان (بدعتیوں)کے خلاف ہے نہ کہ ان کے حق میں اس لئے کہ بعض حدیث ابن مسعودپرموقوف ہے ۔(یعنی آگے سندپیغمبرﷺکی طرف نہیں گئی ہے ۔ (مجالس الابرار : ۱۳۰)
(۲)اس روایت کوالبزار،طبرانی ،طیالسی اور ابونعیم وغیرہ سب نے نقل کرکے فرمایا۔دیکھئے !
ولم اجده الاموقوفاًعلی ابن مسعود ۔ (نصب الریة : ۴ / ۱۳۳)
کہ میں نے اس روایت کوعبداللہ بن مسعودؓ پرموقوف ہی پایا۔ (نصب الرایۃ : ۱۳۳/۴)
علامہ شبیراحمدعثمانی دیوبندیؒ نے فرمایاہے ’’کہ اس روایت کوباوجودطویل بحث وتمحیص اورزیادہ کھوج کے حدیث کی کسی کتاب میں کسی ضعیف سندکے ساتھ بھی مرفوع نہیں پایا۔بلکہ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کاموقوف قول ہے ‘‘فتح الملہم شرح صحیح المسلم : ۴۰۹/۲)

بحث دوم :

المسلمون سے کون مسلمان مرادہیں ۔الف لام اس میں یاتوجنس کے لئے ہے ۔اگرجنس کے لئے ہو۔توپھرتو۷۳،فرقے سب جنتی ہونگے ۔اس لئے کہ ہرفرقہ مسلمان ہوکربطورتدین اپنے طریقہ کوحسن (اچھا)ہی سمجھتاہے ۔اورماانا علیہ واصحابی کے خلاف ہے ۔مگران علمی باتوں کوبریلوی اوربدعتی کہاں سمجھتے ہیں ۔ان کوتوکھانے پینے سے فراغت ہی نہیں ملتی ۔

بحث سوم :

یاتوالف لام استغرا قی ہوگا۔پھرمطلب یہ ہوگا۔کہ جس چیزکوتمام مسلمان اچھاسمجھیں توو ہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہی ہوگی۔تواس سے اجماع امت مرادہوگی ۔جسکی حسن ہونے میں کسی کومقال نہیں ۔مگراس سے بدعتیوں کوکوئی فائدہ نہیں ۔اس لئے کہ اجماع توخیرالقرون اورائمہ مجتہدین کی معتبرہوتی ہے نہ کہ بدعتیوں کی ،اس لئے کہ یہ توہربدعت کواچھاہی سمجھتے ہیں اوربدعات ہی کے ذریعے ان کی دوکانداری چلتی ہے۔اورافسوس یہ ہے ۔کہ بدعات کاوجودخیرالقرون میں نہیں تھا۔

بحث چہارم :

اگرالف لام عہدخارجی مرادہوتواس سے مسلمانوں کاایک مخصوص طبقہ مرادہوگاتوپھریہ طبقہ بمقتضائے حدیث ماانا علیہ واصحابی صرف صحابہ کرامؓ کامرادہوگا ۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ جس چیزکوصحیح جانیں وہ تویقیناًصحیح ہوگی۔اورواقعی اس روایت مین صحابہ کرامؓ ہی مرادہیں ۔اگراس پوری روایت پرنظررکھی جائے ۔پوری عبارت یوں ہیں ۔

ان الله عزوجل نظر فی قلوب العباد فاختارمحمدًا فبعثه برسالته وانتخبه بعلمه ثم نظرفی قلوب الناس بعده فاختارله اصحابه فجعلهم انصار دینه ووزراء نبیه ﷺ فمارأه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن ومارأه قبیحاً فهو عندالله قبیح . (طیالیسی : ۳۳،الزیلعی : ۱۳۳/۴)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں پرنظرکی توحضرت محمدﷺ کواپنے علم کے بموجب رسالت کے لئے چنا او ر انتخاب فرمایاپھرآپ کے بعدلوگوں کے دلوں کودیکھاتوآپ کے خاطرآپ کے لئےصحابہ کرامؓ کاانتخاب فرمایااوران کواپنے دین کامددگاراوراپنے نبیﷺکا وزیربنایاسوجس چیزکووہ مسلمان اچھاسمجھیں تووہ چیزاللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہوگی اورجس چیزکووہ بُراسمجھیں تووہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہوگی۔(طیالسی : ۳۳،زیلعی : ۴ / ۱۳۳)

تواس روایت میں غورکرنے سے صاف معلوم ہوتاہے کہ صحابہ کرامؓ کاذکرکرنے کے بعدفورًااس کلیہ کوذکرکیاتواس سے صاف معلوم ہواکہ یہاں مرادصحابہ کرامؓ ہیں جن کے بارے میں خودباری تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

◻ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (الحجرات : ۳)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کواللہ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیاہے ۔ان کے لئے مغفرت ہے اوربڑاثواب ہے۔

(حجرات : ۳)

آج کے بدعتی یابریلوی اورعام مسلمان مرادنہیں ۔ورنہ اگراس کلیہ کوعام تسلیم کیاجائے ۔کہ آج کامسلمان جس چیزکواچھاجانیں وہ اچھی ہوگی۔توپھرٹی وی ،وی سی آر،ڈش وغیرہ شیطانی اعمال وآلات سب ہی اچھے ہونگے ۔اس لئے کہ آج کے مسلم دنیاکایہی مشغلہ ہے الاماشاء اللہ ۔مذکورہ بالاتفصیل تقریباًمجالس الابرار : ۱۳۰تا۱۳۳،مجلس نمبر۱۸۔پرموجودہے اس کے علاوہ حضرت مولاناخلیل احمدصاحب سہارنپوری دیوبندیؒ نے بھی اس روایت سے علماء اورمجتہدین مرادلئے ہیں ۔ (براہین قاطعہ : ۱۷۰)اور مولانا سرفراز خان صفدر نے بھی یہی کچھ لکھا ہے۔(راہ سنت ۱۱۳تا ۱۱۷)

باب ششم

(مبتدعین کی چٹھی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک روایت کو پیش کرتے ہیں)

اس کھانے پینے کے شائقین پارٹی کے پاس اپنی بدعات ثابت کرنے کے لئے ایک سہارایہ بھی ہے ۔کہ حدیث مبارک میں آیاہے کہ جس نے اسلام میں اچھاطریقہ رائج کیاتواس کواس کاثواب اوراس کے بعدآنے والوں کے عمل کاثواب ملے گا،تواسی طرح ہم نے بھی جوچیزیں شروع کی ہیں یہ سب اچھی چیزیں ہیں تم ان کوکیوں بدعت کہتے ہو؟ اوردلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں ۔

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ ۔ الحدیث (مشکوٰۃ : ۱/۳۳)

جوشخص اسلام میں کسی نیک طریقہ کورائج کرے تواسے اس کابھی ثواب ملے گااور اس کاثواب بھی جواس کے بعداس پرعمل کرے ۔لیکن عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مشکوٰۃ : ۱/۳۳)

افسوس صدافسوس کہ ان مستدلین کواس روایت کے متعلق محدثین حضراتؒ کی عبارات وتشریحات کے دیکھنے کاموقع نہیں ملا،ورنہ یوں حدیث سے غلط استدلال کرکے اپنامنہ کالانہ کرتے ۔

الغرض ؛اس روایت سے بدعات پراستدلال کرناکم علمی اورکم فہمی بلکہ جہالت کے سوااورکچھ نہیں ۔آپ غوروفکرکریں گے توان شاء اللہ آپ بھی اقرارکریں گے کہ واقعی یہ لوگ جاہل ہیں ۔اورعلم دین کے باب میں بلکل کورے ہیں ۔ ایک بزرگؒ نے کیاخوب کہاہے ۔

ہرکس کہ نداندوبداندکہ نداند — اوخرِخود را بمنزل براساند

وہرکس کہ نداندونداندکہ نداند — اودرجہلِ مرکب ابدالدہربماند

جوشخص بذات خود عقل مند تو نہ ہو مگر یہ جانتا ہو کہ میں عقلمند نہیں ہوں توایسا شخص اپنی سواری کو منزل تک پہنچا ہی دیگا ۔ مگر جو شخص عقلمند بھی نہ ہواور یہ بھی نہ جانتا ہو کہ میں بے عقل ہوں توایسا شخص زندگی بھر جہالت میں رہےگا۔

پہلی وجہ : تواس لئے کہ پہلے تواس روایت کے الفاظ پرغورکیاجائے ۔تومسئلہ بالکل صاف بے غبارہوجاتاہے کہ سنت لغت میں طریقہ کوکہتے ہیں مگراصطلاح شرع میں اس سے مراد(ماامربہ النبیﷺ)یعنی وہ چیزمرادہوگی ۔جس کاآپ ﷺ نے امرفرمایاہو۔(ہدایت السائل : ۳۸۳)

اب روایت کامعنی یہ ہوگاکہ جس نے اس سنت کوزندہ کیاجومٹ گئی ہو۔

چنانچہ ایک روایت میں اس کی وضاحت بھی موجودہے ۔اورصاحب مشکوٰۃ نے بھی نقل فرمایا

باب ششم

قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا . الحديث .
(ترمذی : ۲/۹۶،(مشکوٰۃ : ۱/۳۰)
رسول اللہ ﷺنے فرمایاکہ ’’جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا(یعنی رائج کیا)جومیرے بعدچھوڑدی گئی تھی تواس کواتناہی ثواب ملے گاجتناکہ اس سنت پرعمل کرنے والوں کوملے گابغیراس کے کہ ان(سنت پرعمل کرنے والوں)کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے (ترمذی : ۲/۹۶، (مشکوٰۃ : ۱/۳۰)

یہ روایت باب دوم میں بھی گزرچکی ہے ۔اوراس روایت نے تومعاملہ بالکل صاف اورواضح کردیاکہ یہاں مرادسنت اصطلاحی ہے یعنی واقعی وہ سنت ہی ہوں لیکن لوگوں کی غفلت کی وجہ سے مٹ گئی ہو۔یااس پرعمل کرنامعاشرہ میں مشکل ہوگیاہو۔اسی سنت کوبگڑے ہوئے معاشرے میں زندہ کرنے سے سوشہیدوں کااجرملتاہے ۔جس کی وضاحت حضرت ابوہریرۃؓ کی ایک روایت میں موجودہے۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أجر مائة شَهِيد»
(مشکوٰۃ : ۱/۳۱)
رسول اللہ ﷺنے فرمایاکہ میری امت بگڑنے کے وقت جس شخص نے میری سنت کودلیل بنایا(زندہ کرکےاس پر عمل کیا)اس کوسوشہیدوں کاثواب ملے گا۔
(مشکوٰۃ : ۱/۳۱)

دوسری وجہ : یہ کہ اگراسی روایت کومکمل کرکے دیکھ لیاجائے توبھی اشکال ختم ہوجائے گا ۔دیکھئے ! ہم پوری روایت کاترجمہ نقل کرتے ہیں کہ’’حضرت جریربن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن آپ ﷺکی مجلس میں بیٹھے تھے کہ مضرقوم کے لوگ آپ ﷺکی خدمت میں کمبل لپیٹے اورتلوارلٹکائے ہوئے حاضرہوئے۔ان پربھوک کااثردیکھ کرنبی اکرم ﷺکارنگ متغیرہوگیا۔ان کوکھلانے کے لئے گھرگئے مگرگھرمیں کچھ نہ ملا۔پھرباہرتشریف لائے ۔حضرت بلالؓ نے اذان دی نمازہوگئی ۔نبی کریم ﷺنے خطبہ دیاکچھ آیتیں پڑھی پھرفرمایاخیرات کریں اپنے دینار،اپنے درہم ،کپڑوں اورگندم میں سے ۔

یہاں تک کہ آپ ﷺنے فرمایاخیرات کریں اگرچہ کجھورکاایک ٹکڑاہی کیوں نہ ہو۔اتنے میں ایک انصاری دیناریادرہم کاایک اتنابھراہواتھیلالایاکہ جس سے اس کاہاتھ تھک گیاتھا،پھرلوگوں نے اس کے بعدمزیدلاناشروع کیایہاں تک کہ کافی غلہ ،کپڑے وغیرہ جمع ہوگئے ۔آپ ﷺکاچہرہ انورچمک اُٹھاپھرفرمایا(من سن سنۃ حسنۃ)یعنی جس نے دین کے کسی نیک طریقہ کورائج کیاتواسے اس کابھی ثواب ملے

گااور دیگر عمل کر نے والوں کا ثواب بھی ملےگااور دوسروں کے ثواب میں کمی بھی نہیں ہوگی۔(مشکوٰۃ : ۱/ ۳۳،مظاہرحق : ۱/ ۲۴۰)

جناب قارئین کرام !

اب آپ حضرات پوری روایت پڑھ کریقیناًسمجھ گئے ہونگے کہ جس شخص نے صدقہ کرنے میں پہل کی اوربھری تھیلی لے آیااس کے لئے نبی اکرم ﷺنے یہ الفاظ ارشادفرمائے ہیں ۔کیاصحابیؓ کاعمل جوکہ صدقہ تھاکوئی ایساعمل تھاجسکی دین میں کوئی اصل نہ تھی جوکہ نبی کریم ﷺکے قول اورامرسے ثابت ہوچکاتھا اورصدقے کاحکم اسی روایت میں موجودہے (تصدق رجل من دینارہ)اس تمام بحث کاخلاصہ یہ ہے کہ اس روایت سے مرادکوئی عام طریقہ اورعمل نہیں بلکہ خاص پیغمبرﷺکی سنت ہی ہے اب اس کے بارے میں چندمحدثین عظامؒ کے حوالے بھی ملاحظہ فرمالیجیے !

(۱) علامہ عبدالرحمن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں ۔

من سن سنة حسنة ای اتیٰ بطریقة مرضیة یشد لھا اصل من اصل الدین :

(تحفة الاحوذی : ۷/ ۳۶۵)

کہ جس نے کوئی اچھاطریقہ رائج کیایعنی کوئی ایسے جائزطریقہ کورائج کیاکہ جس کی اصل پہلے سے اصول دین میں موجودہو۔(کوئی اپنی طرف سے بنایاہوانہ ہو)(تحفۃ الاحوذی : ۷/ ۳۶۵)

(۲)فقیہ العصرعلامہ حضرت مولانامفتی محمدتقی عثمانی دیوبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں

قوله من سن فی الاسلام سنة الخ وھذا فیما ثبت کعنه خیراً بالقرآن اولسنة ولکن ترکه الناس.....کما وقع ھھنا اذ ثبت فضل الصدقة بالقرآن والسنة .....اما مالم یثبت کونه عملاً صالحًا لا من القرآن ولا من السنة فابتکار مثل ذالك العمل ابتداع لاعلاقة له بھذا الحدیث :

(تکملة فتح الملھم شرح المسلم : ۵ / ۵۲۹)

کہ یہ حکم اس عمل میں ہے ۔جس کی بھلائی قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔مگرلوگوں نے اس پرعمل کرناچھوڑدیاہوجس طرح کہ اس روایت میں ہواہے ۔اس لئے کہ صدقہ کی فضیلت (حکم)توقرآن وحدیث سے ثابت ہے ۔اورہروہ عمل جس کاعمل صالح ہوناقرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوتوایسے عمل کورائج کرنابدعت ہے ۔جس کی اس روایت سے کوئی تعلق نہیں ۔(تکملۃ فتح الملہم شرح صحیح المسلم : ۵/ ۵۲۹)

یہ تھی ایک دیوبندی محقق عالم کی تحقیق کہ جس نے فیصلہ ہی فرمادیاکہ اس سے مرادعین سنت مبارکہ ہے کہ جومٹ گئی ہویعنی لوگ اس پرعمل نہ کرتے ہوں تواس کے زندہ کرنے والے کے لئے یہی ثواب ہے ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کودین کی صحیح سمجھ وفہم نصیب فرمائے ۔

باب ششم

(مبتدعین کی ساتویں دلیل یہ ہوتی ہے کہ اس کام سے منع بھی تونہیں کیاگیاہے)

بدعتیوں کے جب تمام جال بے کارثابت ہوجائیں ۔توباالآخروہ یہ شوشاچھوڑدیتے ہیں ۔کہ اس چیزکااگرثبوت نہیں ہے تونفی بھی تونہیں ۔یعنی شریعت مطہرہ میں اس سے منع بھی تونہیں کیاگیاہے ۔اوراسی کے ساتھ ملتاجلتاایک حربہ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔جب تک کہ منع کیلئے مستقل دلیل نہ ہویعنی جبتک کسی چیزسے شریعت میں منع نہ کیاگیاہوتووہ چیزبنابراصل جائزہوگی۔یہی وہ حربے ہیں جنہیں اس بریلوی النسل طبقہ نے بھی اپنی کتابوں میں پیش کرکے بدعات کابہت بڑامحل تیارکیاہے ۔

چنآنچہ معروف بریلوی مفتی احمدیارخان صاحب نے ایک لمبی چوڑی عبارت کے بعدلکھاہے کہ''معلوم ہواکہ حرمت کی دلیل نہ ملناحلال ہونے کی دلیل ہے نہ کہ حرام ہونے کی''۔(جاء الحق : ۱۲۹) اوربریلویوں کی ممتازکتاب ''انوارساطعہ''میں بھی مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری چنداحادیث نقل کرنے کے بعدلکھتے ہیں کہ''ان احادیث سے ایک عظیم اصل نکلتاہے کہ اصل اشیاء میں اباحت (جواز)ہے ''۔(انوارساطعہ : ۲۶)اوریہ علم وعمل کامسکین طبقہ اپنے اس مدعاپرعلامہ شامیؒ کے حوالے سے یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں

المختار ان الاصل الاباحة عندالجمهورمن الحنفية والشافعية .

(جاء الحق : ۳۱۸ ، ۳۰۰)

کہ جمہوراحناف اورشوافع کے نزدیک یہی مسئلہ ہے اصل اشیاء میں اباحت(جواز)ہے ۔

(جاء الحق : ۳۱۸،۳۰۰)

ہمارے کرم ایجنسی کے بعض علماء حضرات بھی مذکورہ بالابریلویوں کی نہج پرچلتے ہوئے ایک طرح سے خودبھی اپنے بریلوی ہونے کالاشعوری طورپراقرارکرتے ہیں ۔وہ یوں کہ اپنے متفقہ رسالے ''توضیح المسائل''میں لکھتے ہیں

د غلې وړل جنازې سره د دې نه د وړو ثبوت شته نه د منع ثبوت شته نو هركله چې طرفين مساوي شو نو حالاتو ته به گورى . (توضيح المسائل : ۲۷)

آناج (غلہ)کاجنازہ کیساتھ لے جاناس کاکوئی ثبوت نہیں لیکن اس کے منع کاثبوت بھی نہیں ۔جب دونوں طرفین برابرہوئے (کرنااورنہ کرنا)تواب حالات کودیکھاجائے گا۔

مولوی فضل گل صاحب کی اس عبارت نے جھاں اس کے بریلویت ہونے کاخفیہ

رازفاش کیاہے ۔وہاں یہ بھی معلوم ہوگیا۔کہ حضرت نے دین کوحالات کاتابع کررکھاہے (یعنی حالات کودیکھاجائے گا)چشم بددور۔بایں عقل وفہم ببایدگریست؛

اب اس دلیل ہفتم کے دوشقوں کاجواب ذکرکیاجاتاہے ۔کہ اصل اشیاء میں جوازہے یاتوقف۔اورعدم نقل سے استدلال کرنامذہب اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی علماء کرام کاکام ہے یاغیرکاکام ہے کماقال مفتی محمدفریدصاحب فی المقالات : ۲۱)

اب دیکھتے ہیں کہ کیااصل اشیاء میں جوازہے یاتوقف؟کیایہ قاعدہ اتفاقی ہے یایہ حقیقت میں کسی گروہ کامسلک ہے ! حدیث شریف سے اس مسئلہ پرکیاروشنی پڑتی ہے ۔سب سے پہلے اس بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمالیجیے !

(شق نمبر(۱) اصل اشیاء میں جوازہے یاتوقف؟)

(۱)عن ابن عباسٍ قال : قال رسول اللہ ﷺ : الامر ثلاثۃ امر بین رشدہ فاتبعہ ، و امر بین غیہ فاجتنبہ ، وامر اختلف فیہ فکلْہ الی اللہ عزوجل ۔ (مشکوٰۃ : ۱ / ۳۱) معجم کبیرطبرانی : رقم ۱۰۷۷۴) (مرقات شرح مشکوٰۃ : ۱ / ۴۲۹)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺنے فرمایاکہ کام تین قسم کے ہیں ۔ایک وہ کہ اس کاہدایت ہونا واضح ہوسواسکی اتباع کرواوردوسراوہ کام ہے کہ اسکی گمراہی ہوناظاہرہوسواس سے اجتناب کرواورتیسراوہ جس میں اشتباہ واقع ہواس کامعاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردو۔(مشکوٰۃ : ۱/ ۳۱)

تشریح سے پہلے یہ بات زیادہ مناسب ہے کہ معلوم ہوجائے ۔کہ روایت ضعیف تونہیں ۔چنانچہ ابوبکرالہیثمیؒ لکھتے ہیں

رجالہ موثقون ۔ (مجمع الزوائد : ۱/ ۲۶۲)

اس روایت کے راوی ثقہ ہیں : (مجمع الزوائد : ۱/ ۲۶۲)

مشکوٰۃ شریف کی اس مضبوط روایت کے آخری جملے سے صاف ظاہراورثابت ہوتاہے کہ جس چیزکے بارے میں کرنے یانہ کرنے کاحکم نہ ہوتوایسے کام کواللہ تعالیٰ کے سپردکرو۔نہ یہ کہ اس کوجائزسمجھ کرعمل میں لاو۔مُلافضل گل کی عبارت توآپ ملاحظہ کرچکے ہیں اب ہمارے بزرگوں کی تشریحات بھی مطالعہ فرمالیں

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (فَکِلْہُ اِلی اللہ)کی تشریح میں فرماتے ہیں

پس بسپاراورابخداوتوقف کن درآن : (اشعۃ اللمعات : ۱/ ۱۵۷)

پس اس کوتم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو۔اوراس میں توقف کرو۔ (اشعۃ اللمعات : ۱/ ۱۵۷)

(۲)علامہ طیبی الحنفیؒ لکھتے ہیں

ومالم یثبت حکمه بالشرع فلاتقل فیه شیئًا وفوض امره الی الله ۔ (طیبی : ۲۳۰/۱)
کہ جس چیزکاحکم شریعت سے ثابت نہ ہوپس تم اس میں کچھ نہ کہو۔اوراس کواللہ تعالی کے سپردکرو۔ (طیبی : ۲۳۰/۱)

مذکورہ مستندحوالوں سے ہرعقلمندسمجھ سکتاہے کہ جس چیزکاشرع میں حکم نہ ہواورممانعت بھی نہ ہو۔تواس کوچھوڑناچاہیئے ۔ یہ نہیں کہ اس سے منع بھی تونہیں اوربات دونوں اطراف سے یوں برابرہوگئی کہ اگرثابت نہیں تومنع بھی تونہیں ۔لہذاحالات کودیکھ کرفیصلہ کیاجائے گا ۔جیساکہ مجتہدکرم مولوی فضل گل نے لکھاہے

(۳) ملاعلی القاری ؒاس حدیث کی شرح کرتے ہوئے طیبی سے نقل کرتے ہیں کہ اس روایت کی تشریح ثعلبہ الخشنی کی روایت ہے

ان الله فرض فرائض فلاتضیعوھاوحرم حرمات فلاتنتھکوھا ، وحدحدودا فلاتعتدوھا ، وسکت عن اشیاء من غیرنسیان فلاتبحثواعنھا.

(دارقطنی : ۱۸۴/۴،مشکوٰۃ : ۳۲/۱)

اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض متعین فرمائے ہیں ۔سوان کومت ضائع کرو۔اورکچھ چیزوں کوحرام کردیاہے ۔سوان کی پردہ دری مت کرو۔اورکچھ حدودمقررکئے ہیں سوان سے تجاوزنہ کرو ۔اورکچھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے بغیربولے خاموشی اختیارکی ہے سوان سے بحث نہ کرو۔

(دارقطنی : ۱۸۴/۴۔مشکوٰۃ : ۳۲/۱)

امام نوویؒ نے اس حدیث کوحسن کہاہے ۔(مرقات : ۴۴۴/۱)علامہ طیبیؒ نے اسی روایت کوپہلی روایت کی تشریح قراردیاہے ۔یہ دونوں روایتیں صاف بتارہی ہیں کہ اصل اشیاء میں جوازنہیں بلکہ توقف ہے کہ جس چیزمیں نہ امرہواورنہ منع ہوبس اس کوہاتھ نہ لگاو۔اب دیکھتے ہیں ۔کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ اورامام اعظم ابوحنیفہؒ کاکیامسلک تھا؟

(۱)الجنۃ میں لکھاہے

قال اصحابنا : الاصل فیھا التوقف الخ ھذا اصح شیئی عندی فی ھذالباب لان التوقف اصلی التقویٰ فی الامر المسکوت عنه وھو مذھب ابی بکر وعمر وعثمان واشباھھم من الصحابة والصحیح ان الاصل فی الافعال التحریم وھو مذھب علی وائمة اھل البیت ومذھب الکوفیین منھم ابوحنیفةؒ(الجنة : ۱۶۵)

ہمارے اصحاب(حنفیہ) فرماتے ہیں ۔کہ اصل اشیاء میں توقف ہے ۔اوراس باب میں میرے نزدیک یہی صحیح ترین قول ہے ۔کیونکہ جس چیزکے بارے میں شریعت کی طرف سے سکوت ہو۔اس میں توقف ہی اصل تقویٰ ہے اورابوبکرؓ اورعمرؓ وعثمانؓ اوردیگرجلیل القدرصحابہ کرام ؓ کایہی مسلک ہے ۔اورصحیح بات یہ ہے کہ اصل

افعال میں حرمت ہے ۔اوریہی حضرت علی ؓ اورائمہ اہل بیتؓ اوراہل کوفہؒ کامسلک ہے اوریہی امام ابوحنیفہؒ کامذہب ہے ۔ (الجنۃ : ۱۶۵)

اس عبارت نے بھی توقف کوتین خلفائے راشدین ؓاوردیگرصحابہ کرامؓ کامسلک قراردیااورامام اعظم ابوحنیفہ کامسلک توایسی چیزوں میں حرمت ہے ۔کہ جس چیزکاحکم بھی نہ ہواورشریعت نے منع بھی نہ کیاہو۔تووہ امام اعظم کے نزدیک بالکل حرام ہے ۔اورواقعی یہ توواضح ہے ۔کہ مباح ہوناتوشریعت پرموقوف ہے

(۲) محقق ملامحب اللہ صاحب بہاری ؒنے لکھاہے۔

الاباحة حكم شرعي لانه خطاب الشرع متخيرًا ۔

(مسلم الثبوت : ۴۵)

مباح حکم شرعی ہے کیونکہ اباحت شرع کاخطاب ہے جس میں کرنے اورنہ کرنے کااختیاردیاگیاہے۔مسلم الثبوت)

(۳) فقہ حنفی کی مشہورزمانہ کتاب درمختارمیں بھی یہی لکھاہے

على ماهو المنصور ان الاصل فی الاشیاء التوقف ۔

(الدرالمختار : ۱/۱۰۵)

منصور(صحیح ترین)مسلک یہ کہ اصل اشیاء میں توقف ہے ۔

(درمختار : ۱/۱۰۵)

(۴)درمختارکے حاشیہ طوالع الانوارمیں ہے ۔

على ماهو المنصور المؤيد بالادلة القوية من ان الاصل فی الاشیاء التوقف فلایعرف اباحة المباح الابقوله وفعله ﷺ

(حاشية طوالع الانوار على الدر : ۱ / ۲۰)

یعنی جس مسلک کی تائیدقوی دلائل سے ہوتی ہے ۔وہ یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے ۔پس مباح کی اباحت بھی جناب نبی اکرمﷺ کے قول اورفعل کے بغیرمعلوم نہیں ہوسکتی :

(حاشیۃ طوالع الانوارعلی الدرالمختار : ۱/۲۰)

ان تمام معتبرعبارات سے ثابت ہواکہ جس چیزکے بارے میں شریعت مطہرہ میں نہ کرنے کوکہاگیاہواورنہ نہی کایعنی نہ منع آیاہو۔توایسی چیزکے بارے میں حدیث اورفقہ کی معتبرکتابوں کافتویٰ یہ ہے ۔کہ ا یسی چیزوں سے بچاجائے نہ کہ ان کوجائزسمجھاجائے۔اورجوحضرات ایسی چیزوں کے بارے میں جوازکافتویٰ دیتے ہیں ۔تووہ بریلوی ہونے کے ساتھ ساتھ معتزلی بھی ہیں ۔

(۵)چنانچہ درمختارمیں ہے ۔

الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحة رأى المعتزلة ۔

(الدرالمختار : ۱/۳۴۵)

باب ششم

کہ اہل سنت والجماعت کاصحیح مسلک یہ ہے ۔کہ اصل اشیاء مین توقف ہے۔اوراباحت (جواز)کاقول معتزلہ کاخیال اوررائے ہے ۔
(درمختار : ۱/۳۴۵)
اورجھاں کہیں اس میں اختلاف کاذکرہے ۔کہ اصل اباحت ہے یاتوقف۔توبدعتیوں کویہ بھی کان کھول کرسمجھناچاہئے کہ یہ اختلاف امورعادیہ میں ہے نہ کہ امورتعبدیہ میں یعنی عبادات میں یہ اختلاف نہیں۔کہ بھائی اس سے منع نہیں آیاہے ۔پس اس کابدعت ہوناکہاں سے معلوم ہوانہیں ہرگزنہیں بلکہ عبادات کے باب میں تمام امت کااتفاق ہے کہ جب شریعت کاامرنہ ہو۔اگرچہ منع بھی نہ ہو۔تووہ عبادت بدعت ہوکرحرام ہوگی۔ملاحظہ ہو
(۶)علامہ شاطبیؒ کیافرماتے ہیں !
ولایصح ان یقال فیمافیه تعبدانه مختلف فیه علی قولین هل هو علی المنع ام هو علی الاباحة بل هو امر زائد علی المنع لان التعبدیات انما وضع الشارع فلایقال فی صلوٰةٍ سادسة مثلاً انها علی الاباحة فللمکلف وضعها علی احد القولین لیتعبد بها الله لانه باطل باطلاقٍ .
(الاعتصام : ۱/۳۰۱)
کہ امورتعبدیہ کے متعلق یہ کہناصحیح نہیں کہ انکے بارے میں بھی اختلاف ہے ۔کہ آیایہ اصل میں منع ہے یاجائز(الغرض اس میں اختلاف نہیں)کیونکہ امورتعبدیہ کوشارع ہی نے مقررکیاہے ۔فرض کیجئے !کہ اگرکوئی شخص چھٹی نمازایجادکرے تواس کے متعلق یہ نہیں کہاجاسکتاکہ اصل میں جائزہونے کی وجہ سے ایجادجائزاورثواب ہے۔اورمکلف کواس کی ایجادکاحق ہے (ہرگزنہیں) بلکہ ایساکرنا مطلقًاباطل ہے۔(اعتصام : ۱/۳۰۱)
(۷)علامہ ابن رجب ؒنے کیاہی خوب فرمایاہے۔
فمن تقرب الی الله بعمل لم یجعله الله ورسولُه قربةً الی الله فعمله باطل مردود علیه .
(جامع العلوم والحکم : ۵۲)
پس جس نے کسی ایسے عمل کے ساتھ اللہ کاتقرب حاصل کرناچاہا۔جس عمل کواللہ تعالی اوررسولؐ نے ثواب والانہ بتایاہوتواس کاوہ عمل باطل اورمردودہے ۔
(جامع العلوم والحکم : ۵۲)
ان عبارات سے واضح ہے کہ عبادات میں جب تک اللہ اوررسولؐ کی طرف سے واضح اورصاف امراورحکم نہ ہوتواس کاکرناجائزنہیں بلکہ باطل اورمردودہے ۔جیساکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
من عمل عملاًلیس علیه امرنافهورد
(بخاری : ۲/۱۰۹۲،مسلم : ۲/۷۷)(مسند احمد : ۶/۲۵۶،۱۸۰،۱۴۶) (ریاض الصالحین : ۱۱۸)

باب ششم

جس کسی نے ایساعمل کیاجس پرہماراکوئی امر(حکم)نہ ہوتواس کاوہ عمل مردودہے ۔
(بخاری : ۲/۱۰۹۲،مسلم : ۲/۷۷)
(مسنداحمد : ۶/۱۸۰،۱۴۶، ۲۵۶) (ریاض الصالحین : ۱۱۸)

اس موضوع پرپوری تحقیق بڑی کتابوں میں موجودہے ہم نے زیادہ ترمنہاج الواضح سے استفادہ کیاہے ۔اوریہ بھی یادرہے کہ یہ جواختلاف ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ اختلاف زمانہ فترت الوحی کاہے شریعت کے آنے کے بعدجیساکہ راجح قول سے معلوم ہوااصل اشیاء میں توقف ہے جس عمل پرجب تک امرنہ ہواگرچہ منع نہ ہواس کاکرناجائزنہ ہوگا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ۔فواتح الرحموت : ۱/۵۰،۴۹)

(شق نمبر(۲)عدم نقل سے استدلال کرنادرست اورصحیح ہے)

اب دوسری بات کہ عدم نقل سے استدلال کرناکیساہے ؟ کیایہ استدلال محدثین عظام اورفقہائے امت کاہے اورفقہائے احناف کاہے یابزعم بعض معاندین غیرمقلدین سلفیوں کاہے ؟یہ ایک ایسامقام ہے جہاں اچھے خاصے صاحب علم اورشہرت یافتہ حضرات بھی پھسل گئے ہیں یاعنادسے کام لیاہے یاواقعی پکے بریلویوں کے ساتھی ہیں ۔

بازارچہ گاہی گاہی برسرنہدکلاہی مرغانِ قاف دانندآئین بادشاہی

قارئین کرام !

جس چیزمیں پیغمبرﷺ سے کچھ روایت نہ ہویعنی تین زمانوں میں (جوکہ صحابہ کرامؓ تابعینؒاورتبع تابعینؒ کازمانہ ہے)جوکام نہ ہواہوباوجوداس کے داعی کے اوران زمانوں میں اس کام سے کوئی مانع بھی نہ ہوتب بھی ان پاک ہستیوں نے وہ کام نہ کیاہوبس ایسی چیزکے ناجائزاورکم ازکم مکروہ ہونے میں صرف ان لوگوں کوتوشبہ ہوسکتاہے جوکہ پیٹ کے پجاری ہو،اوریادماغی توازن خراب ہو

(۸)مشہورمفسرومحدث علامہ ابن کثیرؒنے اس بات کویوں تعبیرفرمایاہے

واما اهل السنة والجماعة فيقولون فى كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة ؓ فهو بدعة لانه لوكان خيرًا لسبقونا اليه لانهم لم يتركوا خصلة من خصالِ الخير الاوقد بادروا اليها .
(تفسيرابن كثير : ۴ / ۱۵۶)

اوراہل سنت والجماعت پس وہ کہتے ہیں
کہ ہروہ کام اورقول جوکہ صحابہؓ سے ثابت نہ ہو۔وہ بدعت ہے ۔اس لئے کہ اگروہ کام اچھاہوتاتووہ ہم سے پہلے کرلیتے کیونکہ انہوں نے اچھے خصلتوں (کاموں)میں ایک بھی نہیں چھوڑا۔مگرانہوں نے اس کی طرف جلدی کی ۔ (تفسیرابن کثیر

باب ششم

: (۱۵۶/۴)

مطلب بالکل واضح اوربے غبارہے ۔کہ اہل سنت والجماعت ہراس قول اورفعل کوبدعت کہتے ہیں جوصحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو۔مگرممکن ہے کہ کوئی کہے کہ ابن کثیرؒحنفی نہیں ۔لہذاہم ایک حنفی عالم کاحوالہ بھی لکھ دیتے ہیں جوکہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے ۔

۹)علامہ قاضی ابراہیم الحنفیؒ نے فرمایاہے ۔

قالوا کما ان فعل مافعله ﷺ کان سنة کذالك ترك ماترکه ﷺ مع وجود المقتضی وعدم المانع منه کان سنة ایضاً فانه ﷺ لما امر بالاذان فی الجمعة دون العیدین کان ترك الاذان فیها سنة ولیس لاحدان یزیده ویقول هذا زیادة العمل الصالح لایضر زیادته اذ یقال له هکذا تغیرت ادیان الرسل وتبدلت شرائعهم فان الزیادة فی الدین لوجازت لجازت ان یصلی الفجرار بع رکعات والظهر ست رکعات ویقال هذازیادة عمل صالح لایضرزیادته لکن لیس لاحدان یقول ذالك لان مایبدیه للمبتدع من المصلحة والفضیلة ان کان ثابتاًفی عصره ﷺومع هذالم یفعله ﷺفیکون ترك مثل هذالفعل سنة مقدم علی کل عموم وقیاس : (مجالس الابرار : ۱۲۸)

(تمام امت کے علماء)کہتے ہیں کہ جس طرح عمل کرنااس فعل پرجس کوآپﷺ نے کیاہے سنت ہے ۔اسی طرح اس کام چھوڑدینابھی سنت ہے ۔جس کوآپﷺ نے باوجودضرورت ہونے اورمانع نہ ہونے کے نہیں کیا۔کیونکہ آپ نے جب جمعہ کی اذان کاحکم دیااورعیدین میں حکم نہیں دیاتوان میں آذان نہ کہناہی سنت ہے ۔اورکسی کویہ حق نہیں ہے ۔کہ اس پرزیادتی کرے ۔اوریہ کہے ۔کہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے ۔اورایسی زیادتی مضرنہیں اس لئے اس سے یہ کہاجائے گاکہ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے دین متغیرہوگئے ۔اوران کی شریعتیں بدل گئیں ۔اس لئے کہ زیادتی دین میں اگرجائزہوتی ۔تویہ بھی جائزہوتا۔کہ صبح کی نمازچاررکعت پڑھے ۔اورظہرکی چھ رکعت پڑھے۔اورکہاجاتاکہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے۔اس میں کچھ حرج نہیں لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔اس واسطے کہ بدعتی کوجومصلحت اورفضیلت نظر آتی ہے ۔اگروہ آپﷺ کے زمانے میں ثابت تھی ۔اورباوجوداس کے آپﷺ نے اس کونہیں کیا۔تواس کام کاچھوڑدیناہی ایسا سنت ہے ۔جوہرعموم اورقیاس سے مقدم ہے ۔

(مجالس الابرار : ۱۲۸)

اسی مضمون کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ فرمایاہے :

وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ .

(الحشر : ۷)

اورتمہیں جوکچھ رسول دے لے لو،اورجس سے روکے رک جاو اوراللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہاکرو،یقیناًاللہ تعالیٰ سخت عذاب والاہے (سورئہ حشر : ۷)

باب ششم

باقی تفصیل باب نمبرایک میں اسی آیت کے تحت گزرچکی ہے ۔وہاں ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱۰)علامہ شوکانیؒ نے فرمایا

ای ماأتاکم قولاً کان او فعلاً او ترکاً ۔ (تفسیرفتح القدیر : ۵ / ۱۹۸)

یعنی جودے تمہیں قول میں سے فعل میں سے اورترک میں سے (یعنی جس کام کوچھوڑاہو اس کوتم بھی چھوڑو)

(تفسیرفتح القدیر : ۴/۱۹۸)

احادیث تواس موضوع پربے شمارہیں۔میں چنداحادیث ان مریضوں کے شفاکے لئے پیش کرتاہوں : لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے

من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو رد :

(بخاری : ۲/۱۰۹۲، مسلم : ۲/۷۷،ریاض الصالحین : ۱۱۸ رقم ۱۶۹،مسنداحمد : ۶/۲۵۶،۱۸۰،۱۴۶)

جس نے کوئی ایساعمل کیاجس پرہمارا امر(حکم)نہ ہوتووہ (عمل)مردودہے (یعنی ہم سے نقل روایت موجودنہ ہوتومردودہے) (بخاری : ۲/۱۰۹۲)

(مسلم : ۲/۷۷،ریاض الصالحین : ۱۱۸،رقم : ۱۶۹،مسنداحمد : ۶/۲۵۶،۱۸۰،۱۴۶)

علامہ نوویؒ شرح مسلم میں اورعلامہ ابن رجب نے جامع العلوم والحکم : ۵۲پرفرمایاہے کہ أمرناسے مراددین اورشریعت ہے ۔(نہ یہ بعض جہال گھڑی اورگاڑی اورشلواروغیرہ دنیاوی چیزوں کواٹھاکراعتراض کرتے ہیں ۔اورکہتے ہیں کہ بدعت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

بخاری اورمسلم میں ابن عمرؓسے روایت ہے

لم أرالنبی ﷺ یستلم من البیت الا الرکنین الیمانیین : متفق علیه : (مشکوٰۃ : ۱ / ۲۲۷)

کہ میں نے آپﷺ کودورکن یمانی کے علاوہ بیت اللہ کواستلام کرتے ہوئے بالکل نہیں دیکھا۔متفق علیہ : (مشکوٰۃ : ۱/۲۲۷)

اس روایت میں ابن عمرؓنے پیغمبرﷺ کے عدم فعل سے استدلال کیاجس سے صحابہ کرامؓ کامسلک واضح ہوتاہے کہ یہ حضرات بھی سنت کایہی مفہوم سمجھتے تھے ۔حضرت سعیدبن المسیبؒ جوبہت بڑے محدث اورفقیہ اورتابعی ہیں ۔وہ بھی عدم نقل سے استدلال کرتے ہیں

عن عبدالرزاق عن الثوری عن ابی رباح عن ابن المسیب انه رأی رجلاً یکرر الرکوع بعد طلوع الفجر فنهاه فقال یا ابا محمداً یعذبنی الله علی الصلوة قال لاولکن یعذبك علی خلاف

باب ششم

السنة ـ

(مصنف عبدالرزاق : ۳ / ۵۲) (رقم : ۴۷۵۵)

حضرت سعیدبن المسیبؒ نے ایک شخص کودیکھاجوطلوع فجرکے بعدرکوع مکررکرر رہاتھاتوان کومنع کیااس پرانہوں نے کہاکہ اے ابومحمدکیااللہ تعالیٰ مجھے نمازپڑھنے پرعذاب دیں گے ؟ آپؒ نے فرمایاکہ نہیں بلکہ تمہیں خلاف سنت عمل کی وجہ سے عذاب دیں گے۔

(مصنف عبدالرزاق : ۳/۵۲،رقم : ۴۷۵۵)

ان کے علاوہ بھی ایسی احادیث سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں ۔بشرط کہ کوئی احادیث کاماننے والاہو۔بعض حضرات تواحادیث مبارکہ سے محروم ہونے کی وجہ سے فوراًیہ کہتے ہیں کہ ہم مقلدہیں ، ہم حدیث نہیں جانتے بس جوکچھ فقہ حنفیہ میں موجودہیں وہ ہمارے لئے کافی ہے ۔اور اپنے آپ کوامام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلدسمجھتے ہیں ۔حالانکہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کراس دورمیں کون محدث تھے؟ وہ تو جیساکہ فقہ اورفقہاء کرام کے امام تھے ۔اسی طرح احادیث اورمحدثین کے بھی توامام تھے!

یہ تمام حضرات امام صاحبؒ کے خوشہ چین تھے اورپھریہ سب حضرات قرآن وحدیث کے بہت سخت پابندبھی تھے ۔مگر سب حضرات یہ کہاکرتے تھے ۔ اذاصح الحدیث فھومذھبی ۔یعنی اگرکوئی صحیح حدیث مل جائے تووہی ہمارامذہب ہے۔ حدیث کامقابلہ نہیں کرتے تھے کوئی حدیث صحیح پیش کرتاتوفوراًسرِتسلیم خم کردیتے تھے۔

رہامولوی فضل گل صاحب کہ اس نے توضیح المسائل : ۹میں جوسنت کے بعددعاء کے متعلق ایک پیروگراف لکھاہے ۔اس بندہ سے تومجھے بُغضِ حدیث کی بوآتی ہے ۔

(فھداھم اللہ وجمیع رفقائہ المبتدعین)

احادیث ماننے والوں کے لئے چندحوالے لکھ چکاہوں ۔

(چندحوالے مزیدعلمائے کرام کے لئے ۔جن میں عدم نقل سے استدلال کیاگیاہے ۔)

(۱)ترمذی ،ابوداوٗد ـــ المشکوٰۃ؛۱/۲۲۷۔عن المہاجرالمکی..........الخ

(۲بخاری : ۲/۷۴۵،وایضاًمشکوٰۃ : ۱/۱۹۳...................عن زیدبن ثابتؓ۔الخ

(۳)بخاری : ۲/۱۰۸۰ .... ۔۔عن ابی وائل الخ

(۴)بخاری : ۱/۲۵......................................عن ابی عبداللہ الخ

(۵)مسلم شریف ،مشکوٰۃ : ۱/۱۲۵........................عن جابرؓالخ

(۶)بخاری،مسلم عن ابن عباسؓ۔الخ۔مشکوٰۃ : ۱/۱۲۵،ایضاًمصنف عبدالرزاق :

باب ششم

۳/۲۷۵)
(۷)مصنف عبدالرزاق : ۳/۲۷۳)..........................عن ابی اسحاق....الخ
(۸)بخاری : ۱/۵۷،۲۴۱۔عن عمربن دینار۔الخ ۔ایضاًمسلم : ۱/۴۰۵،ایضاًاحمد : ۲/۱۵)
(۹)مسلم،....................عن عمارة بن رویبۃ ....الخ.... مشکوٰۃ : ۱/۱۲۴)
(۱۰)مسلم : ۱/۲۴۳)..........................عن عبدالرحمن بن یزید....الخ
(۱۱)بخاری : ۱/۱۴۸)......عن عمربن ربیعہ.......الخ.......ایضاًاحمد : ۳/۴۴۶)
کتب حدیث میں بے شمارروایات ملتی ہیں ۔ان سب کواس مختصرکتاب میں ذکرکرناممکن نہیں ۔علاوہ ازیں اکابرین امت نے بھی ترک میں متابعت کوسنت اورضروری قراردیاہے ۔
(۱)چنانچہ امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں ۔
وترکہ ﷺسنة فی حقنایعنی ان ماترکه یسن لناترکه۔ (قسطلانی : ۷/۳۳۵)
آپ ﷺکاکسی کام کوچھوڑناہمارے حق میں سنت ہے یعنی اس کاچھوڑناہمارے لئے سنت ہے ۔(قسطلانی : ۷/۳۳۵)
اس عبارت نے وضاحت کردی کہ جوکام نبی اکرمﷺ نے چھوڑاہواس کاچھوڑناہی ہمارے لئے سنت ہے
(۲)علامہ ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں
والمتابعة کماتکون فی الفعل تکون فی الترك ایضاً فمن واظب علی فعل لم یفعله الشارع فهو مبتدع ۔
(مرقات : ۱ / ۴۱)
آپ ﷺکی پیروی جس طرح کسی کام کے کرنے میں (واجب)ہے ۔اسی طرح کسی کام کے چھوڑنے میں بھی پیروی (واجب)ہے۔پس جس نے کسی ایسے فعل پرہمیشگی کی ۔جوآپﷺ نے نہیں کیاہو۔تووہ (عمل کرنے والا)بدعتی ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ : ۱/۴۱)
(۳)شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا
واتباع ہمچنان کہ درفعل واجب است درترک نیزبایدپس آنکہ مواظبت نمایدبرفعل آنچہ شارع نہ کردہ باشدمبتدع بود
(اشعۃ اللمعات : ۱/۳۶)
اتباع جس طرح فعل میں واجب ہے ۔ترک میں بھی ہے پس جوشخص ایسے فعل پرمداومت کرتاہے ۔جس کوشارعؑ نے نہیں کیاہوتووہ بدعتی ہے ۔
(اشعۃ اللمعات : ۱/۴۱)

باب ششم

مولوی فضل گل صاحب توضیح المسائل : صفحہ ،۹پرلکھتے ہیں کہ جوفقہ نہیں مانتااس کوغیرمقلدکہتے ہیں اب مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس قاعدہ پرفقہ کی کتابوں سے روشنی ڈالی جائے ۔تاکہ یہ بات بھی عوام سے مخفی نہ رہے کہ جس طرح یہ لوگ قرآن حدیث کونہیں مانتے اسی طرح فقہ کوبھی نہیں مانتے ہیں ،ورنہ وہ کیسے لکھ سکتے تھے کہ غلے کاقبرستان لے جانے کے لئے منع کاثبوت نہیں ہے یعنی اس سے منع نہیں آیا۔توضیح المسائل ،۲۷پرموصوف کااس عبارت سے صاف معلوم ہوتاہے ۔کہ وہ عدم نقل کودلیل تسلیم نہیں کرتاہے ۔بلکہ اس کے نزدیک کسی چیزکی نفی کے لئے منع ہوناضروری ہے ۔اب دیکھتے ہیں کہ فقہائے امت ؒعدم نقل کوحجت اوردلیل بناتے ہیں یانہیں ؟ تومعلوم ہوگا کہ موصوف کاامت کے فقہاء سے بھی کوئی تعلق نہیں

(۴) علامہ امام برہان الدین المرغینانیؒ فقہ حنفی کی بنیادی کتاب (ہدایہ)میں لکھتے ہیں

ولایزید علی اربع رکعات بالنهار بنیة واحدة ۔ودلیل الکراهة ۔ انه علیه السلام لم یزد علی ذالك ولولا الکراهة لزاد تعلیماً للجواز ۔ (الهدایة : ۱ / ۱۴۷)

کہ دن میں ایک نیت کے ساتھ چارنفل کی رکعتوں پرزیادتی نہیں کی جائیگی ------- اوراس کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپﷺ نے اس سے زیادہ نہیں کی ہے ۔اگریہ مکروہ نہ ہوتاتوآپ ﷺجوازبتانے کے لئے کبھی ایسا ضرورکرلیتے ۔ (ہدایہ : ۱/۱۴۷)

(۵)علامہ موصوف اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں

ویکره ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجرلانه علیه السلام لم یزد علیها مع حرصه علی الصلوٰة : (الهدایة : ۱ / ۸۶)

صبح طلوع ہونے کے بعددورکعت صبح سے زیادہ نفل پڑھنااس لئےمکروہ ہے کہ نبی اکرمﷺ نمازکے حریص ہونے کے باوجودان دورکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتےتھے ۔ (ہدایۃ : ۱/۸۶)

(۶)علامہ موصوف ایک تیسرے مقام پرلکھتے ہیں

ولایتنفل فی المصلیٰ قبل العید لان النبی لم یفعل ذالك مع حرصه علیٰ الصلوٰة :

(الہدایۃ : ۱/۱۷۳)

عیدگاہ میں عیدسے پہلے نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لئے کہ آپ ﷺنے نمازپرحرص کے باوجودنفل نمازنہیں پڑھی ہے ۔ (ہدایۃ : ۱/۱۷۳)

(۷)ابوحنیفہ ثانی ؒابن نیم المصری الحنفیؒ لکھتے ہیں

(وکره الزیادة)والصحیح انه یکره لانه لم یروَ عن النبی ﷺ ۔ (البحرالرائق : ۲ / ۵۳)

(دن کے نوافل میں چاررکعت سے زیادہ کی نیت مکروہ ہے)کے تحت لکھتے ہیں

کہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺسے مروی نہیں ہے
(بحرالرائق : ۲/۵۳)

(۸)ایک دوسری جگہ میں رقمطرازہیں

ودلیل الکراھة مافی الکتب الستة عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ خرج فصلی بھم العید لم یصل قبلھا ولابعدھا :

(البحرالرائق : ۲/۱۶۰)

مکروہ ہونے کی دلیل وہ ہے جوکہ صحاح ستہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیاہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ نکلے (عیدگاہ کو)اورعیدکی نمازپڑھائی ۔اورنہ پہلے نفل نمازپڑھی نہ بعدمیں پڑھی ۔

(بحرالرائق : ۲/۱۶۰)

(۹)علامہ موصوف تیسری جگہ لکھتے ہیں

ولم یذکرالقراءۃ لانھا لم تثبت عن رسول اللہ ﷺ وقید بالخروج ثلاثة ایام لانہ لم ینقل اکثر منھا.

(البحرالرائق : ۲ / ۱۸۳)

قراء ت کواس لئے ذکرنہیں کیاکہ رسول ﷺ سے ثابت نہیں ۔

(بحرالرائق : ۲/۱۸۳)

(۱۰)علامہ موصوف چوتھی جگہ فرماتے ہیں تین دن کے ساتھ مقیدکیاکیونکہ اس سے زیادہ منقول نہیں ۔

(البحرالرائق : ۲/۱۶۹)

(۱۱)مذہب امام ابوحنیفہؒ کی مشہورزمانہ کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے

قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروھة لانھابدعة لم تنقل عن الصحابةؓ ولاعن التابعینؒ کذا فی المحیط. (الفتاوی الھندیة : ۵ / ۳۱۷)

سورہ کافرونِ اٰخرتک جمع سے پڑھنامکروہ ہے ۔اس لئے کہ یہ بدعت ہے ۔صحابہ کرامؓ اورتابعینؒسے منقول نہیں ۔محیط میں بھی اسی طرح ہے

(فتاوی عالمگیری : ۵/۳۱۷)

(۱۲)فقہ حنفی کی ایک اورکتاب جس کی مستندہونے میں احناف کوکوئی شبہ نہیں اس میں لکھاہے ۔

(وفیھا)ماقبل صلوٰۃ العید یکرہ التطوع فیه لان النبی ﷺ لم یتطوع قبل العیدین مع شدۃ حرصه علی الصلوٰۃ ۔ (بدائع الصنائع : ۱ / ۲۹۷)

کہ عیدکی نمازسے پہلے نفل پڑھنامکروہ ہے کیونکہ نبی کریمﷺ نے عیدین سے پہلے نوافل نہیں پڑھی حالانکہ آپ نمازپرحریص تھے۔

(بدائع والصنائع : ۱/۲۹۷)

باب ششم

(۱۳)ایک اورجگہ میں ہے ۔
وکذالم ینقل عن النبیﷺ فی الروایات المشهورة انه صلی فی الاستسقاء۔ (بدائع والصنائع : ۱/۲۸۲)
کہ نبی اکرمﷺسے مشہورروایتوں میں یہ منقول نہیں کہ استسقاء میں آپ ﷺنے نمازپڑھی ہو۔
(بدائع والصنائع : ۱/۲۸۲)
(۱۴)آخرمیں فقہ امام اعظم کی مشہوراورمتفق علیہ کتاب میں علامہ ابن عابدین الشامیؒ فرماتے ہیں
قلت لکن ذکر العلامة نوح افندی ان وجه الاستدلال ما ذکروه فی کراهة التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتین من انه ﷺ کان حریصاً علی الصلوٰة فعدم فعله یدل علی الکراهة اذ لولاها لفعله مرة بیاناً للجواز : ردالمحتار : طبع بیروت : ۱ / ۵۵۸ طبع ایم ایچ سعید : ۲ / ۱۷۱)
کہ میں کہتاہوں کہ علامہ نوح آفندی طلوع فجرکے بعددورکعت سے زیادہ نفل پڑھنے کی کراہیت کے لئے استدلال کرتے ہیں،کہ نبی کریم ﷺ نمازپرحریص تھے اس کے باوجودآپؐ نے دورکعت سے زیادہ طلوع فجرکے بعدنفل نہ پڑھنامکروہ ہونے کی دلیل ہے اگرمکروہ نہ ہوتا توجوازکے لئے ایک مرتبہ نفل ضرورپڑھ لیتے (ردالمحتار : طبع بیروت : ۱/۵۵۸، طبع ایم ایچ سعید۲/۱۷۱)
(بریلوی اوربدعتیوں کی طرف سے ایک مغالطہ اوراس کاجواب)
بریلوی اوربدعتی حضرات کوجب کوئی دیوبندی عدم نقل کاکوئی حوالہ دیتے ہیں کہ دیکھوکتنی کتابوں میں عدم نقل سے استدلال کیاگیاہے تووہ کہتے ہیں ۔کہ جی! وہاں عدمِ نقل سے استدلال نہیں کیاگیابلکہ وہاں نقلِ عدم سے استدلال کیاگیاہے ۔
جواب ا ولاًتواس جواب کی چنداں ضرورت نہیں ہے ۔اس لئے کہ گزشتہ عبارات پڑھنے کے بعدعقل والے یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقت کیاہے ! معترض کوخودبھی اعتراف ہے ۔ علامہ ؒ نے کیاخوب کہاہے کہ
حق بات جانتے ہیں مگرمانتے نہیں ضدہے جناب شیخ تقدس مآب میں ؛
ثانیاًجس چیزاورعمل خصوصاًعبادت پرروایت موجودنہ ہونقل موجودنہ ہوتووہ عمل بقول اصدق القائلین مردودہے ۔ مولاناظفرعلی خان ؒ نے کیاہی خوب فرمایا
بریلوی کے فتوئوں کاسستاہے بھائو کہ بِکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین
خدانے یہ کہہ کرانہیں ڈھیل دی وَ اُمْلِیْ لَھُمْ ؕ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ
چنانچہ ارشادنبوی ہے :
عن عائشةؓ من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو فهو رد :
(بخاری : ۲ / ۱۰۹۲) (مسلم : ۲ / ۷۷) (ریاض الصالحین : ۱۱۸) (مسنداحمد : ۶ / ۱۴۶)

باب ششم

عائشۃصدیقہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺنے فرمایاکہ جس نے کوئی ایساعمل کیاجس پرہماراامر(حکم)نہ ہوتووہ عمل مردودہے۔
(بخاری : ۲/۱۰۹۲،مسلم : ۲/۷۷)
(ریاض الصالحین : ۱۱۸،مسنداحمد : ۶/۱۴۶)
ایک عقل رکھنے والااس روایت کے بعدیہ اعتراض نہیں کرسکتاکہ فلاں جگہ نقل عدم ہے اورفلاں جگہ نہیں۔ اس لئے کہ عمل اورعبادت پرصریح حکم اورروایت شارع کی طرف سے نہ ہوتواس عمل کے مردودہونے میں شک کرناانکارِحدیث کے مترادف ہے ۔اورتفصیلاًگزرچکاہے کہ امرناسے مراددین اورشریعت ہے ۔
ثالثاً جبکہ کسی عمل پرامرنہیں اوربقول مبتدعین منع بھی نہ ہوتوپھربنابرتحقیق گزشتہ وہ چیزاپنے اصل پرہونے کی وجہ سے موقوف یابنابرقولِ امام اعظم ؒحرام ہے ۔(الجنۃ : ۱۶۵)
رابعاًگزشتہ صفحات میں مصنف ابن شیبہ کاحوالہ گزراہے کہ ابن المسیب ؒنے ایک آدمی کودیکھاکہ وہ صبح طلوع کے بعدرکوع مکررکررہاتھاتوانہوں نے منع کیااورابن المسیب ؒنے ان کونقل عدم پیش نہ کیابلکہ اس عمل پرحکم نہ ہونے کی وجہ سے اس کوخلاف سنت قراردیا۔
خامساًتعجب کی بات ہے کہ موجودہ زمانے کے بریلوی اوربدعتی فقہائے امت سے بھی زیادہ سمجھنے والے اورعبارات میں اچھی تعبیروالے بن گئے ۔اس لئے کہ اگران بریلویوں کایہ نقل عدم والااعتراض بجاہوتاپھرتوفقہاء کوتمام بالاعبارات میں (لم ینقل اورلم یثبت کی جگہ لان فیہ نقل العدم عنہ)کی تعبیرضروری تھی بلکہ صرف لم ینقل پراکتفیٰ کرناگویاکہ خیانت اورمغالطہ ہے ۔
سادساً۔عدم نقل کامعنی یہ ہے کہ چیزثابت نہیں نقل عدم کامعنی سوائے اس کے کیاہوسکتاہے کہ ثابت نہیں نتیجہ سوائے اس کے کہ (ثابت نہیں)اورکچھ بھی نہیں گویاکہ عدم ثبوت اورثبوت عدم کامعنی ایک ہی ہے ۔باقی رہاوجودی اورعدمی ہوناتوسوائے منطقی مغالطہ کے اورکچھ بھی نہیں جوکہ بدعت ہونے کے ساتھ کتمان حق کی ناکام سعی ہے ؎ منطق شہیدہوگئی جنگ میں۔
سابعاً۔شریعت میں عمل صالح صرف وہی ہے جس کاحکم دیاگیاہو۔(۱)اللہ تعالیٰ جل جلالہ کاارشادہے
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۝۳ (الاعراف : ۳)
تم لوگ اس کااتباع کروجوتمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اوراللہ تعالیٰ کوچھوڑکرمن گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کروتم لوگ بہت ہی کم نصیحت

پکڑتے ہو۔اعراف : ۲)
اس سے معلوم ہوتاہے کہ جوچیزنازل ہوئی ہووہ مروی ہوگی اورجومروی ہوگی وہ جائزہوگی اورجومروی نہ ہوگی ۔ اسکو ناجائزسمجھاجائے گا۔
(۱)قاضی بیضاوی سورۃ البقرہ آیت 25کے تحت لکھتے ہیں :
الصالحة من الاعمال ماسوغه الشرع . (بیضاوی : --------
یعنی اعمال صالح وہ ہے جن کوشریعت نے جائزقراردیاہو۔ (بیضاوی : ---------
(۲)اللہ تعالیٰ کاارشادہے
اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللهُ . (الشوریٰ : ۲۱)
کیاان لوگوں نے ایسے (اللہ کے)شریک (مقررکررکھے)ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقررکردیئے ہیں جواللہ کے فرمائے نہیں ہیں ۔شوریٰ : ۲۱)
مالم یأذن سے صاف ثابت ہوتاہے کہ جس کاحکم نہیں وہ عبادت مکروہ ہے ۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓسے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ تم کوجنت کے قریب کرنے والاکوئی عمل ایسانہیں ہے جومیں نے تم کونہ بتایاہو۔(مستدرک ،نسائی)
ثامناً ۔علامہ ابن قیم ؒ نے لکھاہے کہ اگرکوئی کہے کہ یہ کہاں سے لائے کہ یہ کام نبی کریمﷺ نے نہیں کیاکیونکہ عدم نقل ،نقل عدم کومستلزم نہیں ،توجواب میں لکھتے ہیں
فهذا سوال بعیدجداًمن معرفة هدیه وسنته . (اعلام الموقعین : ۳۹۰/۲)
یہ سوال نبی کریم ﷺکی سنت اورطریقے کی معرفت سے بہت دورہے۔ (اعلام الموقعین : ۳۹۰/۲)
الغرض : عبارات بالاسے معلوم اورثابت ہواکہ عدم نقل اہل سنت والجماعت علمائے احناف (کثراللہ سوادہم)کے ہاں متفق علیہ حجت ہے ۔اورجومغالطے اوراعتراضات اہل زیغ نے مشتہرکئے ہیں ۔وہ صرف زبانی جمع خرچ ہیں ۔جسکی کوئی حقیقت نہیں ۔لہذاجس چیزیعنی عبادت پر شریعت میں اللہ اوررسولﷺ نے امرنہیں فرمایا ہے ، تووہ جائزنہیں اورایسی غیرمنقولہ عبادات کاکرنے والابدعتی ہے۔
اعاذنا اللہ من المبتدعین والمشرکین المضلّلین آمین ثم آمین یارب العلمین
والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلیٰ اٰلہ الطیبین واصحابہ المتقین

بابِ ہفتم

(استحباب ایک حکم شرعی ہے)

شرعی حکم صرف وہی امرہوتاہے جس کوشارع نے امردیاہو۔پس ہرشخص جوکسی شئی کے مستحب ہونے کادعویٰ کرتاہے تواس کے لئے شرعی دلیل پیش کرناضروری ہے ۔جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (البقرة : ۱۱۱)

آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگرتم سچے ہوتوکوئی دلیل پیش کرو۔ (سورئہ بقرہ : ۱۱۱)

(۱)فقہ کی مشہوراورمستندکتاب ردالمحتارمیں علامہ ابن عابدین الشامی ؒ محققانہ اندازمیں اس بات کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں

لایجوز اعتقاد استحباب شیئی بدون دلیل .

(الشامی : ۵ / ۲۲۸)

دلیل شرعی کے بغیرکسی چیزکو مستحب ہونے کاعقیدہ رکھناجائزنہیں ہے ۔

(شامی : ۵/۲۲۸)

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیزکوجائزکرنا،حرام کرنااوراسی طرح فرض کرنا،واجب کرنا،سنت اورمستحب ٹہراناشارع کاکام ہے ۔خوداپنی طرف سے کسی چیزکوواجب یامستحب کرناگویاکہ شارع ہونے کادعویٰ کرناہے اوراللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھناہے ۔

(۲)علامہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں

وان اللہ حکم بالواجب والمندوب والمباح والمکروہ والحرام ــــــــفمن اخبر بان ھذا واجب او حرام من غیر ثبت وثقۃ فقد افتریٰ علی اللہ الکذب .

(التفھیمات : ۱ / ۲۱۱)

کہ اللہ تعالیٰ نے واجب ،مستحب ،مباح ،مکروہ اورحرام کے بارے میں فیصلہ صادرفرمادیاہے ــــــــپس جوشخص کسی ثبوت اوراعتقادکے بغیراس بات کی اطلاع دے کہ فلاں بات واجب یاحرام (یامستحب)ہے تواس نے اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھا۔ (تفہیمات : ۱/۲۱۱)

(۳)علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں

ولایجوز ان یقال ھذا مستحب او مشروع الابدلیل شرعی ولایجوز ان یثبت شریعتہ بحدیث ضعیف .

(منھاج السنۃ : ۴ / ۱۸)

باب هفتم

کسی شرعی دلیل کے بغیرکسی چیزکوجائزیامستحب کہناہرگزجائزنہیں اورنہ ہی یہ بات جائزہے کہ کسی ضعیف حدیث کے ذریعے شریعت کاکوئی حکم ثابت کرے ۔
(منہاج السنۃ ۴/۱۸)

مستحب جب حکم شرعی ہے ۔توبغیردلیل کے مبتدعین کی طرح ہرچیزکومستحب کہناگناہ کبیرہ ہے اوراسی طرح یہ بھی جائزنہیں کہ عمومات اورمطلقات سے اپنی بدعات پراستدلال کیاجائے ۔ جیساکہ اہلِ زیغ کایہ وطیرہ رہاہے۔اوراسی سے ان کا کاروبارچل رہاہے۔

(۴)فخرعلمائے دیوبند علامہ شاہ انورشاہ کشمیری ؒ کے تلمیذرشیدعلامہ محمدیوسف بنوریؒ دعاء بعدالسنت پربحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فلایکفی العموم فی مثل هذه المواقع الخاصة وكذالك افادنی شیخنارحمه الله مرة فی کشمیر۱۳۴۸ھج .
(معارف السنن : ۳ / ۱۲۴)

کہ ایسے خاص مواقع کے لئے عمومات کافی نہیں ہے (اورپھرفرماتے ہیں)کہ اسی طرح میرے شیخ شاہ کشمیریؒ نے مجھے ایک مرتبہ کشمیرمیں ۱۳۴۸ھ؁ میں فرمایاتھا۔
(معارف السنن : ۳/۱۲۴)

(۵)محدث کبیرعلامہ شاہ محمدانورشاہ کشمیریؒ نے خود بھی عرف الشذی شرح صحیح جامع ترمذی میں باب قائم کی ہے
(باب ماجاء فی کراهیة ان یخص الامام نفسه بالدعاء)کے تحت لکھتے ہیں
ولکن الاحتجاج بالعموم والاطلاقات انما یکون فیمالم یردحکمه الخاص :
(العرف الشذی علی الجامع الترمذی : ۸۶)

کہ مطلقات اورعموم سے استدلال کرنااس وقت (صحیح)ہے کہ جب اس چیزمیں خاص نقل بالکل نہ ہو۔
(عرف الشذی شرح ترمذی : ۸۶)

جب ایک چیزکے بارے میں تمام صحابہ کرامؓ سے روایات موجودہیں تواس چیزپران خاص نقل کوچھوڑکرعمومات سے چوری کرنااصول کے خلاف اورناجائزہے بدعتی ان تمام نقلیات سے آنکھ چراتے ہوئے عمومات اورمطلقات سے دلیل پکڑتے ہوئے ایک غیرمستحب عمل کومستحب قراردیتاہے ۔
اوریوں رسول اللہ ﷺکی دشمنی کاثبوت دیکرافتریٰ علی اللہ کامجرم قرارپاتے ہوئے پیٹ پالنے کاانتظام کرتے ہیں

(۶)حافظ ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں :
لان الحکم باستحبابه علی تلك الهیئة الخاصة یحتاج دلیلاً شرعیاًعلیه ولابد .

باب هفتم

(احکام الاحکام : ۱ / ۵۱)

اس لئے کہ کسی چیزکے کسی خاص ہیئت کے ساتھ مستحب ہونے پرلازم اورلابدی ہے کہ دلیل شرعی موجودہو۔

(احکام الاحکام : ۱/ ۵۱)

قارئین کرام !

اس باب کونہایت اختصارکیساتھ اس لئے نقل کیاگیاکہ یہ ایک ایسی واضح بات ہے جس کی مزیدوضاحت کی چنداں ضرورت نہیں ۔سمجھنے والوں کے لئے اتناہی کافی ہے

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِۘ

اورتمہیں جوکچھ رسولﷺ دے لے لواورجس سے روکے رک جائو اوراللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہاکرویقیناًاللہ تعالیٰ سخت عذاب والاہے

(سورہ حشر : ۷)

بابِ ہشتم

(عبادات میں اپنی طرف سے اوقات اورکیفیات کی تعیین کرنابدعت ہے)

یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ عبادات کے لئے اوقات کی تعیین یعنی کسی وقت کوکسی عبادت کے لئے مقررکرنااورہیئت وکیفیت اوراسی طرح کسی عبادت کے لئے کسی مکان کی تخصیص کرناصرف شارع کاحق ہے کوئی بندہ خواہ ولی اللہ ہویاپیریامرشدیاکوئی بزرگ یاعالم یامفتی یاشیخ الحدیث اس کامجازنہیں جوکہ اپنے طرف سے کسی عبادت کے لئے کوئی وقت یاطریقہ مقررکرے بلکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کاہے جیساکہ صبح کی نمازکے لئے تعدادرکعات اورپھراس کے اداکرنے کے لئے صبح صادق کاوقت مقررکرنا،اسی طرح ظہرکے لئے عصر،مغرب اورعشاء کیلئے اوقات مقررکرنااوررکعات کی تعدادمقررکرناشارع کاحق ہے ۔اوراس میں کمی بیشی کرناظلم اورخروج ازاسلام ہے۔اسی طرح دوسری عبادات کوبھی شارع اورشریعت کی حدودکے اندررکھناایمان کاجزءہے ۔

اس مختصرتمہیدکے بعدآپ حضرات کومعلوم ہوناچاہیئے کہ یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیزاصل ہی میں بُری ہوگی توبدعت ہوگی ورنہ نہیں ۔ہرگزایسانہیں بلکہ وہ اہم طاعات اورعبادات بھی بدعت کے زمرے میں داخل ہوکرگناہ کے صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں ۔جن کوشریعت نے مطلق چھوڑایعنی شریعت نے اس کیلئے کوئی وقت اورکیفیت مقررنہیں کی ۔ایسی مطلق عبادات میں بھی اپنی طرف سے قیودات یاان کی کیفیت بدل دینایااپنی طرف سے اوقات کے ساتھ متعین کردینایہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت ہوگی ۔اوراس سے بچنافرض ہوگا!ایسی عبادت کرنے والااللہ تعالیٰ کی حدودسے تجاوزکرنے والاشمارہوگا!

چنانچہ اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں : تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۔ (البقرۃ : ۱۸۷)

یہ اللہ تعالیٰ کی حدود(بائونڈری) ہیں ،تم ان کے قریب بھی نہ جاو۔ (سورہ بقرہ : ۱۸۷)

(۱)مشہورمفسرعلامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ نے فلاتقربوھاکے تحت لکھاہے :

ای لاتحکمواعلی انفسکم اوعلی عبادہ من عندانفسکم بشیئی فان الحکم لِلّٰہِ عزشا نہ :

(روح المعانی : ۲/۶۹)

یعنی کسی بھی چیزکاحکم اپنے اوپراوریااللہ تعالیٰ کے بندوں کے اوپراپنی طرف

سے نہ لگاواس لئے کہ حکم ساراکاسارااللہ تعالیٰ کے لئے ہے (کسی بھی بندے کواس میں کوئی اختیارنہیں) (روح المعانی : ۲/ ۶۹)

علامہ موصوف آگے لکھتے ہیں : لئلایکونوامشرکین بااللہ تعالیٰ : (یعنی اپنی طرف سے حکم اس لے لئے نہ کروتاکہ مشرک نہ بن جاو)گویاکہ اپنی طرف سے احکام جاری کرنے سے آدمی شرک کامرتکب ہوجاتاہے ۔تفسیرمدارک نے لکھاہے (باالمخالفة والتغیر : (مدارک : ۱/ ۱۳۶)یعنی احکام کی مخالفت اورانہیں متغیرکرنے سے بچواوراپنی طرف سے کسی چیزکوخاص کرنایاشریعت سے ہٹ کرخودکوئی دوسراطریقہ ایجادکرناشریعت کومتغیراوربدلنے کے مترادف ہے ۔کسی عبادت کے لئے اپنی طرف سے وقت مقررکرنے کے بارے میں حدیث مبارک میں بھی سخت وعیدآئی ہے ۔چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں :

قال رسول اللہH : لاتختصوالیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولاتختصوایوم الجمعة بصیام من بین الایام الاان یکون فی صوم یصوم احدکم :

(مسلم : ۱/ ۳۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایاکہ جمعہ کی رات کودوسری راتوں سے نمازاورقیام کے لئے خاص نہ کرو۔اورجمعہ کے دن کودوسرے دنوں سے روزہ کیلئے خاص نہ کرو۔مگرہاں اگرکوئی شخص روزے رکھتاہے اورجمعہ کادن بھی اسمیں آجائے توالگ بات ہے (مسلم : ۱/ ۳۶۱)

علامہ نووی ؒ نے اس حدیث پرسیرحاصل بحث کی ہے اورجمعہ اورجمعرات کوکسی عبادت کے لئے خاص کرنے کی کراہت کومتفق علیہ نقل کیاہے ۔دیکھئے (نووی علی مسلم : ۱/ ۳۶۱)اوراسی تخصیص کے بارے میں امام بخاری ؒنےجوریہ ؓ بنت الحارثؓ سے نقل کیاہے ۔

ان النبی Hدخل علیھا یوم الجمعة وھی صائمة فقال اصمتِ امس؟قالت لا : قال اتریدین ان تصومی غدًا؟قالت لاقال فافطری ۔

(اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۸۶)

ایک دن بنی کریم ﷺحضرت جویریہ ؓکے ہاں جمعہ کے دن داخل ہوئے ایسے حال میں کہ وہ روزہ سے تھیں توآپ ؐنے فرمایاکہ کل روزہ رکھاتھا؟کہانہیں ۔پھرفرمایاآئندہ دن رکھنے کاارادہ ہے ؟کہانہیں توپھرآپ ﷺنے حکم فرمایاکہ توڑدو۔ (اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۸۶)

لہٰذااس صحیح روایت سے یہ معلوم ہواکہ کسی عبادت بدنی یامالی جیسے صدقہ وغیرہ کے لئے کوئی وقت خاص کرناصحیح نہیں ۔جیسا کہ بعض جاھل مولویوں نے ۲۳ رمضان کو سورة روم اور عنکبوت کےلئے اور رجب

کےمہینے کو زکوٰۃ کے لئے خاص کیا جاتا ہے ۔حالانکہ ایسا کرنا جائز نہیں تفصیل آرہی ہے۔
(۱)چنانچہ علامہ شاطبیؒ اسی سلسلے میں رقمطرازہیں
ومنها التزام الکیفیات والھیئات المعینة کالذکر بھیئة الاجتماع علی صوت واحد (الیٰ ان قال) ومنها التزام العبادات المعینة فی اوقات معینة لم یوجدلها ذالک التعین فی الشریعة کالتزام صیام یوم النصف من شعبان وقیام لیلتة :
(الاعتصام : ۳۹/۱)
اورانہی بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ اورہیئات معینہ کالتزام جیسے کہ ہیئت اجتماع کے ساتھ ایک آوازپرذکرکرنا(آگے لکھتے ہیں)اورانہی بدعات میں سے خاص اوقات کے اندرایسی عبادات معینہ کاالتزام کرلینابھی ہے جن کے لئے شریعت مطہرہ نے وہ اوقات مقررنہیں کئے ہیں ۔جیساکہ نصف شعبان کے روزہ کاالتزام اوراس کی رات کے قیام کاالتزام ۔(اعتصام : ۱/۳۹)
اوربدعات میں بعض بدعات اضافی کہلاتی ہیں ۔جیساکہ پہلے گزرچکاہیے ۔یعنی کسی چیزکی کچھ اصل توشریعت مطہرہ میں ہوتی ہے مگرلوگوں نے اس کے لئے اپنی طرف سے اوقات اورہیئات کومتعین کیاہوتاہے ۔جس کی وجہ سے اس چیزکوبدعت اضافی کہتے ہیں۔مثلا تلاوت کرنا ۔اب تلاوت جائز ہے مگر وقت کو دیگر اوقات پر فضیلت دینا غیر ثابت ہے۔لہٰذا اسکو بدعت اضافی کہا جائیگا ۔ بغیر نیت کےکسی وقت میں تلاوت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔مگر کسی وقت کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا بلا دلیل جائز نہیں ۔ مثلا ۲۳ ویں رمضان کی رات کو پڑھنے کے ثواب کےلوگ قائل ہیں تو یہ بلادلیل بدعت اضافی ہے۔
(۲)امام شاطبیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں ۔
فاذاندب الشرع مثلاًالی ذکراللہ فالتزام قوم الاجتماع علی لسان واحدٍوفی وقت معلوم مخصوص عن سائرالاوقات لم یکن فی ندب الشرع مایدل ھذاالتخصیص الملتزم بل فیه مایدل علی خلافه :
(الاعتصام : ۳۳۵/۱)
جب شریعت نے کسی چیزکی ترغیب دی ہومثلاًذکراللہ پس اگرکوئی قوم اس کاالتزام کرے کہ اجتماع سے اوربیک آوازاوربیک زبان ہوکرکریں ۔یادیگراوقات کے علاوہ کسی معلوم اورمخصوص وقت کے اندروہ ذکرکریں توشریعت کی ترغیب اس معین تخصیص اورالتزام پرہرگزدلالت نہیں کرتی بلکہ وہ اس کے خلاف دلالت کرتی ہے ۔
(اعتصام : ۱/۳۳۵)
(۲)حافظ ابن دقیق العیدؒلکھتے ہیں
ان ھذہ الخصوصیات بالوقت اوبالحال والھیئة والفعل المخصوص یحتاج الی دلیل خاص

باب هشتم

یقتضی استحبابة بخصوصة وھذااقرب ما احدثته الروافض من عیدٍثالثٍ سموہ عیدالغدیر وکذالاجتماع واقامة شعارہ فی وقت مخصوص علی شئ مخصوص لم یثبت شرعا وقریب من ذالک ان تکون العبادة من جھة الشرع مرتبة علی وجه مخصوص فیرید بعض الناس ان یحدث فیھا امرًاٰاخرلم یردبه الشرع زاعماً انه یدرجه تحت عموم فھذا لایستقیم لان الغالب علی العبادات التعبدوماخذھاالتوقف :

(احکام الاحکام : ۱/ ۵۱)

کہ یقیناًیہ خصوصیات وقت یاحال یاہیئت اورفعل مخصوص کے ساتھ کسی خص دلیل کی محتاج ہے جوعلی الخصوص ان کے استحباب پردلالت کرے اوریہی چیزاقرب الی الصواب ہے ۔شیعوں نے جوتیسری عیدجس کووہ عیدغدیرکہتے ہیں ایجادکی ہے اس کے لئے اجتماع اوراس کوبطورشعارکے قائم کرنے پرجومخصوص وقت اورخاص ہیئت کے ساتھ کی جاتی ہے کوئی شرعی دلیل موجودنہیں ہے ۔اوراس کے قریب یہ بات بھی ہے کہ کوئی عبادت شریعت میں کسی خاص طریقہ پرثابت ہواوربعض لوگ اس کے اندکچھ تغیرکردیں اورخیال یہ کریں کہ یہ بھی عموم کے نیچے داخل ہے توایساخیال درست اورصحیح نہ ہوگاکیونکہ عبادات کے اندرتعبدی طریقہ غالب ہے اوراس کامأخذ(رسول اللہ ﷺاورصحابہ کرامؓ)سے اطلاع پائے بغیرحاصل نہیں ہوسکتاہے ۔ محصلا(احکام الاحکام : ۱/ ۵۱)

ایسی ہیئات اورکیفیات اپنی طرف سے ایجادکرنے کادروازہ اگرکھلارہاتودین مکمل بدل جائیگا اوراسی کانام تحریف دین ہے

(۳)چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒتحریف دین کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ومنھاالتشددوحقیقتة اختیارعبادات شاقة لم یأمربھاالشارع کدوام الصیام والقیام والتبتل وترک التزوج وان یلتزم السنن والاٰداب کالتزام الواجبات (الی ان قال)فاذاکان ھذاالمتعلق اوالمتشددمعلم قوم ورئیسھم ظنواان ھذاأمرالشرع ورضاہ وھذا أداء رھبان الیھودوالنصاریٰ.

(حجة اللہ البالغة : ۱/۱۲۰)

اوران اسباب میں سے ایک یہ ہے ۔کہ تشدداختیارکرلیاجائے ۔اوراس کی حقیقت یہ ہے ۔کہ ایسی مشکل عبادات کواختیارکرلیاجائے ۔جن کے متعلق شریعت نے حکم نہیں دیا۔مثلاًکوئی دوامی طورپرروزے رکھے اورقیام کرے اورعزلت نشینی اختیاکرے اورنکاح کرناچھوڑدے اورمثلاًیہ کہ سنتوں اورمستحبات کاایساالتزام کرے ۔جیساکہ واجبات کاکیاجاتاہے (پھرآگے لکھتے ہیں)جب کوئی ایسامتعمق یامتشددکسی قوم کامعلم یارئیس بن جاتاہے توقوم یہ خیال کرلیتی ہے ۔ کہ اس کایہ عمل شرع کاحکم اوراس کاپسندیدہ أمرہے ۔اوریہی بیماری تھی یہوداورنصاریٰ کے

باب هشتم

صوفیوں میں ۔
(حجۃ اللہ البالغۃ : ۱/ ۱۲۰)

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریف دین کے اسباب میں مستحبات کولازم سمجھنے کے علاوہ اپنی قوم میں مقتدیٰ اورپرانے مولویوں کی پیروی کوبھی شمارکیا۔جوکہ شارع شمارہونے لگے ۔مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس مسئلہ پرکتب فقہ سے بھی روشنی ڈالی جائے ۔

(۴)مشہورفقیہ ابوحنیفہ ثانی علامہ زین العابدین ابن نُجَیْم المصری الحنفیؒ یوں رقمطرازہیں :

لان ذکراللہ تعالیٰ لوقصدبہ التخصیص بوقت دون وقت اوبشیئی دون شیئیٍ لم یکن مشروعًاحیث لم یردبہ الشرع لانہ خلاف الشر (اَلبحرالرائق : ۱۵۹/۲)

اس لئے کہ ذکراللہ کی جب کسی ایک ہی وقت کے ساتھ تخصیص کاقصدکرلیاگیااوردوسرے وقت میں وہ نہ ہواپاکسی شیئی کے ساتھ ذکراللہ کومخصوص کرلیاگیادوسری چیزکے ساتھ وہ خاص نہ کیاگیاتووہ مشروع نہ ہوگاکیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی ۔لہٰذاوہ خلاف شرع ہوگا۔ (بحرالرائق : ۲/ ۱۵۹)

یہاں موصوف نے بتایاکہ اللہ تعالیٰ کاذکراگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے مگرجب شارع نے اس کوکسی خاص وقت اورکیفیت کے ساتھ یاجہراوراخفاء انفرادیااجتماع کےساتھ مقیداورمخصوص نہیں کیاہے تواپنی طرف سے اس کے لئے اوقات کاتعین یاکیفیت اورجہرواخفا،انفراداوراجتماع کاالتزام کردیناغیرمشروع اوربدعت ہوگابلکہ دین میں تحریف اورتغییرہوگا۔

(عبادات میں اپنی طرف سے اوقات اورکیفیات کی تعیین اورصحابہ کرامؓ)

اُمتِ محمدیہ(علیٰ نبیہاالف تحیۃ وسلام)کے لئے نبی اکرم ﷺ کے بعدسب سے بڑادرجہ صحابہ کرام ؓ کاہے ۔جن کے واسطے سے ہمیں دین ملاہے ۔بلکہ انہی کے ذریعے دین پھیلاہے ۔یہ وہ پاک ہستیاں ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے دنیاہی میں اپنی رضامندی کاسرٹیفیکیٹ جاری فرمایاتھااورقرآن کریم میں رب العزت نے جابجاصحابہ عظامؓ کے ایمان کومعیاری ایمان قراردیاہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔ (البقرۃ : ۱۳)

اورجب ان سے کہاجاتاہے کہ اورلوگوں (یعنی صحابہؓ)کی طرح تم بھی ایمان لائوتوجواب دیتے ہیں کہ ہم ایساایمان لائیں جیساکہ بیوقوف لائے ہیں ،خبردارہوجاو! یقیناًیہی بیوقوف ہیں ،لیکن جانتے نہیں ۔ (سورہ بقرہ : ۱۳)

باب ہشتم

اس اٰیت سے بالاتفاق صحابہ کرامؓ مرادہیں ۔کیونکہ امت میں سب سے پہلے مسلمان جوکہ براہ راست محمدﷺ سے دین سیکھتے تھے اوردین کے منشاء اورمقصدکواورنبی کریم ﷺکے مرادکوزیادہ صحیح جاننے والے اوراس پرعمل کرنے والے صحاب کرام ؓ ہی تھے اوران حضرات کے بعدجتنے اولیائے کرام اورفقہائے عظام ،علماءاوراسکالرگزرے ہیں یاموجودہیں یاآئندہ آنے والے ہیں ان سب سے صحابہ کرام ؓ کامرتبہ اورمقام بلندواعلیٰ ہے ۔اوران سب ''بابوں''سے وہ دین کازیادہ فہم رکھتے تھے۔

آئیے جی ! دیکھتے ہیں کہ ایسے حالات میں عبادات کے لئے وقت مقررکرنے اورطریقے بنانے کے بارے میں ا ن حضرات کافتویٰ اوران کی رائے کیاہے ؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ(جن شخصیت پرفقہ حنفی کامدارہے)کے بارے میں مروی ہے کہ ان کاگزرمسجدمیں ذاکرین کی ایک جماعت پرہواجس میں ایک شخص کہتاتھاکہ سومرتبہ اللہ اکبرپڑھو۔توحلقہ نشین لوگ کنکریوں پرسومرتبہ تکبیرکہتے ۔ پھروہ کہتاسومرتبہ لاالہ الااللہ پڑھو۔تووہ سومرتبہ تہلیل پڑھتے ۔پھروہ کہتاکہ سودفعہ سبحان اللہ کہو۔تووہ سنگریزوں پرسودفعہ تسبیح پڑھتے ۔

(۱)حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایاتم سنگریزوں اورکنکریوں پرکیاپڑھتے تھے؟ انہوں نے کہاکہ لاالہ الااللہ سبحان اللہ پڑھتے تھے۔اس پرفقیہ صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سخت الفاظ میں یوں فرمایا۔

فعدوا سیئاتکم فأناضامن ان لایضیع من حسناتکم شیئی وَیْحَکُمْ یاأمۃ محمدٍ ماأسرع َھلکتکم بھؤلاء صحابۃ نبیکم متوافرون وھذہ ثیابہ لم تَبْلَّ وآنیتۃ لم تکسر(الیٰ ان قال)أوَمُفْتِحُوباب ضلالۃ ؟ فقالواواللہ یاأباعبدالرحمنI ماأردناالاالخیرقال وَکَم من مریدٍللخیرلایُصیبہ : الخ

(سنن الدارمی : ۴۹/۱)

کہ تم ان کنکریوں پراپنی گناہ شمارکیاکرو۔میں اس کاضامن ہوں کہ تمہای نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا۔تعجب ہے تم اے امت محمدﷺ کیاہی جلدی تم ہلاکت میں پڑگئے ہوابھی بھی تمہارے نبیﷺ کے صحابہ ؓ تم میں بکثرت موجودہیں اورابھی جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اورابھی آپ ﷺکے برتن نہیں ٹوٹے (آگے فرماتے ہیں)کہ ایسی حالت میں تم بدعت اورگمراہی کادروازہ کھولتے ہوتوانہوں نے کہااے ابوعبدالرحمن ہم نے سوائے خیرکے اورکچھ ارادہ نہین کیا(یعنی یہ تواچھاکام ہے)آپؓ نے جواب دیا

کہ کتنے خیرکاارادہ کرنے والے ہیں جوخیرتک ہرگزنہیں پہنچیں گے ۔ (سنن دارمی : ۱/ ۴۹)

(۲)شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒحضرت عبداللہ بن مسعودؓکا ایک واقعہ کی یوں تصویرپیش کرتے ہیں ۔

باب هشتم

لقدجئتم ببدعة عظمیٰ اولقدفضلتم اصحاب محمدH علماً فهذا ابن مسعودؓ انکرهذالفعل مع امکان ادراجه تحت عموم فضیلة الذکر .(احکام الاحکام : ۵۲/۱)
کہ تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجادکی ہے یاتم نبی کریم ﷺکے صحابہ کر امؓ پرعلم میں فضیلت حاصل کرچکے ہو؟حضرت عبداللہ بن مسعودؓنے مخصوص ہیئت اورکیفیت کے ساتھ اس فعل کاانکارکیاہے حالانکہ فضیلت ذکرکے عام دلائل کے تحت اس کاداخل کرناممکن تھا۔(احکام الاحکام : ۵۲/۱)

اس جلیل القدرصحابی رسولؓ کامطلب یہ تھاکہ تہلیل ،تسبیح اورتکبیرکی احادیث میں اگرچہ فضیلتیں واردہوئی ہیں مگراس مخصوص ہیئت اورکیفیت کے ساتھ آپ ﷺاورصحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں لہذایہ عمل بدعت ضلالہ اوربدعت عظمیٰ جیسے الفاظ کاموجب بنا۔اس روایت میں ایک لطیف اوربہترین نکتہ یہ بھی ہے کہ ذکرکے عام فضائل اورقولی روایات بکثرت موجودہیں مگرحضرت عبداللہ بن مسعودؓنے اس ہیئت کوعام دلیلوں کے تحت داخل نہیں کیابلکہ بدعت ضلالہ تک کہہ دیا۔

مگرآج کابدعتی عام اورقولی روایات کوکھینچ تھان کراپنی بدعات کی اثبات کے لئے پیش کرتاہے ۔گویاکہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓسے زیادہ علم والاہے،جیساکہ سنتوں کے بعداجتماعی دعاکونمازاستسقاء کے بعددعاپرقیاس کرتے ہیں مگرانہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ دعاعبادت ہے اورعبادات غیرمعقولۃ المعنیٰ ہوتے ہیں ۔

ان کیفیات اورہیئات کے بارے فقہائے امت کی آراء ملاحظہ فرمالیجیے !

(۱)مشہورفقیہ علامہ محمدبن الخوارزمیؒ اورعلامہ محمدامین المشہورابن عابدین الشامی الحنفیؒ جہربالذکرکامسئلہ نقل کرتے ہیں:
عن فتاوی القاضی خان انه حرام لماصح عن ابن مسعودؓ أنه أخرج جماعة من المسجد یهللون ویصلون علی النبی Hجهرًاوقال لهم ما ارا کم الامبتدعین : (فتاویٰ الشامیۃ : ۳۹۸/۶)
فتاوی قاضی خان سے نقل ہے کہ جہرسے ذکرکرناحرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہوچکاہے تاکہ انہوں نے ایک جماعت کومسجدسے محض اس لئے نکال دیاتھاکہ وہ بلندآوازسے لاالہ الااللہ اوربلندآوازسےنبی کریم ﷺپردرودشریف پڑھتے تھے ۔اورفرمایاکہ میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتاہوں ۔ (فتاوی شامیہ : ۳۹۸/۶)

قارئین کرام !

آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایاکہ اس کیفیت اوراحداث ہیئت جدیدہ کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کےعمل کوبدعت کہااورمشہورفقیہ علامہ قاضی خانؒ

،امام بزازی ؒ علامہ شامی وغیرہم نے بھی اس روایت کوصحیح قراردیکرنقل کیااورساتھ ہی تصدیق اورتائیدکااعلان کردیاچاشت کی نمازصحیح اسانیدسے ثابت ہے مگرچونکہ نبی اکرمﷺ کے زمانے میں خاص اہتمام اورہیئت کے ساتھ نہیں ہوتی تھی بلکہ جہاں کسی کوموقع ملتاتھاپڑھ لیتے تھے جب لوگوں نے مسجدمیں جمع ہوکراہتمام سے چاشت کی نمازاداکرنے شروع کردی توحضرت عبداللہ بن عمرؓنے اس کوبدعت قراردیا دیکھئے (بخاری : ۱/۲۳۸،مسلم : ۱/۴۰۹) حالانکہ چاشت کی نمازبدعت نہیں تھی مگروہ خاص طریقہ اورہیئت جوانہوں نے ایجادکی تھی اس کوبدعت کہادیکھئے (نووی شرح صحیح مسلم : ۱/۴۸)(مکتوبات امام ربانیؒ حصہ سوم /۱۰)

لطیفے کی بات یہ ہے کہ اتنی ترغیبات قولیہ کے باوجودعبداللہ بن مسعودؓاورعبداللہ بن عمرؓنے اس خاص ہیئت ذکراورنمازکوعام ترغیبات کے تحت درج نہ کیابلکہ بدعت کہدیا۔مگرآفسوس ہے آج کابدعتی جب ایساموقع پاتاہے توصحابہ کرامؓسے بھی زیادہ علم کادعویداربن کرکہتاہے کہ دعابعدالسنت بہ ہیئت اجتماعیہ میں بہت ساری ترغیبات موجودہیں (فواآسفا)

بہرحال یہ مضمون کافی لمباہے مگربخوف طوالت اسی پراکتفیٰ کرتاہوں ۔جس کومزیدتفصیل کی ضرورت ہوں وہ راہ سنت /۱۱۸تا۱۴۳مطالعہ کریں ۔جوکہ شیخ الحدیث سرفرازخان صفدرؒصاحب کی کتاب ہے ۔

الغرض : جب شریعت میں کسی اچھے سے اچھے اورجائزسے جائزعمل کے لئے کوئی وقت اورکوئی طریقہ متعین نہ ہوتواپنی طرف سے اس عمل کے لئے وقت یاطریقے کے تعین سے وہ بدعت بن جاتاہے جیساکہ ۲۳/ویں رمضان کی شب کوسورہ روم اورسورہ عنکبوت کی تلاوت اورکھانے پینے کی چیزوں کاالتزام کرنایہ سب وہ اموریں جن کواپنی طرف سے خاص کیاگیاہے شریعت میں اسکی کوئی حقیقت نہیں

(نوٹ)۲۳/ویں شب کی تخصیص کی پوری تحقیق آگے آرہی ہے ۔ان شاء اللہ العزیز۔

بحمداللہ تعالی اس تمہیدی حصے پربدعات کے ردکے لئے نہایت عمدہ اورمفیداصول قواعدکوقرآن وحدیث کی روشنی میں اورمثالوں کے ذریعہ واضح کردیاگیاجس کے بعدبدعات کوسمجھنااوران کاردکرناآسان ہوجاتاہے ۔اس لئے اہلِ علم وفہم حضرات کے لئے اس قدربحث کافی ہے ۔البتہ عوام حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے پیٹ کے پجاریوں کے شکنجے میں پھنسے ہونے کی وجہ سے مناسب غوروفکرنہیں کرپاتے ۔اس لئے اس کتاب کے آئندہ حصے میں ایک ایک بدعت کولے کراس کامستقل ردکیاجائے گاتاکہ بفضلہ تعالیٰ مسئلہ اچھی طرح نکھرکرسامنے آجائے

باب ہشتم

.اورعامی سے عامی اورکم فہم سے کم فہم انسان کے لئے بھی فیصلہ آسان ہوجائے .

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ . (سورة ق : ۳۷)	اس میں ہرصاحبِ دِل کے لئے عبرت ہے اوراس کے لیے جودِل سے متوجہ ہوکرکان لگائے اوروہ حاضرہو .

بابِ نہم

(مروَّجہ حیلہ اسقاط کابیان)

جمہور اہلِ اسلام کااس بات پراتفاق ہے کہ میت کے لئے ایصال ثواب درست اورجائزہے خواہ بدنی عبادت ہو یا مالی عبادت ہو۔ ہاں کچھ محققین قرآنی آیات کی رو سے ایصال ثواب کو روایات کے گھڑنے والوں کا شاخسانہ سمجھتے ہیں۔ البتہ بدنی عبادت میں امام مالکؒ اورامام شافعیؒ بھی کااختلاف ہے۔لیکن حق اوراقرب الی لصواب بات جمہور کے نزدیک یہی ہے۔کہ بدنی اورمالی ہرقسم کی عبادت کاثواب میت کوپہنچایاجاسکتاہے مگراس کے لئے چندبنیادی اوراصولی شرائط ہیں ۔جوہم بیان کریں ۔ان شاء اللہ العزیز۔ایصال ثواب پرتواتفاق ہے مگرایصال ثواب کاوہی طریقہ معتبرہوگاجودلائل شرعیہ سے ثابت ہونہ کہ اپنی رائے کے مطابق اب حیلہ اسقاط کی تعریف وغیرہ کی توچنداں ضرورت نہیں ۔ اس لئے کہ مبتدعین نے اپنی کتابوں کی ضخامت کاخیال رکھتے ہوئے اس میں کافی وقت خرچ کردیاہے ۔دیکھئے (بصائر : ۵۵۱/لملا ڈاگئی صاحب اورنفع الاموات : ۶ مؤلفہ صاحبزادہ بشیراحمدکربوغہ شریف(ھداھمااللہ)بہرحال اگرکوئی عاقل اوربالغ وفات پائے۔ اوراس کے ذمہ کچھ قضانمازیں ہوں توحضرات فقہائے کرامؒ نے روزے پرقیاس کرتے ہوئے اس کے لئے فدیہ تجویزکیاہے ۔حوالجات درج ذیل ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱) امام طحاوی ؒنے ایک روایت بھی پیش فرمائی ہے :

عن ابن عباسؓ قال لایصل احدٌعن احد ولایصوم احدٌعن احدٍولکن یطعم عنه : (مشکل الاثار : ۳ / ۱۴۱، سنن الکبریٰ للبیھقی : ۴ / ۲۵۷)		حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نمازپڑھے اورنہ ہی روزہ رکھے مگرہاں اسکی طرف سے فدیہ دے ۔ (مشکل الاثار : ۱۴۱/۳)(سنن کبریٰ بیہقی : ۲۵۷/۴)

علامہ ماردینیؒ اورعلامہ حافظ ابن حجرعسقلانیؒ نے اس کی سندکی توثیق کی ہے کہ سندبالکل صحیح ہے ۔

دیکھئے (الجوہرالنقی : ۲۵۷/۴،الدرایہ : ۱۷۷)نفس جوازکے بعداب دیکھتے ہیں کہ فقہائے عظام نے کن الفاظ سے یہاں فدیہ کاذکرکیاہے۔

(۲)ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصرّی الحنفیؒ اورعلامہ شامیؒ ان الفاظ میں رقمطرازہیں :

باب نہم

اذامات الرجل وعلیه صلوات فائتة واوصیٰ . (البحرالرائق : ۹۰/۲،فتاویٰ شامی : ۷۲/۲)		کہ جب آدمی کاانتقال ہوجائے اوراس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں اوراس نے وصیت (بھی) کی ہو. (بحرالرائق : ج ۲ ص ۹۰ ،فتاویٰ شامی : ۷۲/۲)

فتاویٰ عالمگیری میں باقی عبارت توبعینہ بحرالرائق کی طرح ہے البتہ واوصیٰ کی جگہ فاوصیٰ سے تعبیرفرمایاہے .دیکھئے (فتاویٰ عالمگیری : ۱۲۵/۱)ان عبارات میں غوروفکرکرنے سے ہرذی عقل سمجھ سکتاہے کہ مرنے والے پرقضاء نمازیں ہیں توکیسے پتہ چلے گاکہ نمازیں قضاء ہیں یانہیں ؟اورکتنی ہیں ؟علم غیب تواللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کوہے نہیں .اس لئے سوائے میت کے وصیت کے پتہ لگانابالکل مشکل ہے یہی نکتہ ہے کہ فاوصیٰ اورواوصیٰ سے تعبیرکیاگیانہ کہ اَوْاَوْصیٰ سے .''فتدبروولاتکن من الغافلین ''

اس لئے کہ یہ بات توطے ہے کہ جب میت کی کچھ نمازیں قضاء ہیں تواس پرقضاء چیزوں کی وصیت لازم ہے .

(۳) ردالمحتارمیں لکھاہے :

ای بان کان یقدرعلی ادائها ولو بالایماء فیلزمه الایصاء . (ردالمحتار : ۷۲/۲)		جب وہ اس کی اداکرنے پرقادرہواگرچہ اشارہ کے ساتھ کیوں نہ ہو(اس کے باوجوداس سے قضاء ہوگئی ہوں)تواس پروصیت لازم ہے . (ردالمحتار : ۷۲/۲)

(۴)فقہ حنفی کے امام علامہ قاضی خانؒ لکھتے ہیں :

وعلیه ان یوصی بالفدیة . (قاضی خان : ۹۶/۱)		کہ مرنے والاپرفدیہ کی وصیت لازم ہے (قاضی خان : ۹۶/۲)

ان عبارات سے ثابت ہواکہ مرنے والے پروصیت لازم ہے مگریہ بھی یادرہے کہ مجہول وصیت نہیں مثلاًاس نے یہ کہاکہ میری طرف سے فدیہ دیں .مگرتعدادنہیں بتائی توبھی وصیت باطل ہے .

(۵)علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

اوصیٰ بصلوة عمره وعمره لایدری فالوصیة باطلة . (ردالمحتار : ۲ /۷۳)		اگرکسی نے پوری عمرکی نمازوں کی وصیت کی مگراس کی عمرمعلوم نہیں توبھی وصیت باطل ہے . (ردالمحتار :

		۲/۷۳)

جب کوئی شخص مرجاتاہے اوراس نے وصیت بھی کی تویہ اسقاط واجب اورلازم نہیں ۔اگرچہ کھانے کے تجربہ کارمولوی اس میں بھی اپناکام نکالنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

دیکھئے کرم ایجنسی وتیراہ ملاوں کا رسالہ (توضیح المسائل : ۲۳) میں لکھتے ہیں :

کہ اگروصیت نہ ہوتوبھی اسقاط اچھاکام ہے ۔میں کہتاہوں کہ اچھاتو اس لئے ہے۔ کہ آپ حضرات کودس دس روپے کانوٹ ملتاہے اورنکتہ یہ کہ رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اچھاکام ہے ۔ مگرعمل ایسا کرتے ہیں کہ گویا یہ فرض ہے اور نہ کرنے والوں کووہابی کہتے ہیں خیرجب وصیت نہ ہوتولازم اور واجب نہیں ہے۔

(۶) علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں :

والاای (وان لم یوص) فلایلزم الولی ذالك لانها عبادة فلابد فیها من الاختیار فاذا لم یوص فات الشرط فیسقط فی حق احکام الدنیا للتعذر . (ردالمحتار : ۲/ ۷۲)		اگرمیت نے وصیت نہیں کی توولی میت پراسقاط لازم نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اورعبادت کے اندراختیارضروری ہے پس جب وصیت نہیں کی توشرط فوت ہونے کی وجہ سے احکام دنیامیں مشکل ہونے کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔ (ردالمحتار : ۷۲/۲)

(۷)علامہ موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں :

وان لم یوص فلالزوم للورثةعندنا لانهاعبادة فلابد امن أمرٍ. (رسائل لابن العابدین : ۲۱۹/۱)		اگرمیت نے وصیت نہیں کی تووارثوں پرلازم نہیں امام اعظم کے نزدیک ۔اس لئے کہ یہ عبادت ہے ۔ اس میں میت کی طرف سے امر ضروری ہے ۔ (رسائل : ۲۱۹)

(۸)علامہ طحطاوی ؒنے بھی صاف لفظوں میں لکھاہے :

وفی ایصائه به جزم بالاجزاء بخلاف ماااذاتبرع عنه متبرع وقال فی حا شیته من غیرجزم ای فی حالة عدم وصیة لانه بالا یصاء فرغ ذمته بخلاف ماااذاتبرع عنه متبرع . (طحطاوی : ۲۳۸)		کہ وصیت کی صورت میں ذمہ ادا ہوجانے پرجزم کیاہے بخلاف اس صورت کے جب کوئی تبرع کرنے والاتبرع کردے حاشیہ میں لکھاہے یعنی حالت عدم وصیت میں یقین کااظہارنہیں کیااس لئے کہ وصیت کی صورت میں

		میت کی فراغت ذمہ یقینی ہے۔بخلاف اس کے کہ وصیت نہ ہونے کی صورت میں کوئی تبرع کردے۔ (طحطاوی : ۲۳۸)

(۹)مبسوط سرخسی فقہ کی مستندترین کتابوں میں سے ہے اس میں لکھاہے ۔

ولایلزمهم ذالك اذا لم یوص عندنا. (المبسوط : ۸۹/۱)		ہمارے نزدیک ورثاء پریہ فدیہ(اسقاط)لازم نہیں اگرمیت نے وصیت نہ کی ہو۔(مبسوط : ۸۹/۱

یہ بھی یادرہے کہ وصیت نہ کرنے کی صورت میں قبولیت مشکوک ہے۔

(۱۰)علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

فعلم أن اذالم یوص بفدیة الصلوة فالشبهة أقویٰ . (الشامی : ۷۲/۲)		پس معلوم ہواکہ جب نمازوں کےفدیہ کی وصیت نہ کی ہوتوپھرشبہ بہت قوی ہوجاتاہے ۔ (شامی : ۷۲/۲

(۱۱)مجموعۃ الرسائل میں لکھاہے :

أقول بیان الاسقاط والکفارة والفدیة وکونه بوصیة من الشخص اولی من ان یفعله عنه وارثه تبرعاً. (مجموعة الرسائل : ۲۱۰/۱)		میں کہتاہوں کہ اسقاط ،کفارہ اورفدیہ کااداکرناکسی شخص کی وصیت کی صورت میں زیادہ اولیٰ اوربہترہے ۔اس صورت سے کہ وصیت نہ ہو۔اوروارث تبرع (اپنی خوشی سے) کرے ۔ (مجموعۃ الرسائل : ۲۱۰/۱)

بلکہ فقہاء نے یہاں تک لکھاہے کہ بغیروصیت کے فدیہ بالکل ادانہیں ہوتا۔دیکھئے ۔

(۱۲) مجموعة الرسائل للشامی :

وان لم یتبرع عنه الورثة لایجب علیهم الاطعام لانها عبادة فلاتؤدی الابأمره . (مجموعة الرسائل : ۲۱۲/۱)		اگروارث اپنی خوشی سے میت کی طرف سے فدیہ نہ دیں توان پردیناواجب نہیں ۔اس لئے کہ یہ عبادت ہے اوریہ اس(مردے) کے امرکے بغیرادانہیں ہوتا ۔ (مجموعۃ الرسائل : ۲۱۲/۱)

ان تمام عبارات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اگرمیت سے کچھ نمازیں وغیرہ قضاء ہوگئی ہوں تواس پروصیت واجب ہے اورنہ کرنے کی صورت وہ گناہگارہوگا۔اوریہ حقیقت بھی واضح ہوچکی ہے کہ وصیت نہ کرنے کی صورت میں اسقاط (فدیہ دینا)نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت اورنہ ہی مستحب بلکہ

باب نہم

بعض قباحتوں کی وجہ سے بدعت سیئہ ہوکرگناہ کبیرہ ہے۔

جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے ۔ان شاء اللہ نیزیہ بھی واضح ہوگیا کہ وصیت نہ کرنے کی صورت میں قبولیت یقینی نہیں باحوالہ گزرچکااورفضل گل صاحب کااسقاط کواچھاکہناصرف نوٹوں کی محبت ہے اورنوٹ کی محبت نے اس کوحقیقت سے اندھاکردیاہے ۔

حدیث شریف کامفہوم یہی ہے اورالفاظ یہ ہیں ،حبک الشیئی یعمی ویصم : ابود اؤد : کسی چیزسے محبت آدمی کواندھابنادیتی ہے ۔(ابوداؤد)

جناب محترم قارئین کرام !

ذراغورکیجئے کہ کیاکسی میت نے اب تک وصیت کی ہے ؟یاویسے ہی رواجی طورپریہ کام کیاجاتاہے ۔ اگرمیت نے وصیت کی ہواس پرعمل کی صورت کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ سورئہ نساء آیت نمبر ۱۱کے تحت لکھتے ہیں کہ’’مرنے والےکے مال سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن دفن کے اخرجات پورے کئے جائیں ۔جن میں نہ فضول خرچی ہونہ کنجوسی ہو۔اس کے بعداس کے قرضے اداکئے جائیں ۔اگرقرضے اتنے ہوں جتنااس کامال ہے یااس سے بھی زیادہ تونہ کسی کومیراث ملے گانہ کوئی وصیت نافذہوگی۔اگرقرضوں کے بعدمال بچ جائے یاقرضے بالکل ہی نہ ہوں تواگراس نے کوئی وصیت کی ہواوروہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہوتواب جومال موجودہے اس کے ایک تہائی میں اسکی وصیت نافذہوجائیگی ‘‘آگے لکھتے ہیں ’’اداء دین کے بعدایک تہائی میں وصیت نافذکرکے باقی مال شرعی وارثوں میں تقسیم کیاجائے‘‘۔(معارف القرآن : ۳۲۰/۲)

ثابت ہواکہ سب سے پہلے تمام مال سے تجہیزوتکفین سنت طریقے سے کی جائے دوسری نمبرپرقرضے اداکئے جائیں۔اس کے بعدتمام جائیدادجومنقولہ اورغیرمنقولہ سب کوشامل ہے یعنی زمین کھیت سب کچھ کے تیسرے حصہ سے میت کی وصیت نافذکی جائے توتمام جائدادکاتیسراحصہ کیسے معلوم ہوگا؟جب کہ شرعی ضابطہ کے مطابق میراث ہی تقسیم نہ ہو۔

جناب عالی !

کس نے اب تک ایساکیاہے کہ شرعی ضابطے کے مطابق میراث تقسیم ہوحالانکہ یہ تمام ترکہ کاثلث اپنے پیٹ کی بات نہیں بلکہ بے شماراحادیث اوردیگرکتب میں ثلث کاذکرآیاہے چندحوالے بطرنمونہ ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱)رسول اللہ ﷺکاارشادہے :

والثلث کبیراوکثیر۔		**آپ ﷺ نے فرمایاکہ(وصیت میں) تہائی**

باب نهم

(بخاری : ۲۷۳،۳۸۳/۱، مشکوٰۃ : ۲۶۵/۱)		حصہ بھی بہت اورزیادہ ہے۔یعنی وصیت اس سے کم ہوناچاہیے۔ (بخاری : ۲۷۳،۳۸۳/۱،مشکوٰۃ : ۲۶۵/۱)

(۲)علامہ ابن نجیم مصری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

واشاربالوصیة الی أنه معتبرمن ثلث ماله . (البحرالرائق : ۲۸۵/۲،مجموعة الرسائل : ۲۱۴/۱)		کہ وصیت کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کردیاکہ یہ تمام مال کے ثلث (تہائی)میں سے معتبرہے۔ (بحرالرائق : ۲۸۵/۲، مجموعۃ الرسائل : ۲۱۴/۱)

(۳) فقہ حنفی کے مشہورترین فتاویٰ درمختارمیں ہے :

وانمایعطیٰ من ثلث ماله . (الدرالمختار : ۷۲/۲)		یعنی وصیت ثلث (تہائی) مال سے دی جائے گی۔ (درمختار : ۷۲/۲)

میں ان حضرات سے مؤدبانہ گزارش کرناچاہتاہوں ۔کہ جن کے نزدیک اسقاط اورمردوں کے مالوں کاکھاناہی جہادفی سبیل اللہ ہے کہ مال کاتیسراحصہ توبغیرتقسیم شرعی کے معلوم نہیں ہوسکتامگران کوکیسے معلوم ہوجاتاہے ؟ سبحان اللہ ان کی کرامت کا کیاکہنا۔

اوریہ بات مسلم ہے کہ تقسیم شرعی سے پہلے تمام مال میں سب ورثاء کے حصے شامل اورمشترک ہوتے ہیں۔یہاں تک کہ ہرہرپائی میں تمام وارثوں کاحق ہوتاہے جن میں غائب کے علاوہ نابالغ بچےبھی ہوتے ہیں جب میت کے پسماندہ گان میں غیرحاضر یا نابالغ اوریتیم بچے ہوتے ہیں تو ایسے مال سے صدقہ وخیرات اوراسقاط کرناحرام ہے عبارات ملاحظہ فرمالیجیے !

نابالغ یتیم بچے اوربچیوں کامال کھالینااس سے بھی زیادہ سخت حرام ہے ۔

(۱)اللہ تعالیٰ کاارشادہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا١ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا. (النساء : ۱۰)		یقیناًجولوگ ناحق ظلم سے یتیموں کامال کھاجاتے ہیں ،وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھررہے ہیں اورعنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔ (سورہ نسآء : ۱۰)

باب نهم

(۲)نبی اکرمﷺ کاارشادہے ۔

لایحل مال امرئٍ الامن طیب نفس منه : (مسندامام احمد،رسائل ابن عابدین : ۱ /۲۲۵، مشکوٰۃ : ۲۵۵/۱)		کہ کسی شخص کامال اس کی دلی خوشی ورضاکے بغیرکھاناجائزنہیں۔ (مسندامام احمد،رسائل ابن عابدین : ۱/ ۲۲۵ ،مشکوٰۃ : ۱/ ۲۵۵)

(۳)امام طحطاویؒ لکھتے ہیں :

الاان یکون فی الورثۃ صغیرفلایتخذذالك من الترکۃ . (الطحطاوی : ۳۳۹)		اگروارثوں میں کوئی چھوٹاہوتوپھریہ(خیرات ،اسقاط)میت کے مال سے نہیں لیاجائے گا۔ (طحطاوی : ۳۳۹)

اگرکوئی وارث اپنے مال سے کرناچاہے تواپنامال تقسیم سے پہلے معلوم نہیں ۔اب مفتی اعظم پاکستان کی مفصل عبارت ملاحظہ فرمالیجیے۔

(۴)مفتی محمدشفیع صاحب ؒدیوبندی لکھتے ہیں ۔کہ جب کوئی شخص وفات پاتاہے تواس کے مال کے ہرہرحصہ اورہرچھوٹی بڑی چیزکے ساتھ ہروارث کاحق متعلق ہوجاتاہے اس کے نابالغ بچے یتیم ہوتے ہیں ان بچوں کے ساتھ عموماًہرگھرمیں زیادتی کابرتاوہوتاہے (آگے لکھتے ہیں)کہ میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں ۔

ان کوحساب لگائے بغیریوں ہی صدقہ کردیتے ہیں ۔حالانکہ ان سب میں نابالغوں اورغیرحاضروارثوں کابھی حق ہوتاہے ۔پہلے مال بانٹ لیں ۔جس میں سے مرنے والے کی اولادبیوی ،والدین ،بہنیں جس جس کوشرعاًجتناحصہ پہنچتاہواس کودیدیں ۔اس کے بعداپنے خوشی سے جوشخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کرے یامل کرکریں توصرف بالغین کریں (تقسیم کے بعد)نابالغ کی اجازت کابھی اعتبارنہیں اورجووارث غیرحاضرہواس کے حصے میں اسکی اجازت کے بغیربھی تصرف درست نہیں ۔

(آگے لکھتے ہیں)ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطرتواضع اورصدقہ اورخیرات کچھ جائزنہیں ۔اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مُردے کوکوئی ثواب نہیں پہنچتابلکہ ثواب سمجھ کردینااوربھی سخت گناہ ہے اس لئے کہ مورث کے مرنے کے بعداب یہ سب مال وارثوں کاحق ہے اوران میں یتیم بھی ہوتے ہیں اس مشترکہ مال میں سے دیناایساہی ہے جیساکہ کہ کسی کامال چراکرمیت کے حق میں صدقہ کردیاجائے۔

پہلے مال تقسیم کردیاجائے اس کے بعداگروارث اپنے مال میں سے اپنی

مرضی سے میت کے حق میں صدقہ وخیرات کریں توان کواختیارہے تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کرمشترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں ۔اس لئے کہ جوان میں یتیم ہیں ۔ان کی اجازت تومعتبرہی نہیں اورجوبالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں ہوسکتاہے کہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پرمجبورہوں اورلوگوں کے طعنے کے خوف سے کہ اپنے مردے کے حق میں دوپیسے تک خرچ نہ کئے اس عارسے بچنے کے لئے بادل نخواستہ حامی بھرلے حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جب کہ دینے والاطیب خاطرسے دے رہاہو ۔(تفسیرمعارف القرآن : ۲/۳۱۶تا۳۱۷)

جن بدعتیوں اوربریلویوں نے نے اپنانام دیوبندی رکھاہواہے ۔ان سے ذراپوچھیں کہ اس دیوبندی تفسیرمیں جوکچھ لکھاہے یہ کیاہے ؟ کیایہ صاحب تفسیرحنفی نہیں تھے؟اوراس سے پہلے جن کتابوں کے حوالاجات میں نے دئے ہیں کیاوہ مذہب حنفی کے مشہورکتابیں نہیں ہیں ؟ کیاوہ مسلمان نہیں تھے؟

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتارہا   کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتارہا

اگربالفرض میت نے وصیت بھی کی ہواوروصیت معلوم ہومجہول بھی نہ ہوتوکفارہ دیناتوچونکہ اولیاء پرلازم ہے مگرپھربھی ایسے کفارہ یااسقاط (فدیہ)کوقبرستان لے جانااورمقبرے میں تمام لوگوں کے سامنے میت کی موجودگی میں تقسیم کرنابدعت مذمومہ ہے ۔

(۵) علامہ سیداحمدطحطاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

بدعةای قبیحةکاالمسمیٰ بالکفارة ذکرابن الحاج فی المدخل فی الجزء الثانی مایحمل امام الجنازة من الخبزوالخرفان(الی ان قال) ویسمون ذالك بالکفارة فانه بدعة مذمومة . (طحطاوی : ۳۳۳)		بدعت قبیحہ میں سے ہے ۔جس کانام کفارہ رکھاہے ابن الحاج نے مدخل کے دوسرے جزمیں لکھاہے کہ بدعت قبیحہ میں سے ہے۔یہ رسم کہ جنازہ کے آگے طعام اورپھل اٹھاکرلے چلتے ہیں اوراس کوکفارہ (اسقاط) کانام دیتے ہیں پس یہ یقیناًبدعت مذمومہ ہے ۔ (طحطاوی : ۳۳۳)

(۶)ایک اورمقام پریہی حنفی محقق مبتدعین پرٹوٹ پڑتاہے چنانچہ لکھتے ہیں :

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقبرة : (الطحطاوی : ۳۳۹)		کہ پہلے دن ضیافت اورتیسرے دن اورہفتہ کے بعداورطعام کامقبرہ میں لے جانامکروہ تحریمی ہے ۔

		(طحطاوی : ۳۳۹)

(۷)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دیوبندیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :
’’ کہ اس ثلث وصیت شدہ مال کوفقراء ومساکین پرتقسیم کردیناچاہئے اس کوقبرستان میں لے جانااورمروجہ حیلہ اسقاط اس پرجاری کرنانہیں چاہئے ‘‘ (کفایت المفتی : ۱۱۳/۴، ۱۷۸)
(۸)استادالعلماء حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندھریؒ رقمطراز ہیں کہ .
’’اسقاط کرنے کے لئے قبرستان کی تخصیص کیوں کی جاتی ہے لہذایہ فعل واجب الترک ہے ‘‘(خیرالفتاویٰ : ۳۱۳/۳)
حضرات گرامی!
اب ذرااپنے دوستوں کومخاطب کرتاہوں جودیوبندی اورحنفی ہونے کی رٹ لگائے پھرتے ہیں کہ کیاتم صحیح دیوبندی اورحنفی ہویا مذکورہ کتابوں والے؟ فیصلہ آپ حضرات خودہی کرلیں ۔کیایہ دورنگی نہیں ؟ کہ کام توایسے کرتے ہیں۔جن کے کرنے سے شاید بریلوی حضرات بھی شرماجائے۔اورپھربھی یہ حضرات دیوبندیت کے نام لینے سے تھکتے شرماتے نہیں ! کیاکسی کاگورا نام رکھنے سے گورا بن سکتاہے ؟

دورنگے چھوڑکریک رنگ ہوجا   سراسرموم ہوجایاپھرسنگ ہوجا

؛

(جہاں تک حیلہ اوردائرہ کی بات ہے)

تویہ بات طے ہے کہ اگروصیت کرنے والے میت کے تمام جائداداورمال کے تیسرے حصہ میں فدیہ پوراہوسکتاہے۔توپھردائرہ اورحیلہ کرناصریح بے غیرتی اوردھوکہ اوربے ایمانی ہے ۔ورنہ کوئی بدعتی شرعی دلائل سے ثابت کرے ۔یہ نہیں کہ فلاں نے لکھاہے بلکہ شرعی دلیل درکاہے ۔ہاں وصیت کرنے کے بعدجب تمام مال اسباب کاتیسراحصہ اتناقلیل ہوکہ اس میں فدیہ پوراہوناممکن نہ ہو۔ توپھرفقہاء نے ایسی صورت میں حیلہ یعنی دائرہ کی اجازت دی ہے (وہ بھی قبرستان میں نہیں اورعام مجمع میں نہیں جیساکہ حوالوں کے ساتھ پہلے گزرچکاہے)کہ چندفقراء کوجمع کیاجائے .
دیگرشرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ دائرہ میں سب فقیرہوں کوئی غنی نہ ہوں ،چھوٹے بھی نہ ہو،نہ پاگل ہوں
(۱) علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

والواجب فیھاان یعطی للفقیر. (رسائل ابن		کہ واجب اس میں یہ ہے ۔کہ

باب نہم

عابدین : ۲۱۰/۱)		فقیرکودیاجائے گا۔ (رسائل ابن عابدین : ۲۱۰/۱)

(۲)علامہ موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں :

والمنصوص علیه فی المذهب وعلیه العمل ان یجمع الوارث عشرة رجال لیس فیهم غنی ولاعبدولاصبی ولامجنون. (رسائل ابن عابدین : ۲۱۱/۱ ، منحةالخالق علی البحر : ۹۰/۲)		مذہب میں تصریح ہے اوراسی پرعمل ہے ۔کہ وارث دس آدمی جمع کریں جس میں نہ غنی ہونہ غلام ہوں نہ نابالغ اورنہ پاگل ہو۔(رسائل ابن عابدین : ۲۱۱/۱ ،منحۃالخالق علی البحر : ۹۰/۲)

(فائده جلیلہ (مالدار،فقیرکوپہچاننے کے لئے ایک عام فہم ضابطہ)

اب غنی کس کوکہتے ہیں ؟ یہ بھی سمجھ لیجئے ۔اس لئے کہ جن علاقوں میں ہم رہتے ہیں ۔وہاں دائرہ میں بیٹھنے والا کروڑپتی بھی فقیربن جاتاہے ۔اورمرنے والےکومالدارتصورکیاجاتاہے ۔بلکہ بعض مقامات میں تویہاں تک دیکھاگیاہے کہ نمازجنازہ میں شریک ہونے والے تمام حضرات کوبرابرفدیہ سے نوازتے ہیں اورسب بڑے شوق سے لیتے ہیں ۔اورنہ لینے والےکومعیوب سمجھتے ہیں ۔(فوآاسفا)۔

غنی یعنی مالداراس شخص کوکہتے ہیں۔کہ اس کے پاس موجودسوناچاندی اورنقدروپیے ،مال تجارت اورضرورت سے زائدسامان سب کوکوجمع کریں توساڑھے باون تولہ چاندی بن جائے ،یعنی تقریباً آجکل ۱۹۹۸ءسے کے ایک ریٹ کے مطابق ۴۵۰۰ روپے کامالک ہو توایسے شخص کودائرہ میں بیٹھناجائزنہیں اورایسے شخص کی شمولیت کی وجہ سے دائرہ تباہ ہوجاتاہے اورذمہ ادانہیں ہوتا اوریہ سب کاروائی کھیل اورتماشاہے ۔اعاذنااللہ منهاوایاکم ۔

{لطیفہ}

شرط یہ ہے کہ اس میں پاگل نہ ہوآجکل سب مولوی جواس دائرہ میں جمع ہوتے ہیں جبکہ شرعاً یہ دائرہ شرائط کے موجودنہ ہونے کی وجہ سے بے فائدہ عبث فضول ہے اوریہ حضرات شوق سے کررہے ہیں توکیایہ پاگل نہیں توپھرکیاہیں؟فیصلہ ناظرین پرچھوڑدیتے ہیں ۔انتظارکریں گے ۔کہ کیافیصلہ صادرفرمائیں گے ؟

اورجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہر فقیرکواس مالِ فدیہ کاتملیک

باب نہم

حقیقۃ (یعنی سچ مچ مالک)بنایاجائے گا ۔برائے نام تملیک نہ ہو۔یہاں تک کہ اگرکوئی فقیراس کوقبض کرنے کے بعدسارا غلہ اوررقم اپنے پاس رکھناچاہتاہے ۔اوردوسرے شخص کونہیں دیتاتواس پرکوئی زبردستی نہیں کرے گااورنہ ہی اس سے واپس لیاجاسکتاہے ۔یہ اس کاحق ہے۔

(۳) علامہ ابن عابدین محمدامین لکھتے ہیں :

ویجب الاحترازمن ان یلاحظ الوصی عنددفع الصرۃ للفقیرالھزل اوالحیلۃ بل یجب ان یدفعھا عازماً علی تملیکھا منہ حقیقۃ لا تحیلاً ملاحظًا ان الفقیر اذا ابی عن ھبتھا الی الوصی کان لہ ذالک ولایجبرعلی الھبۃ . (رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)		کہ میت کے ولی کواسقاط (فدیہ) کی رقم فقیرکودیتے ہوئے استہزاء اورحیلہ سے بچناواجب ہے بلکہ واجب ہے کہ فقیرکوحقیقی مالک بنانے کاپختہ ارادہ ہو۔نہ کہ حیلہ کے طورپریہاں تک کہ اگرفقیرنے واپس دینے سے انکارکیاتومال فقیرہی کاہوگااوراس پرکوئی زبردستی نہیں کی جائے گی۔ (رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)

(۴)مشورحنفی عالم طحطاویؒ لکھتے ہیں :

ثم لو أخذھا احدُھم عند قبضھا ولم یدفعھا واستقل بھا یفوز بھا علی الظاھر. (طحطاوی : ۲۳۹)		اگرکوئی فقیران میں سے اس رقم وغیرہ کواپنے پاس رکھے اوردوسرے کونہیں دیتاتویہ اس کاحق ہے (کوئی اسے نہیں لےسکتا)(طحطاوی : ۲۳۹)

(۵)مفتی محمدفریدصاحب نے بھی یہی لکھاہے ۔دیکھئے : (مقالات : ۳۲)

ان عبارات سے آپ حضرات کوعلم یقین ثابت ہواکہ فقیرکویقینی طورپردیناضروری ہے نہ کہ رواجی فرضی طورپر۔اب آپ حضرات ابھی اپنے علاقہ کے حیلہ اسقاط پربھی نظرڈالیں ۔کہ کیااگرکسی فقیرنے اس رقم وغیرہ کواٹھایاتویہ حیلہ گر آخونزادے اورنام کے دیوبندی اور کام کے بریلوی حضرات اس کو قتل نہیں کریں گے؟ اورمیت کے گھروالے بھی ناراض ہونگے ۔اورکہیں گے کہ ہمارے کھیل کو جلدی ختم کردیا۔یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ علاقہ کے بعض واقعات بھی شاہدہیں ۔مگران کوکتاب میں نقل کرنامناسب نہیں ۔(فافہم وتدبرفیہا)

اور ان شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فدیہ کے طورپرجوغلہ یارقم فقیرکودیناہوتوضروری ہے کہ وہ نصف صاع (تقریبًاپونے دوسیرگندم یااس کی قیمت)سے کم نہ ہوگا۔جوکہ آج کل ۱۹۹۸ءؔ میں تقریبًا ۲۰ روپے ہے ۔

باب نهم

(۶) علامہ شا میؒ لکھتے ہیں

لو ادیٰ للفقیر أقل من نصف صاع لم یجز لمعنی ان الصلوۃ لاتسقط عن المیت بذالك وكذ الصوم. (ردالمحتار : ۷۴/۲)		یعنی اگرفقیرکونصف صاع (یااسکی قیمت یعنی بیس روپے) سے کم دیاتوجائزنہیں یعنی مُردے سے نہ نمازکافدیہ ساقط ہوتاہے اورنہ روزے کا۔ (ردالمحتار : ۷۴/۲)

(۷)رسائل ابن عابدین میں بھی یہی لکھاہے ۔

لكن لودفع للفقیراقل من نصف صاع حنطة اوأقل من قیمته لم یعتدبه علی المفتیٰ به : (مجموعة الرسائل : ۱ /۲۱۲)		لیکن اگرفقیرکوپونے دوسیرگندم سے یااس کی قیمت سے کم دیاتومفتیٰ بہ اورقوی قول کی روسے اس کاکوئی اعتبارنہیں۔ (مجموعۃ الرسائل : ۲۱۲/۱)

(۸)علامہ موصوف ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

والواجب فیهاان یعطیٰ للفقیرعن كل فرض نصف صاع من بر : (رسائل ابن عابدین : ۱ /۲۱۰)		اورواجب یہ ہے کہ ہرفرض کے بدلہ فقیرکوپونے دوسیرگندم (یااسکی قیمت)دی جائے ۔(رسائل ابن عابدین : ۲۱۰/۱)

جناب ناظرین کرام !

ان صریح فقہی عبارات کے باوجودہمارے علاقہ کے حیلہ اسقاط میں کہیں آپ لوگوں نے ان شرائط کی پابندی دیکھی ہے؟بلکہ پانچ دس روپے لیکرمذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ پرپانی پھیرکراپنامنہ کالاکرتے ہیں۔ کیاتوضیح المسائل والے کویہ عبارتیں نظرنہیں آئی ؟ آتی ہیں مگرپانچ روپے کی محبت نے اندھاکیاہے ۔ ہدانا اللہ وایانا۔

(اسقاط ،فدیہ کوخیرات کا نام دیکرمالداروں پرتقسیم کرناہرگزجائزنہیں)

گزشتہ اوراق میں یہ تفصیل گزرچکی ہے کہ فقیرکے علاوہ کسی اورکویہ ہبہ اورغلہ وغیرہ نہیں ملے گا۔ جبکہ آج کل مشاہدہ سے ثابت ہے کہ سب غنی لوگ فدیہ اسقاط کے رقم لیتے ہیں اورپھربہانہ سازاورحیلہ گرمولوی جاہل قوم سے کہتے ہیں ۔کہ یہ خیرات ہے جوکہ سب لے سکتے ہیں ۔ میں کہتاہوں کہ کاش تمھیں خیرات کھانے سے فرصت ملتی اورکم ازکم علمائے دیوبند ہی کی کتابیں مطالعہ فرمالیتے توآپ ایسا ہرگزنہ کہتے ۔کسی نے بہت خوب کہاہے ۔الناس اعداء

لماجہلوا،(لوگ جس چیزکونہیں جانتے تووہ اسکی دشمن ہوتے ہیں) اس لئے کہ علمائے دیوبندنے تویہ وضاحت فرمائی ہے کہ ایصالِ ثواب کاکھانااورمال فقیرکے علاوہ کسی غنی کودیناجائزنہیں اگرچہ اس کوخیرات ہی کانام دےدیاجائے ۔دیکھئے ملاحظہ فرمالیں!

(۱) علمائے دیوبندکے استادمفتی اعظم ہندمفتی محمدکفایت اللہ صاحب ؒ رقمطرازہیں :

''وہ مال فقراء ومساکین کاحق ہے اغنیاء کواس سے دینانہیں چاہئے ۔(کفایت المفتی : ۱۷۸/۴)

(۲)اوریہی دیوبندی عالم دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں :

''ایصال ثواب کاکھاناصدقہ ہے اورصدقہ فقراء کاحق ہے اغنیاء کودینے سےصدقہ کاثواب نہیں ہوتا''۔ (کفایت المفتی : ۱۰۸/۴)

اب آپ خودسوچھئے کہ علمائے دیوبند تو فرماتے ہیں کہ ایصال ثواب کاخیرات اورصدقہ غنی کودیناجائزنہیں ۔ مگرکرم ایجنسی یا تیراہ وغیرہ کے نیم بریلوی اپنے آپ کودیوبندی کہنے کے باوجود اسقاط کے بعداعلان کرتے ہیں کہ یہ خیرات ہے سب کو لیناجائزہے جبکہ مفتی اعظم کہتے ہیں کہ سب کو لینا دینا جائزنہیں بلکہ صرف فقراکو جائزہے ۔ اس کی دلیل درج ذیل آیت کریمہ ہے ۔

(۱)قرآن کریم نے فرمایاہے کہ صدقہ فقراء کاحق ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ : (البقرة : ۲۷۱)		تم صدقے خیرات کوظاہرکروتووہ بھی اچھاہے اوراگراسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کودے دوتویہ تمہارے حق میں بہت بہترہے اللہ تعالیٰ تمہاے گناہوں کومٹادے گااوراللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبررکھنے والاہے ۔(البقرة : ۲۷۱)

(۲) جامع البرکات میں یہ مسئلہ صاف اورواضح منقول ہے :

کہ جوکچھ کھاناصدقہ کی نیت سے مردے کے ایصال ثواب کے لئے فقیروں کے واسطے پکاتے ہیں تاکہ اس کاثواب مردوں کوپہنچے غنی کواس کاکھاناجائزنہیں کیونکہ یہ فقیروں کے لئے ہوتاہے ۔(بحوالہ مسائل اربعین : ۷۵)

حضرات گرامی !

کیاخیال ہے کہ آج کل مُردوں کوثواب پہنچانے کی نیت سے جواسقاط وخیرات وغیرہ ہوتے ہیں اس میں کہیں ان شرائط کاخیال رکھاجاتاہے یانہیں ؟ دل پہ ہاتھ

باب نہم

رکھ کراللہ تعالیٰ کوحاضرو ناظرسمجھ کرجواب دیجیے !

(۳) علامہ عبدالحئی لکھنویؒ لکھتے ہیں :

کہ جوکھاناصدقہ اورایصال ثواب کی نیت سے پکایاجائے اس کاکھانافقراء کے سوادوسروں کوجائزنہیں ۔ (مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۶۶/۱)

(۴)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں :

''خیرات مستحقین کودی جائے اگراغنیاء کھاگئے تومیت کوثواب نہیں ملے گاالقولہ تعالیٰ : وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ (البقرۃ : ۲۷۱) آگے لکھتے ہیں کہ جوکھاناتصدق کے لئے پکایاجائے تاکہ اس کاثواب میت کوپہنچے اس کاکھانافقراء کے سوادوسروں کے لئے ناجائزہے ،کیونکہ تصدق فقراء کے لئے اورہدیہ اغنیاء کے لئے ہے۔ (خیرالفتاویٰ : ۵۹۶/۱)

دائرہ کے صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ میت کاوارث یاولی یہ روپے وغیرہ فقیرکوجوکہ مسئلہ جانتاہودیدے ۔ اورپھروہ دوبارہ ولی میت کودے نہ یہ کہ دوسرے فقیرکویعنی فقراء آپس میں ایک دوسرے کونہیں بلکہ فقیرولی میت کواورولی میت فقیرکودیتارہے۔یہ تمام شرائط فقہ کی مستندکتابوں میں موجودہیں ۔چندحوالے بطورنمونہ ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱) علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ویدفعها لفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذالك الفقير او لفقير اٰخر : (الشامية : ۲ /۷۳ ،رسائل ابن عابدين : ۲۱۲/۱ ، عالمگيرية : ۱۲۵/۱)		**(اورولی میت)یہ مال فقیرکودیگاپھروہ اس سے لے لے گاوہ اس کودے دیگا۔تاکہ ہبہ پورا ہوجائے پھرولی میت وہ مال اس فقیرکودوبارہ یاکسی اورفقیرکودیگا۔ (شامی : ۷۳/۲ ، عالمگیریہ ۱۲۵/۱ ، رسائل ابن عابدین : ۲۱۲/۱)**

(۲)ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ويدفع الى المسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم : (البحرالرائق : ۹۱/۲)		**اور(ولی میت)یہ مال مسکین کودیگااورپھروہ مسکین کسی بھی ولی میت کوصدقہ کریگاپھراسی طرح صدقہ ہوتارہے گا۔ (بحرالرائق : ۹۱/۲)**

مگرہمارے دائروں میں کیاایساطریقہ ہے ہرگزنہیں بلکہ ایک ملادوسرے کودیتاہے دوسراتیسرے کوولی میت تودوربیٹھارہتاہے

<u>(اہم تنبیہ !)</u>

باب نهم

یہ پوری تفصیل اس وقت ہے کہ جب حیلہ کوثابت مان لیاجائے ۔مگریادرہے کہ اُمت کے بہت بڑے علمائے کرام ومشائخ عظام نے اصلاًحیلہ کے ثابت ہونے میں بھی کلام کیاہے جوکہ بعض کتابوں نے بعض سے نقل کرکے لکھاہے ۔کہ یہ ثابت نہیں کیونکہ ثابت کرنے کے لئے توقرآن کی آیت یاحدیث شریف کاحوالہ درکارہوتاہے ورنہ پھرتوبہت ساری چیزوں کوکتابوں میں پاؤگے مگرثابت نہیں ۔
اب یادرہے کہ حیلہ اسقاط ثابت کرنے والے تین چیزوں سے دلیل پکڑتے ہیں۔
میں ان شاء اللہ العزیزان تینوں پرمفصل کلام کروں گا ۔
امیدقوی ہے کہ آپ حضرات شوق سے مطالعہ فرمائیں گے !
تعمری نظرسے دیکھیں گے
عمل کی نیت سے پڑھیں گے

(مبتدعین کے چنددلائل اوران کے جوابات)

(اہل بدعت کی پہلی دلیل قرآن مجیدکی سورۃ صادکی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں)

وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ. (صٓ : ۴۴)	اوراپنے ہاتھ میں تنکوں کاایک مٹھا(جھاڑ)لے کرماردے اورقسم کاخلاف نہ کر،سچ تویہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا ،وہ بڑانیک بندہ تھا اوربڑی ہی رغبت رکھنے والا۔ (سورہ صٓ : ۴۴)

کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیوی کوسو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی ۔ پھراللہ تعالیٰ نے ان کوحیلہ بتایاکہ تنکو کاایک مٹھالے جس میں سوتنکے ہواوراس کے ساتھ ایک ضرب لگاؤتوآپکی قسم پوری ہوجائیگی اورحانث نہ ہوگا۔دیکھئے ہمارے بریلوی دوستوں کی کتابیں ۔
(۱)مقالات : ۳۰)لِمفتی محمدفریدصاحب (۲)نفع الاموات : ۷)لِاخونزادہ بشیراحمدصاحب کربوغہ شریف وغیرہما۔
جواب یہ کہ اس آیت سے مروجہ حیلہ اسقاط پراستدلال کرناسراسرحماقت ہے ۔اس لئے کہ کہیں یہ حیلہ اسقاط جوکہ کئی مفاسدکامجموعہ ہے اورکہیں وہ حیلہ جوکہ حضرت ایوب علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے بتایاتھا۔اُس پرحیلہ اسقاط قیاس کرناقیاس مع الفارق ہے ۔
میں تمام بریلوی اوربدعتیوں کوچیلنج دیتاہوں کہ اگریہ قیاس ہمارے مذہب میں

باب نهم

کسی امام اورمجتہدنے کیاہوتوبتادیں حوالہ دیدیں ورنہ ہم لکیرکے فقیرنہیں اورنہ ہی ہرکسی کی بات کے پیچھے دوڑنے والے ہیں اورتعجب اس بات پرہے کہ اُمت کے بہت بڑے علماء اورمشائخ نے لکھاہے ۔کہ وہ حیلہ صرف حضرت ایوب علیہ السلام کیلئے خاص تھانہ کہ ہرحیلہ گرمولوی کے لئے ۔ملاحظہ ہوں!

(۱) امام ابوبکرالجصاص ؒ جس کی وفات ۳۷۰ھ؁ میں اوروہ امام مجاہد ؒسے،۱۰۲ھ؁ میں وفات پاگئے ہیں، فرماتے ہیں :

روی عن مجاهد المتوفیٰ ۱۰۲ھ انه قال هی مختصة بایوب علیه السلام . (احکام القرآن : ۳۸۲/۳)		مجاہدالمتوفیٰ ۱۰۲ھ؁ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے فرمایاہے کہ وہ (حیلہ)حضرت ایوبؑ کے ساتھ خاص ہے ۔ (احکام القرآن : ۳۸۲/۳)

(۲)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ولا دلالة فی هذه الاخبار علی عموم الحکم . (روح المعانی : ۲۰۹/۲۳)		اوران اخبارمیں اس حکم (حیلہ)کے عموم پردلالت نہیں (بلکہ حضرت ایوبؑ کے ساتھ خاص ہے)۔ (روح المعانی : ۲۰۹/۲۳)

(۳)امام دارِالہجرت حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :

وقال مالك ان ذالك مختصاً بایوب. (احکام القرآن : ۳۶۱/۴)		امام ملکؒ نے فرمایاکہ یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کیساتھ خاص ہے ۔ (احکام القرآن : ۳۶۱/۴)

(۴)امام قرطبیؒ نے فرمایاہے کہ امام مالکؒ نے اس حیلہ کے عموم سے انکارکیاہے ۔(تفسیرقرطبی : ۲۱۳/۱۵)

(۵)علامہ شبیراحمدعثمانی حنفی دیوبندیؒ تفسیرشیخ الہندکے حاشیہ پر لکھتے ہیں :

” یہ حیلہ ایوب علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے ۔ (تفسیرعثمانی/۶۰۸)

ناظرین کرام !

میں نے آپ حضرات کی خدمت میں چندنامور اماموں کے اقوال کی روشنی میں ذکرکیاکہ یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھاکسی اورکے لئے جائزنہیں جس طرح پیغمبرﷺکے لئے چارسے زائدشادیاں جائزتھیں ۔کسی اورکے لئے جائزنہیں ۔

اب آپ حضرات غورکریں کہ کیایہ مذکورہ امام بڑے تھے اورقرآن وحدیث کوصحیح

سمجھتے تھے؟ یاموجودہ گدی نشین اورہمارے اس علاقہ کے پیران ،میاگان،آخونزادگان اورپیٹ پرست مولوی صاحبان ؟

اولئك اٰبائی فجئنی بمثلھم اذاجمعتنایاجریرالمجامع

آپ حضرات خوب غوروفکرکریں پھرٹھنڈے دل سے فیصلہ کریں ۔ کہ ہمیں کن لوگوں کی اقتدیٰ کرناچاہیے ؟

(دوسری دلیل میں اہل بدعت حدیث پیش کرتے ہیں)

کہ ایک شخص غیرشادی شدہ سے زناسرزدہواتھاتواس کو(موت سے بچانے کے لئے)آپ ﷺنے حیلہ بتایاکہ ایک مٹھی جس میں سوتنکے ہو۔ایک بارماریں ۔ابوداؤدشریف سے نقل کرتے ہیں ۔دیکھئے مقالات : ۳۱)

جواب : اس کایہ ہے کہ حدیث ابوداؤدسے حیلہ اسقاط پراستدلال کرنابھی صحیح نہیں ۔اس لئے کہ وہ اس قابل ہرگزنہیں ۔کہ اس کوبطورحجت پیش کیا جائے ۔اس کی سندملاحظہ ہوں۔تاکہ آپریشن میں آسانی ہو۔

حدثنااحمدبن سعیدالھمدانی ناابن وھب اخبرنی یونس عن ابن شھاب اخبرنی ابوامامة بن سھیل بن حنیف انه اخبره بعض اصحاب رسول الله ﷺ الخ (ابوداود : ۱۵۸/۲)

اس حدیث کی سندمیں اصحاب جرح والتعدیل کے اقوال ملاحظہ فرمالیجئے!

اول : احمدبن سعیدالہمدانی ہے ۔ اس کے بارے میں امام ابن حجرعسقلانیؒ نے فرمایا

لیس بالقوی. (تھذیب التھذیب : ۲۷/۱)

وہ قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب : ۲۷/۱)

دوم : ٓسی طرح اسی سندمیں یونس بن یزیدہے جس کے متعلق حافظ ابن ابی حاتمؒ نے فرمایاہے :

قال محمدبن عوف قال احمدبن حنبل قال وکیع رأیت یونس الایلی وکان سیئی الحفظ (الی ان قال)قال ابوبکرالاثرم قلت لابی عبدالله احمدبن حنبل یونس بن یزید؟فقال لم یکن یعرف الحدیث یکتب اول الکتاب الزھری عن سعیدوبعضه الزھریؒ فیشتبه علیه . (الجرح والتعدیل : ۲۴۸/۹)		محمدبن عوف کہتے ہیں کہ احمدبن حنبلؒ کہتے ہیں کہ وکیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے یونس ایلی کودیکھااس کاحافظہ خراب تھا۔ابوبکراثرمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ احمدبن حنبلؒ سے یونس بن یزیدکے بارے میں پوچھا توآپ نے فرمایاکہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے ۔اول کتاب میں زہری عن سعیدلکھتے ہیں اوربعض زہری سے تواس پر اشتباہ آجاتا۔ (الجرح والتعدیل : ۲۴۸/۹)

باب نهم

بہرحال طوالت کے خوف سے چندحوالے ہدیہ قارئین کرتاہوں ۔ملاحظہ فرمالیجئے!
(۲) (تہذیب التہذیب : ۳۹۵/۱۱) (۳)امام قرطبیؒ نے بھی اس پرکلام فرمایاہے ۔دیکھئے (تفسیرقرطبی : ۲۱۳/۱۵)
نمبر ۳ : اس میں ایک راوی ابن شہاب زہری ہے جو کٹر شیعہ مدلس مدرج ہے ۔کتب رجال سے تحقیق کرنا تو مبتدعین اور دیگر لکیر کےفقیروں کا کام نہیں البتہ تفصیل کے لئے علامہ تمنا عمادی کی کتاب امام زہری اور طبری کا دوسرا رخ ملاحظہ کریں۔
ان تمام ائمہ جرح وتعدیل نے ان راویوں اوراس حدیث پرکلام کیاہے ۔مگربدعتی اس سے استدلال کرتے ہیں ۔توکیاوہ لو گ جن کےمیں نے حوالے دیے۔ وہ بڑے عالم تھے یایہ بدعتی لوگ؟فیصلہ ہم آپ حضرات پرچھوڑدیتے ہیں ۔
بس کنم خودزیرکان رااین بس است یعنی ہوشیاروں کے لئے بس اتناہی کافی ہے
مزیدتفصیل کسی کودرکارہو۔تووہ علامہ محقق وقت شیخ القرآن حضرت مولاناخان بادشاہ صاحب کی مایہ نازکتاب (المسامیرالناریۃ علی المقالات الفریدیۃ)از۱۰۴تا۱۰۹کامطالعہ فرمالیجیے !

(تیسری دلیل مبتدعین کی یہ ہے کہ بعض گمنام کتابوں سے سہارالینے کی کوشش کرتے ہیں)

کہ یہ مبتدعین حضرات اس حیلہ اسقاط کے جوازاورثبوت کے لئے بعض کتابوں کاسہارالیتے ہیں کہ فلاں کتاب میں لکھاہے اورفلاں صاحب نے لکھاہے ۔اس کااصولی جواب تویہ ہے کہ یہ حیلہ جتنی کتابوں نےنقل کیاہے خصوصاًفقہ کی کتابوں نے توسب کامدارکتاب الحیل ہے جوکہ امام محمدؒکی طرف منسوب کرتے ہیں اورحقیقت یہ ہے کہ کتاب الحیل کے نام امام محمدؒ کی کوئی کتاب نہیں ہے۔
(۱) فقہ حنفی کی ضخیم اورمستندکتاب میں اس کے بارے میں لکھاہے :

قال الشيخ الامام الاجل الزاهد شمس الائمة وفخر الاسلام ابوبكر محمد بن ابى سهل السرخسیؒ اختلف الناس فی كتاب الحيل انه من تصنيف محمدرحمه الله ام لا؟ كان ابو سليمان الجوزجانیؒ ينكرذالك ويقول من قال ان محمداًصنّف كتاباًسمّاه الحيل فلا تصدقه (الیٰ ان قال)ان الجهال ينسبون علمائنا رحمهم الله الیٰ ذالك على سبيل التعيير		**امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا کتاب الحیل نامی کتاب میں اختلاف ہے کہ یہ امام محمدؒکی کتاب ہے یانہیں ؟لیکن ابوسلیمان الجوزجانیؒ تواس کاانکارکرتے ہیں اورفرماتے ہیں کہ جوشخص بھی یہ کہے کہ امام محمدنےایسی کتاب لکھی ہے جس کانام**

باب نہم

فکیف یظن بمحمدؒ: الخ : (المبسوط لسرخسی : ۲۰۹/۳)		کتاب الحیل رکھاہے تواسکی تصدیق مت کرو۔(اس لئے کہ یہ جھوٹ ہے) ۔(آگے فرماتے ہیں)کہ جاہل لوگ ہمارے علماء کی طرف ایسی چیزیں عاردلانے لے لئے منسوب کرتے ہیں ۔ توامام محمدؒپریہ گمان کیسے کیاجاسکتاہے ! (المبسوط لسرخسی : ۲۰۹/۳)

(۲)ابوحنیفہ ثانی امام ابن نجیم ؒلکھتے ہیں :

وقال ابوسلیمان کذبوا علی محمدؒ لیس له کتاب الحیل وانما هو الهرب من الحرام۔ (الاشباه والنظائر : ۳۹۷/۱)		ابوسلیمان کہتے ہیں کہ انہوں نے امام محمدؒپرجھوٹ باندھاہے ۔انکی کتابوں میں کوئی کتاب الحیل نامی کتاب نہیں ہے ۔البتہ (کتاب الحیل)هرب ابن الحرام کی ہے۔ (الاشباه والنظائر : ۳۹۷/۱)

(۳)علامہ ابومحمدعبدالقادرالقرشی الحنفی لکھتے ہیں :

قال ابوسلیمان الجرجانیؒ کذبواعلی محمدؒلیس له کتاب الحیل انماکتاب الحیل للوراق ۔ (الجواهرالمضیئه : ۲۰۸/۲)		ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام محمدؒپرجھوٹ باندھاہے انکی کتابوں میں کوئی کتاب الحیل نہیں بلکہ وہ وراق کی کتاب ہے ۔(جواہرالمضیئہ : ۲۰۸/۲)

لیکن چونکہ امام صاحب موصوف نے اس قول کواصح قرارنہیں دیا۔
اس لئے دوسراحوالہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے!وہ یہ ہے ۔
حضرت عبداللہ بن مبارک ؒنے ایک حیلہ کاحال سن کربہت مغموم ہوکرارشادفرمایا :

احدثوا الحیل فی الاسلام فمن کان أمر بهذا فهو کافر۔ (اصلاح الرسوم الشرکیة : ۵۷)		لوگوں نے اسلام میں حیلے گھڑلئے ہے پس جس نے اس پرحکم کیاوہ کافرہے۔ (اصلاح الرسوم الشرکیۃ : ۵۷)

اس کے علاوہ امت کااس پراتفاق ہے کہ جس حیلہ سے غیرکاحق دبایاجائے وہ حرام ہے ۔دیکھئے ۔
(۱)تفسیرمعارف القرآن : ۳۲۵/۵۔(۲)روح المعانی : (۳)شامی وغیرہ -------- -------
اورحیلہ اسقاط میں تقسیم وراثت نہ ہونے کی وجہ سے یتیم اورغیرحاضرکے اموال

باب نهم

کادیوالیہ کیاجاتاہے ۔ تویہ کیسے جائزہوسکتاہے ؟اللہ تعالی ہم سب کوصحیح راستے پرچلنے کی توفیق عطافرمائے۔(آمین یارب العلمین)

(حیلہ اسقاط کے صحیح ہونے کی بیس شرطیں ہیں)

فقہ اورفتاویٰ کی مختلف کتابوں میں جوحیلہ اسقاط کی صحیح ہونے کے لئے جوشرائط مذکورہیں وہ تقریباًبیس ہیں پس اگریہ بیس شرائط پورے موجودہیں توسمجھ لیجئے کہ حیلہ اسقاط جائزہے ۔اگرایک شرط بھی نامکمل ہے ۔توپھراللہ ہی مالک۔اسے جائزنہیں کہاجاسکتا۔

(۱)جومال حیلہ اسقاط میں لایاجاتاہے ،وہ حلال ہوحرام اورسوداورقرض وغیرہ کانہ ہو۔

(۲)اگرمال مشترک ہوتوپھریہ بھی شرط ہے کہ شرکاء میں کوئی یتیم نہ ہو۔ورنہ قرآن کریم کافیصلہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا١ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ (النساء : ۱۰)	جولوگ ناحق ظلم سے یتیموں کامال کھاجاتے ہیں ، وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھررہے ہیں اورعنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔ (سورہ نساء : ۱۰)

(۳)مال مشترک ہوتویہ بھی شرط ہے ۔کہ سب کے سب شریک بروقت حاضرہوں۔

(۴)اوریہ بھی شرط ہے کہ تمام شرکاء بطیب خاطراجازت دیں یہ نہ کہ لوگوں کی شرم کی وجہ سے (معارف القرآن کاگزشتہ حوالہ دوبارہ ملاحظہ کریں)انہوں نے لکھاہے کہ اس وقت کی اجازت کااعتبارنہیں۔صحیح اجازت لینااس لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺنے فرمایا :

لایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسه ۔ (مسند امام احمد، رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱، مشکوٰۃ : ۲۵۵/۱)	کسی مسلمان کامال اس کی اجازت کے بغیر لینا جائزنہیں ۔ (مسنداحمد، رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱،مشکوٰۃ : ۲۵۵/۱)

(۵)جس کوحیلہ میں مال دیاجاتاہے وہ واقعی صحیح فقیرہوغنی نہ ہو،یہ نہیں کہ نصاب کامالک ہومگرخودکوفقیرگردانتا ہو۔

(۶)اسی طرح اس کامسلمان ہونابھی شرط ہے ۔چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

ویجب الاحترازایضًاعن احضارغنی اوکافر۔ (رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)	دائرہ میں کسی مال داراورکافرکونہیں حاضرکیاجائے گا۔ (رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)

باب نهم

(۷)اس حیلہ میں مال دینے والاوارث یاوصی یاوکیل بوکالۃ الرسالۃ ہوگاورنہ حیلہ صحیح نہیں ہوگا۔ (رسائل ابن عابدین : ۲۱۲/۱)
(۸)مال دینے والے کااس فقیرکومال کامالک بنانے کاایساقصداورعزم ہوکہ اگرفقیرواپس دینے سے انکارکرے ۔تواس کوکسی قسم کی ناگواری نہ ہواورنہ فقیرپرجبرکردے۔ (رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)
(۹)فقیرکوبھی اس بات کایقین ہوکہ اب میں اس تمام مال کامالک ہوں ۔اگرمیں اس مال کولے کرچلاجاوں تومجھ پرکوئی ملامت نہیں کی جائیگی۔(رسائل ابن عابدین : ۲۱۲/۱)
(۱۰)کہ فقیرغلام ،مدبر،نابالغ یا پاگل نہ ہو۔(رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)
(۱۱)وصیت نہ کرنے کی صورت میں مُردے کی پوری عمرکاحساب لگایاجائیگا ۔(بشرطیکہ باقی شرائط کابھی لحاظ ہو۔)(رسائل)
(۱۲)اگرصحیح عمرمعلوم نہ ہوتوتخمینہ اوراندازہ لگایاجائیگا۔(رسائل ابن عابدین : ۲۱۱/۱)
(۱۳)جس حیلہ میں گندم وغیرہ سامان ہوتوسب کی صحیح قیمت لگاکرپوری اہتمام سے کام کیاجائے گا۔صرف برائے نام چکردینے سے کام نہیں چلے گا۔(رسائل ابن عابدین : ۲۱۲/۱)
(۱۴)وصیت کی صورت میں اگرمیت کے تمام متروکہ مال اورجائدادکے ثلث (۱/۳)سے وصیت پوری ہوسکتی ہو۔توحیلہ کی قطعاًاجازت نہیں ۔اس وقت حیلہ بے سودہے ۔
(۱۵)اگرقسم کے لئے فدیہ ہوتودس مسکینوں کودیناشرط ہے ۔(رسائل ابن عابدین : ۲۲۴/۱)
(۱۶)جب فدیہ کے طورپرمال فقیرکودیاجاتاہوتووارث کے ہاتھ سے نکل کرفقیرکے ہاتھ سے ہبہ ہوکروارث کےہاتھ میں جاناضروری ہے (گونگوں کی طرح)صرف ا شاروں سے کام نہیں چلے گا۔جیساکہ ہمارے علاقہ میں ہوتاہے ۔(رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)
(۱۷)فقیرکودیتے وقت دینے والاوارث یہ کہے کہ یہ فلاں بن فلان کے ایک سال یاکم کی نمازوں یاروزوں کافدیہ ہے خالی (قَبِلْتُ وَهبْتُ لَكَ)سے کام نہیں چلے گا۔(رسائل ابن عابدین : ۲۲۵/۱)
(۱۸)آخرسب مساکین کواتناکچھ دیناضروری ہے کہ وہ سب خوش ہوجائیں ۔مگرقاعدہ تویہ ہے کہ دائرہ ختم ہوجائے توآخری مسکین کے حوالہ کیاجائے ۔جنازگاہ میں تقسیم کے لئے اس سے لینادرست نہ ہوگا۔(رسائل ابن عابدین :

باب نهم

(۲۲۵/۱)

(۱۹)ریاء ونمودسے پاک ہو۔اس لئے کہ آپﷺ نے اس کوشرک میں شمارکیاہے ۔لہٰذاضروری ہے کہ یہ عمل کسی کمرے میں ہو۔نہ کہ جنازگاہ یاعام مجمع میں جیساکہ مبتدعین کرتے ہیں ۔چنانچہ رسول اللہ ﷺفرماتے ہیں :

من صلیٰ یرائی فقد اشرك ومن صام یرائی فقد اشرك ومن تصدق یرائی فقداشرك . (مشکوٰة : ۲۵۵/۲)		جس نے دکھلانے کے لئے نمازپڑھی اس نے شرک کیا،جس نے دکھلانے کے لئے روزہ رکھااس نے شرک کیااورجس نے دکھلانے کیلئے صدقہ کیااس نے شرک کیا۔ (مشکوٰة : ۲۵۵/۲)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :

وھذہ الافعال کلھا سمعة ورياء فيحترز عنها لانهم لايريدون بها وجه الله. (الشامية : ۷۳/۳)		یہ تمام کام ریاء ہی کے لئے کیاجاتاہے ۔اس سے بچناچاہیے ۔اس لئے کہ یہ لوگ اس سے اللہ تعالیٰ کوخوش کرنانہیں چاہتےہیں۔ (بلکہ دکھاوے کے لئے اورشرم کی وجہ سے کرتے ہیں) (شامی : ۷۳/۳)

(۲۰)اس حیلہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس کی وجہ سے کسی اورناجائزامرکاارتکاب لازم نہ آئے ۔

مثلاًدفن کرنے میں تأخیرنہ آئے کیونکہ مقدمة الحرام حرام ہوتاہے ۔اوراس سے تأخیرتوضرورآتی ہے جوکہ صریح حکم رسولﷺکے خلاف ہے۔ آپ ﷺکاارشادہے :

اذا مات احدکم فلاتحبسوہ واسرعوا به الیٰ قبرہ . (الحدیث) (مشکوٰة : ۱۴۶/۱)		کہ جب تم میں سے کسی شخص کاانتقال ہوجائے تواسے محبوس نہ رکھوبلکہ اس کی قبرتک اسے جلدپہنچادو۔(مشکوٰة : ۱۴۹/۱)

حضرات آپ ذراغورکیجئے !

کہ کیاآج سے نہیں بلکہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالاہے ۔یہ حیلہ اسقاط ہمارے علاقہ میں یہ حضرات کرتے رہے ہیں۔ کیا ان شرائط کاخیال کسی مولوی نے رکھاہے ؟جوکہ فقہ امام اعظمؒ کی مستندکتابوں میں لکھی ہوئی ہیں ۔ توپھرکیسے یہ کہا جاسکتاہے کہ یہ لوگ امام اعظم کو مانتے ہیں اورانکے پیروکارہیں ! ہرگزنہیں !بلکہ دال میں کچھ کالاکالاہے۔صحیح بات یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ حنفی نہیں

باب نہم

اس لئے کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ ؒکے معتقدنہیں اسی طرح یہ دیوبندی بھی نہیں اس لئے کہ ان کوعلمائے دیوبند سے بھی تعلق نہیں ہیں کیونکہ دیوبندی توان اعمال کو بدعت کہتے ہیں ۔اوریہ حضرات سنت سمجھ کرکبھی چھوڑنے کانام ہی نہیں لیتے ۔اُلٹاچھوڑنے والوں کوبھی کرنے پرمجبورکرتے ہیں۔

میں ان شاء اللہ تعالیٰ ۔دوراں قرآن پربحث کرنے کے بعد حیلہ اسقاط کے بارے میں علماء دیوبند(انارالله سعیهم)کے تحریرات بھی آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرونگا!جن کوآپ ملاحظہ فرمائیں گے!

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِىْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ :	تاکہ اللہ تعالیٰ پاک کوناپاک سے الگ کردے اورناپاکوں کوایک دوسرے سے ملادے پس ان سب کواکٹھاڈھیرکردے پھران سب کوجہنم میں ڈال دے ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیں ۔ (الانفال : ٣٧)

(دوران قرآن)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ جل شانہ کاازلی سرمدی کلام اورظاہری وباطنی ،جسمانی اورروحانی بیماریوں کے لئے شفاہے اورایصال ثواب کے قرآن مجیداورصحیح احادیث اوراجماع امت سے ثابت ہے ۔اورایصال ثواب کے طریقے بھی کتابوں میں احادیث کی روشنی میں بتائی جاچکی ہیں ۔

مگرایصال ثواب کایہ انوکھاطریقہ اورایساتوہین آمیزاورتوہین خیزشکل کسی بھی مکتب فکرکی کتابوں میں لکھاہوانہ پائوگے ۔جیساکہ مبتدعین حضرات نے ایجاد کیاہے ۔کہ چندکلوگندم اورنمک اورچاول وغیرہ کے ساتھ قرآن کریم کاایک نسخہ اوپررکھ دیتے ہیں ۔اوراوپرنقدرقم بھی رکھ دیتے ہیں ۔جوکہ میت کے سامنے لے جاتے ہیں ۔اورلے جانے والامعاشرے میں وہ شخص ہوتاہے ۔جس کولوگ براعتبارسے کم سمجھتے ہیں ۔جیساکہ علاقہ تیراہ کرم ایجنسی میں حجام نائی لے جاتے ہیں ۔پھراس کودائرے میں قرآن مجیدسمیت ایک عجیب طریقہ سے پھراتے ہیں ۔جس کامیں نے گزشتہ اوراق میں کچھ ذکرکیاہے کہ ایساطریقہ خیرالقرون میں یاسنیوں کی مستندکتابونمیں اس کاذکرتوچھوڑیئے شیعہ کی مستندکتابوں میں بھی نہیں ملتا۔بلکہ میں کہتاہوں کہ شایدعقلمندہندوبھی اس سے شرماجائے گا۔ چہ جائیکہ ایک مسلم عاشق رسول ﷺ ایساکرے۔

؎ اللہ کرے ان کے دل میں اترجائے میری بات ۔

باب نہم

عوام حضرات سے ایک دردمندانہ اپیل!

کہ آپ حضرات اپنے اپنے علاقہ کے مولویوں اورپیروں سے مطالبہ کریں ۔اوریہ آپکابھی فریضہ بنتاہے کہ اگریہ طریقہ ثابت نہیں توآج ہی سے یہ تماشہ بندکردیں ۔ہم اس کومزیدبرداشت نہیں کرسکتے ۔ اوراگرثابت ہے توپھریہ قرآن مجیدنائی ،ڈھول بجانے والےکے بجائے علاقہ کے سب سے بڑے مولوی اورپیرکے سرپررکھوادیناچاہیئے !۔اگروہ انکارکریں کہ یہ ہماری توہین ہے

توآپ ان سے پوچھیں !کہ کیایہ کلام اللہ کی توہین نہیں ہے جوتم کرتے ہو ؟کیاتم قرآن کریم سے بھی زیادہ معززہو؟۔کلاوحاشا۔

اب نہایت مناسب معلوم ہوتاہے کہ حیلہ گرقوم عوام کاپیسہ ہضم کرنے کے سکیم کوکامیاب بنانے کے لئے کچھ دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کے دلائل نقل کریں اورپھران کاعلمی جائزہ لیکردندان شکن جوابات دیدیں ۔تاکہ سادہ اورمخلص عوام کوان کے شیطانی جال سے نکلنے میں آسانی ہو۔اورجوضدی وعنادی ہے اس کاکوئی علاج نہیں ! شیخ سعدیؒ نے کیاخوب کہاہے

؎ تربیت ناداں راچوں گردگان برگنبداست۔

اوریہ پوری تفصیل بمعہ کچھ اضافہ جدیدہ علمائے دیوبندکی مستندترین کتاب (راہ سنت)جس کومحدث کبیرفقیہ العصرشیخ القرآن حضرت مولاناسرفرازخان صفدرؒ صاحب دامت برکاتہم نے تصنیف کیاہے ۔اورجس پردارالعلوم دیوبندکے مہتمم قاری محمدطیب صاحب اوردیگرایشیاء کی عظیم ہستی علامہ شمس الحق افغانیؒ اورصدرمفتی دالعلوم دیوبندسیدمہدی حسنؒ کی تصدیقات موجودہیں ۔سے نقل کروں گا۔

جناب مبتدعین کہتے ہیں کہ دوراں قرآن کاثبوت خلیفہ راشدحضرت عمرؓ سے ثابت ہے ۔

چنانچہ ابوللیث سمرقندی لکھتے ہیں :

حدثناالعباس بن سفیان عن ابن علیة عن ابن عون عن محمدعن عبداللہ قال : قال ؓعمرایّہاالمؤمنون اجعلواالقرآن وسیلة لنجاة الموتیٰ فتحلقوا وقولوااللّٰہم اغفر لہذاالمیت بحرمة القرآن المجیدوتناوبوابایدیکم متناویةً وفعلؓ فی آخرالخلافة مثلہ فی زمانہ لامرأةٍ ملقبة بحبیبة بنت عربد زوجة قلاّب (وفی نسخة ملاّب)بجزء		ہم سے عباسؒ بن سفیانؒ نے بیان کیااوروہ ابن علیہؒ سے اوروہ ابن عونؒ سے اوروہ محمدؒسے اوروہ حضرت ابن عمرؓسے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓنے فرمایا۔اے مؤمنو!قرآن کومردوں کی نجات کاذریعہ بناؤ۔پس حلقہ باندھواورکہواے اللہ اس میت کواس قرآن کی حرمت سے بخش دے اورباری باری

باب نہم

القرآن من مَالِیَ اِلیٰ عمَّ یتسائلون وشاع فعله فی زمان خلافة عثمانؓ بانکارمروان بعناد وقال الامام السمرقندی ثم اشتهرفی خلافة هارون الرشیدمن غیرانکارنکیر دوران القرآن لحیلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمرؓوان لم یذکرفی الکتب المشهورة من الاحادیث ولکنه مذکورفی الکتب من التواریخ بسندقوی کماقال المؤرخ صاحب الفتوح اخبرناابوعاصم عن ابن جریج عن ابن شهاب عن ابی مسلمة عن ابی موسیٰ قال فعل عمرؓدوران جزء القرآن فی حلقة عشرین رجلاًبعدصلاة الجنازة لامرأة ملقبة بحبیبة الخ ولرجل من قبیلة الانصارماحفظنااسمه وثبت بهذا السندایضاًأخبرناسعدعن ایوب عن جمیع عن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ انه اوجددوران القرآن عمرؓوالقرآن شافع للمؤمنین حیاتاًوبعدممات ۔انتهیٰ (فتاویٰ سمرقندی)

ایک دوسرے کے ہاتھوں سے قرآن کولیتے رہو۔حضرت عمرؓکی خلافت کے آخری ایام میں حبیبہ بنت عرقدقلاب کی بیوی کے لئے ایساہی حیلہ تجویزکیاگیاتھا مَالِیَ سے عمّ َیتساء لون تک جوقرآن مجیدکی جزء تھی ،اس کے ساتھ حیلہ کیاگیاتھااوریہ طریقہ عہدعثمانی میں مشہورہوچکاتھاالبتہ مروان نے عناداًاس پراعتراض کیاتھا۔امام سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ ہارون الرشیدؒکی خلافت میں رائج ہوچکاتھاکہ انہوں نے حیلہ اسقاط میں دوران ِ قرآن بھی کیااوراس پرکسی نے انکارنہیں کیاتواس کی اصل حضرت عمرؓ سے ثابت ہے اگرچہ حدیث کی مشہورکتابوں میں اس کاذکرنہیں ہے ۔لیکن تاریخ کی بعض کتابوں میں قوی سندکے ساتھ اس کاذکرہے ۔چنانچہ مؤرخ صاحب ِفتوح نے کہاہے کہ ہم سے ابوعاصمؒ نے بیان کیا۔وہ ابن جریجؒ سے اوروہ ابن شہاب زہریؒ سے اوروہ ابوسلمہؒ سے اوروہ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓنے بیس آدمیوں کے حلقہ میں نمازجنازہ کے بعدایک عورت کے لئے جس کالقب حبیبہ تھااورایک انصاری کے لئے جس کانام ہمیں یادنہیں رہا ،قرآن کادوران کیاتھااوراس سندسے بھی ثابت ہے کہ ہم سے سعدؒنے بیان کیاوہ ایوبؒ سے اوروہ جمیع سے اوروہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓسے روایت کرتے ہیں کہ دوران قرآن کاایجادحضرت عمرؓنے کیااورقرآن مومنوں

باب نہم

		کیلئے زندگی میں بھی اوربعدازوفات بھی شفاعت کرنے والاہے ۔ (فتاویٰ سمرقندی ۔بحوالہ راہ سنت : ۲۸۵)

سب سے پہلی بات :

ہم نے اور ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب ساکن مردان نے بھی فتاوی سمرقندیہ کا ملاحظہ کیا مگر پتہ چلا کہ کسی نے فراڈ کیا ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ فتاوی سمرقندیہ بازار میں دستیاب ہے ۔اسمیں یہ روایت موجود نہیں ۔تاہم سند کا حال بھی ملاحظہ کیجئے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ فتوح الشام اور فتاوی سمرقندیہ دونوں دستیاب ہیں ۔ہمت ہے تو یہ عبارت انہی سے دکھائی جائے (تحقیقی جائزہ۲۵۱)

تشریح : یہ روایت تین سندوں کے ساتھ ذکرکیاجاتاہے ۔مگرہرسندپرایساکلام ہے ۔کہ جس سے اعراض نہیں کیاجاسکتا۔سب سے پہلے توفخرعلماء دیوبندترجمان اہلسنت والجماعت شیخ الحدیث حضرت مولاناسرفرازصفدّرصاحب نے لکھاہے ۔کہ امام ابوللیث ثمرقندی ؒاگرچہ ایک بہت بڑے فقیہ ہے ۔مگرفن روایت میں اورحدیث میں محدثین کی طرف رجوع کیاجائے گا۔لہٰذاان کی پیش کردہ روایت کواسماء الرجال کی کتابوں سے پرکھ کردیکھیں گے ۔کیونکہ یہی وہ فن ہے جوحدیث کامحافظ ہے ۔

پہلی سندکاحال دیکھیں !

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس سندکونقل کرنے والے پانچ حضرات ہیں ۔جنہوں نے ایک دوسرے سے یہ روایت نقل کیاہے ۔وہ پانچ حضرات یہ ہیں ۔

(۱)عباس بن سفیان (۲)ابن علیۃ (۳)ابن عون(۴)محمد(۵)عبداللہ ۔

پہلاؔشخص : جوکہ عباس بن سفیان ہے ۔مجہول ہے ۔کتب رجال میں اس کاکہیں کوئی نام ونشان نہیں مل سکا۔اوراللہ تعالیٰ نے ہمیں مجہول لوگوں سے دین لینے پرمجبورنہیں کیاہے ۔اورجوحضرات اس سے استدلال کرتے ہیں ان پرواجب ہے کہ اس راوی کی پوری حقیقت واضح کرکے حوالہ دیں ۔ہمیں تواتناکافی ہے ۔کہ مجہول ہے ۔پتہ نہیں کون ہے کیاہے ۔

دوسراؔشخص : ابن علیۃ ہے ۔امام سمرقندی ؒکی وفات ۳۸۳ھ؁ میں ہوئی مقدمہ تفسیرحقانی /۱۴۹،اورابن علیۃ کی وفات ۱۹۳ھ؁ یا۱۹۴ھ؁ کوہوئی ۔تہذیب التہذیب : ۲۴۲/۱،میزان الاعتدال : ۲۲۰/۱۔اب درمیان میں ایک سونواسی(۱۸۹) سال کاطویل زمانہ ہے ۔جو(فن حدیث اورطبقات ِ رواۃ کوجاننے والوں پرمخفی نہیں)اس کامتحمل نہیں کہ اس کوصرف ایک واسطہ سے روایت کیاجائے ۔اورتعجب ہے کہ یہاں اتنے طویل عرصہ میں صرف ایک واسطہ ہے ۔

باب نہم

(دوسری سندکی حیثیت بھی ملاحظہ فرمالیجیے !)

مؤرخ صاحبِ فتوح محمدبن واقدی روایت کرتے ہیں ابوعاصم سے وہ ابن جریج سے وہ ابن شہاب سے وہ ابوسلمۃ سے وہ ابوموسیٰ سے اس سندمیں مرکزی شخص نقل کرنے والامؤرخ صاحب فتوح محمدبن عمرواقدی ہے ۔جوبالکل قابل اعتبارشخصیت نہیں ہے ۔

(۱)حافظ الدنیامشہورمحقق اورمحدث کبیرعلامہ ابن حجرعسقلانیؒ اس کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :

وقال البخاری الواقدی مدنی سکن بغدادمتروك الحديث تركه احمدواابن المبارك وابن نميرواسماعيل بن زكرياوقال فى موضع اٰخركذبه احمدوقال معاوية بن صالح قال لی احمدابن حنبل الواقدی كذاب وقال يحیٰ بن معين ضعيف وقال مرةًليس بشيئی وقال مرةً كان يقلب الحديث عن معمرليس بثة وقال ليس بشيئی : قال الشافعی فيمااسنده البيهقی ۔كتب الواقدی كلهاكذب وقال النسائی فی الضعفاء الكذابون المعروفون بالكذب علی رسول الله اربعة الواقدی بالمدينة ايضاً . (تهذيب التهذيب : ۳۲۴/۹) (طبع دارالفكر)		**امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ واقدی مدنی ہے بغدادمیں رہتاتھا۔مگریہ متروک الحدیث ہے (یعنی اس کے حدیث کوچھوڑاگیاہے کوئی اس پراعتمادنہیں کرتا)اوراس کواحمدبن حنبلؒ، ابن مبارکؒ ،ابن نمیرؒ،اسماعیل بن زکریاؒسب نے چھوڑاہے ۔ایک دوسری جگہ کہتے ہیں کہ احمدبن حنبلؒ نے اس کوجھوٹاکہاہے ۔اورمعاویۃ بن صالحؒ کہتے ہیں کہ مجھے احمدبن حنبلؒ نے فرمایاکہ واقدی جھوٹاہے اوریحیٰؒ بن معینؒ نے کہاہے کہ ضعیف ہے اورایک مرتبہ فرمایاکہ کچھ نہیں ۔اورایک مرتبہ کہاکہ احادیث میں ادل بدل کرتاتھااورمعمرؒنے کہاکہ وہ ثقہ نہیں بلکہ وہ کوئی شئی نہیں ۔امام شافعیؒ نے بیہقی کواسنادکرتے ہوئے لکھاہے ۔کہ واقدی کی کتابیں سب جھوٹ سے بھری ہیں ۔اورامام نسائیؒ نے فرمایاکہ اللہ کے رسولﷺ پرجھوٹ باندھنے والے مشہورچارآدمی ہیں ایک واقدی مدنی بھی ہے ۔ (تہذیب التہذیب : ۳۲۴/۹طبع دارالفکر)**

(۲)علامہ محمدبن احمدبن عثمان الذہبیؒ لکھتے ہیں :

قال احمدبن حنبل هوكذاب يقلب الاحاديث		**امام احمدبن حنبلؒ نے فرمایاہے کہ وہ**

باب نهم

....وقال ابن معين ليس بثقة وقال مرة لايكتب حديثه وقال البخارى وابوحاتم ؒمتروك وقال ابوحاتمؒ ايضاًوالنسائى يضع الحديث وقال الدارقطنى فيه ضعف وقال ابن عدى احاديثه غيرمحفوظة والبلاء منه ....قال ابوغالب .... سمعت ابن المدنى يقول الواقدى يضع الحديث : (ميزان الاعتدال : ۶۶۳/۳) (طبع الثانى باكستان)		جھوٹاہے احادیث میں ادل بدل کرتا ہے ۔اورابن معین ؒنے فرمایاکہ ثقہ نہیں اورایک مرتبہ کہاکہ اسکی احادیث نہیں لکھی جائیں ۔امام بخاریؒ اورابوحاتمؒ نے کہامتروک ہے اوراسی ابوحاتم ؒاورامام نسائی ؒنے کہاکہ احادیث اپنی طرف سے گھڑتاتھاامام دارقطنیؒ کہتے ہیں کہ اس میں ضعف ہے ابن عدی ؒنے کہاکہ انکی احادیث محفوظ نہیں اوربلا اسی سے ہے ۔ ابوغالب ؒنے فرمایاکہ میں نے ابن المدینیؒ سے سناوہ فرماتے تھے کہ واقدی احادیث بناتاتھا۔(اپنی طرف سے) (میزان الاعتدال : ۶۶۳/۳) (طبع الثانی باکستان)

(۳)علامہ موصوفؒ ایک اورجگہ لکھتے ہیں :

واستقرالاجماع على وهن الواقدى : (ميزان الاعتدال : ۶۶۶/۳)		واقدی کے کمزوری پراجماع ہوچکاہے ۔ (میزان الاعتدال : ۶۶۶/۳)

(۴)امام رازی ؒ لکھتے ہیں :

’’ امام شافعی ؒ نے فرمایاکہ کتب واقدی سب جھوٹ ہیں ۔احمدبن حنبلؒ نے فرمایاکہ واقدی احادیث میں ردوبدل کرتاتھا۔یحیٰ بن معینؒ نے کہاکہ ان کی احادیث نہ لکھی جاویں ۔اورواقدی متروک الحدیث ہیں مجاہیل سے روایت کرتاہے اورمنکرحدیث نقل کرتاہے ۔ضعیف ہے ،لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑدی ہیں ۔ (الجرح والتعدیل : ۲۱/۸)

اس سند میں دوسرا شخص ابو عاصم جو مجھول ہے ۔ کسی کتاب میں اسکا اتہ پتہ نہیں ۔ (تحقیقی جائزہ ۲۵۱)

اس سندمیں تیسراشخص ابن جریج ہے ۔اس کاحال بھی ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱)چنانچہ اسماء الرجال کی کتب میں لکھاہے ۔

وقال المخراقى عن مالك كان ابن جريج حاطب ليل وقال عثمان الدارمى عن اسماعيل بن داود عن ابن معين ليس بشيئى فى الزهرى (الى ان قال) قال الدارقطنى تجتنب تدليس ابن جريج فانه		اورمخراقی نے مالک سے نقل کیاہے ۔کہ ابن جریج حاطب لیل تھااورعثمان الدارمی نے اسماعیل بن داؤداورانہوں نے ابن معین سے نقل کیاہے ۔کہ ابن جریج ابن

باب نهم

قبیح التدلیس . (تهذیب التهذیب : ۳۵۹/۶)		شہاب زہری سے روایت کرنے میں معتمدنہیں (نیزلکھا)کہ امام دارقطنی نے فرمایاکہ ابن جریج کی تدلیس سے بچوکیونکہ وہ بہت قبیح تدلیس کرنے والاہے ۔ (تہذیب التہذیب : ۳۵۹/۶)

(۲)علامہ موصوفؒ دوسرے صفحہ پرلکھتے ہیں :

وقال الشافعیؒ استمتع ابن جریج بسبعین امرأة. (تهذیب التهذیب : ۳۶۰/۶)		امام شافعیؒ نے فرمایاکہ ابن جریج نے سترعورتوں سے متعہ کیا (جوکہ حرام)ہے۔ (تہذیب التہذیب : ۳۶۰/۶)

(۳)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

قد تزوج نحواًمن سبعین امرأة نكاح المتعة كان يرى الرخصة فى ذالك (الى ان قال)قال عبدالله بن حنبلؓ قال ابى بعض هذه الاحاديث التى كان يرسلها ابن جريج احاديث موضوة كان ابن جريج لايبالى من اين يأخذها. (ميزان الاعتدال : ۶۵۹/۲)		یقیناً(ابن جریج) نے تقریباًسترعورتوں سے نکاح متعہ کیاتھااوروہ اس کوجائزسمجھتاتھا.(اورآگے لکھتے ہیں) کہ عبداللہ بن احمدحنبلؒ نے فرمایاکہ مجھے والدنے کہاکہ بعض موضوع روایات ابن جریج مرسل بیان کرتاتھااورابن جریج پرواہ نہیں کرتاتھاکہ کہاں سے لے رہاہے ۔ (میزان الاعتدال : ۶۵۹/۲)

(۴)عبدالرحمن بن محمدادریسؒ لکھتے ہیں :

قال ابن معینؒ ابن جریج فی الزهری لیس بشیئی وقال قال ابن جریج ماسمعتُ من الزهری شیئاً . (الجرح والتعدیل : ۳۵۷/۵)		ابن جریج ابن شہاب زہری سے روایت کرنے میں کوئی شئی نہیں ۔یعنی معتمدنہیں ۔ابن معین فرماتے ہیں کہ ابن جریج خودبھی اعتراف کرتاہے کہ میں نے امام زہری سے کچھ نہیں سنا۔ (الجرح والتعدیل : ۳۵۷/۵)

اسمیں ایک مرکزی راوی ابن شہاب زہری ہے جو کٹر شیعہ ہے ۔دیکھئے شیعہ کی منتہی المقال علامہ حلی کی خلاصۃ الاقوال پوری تفصیل کے لئے تمنا عمادی کی کتاب امام زہری اور طبری جس نے تقیہ کے ذریعے سنیوں کا بھیڑہ غرق کیا ہے نیز مدلس اور مدرج بھی ہے ۔ابن شہاب زہری مدلس ہے ۔ تعریف اھل تدلیس ۱۰۹ ترجمہ ۱۰۲(۳۶) اور انکی یہ روایت معنعن ہے۔

باب نہم

(تیسری سندکی حیثیت بھی ملاحظہ فرمالیجئے !)

اوریہ تیسری سندتو ماشاء اللہ ۔اس میں ایوب،سعد،جمیع یہ تینوں راوی مجہول ہیں ۔اسماء الرجال کی کتب میں ان کاکوئی نام ونشان نہیں ۔اورجن لوگوں کااس روایت سے استدلال ہے ان کواِنکی توثیق ضروری تھی مگرآفسوس کہ ان کواب تک اس کی ہمت نہ ہوئی اورنہ ہی ان شاء اللہ العزیزکرسکیں گے ۔کیونکہ جھوٹ جھوٹ ہی ہوتاہے اس کوکون سچ کرسکتاہے ۔ورنہ عذربدترازگناہ کے مصداق ہونگے!

قارئین عظام !

یہ تینوں سندیں نہایت ہی کمزوراورمن گھڑت اورجعلی ہیں ۔اورخودروایت میں امام سمرقندی نے اقرارکیاہے کہ اس روایت کوحدیثوں کی مشہورکتابوں نے ذکرنہیں کیاہے بلکہ غیرمشہورکتابوں نے بھی ذکرنہیں کیااس لئے کہ یہ صریح جھوٹ ہے اورجھوٹ کانقل کرنااوراس کوسچائی کاروغن چڑھانابدعتیوں کاوطیرہ ہیں ۔

وہ مولوی فضل گل صاحب نے فرض کفایہ اداہی کردیا۔عوام کودھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے ۔دیکھیں ۔(توضیح المسائل : ۲۶)

ے این کام ازتوآیدمرداں چنین نکنند بایں عقل وخردببایدگریست ؛

(۱)امام بیہقی نے فرمایا :

من جاء الیوم بحدیث لایوجد عند الجمیع لایقبل ۔ (توجیه النظر : ۲۱۹، فتح المغیث : ۹۶، مقدمه ابن الصلاح : ۱۰۰)		جس شخص نے آج کوئی حدیث پیش کی جوتمام محدثین کرام کے نزدیک نہ ہو(یعنی جس کوسب نے ذکرنہ کیاہو)تووہ روایت ہرگزقبول نہیں کی جاسکتی ۔ (توجیہ النظر : ۲۱۹ ،فتح المغیث : ۹۶،مقدمہ ابن الصلاح : ۱۰۰)

حضرات گرامی !

جس طرح روایۃًآپ نے مفصل طریقے سے پڑھاکہ یہ من گھڑت ہے ۔اوربے اصل ہے صرف پانچ روپے کی خاطربدعتی اس کوپیش کرتے ہیں ۔اسی طرح درایۃًبھی یہ روایت کام کی نہیں ۔

(۲)ترجمان دیوبندشیخ الحدیث حضرت مولاناسرفراز خان صفدرؒ صاحب دامت برکاتہم نےاس پرچھ اعتراضات کئے ہیں ،جس کاصحیح جوب ابتک کوئی بدعتی نہیں دے سکا۔دیوبندی حضرات کوتوضرورشیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی کتاب یعنی راہ سنت : ۲۸۸تا۲۸۹)کامطالعہ کرناچاہئے تاکہ آستین کی سانپ(نیم دیوبندی)کوپہچان سکیں اوران کے ڈسنے سے بچ جائیں ۔

باب نہم

(آخونزادہ بشیراحمدصاحب کااس من گھڑت جعلی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش !

آخونزادہ مولوی بشیراحمدا بریلوی صاحب کر بوغہ شریف نے ''نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط ''میں اس من گھڑت جھوٹی روایت کوپاؤں پرکھڑاکرنے کے لئے ناکام کوشش توکی ہے ۔مگرجہاں جہاں کلام وزنی اوراعتراض مضبوط پایا وہاں سے منہ موڑاہے۔مگرجہاں اس نے کمزوری سمجھی ہے توجواب دینے کی کوشش توکی ہے مگر(سبحان اللہ)چھوٹے حضرت سے بھی کچھ نہ بن سکا۔ سچ کہاہے

ے ہندو سنڑے خدائے ناراضہ

بہرکیف آخونزادہ صاحب کے چندلطیفے ہی سہی ملاحظہ توفرمالیجئے !

اولّ بات یہ ہے کہ آخونزادہ صاحب لکھتے ہیں ۔

کہ'' امام سمرقندی بہت بڑافقیہ ہے ۔انہوں نے جوروایت اپنے فتاویٰ میں درج کی ہے ۔انہوں نے ضروراس روایت کی سنداوراس کی رجال میں خوب تحقیق کی ہوگی! اس کے بعداپنے فتاوی میں درج کیاہوگا۔نفع الاموات : ۷۲)

جواب یہ ہےکہ فتاوی سمرقندیہ میں یہ بات ہے ہی نہیں (تحقیقی جائزہ ۲۵۱، نیز فتاوی رضویہ ۱۷۵/۸)

کہ پہلے توآخونزادہ صاحب کویہ بھی یقین نہیں کہ کیایہ روایت فتاوی سمرقندی میں ہے بھی کہ نہیں جب بھی توحوالہ نہیں لکھا۔اوراس کوراہ سنت سے نقل کیاہے چونکہ راہ سنت والے نے سمرقندی کاحوالہ لکھاتھا۔تواس نے بھی تقلیدکی ۔پھرآفسوس کامقام تویہ ہے کہ مدعیٰ کوگمان سے ثابت کرتاہے ۔آخونزادہ صاحب کی عبارت ایک دفعہ پھرپڑھ لیجئے !

کہ''تحقیق کی ہوگی! درج کیاہوگا۔ہم کہتے ہیں کہ جناب ہوگی،ہوگاسے مدعیٰ کب ثابت ہوسکتاہے ۔آخونزادہ کوتوبالاحوالہ کے توثیق کی ضرورت تھی ۔مگروہ لطیفے بکھیررہے ہیں !

دومؔ بات یہ لکھتے ہیں :

'' اگرواقعی (حیلہ اسقاط)ناحق تھاتوبڑے حضرات اس کاانکارکرتے ۔حالانکہ ایک کتاب میں بھی منقول نہیں ۔

(نفع الاموات : ۷۲)

جواب یہ ہے کہ :

حضرت کافریب دیکھیں !کہ پہلے توعدم نقل حجت نہیں مانتے تھے ۔دیکھیں ۔

(نفع الاموات : ۹۵،۹۶)

اورایک جگہ خودلکھتے ہیں کہ :

قاعدہ مسلمہ ہے کہ'' عدم الذکر لایدل علی عدم الوجود۔''کہ ایک چیزکے نہ

باب نهم

ذکرکرنے سے یہ لازم نہیں آتاکہ اس کاوجودبھی نہیں ۔دیکھئے ۔ (نفع الاموات : ۷۴)

اورایک اورجگہ ایک سوال کاجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

'' حبیبہ وقلاب کاعدم وجدان کتب تواریخ میں مستلزم لعدم الوجودنہیں ہے ۔کیونکہ کتب تاریخ وکتب رجال کاذخیرہ نہ توکسی کےپاس موجودہوتاہے اورنہ کسی نے سب کامطالعہ کیاہے ۔ورنہ پھرضرورمل جائے گا۔نفع الاموات : ۷۶)

اب سوال میرایہ ہے کہ کہ جب آپ خودہی فرماچکے ہیں ۔کہ سب کتابیں کسی کے پاس موجودنہیں ہوتی ہیں ۔اورنہ کسی نے مطالعہ کی ہوتی ہیں ۔توآپ صاحب نے کیوں تحریرفرمایاکہ''ایک کتاب میں بھی منقول نہیں ''یہ کشف ہورہاہے یاکوئی شیطانی القاء ہے ۔ اوردوسری بات یہ ہے ۔کہ جوچیزیعنی عدم نقل جب آپ کے نزدیک حجت نہیں ۔تواپنے فائدہ کی جگہ کیسے حجت بن گئی ۔خداکاخوف کیجئے !کب تک یہ دھوکہ اورفریب میں زندگی گزاروگے! آخرموت بھی آنے والی ہے ۔اللہ کوکیاجواب دوگے؟

سوم ّبات یہ کہ ایک مقام پرموصوف نے فقیہ اورمحدث کے درمیان مناطقہ کے اصول کے مطابق عموم خصوص مطلق کی نسبت نکال کرلکھتے ہیں کہ :

اگرفقیہ محدث نہ ہو توفقیہ کیسے ہوا۔وجہ یہ ہے کہ فقاہت کتاب وسنت سے استخراج مسائل کانام ہے ۔نفع الاموات : ۷۳)

جواب یہ ہے :

مختصرا کہ آخونزادہ صاحب کوفقیہ اورمجتہد کے درمیاں فرق معلوم نہیں ۔میں کہتاہوں کہ اگرصاحب حق صاحب اوران کے تمام رفقاء کرام کم ازکم حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندیؒ کی کتاب حسن العزیز : ۳۴۵/۴،اورتحفۃ العلماء : ۴۶/۲)ہی پڑھ لیتے توان کوایسی شرمندگی ا ور خجالت کی نوبت نہ آتی ۔ کہ فقیہ اورمجتہد میں بھی فرق نہیں کرسکتے ہیں ۔فوااسفا۔

مفتی محمدعمیم الاحسان مجددی ؒصاحب یوں فقیہ کی تعریف تحریرفرماتے ہیں ۔

الفقیه من یعلم الفقه وان لم یکن مجتهدًا ۔ (قواعدالفقه : ۴۱۵)		فقیہ وہ ہے جوفقہ جانتاہواگرچہ مجتہدنہ ہو۔ (قواعدالفقہ : ۴۱۵)

جناب آخونزادہ صاحب یادرکھیں کہ سمرقندی صاحبؒ مجتہد نہیں بلکہ صرف فقیہ ہیں۔آپ صاحب نے شایدکتابوں میں فقیہ اورمجتہد کافرق نہیں پڑھاہوگا؟کوئی حرج نہیں اب بھی پڑھ سکتے ہیں ۔کسی مدرسہ میں داخلہ لے لو۔لھذا اب سمجھو کہ کتاب و سنت سے استخراج مسائل فقیہ کا کام نہیں ،مجتہد کا کام ہوتا ہے۔

(آخونزادہ بشیراحمدصاحب کاابن جریج سے دفاع جبکہ اہلِ علم نے اس کوکذاب

لکھاہے)
ابن جریج پرہمارے اکابرنے جوکلام کیاہے ۔اس پربریلوی حضرات نے خفگی ظاہرکرتے ہوئے یوں جواب دیاہے ،انکے جواب کاخلاصہ یہ ہے کہ جن حضرات نے ابن جریج پرکلام کیاان کی جرح نامنظورہیں ۔ان میں ابوحاتم ،نسائی ،ابن معین،ابن القطان یحی بن حبان اورجتنی عبارتیں نقل فرمائی سب عبدالحئی لکھنویؒ کی کتابوں سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے ۔ملاحظہ کیجئے ۔نفع الاموات : ۷۶ تا۷۹)یہ ہے ہمارے آخونزادہ صاحب کے ملفوظات کاخلاصہ جس کومیں نے مختصرًانقل کیا۔
جواب یہ ہے :
اولاً توہمیں اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں ۔اس لئے کہ حضرت نے فائرتوکیاہے مگرنشانہ صحیح نہیں ْاگرغورکرتے اورکتابوں کی تلاش کرتے تومعلوم ہوجاتاکہ ابن جریج پرکلام صرف ان لوگوں کانہیں جن کی جرح کو بعض لوگوں نے نا منظور لکھا بلکہ ہماری عبارات میں درج ذیل لوگوں سے بھی کلام مذکورہے ۔امام بخاریؒ،امام احمدبن حنبلؒ،ابن المبارکؒ،ابن نمیرؒ،معاویہ بن صالحؒ،امام شافعیؒ،امام دارقطنیؒ،ابوغالبؒ،ابن مدینیؒ،مخراقیؒ،امام مالکؒ،عثمان دارمیؒ،اسماعیل بن داوٗدؒ کیاان سب حضرات کی جرح بھی نامنظورہے ؟
ثانیاؒ ۔حضرت آخونزادہ صاحب نے جان چھڑانے کے لئے مولاناعبدالحئی صاحب لکھنویؒ کاسہاراتولیاہے مگرسوال یہ ہے کہ کیاآپ حضرات علامہ عبدالحئی صاحب کومانتے بھی ہیں یانہیں ؟ جب آپ صاحب ان کومانتے نہیں توپھران کاحوالہ کیوں پیش کرتے ہیں ۔یہ تویہودیوں کی مذموم صفت ہے کہ مطلب کے کچھ باتیں ماننااورکچھ جوآپ کی خلاف ہواسے چھوڑدینایہودیت ہے ارشادباری تعالیٰ ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَاجَزَائُ مَنْ یَفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلاَّخِزٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَاوَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلیٰ اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَااللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّاتَعْمَلُوْنَ ۔ (البقرۃ : ۸۵)	کیابعض احکام پرایمان رکھتے ہواوربعض کے ساتھ انکارکرتے ہو؟ تم میں سے جوبھی ایساکرے ،اس کی سزااس کے سواکیاہوکہ دنیامیں رسوائی اورقیامت کے دن سخت عذاب کی مار،اوراللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبرنہیں ۔ (سورہ بقرۃ : ۸۵)

اب سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں ۔کہ علامہ شیخ عبدالحئی لکھنوی صاحبؒ کی کتابوں کے آخونزادہ صاحب قائل بھی ہیں یانہیں ؟
اولاًیہ کہ نفع الاموات کے مؤلف کی جامع مسجدمیں قضاء عمری کی

باب نہم

نماززمانوں سے زوروشورسے پڑھی جاتی ہے ۔کوئی روک ٹوکنے والانہیں بلکہ منع کرنے والوں کووہابی وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔جبکہ یہی علامہ عبدالحئی صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں ۔

فائدہ : قال علی القاریؒ فی تذکرة الموضوعات عندذکرحدیث من قضیٰ صلوٰة من الفرائض فی اٰخرجمعة من رمضان کان جابراًلکل فائتةٍ فی عمرہ الیٰ سبعین سنة بعدالحکم بانه باطل لااصل له ثم لاعبرة بنقل صاحب النهایة ولابقیة شراح الهدایة فانهم لیسوامن المحدثین ولااسندواالحدیث الیٰ احد من ---- المخرجین : (مقدمةعمدة الرعایة : ۱۳)	فائدہ : کہ تذکرةالموضوعات میں ملاعلی القاریؒ نے اس حدیث کے بعدجس کاترجمہ ہے (کہ جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرائض کے بعدقضاء عمری کی نمازاداکی تووہ اس کی عمرکی سترسال تک کی قضاء نمازوں کے لئے جبیرہ ہوگی۔)انہوں نے اس حدیث پرحکم لگایاکہ باطل ہے اس کی اصل نہیں اورصاحب نہائیہ نے جونقل کیاہے یاہدایہ کی شرح لکھنے والوں نے۔ سوان کااعتبارنہیں ۔اس لئے کہ وہ محدثین نہیں ۔اورنہ محدثین کی طرف سندکیاہے۔(مقدمۃ عمدة الرعایۃ : ۱۳)

اب لیجئے !یہ ہے علامہ عبدالحئی لکھنویؒ جوکہ ایک طرف تو بہت ہی شدومدسے قضاء عمری کی نمازکی تردیدفرماتے ہیں ۔اگر آپ کوعلامہ عبدالحئی لکھنوی ؒ کی تحقیق پراعتمادہے توآپ بھی اپنی جامع مسجد میں قضاء عمری کی نمازچھوڑدیں گے۔اوراگرنہیں مانتے جیساکہ مشاہدہ ہے توپھرآپ بھی جان چھڑانے کے لئے ان کی عبارتوں سے سہارالیناچھوڑدیں ۔

نیزعلامہ عبدالحئی مرحوم کی عبارت سے فقیہ اورمحدث کافرق بھی واضح معلوم ہوا کہ فقیہ کا محدث ہونا ضروری نہیں ہواکرتا ۔

اب آخرمیں مختصراندازمیں حیلہ اسقاط اوردوران قرآن کوعلمائے دیوبندکی کتابوں سے نقل کرتاہوں تاکہ عوام حضرات کوبھی معلوم ہوجائے ۔کہ اسقاط خورمولوی علمائے دیوبندکانام لے کرہمیں دھوکہ دیتے ہیں ۔اورافتراپروازی سے کام لیتاہے۔ اگریہ بھیڑ کی صورت میں بھیڑئے کے مصداق نہیں توپھراورکیا؟

وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِباً فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى

تمہاری شامت آچکی اللہ تعالیٰ پرجھوٹ اورافترانہ باندھوکہ وہ تمہیں عذابوں سے ملیامیٹ کردے یادرکھووہ کبھی کامیاب نہ ہوگاجس نے جھوٹی بات گڑھی

(سورہ طٰہٰ : ۶۱)

باب نہم

اُلجھاہے پاؤں یارکازلفِ درازمیں لوآپ اپنے دام میں صیَّادآگیا

(مروَّجہ حیلہ اسقاط علمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)مفتی اعظم ہندحضرت مولانامفتی محمدکفایت اللہ صاحبؒ حیلہ اسقاط کے مختلف سوالوں کے جوابات میں یوں رقمطرازہیں
پہلی جگہ لکھتے ہیں :
کہ''بعض علماء کافدیہ کے مال کواٹھواکرپھرواناکل حلقہ میں عبث(فضول)ہے ۔(کفایت المفتی : ۱۶۹/۴)
علامہ موصوفؒ دوسرؔی جگہ لکھتے ہیں :
''اسقاط مروج بوجوہ کثیرہ ناجائزاورمفاسدعدیدہ پرمشتمل ہے اس لئے اس مروج طریقہ کاترک ہی واجب ہے ۔ (کفایت المفتی : ۱۷۰/۴)۔
علامہ موصوفؒ تیسرؔے مقام پرتحریرفرماتے ہیں :
کہ ''لیکن لوگ اس کوضروری ولازمی سمجھتے ہیں۔اورپھروہ ایک رسم بن جاتی ہے اورتارک(چھوڑنے والے)پرلعن طعن کرنے لگتے ہیں ۔اس لئے اس کورواج دینانہیں چاہئے ۔
بالخصوص قرآن مجیدکوتواس میں لاناہی نہیں چاہئے کہ اس کی بے قدری ہوتی ہے ۔(کفایت المفتی : ۱۷۱/۴)
موصوفؒ چوؔتھے مقام پرلکھتے ہیں کہ مروجہ اسقاط یقیناًناجائزاوربدعت ہے ۔(کفایت المفتی : ۱۷۶/۴)
پانچوؔیں مقام پر لکھتے ہیں :
''اسقاط مروج کاشرعاًثبوت نہیں ۔کفایت المفتی : ۱۷۶/۴)چھٹے مقام پرلکھتے ہیں کہ''اسقاط کی یہ صورت مہمل اوربے کارہے ۔اس کاکوئی فائدہ نہیں ۔اورمسجدکاقرآن مجیدبھی اس کام کے لئے لے جاناجائزنہیں ۔ حیلہ اسقاط جوفقہاء نے لکھاہے وہ بھی ضروری نہیں ۔ (کفایت المفتی : ۱۷۷/۴)
(۲)مفتی دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں :
کہ''یہ طریقہ مروجہ حیلہ اسقاط کاخلاف الشرع ہے ۔اوردرست نہیں ہے ۔(عزیزالفتاویٰ : ۳۴۴/۱)
موصوفؒ ایک اورجگہ تحریرفرماتے ہیں کہ''مفاسدشرعیہ بھی ان حیلوں میں ہیں ۔جن کی وجہ سے ایسے حیلوں سے منع کیاجاتاہے ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۳۷۱/۴)
ایک اورجگہ لکھتے ہیں کہ''قرآن شریف جنازہ کے ساتھ لے جاناخلاف شرع ہے

اورناجائزہے۔ (دارالعلوم دیوبند : ۲۸۳/۵)
(۳)مفتی اعظم محمدشفیع صاحبؒسے ایک سوال جس کامفہوم یہ ہے :
کہ میت کے ساتھ قرآن شریف کالے جانااوراس کاچندآدمیوں کے درمیان پھرانااوراس کانام حیلہ اسقاط رکھناجیساکہ عام رواج ہے جائزہے یانہیں ؟ لوگوں میں سخت جھگڑاہے بعض جوجائزکہتے ہیں وہ (وابتغواالیہ الوسیلۃ)پیش کرتے ہیں ۔صحیح جواب دیں
مفتی محمدشفیع صاحبؒ اس کاجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :
کہ ''حیلہ اسقاط مروجہ عوام زمانہ بلاشبہ بدعت ہے ۔اولاًاس لئے کہ اگریہ کوئی کارخیرہوتاتونبی کریم ﷺاورصحابہ کرامؓ اس کے لئے زیادہ احق تھے ۔(وہ حیلہ اسقاط کرتے)ان کی شفقت توعام مؤمنین سے بڑھ کرتھی ۔مگرانہوں نے کبھی یہ حیلہ اسقاط نہ کیافلہٰذاعدم تملیک حقیقۃًاوردیگرمفاسدکی وجہ سے اس کاترک کرنالازم ہے (مفہوماً)۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲/ ۱۷۰)
(۴) حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ اورعلامہ ظفراحمدعثمانیؒ نے حیلہ اسقاط کے ایک تفصیلی جواب کے بعدلکھتے ہیں کہ''لہٰذایہ محض لغوہے ۔ (امدادالاحکام : ۱۸۳/۱)
(۵)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب ؒ دیوبندی نے بھی اس کوبدعت کہا۔دیکھئے ۔(سنت وبدعت : ۴۹ تا۵۱)
(۶)استاذالعلماء شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندھریؒ نے فرمایا :
کہ''مروجہ حیلہ اسقاط ناجائزاوربدعت ہے چندوجوہ سے ۔ (خیرالفتاویٰ ۳ /۳۱۲)
(۷) شہیدِملتِ اسلامیہ علامہ محمدیوسف لدھیانوی ؒ لکھتے ہیں کہ''جہاں تک حیلہ اسقاط کاتعلق ہے ۔جس شکل میں یہ حیلہ آجکل رائج ہے ۔یہ خالص بدعت ہے۔اورنہایت قبیح بدعت ہے۔اوراس بدعت سیئہ کے لئے قرآن کریم کااستعمال بلاشبہ قرآن کریم کی بے حرمتی ہے ۔ (آپ کے مسائل اوران کاحل : ۱۰۴/۳)
(۸)مجددوقت رشیداحمدصاحب گنگوہی دیوبندیؒ حیلہ اسقاط کے بارے میں فرماتے ہیں :
''حیلہ اسقاط کامفلس کے واسطے علماء نے وضع کیاتھا۔اب یہ حیلہ چندفلوس مُلاوں کے واسطے مقرر ہوگیاہے۔حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے۔وہاں حیلہ کارگرنہیں ۔ (فتاویٰ رشیدیہ : ۱۵۰)
(۹)امام اہل السنۃ والجماعت شیخ الحدیث مولانامحمدسرفرازخان صفدرؒ صاحب دامت برکاتہم توایک طویل بحث لکھنے کے بعدیوں تحریرفرماتے ہیں کہ''صوبہ

باب نهم

سرحداوربعض دوسرے علاقوں میں یہ دستورہے کہ حیلہ اسقاط کے لئے ایک خاص باکرامت گٹھڑی ہوتی ہے ۔جس میں قرآن کریم کے علاوہ کچھ ریزگاری اورگُڑشریف بھی شامل ہوتاہے اورپھراس کوایک دائرہ کے اندرگھمایاجاتاہے اورایک مخصوص دُعاسے شروع کرکے کہ(کل حق من حقوق اللہ تعالیٰ بعضھا ادیٰ الخ)

وہ گٹھڑی اصحاب دائرہ کودی جاتی ہے جن میں اکثربڑے بڑے خان ،نواب اورامیرمُلابھی شامل ہوتے ہیں ،اوروہ یہ کہتے ہوئے کہ' قبلت بالطریق المذکورة ووھبت لك)دوسرے کے حوالے کردیتے ہیں ۔حضرات فقہائے کرام ؒ کی ان عبارتوں میں نہ توقرآن کاکہیں ذکرہے اورنہ گُڑشریف کانامعلوم یہ حیلہ درحیلہ کاثبوت کہاں سے نکلا؟ اوراس گٹھڑی میں جورقم ہوتی ہے وہ بھی محض اپنی عزت اورناک کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے ۔اس کاسرے سے سوال ہی پیدانہیں ہوتاکہ میت کی نمازوں اورروزوں کاحساب کیاہے ؟اورکتنی بارچکردینے سے وہ حساب بے باق ہوگا؟

آپ نے ملاحظہ فرمایاکہ جس حیلہ اسقاط کاجوازحضرات فقہائے کرامؒ سے ملتاہے اورجن لوگوں کے لئے ملتاہے اورجن حالات میں ملتاہے وہ تقریبًاآج مفقودہیں اوریہ محض دنیاکمانے کاایک مذموم حیلہ بن کررہ گیاہے ۔(راہ سنت : ۲۸۱)

علامہ موصوف ایک اورجگہ لکھتے ہیں :

کہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ سبت کے ایسے ہی ناجائزحیلوں کے سبب ان پرعذاب نازل کیاتھااورآپ ﷺ نے یہودبے بہبودکے ایسے ہی نفسانی حیلوں کے پیش نظرقاتل اللہ الیھود(الحدیث)کے سنگین الفاظ سے اُن کے حق میں بددعافرمائی تھی ،(صحیحین)اوراُمت محمدیہ (علی صاحبھا الف الف تحیة) کوآگاہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا :

عن ابی ھریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لاترتکبوا ما ارتکبتِ الیھود فتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل وھذا اسناد جید . (تفسیرابن کثیر : ۲۵۷/۲ ،وراجع دُرمنثور : ۱۳۹/۳)	حضرت ابوہریرةؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایاکہ تم ایسی حرکات کاارتکاب نہ کروجیساکہ یہودنے کیاکہ تم معمولی حیلوں سے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کوحلال سمجھنے لگو۔ (تفسیرابن کثیر : ۲۵۷/۲ اورملاحظہ ہو۔ درمنثور : ۳ /۱۳۹

<u>الغرض</u> : صوبہ سرحداوردیگرمختلف علاقوں میں چندٹکوں کی غرض سے قرآن

مجیدکوجوپھرایاجاتاہے ،اس کاشریعتِ اسلامیہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ شریعتِ حقہ اس قبیح ترین حرکت سے سخت بیزارہے اورتمام حق پرست علماء کایہ اولین فرض ہے کہ اس رسمِ بدکوفی الفورختم کردیں اوراس مصنوعی اورخودساختہ طریقہ سے(جس میں لفظ دَورانِ قرآن ہی اس کے خودساختہ ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ قرآن کریم پھرتانہیں پھرایاجاتاہے اوراس کے لئے اگرعرب سے رسم نکلتی توتدویرِقرآن کالفظ استعمال کیاجاتانہ کہ دورانِ قرآن کا)مسلمانوں کونجات دلاکراُن کے سامنے وہی اسلام پیش کریں جو آنحضرت ﷺاورصحابہ کرامؓاورتابعین ؒاورتبع تابعینؒ اورآئمہ مجتہدین سے ثابت ہے اوراپنی طرف سے ان بدعات کوپیش کرکے اسلام کانام دینادین اسلام سے اشدترین دشمنی ہے ۔اللہ تعالیٰ ہرمسلمان کواس سے محفوظ رکھے ۔آمین ! (راہ سنت : ۲۸۵)

(۱۰)استاد محترم مرشدالمجاہدین خاتمۃ المحققین فقیہ العصرحضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ کافتویٰ کوبطورفیصلہ تحریرکیاجاتاہے ۔موصوفؒ لکھتے ہیں کہ :

’’(حیلہ اسقاط اوردوران قرآن)کامروجہ طریقہ ناجائزاوربدعت ہے ۔قرآن ،حدیث اورفقہ میں اس کاکوئی ثبوت نہیں اورنہ ہی قرون مشہودلہابالخیرمیں اس کاکوئی وجودہے ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(احسن الفتاویٰ : ۳۴۸/۱تا۳۵۰)

قارئین کرام !

اس مستنداوربالاحوالہ مضمون کو پڑھ کرآپ نے غورکیاہوگا۔کہ قرآن وحدیث اورفقہ حنفی اورعلمائے دیوبندکی مستندکتب کیاکہتی ہے ۔اورآج کل کے پیٹ پرست ملاوں نے کیارائج کیاہے ؟ اورکیاکررہے ہیں ؟ کیااب بھی ہم ان کے ایجادکی ہوئی رسومات کواپنائیں گے ؟ ہرگزنہیں ۔ورنہ ہم منزل مقصودتک ہرگزنہیں پہنچ سکتے ۔شیخ سعدی شیرازیؒ نے کیاہی خوب کہاہے ۔

خلافِ پیمبرکسے رہ گزید ہرگزبمنزل نخواہدرسید۔

(کفن سے امام کے لئے مصلّٰی بنانا)

رسم ورواج میں جکڑے ہوئے مسلمانوں کے ہاں میت ہی سے متعلق ایک عام دستوریہ بھی ہے ۔کہ میت جب قبرستان لے جاتے ہیں توکفن سے کچھ کپڑازائدکرکے امام کے لئے اوربسااوقات کئی اشخاص کے لئے مصلّٰی بناتے ہیں ۔اورپھرنمازجنازہ پڑھ چکنے کے بعدملائیں وہ کفن سے اضافی ٹکڑے ساتھ لے جاتے ہیں اہل میت اس کوصدقہ کی نیت کے علاوہ علاقہ کے عام دستورکے

پابندی اوراقرباء کے طعنوں اورشرم کے بنیادپرلے جاناضروری سمجھتے ہیں ۔تونہایت ہی اہم اورضروری معلو م ہوتاہے ۔کہ قرآن وسنت اورفقہ حنفی کے روشنی میں اورعلمائے دیوبندکے تحریرات کی روشنی میں اس کی حقیقت واضح کیاجائے ۔

دنیاجانتی ہے کہ مردکے لئے کفن سنت تین کپڑے ہیں (۱)قمیص (۲)ازار(۳)لفافہ ۔عورت کے لئے تین یہی (۴)خمار(۵)خرقہ ۔ (نورالایضاح مع مراقی الفلاح : ۱۴۲)یہ توسنت کفن ہے ۔

اب اس سے زیادتی کفن میں جیسے ملاوں کی لئے مصلّی بناناوغیرہ سب تجاوزاورفضول خرچی اورریاء نمودہے ۔جسکے حرام اورناجائزہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔

(۱)قرآن کریم میں ایک جگہ ارشادہے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدۃ : ۷۷)		آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب !اپنے دین میں ناحق غلواورزیادتی نہ کرواوران لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کروجوپہلے سے بہک چکے ہیں اوربہتوں کوبہکابھی چکے ہیں اورسیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں ۔ (سورہ مائدہ : ۷۷)

(۲)ایک اورمقام میں ارشادباری تعالیٰ ہے :

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ١ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴿۲۷﴾ (بنی اسرائیل : ۲۷)		اوررشتے داروں کااورمسکینوں اورمسافروں کاحق اداکرتے رہواوراسراف اوربیجاخرچ سے بچو،یقیناًبیجاخرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں ۔اورشیطان اپنے پروردگارکابڑاہی ناشکراہے ۔ (سورہ بنی اسرائیل : ۲۷)

(۱) علامہ سیداحمدطحطاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے ایک روایت نقل کیاہے ۔

اذاکفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہ		کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کوکفن دیتاہوتواچھے طریقے سے کفن دے ۔

(۲)علامہ سیداحمدطحطاوی الحنفی ؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں :

باب نہم

یعنی ...علی ماوردته السنة ولم یردبه مایفعله المبذرون اسرافًا وریاءً ۔ (طحطاوی علی مراقی لفلاح : ۳۱۵)		یعنی اچھے طریقے سے مراد مسنون کفن (مردکوتین کپڑے عورت کوپانچ کپڑے)ہے ۔یہ مرادنہیں جوکہ فضول خرچ لوگ آجکل اسراف اورریاء ونمودکے طورپرکرتے ہیں ۔(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۳۱۵)

کفن سے مصلّی بنانافضول خرچی اورریاء کے علاوہ کفن میں غلوبھی ہے جس سے آپﷺ نے منع فرمایاہے ابوداؤدمیں روایت ہے :

عن النبی ﷺ لاتغالوا فی الکفن ۔ (ردالمحتار : ۲۰۲/۲ ، ایضاًمراقی الفلاح : ۵۷۸/۱ طبع بیروت)		آپ سے مروی ہے کہ کفن میں غلو(حدسے تجاوز)مت کرو۔ (ردالمحتار : ۲/۲۰۲/ایضاًمراقی الفلاح : ۱/۵۷۸۔طبع بیروت :)

شریعت مطہرہ میں اگرکسی مستحب امرکوبھی لازم سمجھاجائے توبدعت بن جاتی ہے ۔چہ جائے کہ کوئی شئی سرے سے ثابت ہی نہ ہوبلکہ باطل کام پراصراراوراس کولازم سمجھنا تواس کے بدعت ہونے میں توکوئی شبہ ہی نہیں ہے۔

قارئین گرامی !

قرآن وحدیث اورفقہ حنفی کی روسے تواس مصلے کے ناجائزاوربدعت ہونے میں توکیا شبہ ؟ ہے۔اور آپ کوبھی کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ بلکہ آپ حضرات کوبھی معلوم ہے کہ فضول خرچی کرنے والااللہ اوررسول کی نظر میں شیطان کابھائی اوررحمن کانافرمان ہوتاہے ۔اس پرمزیدلکھنے کی ضرورت نہیں ۔لیکن ہماراواسطہ ایسے دھوکہ بازوں سے پڑاہے جوکہ مخفی بریلوی اوربدعتی ہوکردیوبندیت کادعویٰ کرتے ہیں ۔تونہایت ہی مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس مسئلہ پرعلمائے دیوبندکی کتابوں سے بھی روشنی ڈالیجائے ۔تاکہ یہ یہ ہتھیاربھی چھوٹ جائے اورخالی ہاتھ رہے ۔اور(لنالعزّی ولاعزّی لکم)والی آوازبھی نہ لگاسکیں !

اول : سب سے پہلے دیوبندیوں کی مشہورترین تفسیرمعارف القرآن کی عبارت ملاحظہ فرماہوں ۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ یوں رقمطرازہیں ۔کہ’’بعض علاقوں میں نمازجنازہ پڑھانے والے امام کے لئے کفن ہی کے کپڑا میں سے مصلّی تیارکیاجاتاہے ۔اورپھریہ مصلّی امام کودے دیاجاتاہے ۔یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے ۔ورثہ کے مشترک مال میں سے اس کاخریدناجائزنہیں (معارف القرآن : ۳۱۷/۲)

باب نہم

یہ تھی مفتی اعظم کی تحریرجوکہ علمائے دیوبندکی ترجمانی کرتے ہوئے اس مصلّی کوناجائزکہتے ہیں مگرمعلوم نہیں کہ صوبہ سرحدمیں اورحصوصاًکرم ایجنسی اورتیرا میں جودیوبندیت کے رٹ لگاتے ہیں یہ کونسی دیوبندیت ہے ۔کتابوں میں تویہ دیوبندیت ہے جوہم تقریراورتحریرمیں باحوالہ پیش کرتے ہیں ۔ معلوم نہیں کہ ان پیٹ پرست ملاوں کی دیوبندیت کیاہے شایدشیطٰن زبانی صرف ان کوبتاتاہوگا اس لئے توہم چھان بین کرنے کے باوجودان خرافات کوعلمائے دیوبند کی کتابوں نہیں پاتے ۔

دومؔ : استاذالعلماء حضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب گنگو ہی دیوبندیؒ اپنے فتاویٰ میں مصلّی بنانے کے سوال کے بعدعبدالحئی لکھنویؒ کے اثبات پرردکرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔کہ(اس کے)بدعت ہونے میں شک نہیں ۔پھرتفصیلی جواب میں لکھتے ہیں ۔

کہ ’’جائے نمازبنانازائدہے ۔اگرمال یتیم سے بنائی جاتی ہے ۔توحرام ہے اگرمال یتیم سے نہیں ۔تواس کوضروری جاننابدعت ہے اگرصدقہ کپڑے کاکرنامقصودہے ۔توورثہ بالغین کوکیاضرورت ہے کہ جائے نمازبنائی جائے اورامام کے پاوں کے نیچے ڈالی جائے ویسے ہی دے دیناچاہئے ۔مگرچونکہ مسجدکے ملاؤں نے اسی بہاناسے ایک گزکپڑالیناایجادکیاہے ۔تواس مکاری سے اس رسم کوجاری کیا۔ورنہ اس کی کچھ اصل نہیں ۔اورنہ ائمہ مجتہدینؒ سے کہیں ثابت اورنہ کسی کتاب میں اس کاذکرہے ۔

(فتاویٰ رشیدیہ : ۲۷۲،۲۷۳)

حضرات یہ تھی مشہوردیوبندی محقق کی کتاب اوران کافتویٰ کہ یہ مسجدکے ملاوں نے ایک گزکپڑے لینے کے لئے یہ مکاری کی ہے ۔علمائے دیوبنداس کومکاری کہتے ہیں اوربدعت کافتویٰ دیتے ہیں ۔مگرکرم ایجنسی اورتیراکے جاپانی دیوبندیت اس کوکارثواب سمجھتے ہیں ۔اس لئے کہ اس میں ان کافائدہ ہوتاہے

سومؔ : شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدجالندھریؒ دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ’’امام کے سامنے مصلّی جائے نمازبچھاناضروری نہیں اورجوفعل شرعًاضروری نہ ہواسے لازم قراردینابدعت ہے ۔(خیرالفتاویٰ : ۳/۲۹۶)

چہارمؔ : آخرمیں ہم فخرعلمائے دیوبنداپنے استاد مرشدالمجاہدین استاذالعلماء فقیہ العصرحضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب کافتویٰ بطورفیصل نقل کرتے ہیں ۔حضرت نے ایک سوال کے جواب میں یہ لکھاہے ۔

کہ ’’کفن سے کپڑابچاکرمصلّی بناناغلط رسم اورناجائزہے ۔یہ کفن کے مصارف میں داخل نہیں ۔ (احسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۹)

باب نهم

حضرات قارئین کرام !
آپ نے ملاحظہ فرمایا۔کہ کفن سے مصلّی بنانااورپھراس کوامام کے سامنے ڈالناس کوضروری سمجھنااورصدقہ کانام دینا۔نہایت قبیح بدعت ہے ۔اورفقہ حنفی اورحدیث رسولﷺ اورکلام الہی اس جیسی رسومات کی ردپرمصرح ہیں۔ اورعلمائے دیوبندتونہایت دوٹوک الفاظ میں اس رسم کی تردیدکرتے ہیں اوراس کوبدعت کہتے ہیں ۔

امیدقوی ہے کہ آپ حضرات بھی اگردیوبندیت کے دعویدارہیں تو اس رسم کویکسرختم کرکے صحیح دیوبندیت ہونے کاثبوت دیں گے!اورمزیدلوگوں کودھوکہ دینے کی کوشش نہیں کریں گے!ورنہ الحمدللہ ثم الحمدللہ وہ وقت گزرچکاہے جسمیں عوام ان کی باتوں کوحرف آخیریا پتھرکالکیرسمجھتے تھے ۔اب تولوگوں میں شعورآگئی ہے ۔قرآن وحدیث کے ترازوپہ تولنے کے بغیرکسی کی بھی کوئی بات قابلِ قبول نہ ہوگی!

گزرگیا زمانہ اندھیروں میں رہنےکا اشاعت کی مساجد میں جہا لت کا انبار نہیں ہے

(مٹی دم کرناجنازگاہ میں اوراس کی حقیقت)

کرم ایجنسی اورعلاقہ تیراہ اورآفغانستان میں ان پڑھ ملاؤں نے ایک طریقہ یہ ایجادکیاہے ۔کہ جب میت قبرستان پہنچ جائے اوراسقاط کے حرام پیسوں سے جیب بھرے توایک نائی حجام ایک جگہ سے نرم مٹی اٹھاکرتمام جنازگاہ میں دائرہ بنائے ہوئے عوام کوایک ایک مُٹھی دے دیتاہے ۔جوکہ عوام اس پرفاتحہ اورسورہ اخلاص اورکوئی سورہ انشراح اورکوئی سورہ قدروغیرہ پڑھ کراس کے ساتھ وہ مٹی دم کرتے ہیں ۔پھروہی حجام تمام حاضرین سے وہ مٹی جمع کرکے اس میت کے قبرمیں ڈالدیتے ہیں۔اوراس طریقے کوبہت بڑاثواب سمجھتے ہیں اوراس کام کے نہ کرنے والوں کو وہابی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اورملامت کرتے ہیں ۔اوریہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس میت کواس مٹی کے سبب سے قبرمیں عذاب نہیں ملے گا۔ یااس میت کے گناہ بخش دیے جائیں گے ۔ملاحظہ فرمالیجئے ۔(مجتہدکُرم کارسالہ توضیح المسائل : ۲۷)

مگرمٹی دم کرنے کایہ عجیب طریقہ قرآن وحدیث اورفقہ حنفی کے مستندروایات اورکتب کے بالکل خلاف ہے۔اورشریعت مطہرہ اس جیسے رسومات اوربدعات سے یکسرکنارہ کش اورپاک ہے ۔اوریہ ایک ایسی انوکھی بدعت ان حضرات نے ایجادکی ہے ۔شایدکہ مذکورہ علاقوں کے علاوہ کہیں بھی اس کے نام

باب نہم

ونشان نہیں ۔بلکہ اس کوکوئی جانتا تک نہیں ہے۔بہرکیف اس طرح پڑھنے سے نہ پڑھنے والوں کو کوئی ثواب ملتاہے ۔اورنہ ہی اس میت کوجس کے لئے یہ عمل کیاجاتاہے ۔بلکہ پڑھنے والے گنہگار بھی ہوتے ہیں اوران کایہ عمل مردودہوگا۔

(۱)اللہ کے محبوبﷺ کاارشادہے :

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهورد. (بخاری : ۱۰۹۲/۲ ، مسلم : ۷۷/۲ ، احمد : ۱۴۶/۶)		عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺنے فرمایاکہ جس نے کوئی ایساعمل کیاجس پرہماراامر(حکم) نہ ہوتووہ عمل مردودہے ۔ (بخاری : ۱۰۹۲/۲ ،مسلم : ۷۷/۲،احمد : ۱۴۶/۶)

لهذا اللہ اور رسول اللہ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم نہیں تو مردود عمل ہوا۔

اب اس مٹی دم کرنے کارواج جس طریقے سے ان علاقوں میں ہم نے مشاہدہ کیاہے ۔دوحال سے خالی نہیں ۔یاتوآپﷺ نے اس پرحکم کیاہوگایانہیں ؟اگرآپ ﷺنے حکم دیاہے ۔توروایت کاحوالہ کوئی ایک مستند کتاب سے دیدیں ۔تمام بدعتیوں کوچیلنج ہے ۔ کوئی نہیں پیش کرسکتا اوراگرآپﷺ نے حکم نہیں دیاہوتونہ دینے کی صورت میں مذکورہ حدیث کی روسے یہ عمل مردودہے۔جب ہی توکرم اورتیراہ کے ملاوں نے اپنے رسالہ توضیح المسائل میں ایک روایت بھی پیش نہیں کی ۔اوران شاء اللہ قیامت تک پیش نہیں کرسکیں گے ۔

ہاں قبرپرمٹی ڈالنے کاذکرضعیف سی روایت میں آیاہے نہ کہ دم کرنے کا :

عن جعفر بن محمد عن أبيه مرسلاً ان النبی ﷺ حثیٰ علی المیت ثلث حثیات بیدیه جمیعاً . (مشکوٰۃ : ۱۴۸/۱)		ایک مرسل روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ سے تین مُٹھی بھرکرمیت قبر پرڈالدی ۔ (مشکوٰۃ : ۱۴۸/۱)

یہ روایت محمدباقر (جو کہ شیعوں کا امام ہے) آپ ﷺسے نقل کرتے ہیں ۔حالانکہ انہوں نے آپ ﷺ کوخودنہیں دیکھا۔ملاحظہ ہو۔(مرقات شرح مشکوٰۃ : ۱۸۸/۴)اورامام احمدؒنے بھی سندضعیف کے ساتھ نقل کیاہے ۔ملاحظہ ہو۔(مظاہرحق : ۲ /۱۳۴)

اسی روایت سے فقہاء کرامؒ نے استدلال کرتے ہوئے لکھاہے ۔کہ جوقبرپرمٹی ڈالتے وقت موجودہوتولازم سمجھے بغیرموقعہ پاکرتین مُٹھی مٹی ڈالدیں ۔پہلی مُٹھی ڈالتے وقت کہیں ۔ مِنْہَاخَلَقْنَاکُمْ)یعنی اللہ نے اسی مٹی سے تم کوپیداکیا۔دوسری مُٹھی کے ساتھ کہدیں ۔وَفِیْهانُعِیْدُکُمْ)اوراس مٹی میں ہم تمہیں دوبارہ لوٹائیں گے ۔تیسری مُٹھی کے ساتھ کہدیں۔وَمِنْھانُخْرِجُکُم ْتَارَۃًاُخْریٰ) یعنی اسی مٹی سے ہم تمہیں دوبارہ

نکالیں گے۔مگرکسی جگہ بھی دم کرنے کاذکرنہیں ۔یہ توصرف آپﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اورمٹی ڈالنے والوں کے ساتھ تعاون اورعبرت لینے کے لئے ایساکیاجاتاہے ۔یہ دم کرناپتہ نہیں مبتدعین نے کہاں سےنکالا۔اورصرف یہی طریقہ فقہائے کرام نے لکھاہے اوراسی کومفتیٰ بہ قراردیاگیاہے ۔اورہم بھی اسکے قائل ہیں ۔ اب اسی طریقے کوفقہاء کی کتابوں سے ملاحظہ کرتے ہیں ۔مگربدعتیوں نے اپنے رسالہ توضیح المسائل میں دم کرنے کا طریقہ مروجہ لکھاہے ۔جس کاذکرکتابوں میں نہیں اگرکہیں ذکرملتابھی ہے ۔تومجروح ۔مگر قربان جاؤں مبتدعین کُرم ایجنسی سے کہ انہوں نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے توضیح المسائل میں عنوان قائم کیا ہے ، مٹی دم کرنے کا طریقہ ۔اور کتابوں سے حوالے نقل کئے ہیں ،قبر پر مٹی ڈالنے کے ۔واہ کیا شان ہے دورنگی اور منافقت کی اور پھر اس رسالہ پر مولوی عبدالغفور تبلیغی نے بھی تصدیق لکھی۔

(مٹی ڈالنے کاصحیح طریقہ اورفقہ حنفی)

(۱)الشیخ نظام فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھتے ہیں :

ویستحب لمن شهد دفن المیت ان یحفوفی قبره ثلاث حثیات من التراب بیدیه جمیعًا ویکون من قبل رأس المیت ویقول فی الحثه الاولیٰ منها خلقنا کم وفی الثانیة وفیها نعیدکم وفی الثالثة هو منها نخرجکم تارة اخریٰ . (عالمگیریة : ۱ /۱۶۶)		جومیت کے دفن کرتے وقت حاضرہوتواس کے لئے مستحب ہے کہ قبرمیں تین مٹھی مِٹی ڈال دے۔اپنے دونوں ہاتھ سے اوریہ کام میت کے سرکی طرف سے ہوگا۔اورکہے گا۔پہلی مٹھی ڈالتے وقت منهاخلقنکم اوردوسری ڈالتے وقت وفیها نعیدکم اورتیسری کے وقت ومنها نخرجکم تارةً اخریٰ . (عالمگیری : ۱ /۱۶۶)

(۲)امام ابن نجیم مصری حنفیؒ نے لکھاہے :

ویستحب ان یحثی علیه التراب. (البحرالرائق : ۲ /۱۹۴)		اورمستحب ہے کہ مٹی اس پرڈالدے ۔ (بحرالرائق : ۱۹۴/۲)

(۳)علامہ سیداحمدطحطاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ویندب حثوه من قبل رأسه ثلاثاً اقتداءً به ﷺ . (طحطاوی علی الدر : ۱ / ۳۸۱)		اورمستحب ہے کہ میت کے سرکی طرف سے تین لپ مٹی ڈالدے آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ۔ (طحطاوی : ۳۸۱/۱)

باب نہم

یہ تھی مٹی کی حقیقت فقہائے احناف کی کتابوں کی روشنی میں اوریہی صورت جائزبھی ہے ۔مگرافسوس کہ آج کل مبتدعین اس طرح نہیں کرتے بلکہ انہوں نے تودم کرنے کانیادھنداکھولاہے ۔اورحوالے اس جائزطریقے کے دیتے ہیں ۔جس میں دم کرنانہیں صرف لوگوں کودھوکہ دینے کے لئے ایساکیاگیاہے ۔
اب اُن کتابوں اورعبارتوں کاحال سنیں جن میں دم کرنے کولکھاگیاہے ۔
کہ کیاانہوں نے خوداس قول کوضعیف قراردیاہے یانہیں ۔یاان کے بارے میں امت کے محققین کی کیارائے ہے؟
مولوی فضل گل صاحب نے رسالہ توضیح المسائل میں کنزالدقائق کے حاشیہ نمبر(۱۰)کاحوالہ دیاہے جوکہ ملامسکین سے لی گئی عبارت ہے :
(۴)مفتی محمدتقی عثمانی دامت برکاتہم نے علامہ شامیؒ کے حوالے سے لکھاہے :

وقد ذکر غیر واحد من الفقھاء کتباً لایجوز الافتاء بمسائلھا مالم یُعْرف مأخذھا او دلیلھا وقد عد العلامۃ ابن عابدینؒ منھا... شرح الکنز لملامسکین : (اصول الافتاء : ۳۳)		کہ بہت سارے فقہاء نے ایسی کتابیں ذکر کی ہیں جن کے مسائل پرفتویٰ دیناجائزنہیں جب تک کہ اس کاماأخذاوردلیل معلوم نہ ہواورعلامہ ابن عابدین نے انہیں کتابوں میں سے شرح کنزملامسکین والی شمار کی ہے ۔(اصول الافتاء : ۳۳)

ایک دوسری جگہ پرلکھتے ہیں :
کہ شرح کنزملامسکین پراعتماداس لئے بھی جائزنہیں کہ اس کے مصنف کاحال معلوم نہیں ۔ (اصول الافتاء : ۳۴) دوم نمبرپراس کوطحطاوی علی الدر : ۳۸۱/۱ نے بھی نقل کیاہے مگرپہلے جائزطریقہ نقل کرکے اس کے دلیل ذکرکرکے ساتھ اس کی قوت کی طرف اشارہ کیا،پھر اسکے بعد نورین نامی کتاب سے دم کرنے کا ذکر کرکے بغیردلیل چھوڑدیاجوکہ ضعیف ہونے کی دوسری علامت ہے ۔
جیساکہ اصول افتاء کاقاعدہ ہے :

وھذا اذا ذکر دلیل قول واحد فقط واھمل دلیل الآخر فالراجح ماذکر دلیله : (اصول الافتاء : ۴۰)		کہ جب (فقیہ)ایک قول کی دلیل نقل کرے اوردوسرے قول کوبغیردلیل کے چھوڑدے ۔توراجح قول وہی ہوتاہےجس کی دلیل ذکرکی گئی ہو۔(اصول الافتاء : ۴۰)

اس قاعدے کی بناء پرمٹی دم کرنے کی دلیل کسی نے بھی نقل نہیں کی ہے ۔ویسے ضعف کے طورپربعض نے ذکرکیاہے تاکہ لوگ اس سے بچ جائیں کہ یہ طریقہ

بلادلیل ہے ۔یہ تھی مٹی دم کرنے کی حقیقت قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں۔ اورآپ کومعلوم ہوچکاکہ دم کرنانہ توکہیں مستحب اورنہ ہی جائزبلکہ بدعت ہے ہاں مٹی ڈالناکتابوں میں مذکورہے ۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ ان حوالوں میں مذکورمٹی وہ ہے ۔جوقبرکی کھدائی میں نکلی اوراب قبرپرڈال رہے ہیں ۔ کوئی باہرسے لی گئی مٹی مرادنہیں ۔مگرافسوس کہ کرم ایجنسی اورتیراہ کے ملاوں نے یہ طریقہ تبدیل کرکے بدعت کوپھیلایاہے بدعت کی آمدسے سنت جاتی ہے۔ اللہ ہم سب کوسنت پرچلنے کی توفیق دیدیں۔

<u>(مٹی دم کرنے کے چنددلائل اوران کی حقیقت)</u>

کرم ایجنسی کے تمام مبتدعین کی طرف سے نمایندگی کرنے والاجاہل مجتہدفضل گل صاحب نے مٹی دم کرنے کی اس ،مخترع طریقے پراپنے رسالہ توضیح المسائل : ۲۸میں کئی حوالے نقل کئے ہیں ۔غورسے دیکھیں گے توآپ اس کی خیانت یاجہالت سے خوب واقف ہونگے !

پہلاً حوالہ علامہ ظفراحمدعثمانی دیوبندیؒ کی کتاب امدادالاحکام کاحوالہ دیاہے ۔ حالانکہ ظفراحمدعثمانیؒ نے اسی صفحہ پراس چیزکوثابت نہیں کی بلکہ ردفرمائی ہے ۔علامہ ظفراحمدعثمانیؒ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمالیجئے!

حضرات صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانہ میں یہ دستورنہ تھا......بلکہ بعض گرانی کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اوریہ بھی امرمنکرہے ......ان وجوہ سے یہ دستورقابل ترک ہے ۔دیکھئے ۔(امدادالاحکام : ۱۹۶/۱)اورنکتہ کی بات یہ ہے کہ یہ بات مٹی دم کے بارے میں ہے بھی نہیں بلکہ دفن سے پہلے گٹھلیوں پرکلمہ طیبہ پڑھنے کے بارے میں ہے ۔آپ غورسے اس جگہ کوپڑھیں مگریہ فضل گل کی خیانت ہے کہ کچھ سے کچھ بنادیاہے ۔یہی ہے فن مکاری جس کواچھی طرح سیکھاہے اورسکھارہے ہیں ۔تمام علاقہ کی طرف سے فرض کفایہ اداکردیا۔

دوسراحوالہ فضل گل صاحب نے عالمگیریہ کاپیش کیاہے ۔

مگرعالمگیری کی عبارت میں نے پہلے نقل کی ہے ۔اس میں مٹی ڈالنے کاذکرتوہے مگر دم کرنے کاکوئی ذکرنہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ مجتہدصاحب نے اس سے دم کاثبوت کس طرح مستنبط فرمایا ۔اللہ اعلم۔

تیسراحوالہ کنزالدقائق کے حاشیہ کاہے جس کاجواب میں پہلےدے چکاہوں ۔وہ یہ کہ محققین کے نزدیک اس کااعتبارنہیں ! لہذااسے دلیل پکڑناخودجہالت کی دلیل ہے۔

باب نہم

چوتھاؔحوالہ مشکوٰۃ : ۱۴۸/۱)کاہے ۔وہ روایت اگرچہ ضعیف ہے میں نے پوری روایت آپ کے سامنے پچھلے صفحہ پرنقل کیاہے آپ دوبارہ ملاحظہ فرمالیجئے مگراس میں بھی دم کاذکرنہیں ۔مٹی ڈالنے کاذکرہے جس کاکوئی منکرنہیں ہے
پانچواں ؔحوالہ اسوئہ حسنہ اوربہشتی گوہرکاہے ۔مگراس میں بھی خیانت ہے ۔انہوں نے یہ لکھاہے ۔ملاحظہ ہوں ۔
کہ قبرمیں مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداکی جائے اورہرشخص اپنے دونوں ہاتھ مینمٹی بھرکرقبرمیں ڈالدے پہلی مرتبہ منہاخلقناکم ۔پڑھے ۔وردوسری مرتبہ وفیہانعیدکم ۔پڑھے۔اورتیسری مرتبہ ومنہانخرجکم تارۃًاخریٰ۔پڑھے ۔دیکھیں۔بہشتی گوہرحصہ ۹۶/۱۱ /طبع ملتان۔مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ ۔اورحضرت ؒنے بھی یہ جائزطریقہ شامی اورعالمگیری کے حوالہ سے نقل کیاہے ۔مٹی دم کرناتوکسی نے بھی تردیدکے بغیرنقل ہی نہیں کیاہے۔رہاطحطاوی کاجواب میں نے باحوالہ دیاہے ۔بالآخرمجتہدصاحب نے جو(مارأہ المسلمون حسنا)سے جواستدلال کیاہے یعنی جس کام کومسلمان اچھاسمجھے تووہ اچھاہوتاہے ۔
اس کامفصل جواب میں نے باب نمبرچھے دلیل نمبر۵ پردیاہے ۔وہاں سے ملاحظہ فرمالیں :
قارئین کرام !
یہ تھی کرم ایجنسی کے مبتدعین مولویوں کی علمی خیانت اورآپ نے سب کاصحیح باحوالہ بمعہ عبارت کے جوابات ملاحظہ فرمالئے اوراس حقیقت کوبھی آپ سمجھ گئے ہونگے! کہ مٹی دم کرنامخترع اوربدعت ہے ہاں احادیث اورفقہ میں مٹی قبرپرڈالتے وقت موقعہ ملنے پرتین مُٹھی یعنی تین لپ بھرکرڈالنامستحب ہے یہ مبتدعین کرتے نہیں اورجوبدعت ہے وہ چھوڑتے نہیں ۔(هَدَاهُمُ اللهُ وَاِيَّانَا)
چھپائیں گے کہاں تک رازِمحفل شمع کے آنسو　　　　کہے گی خاکِ پروانہ کہ پروانے پہ کیاگذری

(میت کوقبرمیں دائیں کروٹ پرہی لٹاناسنت ہے)

صوبہ سرحدکے اکثرعلاقوں میں مردہ کوقبرمیں چت لِٹاکرکے صرف چہرہ قبلہ کی طرف کردیتے ہیں ۔یہ طریقہ عوام میں رائج ہوچکاہے۔یہ خلاف سنت ہے ۔ صرف چہرئہ میت کو قبلہ کی جانب جھکانے سے سنت ادانہیں ہوتی بلکہ میت کودائیں پہلوپرلٹانا سنت ہے۔یہی طریقہ اسلام ہے اورزمانہ نبی کریم ﷺ سے مقبول اورزمانہ خلف وسلف میں معمول اورمتوارث ہے۔ہمارے ائمہ کرام وفقہاء عظام ؒ کایہی مذہب

ہے اورامام شافعیؒ اورامام احمدبن حنبلؒ اورامام مالکؒ صاحبان کابھی یہی مسلک ہے۔علامہ حلبی،صغیری وکبیری شرح منیہ میں اورامام شافعی صاحبؒ اپنی کتاب الام میں مُردے کوروبقبلہ رکھنے کی کیفیت میں یہ بھی تصریح فرمائی ہے۔کہ مُردے کی پیٹھ کی طرف ڈھیلہ یامٹی کی روک کردے تاکہ مردہ اوندھایاچت نہ ہوجائے۔

(میت کودائیں کروٹ پرلٹانافقہائے احنافؒ کی تحریرات کی روشنی میں)

(۱)علامہ الشرنبلالی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ویوجه الى القبلة على جنبه الايمن بذلك أمرالنبى ﷺ وفى حديث ابى داود، البيت الحرام قبلتكم احياءً وامواتاً،وقال الطحاوى ؒ بذلك أمر النبى ﷺ علياً ؓ لما مات رجل من بنى عبداللمطلب فقال ياعلِىُّ استقبل به القبلة استقبالاًوقولوا جميعاً بسم الله وعلى ملة رسول الله ﷺ وضعوه لجنبه ولاتكبوه على وجهه ولاتلقوه على ظهره كذا الجوهرة وفى الحلبى ويسند الميت من ورائه بنحو تراب لئلا ينقلب . (طحطاوى على مراقى الفلاح : ۳۳۴)		کہ مردہ کاچہرہ قبلہ کی جانب کرکے دائیں کروٹ پرلٹایاجائیگا۔اسی کا آپﷺنے حکم فرمایاہے۔ابوداؤدکی روایت میں ہے۔آپﷺنے فرمایا کہ خانہ کعبہ تمہارے زندوں اورمردوں دونوں کے لئے قبلہ ہے۔امام طحاویؒنے کہاکہ آپﷺنے اسی کاحکم حضرت علیؓ کودیاجب بنی عبدالمطلب کاایک آدمی فوت ہواتھا۔کہ اے علی اس کومکمل قبلہ کی جانب موڑلیں اورسب یہ کہو بسم اللہ وعلی ملۃرسول اللہﷺ۔ اورمردہ کودائیں پہلوپرلٹادو۔چہرہ کے بل اورچِت مت لٹادو۔جوہرہ میں بھی یہی لکھاہے۔حلبی میں لکھاہے کہ میت کوپیچھے سے کوئی چیزمٹی وغیرہ کاسہارادو۔تاکہ میت کارُخ قبلہ سے پھرنہ جائے۔ (طحطاوى على مراقى الفلاح : ۳۳۴)

(۲) امام ابن الہمام الحنفیؒ لکھتے ہیں :

لحديث على هذا غريب واستؤنس له بحديث ابى داود والنسائى ان رجلاً قال يارسول الله ﷺ ما الكبائر؟ قال هى تسع فذكر منها استحلال البيت الحرام قبلتكم احياءً وامواتاً . والله اعلم . (فتح القدير : ۱ /۴۷۱)		کہ حضرت علی کی یہ روایت غریب ہے لیکن اس ابوداؤداورنسائی کی روایت سے قوت پہنچتی ہے۔وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کہایارسول اللہ بڑے کون سے گناہ ہیں . آپﷺنے فرماکہ نوگناہ ہیں اوران میں

		سے یہ بھی کہ بیت اللہ حرمت کوحلال سمجھناجوکہ تمہارے زندوں اورمردوں کے لئے قبلہ ہے۔ (فتح القدیر : ۴۷۱/۱)

(۳)ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم المصری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ووجّه الی القبلة بذلك أمر النبی ﷺ ویکون علی شقه الایمن کما قدمناه . (البحرالرائق : ۱۹۴/۲)		کہ مردہ کاچہرہ قبلہ کی طرف کرکے دائیں جانب پرلٹایاجائیگا۔اسی کاآپﷺنے حکم فرمایاہے ۔ (البحرالرائق : ۱۹۴/۲)

(۴)علامہ کاسانی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ویوضع علی شقه الایمن متوجها الی القبلة لماروی عن علیؓ انه قال شهدرسول الله ﷺ جنازة رجل فقال یاعلیؓ استقبل به استقبالاً (الی قوله) ولاتلقوه لظهر. (بدائع الصنائع : ۳۱۹/۱)		مردہ کوقبلہ روبوکرداہنی کروٹ پررکھاجائے گا۔اس لئے کہ حضرت علی سے روایت ہے۔فرمایاکہ رسول اللہﷺایک شخص کی نمازجنازہ پرحاضرتھے مجھ سے فرمایاکہ اے علی اس کومکمل قبلہ کی جانب کرو.......اورچت نہ لٹاؤ۔ (بدائع الصنائع : ۳۱۹/۱)

(۵)فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

ویوضع فی القبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة کذا فی الخلاصة . (عالمگیریة : ۱۶۶/۱)		کہ مردہ کوقبرمیں داہنی کروٹ پرقبلہ رخ ہوکرلٹایاجائے گا۔ یہی خلاصۃ الفتاویٰ میں بھی ہے۔ (عالمگیریۃ : ۱۶۶/۱)

(۶)علامہ الشیخ ابراہیم الحلبی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ویوجه المیت فی القبر الی القبلة علی جنبه الایمن ولایلقیٰ علی ظهره . (غنیة المستملی شرح منیة المصلی : ۵۵۳)		کہ میت کوقبرمیں قبلہ رخ ہوکرداہنی کروٹ پرلٹادیا جائے گا۔اورپشت کے بل چت نہیں رکھا جائے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی : ۵۵۳)

(۷)فتاویٰ قاضی خان میں لکھاہے :

ویدخل المیت القبرمن القبلة ویضع علی جنبه الایمن مستقبل القبلة. (فتاویٰ قاضی خان : ۹۳/۱)		مردہ کوقبلہ کی جانب سے قبرمیں اتاراجائے اورداہنی کروٹ پرقبلہ رخ لٹایاجائے۔

		(فتاویٰ قاضی خان : ۹۳/۱)

(۸)علامہ طاہربن عبدالرشیدالحنفیؒ لکھتے ہیں :

ویوضع فی القبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة . (خلاصة الفتاویٰ : ۲۲۶/۱)		مردہ کوقبرمیں داہنی کروٹ پرقبلہ رخ ہوکرلٹایاجائے گا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ : ۲۲۶/۱)

(۹)علامہ الدکتوروہبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں :

ویوجه المیت الی القبلة علی جنبه الایمن . (الفقه الاسلامی وادلته : ۵۳۳/۲)		میت کوقبلہ کی جانب متوجہ ہوکرداہنی کروٹ پرلٹادی جائے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ : ۵۳۳/۲)

مذکورہ فقہاء احنافؒ کے علاوہ مزیدحوالجات کی چنداں ضرورت تونہیں ۔مگرہم پھربھی چندحوالے علماء دیوبندکی بھی لکھ دیتے ہیں

(میت کودائیں پہلوں کے بل لٹاناعلماء دیوبندکی نظرمیں)

(۱)مفتی اول دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :

’’کتب فقہ میں لکھاہے ویوجه الیهاوجوباً یعنی میت کومتوجہ کیاجاوے قبلہ کی طرف اوریہ واجب ہے۔اورشامی میں لکھاہے لکن صرح فی التحة بانه سنة یعنی تحفہ میں یہ تصریح کی ہے۔کہ قبلہ کی طرف میت کومتوجہ کرناسنت ہے۔اوردرمختارمیں ہے وینبغی کونہ علی شقہ الایمن یعنی اورلائق ہے ہونامیت کاداہنی کروٹ پر۔فقط : (فتاویٰ داالعلوم دیوبند : ۳۸۱/۵)

(۲)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ کے سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمالیجئے!

سوال : یہاں ایک عورت فوت ہوگئی ۔جب اس کی میت کولحدمیں اتارنے لگے توایک بزرگ نے جوکہ حضرت تھانویؒ کے مریدتھے مرحومہ کوپہلوکے بل اس طرح لٹوایاکہ اس کی کمرلحدسے لگ گئی تومیت کولحدمیں کس طرح لٹاناچاہئے۔

الجواب : وفی الہندیۃ الفصل السادس : ۸۵/۱،ویوضع فی القبرعلی جنبه الایمن مستقبل القبلة : آھ کہ روایت بالاسے معلوم ہواکہ بزرگ موصوف نے درست کیااورآئیندہ کے لئے بھی اسی طرح کرناچاہئے اورعام رواج(جومردہ کوسیدھالٹانے کا) چھوڑناچاہئے۔خیرالفتاویٰ : ۱۵۳/۳)

(۳)شہیدملتِ اسلامیہ فقیہ العصرشیخ الحدیث محمدیوسف لدھیانوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ :

’’میت کوقبرمیں قبلہ رُخ لٹاناچاہئے۔چِت لٹاکرصرف منہ قبلہ کی طرف

کردیناکافی نہیں یہ مسئلہ صرف اہلِ حدیث کانہیں ۔فقہ حنفی کابھی یہی مسئلہ ہے۔لیکن میت کے پیچھے پتھررکھنے کے بجائے دیوارکے ساتھ مٹی کاسہارادے دیاجائے تاکہ میت کارخ قبلہ کی طرف ہوجائے۔(آپکے مسائل اورانکاحل : ۱۰۹/۳)

(۴)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں :

کہ''یہ صحیح ہے کہ قبرمیں میت دائیں کروٹ پرلٹانامسنون ہے۔(کفایت المفتی : ۴ئ۴۴)

(۵)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ :

''میت کوقبرمیں رکھ کرداہنے پہلوپراس کوقبلہ رُوکردینامسنون ہے۔ (بہشتی زیور حصہ : ۱۱،۹۷،۹۴۷)

(۶)محقق العصرعلامہ ظفراحمدعثمانی دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ :

''مُردہ کوقبرمیں داہنے پہلوپرلٹاناچاہئے اورکمرکودیوارِقبرسے سہارادیدیناچاہئے ،اوراگرلحدہوتوکمرکے نیچے کوئی پتھریاکچی اینٹ رکھ دینی چاہئے تاکہ استقبالِ قبلہ باقی رہے۔ (امدادالاحکام : ۸۳۷/۱)

(۷)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ :

''کتب فقہ میں لکھاہے ویوجه الیهاوجوباً یعنی میت کومتوجہ کیاجاوے قبلہ کی طرف اوریہ واجب ہے۔اورشامی میں لکھاہے لکن صرح فی التحفة بانه سنة یعنی تحفہ میں یہ تصریح کی ہے۔کہ قبلہ کی طرف میت کومتوجہ کرناسنت ہے۔اوردرمختارمیں ہے وینبغی کونه علی شقه الایمن اورلائق ہے ہونامیت کاداہنی کروٹ پر۔واللہ اعلم۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۳۴۳/۱)

(۸)علامہ محمدامجدعلی اعظمی رضوی قادری برکاتی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ :

''میت کوداہنی طرف کوٹ پرلٹائیں اوراس کامنہ قبلہ کوکریں اگرقبلہ کی طرف منہ کرنابھول گئے تختہ لگانے کے بعدیادآیاتوتختہ ہٹاکرقبلہ روکردیں اورمٹی دینے کے بعدیادآیاتونہیں۔ (بہارشریعت حصہ چہارم : ۳۳۴)

حضرات گرامی!

مذکورہ سترہ حوالجات آپ نے پڑھاجن میں صاف اوربے غبارالفاظ میں لکھاہے کہ میت کوقبرمیں داہنی کروٹ پرقبلہ رُخ لٹاناہی سنت ہے اورصرف قبلہ کی جانب چہرہ موڑنا کافی نہیں ۔

امیدقوی ہے کہ آج ہی سے پکاارادہ کروگے کہ ان شاء اللہ آئندہ مردوں کواسی

باب نہم

سنت طریقہ کے مطابق دفنائیں گے!
وفقکم اللہ وایانا اتباع سنۃ سیدالمرسلین

(میت کے گھرسے پہلے تین دن تک کھاناکھانے کاحکم)

جہاں تک ایصال ثواب کاتعلق ہے توفقہائے احناف کاس پراتفاق ہے کہ ہرقسم کی نفلی عبادات کاثواب دوسرے کوبخشاجاسکتاہے ۔زندہ کوبھی اورمردہ کوبھی ۔مگرایصال ثواب کامسنون طریقہ یہ ہے ۔کہ مثلاًکسی نے اللہ تعالیٰ کی رضاکے لئے کچھ کھانایامٹھائی یاکوئی نقدرقم یاکپڑاصدقہ کیایانفل نمازیں یانفلی روزے رکھے یانفل حج یاعمرہ کیایاکلام پاک کی تلاوت یاتسبیحات کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھایامستقل صدقہ جاریہ کیامثلاًتعمیرمسجددینی مدارس یامذہبی اسلامی کتابوں کی اشاعت فی سبیل اللہ کی اورپھراللہ تعالیٰ سے دعاکی جوکچھ اس کاثواب مجھے ملاہے وہ ثواب فلاں شخص کوپہنچادیجئے خواہ وہ نیک کام آج کیاہویاپہلے کیاہو۔
دونوں قسم کاثواب بخشاجاسکتاہے ۔ (شامی ،بہشتی زیور ، احکام میت : ۹۸)

مگرشریعت مطہرہ میں میت کی طرف سے صدقہ اورایصال ثواب کے لئے نہ کوئی خاص وقت یادن مقررہے نہ ہی کوئی خاص جگہ اورنہ کوئی خاص عبادت مقررہے ۔کہ ضرورصدقہ کھانے کی شکل میں یامٹھائی کی شکل میں ہی ہوگا۔کسی اورشکل مثلاًنوافل یانقدکی صورت میں نہیں ہوسکتا۔نہیں ہرگزنہیں ۔ہاں صدقات وخیرات میں یہ شرط ضرورہے کہ خلاف سنت طریقے سے نہ ہومگریہ شرط اتنی جامع ہے کہ بیان کرنامشکل ہے ۔ مثلاًجن ایام میں صحابہ کرامؓ سے منع ثابت ہے ان میں نہ ہوگا۔جیساکہ پہلے دوسرے اورتیسرے دن اوراسی طرح رسم ورواج کے مطابق نہ ہوگاجیساکہ جمعہ ،چالیسواں ،چہلم وبرسی وغیرہ ۔

(اہل میت کے لئے کھانابھیجنامستحب ہے)

حدیث اورفقہ کی عبارات اس پرشاہدہیں کہ جب کسی کی وفات ہوجائے تواس کے گھروالے چونکہ صدمہ میں مبتلاہوتے ہیں ۔
اس لئے پڑوسیوں اوردورکے رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ کھاناتیارکرکے میت کے گھروالوں کوکھلادیں
(۱)حدیث مبارک میں ہے :

باب نہم

عن عبداللہ بن جعفرؓقال لماجاء نعی جعفر حین قتل قال النبی ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد اتاھم مایشغلھم . (الشافعی : ۱/۲۰۸،احمد : ۱/۲۰۵،ابوداود : ۱/۹۱، ترمذی : ۱/۱۹۵،ابن ماجه : ۱/۱۱۶، دارقطنی : ۱۹۷،۱۹۴، بیھقی : ۶۱/۴، تلخیص الحبیر : ۶۸/۱)		عبداللہ بن جعفرؓفرماتے ہیں کہ جب جعفرؓ شہید ہوکر ان کی موت کی خبرآئی توآپﷺنے فرمایا کہ جعفرکے گھروالوں کے لئے کھانا تیارکریں اس لئے کہ ان کوایسی خبرآئی جس نے ان کومشغول کیا۔ (مسندشافعی : ۱/۲۰۸،مسنداحمد : ۱/۲۰۵) ابودائود : ۱/۹۱، ترمذی : ۱/۶۱،ابن ماجہ : ۱/۱۱۶،دارقطنی : ۱۹۷،۱۹۴،بیہقی : ۶۱/۴،تلخیص الحبیر : ۶۸/۱)

اس حدیث کی سندحسن ہے ۔امام ترمذی ؒنے اس کوحسن کہااورامام حاکم ؒنے اس کوصحیح کہا۔حاکم : ۱/۳۷۲)
اورعلامہ ذہبی ؒنے بھی اس کی موافقت فرمائی ہے
(۲)علامہ محمدانورشاہ صاحب کشمیریؒ اسی صحیح حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں :

یستحب للجیران والاقرباء صنع الطعام لاھل المیت . (عرف الشذی : ۱/۱۹۴)		کہ میت کے رشتہ داروں اورپڑوسیوں کومیت کے گھروالوں کاکھاناتیارکرنامستحب ہے۔(عرف الشذی : ۱/۱۹۴)

(۳)علامہ خلیل احمدسہارنپوری ثم الدیوبندیؒ نے بھی یہی مضمون بیان فرمایاہے ۔دیکھیں ۔بذل المجہود : ۵/۱۸۹)
(۴)علامہ ابن قیم فرماتے ہیں ۔کہ میت کے گھروالوں کے واسطے کھاناتیارکرکے بھیجیں گے ۔ملاحظہ ہو۔ : زادالمعاد : ۱/۵۲۸)
ذکرشدہ حدیث مبارک اورعلمائے دیوبندکے محدثین کے حوالوں سے صاف ثابت ہواکہ میت کے گھروالے چونکہ مبتلائے مصیبت ہوتے ہیں ۔اس لئے دیگرمسلمانوں کے لئے مستحب ہے کہ ان کوکھانے کاانتظام کریں ۔
مگرکُرم اورتیراہ کے مولوی صاحبان اپنے رسالہ توضیح المسائل میں لکھتے ہیں کہ’’مگر پہلی رات خیرات کرناچھاہے ۔‘‘ (توضیح المسائل : ۱۹)
اب آپ حضرات انصاف سے دیکھیں کہ آپ ﷺنے تولوگوں کوکھانا کھلانے کاحکم فرمایا۔
مگرمولوی فضل گل صاحب اوراس کے ہم خیال یہ کہتے ہیں کہ پہلی رات اہل

باب نہم

میت سے کھائو۔کھلانااِن کے مذہب میں نہیں کھاناکھاناہی ان حضرات کامذہب اورجہاداکبرہے جیساکہ ان حضرات کامشہورقول ہے کہ''مالِ موذی بخورغازی''۔بس یہ وہ لوگ ہیں جن کوپیٹ شریف نے شکست دے رکھاہے۔

جیساکہ حدیث مبارک کے حوالہ سے خیرالقرون یعنی صحابہؓ کے دورمیں اہل میت کے واسطے کھاناتیارکرنے کاحکم آپ نے پڑھا۔اسی طرح صحابہ کرامؓ کے دورمیں میت کے گھروالوں سے کھاناکھالینابھی حرام سمجھاجاتاتھا۔

(۵)حضرت جریربن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں :

عن جرير بن عبدالله البجلیؓ قال كنا نَعُدُّ الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة . (احمد : ۲۰۴/۲،ابن ماجه : ۱۱۷/۱ ،منتقی الاخبار : ۱۲۲)		**حضرت جریربن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ کرامؓ میت کے گھرجمع ہونے اورمیت کے گھرکھاناتیارکرنے کودفن کرنے کے بعدنوحہ (جیسے حرام)سمجھتے تھے ۔ (احمد : ۲۰۴/۲ابن ماجۃ : ۱۱۷/۱،منتقی الاخبار : ۱۲۲)**

حضرت جریربن عبداللہ البجلیؓ فرماتے ہیں ۔کہ ہم (یعنی صحابہ کرامؓ کی عادت مبارک نقل کی) میت کے گھروالوں سے کھاناکھالینا ہم نوحہ سمجھتے تھے ۔اورنوحہ توتمام اہل علم جانتے ہیں کہ حرام ہے ۔امام نوویؒ نے نوحہ کے حرام ہونے پراجماع نقل فرمایاہے ۔دیکھیں ۔(شرح مسلم : ۳۰۳/۱، بذل المجہود : ۱۸۸/۵)حضرت جریربن عبداللہؓ کی روایت کی سندبھی صحیح ہے۔دیکھیں۔درج ذیل کتابیں :

(۱)المجموع للنوویؒ : ۳۲۰/۵،(۲)بوصیری کی الزوائدفتح القدیر : ۱۴۲۲،(۳)کبیری : ۶۰۹)

حضرات گرامی!

صحیح احادیث کی روشنی میں آپ کویہ بات معلوم ہوچکی کہ میت کے گھروالوں سے کھاناپہلی راتوں میں کھاناحرام ہے ۔بلکہ میت کے رشتہ داروں اورپڑوسیوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ میت کے گھروالوں کوکھاناکھلانے کاانتظام کرے ۔مگرکرم ایجنسی کے مبتدعین نے معاملہ برعکس بنادیاہے ۔ یہ حضرات میت کے گھرسے کھاناتناول فرماناہی اچھاسمجھتے ہیں

ہرہرقدم پہ لٹتارہاکاروانِ زیست ہرراہنماپکاراکہ میں راہزن نہیں ۔

باب نہم

(تیجہ ،چالیسواں ،برسی وغیرہ کی حقیقت محدثین اورفقہائے امت کی نظرمیں)

(۱)علامہ ابن قدامہ ؒ لکھتے ہیں :

فماصنع اهل الميت طعاماً للناس فمكروه لان فيه زيادة على مصيبتهم وشغلاً لهم وتشبيهاً بصنع اهل الجاهلية وروى ان جريرا وفد على عمر فقال هل يناح على ميتكم ؟ قال لا قال هل يجتمعون عند اهل الميت ويجعلون الطعام قال نعم قال ذاك النوح . (مغنى : ۴۹۷/۳،بلوغ الامانى : ۹۵/۸،تسلة المصائب : ۹۹)		اہل میت جولوگوں کے لئے کھاناتیارکرتے ہیں وہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں اہل میت کومزیدتکلیف اورشغل میں مبتلاکرناہے ۔نیزاس میں مشرکین اہل جاہلیت کےساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہیں ۔روایت کیاگیاہے کہ جریرؓحضرت عمرؓکے ہاں گئے انہوں نے پوچھاکہ کیاتمہارے ہاں اہل میت پرنوحہ ہوتاہے انہوں نے کہانہیں ۔پھرفرمایاکہ کیالوگ اہل میت کے ہاں جمع ہوتے ہیں اوروہ کھاناتیارکرتے ہیں ۔ انہوں نے کہاہاں توفرمایایہی تونوحہ ہے نا(جوکہ حرام ہے) ۔ (مغنی : ۴۹۷/۳،بلوغ الامانی : ۹۵/۸، تسلیۃ المصائب : ۹۹)

(۲)علامہ ابن أميرالحاج کابیان ہے ۔

اماصلاح اهل الميت طعاماًوجمع الناس عليه فلم ينقل فيه شيئى وهوبدعة غيرمستحب. (المدخل : ۲۷۵/۳)		اہل میت کاکھاناتیارکرنااورلوگوں کاجمع ہونااس میں کوئی چیزمنقول نہیں ہے بلکہ بدعت ہے مستحب نہیں ہے۔ (مدخل : ۲۷۵/۳)

(۳) علامہ ابن أميرالحاج ایک دوسرے مقام پرفرماتے ہیں :

وكذالك يحذر مما احدثه بعضهم من فعل الثالث للميت وعملهم الاطعمة فيه حتىٰ صار عندهم كانه امر معمول به ويشيعونه كانه وليمة عرس ويجمعون لاجله الجمع الكثير من الاهل والاصحاب والمعارف . (المدخل : ۲۷۸/۳)		اوراس طرح بچناچاہیے جوکہ بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ میت کے تیسرے دن طعام تیارکرتے ہیں ۔اوریہ ان کے نزدیک معمول کا کام بن گیاہے اوراس کی اشاعت کرتے ہیں تو یاکہ دلہن کاولیمہ ہے ۔اوراس کھانے کے لئے رشتہ داروں ،دوستوں اورجانے پہچانے لوگوں

		کی کثیرتعدادجمع ہوتی ہیں ۔ (مدخل : ۲۷۸/۳)

(۴)امام ابن حجرمکیؒ سے سوال کیاگیا :

عمَّا یعمل یوم ثالث من موته من تهية اكل واطعامه للفقراء وغيرهم وعما يعمل يوم السابع . (فقال) جميع مايفعل مما ذكر فی السوال من البدع المذمومة . (فتاوی الکبریٰ : ۷/۲)		میت کے تیسرے دن فقراء وغیرہ کے لئے جوکھاناتیارکیاجاتاہے اوراسی طرح ساتویں دن اس کاکیاحکم ہے ۔جواب میں فرماتے ہیں ۔کہ سوال میں جتنی چیزیں ذکرکی گئی ہیں ۔وہ سب کی سب بدعات مذمومہ ہیں ۔ (فتاوی الکبریٰ : ۷/۲)

(۵)حافظ عبدالرحمن صاحب مبارکپوریؒ نے اس طعام کوبدعت فرمایاہے ۔ملاحظہ فرمالیجئے (تحفۃ الاحوذی : ۶۷/۴)

(میت کے گھرسے کھاناکھالیناففہائے احنافؒ کی نظرمیں)

اہل زیغ بدعتی حضرات نے عوام کے سامنے یہ شوشاچھوڑاہے کہ بھائی یہ لوگو فقہ نہیں مانتے اوربعض جاہل توبڑے وثوق سے اس غلط فہمی کاشکارنظرآرہے ہیں ۔اس لئے یہاں فقہائے احناف کے بھی چندمستندحوالے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتاہوں ۔

(۶)امام ابن الہمامؒ فرماتے ہیں :

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة . (فتح القدير : ۱۴۲/۲)		اورمکروہ تحریمی ہے اہل میت کا مہمان نوازی کے لئے کھاناتیارکرناکیونکہ کھاناتوخوشی کے موقع پرہوتاہے نہ کہ غمی میں اوریہ نہایت ہی قبیح بدعت ہے ۔ (فتح القدیر : ۱۴۲/۲)

(ایک اہم تنبیہ)

کہ میں نے یکرہ کامعنی مکروہ تحریمی سے اس لئے کیاکہ علامہ شامیؒ اورعلامہ ابن نجیم مصریؒ نے فرمایاہے کہ فقہ میں جہاں مکروہ کالفظ مطلق ذکرکیاجائے ۔ تواس سے مکروہ تحریمی ہی مرادہوتی ہے ۔

(۷) فقہ حنفی کی ممتازکتاب فتاوی شامی لکھتے ہیں :

قال فی البحرواعلم ان المكروه اذا اطلق فی كلامهم فالمراد منه التحريم الا ان ينص علی كراهة التنزيه ---- قال ابو		علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ بحررائق میں ہے کہ خوب سمجھ لیجئے کہ جہاں لفظ مکروہ کا فقہاء کے کلام میں مطلق

باب نہم

یوسف ؒ قلت لابی حنیفة اذقلت فی شیئی اکرهه فمارأیك قال التحریم .		ذکرہوتواس سے مرادمکروہ تحریمی ہوتی ہے ۔الایہ کہ کراہت تنزیہی کی تصریح کی جائے ۔امام ابویوسف ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے عرض کیاکہ آپ جب کسی چیزکے بارے میں کہیں کہ میں اسے مکروہ سمجھتاہوں تواس کاکیامطلب ہوتاہے ۔توحضرت نے فرمایاکہ (میری مراد)حرام ہوتی ہے ۔ (الشامی : ۲۲۴/۱)

(۸)علامہ شامی ؒ ایک اورمقام میں فرماتے ہیں :

ویکرہ اتخاذالطعام فی الیوم الاول والثالث وبعدالاسبوع . (ردالمحتار : ۲۴۰/۲)		اور اہل میت سے پہلے دن اورتیسرے دن جمعہ کے بعدکی دعوت قبول کرکے کھالینامکروہ تحریمی ہے ۔ (ردالمحتار : ۲۴۰/۲)

(دوم تنبیہ)

بعض عوام کبھی یہ کہتے ہیں کہ ہم کیاکریں میت نے وصیت کی ہے اگریہ پوری نہ کریں گے ۔توہم گنہگارہوجائیں گے !کیوں کہ وصیت کو پوری کرناضروری ہے اوریہ ایک ایسااعتراض ہے کہ بعض لکھے پڑھے لوگ بھی اس میں پھنس جاتے ہیں اوراس پربہت اصرارکرنے لگتے ہیں ۔

اب خوب سمجھ لیجئے کہ یہ میت کے ہاں تین دن تک کھاناکھانا ایک ایسی بدعت ہے کہ اگرمیت نے اس کی وصیت کی ہوتب بھی اس کوپوری کرناجائزنہیں بلکہ ایسی وصیت باطل ہے اورپورا کرنے سے گنہگارہوگا!

(۹)شیخ نظام ؒعالمگیری میں فرماتے ہیں :

وعن الشیخ الامام ابی بکر البلخی ؒ رجل اوصیٰ بان یتخذ طعام بعد موته للناس ثلاثة ایام قالوا الوصیة باطلة : (فتاوی عالمگیریة : ۹۵/۶ ، الشامی : ۶۶۵/۶)		شیخ ابوبکرالبلخیؒ سے روایت ہے کہ اگرآدمی نے وصیت کی ہوکہ میرے مرنے کے بعدتین دن تک لوگوں کوکھاناکھلایاجائے توفقہائے کرامؒنے فرمایاہے کہ ایسی وصیت باطل ہے ۔ (فتاویٰ عالمگیری : ۹۵/۶،شامی : ۶۶۵/۶)

(۱۰)فتاویٰ بزازیہ میں ایک اورجگہ لکھاہے :

باب نہم

ویکرہ اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام غم فلایلیق فیها مایختص باظهار السرور. (بزازیة علی هامش الهندیة : ۳۷۹/۶)	مصیبت کے ایام میں کھاناتیارکرنامکروہ ہے ۔اس لئے کہ یہ ایام غم ہیں ۔اس میں وہ کام مناسب نہیں جوکہ خوشی کے اظہارکے ساتھ خاص ہیں ۔(بزازیۃ علی ہامش الہندیۃ : ۳۷۹/۶)

(۱۱)طاہربن عبدالرشیدالبخاریؒ لکھتے ہیں :

ولایباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام لان الضیافة یتخذ عندالسرور : (خلاصة الفتاویٰ : ۳۴۲/۴، هکذافی العالمگیریة : ۱۶۷/۱)	اہل میت سے تین دن تک ضیافت جائزنہیں اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پرہواکرتی ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ : ۳۴۲/۴، اس جیسے الفاظ عالمگیری : ۱/ ۱۶۷ میں بھی ہیں)

(ایک ضروری وضاحت)

علامہ شامیؒ نے ایک اورموقع پرشدومدسے اس کی تردیدفرمائی اورپھروہی حدیث شریف نقل فرمائی کہ صحابہ کرامؓ تین دن تک میت کے ہاں کھاناکھانے کوحرام سمجھتے تھے ۔ملاحظہ ہو۔(شامی : ۶۶۵/۶)

ہمارے صوبہ سرحداورچنددیگرعلاقوں میں یہ رسم ہے کہ میت کودفنانے کے بعدپہلی رات یاتیسرے دن یاہفتہ کے بعداوراسی طرح چالیس دن کے بعداورسال پوراہونے کےبعدکھاناپکاتے ہیں ۔جس میں گاؤں کے مختلف قسم کے لوگ امیرغریب سب شریک ہوتے ہیں اوران رسموں میں پہلے دن کھانے کومقامی زبان میں (شومہ)اورچالیس دن کے بعدکھانے کو (چلویشتی) اورسال کے بعدکھانے کو(کالیزہ) کہتے ہیں ۔آپ نے فقہ کی مستندکتابوں کے حوالہ سے اس رسم کی حقیقت دیکھ لی کہ فقہاء نے اس کھانے کوغیرمباح مکروہ اوربدعت لکھاہیں ۔مگربرائے نام مولوی اورحنفیت کے جھوٹے دعویداراس کوکارثواب سمجھتے ہیں۔ بلکہ نہ کرنے والوں کووہابی جیسے ناموں سے موسوم کرتے ہیں ۔حالانکہ فقہائے احناف اورمحدثین امت نے ایسےصدقے کوبدعت اورمکروہ ناجائزکہاہے ۔نیزاگرپک جائے تواس کاکھانابھی حرام ہے ۔

(۱۲)چنانچہ ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

بل صح عن جریرؓ کنانعدمن النیاحة وهو ظاهر فی التحریم قال العزالی ویکره الاکل منه قلت وهذا اذا لم یکن	حضرت جریربن عبداللہ ؓ سےصحیح روایت ہے کہ ہم (اہل میت سے کھانے کو)نوحہ سمجھتے تھے اس تعبیرسے حرام

باب نہم

من مال الیتیم او الغائب والا فھو حرام بلاخلاف . (مرقات : ۲۲۳/۴)		ہوناظاہرہے۔امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ اس کاکھانامکروہ تحریمی ہے ۔(ملاعلی قاری کہتے ہیں)کہ میں کہتاہوں کہ یہ تھوڑاسااختلاف اس وقت ہے کہ جب یتیم اورغائب کے مال میں سے نہ ہوورنہ بالاتفاق حرام ہے . (مرقات : ۲۲۳/۴)

(۱۳)شیخ نظام اورعلمائے ہندکی ایک جماعت فرماتے ہیں :

فاطعامہ فی ذالك الیوم یکون اعانةعلی المعصیة کذا فی فتاویٰ قاضی خان : (ھندیة : ۹۵/۶)		ان دنوں میں کھاناکھلانے میں معصیت پرتعاون کرناہے ۔اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے . (ہندیة : ۹۵/۶)

(۱۴)فتاویٰ بزازیہ میں ایک مقام پرلکھاہے :

ویکرہ اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام واکلھا لانھا مشروعة للسرور (الی ان قال) ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع . (بزازیة : ۸۱/۴)		تین دن میت کے گھروالوں سے کھانالینااوراسے کھانادونوں مکروہ ہیں ۔اس لئے کہ یہ خوشیوں میں جائزہے (نہ کہ غمی میں)اوراسی طرح پہلے دن اورتیسرے دن اورہفتہ کے بعدکھانابھی مکروہ ہے . (بزازیہ : ۸۱/۴)

(۱۵)علامہ قہستانیؒ لکھتے ہیں :

ویکرہ اتخاذ الضیافة فی ھذہ الایام وکذا اکلھا. (جامع الرموز : ۴۴۳/۳)		مصیبت کے ایام میں ضیافت کاپکانااورکھانادونوں ناجائزہیں . (جامع الرموز : ۴۴۳/۳)

(۱۶)ابوحنیفہ ثانی ؒ علامہ ابن نجیم مصری حنفی ؒ نے بھی اس کھانے کوناجائزکہاہے ۔ملاحظہ ہو۔
(بحرالرائق : ۱۹۲/۲)
(مگربعض معدے کے مریض یہ نکتہ نکالتے ہیں ۔کہ بھائی یہ توصرف مکروہ ہے ۔حالانکہ میں ایک مرتبہ پہلے لکھ چکاہوں کہ کراہت سے مکروہ تحریمی مراد ہے)
(۱۷)مشہورحنفی ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ حضرت جریربن عبداللہ کاقول ہے کہ :

کنا نعدہ من النیاحةوھو ظاھر فی التحریم		ہم اس کھانے کونوحہ شمارکرتے تھے

کہ ظاہرہے کہ حرام ہے ۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ : ۲۲۳/۴)		(مرقات شرح مشکوٰ : ۲۲۳/۴) .

(اہل بدعت کامغالطہ اوراس کاجواب)

بدعتی لوگ جب فقہاء کی عبارتیں سن لیتے ہیں ۔ان کویہ یقین ہوجاتاہے کہ بھئی اب میت کے گھروالے توہمارے جال سے نکل رہے ہیں ۔توفوراًسادہ لوح مسلمانوں کویوں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں ۔کہ جناب میت کے گھرسے توضیافت (مہمانی)کی ممانعت آئی ہے ۔صدقہ کی ممانعت تونہیں اوریہی دھوکہ کرم اورتیراہ کے بریلویوں نے اپنی عوام کودیاہے ۔ملاحظہ ہو۔ (توضیح المسائل : ۲۰)

جواب یہ ہے کہ ان حضرات کاتوکام ہی یہی ہے کہ بدعات کے لئے راہ ہموارکرتے ہیں مگران حضرات کومغالطہ شایدولاییاح اتخاذالضیافۃ وغیرہ سے ہواہے ۔مگرمیں ان سے پوچھتاہوں کہ فقہ حنفی میں توصرف ضیافت کاصیغہ ہی تونہیں بلکہ مطلق اطعام یعنی کھاناکھلانے کوناجائزاورحرام کہاگیاہے ۔ مثلاًملاحظہ ہوں :

عبارت نمبر(۱)مغنی کی عبارت میں صنع اھل المیت طعاماً(۲) المدخل کی عبارت میں اصلاح اھل المیت طعاماً۔اورعبارت نمبر(۶،۷)عالمگیری اورشامی سے بان یتخذطعام : وغیرہ عبارات میں توصاف طورپرطعام کی ممانعت آئی ہے ۔اورفقہ بھی بعض بعض کی تشریح کرتاہے ۔توان عبارات سے صاف ثابت ہواکہ بعض عبارات میں جوضیافت کاصیغہ آیا ہے اس سے بھی مطلق طعام ہی مرادہے۔اس لئے کہ ایک ہی طعام کواگرکھانیوالوں کی نسبت سے دیکھاجائے تواس پرطعام کااطلاق ہوتاہے۔اگراس کی نسبت کھلانے والوں کی طرف کی جائے ۔تواسے ضیافت کانام دیاجاتاہے اس لئے بدعتی لوگ محض ایک دھوکے میں ہیں یایہ ان کی جہالت ہے !

مولوی فضل گل صاحب نے توخیانت اورتحریف میں حدکردی ہے ۔کہ انہوں نے اپنے رسالے (توضیح المسائل : ۲۰)کے شروع میں لکھاہے کہ حدیث میں ضیافت کی ممانعت آئی ہے ۔حالانکہ حضرت نے میرے خیال میں حدیث کی کتابیں سرے سے پڑھی ہی نہیں ،ورنہ اتنی جاہلانہ بات نہ کرتے اورنہ آپﷺپرجھوٹ باندھتے کیونکہ روایت آپ کے سامنے ہے ۔اس میں صاف ذکرہے کہ جریربن عبداللہ ؓفرماتے ہیں کہ ہم یعنی صحابہ کرامؓ میت کے گھرجمع ہونے کواوردفن کے بعدمیت کے گھرکھاناتیارکرنے کونوحہ کی طرح حرام سمجھتے تھے ۔ملاحظہ ہوں ۔(ابن ماجہ :

باب نہم

۱/۱۱۷،احمد : ۲/۲۰۴)
پتہ نہیں فضل گل صاحب کواس میں ضیافت کہاں سے نظرآئی ۔مگرافسوس کہ ان مولویوں نے بدعت کی عینک لگارکھی ہے۔

(اہل میت کی طرف سے کھاناورتیجہ ،چالیسواں وغیرہ علمائے دیوبندکی تحریرات کے آئینے میں)

ناظرین کرام !

فریق مخالف چونکہ سادہ لوح عوام کے سامنے شدومدسے دیوبندیت کادعویٰ کرتاہے ۔اس لئے مناسب معلوم ہوتاہے کہ قارئین عظام کے سامنے علمائے دیوبندکی تحریرات بھی پیش کروں تاکہ ان کودیوبندیت اوربریلویت کافرق معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ اِن کی بریلویت بھی آشکاراہوجائے اورعوام کے سامنے بھی فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَکی صحیح مصداق ٹھریں۔

فقہائے احناف کی فقہی عبارات میں جس طرح میت کے گھرسے کھاناکھانااوررسوم (تیجہ)اورجمعہ ،چہلم اوربرسی وغیرہ کاحرام ہوناآپ حضرات کومعلوم ہوچکا۔اسی طرح قرآن وسنت کی روشنی میں علمائے دیوبندبھی اس قبیح بدعت سے یکسربیزارہیں

(۱) استادالعلماء مولاناخلیل احمدصاحب سہارنپوری دیوبندیؒ میت کے گھرسے کھاناکھانے کی حرمت کانقشہ یوں کھینچ لیتے ہیں

واصطناع اهل الميت لاجل اجتماع الناس عليه بدعة مكروهة (الى ان قال) وهو ظاهر فى التحريم : (بذل المجهود : ۵/۱۸۹)		اہل میت کاکھاناتیارکرناتاکہ لوگ جمع ہوجائیں نہایت ہی قبیح بدعت ہے آگے فرمایاکہ اس کی حرمت توظاہرہے ۔ (بذل المجہود : ۵/۱۸۹)

(۲)فخرعلمائے دیوبندرئیس المحدثین مکتبۃ العلوم الاسلامیۃعلامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی ؒترمذی شریف کی شرح میں رقمطرازہے :

وفى عامة كتبنا ان فى زماننا اكل الطعام من اهل الميت فبدعة . (عرف الشذى : ۱/۲۶۲)		ہمارے حنفی مسلک کی عام کتابوں میں لکھاہواہے کہ ہمارے زمانہ میں جواہل میت سے کھاناکھاتے ہیں پس یہ بدعت ہے . (عرف الشذی : ۱/۲۶۲)

(۳)المحدث الناقدالعلامۃ مولاناظفراحمدالعثمانی الدیوبندیؒ نے یوں باب قائم کیاہے :

باب نہم

باب استحباب صنع الطعام لاهل الميت وكراهته منهم للناس. (اعلاء السنن : ۳۲۹/۸)		یہ باب میت کے گھروالوں کوکھاناتیارکرنے کی مستحب ہونے اوران کی طرف سے کھاناکھانے کی کراہت کے بیان میں ہے ۔ علامہ صاحب نے آگے اس بات پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل فرمایا ۔ (اعلاء السنن : ۳۲۹/۸)

(۴)رئیس المرشدین حضرت حکیم الامت علامہ محمداشر ف علی تھانویؒ یوں لکھتے ہیں کہ''جنازہ کے ساتھ کچھ اناج یاپیسے وغیرہ بھیجتی ہیں ۔کہ قبرپرخیرات کردیاجائے اس میں زیادہ نیت ناموری کی ہوتی ہے ۔ جس میں کچھ بھی ثواب نہیں ملتا۔
(بہشتی زیورحصہ ۵۳/۶)
لیجئے مولوی فضل گل صاحب نے تواپنے رسالہ میں ممانعت کوضیافت کے ساتھ خاص کرکے جان چھڑانے کی ناکام کوشش کی تھی ۔مگرپہلی رات صدقہ خیرات کرنے پربہت زوردیاتھا۔
مگرعلمائے دیوبندکے امام حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے تومنہ توڑجواب دیکرپہلے دن خیرات کوبھی ممنوع قراردیااورفرمایاکہ اس میں کچھ ثواب نہیں ملتا۔اب کرم اورتیراہ کے مولوی کیاکریں گے ۔اس لئے کہ علمائے دیوبندتوان چیزوں کوبدعت قراردیتے ہیں ۔میں ان حضرات کومشورہ دیتاہوں کہ بس اب بریلویت سے توبہ کریں اورصحیح دیوبندیت اختیارکریں ۔یاپھرسبزعمامے ہی باندھناشروع کیجئے!

دورنگے چھوڑکریک رنگ ہوجا   سراسرموم کریاپھرسنگ ہوجا۔

(۴) مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ۔کہ''اہل میت کے ہاں تین دن تک کچھ نہیں کھاناچاہئے ۔ (کفایت المفتی : ۱۰۸/۴)
(۵)شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :

این اجتماع مخصوص روزسوم وارتکاب تکلفات دیگروصرف اموال بے وصیت ازحق یتامیٰ بدعت است وحرام۔ (شرح سفرالسعادت : ۲۷۳)		تیسرے دن کاخاص اجتماع اوردوسرے تکلفات اورمردہ کامال جویتیموں کاحق بن چکاہے بغیروصیت کے خرچ کرنابدعت اورحرام ہے۔ (شرح سفرالسعادت : ۲۷۳)

(۶)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ ایک طویل فقہی عبارانقل کرنے کے بعدیوں لکھتے ہیں کہ''الغرض زیدکاقول اس بارہ میں صحیح ہے کہ سوم ،دہم چہلم

سب ممنوع ہے ۔اورکھانامیت کاموافق تفصیل فقہاء مکروہ ہے ۔بکرکاقول بلادلیل ہے ۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۰۸/۱)ایک اورجگہ لکھتے ہیں کہ''برادری کوکھاناتقسیم کرنامحض ریااورحرام ہے ۔
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۳۲۴/۱)
اوریہی دیوبندی مفتی صاحبؒ ایک اورجگہ تحریرکرتے ہیں کہ :
''عبارت مذکورہ سے معلوم ہواکہ یہ رسم بدعت ہے اس کے کرنے والے اوراس کھانے کوکھانے والے گنہگارہیں ۔اورجب انہیں کوثواب نہیں ملا بلکہ الٹاگناہ ہواتومیت کوکیاثواب پہنچا۔(امدادالمفتیین : ۱۶۹/۲)
(۷)فقیہ العصرمفتی محمدتقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں :
کہ''اس کے بدعت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمارے زمانہ میں عوام نے میت کے گھروالوں کی جانب سے اس دعوت کوواجبات دینیہ میں سے سمجھ لیاہے اورالتزام مالایلزم بدعت ہے ۔(درس ترمذی : ۲۸۶/۳)
(۸)حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی فارسی عبارت کاترجمہ ملاحظہ فرمالیجئے !
وہ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے لوگوں کے برے عادات میں سے ایک غمی کے موقعوں پراسراف اورسوم اورچہلم اورششماہی اورفاتحہ اورسالگرہ ہیں اوریہ سارے رسومات خیرالقرون میں نہیں تھے ۔(تفہیمات : ۲۴۷/۲،وصیت نامہ/۱۳)
(۹)علامہ ظفراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں کہ :
''مذہب حنفیہ میں کسی کے مرنے کے بعداولیاء میت کایوم موت یاسوئم اورہفتہ وعشرہ وغیرہ میں کھاناپکانااورعام لوگوں کوکھلانامکروہ ہے (اوراطلاق کی وجہ سے کراہت تحریمیہ مرادہے)
(امدادالاحکام : ۱۹۲/۱)
(۱۰)مفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں کہ''سوم دہم ،چہلم سب ممنوع اوربدعت ہے ۔
(فتاویٰ عزیزیہ : ۱۰۸/۱)
(۱۱)مفکراسلام مفتی محمودصاحبؒ لکھتے ہیں کہ''مذہب احناف میں مکروہ اورحرام ہے ۔
(فتاویٰ مفتی محمود : ۱۹۸/۱)
(۱۲)مفتی رشیداحمدگنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ''تیسرے دن کامجمع میت کے واسطے اولاًمشابہت ہنودکی ہے کہ اُن کے یہاں تیجہ ضروری رسم جاری ہے اور حرام ہوگابسبب مشابہت کےکہ آپﷺنے فرمایا :

باب نہم

من تشبه بقوم فهو منهم (الحدیث)	جوکسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہوگیا۔

ثانیاًتقررکرناتیسرے دن کایہ خودبدعت ہے ۔اس کی کچھ اصل نہیں ۔الی اٰخرہ
(تالیفات رشیدیہ : ۱۵۱/۱)
(۱۳)استادالعلماء شیخ الحدیث مولاناسرفرازخان صفدرؒصاحب نے توبہت ہی طویل مضمون لکھاہے ملاحظہ ہوں ۔
(راہ سنت : ۲۶۳)
(۱۴)شیخ الحدیث صوؔفی عبدالحمیدصاحب سواتی دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ''یہ جوکچھ ہورہاہے ،خودساختہ شریعت کے احکام ہیں ۔
(تفسیرمعالم العرفان : ۵۹۱/۳)
(۱۵)مفتیان دارلعلوم حقانیہ آکوڑہ خٹک اس رسم کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ :
''مذکورہ بالاطریقہ ایصال ثواب کوفقہائے کرامؒ نے بدعت شمارکیاہے ۔
(فتاوی حقانیہ : ۷۹/۲)
(۱۶)علامہ خالدسیف اللہ رحمانیؒ دامت برکاتہم تویہاں تک لکھتے ہیں کہ :
'' زیارت دسویں ،چالیسویں اورسالانہ فاتحہ وغیرہ کی دین میں کوئی اصل؛ نہیں ہے ،اورچونکہ یہ دعوتیں ایک بدعت پرمبنی ہیں ،اس لئے ان میں شرکت درست نہیں ۔ (کتاب الفتاویٰ : ۲۱۵/۳)
(۱۷)امام المجاہدین فقیہ العصرحضرت مولانارشیداحمدصاحب لدھیانویؒ کاتفصیلی فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیجئے !
تاکہ زنگ آلوددلوں کازنگ دُھل جائے ۔علامہ موصوف اؔہل میت سے طعام کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ :
''یہ دعوت مروجہ ناجائزاوربدعت ہے ۔بچندوجوہ (وہ درج ذیل ہیں)
(۱)یہ حقیقت میں ہنود(ہندوؤں)کی رسم ہے ۔پس اس میں تشبہ بالہنودہے ۔
(۲)شریعت میں غمی کے موقعہ پردعوت مشروع(جائز)نہیں ہے کتب فقہ میں تصریح ہے عبارت ....
(۳)اس دعوت کولازم سمجھاجاتاہے ۔اورالتزام مالایلزم بدعت ہے ۔
(۴)دعوت پرجورقم صرف ہوتی ہے ۔اس میں عموماًنابالغ یتامیٰ کاحصہ ہوتاہے ۔اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا ....الخ ....نابالغ کامال صدقہ وخیرات میں دیناکسی صورت میں بھی روانہیں ۔
(۵)اس دعوت سے مقصودایصال ثواب نہیں ہوتابلکہ ریا ونمودمطلوب ہوتی ہے

باب نہم

۔یالوگوں کے طعن وتشنیع کے ڈرسے دعوت کی جاتی ہے ۔جوکہ شرک اصغرہے ۔ایصال ثواب مقصودنہ ہونے پرچندقرائن(علامات)ہیں ۔(الف)اخفاء (چھپکے سے)صدقہ افضل ہے ۔اس کے باوجوداگراخفاء کی ترغیب ان لوگوں کودیجائے توہرگزقبول کرنے کوتیارنہیں ہوتے ۔

(ب)صدقہ بصورت نقدزیادہ بہترہے کیونکہ اس میں اخفاء بھی سہل(آسان)ہے اورفقراء کے لئے نافع بھی زیادہ ہے ۔کہ جیسی ضرورت ہوگی اس نقدرقم سے پوری ہوسکے گی ۔بلکہ بعض دفعہ کھانامضربھی ہوتاہے لہذانقدصدقہ سے ایصال ثواب پرکوئی راضی نہیں (اورصرف کھاناپکانے پرزوردیتاہے اس کی بنیادی وجہ ریا ونمودہے ۔

دوسرے درجہ میں صدقہ کی بہترصورت یہ ہے کہ حاجت مندکی ضرورت کی پیس نظراسے صدقہ دیاجائے یعنی مریض کودواء ،مسافرکوکرایہ ،ٹکٹ ،زادراہ وغیرہ ،بھوکے کوکھانااوربرہنہ کولباس اورجوتاوغیرہ موسم سرمامیں بے سروسامان کوکمبل ،رضائی وغیرہ عرضیکہ موقع ضرورت کاخیال رکھاجائے ۔مگریہاں توبہرکیف کھاناہی کھلاناہے ۔خواہ مریض بلادواء کے کراہ رہاہو،برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھررہاہویاشدت گرمی سے چلارہاہو،مسافرمنزل مقصودتک پہنچنے سے لاچارومجبورہونے کی وجہ سے پریشان ہو۔

اگران لوگوں کودعوت کی بجائے صحیح طریق پرصدقہ کامشورہ دیاجاتاہے ۔جوفقراء کے لئے بھی نافع ہو،میت کے لئے بھی اورخودصدقہ کرنے والوں کے لئے بھی ،توجواب ملتاہے کہ دعوت نہ کرنے کی صورت میں برادری ناراض ہوجائیگی ،ہماری ناک کٹ جائیگی ،لوگ کہیں گے ۔''مرگیامردودنہ ختم نہ درود''۔

(ج)اگرایصال ثواب کی نیت ہوتی توفقراء ومساکین کومقدم سمجھاجاتا،حالانکہ ہوتایہ ہے کہ اقرباء واحباب کااجتماع ہوتاہے یاپھراصحاب اقتداراوراہل ثروت (مالدار)لوگوں کودعوت دی جاتی ہے فقراء توصرف برائے نام ہوتے ہیں۔بلکہ کئی مواضع پرتوبرائے نام بھی کوئی فقیرنہیں ہوتا۔ان حالات میں اس دعوت کوکون یہ کہنے کی جرأت کرسکتاہے کہ یہ ایصال ثواب کے لئے ہے ۔(احسن الفتاویٰ : ۱ /۳۵۵)

قبل اس کے کہ اس بحث کوختم کیاجائے ۔نہایت ضروری ہے کہ فریق مخالف کے مکڑ ی کے جالوں کواڑادیاجائے

<u>(فریق مخالف کے چندشبہات اورن کے مدلل دندان شکن جوابات)</u>

پہلااعتراض یہ ہے :

باب نہم

مبتدعین کہتے ہیں کہ اہل میت سے کھاناکھاناناجائزاورمکروہ نہیں ہے ۔اس لئے مشکوٰۃ : ۲/ ۵۴۴،میں ایک حدیث آتی ہے ۔جس کا خلاصہ یہ ہے ۔کہ آپﷺ نے ایک میت کودفن کیاجب واپس تشریف لے آئے تو(اِسْتَقْبَلَہٗ دَاعِیَ امْرَأَتِہٖ)یعنی میت کی بیوی کے ایک قاصدآپﷺ کوکھانے کی دعوت دینے آیا ۔

(۱)علامہ حلبی ؒ (کبیری : ۶۰۹،اورصغیری : ۳۰۰/میں (۲) علامہ ملاعلی قاریؒ مرقات : ۵ /۴۸۲میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس امرکی دلیل ہے کہ میت کے گھرسے کھانادرست ہے ۔ورنہ آپﷺنے پھرکیوں کھایا۔(انوارساطعہ : ۱۰۹)

جواب یہ ہے :

اس کابے غبارجواب یہ ہے کہ اس روایت سے استدلال صحیح اس لئے نہیں ہے کہ(امرأتہ) کانسخہ صاحب مشکوٰۃ کاوہم یاکسی کاتب کی غلطی ہے اصلی الفاظ (دَاعِیَ امْرَأَۃٍ)ہے ضمیرکے بغیرکہ کسی عورت کے قاصدنے آپﷺکودعوت دی تھی ۔باقی یہ الفاظ کہ(دَاعِیَ امْرَأَتِہٖ)کہ میت کی بیوی نے دعوت کی تھی غلط ہے اس لئے کہ صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت ابودائودسے نقل کیاہے اورابوداؤد اوردیگردرج ذیل سب کتابوں میں یہ روایت ضمیرکے بغیرآئی ہے ۔ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱)ابوداؤد : ۱۱۷/۲ (۲)الفتح الربانی : ۱۴/۱۵(۳)مشکل الاثار : ۱۳۲/۲(۴)معتصر : ۱۶۹ (۵)شرح معانی الاثار : ۳۲۰/۲ (۶) دارقطنی : ۵۴۵/۲(۷)مسنداحمد : ۲۹۳/۵(۸)سنن الکبریٰ : ۹۷/۶ (۹) عقودالجواہرالمضیئہ : ۶۲/۲

(۱۰) خصائص الکبریٰ : ۲ /۱۰۳ (۱۱) مستدرک حاکم : ۲۳۴/۴ (۱۲)محلیٰ ابن حزم : ۴۱۵/۷ (۱۳) عون المعبود : ۲۴۹/۳ (۱۴) بذل المجہود : ۴ /۲۳۹۔وغیرھم من الکتب الاحادیث والفقہ۔

ان تمام کتابوں میں امرأۃٍ کے الفاظ ہیں کہ کسی عورت کے قاصدنے عوت دی اوریہی صحیح ہے اورمشکوٰۃ میں جوہ ضمیرآئی ہے کہ میت کی بیوی کاقاصدآیاتھایہ غلط ہے ۔یہ تمام مذکورہ کتابیں اورمشکوٰۃشریف کی مخالفت کرتی ہیں ۔باقی رہایہ کہ ملاعلی قاری نے بھی مرقات میں ایساہی لکھاہے تواس کاجواب یہ کہ ملاعلی قاری نے جب اصل حقیقت کاجائزہ لیا۔تواپنی آخری تصنیف میں اس سے رجوع کیاہے چنانچہ انہوں نے شرح نقایہ : ۱۴۰/۱میں صاف تحریرفرمایاہے کہ میت کے ہاں کھاناتناول کرنامکروہ اوربدعت مستقبحہ ہے ۔

دوسرااعتراض یہ ہے :

ایک روایت حضرت ملاعلی قاری کی کتاب اوزجندی کے حوالہ سے بیان کی جاتی

ہے ۔کہ جب آپﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی توتیسرے دن حضرت ابوذرؓنے کھجوریں دودھ اورجوکی روٹی آپﷺ کے سامنے رکھی اورآپ ﷺنے سورئہ فاتحہ اورقل ہواللہ پڑھ کردعافرمائی اورحضرت ابوذرؓسے فرمایاکہ اس کولوگوں میں تقسیم کرو۔اورفرمایاکہ ان اشیاء کاثواب میرے لخت جگرابراہیمؓکوپہنچے اس روایت سے ایک توتیجہ کاثبوت ہوا۔اوردوسراکھاناسامنے رکھ کراس پرختم کاثبوت ہوا۔

جواب یہ ہے کہ مولاناعبدالحئی لکھنویؒ لکھتے ہیں :

نہ کتاب اوزجندی ازتصانیف ملاعلی قاری است ونہ روایت مذکورصحیح است بلکہ موضوع وباطل است براں اعتمادنشایددرکتب حدیث نشانے ازہمچوروایت یافتہ نمے شود۔ (مجموعۃ الفتاویٰ : ۷۴/۲،خیرالفتاویٰ : ۵۵۴/۱)		نہ توکتاب اوزجندی حضرت ملاعلی قاری کی تصنیفات میں سے ہے اورنہ یہ روایت صحیح اورمعتبرہے ۔بلکہ یہ موضوع اورباطل روایت ہے اس پراعتمادنہیں کیاجاسکتا۔حدیث کی کسی کتاب میں اس قسم کی روایت کاکوئی نشان موجودنہیں ہے ۔ (مجموعۃ الفتاویٰ : ۷۴/۲،خیرالفتاویٰ : ۵۵۴/۱)

حضرات گرامی !

مبتدعین سب اسی طرح باطل اورموضوع روایات سے استدلال کرتے ہیں ۔ان کومعلوم ہوناچاہیے۔

کہ روایت کی صحیح سندنقل کرکے حضرات محدثین سے اس کی تصحیح اورتوثیق ضرورہونی چایئے ۔صرف روایت کہنے سے اورحدیث کے لفظ کہنے سے کوئی قصہ حدیث نہیں بنتا۔اورنہ ہی اس سے کوئی چیزثابت ہوسکتی ہے ۔

شیخ الحدیث مولاناسرفرازخان صاحب صفدرؒ دامت برکاتہم جمعرات کوصدقہ کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں (فائدہ)کہ’’عوام الناس میں جمعرات کے دن صدقہ وخیرات کرنے کی بھی ایک رسم جاری ہے ،لیکن اس کی بھی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔(راہ سنت : ۲۷۴)

(نوٹ)جمعرات کوصدقہ یاعبادت کے لئے خاص کرنے کی شافی بحث ہماری اس کتاب باب نبر۸پردیکھیں ! تیسرااعتراض یہ ہے کہ :

جناب فقہ حنفی کے بعض کتابوں میں لکھاہے کہ یہ رسم اچھی نہیں لیکن اگرپکایاگیاتو لابأس بہ یعنی پھرکھالینے میں کوئی حرج نہیں!

جواب یہ ہے یادرہے کہ کلمہ لاباس فقہ حنفی میں وہاں استعمال ہوتاہے جہاں وہ

کام ناپسندیدہ ہو۔مکروہ ہواوراس میں ثواب نہ ہو ۔ چنانچہ علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

فکلمة لابأس ؛ وفی ھذا دلالة علی ان فاعله لایوجر. (الشامی : ۷۵۵/۶) وایضاًقال .. فی ھذالتعبیر کما قال شمس الائمة اشارةً الی انه لایوجر..... قال فی النھایة لان لفظ لاباس دلیل علی ان المستحب غیره . (الشامی : ۶۵۸/۱)		کلمہ لابأس اوراس میں یہ دلالت ہے کہ اس کام کے کرنے والے کوثواب نہیں ۔(شامی : ۷۵۵/۶) ایک اورمقام میں لکھتے ہیں کہ لاباس کے ساتھ تعبیرکرنے میں شمس الائمہ ؒنے فرمایاہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اس میں اجرنہیں ۔صاحب نہایہؒ نے فرمایاکہ لفظ لابأس اس بات پردلیل ہے ۔کہ مستحب اس کے علاوہ ہے۔(الشامی : ۶۵۸/۱)

بدعتیوں کویہ بات ذہن نشین کرناچاہیے کہ ’’لاباس‘‘اردویاپشتومیں ’’ کوئی بات نہیں،(خیردے سہ باک ئ نشتہ) کی طرح ہرگزنہیں ۔بلکہ یہ عربی ہے اورفقہائے عظام کی اصطلاح ہے اس کامعنی فقہائے کرام ہی سے سیکھنے کی ضرورت ہے جوکہ بیان کیاگیا۔

چوتھااعتراض یہ ہے :

کہ فقہ میں بعض جگہ دوسرے یاتیسرے دن خیرات کوحسن (اچھا)لکھاہے ۔
جواب یہ ہے کہ قول بلادلیل کااعتبارنہیں ۔خصوصاًجب اس کے خلاف دلیل بھی ہو۔چنانچہ اصول الافتاء میں قاعدہ اورقانون ہے۔

وھذا اذا ذکر دلیل قول واحدٍ فقط واھمل دلیل الأخر فالراجح ماذکردلیله . (اصول الافتاء : ۴۰)		فقہائے کرامؒ ایک قول کی دلیل کوذکرکریں اوردوسرے قول کوبلادلیل چھوڑدے توان کے ہاں راجح وہی ہوتاہے جسکی دلیل ذکرکی ہو۔پس معلوم ہواکہ قول بلادلیل کااعتبارنہیں۔ (اصول الافتاء/۴۰)

پانچواں اعتراض یہ ہے :

اگرکوئی کہے کہ آپﷺجب جنازہ سے واپس آرہے تھے تومیت کی بیوی نے ان کودعوت کی تھی ۔اس کے تحت علامہ ابراہیم الحلبی الحنفیؒ شرح منیة المصلی غنیة المستملی المشہور’’کبیری‘‘میں لکھتے ہیں :

فھذایدل علی اباحة صنع اھل المیت الطعام والدعوة الیه . (غنیة المستملی :		یہ روایت اہل میت کے کھاناکھلانے کی اباحت یعنی جوازپردلالت کرتی ہے ۔

باب نہم

---------		(غنية المستملى : ---------

اس کاپہلاجواب :

اورتفصیلی جواب تواعتراض نمبرایک کے تحت گزرچکاہے ۔

دوسراجواب یہ ہے :

مفتی عزیزالرحمن صاحب الحنفی دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ یہ روایت مقتضی اباحت اورحدیث جریرمقتضی حرمت ہے پس حسب قاعدہ محرم کوترجیح ہوگی ۔ (عزیزالفتاویٰ : ۱/۱۲۸)

مولوی فضل گل صاحب نے جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اوربعض عبارات پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ کاجواب توپچھلے صفحات میں گزرچکا۔باقی کاجواب یہاں ملاحظہ فرمالیجئے !

چھٹااعتراض بمع جواب یہ ہے :

موصوف نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۱ پرطحطاوی : ۳۳۸ کی ایک لمبی عبارت نقل کرکے حق چھپانے کوشش کی ہے ۔اس لئے کہ اہل علم یہ خوب جانتے ہیں کہ مولوی فضل گل صاحب نے کچھ عبارت توواقعی طحطاوی کی نقل کی ہے مگر یقرأفی رکعۃٍ ----الخ جوعبارت ہے یہ اپنی طرف سے ملالی ہے ۔ جوطحطاوی کے مذکورہ صفحہ پربالکل موجودنہیں اورجوعبارت ذکرہے یہ شرعۃ الاسلام سے لی گئی ہے ۔

اورعلامہ سیداحمدطحطاویؒ نے اس کوذکرکے بلادلیل مہمل چھوڑکراس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیاہے ۔لیکن یہ لوگ اشارے نہیں سمجھتے ۔کیاخوب کہاہے ۔

نہ ہرکہ سربتراشدقلندری داند نہ ہرکہ موئے برافروخت دلبری داند

اُمیدقوی ہے کہ حضرت میرے گزارشات کوبرامحسوس نہ فرمائیں گے ورنہ ------------------ ۔

اگرتم طیش میں آکرمیراخط پھاڑڈالوگے تمہارے پاؤں چومیں میری گے تحریرکے ٹکڑے

علامہ طحطاوی ؒ پھرآگے چل کراسی عبارت کے مقابلے میں یوں لکھتے ہیں :

فی البزازیة یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث (الی ان قال) ونقل الطعام الی المقبرة ---- واتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم (الی ان قال) عن جریر بن عبداللہ ؓ کنا		بزازیہ میں ہے کہ طعام کالینایعنی کھانااہل میت سے پہلے دن اورتیسرے دن حرام ہے اوراسی طرح غلہ وغیرہ کاقبرستان لے جانابھی حرام ہے اوراسی طرح ختم قرآن پرکھانااورنیک لوگوں اورقاریوں

باب نہم

نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة : (طحطاوی : ۳۳۸)		کاختم کے لئے جمع کرنابھی حرام ہے ۔اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جریربن عبداللہ ؓفرماتے ہیں کہ ہم صحابہ کرامؓ میت کے ہاں جمع ہونے کواوران کے طعام بنانے کونوحہ جیسے حرام سمجھ رہے تھے ۔ (طحطاوی : ۳۳۸)

مگرافسوس کہ جوبظاہرعبارت مولوی فضل گل صاحب کے حق میں ہے ۔وہ تواس نے اپنے رسالہ میں نقل کیاہے۔مگرجس عبارت میں اس کے معدے کونقصان پہنچ رہاتھا۔اس کوچھوڑدیا۔حالانکہ فقہائے کرامؒ نے اس طعام کے حرام ہونے پراحادیث نقل کی ہیں ۔محدثین عظام نے بھی حدیث کی توثیق کی ہے ۔پھرحدیث کے مقابلے میں اورلوگوں کی باتیں یاعبارات کاکیاوزن رہتاہے ۔

اورہم نے اصول افتاء سے پہلے کچھ قواعدنقل کئے ہیں ۔کہ فقیہ جس عبارت کوبلادلیل چھوڑتاہے ۔وہ مرجوح ہوتی ہے ۔ اصول الافتاء : ۴۰)

اورعلامہ طحطاویؒ نے بھی وہ عبارت (جوفضل گل صاحب نے نقل کی ہے) اسی قاعدہ کے تحت ضعیف قراردیاہے ۔

اورانصاف کی بات یہ ہے کہ وہ عبارت مصنف شرعۃ الاسلام کی رائے ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ ۔اورپھراسپر دلیل بھی نہیں ۔اور رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ احادیث کے بھی خلاف ہے۔

<u>ساتواں اعتراض اوراس کاجواب یہ ہے :</u>

توضیح المسائل : ۲۲،پرکرم ایجنسی کے بدعتی ملاؤں نے بخاری شریف کے حوالے سے ایک روایت کوآدھاذکرکیاہے اورآدھاچھوڑدیاہے جیساکہ یہ ان کی عادت شنیعہ مستمرہ ہے ۔عرب حضرات کہتے ہیں کہ ''العادۃ لاتزول الاباالموت '' ۔وہ روایت یہ ہے ۔

عن عائشة زوج النبی ﷺ انها کانت اذا مات المیت من اهلها فاجتمع لذالك النساء۔ (بخاری : ۸۱۵/۲)		عائشۃ صدیقہؓ جوکہ آپﷺکی رفیقہ حیات ہیں اس کی عادت یہ تھی ۔کہ جب ان کے اہل میں سے کوئی فوت ہوجاتاتوان کے پاس عورتیں جمع ہوجاتیں ۔ (بخاری : ۸۱۵/۲)

مولوی فضل گل صاحب نے یہاں تک روایت نقل کیااوراپنامقصدپوراکرکے اورعوام کودھوکہ دیکرچلاگیا۔

اب اس روایت کے آگے والاحصہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے !

باب نهم

ثم تفرقن الا اھلھا وخاصتھا امرت ببرمة من تلبينة (الی ان قال) فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول التلبينة مجمة لفؤاد المريض تذھب ببعض الحزن : (بخاری : ۲ /۸۱۵)		کہ پھرجب باقی خواتین چلی جاتیں اورگھرکی خواتین رہ جاتیں توآپؓ نے تلبینہ بنوانے کاحکم فرمایا پھرفرمانے لگی کہ میں نے آپؐ سے سناہے کہ تلبینہ مریض کے دل کوتسکین اورغم کودورکرتاہے۔ (بخاری : ۸۱۵/۲)

<u>توجواب آپ سمجھ گئے</u> :
کہ اس روایت میں طعام کانام تک نہیں نہ ہی صدقہ وخیرات کاکوئی ذکرہے ۔بلکہ اس میں تلبینہ کاذکرہے جوکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بنوایاکرتی تھی ۔یہ توعلاج کے لئے دواء ہے نہ پیٹ بھرنے کے لئے کھانایہی وجہ ہے کہ اس روایت کوامام بخاریؒ نے کتاب الطب میں ذکرفرمایاخوب ملاحظہ فرمالیجئے !تاکہ دھوکہ دینے والوں کی دھوکہ سے بچ سکیں ۔

عن عائشةانھا كانت تأمر بالتلبين للمريض وللمحزون على الھالك : (بخاری : ۸۴۹/۲)		عائشۃصدیقہؓ کی عادت یہ تھی کہ مریض اورکسی میت پرمحزون اورمغموم کے لئے تلبینہ کاحکم فرماتی تھی ۔ (بخاری : ۸۴۹/۲)

امام بخاری ؒنے باب یعنی عنوان قائم کیاہے ۔التلبینۃ للمریض ؛تواس روایت سے صاف معلوم اورثابت ہوگیاکہ یہ تلبینہ علاج کے لئے تھانہ کہ کھاناکھانے کے واسطے ۔کمال کی بات یہ ہے کہ وہ تلبینہ بھی صرف مغموم کوکھلاتی تھی ۔اوریہ دیوانہ شکم اس سے میت کے گھرسے کھاناکھانے پراستدلال کرتاہے ۔ ملاحظہ ہوں :
(فتح الباری شرح صحیح البخاری : ۱۱۹/۱۰،عمدۃ القاری : ۵۴/۲۱)
خلاصہ یہ ہے کہ بخاری شریف کے تمام شارحین حضرات ؒنے اس کوعلاج کے لئے دواء کہااورلکھاہ مگرکرم ایجنسی اورتیراہ کے ملاچونکہ معدے کے مریض ہیں اس لئے دوائی کوبھی خیرات سمجھ رہے ہیں ۔
نہ قلم اُٹھے گانہ تلواران سے   یہ بازومیرے آزمائے ہوئے ہیں
قارئین کرام !
مردے کے گھروالوں کی طرف سے پہلے تین دنوں میں دعوت تیسرے دن اورجمعہ اورچہلم اورسالگرہ وغیرہ کی رسومات پرآپ حضرات نے قرآن وحدیث اورفقہائے امتؒ اورعلمائے دیوبندؒسب بیک زبان ایسی دعوتونکوبدعت اورناجائزکہتے ہیں

باب نہم

۔حوالے بمعہ عبارات آپ کے سامنے پیش ہوئے ۔

اب اس کے بعدبھی اگرکوئی ضدوعناداوربغض سے کام لیکرقرآن وحدیث ،فقہ اورعلمائے دیوبندکے خلاف کرنے پراڑاہواہے اور ببانگِ بلنددعویٰ بھی دیوبندیت کاکرتاہے بلکہ پکے دیوبندیوں کوبھی دیوبندسے نکالتے ہیں بزعمِ خویش یوں کہتے ہیں کہ''پنج پیری حضرات دیوبندی نہیں''جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ دیوبندایک نظریہ کانام ہے کھانے پینے کے دسترخوان کانام نہیں جس سے لوگوں کونکالاجاسکے بلکہ دیوبندی وہ لوگ ہیں جن کانظریہ اورعقیدہ ان سے ملتاہے

خردکانام جنوں رکھ دیاجنوں کاخرد جوچاہے آپ کاحسن کرشمہ سازکرے

عرُفی تومیندیش زغوغائے رقیباں آوازِسگاں کم نکندرزقِ گدارا

(اسلام میں تعزیت کی شرعی حیثیت)

کسی کے مرنے کے بعدمیت کے گھروالوں کوتسلی دینااوران کوصبرکی تلقین کرنے کوتعزیت کہتے ہیں ۔

التعزية التصبير والحمل بذكر مايسلى المصاب ويخفف حزنه : (فقه السنة : ۵۶۲/۱)		تعزیت کسی کوصبردلانااورصبرپرآمادہ کرناایسے ذکرکے ساتھ جس سے مصیبت زدہ کوتسلی ملے اوراس کے غم میں تخفیف کردے۔ (فقہ السنۃ۵۶۲/۱)

مصیبت زدہ لوگوں کی تعزیت کرنامستحب ہے ۔چنانچہ امام ترمذیؒ نے تعزیت کی فضیلت کے باب میں روایت نقل فرمائی ہے

عن ابی بردةؓ قال : قال رسول الله ﷺ من عزّیٰ ثکلیٰ کسی بُرداًفی الجنة. (ترمذی : ۲۰۶/۱)		حضرت ابوبردہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺنے فرمایاکہ جوتعزیت کرے اس عورت سےجس کالڑکامرگیا ہواس کوجنت کی چادراُڑھائی جاویگی۔(ترمذی : ۲۰۶/۱)

امام بیہقیؒ نے عمروبن حزم سے سندحسن کے ساتھ ایک روایت نقل فرمایاہے ۔

عن النبی ﷺ قال ما من مؤمن یعزی اخاه فی مصيبة الاكساه الله عزوجل من حلل الكرامة یوم القيمة. (سنن الکبریٰ للبیهقی : ۵۹/۴)		آپﷺنے فرمایاکہ جومومن اپنے بھائی کوکسی مصیبت پرتسلی دے تواللہ عزوجل ان کوقیامت کے دن کرامت اورعزت کالباس پہنائیں گے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی : ۵۹/۴)

باب نهم

(تعزیت کے بارے میں احادیث درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرماسکتے ہیں)

(۱)سنن النسائی : ۲۹۶/۱ (۲) ابوداؤد : ۸۹/۲ (۳) بذل المجہود : ۱۸۶/۵ (۴) عارضۃ الاحوذی : ۲۹۸/۴ (۵) مسلم : ۱/ ۳۱۱
(۶) مشکوٰۃ : ۱۴۱/۱.

ان تمام کتابوں میں تعزیت کے بارے میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے ۔ایسانہیں کہ یہ کوئی نیامسئلہ ہو۔کتابوں میں اس کاذکرنہ ہو۔نہیں بلکہ آپﷺ کے زمانہ میں بھی لوگ فوت ہوتے تھے ۔اورتعزیتیں ہوتی تھیں ۔آج بھی بحمداللہ مسلمانوں کی کافی تعدادآپﷺ کے طریقہ پرتعزیت کرتی ہے مگرکچھ لوگ آپﷺ کی محبت کے دعویداربوتے ہوئے تعزیتوں میں بھی ایسے طریقے اختیارکرتے ہیں جن کاشریعت میں کوئی ثبوت کیادورکاواسطہ بھی نہیں ۔ اعاذنااللہ منھاوایاکم

(تعزیت کامسنون طریقہ)

احادیث اورفقہ حنفی کی روشنی میں تعزیت وہ الفاظ مسنون ہیں جن میں صبرکی تلقین اورغم کی تخفیف کاسامان ہو۔امام بخاریؒ نے اسامہ بن زیدؓ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جب آپﷺکواپنی بیٹی نے کہلابھیجاکہ میرابیٹافوت ہواہے آپ تشریف لے آئیں ۔

(۱)آپﷺنے جواب میں سلام بھیجااور(تعزیت کے طورپر)فرمایا :

ان لِلّٰہ ما أخذ ولہ ما اعطی وکل شیئی عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب . (فقہ السنۃ : ۵۶۲/۱)		یقیناًاللہ کی ملکیت ہے جووہ لیتاہے اوراسی ہی کی ملکیت ہے جووہ دیتاہے اورہرشئے کااس کے نزدیک ایک وقت مقررہے ،پس آپ صبرکرواورثواب کی امیدرکھو۔ (فقہ السنۃ : ۵۶۲/۱)

(۲)عالمگیری میں ہے کہ :

ویستحب ان یقال لصاحب التعزیۃ غفر اللہ تعالیٰ لمیتك وتجاوز عنہ وتغمہ برحمتہ ورزقك الصبر علی مصیبتہ آجرك علی موتہ . (عالمگیریۃ : ۱۶۷/۱)		مستحب ہے صاحب تعزیت کوکہ ان الفاظ سے تعزیت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری میت کی مغفرت فرمائے اوران سے درگزرفرمائے اوراس کواپنی رحمت میں ڈھانپ دے،اوراس کی مصیبت پرآپ کوصبردے اوراس کی موت پرآپ کواجردے۔ (عالمگیری : ۱۶۷/۱)

باب نہم

مذہبِ امام ابوحنیفہ کے مشہورعالم سیداحمدطحطاویؒ نے بھی اپنی کتاب طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱/ ۳۳۹،میں یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں :

(۳)فقہ حنفی کی مشہورزمانہ کتاب ردالمختارمیں الدرکی عبارت میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں

ویقول عظم الله أجرك واحسن عزائك . **(ردالمختار : ۲۴۱/۲)**		**تعزیت میں کہے گاکہ اللہ تعالی تمہاری اجرکو بڑھادے اورتمہاری صبراورتسلی کاسامان کرے۔ (ردالمختار : ۲۴۱/۲)**

(۴)ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصری حنفیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ مزیدیہ الفاظ بھی لکھے ہیں :

وغفرلميتك . **(البحرالرائق : ۱۹۲/۲)**		**یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی میت کی مغفرت فرمادے۔ (بحرالرائق : ۱۹۲/۲)**

(۵)طحطاوی علی الدر : ۳۸۳/۱ جوکہ فقہ حنفی کی مستندکتاب ہے میں بھی یہی لکھاہے ۔

برادران اسلام !

ان مستندحوالوں کی روشنی میں یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے ۔کہ تعزیت مستحب عمل ہے اس میں ثواب بھی ہے اورصلہ رحمی بھی ۔حدیث نبوی ﷺ اورفقہ حنفی میں اس کی تفصیل مذکورہے وہاں اس کے الفاظ بھی ذکرہیں ،کہ اہل میت کے ہاں پہنچ کرایسے الفاظ اداکرنے ہونگے ۔جوکہ آپﷺنے ادافرمائے ہیں یاہروہ لفظ جس سے اہل میت کی تسلی ہوجائے ۔

(تعزیت کی چارقسمیں ہیں)

(۱)فتاویٰ عالمگیری اوردیگرفقہ کی کتب میں لکھاہے ۔

کہ اگرمیت مسلمان ہواوران کے ورثاء بھی مسلمان ہوں تومذکورہ بالاالفاظ اسی صورت میں کہے جائیں گے۔

(۲)اگرمیت کافرہواورورثاء مسلمان ہوپھریہ الفاظ یااس کے مشابہ کہیں گے ۔اَعْظَمَ اللہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَائَکَ)

(۳)اگرمیت مسلمان ہواورورثاء کافرہوپھرالفاظ یہ ہیں ۔أحْسَنَ اللہ عَزَائَکَ وَغَفَرَلِمَيِّتِکَ.

(۴)اگرمیت بھی کافرہواورورثاء بھی کافرہوں پھرالفاظ یہ ہیں ۔أخْلَفَ اللہُ عَلَيْکَ وَلاَنَقَصَ عَدَدُکَ : عالمگیری : ۱۶۷/۱)

ان تمام صورتوں میں میت کے ورثاء صرف آمین کہیں گے اورکہیں گے اللہ تعالیٰ آپ کواجردے ۔(فقہ السنۃ : ۵۶۳/۱)

شریعت میں تعزیت کی بس اتنی ہی حقیقت ہے ۔کہ تین دن تک مسلمان اپنے

باب نہم

بھائی کی غمرازی کریں ۔تین دن کے بعدشریعت میں تعزیت جائزنہیں ۔ہاں اگرکوئی غائب ہوتواس کے لئے تین دن کے بعدبھی جائزہے ۔تعزیت کے لئے مسجدمیں بیھٹنابھی مناسب نہیں ،اورقالین ،تکئے اورقسماقسم پردے وغیرہ بھی جائزنہیں ۔تعزیت میں تلاوت جومولویوں نے ایجادکی ہے یہ بھی خلاف سنت ہے اورمولویوں کوتین دن تک محبوس کرنابھی خلاف اصل اورعلاقائی رسم ہے ۔اورمولویوں کے ساتھ بے انصافی بھی ہے ۔

تعزیت میں جومروجہ صورت ہے کہ دعاکرتے ہیں اورسب مجلس والے ہاتھ اُٹھاتے ہیں ،سب خلاف سنت اورناجائزچیزیں ہیں ۔یہ صرف زبانی دعویٰ ہی نہیں بلکہ مذکورہ سب باتیں مستندکتابوں کے حوالوں کے ساتھ مدلل اندازمیں ملاحظہ فرمالیجئے ۔

(۱)علامہ سیدالسابقؒ رقمطرازہیں :

وما يفعله بعض الناس اليوم من الاجتماع للتعزية واقامة السرادقات وفرش البسط وصرف الاموال الطائلة من اجل المباهات والمفاخرة من الامور المحدثة والبدع المنكرة التى يجب على المسلمين اجتنابهاويحرم عليهم فعلها لاسيما وانه يقع فيها كثير مما يخالف هدى الكتاب ويناقض تعاليم السنة ويسير وفق عادات المسلمين كالتغنى بالقرآن وعدم التزام اداب التلاوة (الى ان قال) وهكذا مما لايتفق مع عقل ولانقل : (فقه السنة : ۵۶۴/۱)		آج کل جوبعض لوگ تعزیت کے لئے جمع ہوکرخیمے اورشامیانے لگاتے ہیں ۔فرش بچھاتے ہیں ۔اورفخرمباہات کیلئے اموال خرچ کرتے ہیں ۔یہ سب اموربدعت محدثہ اوربدعت منکرہ ہیں ۔جس سے مسلمانوں کواجتناب واجب اوران امورکاارتکاب حرام ہے خصوصاًجب اس میں بہت سارے قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف امورواقع ہوتے ہیں ۔اورجاہلیت کے موافق چلتے ہیں ۔جیساکہ قرآن کوسُرسے پڑھنااورآداب تلاوت کاخیال نہ رکھنا(پھرآگے لکھتے ہیں) یہ سارے وہ کام ہیں جوعقل اورقرآن وسنت سے مخالف ہیں ۔ (فقہ السنۃ : ۵۶۴/۱)

حضرات گرامی!

اس عبارت میں پانچ چیزیں ممنوع قراردی گئیں ہیں ۔اولؔ تعزیت کیلئے جمع ہونا۔دومؔ؛خیمے اورشامیانے لگانا۔سومؔ فرش بچھانا۔چہارمؔ؛ مال خرچ کرنا۔پنجمؔ؛قرآن کریم کوتعزیت کے لوازم میں سمجھ کرتغنی اورآوازوں سے پڑھنا۔یہ پانچوں چیزیں بدعت اورجہالت ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے جائزنہیں

باب نہم

(۲)علامہ موصوف مذکورہ عبارت سے پہلے ایک اورجگہ لکھتے ہیں :

لاباس بالجلوس فی غیر المسجد ثلاثة ایام للتعزیة من غیرارتکاب محظور. (فقه السنة : ۱ /۵۶۴)		کہ مسجدکے علاوہ تعزیت کے لئے تین دن تک کسی اورجگہ میں بیٹھناجائزہے بشرطیکہ کسی ناجائزکام کاارتکاب نہ ہو۔ (فقہ السنۃ : ۵۶۴/۱)

(۳)علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں :

وکان من هدیه ﷺ تعزیة اهل المیت ولم یکن من هدیه ﷺ ان یجتمع للعزاء ویقرأله القرآن لاعندقبره ولاغیره وکل هذابدعة حادثة مکروهة . (زادالمعاد : ۵۲۷/۱)		آپﷺکی عادت وسیرت تو یہ تھی کہ اہل میت کی تعزیت کرتے تھے مگرتعزیت کے لئے جمع ہوجانااوراس کے لئے قرآن پڑھنانہ قبرپراورنہ کسی اورجگہ پڑھنے کی عادت تھی۔اوریہ سب بدعات ہیں حادث اورناپسندیدہ اورمکروہ ہیں۔ (زادالمعاد : ۵۲۷/۱)

(۴)علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

وقال ابن عقیل یکره الاجتماع بعدخروج الروح لان فیه تهییجاًللحزن : (المغنی : ۴۸۷/۳۔ مسئله : ۳۸۵)		علامہ ابن عقیل نے فرمایاکہ روح نکلنے کے بعدجمع ہوجانامکروہ ہے ۔اس لئے کہ یہ غم پرابھارتاہے ۔ (المغنی : ۴۸۷/۳،مسئلہ : ۳۸۵)

مذکورہ تینوں عبارتوں میں چندچیزیں ممنوع قراردی گئیں ہیں۔اولؔ؛تعزیت کے لئے مسجدمیں بیٹھنا۔دومؔ؛مجمع بنانا۔سومؔ؛تعزیت کے لئے قرآن پاک کی تلاوت کرناجیساکہ بعض علاقوں میں کوئی سورت پڑھ کرتعزیت کرنے کاطریقہ رائج ہوچکاہے ۔ یہ سب بدعات اورناجائزرسومات ہیں ۔

قارئین حضرات !

یقیناًمذکورہ مسئلہ پرمذکورہ حوالے ہی کافی ہے لیکن چونکہ ہماراواسطہ ایسے لوگوں کے ساتھ پڑاہے ۔ جوبدعات پرعمل کرنے کے لئے ہروقت پیاسے رہتے ہیں ۔اوراپنے پیاس بجھانے کے لئے ہروقت کوشاں رہتے ہیں ۔اورعوام کومختلف طریقوں سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اب یہاں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ حوالہ جات فقہ حنفی کی نہیں ہم فقہ حنفی کے پیروکارہیں۔لہٰذاہم چندحوالے فقہ حنفی کی بھی لکھ دیتے ہیں ۔تاکہ حنفیت کے ذریعے سے بھی عوام کودھوکہ نہ دے سکیں

(۱)مشہورحنفی عالم علامہ سیداحمدطحطاویؒ اپنی مشہورزمانہ کتاب حاشیہ

باب نهم

طحطاوی علی الدرمیں تفصیلاًیوں لکھتے ہیں :

ولاباس ---- بالجلوس لهامن غير ارتكاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل الميت لانه نتخذ عندالسرور : بحرقوله فى غير مسجد) ----ولاباس بالجلوس للعزاء ثلاثة ايام التعزية فى اليوم الاول افضل والجلوس فى المسجد ثلاثة ايام للتعزية مكروه وفى غيره جازت ---وتكره بعدها لانها تجدد الحزن ----ويكره اجتماعهم عنده للتعزية . (الطحطاوی علی الدر : ۱ /۳۸۳)		کوئی پروانہیں تعزیت کے لئے بیٹھنے کی بشرطیکہ کسی نارواکاارتکاب نہ ہومثلاًفرش بچھانااوراہل میت سےکھاناکھانا(چائے اورشربت پینا)اس لئے کہ یہ چیزیں خوشیوں میں ہوتی ہیں ۔بیٹھناجائزہے مگرمسجدکے علاوہ تین دن تک -----تعزیت پہلے دن بہترہے اورتعزیت کے لئے مسجدمیں تین دن بیٹھنامکروہ ہے۔مسجدکے علاوہ جائزہے ۔اورتین دن کے بعدتعزیت مکروہ ہے ۔اس لئے کہ غم کویاددلاتاہے ۔(مگرغائب کے لئے تین دن کے بعدبھی جائزہے)اورتعزیت کے لئے لوگوں کااہل میت کے ہاں جمع ہونابھی مکروہ ہے۔ (الطحطاوی علی الدر : ۳۸۳/۱)

(۲)امام زین الدین ابن نجیم مصری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

والتعزية فى اليوم الاول افضل والجلوس فى المسجدثلاثة ايام للتعزية مكروه وفى غيره جاء ت الرخصة ثلاثة ايام للرجال وتركه احسن ويكره للمعزى ان يعزى ثانياً. (البحرالرائق شرح كنزالدقائق : ۱۹۲/۲)		تعزیت پہلے دن بہترہے اورتین دن تک تعزیت کے لئے مسجدمیں بیٹھنامکروہ ہے۔اورمسجدکے علاوہ تین دن تک مردں کے لئے جائزہے ۔مگرچھوڑنااس کابھی بہترہے ۔اوردوسری مرتبہ تعزیت بھی مکروہ تحریمی ہے ۔(جیساکہ لوگ عیدین میں کرتےہیں) (البحرالرائق شرح کنزالدقائق : ۱۹۲/۲)

(۳)سیداحمدطحطاوی الحنفیؒ نورالایضاح کی شرح میں یوں نقشہ کھینچتے ہیں :

ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها لانها تجدد الحزن وهو خلاف المقصود (الیٰ ان قال) ولاينبغى لمن عزى مرة ان يعزى اخریٰ وتكره عندالقبر. (طحطاوی علی مراقی لافلاح : ۳۳۹،۳۴۰)		تعزیت کی مدت موت کے بعدتین دن تک ہے ۔پہلادن زیادہ بہترہے۔تین دن کے بعدمکروہ ہے اس لئے کہ یہ غم کی تجدیدکرتی ہے ۔اوریہ مقصودتعزیت کے خلاف ہے ۔اورجوایک مرتبہ تعزیت کرے

باب نهم

		اس کودوبارہ کرنابھی مکروہ ہے۔اورقبرستان میں تعزیت مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی مراقی لافلاح : ۳۳۹،۳۴۰)

(۴)فتاویٰ عالمگیری میں عبارت یوں ہے :

وروی الحسن بن زیاد اذ عزی اهل المیت مرة فلاینبغی ان یعزیه مرة اخریٰ وقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکره بعدها الا ان یکون المُعزِّی او المُعزّٰی الیه غائباً فلابأس بها. (فتاویٰ عالمگیریة : ۱۶۷/۱)		امام حسن بن زیادؒسے روایت ہے کہ جب کوئی اہل میت کی ایک مرتبہ تعزیت کرے تودوسری مرتبہ تعزیت جائزنہیں ۔اوراس کاوقت موت کے بعدسے شروع ہوتاہے تین دن تک اوراس کے بعدمکروہ تحریمی ہے۔ہاں اگرتعزیت کرنے والایاوہ جسکی تعزیت کی جاتی ہے غائب ہوں پھرجائزہے۔(فتاویٰ عالمگیری : ۱۶۷/۱)

(۵)فقہ حنفی کی مشہورزمانہ اورمستندترین کتاب الدرالمختارمیں تفصیلا!ذکرہے :

لاباس ---- بالجلوس لهافی غیر مسجد ثلاثة ایام واولها افضل وتکره بعدها الا لغائب وتکره التعزیة ثانیاًعند القبر (الدر) قوله بالجلوس لها---الجلوس فی المصیبة ثلاثة ایام للرجال جاء ت الرخصة فیه ولاتجلس النساء قطعاً قوله فی غیر مسجد أما فیه فیکره کمافی البحر عن المجتبیٰ وجزم به فی شرح المنیة والفتح الی ان قال وهل تنتفی الکراهة بالجلوس فی المسجد وقراءة القرآن حتیٰ اذا فرغوا قام ولی المیت وعزاة الناس کمایفعل فی زماننا الظاهر؟ لا لکون الجلوس مقصودا للتعزیة لا القراءة لاسیما اذاکان هذا الاجتماع والجلوس فی المقبرة قوله وتکره بعدها لانها تجدد الحزن قوله وتکره التعزیة ثانیاً فی التتارخانیة لاینبغی لمن عزی مرة ان یعزی مرة اخریٰ رواه الحسن		تین دن تک تعزیت کیلئے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ۔مگرمسجدکے علاوہ ۔ہاں پہلادن بہترہے ۔تین کے بعد تعزیت مکروہ ہے ۔مگرغائب کے لئے اوردوسری مرتبہ تعزیت (جیساکہ لوگ عیدین میں کرتے ہیں)یاقبرکے پاس تعزیت کرنامکروہ ہے (الدر)---مصیبت میں تین دن مردوں کے لئے بیٹھنے کی اجازت ہے عورتوں کے لئے قطعاًنہیں ۔اورمسجدمیں بیٹھنامکروہ ہے ۔بحرمیں بھی یہی بات مجتبیٰ سے نقل ہوئی ہے ۔اورشرح منیہ اورفتح القدیرمیں بھی (مسجدمیں نہ بیٹھنے)پرزوردیاہے ۔اورکیامسجدمیں بیٹھنے سے کراہت دورہوجائے گی۔یاقرآن پڑھنے سے؟ (کہ کوئی کہے کہ جائزہے)یہاں تک کہ جب فارغ ہوجائیں۔تومیت کاولی کھڑاہواورلوگ

باب نهم

عن ابی حنیفة قوله وعند القبر --- ویشهد له ما اخرج ابن شاهین عن ابراهیم التعزیةعند القبر بدعة. (ردالمختار : ۲۴۱/۲)	بھی ،جس طرح ہمارے زمانے میں ہوتاہے ۔ظاہراورقوی بات یہ ہے ۔کہ کراہت منتفی نہیں ہوتی (یعنی یہ چیزیں بہرحال مکروہ ہیں)اس لئے کہ بیٹھنے کامقصدتعزیت ہے نہ کہ قرآن پڑھنا۔ خصوصاًجب کہ یہ اجتماع اوربیٹھناقبرستان میں ہو۔پھرتوبطریق اولی جائزنہیں ۔اورتین دنکے بعدتعزیت بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ غم کی تجدیدکرتی ہے۔اوردوسری مرتبہ (عیدعیدین وغیرہ میں تعزیت بھی صحیح نہیں)۔اس لئے تتارخانیہ میں ہے کہ مناسب نہیں کہ جس نے ایک مرتبہ تعزیت کرلی ہے اورپھردوبارہ کرلے ۔اوریہی بات امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل فرمائی ہے اوراسی طرح قبرستان میں تعزیت صحیح نہیں اوراس کی تائیداس سے بھی ہوتی ہے جوابن شاہین نے ابراہیمؒ سے نقل کیاہے ۔کہ تعزیت قبرستان میں بدعت ہے ۔ (ردالمختار : ۲۴۱/۲)

مذکورہ عبارتوں میں درج ذیل چیزوں کومکروہ ،بدعت اورناجائزقراردیاگیاہے

(۱)تعزیت کے لئے فرش ،تکئے اورکرسیاں وغیرہ مثلاًشامیانے وغیرہ لگانا۔یہ اس وقت ناجائزہے جب خصوصاًاسی تعزیت کے لئے عمل میں لائے گئے ہوں اگرپہلے سے حجرہ وغیرہ مینپڑے ہوں یاسادہ انتظام کیاجائے توحرج نہیں ۔

(۲)اہل میت سے کھانا،چائے اورشربت پینابھی جائزنہیں ۔ہاں اگراہل میت کے لئے محلہ والوں نے انتظام نہ کیاہو۔تووہ خوداپنے لئے کھاناپکاسکتے ہیں ۔اوراہل میت کے ہاں وہ مہمان بھی کھاناکھاسکتاہے جواتنے دورسے آیاہوکہ کھانے کے لئے شام تک واپس نہیں پہنچ سکتا۔

(۳)مسجدمیں تعزیت کواکثرفقہائے کرام نے مکروہ اورممنوع قراردیاہے (اہل بدعت

باب نہم

کااستدلال اوراسکاجواب آگے ملاحظہ ہو)۔
(۴)تین دن کے بعدتعزیت کرنابھی صحیح نہیں ۔ہاں اگرکوئی غائب ہویااس کوپہلے معلوم نہ ہوتوکرسکتاہے ۔
(۵)اہل میت کے ہاں لوگوں کامجمع بنانابھی مکروہ ہے ۔جیساکہ آکل عام رواج ہے ۔
(۶)دوبارہ تعزیت کرنابدعت اورمکروہ ہے ۔جیساکہ آج کل ہرپہلے عیدمیں دوبارہ تعزیت ہوتی ہے ۔اس سے اجتناب کرناچاہئے
(۷)قبرستان میں تعزیت کرنابھی بدعت مکروہ ہے ۔جیساکہ یہ بھی مسلمانوں میں عام ہوگیاہے ۔
(۸)تعزیت کے لئے عورتوں کابیٹھناقطعاًممنوع ہے ۔
(۹)تعزیت میں قرآن کریم کی تلاوت یعنی ملاوں کاسورتیں پڑھنابھی بدعت مکروہ اورممنوع ہے ۔
حضرات کرام ؛آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اگرکوئی دنیاوی کام بھی آپﷺکی سنت کے مطابق کیاجائے مثلاًکھاناپیناہی لے لیجئے !تویقیناًاس میں ثواب ملے گا۔اوراگرکوئی محض دینی کام کیوں نہ ہومثلاًنمازوغیرہ لیکن اگراس کوسنت کیخلاف اداکی جائے تواس پرسزاہی ملے گی۔ لہٰذاتعزیت میں بھی ہمیں آپﷺکی نقش قدم ہی پرچلناچاہئے ۔ اورمذکورہ تمام بدعات اوررسومات کوچھوڑدیناچاہئے ۔
(أللّٰھم ارناالحق حقاًوارزقنا اتباعہ وارناالباطل باطلاًوارزقنااجتنابہ آمین یارب العٰلمین)

(اہل بدعت کااستدلال اوراس کاجواب)

اہل بدعت مسجدمیں تعزیت کے لئے بیٹھنے کوجائزسمجھتے ہیں اوردلیل پیش کرتے ہیں کہ جب حضرت جعفرؓبن ابی طالب اورزیدبن حارثہؓ اورعبداللہ بن رواحہؓ غزوہ موتہ میں شہیدہوئے توآپﷺمسجدمیں تشریف فرمایاتھے ۔
اس کا اول جواب علامہ شامیؒ نے یوں فرمایاہے :

یجاب عنہ بان جلوسہ ﷺ لم یکن مقصوداً للتعزیۃ ۔ (ردالمختار : ۲۴۱/۲)		آپ ﷺکابیٹھناتعزیت کے مقصدسے نہیں تھا۔ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کااکثربیٹھناہی مسجد میں ہوتاتھا) (ردالمختار : ۲۴۱/۲)

جواب دومؒ جوکہ اس سے بھی زیادہ بے غباراورواضح ہے محدث کبیرعلامہ خلیل احمدسہارنپوری دیوبندیؒ نے فرمایا

وأماجلوسہ ﷺ فی المسجد فلعلہ کان حسب العادۃ الشریفۃ ولیس المراد ان		آپﷺکامسجدمیں بیٹھناشایدآپ کی عادت

باب نہم

جلوسه ﷺ كان لاجل ان يأتيه الناس فيعزوه. (بذل المجهود : ۱۸۶/۵)	شریفہ کی بنیادپرتھااس سے یہ مرادنہیں کہ اس کابیٹھنااس لئے تھاکہ لوگ آکرتعزیت کرے ،(بلکہ آپﷺکو مسجدمیں بیٹھنے کی عادت تھی) (بذل المجہود : ۱۸۶/۵)

حضرات اب جواحادیث اورفقہ حنفی کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمالیں ۔
اس میں آپ نے دیکھاکہ نہ تواس میں سورتوں کاپڑھنے کاکوئی ذکرہے اورنہ ہی دعامانگنے کاذکرہے سوائے ان دعائیہ الفاظ کے جوآپﷺکی زبان مبارک سے نقل ہوچکے ہیں ۔مگران الفاظ کوبھی زبان ہی سے اداکیاجائیگا،یعنی اس دعامیں ہاتھ اٹھاناثابت نہیں ہے جیساکہ آج کل عام دستوررائج ہے ۔یہ غلط ہے ملاحظہ ہوں
علامہ الشیخ محمدامین اللہ صاحب بشاوری لکھتے ہیں :

ولكن رفع الايدى فى هذ الدعاء والاجتماع لها والتزامها ... فلاشك ان كل ذالك بدعة ولم يثبت عن النبى ﷺ ولامن اصحابه انهم فعلوا ذالك مع كثرة الاموات فى كل عصر وزمان واذا كان الشيئى كثير الوقوع ولايبين النبى ﷺ ذالك بقوله او عمله دل ذالك على ان جعل ذالك العمل عبادة وطاعة بدعة : (فتاویٰ برکاتیه : ۳۴۶ ، فتاوى الدين الخالص : ۹۰/۱)	لیکن ہاتھ اٹھانااس (تعزیت کی)دعامیں ،اس کے لئے جمع ہونااوراس کولازم سمجھنااس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب بدعات ہیں ۔نہ ہی آپﷺسے اورنہ ہی صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایساکیاہوباوجودکہ ہرزمانے میں بہت لوگ مرتے ہیں ۔جب ایک چیزاتنی زیادہ واقع ہونے والی ہواوراس کوآپﷺقولاًاورفعلاًبیان نہ کرے ۔توایسی چیزکوعبادت اورطاعت بنانابدعت ہونے کی دلیل ہے ۔ (فتاوی برکاتیہ : ۳۴۶،فتاوی الدین الخالص : ۹۰/۱)

(تعزیت علمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)دارالعلوم دیوبندکاصدرمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ چندسوالات کے جوابات میں لکھتے ہیں ۔
اولؔ؛کہ'' غائب کے علاوہ تین دن کے بعدتعزیت مکروہ ہے ۔دومؔ؛ کہ'' تعزیت دوسری مرتبہ مکروہ ہے اگرچہ پہلی مرتبہ بذریعہ خط وکتابت ہوئی ہوبھی ۔سومؔ؛کہ''تعزیت میں تسلی کے کلمات ہوں اورمسجدمیں بیٹھنابھی مکروہ ہے۔

باب نہم

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۴۱۷/۵)
(۲)استادالعلماء حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندھریؒ لکھتے ہیں :
''تعزیت مسنونہ میں آنحضرتﷺاورصحابہ کرامؓسے ہاتھ اٹھاکردعامانگناثابت نہیں ومن ادعیٰ فعلیه الاثبات حضرات فقہاء کرامؒنے تعزیت کرنے والے کے لئے لکھاہے کہ ان الفاظ سے تعزیت کرے۔عظم الله اجرك واحسن عزاء ك وغفرلميتك : شامی عربی کاالفاظ نہ آئیں توان کامفہوم اداکرے ۔ (خیرالفتاویٰ : ۲۱۷/۳)
دوسرؔی جگہ لکھتے ہیں :
''قبرستان میں قبرکے پاس تعزیت کرنامکروہ ہے وتکره التعزية ثانیاًوعندالقبر :
(شامی ،خیرالفتاویٰ : ۲۱۷/۳)
تیسرؔی جگہ لکھتے ہیں ۔کہ''تعزیت کے لئے مستقل دریاں بچھانامکروہ ہے ۔
(خیرالفتاویٰ : ۲۸۱/۳)
چوتھی ؔجگہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ''میت کوبوقت جنازہ چارپائی سے اتارنااورزمین پررکھناثابت نہیں (چارپائی کے اوپرنمازجنازہ پڑھائی جائے)۔(خیرالفتاویٰ : ۲۹۶/۳)
(۳)شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں :
''تعزیت سنت ہے ۔جس کامطلب اہل میت کوتسلی دیناہے ۔(آپ کے مسائل اوران کاحل : ۱۱۸/۳)
(۴)فخرعلمائے دیوبندترجمان اہلسنت والجماعت سیف بے نیام مرشدالمجاہدین فقیہ العصرمفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ
تعزیت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں یوں ارقام فرماتے ہیں :
''تعزیت تین روزکے بعدجائزنہیں ۔البتہ غائب تین روزکے بعدآئے توبھی کرسکتاہے جماعت کی شکل میں آنے کااہتمام درست نہیں ۔اتفاقاًایک ساتھ ہوگئے توحرج نہیں ۔ہرایک کے لئے مستقلاًتعزیت مسنون ہے ۔البتہ اگرایک گھرانے کاکوئی بڑاہے ۔اوراس کے ساتھ اس کے ماتحت لوگ بھی ہیں ۔ توصرف بڑے ہی کی تعزیت کافی ہے ۔تعزیت کی دعایہ ہے ۔اعظم الله اجرك واحسن عزاء ك وغفرلميتك : اس سے زائدبھی ایسامضمون بیان کیاجاسکتاہے ۔جس سے غم ہلکاہو۔تسکین اورفکرآخرت پیداہو۔تعزیت کی دعامیں ہاتھ اٹھانابدعت ہے۔فقط والله اعلم۔(احسن الفتاویٰ : ۲۴۴/۴)
حضرات گرامی !
تعزیت کے بارے میں احادیث اورفقہ اورعلمائے دیوبندکی مستندتحریرات آپکے سامنے آچکی ہیں اورسنت وبدعت کاآپس میں امتیازہوچکا۔امیدقوی ہے کہ بدعت

باب نہم

جیسی قبیح اورشیطانی اعمال کوچھوڑکرآپﷺکے خوبصورت طریقے کوآپنالیں گے!

(مبتدعین کاایک فریب اوراسکاجواب)

بدعتی حضرات تعزیت میں سورت پڑھنے کے لئے حضرت ابوبکرصدیقؓ کی آیت پڑھنے سے استدلال کرتے ہیں کہ آپﷺکی وفات کے بعدانہوں نے وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ : (سورہ آل عمران : ۱۴۴)کی یہ آیت اورچنداورآیات پڑھی تھی ۔اس لئے ہم بھی تعزیت کے موقع پرکوئی سورت وغیرہ پڑھ لیتے ہیں ۔اس میں کیاحرج ہے ۔تلاوت ہی توکرتے ہیں ۔کوئی گناہ کاکام تونہیں کرتے ۔

جواب یہ ہے :

بدعتی چونکہ بدعت کوثواب کاکام سمجھتاہے ۔اس لئے موت تک اس پرقائم ہوتاہے اورتوبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی !رہااس سے ان کا استدلال بالکل صحیح نہیں۔اس لئے کہ یہ آیتیں صدیق اکبر ؓ نے خطبہ و بیان میں پڑھی تھی ۔یہی وجہ ہے کہ یہ صرف ابوبکرصدیقؓ کے علاوہ کسی اورصحابی سے منقول نہیں جبکہ مروجہ تعزیت میں توسلسلہ تین دن تک جاری رہتاہے ۔چنانچہ یہ واقعہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف : ۱/۱۶۲،میں نقل فرمایاہے ۔اورشیخ الحدیث صدروفاق المدارس العربیۃ پاکستان کشف الباری عمافی صحیح البخاری میں لکھتے ہیں کہ''آپﷺ کی وفات کے بعدصحابہ کرامؓ کی حالت پریشانی کی وجہ سے عجیب تھی ۔عمرفاروقؓ اپنے قابومیں نہیں تھے ۔حتیٰ کہ انہوں نے تلوارسونت کرکہاکہ اگرکسی نے آپﷺکے انتقال کاکہاتواس کی گردن مادی جائیگی ۔حضرت ابوبکرصدیقؓ تشریف لاکرجب اس حالت سے باخبرہوئے تومسجدمیں جاکرخطبہ دیااورفرمایا

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ.....وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ.......كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ....كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ.....یہ آیتیں پڑھ کر قوت سے کہا : من کان منکم یعبدمحمداﷺ فان محمداقدمات ومن کان یعبدرب محمدﷺفانه حی لایموت.....الخ کہ جوتم میں سے محمدﷺکی عبادت کرتاتھاتووہ وفات پاگئے ۔لیکن اگرکوئی محمدکی رب کی عبادت کرتاتھا۔تووہ زندہ ہے ۔اس پرکوئی موت نہیں آتی۔وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔حضرت ابوبکرؓکے اس خطبہ میں اللہ نے ایسااثرڈالاکہ تمام صحابہ ؓ کواطمینان حاصل ہوا۔مختصراً۔(کشف الباری عمافی صحیح البخاری : کتاب المغازی : ۶۶۹)

خلاصہ یہ ہواکہ یہ صدیق اکبرؓ کی تقریرتھی اوربیان تھا۔اس سے مروجہ تعزیت کے دوران تلاوت پراستدلال سراسرجہالت ہی ہے ۔

باب نہم

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

تعزیت میں ہاتھ اُٹھانے پربعض لوگ بخاری : ۲/۲۱۹،مسلم : ۲/۳۰۳،میں حضرت ابوعامرؓکے قصے سے استدلال کرتے ہیں ۔کہ آپﷺنے وہاں جاکرہاتھ اٹھائے اوردعاکی تھی ۔

جواب یہ ہے :

اگرپوری روایت دیکھ لی جائے توشبہ نہیں رہے گا۔اس لئے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعامرؓنے مجھے وفات ہوتے وقت وصیت کی کہ آپﷺ کومیرااسلام عرض کریں ۔اوران سےکہیں کہ میری لئے دعاء مغفرت مانگیں ۔پس جب آپﷺکوخبرپہنچی توآپﷺنے تشریف لے جاکرپانی مانگا۔اوروضوء کرکے دعامانگنی شروع کی ۔مذکورہ بالاحوالے ملاحظہ فرمالیجئے !

جواب کاحاصل یہ ہے کہ اس روایت میں تعزیت کاذکرنہیں ۔بلکہ وصیت میں طلب کی ہوئی دعاکاذکرہے ۔جوحضرات اس روایت سے تعزیت میں ہاتھ اٹھانے پر استدلال کرتے ہیں توپھران کوتعزیت کے لئے وضوء بھی ضروری ہے۔ورنہ آدھی روایت پرعمل اورآدھی چھوڑنایہ یہودیت کی علامت توہوسکتی ہے ۔اورایک مؤمن مسلمان کی نہیں ! اللہ تعالی ہم سب کوصحیح مؤمن مسلم بنائے ۔

علامہ الشیخ امین اللہ بشاوری دامت برکاتہم بھی یہی فرماتے ہیں :

فاستدلاله بعيد فان هذا الدعاء ليس فى التعزية انما هو وفاءً بالوصية . (فتاوىٰ الدين الخالص : ۹۱/۱)		اس سے اس کااستدلال بہت دورہے ۔اس لئے کہ یہ دعاتعزیت کی نہیں تھی ۔بلکہ وہ وصیت پوری کرنے کی دعاتھی . (فتاویٰ الدین الخالص : ۹۱/۱)

پس معلوم ہواکہ تعزیت کی دعامیں ہاتھ اٹھاکردعامانگنے کاکہیں ثبوت نہیں ۔لہذاتعزیت کی دعامیں ہاتھ اٹھانابدعت ہے

(پختہ قبریں بنانااوراُن پرگنبدبناناحرام ہے)

قبرمسلمان کی عالم برزخ میں ایک رہائشگاہ ہے ۔اس کااحترام نہایت ضروری ہے اس کااحترام کرنااحادیث مبارکہ سے ثابت ہے ۔اورقبروں کی توہین کی قطعاًاجازت نہیں ۔چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ ؒ نے فرمایا :

فان قبر المسلم له من الحرمة ماجائت به السنة اذهو بيت المسلم فلايترك عليه شيئى من النجاسة بالاتفاق ولايداس ولايتكأ عليه عندنا وعند جمهور العلماء		مسلمان کی قبرکی حرمت کے بارے میں احادیث واردہوئی ہیں اس لئے وہ مسلمان مردہ کاگھرہے ۔پس اس پراتفاق ہے۔کہ قبرپرنجاست نہ چھوڑی جائے

باب نهم

: (اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۲۵، وهکذافی المغنی : ۴۴۰/۳)		۔اورنہ اس کوپیروں سے روندا جائے گا۔اورنہ ھی اس پرتکیہ لگایاجائیگا۔یہی ہمارامذہب ہے اورجمہورعلماء کابھی یہی مذہب ہے ۔(اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۲۵) اس سے ملتے جلتے الفاظ ہیں ۔ (المغنی : ۴۴۰/۳)

کیاقبرکوپُختہ بنانااوراس پرگنبدبنانااحترام ہے ؟ ہرگزنہیں بلکہ جس طرح کہ قبرکااحترام واجب ہے ۔اسی طرح قبرکاپختہ کرنااوراس پرگنبدبناناحرام ہے ۔کیونکہ اگرایساکرناجائزہوتاتوآپﷺاس سے منع نہ فرماتے حالانکہ آپﷺنے قبرکوپختہ کرنے اوران پرگنبدبنانے سے سخت منع فرمایاہے ۔جوکہ آپﷺحضرات مستندحوالوں سے بمعہ عبارات ملاحظہ فرمائیں گے ۔ان شاء اللہ العزیز۔

(پختہ قبریں اورگنبداحادیث اورمحدثین عظامؒ کی نظرمیں)

(۱)رسول اللہ کاارشادہے :

عن جابرؓ قال نهی رسول الله ﷺ ان یجصص القبر وان یبنی علیه وان یقعد علیه۔ (ترمذی : ۲۰۳/۱، مسلم : ۱۲/۱ ۳، نسائی : ۲۸۵/۱ ، ابوداود : ۱۰۴/۲ ،۲۸۵/۱، مسنداحمد : ۲۹۵،۳۳۲/۳، ۳۹۹)، ۲۹۹/۶، ۲۹۹/۲ابن ماجه : ۱۱۳/۱، مشکوٰۃ : ۱۴۸/۱)		حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے قبرکوپختہ بنانے اوراس پرعمارت(گنبد)بنانے اوراس پربیٹھنے سے منع فرمایاہے (ترمذی : ۲۰۳/۱) (مسلم : ۱۲/۱ ۳،نسائی : ۲۸۵/۱،ابوداود : ۱/۲،۱۰،۲۸۵/۱،مسنداحمد : ۲۹۵،۳۳۲،۳۹۹/۳، ج۲۹۹/۶،ج۲۹۹/۲، ابن ماجہ : ۱۱۳/۱،مشکوٰۃ : ۱۴۸/۱)

جب آپﷺنے ایسے واضح الفاظ میں قبرپختہ کرنے اوراس پرگنبدبنانے سے منع کیاہے توپھرکون بے ادب ہوگا۔جواس کومستحب اورجائزکہے ۔

(۲)علامہ سیدمحمدانورشاہ کشمیری الدیوبندیؒ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں

لایجوز التجصیص عند احد ولا البناء۔ (العرف الشذی : ۲۰۲/۱)		قبرپختہ کرنااوراس پرگنبدبناناکسی کے نزدیک بھی جائزنہیں ہے ۔ (العرف الشذی : ۲۰۲/۱)

باب نہم

(۳)امام نوویؒ ارقام فرماتے ہیں :

قال الشافعیؒ فی الام ورأیت الائمۃبمکۃ یأمرون بھدم مایبنی ویؤید الھدم قولہ ولا قبراً مشرفاً الاسویتہ . (شرح مسلم : ۲۳۱/۱)		امام شافعی نے کتاب الام میں فرمایاہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں اماموں کوقبرپرعمارت کوڈھانے کاحکم دیتے ہوئے دیکھاہے اورولاقبراًمشرفاًوالی حدیث اس کی تائیدکرتی ہے ۔ (شرح مسلم : ۳۱۲/۱)

(۴)امام ابن قدامہ الحنبلیؒ یوں لکھتے ہیں :

ویکرہ البناء علی القبر وتجصیصہ (الی ان قال) ولان ذالك من زینۃ الدنیا فلاحاجۃ بالمیت الیہ. (المغنی : ۴۳۹/۳)		کہ قبرپرعمارت (گنبد)بنانااورقبرکوپختہ کرنامکروہ ہے۔(آگے لکھتے ہیں)کہ یہ دنیاکی زیب وزینت ہے ۔ جسکی مردے کوحاجت نہیں۔(المغنی : ۴۳۹/۳)

(۵)مسندامام احمدبن حنبل میں ایک لمبی روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ کوجب موت قریب آئی تویہ وصیت فرمائی کہ :

لاتجعلوا علی قبری بناءً : (مسنداحمد : ۵۴۰/۵ ، طبع داراحیاء) النسخۃ الثانیۃ : ۳۹۷/ ۴)		میری قبرپرکوئی عمارت(گنبد)نہ بناؤ۔(مسنداحمد : ۵۴۰/۵ : طبع داراحیاء) دورسرانسخہ : ۳۹۷/۴)

(۶)علامہ عبدالرحمن مبارک پوریؒ مذکورۃ الصدرروایت کے تحت لکھتے ہیں

وفیہ دلیل علی تحریم البناء علی القبر : (تحفۃ الاحوذی : ۱۳۳/۴)		اس میں قبرپرعمارت بنانے کی حرمت پرواضح دلیل ہے ۔ (تحفۃ الاحوذی : ۱۳۳/۴)

آپﷺکے صریح منع کرنے کے بعداورمحدثین عظامؒ کےواضح انکارکے بعدمزیدکسی چیزکی ضرورت تونہیں اس لئے کہ ہماراایمان ہے کہ آپﷺجس چیزسے منع کرے وہ ممنوع ہوتا ہے ۔ناجا ئزہی ۔کس کویہ جرأت ہے کہ وہ اس کوجائزیامستحب کہے۔ مگربعض عوام کویہ شبہ ہوتاہے کہ شایدحدیث میں توپختہ قبراورگنبدبنانے سے منع آئی ہولیکن فقہ میں کوئی جوازموجودہو ۔وہ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ جوچیزحدیث میں حرام ہے وہ فقہ میں جائزہوتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ جب انکے سامنے آپ کسی حدیث کاصریح حکم پیش کریں گے ۔تووہ کہتے ہیں کہ ہم فقہ مانتے ہیں ۔یہ شیطانی دھوکہ ہے ۔ایساہرگزنہیں بلکہ جوحکم قرآن وحدیث سے صریح ثابت ہو۔اس میں کسی کوکوئی کہنے کی گنجائش نہیں ہوتی ہے ۔ہرفقیہ نے یہ کہاہے ۔اذاصح الحدیث فھومذھبی)کہ جہاں کوئی صحیح حدیث مل جائے وہی

میری راہ ہے ۔ اس پرمیں نے چلناہے۔البتہ جواحکام قرآن وحدیث میں صراحتًموجودنہ ہوں توفقہائے کرامؒ قرآن وحدیث کی اشارات سے ان کااستخراج کرتے ہیں ۔اسی کواستنباط کہتے ہیں ۔جوکہ ائمہ مجتہدین کاکام ہے۔

(پختہ قبریں اوران پرگنبدبنانافقہائے کرامؒ کی نظرمیں)

(۱)رئیس الفقہاء والمحدثین امام اعظم ابوحنیفہؒ کافتویٰ امامِ محمدؒکی زبانی ملاحظہ فرمالیجئے :

ولانریٰ ان یزادعلی ماخرج منه ونکره ان یجصص او یطین (الی ان قال) ان النبی ﷺ نهیٰ عن تربیع القبور وتجصیصها قال محمد به نأخذ وهو قول ابی حنیفة ؒ. (کتاب الاثار : ۹۶،۹۷)		ہم اس کوصحیح نہیں سمجھتے کہ جومٹی قبرسے نکلی ہے ۔اس سے زیادہ اس پرڈالی جائے ۔اورہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبرپختہ بنائی جائے ۔یااس پرلپائی کی جائے ۔اس لئے کہ آپﷺنے قبرکومربع بنانے سے اورپختہ بنانے سے منع فرمایاہے ۔یہی ہمارامذہب ہے ۔ اوریہی امام ابوحنیفہؒ کاقول ہے ۔ (کتاب الاثار : ۹۶،۹۷)

میرے خیال میں حنفیت کے دعویدارکوامام اعظمؒکے فتویٰ نقل کرنے کے بعدمزیدحوالوں کی ضرورت نہیں کیونکہ امام صاحب نے توقبرکی لپائی کرنے کوبھی حرام قراردیاہے۔تاہم فقہ کی چنداورمستندکتب کے حوالہ جات پیش کردیتاہوں ۔شایدکہ اطمنان قلوب کاذریعہ بنے ۔

(۲)محدث کبیرعلامہ ظفراحمدعثمانیؒ اپنی مایہ نازکتاب اعلاء السنن میں اسی باب میں احادیث نقل کرنے کے بعدیوں لکھتے ہیں

قال مؤلف دلالة حدیث جابرؓ بمجموع اجزاء الباب ظاهرة (الی ان قال) وظاهره ان الکراهة تحریمیة وهو مقتضی النهی المذکور. (اعلاء السنن : ۳۱۷/۸)		صاحب کتاب کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓکی روایت کے تمام الفاظ کی دلالت باب کے تمام اجزاء پرظاہراورواضح ہے.....کہ ظاہربات یہ ہے ۔کہ یہاں مکروہ سے مرادمکروہ تحریمی ہے ۔اوریہی تقاضاہے نہی مذکورکا۔ (اعلاء السنن : ۳۱۷/۸)

(۳)علامہ عبدالرحمن الجزیریؒ رقمطرازہے :

یکره ان یبنی علی القبربیت اوقبة او مدرسة او مسجد او حیطان . (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة : ۵۳۶/۱)		مکروہ تحریمی(حرام)ہے کہ قبرپرکمرہ یاقبہ یامدرسہ یامسجدیادیوریں بنائی جائیں (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ :

باب نہم

		۵۳۶/۱)

(۴)علامہ سیداحمدطحطاویؒ فرماتے ہیں :

فی حدیث جابر نهی رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يعتقد عليه وان يبنی عليه وان يكتب عليه وان يوطأ . (طحطاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)		حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللهﷺ نے قبرکوپختہ بنانے اوراس پربیٹھنے اوراس پرعمارت(گنبد)اوراس پرلکھنے اوراس کوروندنے سے منع فرمایاہے ۔(طحطاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)

(۵)امام زین الدین ابوحنیفہ ثانی ابن نجیم مصری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ولایجصص القبر ولایطین ولایرفع علیه بناء . (البحرالرائق : ۲ /۱۹۴)		نہ قبرکوپختہ کیاجاے۔اورنہ اس کی لپائی کی جاے اورنہ ھی اس پرعمارت بنائی جائے گی۔(بحرالرائق : ۱۹۴/۲)

(۶)علامہ علاء الدین الکاسانی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ويكره تجصيص القبر وتطيينه وكره ابوحنيفة ؓ البناء على القبر (الى ان قال) ويكره ان يزاد على تراب القبر الذی خرج منه لان الزيادة عليه بمنزلة البناء. (بدائع الصنائع : ۳۲۰/۱)		قبرکوپختہ کرنااورلپائی کرنامکروہ ہے۔اورامام ابوحنیفہؒ نے قبرپرعمارت (گنبد)کومکروہ جاناہے (لکھتے ہیں)کہ مکروہ ہے ۔کہ قبرسے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ مٹی ڈالی جائے ۔اس لئے کہ یہ زیادت بھی بمنزلہ عمارت بنانے کی ہے۔بدائع الصنائع : ۳۲۰/۱)

(۷)علامہ سیدالسابقؒ نے فقہ السنۃ میں باب قائم کی ہے :

النهی عن تجصيص القبر والكتابة عليه : (فقه السنة : ۵۵۴/۱)		قبرکوپختہ بنانے اوراس پرلکھنے سے منع کرنے کے بیان میں یہ باب ہے

(۸)طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے :

(ولایجصص) ويكره البناء عليه ظاهر اطلاق الكراهه انها تحريمية. (طحطاوی على مراقی الفلاح شرح نور الايضاح : ۳۳۵)		قبرکوپختہ نہیں کیاجائے گا۔اوراس پرعمارت بنانامکروہ ہے ۔ مطلق کراہت سے بظاہرکراہت تحریمی ہی مرادہے ۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح : ۳۳۵)

(۹)علامہ شامیؒ رقمطرازہیں :

وعن ابی حنيفة ؓ يكره ان يبنی عليه بناء من بيت او قبة او نحو ذالك لما روی		امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ مکروہ ہے کہ (قبر)پرعمارت بنائی جائے ،کمرہ

باب نہم

جابر ؓ نہی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور وان یکتب علیہ وان یبنی علیہ . (رواہ مسلم وغیرہ،ردالمحتار : ۲۳۷/۲ طبع ایچ ایم سعید)		یاقبہ یااسی طرح اورچیز۔اس لئے کہ حضرت جابرؓنے کہ آپﷺکی قبرکوپختہ کرنے اوراس پرلکھنے اوراس پرگنبدبنانے سے منع کرنےکونقل کیاہے۔جس کومسلم وغیرہ نے ذکرکیاہے . (ردالمحتار : ۲۳/۲/،طبع ایچ ایم سعید)

(۱۰)فتاوی عالمگیری میں ہے :

ولایجصص ......ویکرہ ان یبنی علی القبر. (فتاویٰ عالمگیریۃ : ۱۶۶/۱)		قبرکوپختہ نہیں کیاجائے گا۔اورقبرپرعمارت (گنبد)بنانامکروہ ہے۔(فتاویٰ عالمگیری : ۱۶۶/۱)

(۱۱)فقہ حنفی کی سب سے مستندترین کتاب المبسوط میں امام سرخسی فرماتے ہیں :

ولاتجصص لما روی ان النبی ﷺ نہی عن تجصیص القبور وتربیعھا ولان التجصیص ای الا بنیۃ اما للزینۃ او لاحکام البناء . (المبسوط : ۶۲/۲)		قبرکوپختہ نہیں کیاجائیگا۔اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ آپﷺنے قبرکوپختہ کرنے سے اوراس کومربع بنانے سے منع فرمایاہے اس لئے پختہ کرناعمارتوں میں یاتوزینت کے لئے ہوتاہے ۔یاعمارت کومضبوط کرنے کے لئے ہوتاہے ۔(اوران دونوں کی ضرورت قبرکونہیں) ۔(المبسوط : ۶۲/۲)

(۱۲)حضرت ملاعلی القاریؒ فرماتے ہیں کہ بدعت ضلالہ کسے کہتے ہیں :

وھی ما انکرہ أئمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصھا. (مرقات : ۴۱۴/۱،طبع کوئٹہ)		بدعت ضلالہ وہ ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہو جیسے قبروں پرعمارت بنانااوران کوپختہ کرنا۔ (مرقات : ۴۱۴/۱،طبع کوئٹہ شہر)

(۱۳)علامہ ابراہیم الحلبی الحنفیؒ فرماتے ہیں

ویکرہ تجصیص القبر وتطیینہ وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ (الی ان قال) وعن ابی حنیفۃؒ أنہ یکرہ ان یبنی علیہ بناء اوقبۃ او نحو ذالک لما مر من الحدیث اٰنفاً. (کبیری : ۵۹۹)		قبرکوپختہ بنانااوراس کی لپائی کرنامکروہ ہے ۔اوریہی تینوں اماموں کاقول ہے ۔(پھرآگے فرمایا)اورامام ابوحنیفہ سے روایت ہے۔کہ قبرپرمکان یاقبہ یااس کی

		مانندکوئی اورعمارت بنانامکروہ ہے ۔اوریہ ابھی مذکورحدیث اسکی دلیل ہے۔ (کبیری : ۵۹۹)

(۱۴)امام قاضی خان الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ولایجصص القبر لما روی عن النبی ﷺ انه نهی عن التجصیص والتفضیض وعن البناء فوق القبر. (قاضی خان : ۲۹/۱)		قبرکوپختہ نہ بنایاجائے ۔اس لئے کہ آپﷺنے قبرکے پختہ بنانے اورچاندی کے پانی سے جڑکھاوکرنے اورقبرپرعمارت بنانے سے منع کیاہے ۔ (قاضی خان : ۲۹/۱)

(مخالفین کاایک دھوکہ اوراس کاجواب)

مبتدعین ان عبارات کودیکھ کراپنے چیلونکومطمئن کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ بھائی یہ صرف مکروہ کہاگیاہے کوئی کفرتونہیں کہا۔

الجواب یہ ہے :

کہ مبتدعین کومعلوم ہوناچاہئے کہ فقہ میں جہاں کرہ یایکرہ کوصیغہ مطلق ذکرہواورتصریح ساتھ ذکرنہ کرے تووہاں مرادمکروہ تحریمی یعنی حرام مرادہوتاہے ۔عبارات ملاحظہ فرمالیں

(۱۵)علامہ ابوالمکارم الحنفیؒ لکھتے ہیں :

مکروہ التحریم عندالامامؒ. (ابوالمکارم : ۱۵۹/۳)		امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرادحرام ہے ۔ (ابوالمکارم : ۱۵۹/۳)

(۱۶)علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

قال فی البحر : واعلم ان الكراهة اذا اطلق فی کلامهم فالمراد منه التحريم الا ان ينص على كراهته التنزيه فقد قال المصنف فی المصفی لفظ الكراهة عند الاطلاق يراد بها التحريم قال ابويوسفؒ قلت لابی حنيفة اذا قلت فی شيئی اكرهه فمارأيك ؟ قال التحريم . (الشامی : ۲۲۴/۱طبع ایچ ایم سعید)		مصنف نے بحرمیں فرمایاکہ جان لو !کہ مکروہ جب مطلق کہاجائے فقہائے کرام کے کلام میں تواس سے مرادحرام ہوتاہے ۔ہاں جہانکراہت تنزیہی کی تصریح کی جائے (توالگ بات ہے)۔اوریقیناًمصنف نے مصفیٰ میں فرمایاہے کہ لفظ کراہت سے اطلاق کے وقت حرام مرادہوتاہے ۔امام ابویوسف نے فرمایاہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہاکہ جب آپ کسی چیزکے بارے میں کہے ۔کہ میں اس

		کومکروہ سمجھتاہوں ۔تواس سے آپ کی کیارائے ہوتی ہے توآپؒ نے فرمایا(کہ میری رائے) حرام کی ہوتی ہے۔ (شامی : ۲۲۴/۱ ،طبع ایچ ایم سعید)

قارئین کرام !

احادیث مبارکہ اورحنفی فقہائے کرامؒ کے حوالے پیش کرکرکے پوری کتاب صرف اسی سے بھرجائیگی ۔آپ نے مذکورہ بالاحوالے پڑھ لئے ۔کہ کسی نے بھی اس کوجائزنہیں کہانہ لکھابلکہ آپﷺاورخلفائے راشدینؓ لوگوں کوحکم دیاکرتے تھے ۔کہ جہاں قبے بنے ہوں یااونچی قبریں ہوں توان کوگرادو۔

(۱۷)چنانچہ حضرت ابوالہیاج الاسدیؒ جوحضرت علی رضی اللہ عنہ کے فوجی جرنیل تھے وہ فرماتے ہیں :

قال لی علی ألاابعثك علی مابعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لاتدع تمثالاً الا طمسته ولاقبراً مشرفا الا سویته : (مسلم : ۳۱۲/۱ ،مشکوٰۃ : ۱۴۸/۱)		مجھے حضرت علیؓ نے فرمایاکہ کیاتجھے میں اس کام کے لئے نہ بھیجوں ۔جس کے لئے مجھے آپﷺ نے بھیجاتھا۔وہ یہ کہ کوئی فوٹواورمجسمہ مٹائے بغیرنہ چھوڑنااورکوئی اونچی قبرنہ چھوڑنامگریہ کہ اس کوبرابرکردینا۔(مسلم : ۱ /۳۱۲ ،مشکوٰۃ : ۱/ ۱۴)

بعض لوگ چالاکی کے لئے قبرپریاقبرستان کے اندرمسجدکے نام سے عمارت بناتے ہیں حالانکہ یہ بھی جائزنہیں

(۱۸)علامہ ملاعلی لقاری الحنفیؒ نے تویہاں تک لکھاہے :

ویجب الهدم وان کان مسجداً : (مرقات : ۱۷۷/۴)		اگرمسجدبھی بنائی گئی ہوتوگراناواجب ہے۔(مرقات : ۱۷۷/۴)

(۱۹)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

ثم اجماعاً فان اعظم المحرمات واسباب الشرك الصلوٰۃ عندها واتخاذها مساجد وبنائها علیه وتجب المبادرة الی هدمها وهدم القباب التی علی القبور اذهی اضر من مسجد الضرار لانها اسست علی معصیة رسول الله ﷺ . (روح المعانی : ۲۳۸/۱۵)		اس پراجماع ہے کہ حرام ترین اوراسباب شرک کی چیزوں میں سے قبروں کے پاس نمازپڑھناہے ۔یاان پرمسجدیں بنانایاعمارتیں تعمیرکرناہے ۔واجب ہے کہ اونچی قبروں کواورجوان پرقبے ہیں ان کوگرادیاجائے ۔ کیونکہ یہ مسجدضرارسے

		بھی زیادہ نقصان دہ ہیں ۔ باین وجہ کہ یہ آپﷺکی نافرمانی میں تعمیرکئے گئے ہیں ۔ (روح المعانی : ۲۳۸/۱۵)

(۲۰) مسنداحمداورابودائود، ترمذی، نسائی اورابن ماجہ پانچوں کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے :

لعن اللہ تعالیٰ زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج (الیٰ ان قال) ومسلم عن ابی ھریرۃ ؓ لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد. (روح المعانی : ۲۳۷/۱۵)		اللہ تعالی کی لعنت ہے ۔ان عورتوں پرجوقبروں کی زیارت کرتی ہیں ۔(اوعام مردوں پر)جوقبروں کے اوپرمسجدیں بناتے ہیں یعنی ان کوسجدہ گاہ بناتے ہیں (آگے فرمایا)کہ مسلم شریف میں روایت ہے ۔ ابوہریرہؓ سے کہ اللہ تعالی کی لعنت ہے یہوداورنصاریٰ پرکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کومسجدبنایا۔ (روح المعانی : ۲۳۸/۱۵)

آپ حضرات نے پڑھاکہ آپﷺاورفقہ حنفی اورامت کے ائمہ مجتہدینؒ بالاتفاق بیک آوازقبروں کے پختہ کرنے اوران پرگنبدبنانے اورمسجدیں بنانے سے منع کرتے ہیں۔
علامہ شامیؒ توایک جگہ یہاں تک لکھتے ہیں کہ مجھے کوئی معلوم نہیں کہ کسی نے ان کوجائزلکھاہو۔
علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ تواس کواسباب شرک میں سے گردانتے ہیں ۔
شریعت مطہرہ میں قبروں کے بنانے کاجوطریقہ منقول ہے ۔وہ یہ ہے کہ زمین سے صرف ایک بالشت اونچی ہو۔یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ قبرپرصرف وہی مٹی ڈالی جائے جوکہ اس سے نکلی ہوئی ہو۔
دوم یہ کہ قبرکے تختے میت کے جسم سے قریب رکھے جائیں اوربہت اونچے نہ ہو۔جیساکہ بعض جاہل لوگ یہ بھی کہدیتے ہیں کہ قبرکے تختے اونچے رکھے جائیں تاکہ میت کوقبرمیں بیٹھنے کی تکلیف نہ ہواورآسانی سے بیٹھ سکیں ۔یہ بے اصل بات ہے کیونکہ مُردہ کاجلوس وقعودجواحادیث میں واردہے وہ اورقسم کاہے یعنی برزخی ہے اس کے لئے یہ تختے مانع نہیں ہوسکتے
(۲۱) علاء الدین الماردینی الحنفیؒ ولاقبراًمشرفاًالاسویتَہ کی شرح میں لکھتے ہیں :

الاسویتہ بالقبورالمعتادۃ. (الجوھرالنقی علی البیھقی : ۳/۴)		برابرکرنے کامطلب یہ ہے کہ ان کوشریعت کے موافق قبروں کے ساتھ

		برابرکریں ۔ (الجوہرالنقی : ۳/۴)

(۲۲)حضرت امام بیہقیؒ آپﷺکی قبرمبارک کی حالت بیان کرتے ہیں ۔

رفع قبرہ ﷺ من الارض نحواً من شبر : (سنن الکبریٰ : ۴۱۰/۳)		آپﷺکی قبرمبارک زمین سے ایک بالشت اونچی تھی ۔ (سنن الکبریٰ : ۴۱۰/۳)

(۲۳)امام نوویؒ شارح مسلم شریف لکھتے ہیں

ان السنة ان القبر لایرفع علی الارض رفعاً کثیراً بل یرفع نحو شبر. (شرح مسلم : ۳۱۲/۱)		سنت یہ ہے کہ قبرزمین سے زیادہ اونچی نہ ہو۔ بلکہ صرف ایک بالشت کے اندازہ کی اونچی ہو۔ (شرح مسلم شریف : ۳۱۲/۱)

حضرات کرام !

صحیح روایات اورفقہی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمالئے اس سے آپ کومسنون قبرکاطریقہ معلوم ہوگیاہوگا۔کہ سنت یہ ہے کہ قبرزمین سے زیادہ اونچی نہ ہو۔اورآپ ﷺکی قبراطہربھی ایک بالشت ہی اونچی ہے اوریہی سنت ہے ۔آج ہی سے ارادہ کیجئے !

کہ کم ازکم اپنے رشتہ داروں کی قبروں کوسنت کے موافق بنادیں گے !

اورآئندہ بھی کوئی قبرسنت رسولﷺ کے خلاف نہیں بنانے دونگا۔ ان شاء اللہ العزیز۔اسی میں ہماری کامیابی کارازمضمرہے

(فریق مخالف کاغلط قیاس یااعتراض)

بدعتی اوربریلوی حضرات اپنی ناواقف عوام کومطمئن کرنے کے لئے کبھی یہ کہتے ہیں کہ اگرقبرپرگنبدیاعمارت جائزنہیں توآپﷺکی قبراطہرپرکیوں بنائی گئی ہے ۔

جواب یہ ہے :

’’پہلے توہم الزاماًیہ کہیں گے ۔کہ جناب تم تووہابیوں کوخارج ازاسلام سمجھتے ہیں مگرجہاں کہیں ان کاکوئی کام تمہاری خواہشات کے مطابق ہو۔پھراس کوکس من سے مانتے ہو۔آپﷺکے روضہ مطہرہ تووہابیوں نے بنایاہے اوروہ اس کے متولی ہیں ۔آپ توماشاء اللہ پکے حنفی ہیں اورسنی ہیں ۔وہابیوں کی چیزوں کوکیوں اپناتے ہو؟

مگرتحقیقی جواب یہ ہے کہ :

آپﷺکی قبرپرعمارت بنائی نہیں گئی بلکہ وہ توبنی بنائی عمارت کے اندردفن کئے

باب نہم

گئے ہیں ۔کیونکہ آپﷺکی وفات ہی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مباکہ میں ہوئی ہے ۔چنانچہ امام ترمذیؒ شمائل ترمذی میں یوں لکھتے ہیں

عن عائشة قالت لماقبض رسول الله ﷺ اختلفوا فی دفنه ﷺ فقال ابوبکرؓ سمعت رسول الله ﷺ شیئاً مانسیته قال ماقبض الله نبیاً الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه ادفنوه فی موضع فراشه . (شمائل ترمذی : ۲۶/۲)		حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپﷺکے وصال کے وقت آپﷺکی دفن میں صحابہؓ کااختلاف ہوا(کسی نے مسجدنبوی کوپسندکیا،کسی نے بقیع کسی کاخیال ابراہیمؑ کے مدفن پرپہنچانے کاہوامختلف رائیں ہورہی تھیں)کہ حضرت ابوبکرؓنے فرمایاکہ میں نے خودآپﷺسے ایک بات سنی ہے ۔جومجھے خوب یادہے کہ انبیاء کرامؑ کاوصال اسی جگہ ہوتاہے ۔جہاں اس کادفن پسندیدہ ہو۔اس لئے آپﷺکوآپﷺکی وصال ہی کی جگہ دفن کرناچاہئے ۔ (شمائل ترمذی : لذکریاؒ : ۲۴۳)

اوریہی مضمون شمائل ترمذی : ۲۷پربھی موجودہے ۔حاصل جواب کایہ ہواکہ آپﷺکی تدفین ان کے اپنے فرمان کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں ہوا۔عمارت توپہلے سے بنی ہوئی تھی حضرت ابوبکرؓ اورحضرت عمرؓ کوباالتبع وہاں دفن کیاگیا۔ورنہ ان حضرات پرکبھی گنبدنہ ہوتی ۔جیساکہ ہزاروں صحابہ کرامؓ بمعہ حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ اورحضرت علی المرتضیٰؓ کے کسی کی قبرپرگنبدنہیں ہے ۔ہاں کئی صدیوں کے بعدترکوں نے اپنے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے پیش نظرمتعددقبروں پرگنبدتعمیرکئے ۔تورسول اللہ ﷺ پربھی شاہانہ گنبدبنادیا۔

مگران کاایساکرناکوئی شرعی دلیل تونہیں ۔کیونکہ آپﷺکی صحیح اورصاف منع کرنے کے بعدکسی کے کرنے سے کوئی کام جائزنہیں ہوسکتا۔

(بدعتیوں کاآخری سوال اوراس کاجواب)

وہ یہ کہ عمارت توپہلے سے بنی ہوئی تھی۔مگرایسی عمارت تونہیں جوکہ اب ہے ۔

علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے اس کاجواب لکھاہے ۔کہ"ایک خاص المناک واقعہ پیش آیا۔جوکہ تاریخ پڑھنے والوں پرمخفی نہیں ۔اس واقعہ کے پیش نظرسلطان نورالدین شہیدمحمودبن زنگی نے آپﷺکی قبرمبارک کے اردگرد۵۵۷ھ میں نہایت گہری دیوارمیں سیسہ اوررانگ گلاکراس کوبھردیااورمضبوط دیوارقائم کی ۔

(جذب القلوب الی دیارالمحبوب : ۷۶،المنہاج الواضح : ۱۹۱)

باب نہم

پھرسلطان قلاؤں صالحیؒ نے یہ گنبدسبزجواب تک موجودہے بنوایا۶۷۸ھ میں
حوالابالا۔

مگریہ توسب کچھ یاتوضرورت کے تحت ہوا۔اورضرورت بھی ایسی جس کوشریعت بھی ضرورت تسلیم کرتی ہے ۔یاتوچٹھی اورساتویں صدی ہجری میں ہوا۔جوکہ ہمارے لئے حجت شرعی نہیں ۔ان کے بارے میں توہم یوں کہہ سکتے ہیں۔'' ھم رجال ونحن رجال لانُسئل عماکانوایفعلون ''

(پختہ قبریں اوران پرگنبدبناناعلمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)المحدث الناقدالعلامۃ ظفراحمدالعثمانیؒ اپنی مایہ نازتالیف اعلاء السنن میں لکھتے ہیں

عن ابی بردة ؓ قال اوصیٰ ابوموسیٰ الاشعریؓ حین حضره الموت فقال لاتتبعونی بمجمرة قالوا له اوسمعت فيه شيئاً؟ قال نعم من رسول الله ﷺ : وفی الزوائد اسناده حسن قال المؤلف دلالہ احادیث الباب علیه ظاهرة : (اعلاء السنن : ۲۹۹/۸)		حضرت ابوبردہؓ سے روایت ہے کہ ابوموسی اشعریؓ کوجب موت کاوقت قریب آیاتوانہوں نے وصیت کی کہ میرے پیچھے (دیا،چراغ،گربتی)نہ لے جانالوگوں نے عرض کیاکہ کیاآپ نے اس بارے میں کوئی چیزآپﷺسے سنی ہے ۔انہوں نے کہاکہ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺسے سنااورمجمع الزوائدمیں لکھاہے کہ اس روایت کی سندصحیح ہے ۔ اورمؤلف فرماتے ہیں کہ باب کے احادیث کی دلالت (اس مسئلہ پر)بالکل ظاہر(واضح)ہے۔ (اعلاء السنن : ۲۹۹/۸)

(۲) حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :

کہ قبرکاایک بالشت سے بہت زیادہ بلندکرنامکروہ تحریمی ہے ۔الخ (بہشتی زیور۹۶/۱۱)

(۳)شہیدملت اسلامیہ مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں :

بزرگوں کی قبروں کویاتوعقیدت مندبادشاہوں نے پختہ کیاہے ۔یادوکاندارمجاوروں نے اوران لوگوں کافعل کوئی شرعی حجت نہیں ۔(آپ کے مسائل اوران کاحل : ۱۷۰/۳)

(۴)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدجالندہریؒ لکھتے ہیں۔

باب نہم

’’احادیث اورکتب فقہ میں قبورپرمکان قبہ اورروضہ بنانے سے ممانعت واردہوئی ہے ۔علماء اوراکابردیوبندکی قبوربھی سادہ طورپربغیربناء کے ہیں ۔صحابہ کرامؓ اورسیدالشہداء حمزہؓ کی قبرسب بغیربناء کے ہیں۔ (خیرالفتاویٰ : ۱۸۵/)

(۵)مفتی رشیداحمد گنگوہیؒ نے لکھاہے

کہ’’قبروں کوپختہ کرنااورعمارت بنانااورروشنی وغیرہ)یہ سب امورناجائزہیں ۔ (رشیدیہ : ۱۴۳)

(۶)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب لکھتے ہیں

’’(قبرپر)قبہ بنانایامکان میں دفن کرناسوائے انبیاء کے اورکسی کوجائزنہیں ‘‘پھرشامی کی عبارت پیش کی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۳۲۱/۱)

(۷)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ایک تفصیلی جواب میں لکھاہےکہ :

’’ویحرم البناء علیه کہ قبرپرعمارت بناناحرام ہے ۔ (کفایت المفتی : ۶۸/۴)

(۸)فقیہ العصرمرشدالمجاہدین حضرت مولانارشیداحمدلدھیانویؒ نے تفصیلی عبارات میں اس کی حرمت اورکراہت بیان فرمائی ہے ۔اوربعض مخالفین کی عبارات کاجواب دیاہے ۔احسن الفتاویٰ : ۱۹۶/۴)

حضرات گرامی!

آپ نے پڑھاکہ علماء دیوبندپختہ قبریں اوران پرگنبدبنانے کے سخت مخالف ہیں ۔اوراگرکسی مسلمان کوآپﷺ کی شفاعت پسندہوتووہ آپﷺ ہی کی اتباع کرے اورجن چیزوں سے آپ ﷺنے منع فرمائی ہوان سے اپنے آپ کوبچائیں ۔یہی ایمان کاتقاضاہے اوریہی صحیح راہِ نجات ہے

(قبروں پرچراغ اوراگربتیاں جلاناناجائزہے)

قبروں پریاقبرستان کے حدودمیں چراغ دیااوراگربتیاں جلاناایک فضول خرچی کے علاوہ کچھ نہیں اس قبیح اورلایعنی حرکت کاشریعت اسلامی میں کہیں ثبوت نہیں ۔بلکہ آپﷺنے ایسے کام کرنے والوں پرلعنت بھیجی ہے ۔

(۱)چنانچہ کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپﷺسے روایت نقل کرتے ہیں کہ :

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج. (ترمذی : ۷۳/۱، ابوداؤد : ۱۰۵/۲،		آپﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پراورقبروں کوسجدہ گاہ بنانے

باب نہم

سنن الکبریٰ للبیھقی : ۴ /۷۸) (مواردالظمآن : ۲۰۰ ، نسائی : ۲۲۲/۱ ،طیالسی : ۳۵۷،مشکوٰۃ : ۷۱/۱)	والوں پراوران پرچراغ روشن کرنے والوں پرلعنت کی ہے ۔ (ترمذی : ۷۳/۱،ابوداؤد : ۲/ ۱۰۵،سنن الکبریٰ للبیہقی : ۷۸/۴، مواردالظمآن : ۲۰۰، نسائی : ۲۲۲/۱، طیالسی : ۳۵۷ ،مشکوٰۃ : ۷۱/۱)

اس بات پرتمام امت مسلمہ کااتفاق ہے ۔کہ جس کام پرآپﷺ لعنت بھیجے وہ کام کبھی بھی کسی کے کرنے سے جائزنہیں ہوسکتا

(بدعتیوں کادھوکہ اوراسکاازالہ)

بعض بدعت پسندملااپنے طلبہ کے سامنے اپنے علم جتانے کے لئے یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ بھائی دیکھو اس روایت میں علیہاکالفظ آیاہے۔اس کامعنیٰ یہ ہے کہ قبرکے اوپرجلاناجائزنہیں ۔اردگردتوجائزہے۔
جواب : یہ اعتراض کرنابڑی جہالت ہے۔اس لئے کہ علی کے معنی میں یہ دونوں مفہوم داخل ہیں ۔ ملاحظہ فرمالیجئے !

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا. (البقرۃ : ۲۸۹)	یااس شخص کے مانندکہ جس کاگزراس بستی پرہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ (البقرۃ : ۲۸۹)

کیامذکورہ آیت کایہ حضرات یہ معنی کریں گے کہ حضرت عزیر ؑ اس بستی میں لوگوں کے مکانوں کی چھتوں پرچڑھ کرگزرگئے تھے؟
قرآن مجیدمیں ایک اورجگہ ارشادہے وہاں بھی لفظ علی استعمال ہواہے لیکن یہ معنی نہیں جوکہ یہ حضرات لیتے ہیں

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۔ (التوبۃ : ۸۴)	ان میں سے کوئی مرجائے توآپ اس کے جنازے کی نمازہرگزنہ پڑھیں اورنہ اسکی قبرپرکھڑے ہوں ۔ (سورئہ توبہ : ۸۴)

کیااس کامطلب یہ ہے ؟کہ کسی منافق کی قبرکے اوپرچڑھ کرتونہیں ،مگراس کے اردگردیعنی آس پاس کھڑے ہوسکتے ہیں ۔ہرگزنہیں !
اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کی ایام زچگی میں وفات ہوگئی ۔توصحابہ کرامؓ ان الفاظ کے ساتھ نقل فرماتے ہیں۔

فقام علیھا للصلوٰۃ. (ابوداؤد : ۱۰۰/۲)	آپﷺنےاس پرکھڑے ہوکرنمازجنازہ پڑھائی ۔ (ابوداؤدشریف : ۱۰۰/۲)

باب نہم

اب اعتراض کرنے والے خودغوروفکرکرکے اس روایت کامعنی کرے ۔کہ یہاں علیٰ کاکیامعنی ہے ؟

لہذاماننا پڑے گاکہ علی کاصرف وہ مفہوم ومعنی نہیں جواہل بدعت لیتے ہیں ۔اوراس کے ذریعہ سادہ ان پڑھ عوام کودھوکہ دیتے ہیں ۔بلکہ روزروشن کی طرح واضح ہوگئی ۔کہ چراغ جلانایاموم بتی اوراگربتی وغیرہ خواہ قبرکے اوپرہویاآس پاس ہو۔جہاں بھی ہوقبرستان میں ناجائزاورحرام ہے ۔

(۲) ایک جلیل القدرصحابی حضرت عمروبن العاصؓ نے اپنی موت کے وقت وصیت فرمائی تھی

فاذا انامت فلاتصاحبنی نائحة ولانار. (مسلم شریف : ۷۶/۱)		جب میری وفات ہوجائے ۔تونہ میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اورنہ آگ ہو۔ (مسلم : ۷۶/۱)

وصیت ایک اہم چیزہوتی ہے ۔جس میں وہ بات بتائی جاتی ہے ۔جوبہت اہم ہو۔

(۳) امام نووی ؒ اسکے تحت لکھتے ہیں :

امتثال لنهى النبى ﷺ عن ذالك وقدكره العلماء ذالك . (شرح مسلم : ۷۶/۱)		(آگ وغیرہ کومنع کرنا)آپﷺکے منع کی فرمان برداری ہے ۔اس کام سے ۔اورعلماء کرام نے بھی اس کام کوبراجاناہے ۔ (شرح مسلم : ۷۶/۱)

(۴)امام نووی ؒ آگے لکھتے ہیں :

واماتباع الميت باالنارفمكروه للحديث ثم قيل سبب الكراهة كونه من شعارالجاهلية وقال ابن حبيب المالكیؒ كره تقاءلاًبالنار : (شرح مسلم : ۷۶/۱)		میت کے ساتھ آگ لے جاناحدیث کی روسے مکروہ ہے ۔یہ بھی کہاگیاہے ۔کہ کراہت شعارجاہلیت ہونے کی وجہ سے ہے ۔اورامام ابن حبیب مالکی ؒ فرماتے ہیں کہ آگ بدفالی اوربدشگونی کی وجہ سے مکروہ ہے ۔ (کہ کہیں اس کاتعلق آگ ہی سے نہ ہوجائے۔) (شرح مسلم : ۷۶/۱)

لہذاچراغ اورموم بتی جلاناتوآگ ہی ہے اورآگ سے کسی قبرکی تعظیم نہیں ہوتی ۔یہی وجہ ہے بہت سے صحابہ کرامؓ نے اس چیزسے منع کرنے کی مستقل وصیت فرماگئے ہیں ۔

(۵)حضرت اسماء بنت ابی بکرصدیقؓ نے وصیت فرمائی ہے ۔

باب نہم

لاتتبعونی بنار۔ (موطأامام مالك : ۲۰۷/۱)		میری ساتھ آگ نہ لے جانا۔ (موطأ امام مالک : ۲۰۷/۱)

(۶)حضرت ابوہریرہؓ سے بھی یہی وصیت مروی ہے

أنه نهى ان يتبع بعدموته بنار۔ (موطأ امام لك : ۲۰۷/۱)		انہوں نے اسکے مرنے کے بعدآگ لے جا نے سے منع فرمایاہے ۔ (موطأ امام مالک : ۲۰۷/۱)

موطأ امام مالک کے اسی صفحے پرامام مالک کی رائے بھی منقول ہے ۔کہ وہ خودبھی آگ کوپسندنہیں فرماتے تھے

(۷)شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدزکریاصاحبؒ نے ابن عبدالبرکے حوالہ سے نقل کیاہے

وكان من فعل النصارىٰ وشعارالجاهلية فمنع ذالك للتشبههم : (اوجزالمسالك : ۴۴۰/۲)		یہ کام نصاری کاتھااورجاہلیت کاشعارتھاران کی مشابہت کی وجہ سے اس سے منع کیاگیا۔ (اوجزالمسالک : ۴۴۰/۲)

(۸)شیخ الحدیثؒ ایک اورمقام پرلکھتے ہیں :

وكذااوصىٰ بالنهى عن ذالك جماعة من الصحابةؓلما وردالنهى عن ذالك مرفوعاً۔ (اوجزالمسالك : ۴۴۰/۲)		اسی طرح ممانعت کی وصیت صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے کی ۔اس لئے کہ اس(آگ)سے مرفوعاًمنع کیاگیاہے۔(اوجزالمسالک : ۴۴۰/۲)

(۹)علامہ محمدیوسف البنوریؒ نے بھی عالمگیریہ کے حوالہ سے اس حرکت کوبدعت قراردیاہے ۔
(معارف السنن : ۳۰۹/۳)

(۱۰)علامہ ابن قیمؒ نے لکھتے ہیں :

نهى رسول الله ﷺ عن اتخاذ القبور مسجدا ويقاد السرج۔ (زا د المعا د ۱۴۶/۱)		آپﷺ نے قبروں کوسجدہ گاہ بنانے اوران پرچراغ روشن کرنے سے منع فرمایاہے ۔زادالمعاد : ۱/ ۱۴۶)

(۱۱)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وتجب ازالة كل قنديل اوسراج على قبر ولايجوز وقفه ونذره۔ (روح المعانى : ۲۳۸/۱۵)		واجب ہے کہ قبروں پرجوبھی قندیل یاچراغ ہواس کودورکردیاجائے۔اوراس کاوقف کرنااورنذربھی ناجائزہے۔ (روح المعانی : ۱۵/ ۲۳۸)

باب نہم

(۱۲)علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں
''آپﷺنے قبرپرچراغ روشن کرنے والے پرلعنت کی ہے۔(ارشادالطالبین : ۲۲)

(۱۳)شاہ رفیع الدین صاحبؒ لکھتے ہیں :
قبروں پرچراغ وغیرہ جلاناحرام چیزوں کاارتکاب اوربدعت ہے ۔(فتاویٰ شاہ رفیع الدین : ۱۴)

(۱۴)شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ چراغ وغیرہ قبروں پرجلانے کے بارے میں تحریرفرماتے ہیں :

وکذالك ایقاد المصابیح فی ھذہ المشاھد مطلقاً لایجوز بلاخلاف ------ ولایجوز الوفاء بما ینذرلھا من دھن وغیرہ : (اقتضاء الصراط المستقم : ۳۳۲)		اوراسی طرح قبروں پردیئے (چراغ)جلانامطلقابغیرکسی کے اختلاف کے ناجائزہے اوراس کواگرکسی نے تیل کی نذرمان لئے توایسے نذرکوپوراکرنابھی جائزنہیں ۔ (اقتضاء الصراط مستقیم : ۳۳۲)

(۱۵)علامہ ابن قدامہؒ المغنی میں تفصیلاًبحث کرتے ہوئے رقمطرازہیں :

ولایجوا اتخاذ السرج علی القبور لقول النبی ﷺ ---- ولان فیه تضییعاً للمال فی غیر فائدۃ وافراطاً فی تعظیم القبور اشبه تعظیم الاصنام ۔ (المغنی : ۳/۴۴۰)		قبروں پرچراغ جلاناجائزنہیں آپﷺکے فرمان کی وجہ سے اوراس لئے بھی کہ اس میں بغیرفائدہ کے مال کا ضائع کرناہے اوراس میں قبروں کی تعظیم میں ایساتجاوزہے ۔جوکہ بتوں کی تعظیم کے ساتھ مشابہ ہے ۔(المغنی : ۳/۴۴۰)

مذکورہ مستنداوربے شمارحوالوں کے بعدمزیدضرورت تونہیں۔مگرتسکین قلوب کے لئے مزیدچندحوالے فقہائے احناف اورعلمائے دیوبندکے پیش کرتاہوں تاکہ حنفیت اوردیوبندیت کے جھوٹے دعویداربھی اپنے آئینہ میں اپنے گندہ چہرے دیکھ کرشایدان کوصاف کرنے کی فکرپیداہوجائے ۔

(۱۶) علامہ ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں :

والنھی عن اتخاذ السرج لما فیه من تضییع المال لانه لانفع لاحد من السراج ولانھا من آثارجھنم۔ (المرقات : ۲/۴۴۴)		چراغ جلانے سے ممانعت اس لئے ہے ۔کہ اس میں ایک تومال ضائع کرناہے ۔اوردوسراکسی کوفائدہ بھی نہیں ہے ۔اوراس لئے (بھی منع ہے)کہ یہ جہنم کی نشانیوں میں سے ہے(المرقات : ۲/۴۴۴)

باب نہم

(۱۷)علامہ قاضی ابراہیم الحنفیؒ لکھتے ہیں :

وکذالك یجب ازالة کل قندیل وسراج وشمع اوقدت علی القبور لان فاعل ذالك ملعون بلعنت رسول الله ﷺ فکل مالعن فیه رسول الله ﷺ من الکبائر لهذاقال العلماء لایجوز ان ینذر للقبور شمع ولازیت ولاغیر ذالك فانه نذر معصیة لایجوز الوفاء به بل یلزم الکفارة مثل کفارة الیمین۔ (مجالس الابرار : ۱۲۱)		اوراسی طرح قندیلوں (چراغوں اورموم بتیوں)کودورکرناواجب ہے ۔جوقبروں پرروشن کی جاتی ہیں ۔کیونکہ ایساکرنے والاملعون ہے رسول اللهﷺکی لعنت سے ۔اورجس امرپررسول اللهﷺنے لعنت کی ہووہ گناہ کبیرہ ہوتاہے ۔اس واسطے علماء کہتے ہیں کہ قبروں تیل ،موم بتی وغیرہ کی نذرماننی جائزنہیں ۔کیونکہ یہ نذرحرام ہے ۔اوراس کاپوراکرنابھی جائزنہیں ۔بلکہ کفارہ قسم کی طرح اس کاکفارہ دیناچاہئے ۔ (مجالس الابرار : ۱۲۱)

(۱۸)فقہ حنفی کی مایہ نازکتاب درمختارمیں لکھتے ہیں :

اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو باطل بالاجماع وحرام۔ (ردالمختار : ۲/ ۴۳۹)		جان لو!کہ وہ نذرجواکثرعوام مردوں کے لئے مانتے ہیں اورجوپیسوں سے لئے جاتے ہیں ۔اورشمع تیل وغیرہ لے جاتے ہیں ۔اولیاء کرامؒ کی قبروں کوثواب حاصل کرنے لے لئے یہ بالاتفاق باطل اورحرام ہے۔ (ردالمختار : ۴۳۹/۲)

(۱۹)علامہ شامیؒ اسی عبارت کے تحریرکرنے کے بعدلکھتے ہیں کہ اس کے حرام ہونے کے کئی وجوہ ہیں ۔ جن میں سے چندیہ ہیں

انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها انه ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذالك کفر۔ (الشامی : ۴۳۹/۲)		یہ نذرہے مخلوق کے واسطے اورنذرمخلوق کے واسطے جائزنہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے ۔اورعبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوتی ۔اوران میں سے (ایک یہ ہے)کہ اگراس نے گمان کیاکہ مردہ الله کے سواامورمیں تصرف کرتاہے تویہ اعتقادکفرہے ۔ (شامی : ۴۳۹/۲)

(۲۰)حضرت حکیم الامت مولانااشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں :

”قبروں پرچراغ جلانابنص صریح حرام ہے ۔اوریہ ان امورمیں سے ہے ۔جواسلام میں بُت پرستی کی جڑقائم کرتے ہیں اورجن کامفضی الی الشرک ہونامشاہدہ ہوچکاہے ۔ایسی حالت میں کوئی مصلحت اس کی حرمت کی معارض ہوکراس کونہیں اُٹھاسکتی ۔اوراس کے جوازمیں کسی عالم کاقول معتبرنہیں ۔بہشتی زیورپہلاحصہ/۸۶)

(۲۱)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ نے اس سے بھی زیاد واضح لکھاہے

علامہ موصوفؒ پہلیؔ جگہ لکھتے ہیں کہ” قبروں پرچراغ جلاناجائزنہیں ۔ “(فتاویٰ دارلعلوم دیوبند : ۱۶۶/۲)

دوسرؔی جگہ لکھتے ہیں :

”قبروں پرچراغ جلاناخودناجائزہے ۔حدیث میں اس شخص پرلعنت فرمائی ہے۔جوقبروں پرچراغ جلائے۔دارلعلوم دیوبند : ۱۹۳/۲)

تیسرؔی جگہ لکھتے ہیں :

”قبروں پرچراغ جلاناجائزنہیں ۔“(فتاویٰ دارلعلوم دیوبند : ۱۹۴/۲)

چوتھیؔ جگہ لکھتے ہیں :

”قبروں پرچراغ جلاناحرام ہے۔“(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۹۵/۲)

جناب قارئین کرام!

آپ نے پڑھاکہ قبروں پرچراغ گربتی وغیرہ جلانانہ احادیث کی روسے جائزہے ۔اورنہ فقہ حنفی میں اس کی کوئی گنجائش ہے اورنہ ہی علمائے دیوبندمیں سے کسی نے اس کی جوازکاقو ل کیاہے ۔

اب آپ خودہی بتادیجئے !کہ مذکورہ کام کرنے والے ملعون ہوتے ہیں یاعاشق رسولﷺ ؟ فیصلہ آپ پرچھوڑدیا ۔خوب سوچ وفکرکرنے بعدفیصلہ بھی کریں ۔اورعمل کرنے کوشش بھی کریں ۔آگے دوسرے لوگوں کوبھی اس شنیع حرکت سے منع کرتے بھی رہے ۔

آپ نے پڑھا کہ تمام ائمہ کرام اورعلمائے امت سے لے کرحضرت محمدرسول اللہ ﷺتک سب اس بات پرمتفق ہیں کہ قبروں پرچراغ موم بتی جلاناحرام اورایساکرنے والاملعون ہے ۔پھربھلاکس طرح کوئی اس کام کوجائزیامستحب کہہ سکتاہے۔مگرعلوم دین سے غفلت اورعلماء کرام کی مداہنت اورلالچ کی وجہ سے آجکل عوام اس حرام کام کوبڑے فخراوربنیت ثواب کرتے ہیں

نیک سے نیکی اور بد سے بدی ظرف میں جو ہوگا ٹپکے وہی

باب نہم

(قبرپرلکھنااورکتبہ لگاناجائزنہیں ہے)

(۱)حضر ت جابررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

نہیٰ رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبوروان یُکتَب علیھا وان توطا : (رواہ الترمذی : مشکوٰۃ : ۱ /۱۵۰)		رسول اللہ ﷺنے اس بات سے منع فرمایاہے کہ قبریں گچ کی جائیں ،ان پرلکھاجائے اوریہ کہ وہ روندی جائیں ۔ (ترمذی : مشکوٰۃ : ۱ /۱۵۰)

(تشریح)

اہلِ علم نے لکھاہے کہ قبروں پراللہ اوررسول ﷺکے نام اورقرآن کریم کی آیتیں لکھناجائزنہیں ۔اسی طرح قبرونپر میت کی شجرئہ نسب اوراشعاروغیرہ لکھنابھی ممنوع ہے۔البتہ کوئی ایسی نشانی جس سے اس کاقبرہونامعلوم ہوتاہویہ مرخص ہے جیساکہ آپ ﷺنے اپنے دودھ شریک بھائی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبرکے سرہانے پرایک پتھررکھاتھا۔مگراس میں بھی غلوجائزنہیں کہ بہت قیمتی پتھرلگالیاجائے جیساکہ آجکل عام رواج ہے

(۱)شیخ امین اللہ البشاوری دامت برکاتہم لکھتے ہیں

ویستحب وضع العلامة علی القبر علی ای کیفیة کانت ولکن لایجوز الاسراف فی ذالك من وضع الأحجار الثمینة علیھا والأحشاب الغالیة علیھا : (فتاویٰ الدین الخالص : ۷/۲۳۰)		کہ قبرپرکوئی نشانی لگاناجس طرح بھی ہومستحب ہے ۔مگراس میں اسراف جائزنہیں کہ بہت قیمتی پتھراورلکڑی وغیرہ اس میں صرف نہ کی جائے ۔ورنہ یہ جائزنہیں ہے ۔ (فتاویٰ الدین الخالص : ۷/ ۲۳۰)

(۲)شیخ موصوف آگے لکھتے ہیں

واما مایفعله أھل زماننا من الفرق بین الرجال والنساء فی وضع العلامة علی القبور فھذا رسمھم وطریقتھم لایسن ذلك ولکن من فعله لاحرج علیه فی ذلك اذالم یجعله سنة دینیة : فتاویٰ الدین الخالص : ۷/۲۳۰)		اوہمارے زمانہ کے لوگ جویہ فرق کرتے ہیں کہ مردکی قبرایک قسم کی علامت اورعورت کی قبرپردوسری قسم کی علامت نصب کرتے ہیں یہ ان کی بے دلیل رواج اورطریقہ ہے یہ کوئی سنت نہیں ۔تاہم جب تک اس کومستقل سنت نہ سمجھاجائے ۔اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ الدین الخالص : ۷/ ۲۳۰)

(۳)مفتی اعظم ہندمفتی محمدکفایت اللہ صاحب دہلویؒ ایک سوال کے جواب میں

باب نہم

لکھتے ہیں

کہ’’قبرکے سرہانے ایک پتھرعلامت کے لئے لگاناجائزہے ۔یہ ابوداؤدکی حدیث سے ثابت ہے ۔ملاعلی قاریؒ نے ابن حجرشافعیؒ سے مرقات میں نقل کیاہے کہ بعض متقدمین ائمہ شافعی دوپتھروں کورکھنے کے مسنون ہونے کے قائل ہیں مگردوپتھررکھنے کی روایت کی سندبیان نہیں کی ۔اس لئے ایک پتھررکھنابلاشبہ درست اورثابت ہے اوردوپتھروں کی گنجائش ہے ۔ایک سرہانے اورایک قدموں کی طرف ۔تیسراپتھردرمیان میں لگاناکہیں نظرسے نہیں گزرا۔کفایت المفتی : ۴/۴۶)

(۴)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہری ؒایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ’’بوقتِ ضرورت نام اورتاریخِ وفات کی اجازت ہے اس سے زائدممنوع ہے ....بزرگان دین کابھی یہی معمول ہے لہذااس پراضافہ نہ کیاجائے ۔خیرالفتاویٰ : ۳/۲۸۸)

(۵)شیخ الحدیث علامہ ظفراحمدعثمانیؒ کاجواب بمعہ سوال نقل کرتاہوں

سوال : کیاقبرکاگردپتھریااینٹ سے ایک بالشت تک اونچااس غرض سے بناناکہ نشان قائم رہے اوراوپرسے کھلی رہے جائزہے یانہ ،اورکتبہ کندہ شدہ نام متوفی بمعہ تاریخ وغیرہ لگاناجائزہے یانہ؟

الجواب : علامت باقی رکھنے کے لئے گردابنانایاکتبہ لگاناقبرپرمکروہ ہے ۔قال فی العالمگیریة ویکره ان یبنی علی القبرویعلم بعلامة من کتابة ونحوه کذافی التبیین آھ ملخصاً : امدادالاحکام : ۸۱۳/۱)

(۶)فقیہ ملت مفکراسلام مفتی محمودصاحب ؒایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ’’روایات حدیثیہ وفقہیہ اورخودصاحب مذہب کی تصریح سے قبرکے گردچاردیواری اورتعمیرکی کراہت وممانعت ثابت ہوگئی ۔بالخصوص اس پرفتن زمانہ اوربدعت وخرافات کے زمانہ میں اس قسم کے اسباب ضلالت سے احترازنہایت ضروری ہے ۔البتہ قبر پربقدرضرورت نام وغیرہ لکھناتاکہ شناخت ہوسکے ۔ اورنشان باقی رہے جائزہے ۔فتاویٰ مفتی محمود : ۳/۹۵)

خلاصہ یہ ہے کہ قبروں پرصرف میت کانام اورتاریخ کے علاوہ قرآنی آیات اوراللہ اوراسکے رسول ﷺکے اسماء لکھنا جائزنہیں !(اعاذنااللہ منھاوعن جمیع البدعات المھلکة والرسوم المفضحة)

(قبروں پرغلاف اورپھول چڑھانااورجھنڈے لہرانے کی شرعی حیثیت)

حضرات گرامی!آپ بہترجانتے ہیں کہ دین اتباع یعنی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺکے احکامات اورفرمودات کے پیروی کانام ہے اوردین یہ نہیں ہے کہ فلاں نے

باب نہم

کیاہے ہم بھی کرتے ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زبان سے اعلان کرایا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلاَمَ دِیْنًا : (المائدة : ۳)	کہ آج میں نے تمہارے لیے دین کوکامل کردیااورتم پراپناانعام بھرپوراکردیااورتمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پررضامندہوگیا۔ (سورئہ مائدہ : ۳)

جب یہ بات دلیل قطعی سے ثابت ہے ۔کہ دین مکمل ہوگیاہے ۔توپھرسمجھناچاہئے کہ جوکام ہم کریں گے یاعمل ہم بطوردین کریں گے ۔توہم آپﷺ کی سنت سے پوچھیں گے ۔اگرآپ کی تعلیمات میں ہمیں اس کے متعلق کچھ ملتاہے ۔توٹھیک ہے ورنہ بے دینی ہے ۔اب آپ آیئے جی !ہم دیکھتے اورغوروفکرکرتے ہیں کہ قبروں پرغلاف اورچادریں اورمختلف قسم کے پھول اورجھنڈے وغیرہ جوکہ آج کل لوگ نے مزاروں کی زینت سمجھ کر لگاتے اورڈالتے ہیں ۔اوربعض ناواقف عوام توثواب سمجھ کریہ سب کچھ کرتے ہیں ۔کیایہ مذکورہ افعال آپﷺ کے زمانے میں اورصحابہ کرامؓ کے دورمیں یاتابعین اورتبع تابعین کے دورمیں ہواکرتے تھے یانہیں ؟ کلاوحاشا : ہرگزنہیں ہرگزنہیں !بلکہ خیرالقرون میں اس قسم کی فضول خرچیوں سے منع توکیاگیاہے مگراجازت کبھی نہیں دی ۔جودعویٰ کرتاہے وہ کہیں ایک ضعیف سی روایت تولاکردکھائیں ۔کوئی شرعی دلیل توپیش کریں ۔

ہاں ان حضرات کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ فلاں میاں صاحب نے کیاہے اوراس کی قبرپرغلاف پڑاہے اورفلاں آخونزادہ صاحب بہت بڑاعالم تھااس نے منع نہیں کیاہے ۔اورفلاں شیخ الحدیث صاحب اورفلاں مفتی صاحب بھی ایساکرتے تھے ۔یہ ان جہلاء کے لئے دلیل توبن سکتی ہے ۔مگردلیل شرعی نہیں ہے ۔اب چندمستندکتابوں سے ان چیزوں سے ممانعت کی دلیلیں پیش کرتاہوں !

(۱)عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے ۔

ان النبیﷺ خرج فی غزاة فاخذت نمطاً فسترته علی الباب فلما قدم رأیٰ النمط فجذبه حتیٰ هتکه ثم قال ان اللہ ما امرنا ان نکسو الحجارة والطین : رواہ البخاری ومسلم : (فقه السنة : ۵۵۱/۱)	حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپﷺایک غزوہ میں تشریف لے گئے تومیں نے ایک پردہ (چادر،غلاف)لیااوردروازے پرلٹکایا(پردے کے لئے)جب آپﷺتشریف لائے اورپردہ (غلاف)دیکھاتواس کوکھینچ کرپھاڑڈالا۔اورفرمایاکہ اللہ نے ہمیں یہ حکم نہیں فرمایاکہ ہم پتھراورمٹی کوکپڑے

باب نہم

		پہنائیں ۔بخاری ومسلم۔ (فقہ السنۃ : ۱/۵۵۱)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے دروازے پرچادرلٹکائی۔مگرآپﷺنے منع کرتے ہوئے جوالفاظ زبان مبارک سےادافرمائے ۔وہ بہت جامع الفاظ ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمیں پتھراورمٹی کوڈھانکنے یاپہنانے کاحکم نہیں دیا۔دیکھیں دروازے پرچادرکاتوکچھ فائدہ تھابھی بالکل بے سوداورفضول نہ تھاکیونکہ اس میں پردے کااہتمام زیادہ ہوتاہے ۔مگرآپﷺنے منع فرمایا۔پھرقبرپرجس کاکوئی فائدہ ہی نہیں بلکہ اسراف اورفضول خرچی ہے ۔لہٰذاپتھراورمٹی پرغلاف ڈالنااس روایت کی وجہ سے ممنوع ہے ۔

(۲)علامہ سیدسابقؒ لکھتے ہیں

لایحل ستر الاضرحة لمافیه من العبث وصرف المال فی غیرغرض شرعی وتضلیل العامة : (فقه السنة : ۵۵۱/۱)		کہ قبروں کوڈھانکناجائزنہیں اس لئے کہ یہ عبث ہونے کے ساتھ ساتھ مال کوایسی جگہ میں خرچ کرناہے ۔جوکہ عرض شرعی نہیں ہے ۔اورعام لوگوں کوگمراہ کرناہے۔ (فقہ السنۃ : ۱,۵۵۱)

(۳)علامہ محمدامین الشہیرابن عابدینؒ نے ایک قول نقل کیاہے ۔جوکہ مفتیان امت کے نزدیک مُفتیٰ بہ بھی ہے لکھتے ہیں

قال فی فتاوی الحجة ویکره الستور علی القبور . (الردالمحتار : ۳۶۳/۶طبع ایچ ایم سعید)		فتاویٰ الحجۃ میں مصنف نے فرمایاہے کہ قبروں پرپردے (ڈالنا)مکروہ یعنی حرام ہے ۔ (الردالمحتار : ۳۶۳/۶ طبع ایچ ایم سعید)

یہ بات باحوالہ پہلے گزرچکی ہے۔کہ مطلق مکروہ سے تحریمی مرادہوتاہے خصوصاًجہاں عوام کی گمراہی کے اسباب ہوپھراوربھی زیادہ سخت ہے ۔

(۴) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

ومن المحرمات تعلیق الستورعلیه (ای علی القبور) کانه بیت الله الکعبة . (اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۸۲/۱)		کہ منجملہ حرام امورمیں سے ایک قبروں پرچادریں ڈالنابھی ہے ۔گویا(یہ قبرنہیں بلکہ) اللہ کاگھربیت اللہ ہے ۔ (اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۸۲/۱)

یعنی اللہ کے گھرکی طرح قبرونکوبناناکہ ان پرغلاف وغیرہ ڈالے جائیں ۔یہ حرام

ہے
بعض لوگ غلاف یاچادرچڑھانے کے بجائے ۔پھول وغیرہ یاکوئی ترچیزوغیرہ قبرپرڈالنے کااہتمام کرتے ہیں ۔حالانکہ اس کوبھی علمائے امت نے بدعت اورناجائزقراردیاہے
(۵)علامہ محمدیوسف صاحب بنوری دیوبندیؒ اپنی مایہ نازتصنیف لطیف معارف السنن میں لکھتے ہیں (موصوف کی عبارت چونکہ بہت لمبی چوڑی ہے ۔اس لئے مفہوم ہی پراکتفیٰ کرتاہوں کہ’’عوام قبروں پرپھول اورترٹہنی یاکھجورکے پتے وغیرہ رکھتے ہیں)
میں کہتاہوں کہ امام خطابیؒ اورطرطوسیؒ اورقاضی عیاضؒ تینوں اس کام کے ممانعت پرمتفق ہیں ۔ان کے قول کی اتباع بہت بہترہے ۔بدعات کے مقابلہ میں عام لوگ اولیاء کرامؒ وغیرہ کے قبروں پرپھول ڈالتے ہیں ۔جوجاہل ہیں ۔وہ تواوربھی زیادہ اس پراصرارکرتے ہیں ۔اوراس میں غلوکرتے ہیں مگریہ سب عقائدفاسدہ ہیں ۔شریعت مطہرہ اس کاانکارکرتی ہے اورجاہل عوام اس کوثواب کاسبب سمجھتے ہیں ۔شریعت مطہرہ بدعت کی جڑکاٹنے کے لئے ایسے امورکی منع کاتقاضاکرتی ہے ۔اورعوام نے ایک ایسے عمل پراصرارکیاہے ۔جس کی کوئی اصل نہیں ہے ۔اوراس میں غلوکیاہے خصوصاًبلادمصرمیں جوکہ نصاریٰ کی تقلیدہے ۔اورقبروں پرپھول ڈالتے ہیں ۔اورلکھاہے کہ فرنگی کی تقلیدہے ۔(آخرمیں لکھتے ہیں)

وکل هذه بدع منکرات لااصل لها فی الدین ولامستند لها من الکتاب والسنة ویجب علی اهل العلم ان ینکروها وان یبطلوا هذه العادات ما استطاعوا : (معارف السنن : ۲۶۶/۱)		یہ سب بدعات منکرات ہیں جسکی نہ دین میں اصل ہے اورنہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی مأخذاورمخرج ہے ۔اہل علم پرواجب ہے کہ اس پرنکیر(رد)کرے اورایسی عادات کوباطل کریں جتنی اس کی قوت اورطاقت ہو۔ (معارف السنن : ۱/ ۲۶۶)

(۶)محدث کبیرعلامہ محمدانورشاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں

اما القاء الریاحین علی القبور.... وصرح العینی انه لغو عبث وقال الخطابی ان مایفعله الناس علی القبور لا اصل له کما فی النووی :		اورقبروں پرپھول ڈالنا....امام عینیؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ لغواورعبث (فضول کام)ہے ۔اورامام خطابیؒ نے فرمایاہے کہ جوکچھ عوام قبروں پرکرتے ہیں ۔اس کی کوئی اصل نہیں ہے ۔جیساکہ امام نوویؒ نے . (فیض الباری شرح البخاری :

باب نہم

		(۳۱۱/۱)

فرمایاہے۔
(فیض الباری شرح صحیح البخاری : ۱/۳۱۱)
حضرات گرامی!
آپ نے پڑھاکہ قبروں پرچادریں ڈالناوغیرہ بدعت اورناجائزاورفضول خرچی ہے اورامت کی مستندکتابوں نے اس پرردکیاہے بلکہ علامہ بنوری ؒنے تواس کوفرنگیوں کی تقلیدکہاہے ۔باحوالہ اوپرگزرگیا۔
(۷)حضرت مولانابدرعالم صاحبؒ نے فیض الباری کے حاشیہ پرلکھتے ہیں

قلت وقد توغل الناس فی القاء الریاحین علی القبور انهم جعلوه من سمات الحنفیة ومن لایتبع هواهم یرمونه بالوهابیة ولیسخرون به وینبزونه بالالقاب فهداهم الله طریق الصواب . (البدرالساری الی فیض الباری : ۳۱۱/۱)		میں نے کہتاہوں کہ لوگوں نے قبروں پرپھول ڈالنے میں بہت غلوکیاہے ۔یہاں تک کہ انہوں نے اس کوحنفیوں کی علامات میں سے قراردیاہے ۔اورجوان کی خواہشات کی اتباع نہیں کرتے ۔انکووہابی سے پکارتے ہیں ۔اوران کے ساتھ مذاق اڑاتے ہیں اوران کومختلف القاب سے یادکرتے ہیں ۔ اللہ تعالی ان کوصحیح راستے کی ہدایت دے ۔ (البدرالساری الی فیض الباری : ۱,۳۱۱)

(بدعتیوں کا استدلال اوراس کاجواب)

بدعتی لوگ ایک واقعہ سے استدلال کرتے ہیں جوکہ بخاری ومسلم وغیرہ نے نقل کیاہے ۔کہ آپﷺدوقبروں پرسے گزرگئے جن کوعذاب دیاجارہاتھا۔توآپﷺنے کھجورکی ٹہنی منگوائی اس کودوٹکڑے کرکے دونوں قبروں پرڈالدیااورپھرفرمایا

لعله ان یخفّفَ عنهما مالم تیبسا :		کہ شایدان سے سزامیں تخفیف ہوجائے ۔ (مشکوٰۃ : ۱/۴۲) جب تک کہ یہ ٹہنی خشک نہ ہو۔ (مشکوٰۃ : ۱/۴۲)

اب بدعتی حضرات کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہواکہ ترچیزکے ڈالنے سے اہل قبرپرسے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے
اس کاجواب یہ ہے کہ بھائی یہاں تخفیف عذاب کاسبب ترٹہنی نہیں بلکہ سبب

باب نهم

آپﷺکی شفاعت تھی ۔ٹہنیاں توصرف اس کی علامت اورنشانی مقررتھی حضرت جابرؓ بھی آپﷺ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں

انی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرقه ذالك عنهما مادام الغُصنان رطبین : (مسلم : ۴۱۸/۲)		**کہ میں دوقبروں کے پاس سے گزرا ان میں دونوں مردوں کوعذاب ہورہاتھا۔ میں نے اپنی شفاعت کے ذریعہ یہ پسندکیاکہ جب تک یہ ٹہنیاں تررہیں ان دونوں سے عذاب کی کمی ہو۔ (مسلم : ۲/ ۴۱۸)**

(۸)محدث کبیرعلامہ محمدیوسف بنوریؒ نے علامہ قرطبیؒ اورامام نوویؒ کے حوالے سے نقل کیاہے ۔

وقال القرطبیؒ والنوویؒ انه شفع لهما هذه المدة : (معارف السنن : ۲۶۴/۱)		**امام قرطبیؒ اورامام نوویؒ نے فرمایاہے کہ آپﷺ نے ان دونوں (قبروالوں)کے لئے شفاعت کی تھی اتنی مدت تک (جوکہ حدیث مبارک میں ذکرہے) معارف السنن : ۲۶۴/۱**

(۹)علامہ محمدانورشاہ الکشمیری الدیوبندیؒ حضرت جابرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں

وهذاصریح فی شفاعته ﷺ وانه لادخل فیه للقضیب نعم عدم الیبس اجل فقط (فیض الباری : ۳۱۱/۱)		**اوریہ روایت بالکل صریح آپﷺکی شفاعت پر(دال)ہے اوراس میں کھجورکی ٹہنی کاکوئی دخل نہیں ۔ہاں خشک نہ ہونے تک صرف اجل ہے ۔ (فیض الباری : ۱/ ۳۱۱)**

(۱)حضرت مولانابدرعا لم صاحبؒ لکھتے ہیں

وفکرْ فی نفسك ان ای هذین اولی تخفیف العذاب بشفاعة خیر البشر او تسبیح الشجر . (البدرالساری الی فیض الباری : ۳۱۱/۱)		**کہ آپ اپنے نفس میں ذرافکرکیجئے کہ عذاب قبرکی تخفیف میں کونساسبب ماننابہتر ہے ؟رسول اللہﷺ کی شفاعت یادرخت کاذکر؟ (البدرالساری الی فیض الباری : ۱/ ۳۱۱)**

علامہ بدرعالم صاحبؒ کے بات کی توضیح یہ ہے کہ بھائی عذاب قبرآپﷺکی شفاعت سے ہلکاہوجائے یہ بات زیادہ ماننے والی ہے اورلائق ہے یادرخت کی

باب نهم

ترٹہنی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوجائے ۔یعنی ہم توکہتے ہیں کہ یہ عذاب آپﷺکی شفاعت سے ہلکاہوا۔آپ جب ٹہنی کی وجہ سے تخفیف کے قائل ہیں تویہ کیسی محبت ہے آپکی آپﷺسے کہ ٹہنی کی وجہ سے تخفیف مانتے ہیں آپﷺ کی شفاعت کی وجہ سے نہیں مانتے ۔معلوم ہواکہ آپ صرف نام کے عاشق ہیں اوردودھ ہی کےمجنون ہیں۔

(۱۱)علامہ شبیراحمدعثمانی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

أنه ﷺ سأل الشفاعة لهما فاجيبت شفاعته . (فتح الملهم : ۴۵۶/۱)		کہ آپﷺنے ان دونوں کے لئے شفاعت طلب کی پس آپﷺ کی شفاعت قبول کی گئی ۔فتح الملہم : ۱/۴۵۶)

بہرحال اگرمیں عبارات لکھتارہوں توآپ تھک جائیں گے ۔بے شمارعلمائے کرام نے یہی لکھاہے کہ ان دوقبروں والوں سے عذاب آپﷺکی شفاعت کی وجہ سے ہلکاکیاگیا۔مگربدعتی لوگ کہتے ہیں کہ نہیں آپﷺ کی شفاعت سے عذاب نہیں اٹھابلکہ ترٹہنی کی وجہ سے اٹھایاگیا۔گویاکہ بدعتیوں کے نزدیک ترٹہنی آپﷺکی شفاعت سے بہترہوئی ۔اعاذنااللہ منہاالاحول ولاقوۃ الاباللہ)

(ایک شبہ اوراس کاازالہ)

بعض بدعات کے مُحُبِیّن فتاویٰ عالمگیری سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جوکہ انہوں نے مطالب المؤمنین سے نقل کرکے فرمایاہے کہ قبرپرپھول یاغلاف وغیرہ جائزہے اس کاجواب علامہ محمدانورشاہ کشمیری دیوبندیؒ نے دیاہے لکھتے ہیں

ومصنف المطالب ليس من الكبارلِيثق به : (فيض البارى : ۳۱۱/۱)		کہ مطالب المؤمنین کے مصنف ان بڑے علماء میں سے نہیں ہے جس پراعتمادکیاجائے ۔ (فیض الباری : ۱/۳۱۱)

(قبروں پرچادریں اورپھول ڈالناعلمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب حنفی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ’’چادرقبرپرچڑھاناخودبھی ناجائزہے۔فتاوی دارالعلوم دیوبند : ۲/۱۹۷)

(۲)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندھری دیوبندیؒ تحریرکرتے ہیں

کہ’’قبرپرغلاف ڈالناشرعاًدرست نہیں ‘‘۔خیرالفتاویٰ : ۳/۱۶۹)

(۳)علامہ الشیخ ظفراحمدصاحب عثمانی حنفی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ’’جنازہ پرپھولوں کی چادرڈالنابھی قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں یہ صریح بدعت ہے ۔اورتشبہ بالیہودکی وجہ سے بھی حرام ہے ۔اورقبرپرپھول ڈالنابھی صحابہ

باب نہم

وتابعین کے زمانہ میں ثابت نہیں ۔امدادالاحکام : ۱/۱۸۴)
(۴)فخرعلمائے دیوبندعلامہ اشرف علی تھانوی صاحب ؒ اپنی تصنیف میں یوں لکھتے ہیں
کہ’’کیاعوام الناس کی یہ نیت ہوتی ہے ۔اگریہ نیت ہوتی ۔توفساق وعصاۃ کی قبورپرپھول چڑھاتے اولیاء کی قبورپرنہ چڑاہتے اگرکسی کی نیت ہوبھی تب بھی اس کافعل عوام کے لئے موجب فسادہوتاہے ۔اس لئے اس کے لئے بھی منہی عنہ ہے (امدادالفتاویٰ : ۵/۳۳۹، ایضاً : ۵/۳۴۰،وایضاً : ۵/۳۰۲)
(۵)علامہ شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدیوسف صاحب لدھیانوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ’’بزرگوں کے مزارپرعرس کرناچادریں چڑھاناان سے منتیں مانگنابالکل ناجائزاورحرام ہیں اورقبرپرپھول کی چادریں چڑھانااگربتی جلاناخلاف سنت اورممنوع ہیں ،‘‘آپ کے مسائل اوران کاحل : ۱/۳۱۶/تا۳۳۵)
(۶)مفتی اعظم ہندحضرت مولانامفتی محمدکفایت اللہ صاحبؒ ایک سوا کے جواب لکھتے ہیں
کہ’’اونچی اونچی قبریں بناناقبروں کوپختہ بناناقبروں پرگنبداورقبے اورعمارتیں بناناغلاف ڈالناچادریں چڑھاناندریں مانناطواف کرناسجدہ کرنایہ تمام امورمنکرات شرعیہ میں داخل ہیں ۔شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امورسے صراحۃًمنع فرمایاہے ۔احادیث صحیحہ میں اسی قسم کے امورکی ممانعت واردہے ۔جوشرک یامفضی الی الشرک ہیں اورکتب حدیث میں وہ حادیث جن میں آپﷺنے قبروں پرعمارت (گنبداورقبہ)بنانے اورچراغ جلانے سے منع فرمایابکثرت موجودہیں ۔ (کفایت المفتی : ۴/۶۹)
(۷)مرشدالمجاہدین مردمجاہدفقیہ العصرمفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب دیوبندیؒ کے دوتفصیلی فتوے ملاحظہ فرمالیں
قبروں پرہری شاخ اورپھول کے متعلق حضرت مفتی صاحبؒ عرض کرتے ہیں کہ’’حضوراکرمﷺ نے قبروں پرکھجورکی شاخ کے دوٹکڑے رکھ کرفرمایا۔کہ جب تک یہ خشک نہ ہونگے عذاب میں تخفیف رہی گی ۔یہ نبی اکرمﷺ کے ہاتھ کی برکت تھی ۔اگریہ قاعدہ عام ہوتاتوحضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ضروراسکااہتمام فرماتے۔کیونکہ یہ حضرا ت حر یص علی الخیرتھے۔حضورﷺکے قول وفعل کوسمجھنے کے لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل (عمل)کودیکھنالازم ہے ۔ان کاتعامل (عمل)حضورﷺ کے قول وعمل کی تفسیرہے ۔نیزآجکل جس قدراس کااہتمام کیاجاتاہے ۔اوراس کولازم سمجھاجاتاہے ۔اس کے

باب نہم

بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں ۔مزیدبریں ایسی چیزوں سے لوگوں کی گناہوں پرجرأت بڑھتی ہے ۔اس لئے ناجائزہے۔پھول ڈالنے کی رسم بدعت ہے ۔شریعت میں اس کاکوئی ثبوت نہیں ۔
احسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۴)
(۸)قبروں پرچادرچڑھانے کے متعلق حضرت مفتی رشیداحمدصاحب ؒ کاایک اورفتویٰ ملاحظہ فرمالیجئے وہ لکھتے ہیں

عن عائشة قالت ان النبی ﷺ قال ان الله لم یأمرنا فیما رزقنا ان نکسو الحجارة واللبن والطین : (مسلم ، ابوداود)		حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپﷺنے فرمایاکہ اللہ نے ہمیں یہ حکم نہیں فرمایاکہ ہم پتھر،اینٹوں اورمٹی کوکپڑے پہنائیں ۔(مسلم ،ابودائود)

اس حدیث میں دیوارپرچادرچڑھانے (لگانے)کی ممانعت آئی ہے ۔باوجودیکہ اس میں بظاہرکوئی قباحت اورایہام شرک وغیرہ نہیں ۔لہٰذاقبروں پرچادرچڑھاناایہام شرک اورتعظیم غیراللہ کی وجہ سے بطریق اولیٰ ناجائزہوگا۔ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا

یکرہ الستور علی القبور : (ردالمحتار : ۸۳۹/۱)		کہ قبروں پرغلاف (پردے)چڑھانامکروہ تحریمی ہے ۔ (ردالمحتار : ۱/۸۳۹)

بخلاف غلاف کعبہ کے کہ حضورﷺ نے پہنایاہے ۔کیونکہ اس کی تعظیم مفضی الی الشرک نہیں اس لئے اس کی طرف نمازوں میں استقبال ضروری ہے ۔اورقبورکی طرف منہ کرکے نمازپڑھنامکروہ ہے (مکروہ تحریمی جوکہ حرام کے قریب ہے) ۃ(احسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۶)
حضرات گرامی!
آپ نے پڑھامستندحوالوں کیساتھ کہ قبروں پرچادرغلاف پھول وغیرہ چڑھانااورڈالنانہ توحدیث کی روسے جائزہے اورنہ فقہ کی کتابوں میں اس کی گنجائش ہے اونہ علمائے دیوبند(کثّراللہُ جماعتہم) نے اس کی اجازت دی ہے ۔بلکہ یہ سب خرافات اوربدعات ہیں جوکہ مخالفین سنت نے ایجادکئے ہیں ۔ایک سُنی مسلمان کے لئے اتنے ہی حوالے کافی ہیں ورنہ قرآن وحدیث اورفقہ کامجموعہ اس سے بھراپڑاہے

اللہ تعالی ہم سب کوہدایت نصیب فرماویں
آمین ثم آمین یارب العٰلمین

باب نہم

(کفن پرلکھنایالکھی ہوئی چادرجنازہ پرڈالناوغیرہ کتاب اللہ کی تعظیم کے خلاف ہے)

ہمار ے علاقوں میں دیگررسوم اورخلاف شریعت کاموں کی طرح ایک رسم یہ بھی ہے کہ میت کے لئے کفن پرکچھ آیات وغیرہ برکت کی نیت سے لکھتے ہیں ۔اورکچھ لوگ سینہ پرکلمہ شہادت لکھ دیتے ہیں اوبعض حضرات پیشانی پربسم اللہ لکھ ڈالتے ہیں اورکچھ لوگ توپتھروغیرہ پربسم اللہ لکھ کرقبرمیں میت کے ساتھ رکھ دیتے ہیں اورمیت اورجنازہ پرقرآنی اٰیات کی لکھی ہوئی چادرکاتوعام رواج ہے ۔جس کولوگ ضروری سمجھتے ہیں ۔یہاں تک کہ اگرکسی کے گھرمیں اپنی چادرنہ ہوتودوسرے گھرسے بطورعاریت (مانگ کر)بھی لے لیتے ہیں ۔اکثرجگہ ایک چادرمسجدمیں اس کے لئے خصوصی طورپررکھاہواہوتاہے ۔اوراس کابہت اہتمام کرتے ہیں

مگریہ ساری وہ چیزیں ہیں۔جوکہ خلاف شریعت ہونے کے علاوہ کتاب اللہ کی بے حرمتی بھی ہے ۔میت کوسنت کے مطابق غسل دینے کے بعدسنت کے مطابق کفن دیناتوثابت ہے ۔مگرمذکورہ بالارسومات کاقرآن وسنت اورفقہ حنفی میں کہیں ثبوت نہیں ۔جیساکہ ہم آگے بیان کریں گے ۔ان شاء اللہ العزیز

حضرات گرامی !

میت ہونالوگوں کامرجانااورپھران کاکفن دفن ایک ایساپرانامسئلہ ہے ۔جوکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کرتاحال ہوتاچلاآرہاہے ۔مگراس کے باوجودنہ توآپﷺاورصحابہ کرامؓ کے زمانے میں کہیں ایساہوا نہ تابعینؒ کے زمانہ اورنہ تبع تابعینؒ کے دورمیں کہیں اس کی مثال موجودہے ۔حالانکہ وہ بھی مسلمان اورایماندارہونے کے ناطے اللہ اوراللہ کے کلام کی برکت کے محتاج تھے ۔بلکہ ان کی محبت کتاب اللہ کے ساتھ آج کے زمانہ کی بنسبت بہت زیادہ تھی ۔

علامہ شامیؒ کفن لکھنے پراورعہدنامہ لکھنے پرمستقل عنوان قائم کرتے ہوئے کافی بحث کرنے بعدیہ فیصلہ فرماتے ہیں

(۱) علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں

باب نهم

وقد افتیٰ ابن الصلاح بانه لایجوزان یکتب علی الکفن یٰسٓ والکهف ونحوهما خوفاً من صدیدالمیت : (الشامیة : ۲۴۶/۲) فتاوی ومسائل ابن الصلاح ج ۱ ص ۲٦۲		کہ ابن الصلاح نے فتویٰ دیاہے ۔کہ جائزنہیں ہے کہ کفن پرسورئہ یٰسٓ یاکہف یااسی طرح کوئی اور(قرآن کی ایت)لکھی جائے میت سے پیپ بہہ جانے کے خوف کی وجہ سے ۔ (شامی : ۲/۲۴۶)فتاوی ومسائل ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۶۲

اس عبارت میں محقق شامی ؒنے فرمایاکہ کفن پرکچھ کلمات لکھناجائزاس لئے نہیں کہ میت گل سڑجائے تومبارک کلمات کی بے حرمتی ہوتی ہے ۔جوکہ کسی مسلمان کوبرداشت نہیں ۔اوریہ تومسلّم بات ہے کہ شریعت مطہرہ ایسی چیزیں کبھی برداشت نہیں کرتی ۔جس میں معمولی سے بھی توہین ہو۔مثلاًشامی میں ایک جگہ پربحث کرتے ہوئے

(۲) علامہ محمدحصکفیؒ رقمطرازہیں

وقدور دالنهی فی محو اسم الله بالبزاق : قال العلامة فهو مکروه تحریماً : (الشامیة : ۱۷۸/۱)		کہ اللہ کے نام کوتھوک کے ساتھ مٹانے سے منع آیاہے ۔اورعلامہ شامیؒ نے فرمایاکہ یہ مکروہ تحریمی ہے ۔ (شامی : ۱/۱۷۸)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ شریعت میں تھوک برداشت نہیں ہے توپھرپیپ اورخون وغیرہ جوکہ قبرمیں عموماًہوتاہے۔کس طرح برداشت ہوسکتاہے ۔اورقبرپریاجنازہ پرآیات قرآنیہ کی لکھی ہوئی چادرڈالنابھی اللہ تعالی کی کتاب کی توہین ہے ۔اورایساکرناگناہ ہے ۔بلکہ ثواب سمجھ کرکرنے سے مزیدخطرہ ہے

(۳) مولاناعبدالحئی لکھنوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

هو استهانة بالقرآن لان هذالثوب انما یلقی تعظیماً للمیت ویصیر هذالثوب مستعملاً مبتذلاً وابتذال کتاب الله من اسباب عذاب الله : (نفع المفتی : ۴۸)		کہ یہ تواللہ کی کتاب کی توہین ہے ۔اس لئے کہ یہ کپڑاتومیت کے اوپرتعظیم کے لئے ڈالاجاتاہے ۔اوریہ کپڑامستعمل اورروزانہ استعمال چیزبن جاتی ہے اوراللہ کی کتاب کوروزانہ استعمال کی چیزبنانااللہ کے عذاب کاسبب ہے ۔(نفع المفتی : ۴۸)

(۴)علامہ شیخ الحدیث خیرمحمدجالندہری دیوبندی صاحبؒ نے بھی یہی فتویٰ دیاہے ۔خیرالفتاویٰ : ۱/۵۵۰)

اللهم ارناالحق حقاً وارزقنااتباعه وارناالباطل باطلاًوارزقنااجتنابه آمین یارب العلمین

باب نهم

(جنازہ پرلکھی ہوئی چادرڈالنا اورعلماء دیوبند)

مفتی محمودصاحبؒ لکھتے ہیں کہ
بے ادبی کے اندیشہ سے اورمیت سے نجاست خارجہ سے ملوث ہونے کےاندیشہ کے سبب ایسے کپڑے کوجس پرکلمہ طیبہ یاقرانی اٰیات تحریرہوں میت پرڈالنامکروہ ہے۔ویسے سادہ کپڑے ڈالنادرست ہے۔(فتاوٰ ی مفتی محمود ج۳ ص ۴۴)

مفتی محمدشفیع دیوبندی لکھتے ہیں کہ
میت کی پیشانی اورسینہ پریاکفن پرسیاہی یاعنبروغیرہ سے کلمہ طیبہ یابسم اللہ نہ لکھناچاہئے کہ میت کی نجاست سے ملوث ہوگا.....
ان امورکابدعت اورمذموم ہوناشرعاًثابت ہے۔(عزیزالفتاوٰی ص۹۹)
(میت کے سینہ اورپیشانی پرکلمہ طیبہ وغیرہ لکھنابھی سیاہی وغیرہ کے ساتھ جائزنہیں)
(۱) علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

تکرہ کتابة القرآن واسماء اللہ تعالی علی الدراھم والمحاریب والجدران وما یفرش وما ذالك الا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه ممافیه اھانة فالمنع ھنا بالاولیٰ : (ردالمحتار : ۲۴۷/۲)		کہ قرآن کریم اوراللہ کے اسماء مبارکہ پیسوں پراورمحرابوں اوردیواروں پراوران چیزوں پرجن کوبچھائی جاتی ہے مکروہ ہے ۔اوریہ صرف اس کی احترام کی وجہ سے ہے اس کے روندنے کے خطرے کی وجہ سے یاسی طرح کچھ اورجس میں اہانت ہوتواس میں منع اولیٰ ہے۔ (ردالمحتار : ۲۴۷/۲)

انصاف کی نظرسے دیکھیں جب اللہ کی کتاب کی آیات اوراس کے اسماء کادیواروں وغیرہ پرلکھناجائزنہیں ۔تومیت جوکہ پھٹ جانے والی چیزہے اس پرلکھناکہاں جائزہوہوسکتاہے ۔ہاں پشانی پربسم اللہ اورسینہ پرلاالہ الااللہ الخ بغیرسیاہی کے انگلی کے اشارے سے غسل کے بعدلکھنے میں گنجائش ہے (لیکن اس کوبھی ضروری اورلازمی سمجھ کرکرنادرست نہیں ہے ۔ (شامی : ۲۴۷/۲)
(میت کے سینہ اورپیشانی پرکلمہ طیبہ وغیرہ لکھناعلماء دیوبندکے فتاویٰ کی روشنی میں)
(۱)علامہ محمدیوسف لدھیانوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں ۔
کہ”عہدنامہ قبرمیں رکھنابے ادبی ہے ۔نہیں رکھناچاہئے ۔علامہ شامیؒ نے اس کی

پرزورتردیدکی ہے ۔(آپ کے مسائل : ۱۰۲/۳)
نیزاسی صفحہ پرحضر علامہ موصوف لکھتے ہیں
کہ’’کفن پرآیتیں یامقدس نام لکھناصحیح نہیں ۔اس سے آیات مقدسہ کی اورپاک ناموں کی بے حرمتی ہوتی ہے ۔‘‘(حوالاگزشتہ)
(۲)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ’’کفن پرکلمہ طیبہ روشنائی سے لکھنادرست نہیں ‘‘خیرالفتاویٰ : ۲۵۶/۳)
(۳) فقیہ العصرحضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب ؒتحریرفرماتے ہیں
کہ’’جنازہ کی چادرپرآیات قرآنیہ لکھناجائزنہیں اس کاکوئی ثبوت نہیں اوربے ادبی کاخطرہ ہے ۔‘‘احسن الفتاویٰ : ۲۳۰/۴)
نیزعلامہ موصوف لکھتے ہیں
کہ’’ میت کے سینہ پرکلمہ شہادت لکھناجائزنہیں ۔اس لئے کہ میت پھٹنے کی وجہ سے بے حرمتی ہوگی۔البتہ بغیرروشنائی وغیرہ کے صرف انگلی سے میت کے سینہ پرلکھاجائے ۔اس طرح کہ لکھنے کے نشان ظاہرنہ ہوں تویہ فی نفسہ جائزہے ۔مگرآجکل لوگوں کے عقیدہ کافسادظاہرہے ۔اسے ضروری خیال کرتے ہیں ۔اورایسے امورسے معاصی پرجأت کرنے لگتے ہیں ۔لہذااس طریقے سے لکھنابھی جائزنہیں ۔ احسن الفتاویٰ : ۳۵۱/۱)

(فریق مخالف کااعتراض اوراس کاجواب)

(۱)فریق مخالف سے اس باب میں کچھ روایتیں بحوالہ حکیم ترمذی وغیرہ کے نقل کئے جاتے ہیں
اس کاجواب یہ ہے کہ امام سیوطیؒ نے فرمایاہے کہ کسی روایت کاحکیم ترمذی وغیرہ کی طرف منسوب کردیناہی اس کے ضعیف اورکمزورہونے کے لئے کافی ہے ۔(المنہاج الواضح : ۲۴۶/۱)
(۲) فریق مخالف ان چیزوں کی تائیدمیں خواب وغیرہ پیش کرتے ہیں ،
اس کاجواب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب ؒ نے یوں دیاہے علامہ ؒلکھتے ہیں

کہ اجماع اہل شرع است برآن کہ ہیچ حکم ازاحکام شریعت بواقعات ومنامات امتیان ثابت نمے شود : (قرۃ العینین : ۳۲۶)		کہ اہل شرع کااس بات پراجماع ہے کہ شریعت کے حکموں میں سے کوئی بھی حکم واقعات اورامتیوں کے خوابوں سے ثابت نہیں ہوسکتا۔قرۃ العینین : ۳۲۶)

بہرحال جوکام آپﷺاورآپ کے صحابہ کرام ؓ اورتابعین اورتبع تابعین نے نہیں

باب نہم

کیاباوجودیکہ اس کاسبب موجودتھا۔آج بھی اس کے کرنے کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ۔

(جنازہ کے ساتھ ساتھ جہراًذکرکرنااورقرآن پڑھنایاکوئی اورنعرہ لگاناجائزنہیں بلکہ بدعت ہے)

الحمدللہ ہمارے اہلسنت والجماعت دیوبندیوں کاعقیدہ ہے کہ اصل دین قرآن وسنت ہے ۔اورفقہ حنفی انہی کانچوڑہے ۔جب تک کہ کوئی چیزہم ان میزانوں پرنہیں تولتے تب تک اس چیزکے جوازکی سندجاری نہیں کرسکتے

بعض بریلویوں اوربدعتیوں کے ہاں دستورہے کہ جنازہ کے ساتھ جاتے وقت بلندآوازسے ذکرکرتے ہیں ۔اوربعض لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں ۔کچھ لوگ (کلُّ حَیِّ یَمُوْتُ) کاو ردکرتے ہیں اورکچھ حضرات بلندآوازسے کہتے ہیں کہ''کلمہ شہادت''وغیرہ مگراللہ کاکلام اورذخیرئہ احادیث اورفقہ حنفی ان جیسے خودتراشیدہ اعمال سے بالکل پاک وصاف ہیں بلکہ مذکورہ اعمال کوبدعات کہہ کرامت مسلمہ کوان کے کرنے سے منع کیاگیاہے

(۱)حضرت زیدبن ارقمؓ سے روایت ہے کہ آپﷺنے فرمایا

ان اللہ یحب الصمت عند ثلاث : عند تلاوۃ القرآن ، وعندالزحف ، وعندالجنازۃ (تفسیرابن کثیر : ۲۱۹/۲)		کہ اللہ تعالیٰ تین موقعوں پرخاموشی کوپسندکرتے ہیں قرآن کریم کے تلاوت کے وقت ،میدان جنگ میں اورجنازہ کے ساتھ ۔ (تفسیرابن کثیر : ۲/۲۱۹)

(۲)حضرت قیس بن عبادۃؓ سے روایت ہے اورفرماتے ہیں

قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون الصوت عند ثلاث : الجنائز والقتال والذکر والمراد بالذکرالوعظ : البحرالرائق : ۷۶/۵) (فقہ السنۃ : ۵۳۸/۱)		کہ آپﷺ کے صحابہؓ تین موقعوں پرآوازبلندکرنے کومکروہ (بُرا)سمجھتے تھے۔جنازہ کے ساتھ ،لڑائی میں اورذکرکے وقت اورذکرسے مرادوعظ (تلاوت)ہے۔تقریروغیرہ کے وقت ۔(بحرالرائق : ۵/۷۶) (فقہ السنۃ : ۱/۵۳۸)

ان روایات سے معلوم اورثابت ہواکہ جنازہ کے ساتھ بلندآوازسے کچھ بولناجائزنہیں ۔بلکہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولﷺ ان اوقات میں خاموشی پسندفرماتے ہیں

۔اورصحابہ کرامؓ بھی ایساہی خاموشی پسندفرماتے تھے اوربلندآوازوں کے ساتھ ذکرکو براسمجھتے تھے ۔یہی وجہ ہے کہ فقہائے احناف نے اس مسئلہ کوبڑی وضاحت سے بیان فرمایاہے ۔کہ جنازہ کے ساتھ بلندآوازسے ذکربدعت اورمکروہ ہے اورکراہت بھی تنزیہی نہیں بلکہ تحریمی ہے ۔جیساکہ آگے آپ کومعلوم ہوگا،ان شاء اللہ العزیز

(۳)فقہ حنفی کے مشہورامام ابوحنیفہ ثانیؒ علامہ ابن نجیم مصری الحنفیؒ لکھتے ہیں

وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن وغیر هما فی الجنازة والکراهة فیها کراهة تحریم : (البحرالرائق : ۲/۱۹۲)		اورمناسب ہے کہ جولوگ جنازہ کے ساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیارکرے ۔اوربلندآوازسے ذکرکرنااورقرآن کریم پڑھنااوراسی طرح کچھ اوراورادپڑھنامکروہ ہے ۔اورکراہت بھی تحریمی ہے ۔ (بحرالرائق : ۲/۱۹۲)

(۴)علامہ الشیخ نظام فتاویٰ عالمگیری میں یوں لکھتے ہیں

وعلی متبعی الجنازة الصمت ویکرہ لهم رفع الصوت بالذکر وقرائة القرآن کذافی شرح الطحاوی۔(عالمگیریة : ۱/۱۶۲)		کہ جنازہ کے ساتھ جانے ولونپرخاموش رہنالازم ہے اورانکے لئے بلندآوازسے ذکرکرنااورقرآن پڑھنامکروہ ہے ۔ (عالمگیری : ۱/۱۶۲)

(۵)امام سراج الدین اودی ؒلکھتے ہیں

رفع الصوت بالذکر وقرائة القرآن و قولهم کل حي یموت ونحو ذالك خلف الجنازة بدعة . (سراجیه : ۲۳/طبع نولکشور)		کہ جنازہ کے ساتھ بلندآوازسےذکرکرنا اورقرآن کریم پڑھنااوریہ کہناکہ ہرزندہ مرے گا۔بدعت ہے ۔ (سراجیہ : ۲۳/طبع نولکشور)

(۶)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ رقمطرازہے

کما کرہ فیها رفع الصوت بذکر وقراءة : ردالمحتار : ۲/۲۳۳)		جس طرح کہ مکروہ ہے جنازہ میں جہراًذکر اورقرأت۔ (ردالمحتار : ۲/۲۳۳)

حضرات گرامی !

آپ نے پڑھاکہ جنازہ کے ساتھ جہراًذکرکرنا نہ توآپﷺکوپسندہے اورنہ حضرات صحابہ کرامؓ کواورنہ فقہائے احناف نے اس کی اجازت دی ہے ۔بلکہ یہ ایک بدعت

اورمکروہ تحریمی عمل ہے ۔ہاں اگرکوئی خفیہ دل دل میں ذکرکرناچاہے تووہ نہ ممنوع ہے اورنہ بدعت بلکہ جائزہے ۔(اس کوبہت ہی کم لوگ کرتے ہیں)دیکھئے فتاویٰ عالمگیری : ۱/۱۶۲،وایضاًفتاویٰ قاضی خان : ۱/۹۱)
(۷)شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے ائمہ اربعہ سے نقل کیاہے کہ یہ جائزنہیں ۔چنانچہ لکھتے ہیں

لا یستحب رفع الصوت مع الجنازة لابقرائة ولا ذکر ولاغیر ذالك هذا مذهب الائمة الاربعة وهو الماثور عن السلف من الصحابة والتابعین ولا اعلم فیه مخالفاً بل قدروی عن النبی ﷺ أنه نهی ان یتبع بصوت او نار : رواه ابوداود : (مجموعة الفتاوی : ۲۹۳/۲۴)	کہ جنازہ کے ساتھ اونچی آوازسے نہ توقرأت اورنہ ذکراورنہ کوئی اورچیزمستحب ہے ۔اوریہی چاروں اماموں کامذہب ہے اوریہی بات سلف صالحین صحابہ کرامؓاورتابعینؒ سے نقل ہوکرآئی ہے ۔بلکہ میں اس میں کسی کومخالف نہیں جانتاہوں بلکہ آپﷺسے نقل کیاگیاہے ۔کہ انہوں نے نے منع کیاہے کہ (جنازہ)کے پیچھے یاتوآوازہویاآگ ۔اس کوابودائودنے روایت کیاہے ۔(مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۹۳/۲۴)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ جوچیزصحابہ کرام ؓ اورتابعین ؒاورائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اورامام احمدبن حنبلؒ مستحب نہ جانے ۔اورکسی ایک صحابی اورامام نے اس پرعمل نہ کیا۔اورحدیث شریف میں اس سے منع بھی کیاگیاہو۔توپھراس کوکوئی مستحب کس طرح کہہ سکتاہے ! وہ کام یقناًبدعت ہی ہے ۔اوراس کوکرنے والابدعتی کہلاجائے گا۔مزیدوضاحت کے لئے چندحوالے علمائے دیوبندکے لکھ دیتاہوں تاکہ کوئی سفیدپوش ڈاکودیوبندکی روپ میں حملہ نہ کرسکے ! (اللہ تعالیٰ بچائے)

(جنازہ کے ساتھ اونچی آوازمیں ذکروغیرہ کرناعلمائے دیوبندکی نظرمیں بھی بدعت اورحرام ہے)

(۱)حضرت مولانامفتی عزیزالرحمن صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ’’جنازہ کے ساتھ کلمہ توحیدیاقرآن شریف یادرودشریف یانعت وغیرہ بلندآوازسے پڑھنا۔یہ طریقہ سلف صالحین صحابہؓ وتابعین ائمہ مجتہدینؒ سے ثابت نہیں ہے ۔لہٰذابدعت ہے ۔اورمکروہ ہے اورتصریحات وقواعدفقہیہ سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔لہٰذاترک کرنااس کالازم ہے(اورپھراس پردلیل وہ حدیث پیش کی جس کاترجمہ یہ ہے)جس نے دین میں کوئی ایسی نئی چیزنکالی جواس میں نہ

تھی تووہ مردودہے۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۵۔۲۸۴)
(۲)حضرت مولاناخیرمحمدصاحب ؒ جالندھری دیوبندی ؒلکھتے ہیں
کہ’’میت کواٹھاکرلے جانے والوں اوردوسرے پیچھے چلنے والوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ خاموش ہوکرچلیں۔بلندآوازسے کلمہ طیبہ یاکلمہ شہادت اورقرآن پاک کی کسی سورت کی تلاوت کرتے چلنامکروہ تحریمی ہے ۔ جس طرح کہ بحرالرائق میں ہے۔(خیرالفتاویٰ : ۳/۱۸۴)
(۳)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانوی دیوبندیؒ اپنی معرکۃ الاراء تصنیف میں لکھتے ہیں
کہ’’جنازہ کے ہمراہ جولوگ ہوں ۔ان کوکوئی دعایاذکربلندآوازسے پڑھنامکروہ ہے۔(بہشتی زیور حصہ : ۱۱/۹۷)
(۴)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب لکھتے
کہ’’نبی کریمﷺاورصحابہ اورتابعین اورائمہ دین میں کسی سے بھی کسی ضعیف روایت میں قولاً یا عملاًمنقول نہیں ۔اس لئے بدعت شنیعہ اورایساکرناگناہ ہے ۔اوراس کوثواب باعث برکت سمجھنادوسراگناہ ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲/۱۷۶)
گرامی قدر !
آپ نے پڑھاکہ جنازہ کے ساتھ بلندآوازسے ذکریاتلاوت نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے
اورنہ کسی امام مجتہدیافقہ کی کسی معتبرکتاب میں ہے بلکہ سب حضرات نے بالاتفاق اس کو بدعت اورمکروہ لکھاہے لہٰذااس سے اجتناب واجب ہے

(میت کاچہرہ دکھانے کی شرعی حیثیت)

یہ رسم تو تقریباپورےپاکستان میں رائج ہوچکی ہے کہ میت کوکفنانے کے بعد اوربعض جگہ نمازِجنازہ سے پہلے اوربعض جگہ اس کے بعداس کامنہ دکھاتے ہیں ۔لوگ اس کوثواب سمجھ کردیکھتے ہیں ۔حالانکہ اس میں کوئی ثواب نہیں بلکہ ثواب سمجھنابدعت ہے ۔اوراس رسم کی تکمیل میں کبھی کئی گھنٹے صَرف کئے جاتے ہیں ۔جس کی وجہ سے تدفین میں تأخیرہونالازمی أمرہے جوکہ جائزنہیں ہے۔اس رسم کی تردیدکیلئے مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ کی تحریرکافی ہے چنانچہ موصوف ؒلکھتے ہیں
کہ ’’اس رسم میں مندرجہ ذیل مفاسدہیں ،اس لئے واجب الترک ہے ۔
(۱)بعض علاقوں میں میت کامنہ دیکھنے کوباعثِ اجروثواب سمجھاجاتاہے

،حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ،لہٰذااس میں ثواب سمجھنابدعت ہے ، اوراگرثواب نہ بھی سمجھے تواس سے بدعت کی ترویج وتائیدہوتی ہے
(۲)شرعی حکم یہ ہے کہ میت کوغسل دیتے وقت اورکفناتے وقت کم سے کم آدمی ہوں
اوروہ میت کے اقارب واحباب میں سے ہوں ،تاکہ میت میں خدانخواستہ کوئی عیب یاتغیرپیداہوجائے تواس کاافشاء نہ ہو،منہ دکھانے کے رسم شریعت کے اس حکم وحکمت کے خلاف ہے۔
(۳)اگرمیت کوئی مشہورشخصیت ہو تواس کی منہ دکھائی کی رسم میں کئی گھنٹے صَرف کئے جاتے ہیں حالانکہ میت کے دفن میں تاخیرجائزنہیں ۔
(۴)رُونمائی کی رسم کانتیجہ یہ ہے کہ میت کی تصویریں لے کراخبارات میں شائع کی جاتی ہیں ،جوکہ حرام ہے ۔
آج کل یہ قبیح رسم خواص علماء ومشائخ میں بھی عام رائج ہوگئی ہے اس لئے اس سے احترازکی وصیت کرناواجب ہے ،وصیت نہ کرنے کی صورت میں اس کاوبال وعذاب میت پربھی ہوگا،واللہ الحفیظ ،فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔احسن الفتاویٰ : ۲۲۹/۴)
(۲)مفتی محمدفریدصاحب شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ آکوڑہ خٹک لکھتے ہیں
کہ''مردہ کے چہرہ دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے ۔۔۔۔مگرہرامرمشروع کوامرمطلوب قراردینامنکرات میں سے ہے۔
قال الحصکفی : لان الجهلة یعتقدونهاسنة اوواجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه .
فتاویٰ فریدیہ : ۲۹۱/۳)

مذکورہ رسم کولوگ رسم سمجھ کرہی نہیں کرتے بلکہ ثواب سمجھتے ہیں لہذاس کی بدعت ہونے میں کیاشبہ ہے۔تاخیردفن بھی اس کاجزلاینفک ہے جوکہ باالاتفاق غیرمشروع ہے۔اوریہ بھی مسلّم ضابطہ ہے کہ جوکام مفضی ہوغیرمشروع کام کی طرف تووہ بھی غیرمشروع ہے ۔جس طرف مفتی جامعہ حقانیہ نے اپنے لطیف اندازمیں اشارہ کیاہے۔ فافهم ولاتکن من الغافلین)

(نمازجنازہ کے بعددعاء کی شرعی حیثیت)

موجودہ زمانے کے نام نہادمسلمانوں میں نمازجنازہ کے بعداجتماعی دعاء کارواج پڑگیاہے ۔حالانکہ مسلمان قوم ہرمعاملہ میں شریعت مطہرہ کاپابندہے ۔اللہ جل جلالہ نے انسان کوشتربے مہارکی طرح آزادنہیں چھوڑا۔کہ جوچیزتمہیں اچھی لگے ۔بس وہی دین ہوگی ۔نہیں بلکہ دین اللہ اوررسول ﷺ کے احکامات اورفرمودات کانام ہے

باب نہم

۔انسان اُنہی فرموادات اوراحکامات کاسختی سے پابندہے دعاتوعبادت کامغزہے اللہ جل جلالہ دعامانگنے سے خوش ہوتے ہیں ۔نفس دعامیں مقال نہیں اس لئے کہ کسی کے مرنے کے بعدزندہ جوسب سے بہترتحفہ مُردہ کے نام بھیج سکتاہے ۔وہ دعاہے ۔بشرطیکہ آپﷺکے سکھائے ہوئے دین اورطریقے کے خلاف نہ ہو

آپ آیے جی! الحمدِللہ آج روئے زمین پراسلام بھی اورمسلمان بھی موجودہیں اورقرآن وحدیث کے بڑے بڑے کتب خانے بھی کتابوں کوسمجھنے اورسمجھانے والے حق پرست علمائے کرام بھی موجودہیں ۔فقہ حنفی کے کتب خانے بھی آبادہیں ۔اورعلماء دیوبندکی کتب اورفتاوے تاحال موجودہیں

آیے میرے عزیز!

کہ گزشتہ مسائل کی طرح نمازجنازہ کے بعداجتماعی دعاکوبھی مذکورہ میزان(ترازو)پرتولیں یعنی قرآن وحدیث اورفقہ حنفی اورعلمائے دیوبندکے تحریرات کی روزشنی میں دیکھتے ہیں کہ یہ جائز اورمستحب ہے یاحرام اوربدعت ہے ؟

میت کوانفرادی طورپردعاآپﷺکے زمانے میں بھی تھی اوراحادیث مبارکہ میں اس کاثبوت بھی ملتاہے ۔مگراجتماعی دعاخصوصاًنمازجنازہ کے بعداس کاثبوت ملناقطعاًمشکل ہے ۔کیونکہ صحابہ کرام ؓاورتابعین اورتبع تابعینؒ نے ہزاروں مردوں کودفن کیاہے ۔مگرنمازجنازہ کے بعداجتماعی دعاکسی نے نہیں مانگی۔اورنہ ذخیرئہ احادیث اورتاریخ میں کہیں نقل کی گئی ۔اورنہ ہم ان صحابہ کرام وغیرہ کودین کے چھپانے کی خیانت کی طرف منسوب کرسکتے ہیں

<u>(نمازجنازہ کے بعداجتماعی دعافقہ حنفی اورفقہاء احناف کی نظرمیں)</u>

(۱)شیخ الاسلام علامہ سعدی الحنفی ؒ مفتی وقاضی بخاریٰ المتوفیٰ۴۶۱ھ؁ لکھتے ہیں

لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ : (القنیة : ۵۶/۱)		**کہ کوئی آدمی نمازجنازہ کے بعددعاکوقائم نہ کرے (دعانہ کر یں (القنیۃ : ۱/۵۶)**

(۲)امام طاہربن احمدالبخاری الحنفیؒ المتوفیٰ۵۴۲ھ؁ لکھتے ہیں

لایقوم بالدعاء فی قراء ۃ القرآن لاجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلھا : (خلاصۃ الفتاویٰ : ۲۲۵/۱)		**کہ نمازجنازہ کے بعداوراسی طرح اس سے قبل میت کے لئے قرآن پڑھ کردعانہ کی جائے ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ : ۱/۲۲۵)**

(۳)امام شمس الدین السرخسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

لیس بعدالرابعة دعاء سوی السلام : (المبسوط : (۶۴/۲)		**کہ چوتھے تکبیرکے بعدسوائے سلام کے کوئی دعانہیں ۔ (المبسوط : (۲/۶۴)**

باب نہم

(۴)امام قاضی خان الحنفیؒ المتوفیٰ۱۹۴ھ؁ لکھتے ہیں

و یسلم بعدالتکبیرة الرابعة ولایقول ربنا اٰتنا : (فتاویٰ قاضی خان : ۱۹۴/۱)		کہ چوتھے تکبیرکے بعدسلام پھریگاربنااٰتنایعنی دعانہیں کہے گا ۔ (فتاوی ٰ قاضی خان علی الہندیۃ : ۱۹۴/۱)

(۵)علامہ سراج الدین اودی الحنفیؒ لکھتے ہیں

اذافرغ من الصلوٰة لایقوم بالدعاء : (فتاویٰ سراجیه : ۲۳)		کہ جب نمازجنازہ سے فارغ ہوجائے تودعاکے لئے نہ ٹہرے ۔ (فتاوی سراجیہ : ۲۳)

(۶)امام حافظ الدین محمدشہاب کردری الحنفیؒ فرماتے ہیں

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة لانه دعاء مرة : (فتاویٰ بزازیه ۲۸۳/۱)		کہ نمازجنازہ کے بعددعاکیلئے کوئی نہ ٹہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعاکرلی ہےیعنی نمازجنازہ کے اندر والی دعاء۔ (فتاوی بزازیہ : ۲۸۳/۱)

(۷)امام شمس الدین محمدالخراسانی کوہستانی الحنفیؒ لکھتے ہیں

لا یقوم داعیاًله : (جامع الرموز : ۱۲۵/۱)		کہ میت کیلئے دعاکونہ ٹہرے۔ (جامع الرموز : ۱۲۵/۱)

(۸)امام زین الدین ابن نجیم الحنفیؒ تحریرفرماتے ہیں

ولا یدعوا بعدالتسلیم : (البحرالرائق : ۱۸۳/۲)		کہ سلام پھرنے کے بعددعانہ کرے ۔ (بحرالرائق : ۱۸۳/۲)

(۹)امام زین الدین ابن نجیم الحنفیؒ آگے مزیدتحریرفرماتے ہیں

اشار بقوله تسلیمتین بعدالابعة الی انه لاشیئی بعدها وهو ظاهر المذهب : (البحرالرائق : ۱۸۳/۲)		کہ اس قول کے ساتھ کہ چوتھے تکبیرکے بعددونوں طرف سلام پھرلیں سے اشارہ اس طرف ہے کہ اس کے بعدکچھ نہیں اوریہی ظاہرمذہب ہے۔ (بحرالرائق : ۱۸۳/۲)

(۱۰)علامہ مفتی محمدنصیرالدین الحنفیؒ لکھتے ہیں

وبعدایستاده نماندبرائے دعاء : (فتاوی برہنہ : ۳۶)		کہ نمازجنازہ کے دعاء کے لئے نہ ٹہرے۔ (فتاویٰ برہنہ : ۳۶)

باب نہم

(۱۱)علامہ ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

ولا یدعواللمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ (المرقات : ۲۱۹/۲)		کہ نمازجنازہ کے بعدمیت کے لئے دعانہ کرے کیونکہ یہ نمازجنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے ۔ (المرقات : ۲۱۹/۲)

(۱۲)مفتی سعداللہ صاحب الحنفیؒ لکھتے ہیں

خالی ازکراہت نیست زیراکہ اکثرفقہاء بوجہ زیادہ بودن برامرمسنون منع میکند۔ (فتاویٰ سعدیہ : ۱۳۰)		کہ یہ(نمازجنازہ کے بعددعا) کراہت سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ اکثرفقہاء کرامؒ اس کوامرمسنون پرزائدہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں ۔ (فتاویٰ سعدیہ : ۱۳۰)

(۱۳)فقہ کی مشہورزمانہ کتاب مجموعہ خانی میں یوں لکھاہے

دعانخواندوفتویٰ بریں قول است : (مجموعہ خانی : ۳۴۹)		کہ دعانہ مانگی جائے ۔اوراسی قول پرفتویٰ ہے۔ (مجموعہ خانی : ۳۴۹)

(۱۴)امام علاءالدین الکاسانی الحنفیؒ المتوفیٰ۵۸۷ھ؁ بہت ہی واضح فیصلہ فرماتے ہیں

ولیس فی ظاھرالمذھب بعدالتکبیرۃ الرابعۃ دعاء سوی السلام : (بدائع الصنائع : ۳۱۳/۱)		کہ ظاہرمذہب میں چوتھے تکبیرکے بعدسوائے سلام کےکوئی دعانہیں ہے ۔ (بدائع الصنائع : ۳۱۳/۱)

(۱۵)امام شمس الدین ابن الفرج عبدالرحمن صاحب ؒلکھتے ہیں

ظاھرکلام شیخنا رحمہ اللہ أنہ لایدعوا بعد الرابعۃ نقل ذالك عن احمدجماعۃ من اصحابہ انہ قال لااعلم فیہ شیئاًلانہ لوکان فیہ دعاءُ مشروع لنقل : (شرح الکبیرمع المغنی : ۲۴۸/۲)		کہ ہمارے شیخ ؒکاظاہرکلام یہ ہے کہ چوتھے تکبیرکے بعددعانہ کرے ۔یہ امام احمدؒسے ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے نقل کیاہے ۔کہ اس نے فرمایاکہ میں اس میں کچھ نہیں جانتا۔کیونکہ اگراس میں دعامشروع ہوتی توضرورنقل ہوجاتی ۔ (شرح الکبیرمع المغنی : ۲۴۸/۲)

(۱۶)امام ابواسحاق برہان الدین ابراہیم محمدؒلکھتے ہیں

ظاھرہ انہ لایشرع بعدھا دعاء نص علیہ واختارہ الخرقی وابن عقیل		کہ ظاہریہ کہ چوتھے تکبیرکے بعددعامشروع نہیں ۔اس پرتصریح کی

وغيرهم : (المبدع شرح المقنع : ۳۵۴/۲)		ہے۔اوراس کوخرقی اورابن عقیل وغیرہ نے پسندکیاہے۔ (المبدع شرح المقنع : ۳۵۴/۲)

(۱۷)حاشیہ المختصرالقدوری میں لکھاہے ۔

عن ابی بکرابن حامدان الدعاء بعدالصلوٰۃ الجنازۃ مکروہ کذا فی القنیۃ : (مختصرالقدوری : (۳۵)		کہ ابوبکربن حامدؒفرماتے ہیں کہ نمازجنازہ کے بعددعاکرنامکروہ ہے جیساکہ قنیہ میں ہے ۔ (مختصرالقدوری : ۳۵)

(۱۸)شیخ عبدالحئی لکھنوی الحنفیؒ سوال وجواب کے اندازمیں صاف لکھتے ہیں

أیُّ صلوۃٍ یکرہ الدعاء بعدھاأقول ھی صلوٰۃ الجنازۃ : (نفع المفتی والسائل : ۱۴۱)		کہ وہ کونسی نمازہے جس کے بعددعامانگنامکروہ ہے؟ میں کہتاہوں کہ وہ نمازجنازہ ہے۔ (نفع المفتی والسائل : ۱۴۱)

قارئین کرام !

آپ نے پڑھاکہ فقہ حنفی کی مستند۱۸کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت ہواکہ نمازجنازہ کے بعددعاجائزنہیں کیونکہ جنازہ خوددعاہے تودعاکےبعدکیادعاہوگی۔

(ایک مشہورمغالطہ اوراس کے چندجوابات)

مبتدعین حضرات اپنے عوام کومغالطہ میں ڈالنے کے لئے کہتے ہیں کہ بھائی فقہ میں تولایقوم بالدعاء لکھاگیاہے ۔جس کامطلب یہ ہے کہ کھڑے ہوکردعانہ کرو۔ہم توبیٹھ کردعاکرتے ہیں ۔

اس اعتراض کے کئی جوابات ہوسکتے ہیں ۔درج ذیل ملاحظہ فرمالیجئے!

جواب اولؔ یہ ہے کہ صرف لایقوم نہیں بلکہ لایقوم بالدعاء ہے۔جس کامعنی یہ ہے ۔کہ دعاقائم نہ کرے یہ مغالطہ ان کوہوتاہے جوکہ لغت کی کتابوں سے ناآشنااورجاہل ہو۔اس لئے کہ لغت کی کتابوں میں (قَامَ بِأَمرٍ کذاً)کامعنی دیکھیں بات بلکل صاف ہوجائیگی۔یعنی اس کامعنی یہ ہوتاہے کہ فلاں نے فلاں کام کیا۔

جواب دومؔ یہ ہے کہ بحرالرائق : ۲/ ۱۸۳،میں توصاف لکھاہےلایدعوابعدالتسلیم کہ سلام کے بعددعانہ کرے ۔وہاں توقیام وغیرہ کاذکرہی نہیں ۔اب بدعتی حضرات اس کااوراسی طرح اورحوالوں کاجواب کیا دیں گے؟ اوپروالاحوالوں میں بحرکاحوالہ : ۸،۹،میں موجودہے۔

جواب سومؔ یہ ہے کہ کیااگرکوئی شخص کسی سے کہے کہ میرے دروازے کے سامنے مت کھڑے ہو۔کیااس کایہ معنی ومفہوم ہوگا؟ کہ آپ میرے دروازے کے سامنے کھڑامت ہومگربیٹھنے کی اجازت ہوگی ؟ہرگزنہیں !

جواب چہارمؔ یہ ہے کہ مبتدعین سے میں پوچھتاہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبﷺسے فرمایا

لَاتَقُمْ عَلٰیٓ قَبْرِہٖ : (التوبۃ : ۸۴)		کہ آپ اس(منافق)کی قبرپر(دعاکے لئے) نہ کھڑے ہوں ۔ (سورئہ توبہ : ۸۴)

یعنی کہ آپ منافق کے لئے اس کی قبرپردعانہ کریں ۔کیااللہ تعالیٰ نے آپﷺ کوصرف کھڑے ہوکرمنافقین کی حق میں دعامانگنے سے منع فرمایاتھا؟ بیٹھ کریالیٹ کردعامانگنے کی اجازت تھی؟ نہیں ہرگزنہیں ! فماکان جوابکم فھوجوابنا ایاکم)

جواب پنجمؔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کومسجدضرارسے ان الفاظ کے ساتھ منع فرمایا

لَاتَقُم ْفِیہِ أبَدًا : (التوبۃ : ۱۰۸)		کہ آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ (التوبۃ : ۱۰۸)

اب مذکورہ ایت کریمہ کا مبتدعین کیامعنی کریں گے ؟ کیاآپﷺکومسجدضرارمیں صرف کھڑے ہونے سے منع کیاگیاتھابیٹھنے لیٹنے یا آرام کرنے کی اجازت تھی یامطلق وہاں جانے سے روکاگیاتھا؟ فیاللعجب!

جواب ششمؔ یہ ہے کہ مختصرالقدوری کے حاشیہ اوربحرالرائق وغیرہ کے مطلق عبارات توچونکہ گزرچکی ہیں اب ایک اورعبارت لیجئے

دربعض کتب نوشتہ کہ بعدازنمازجنازہ نشستہ یاایستادہ دعاخواندن مکروہ است۔ (وجیزالصراط : ۲۴)		کہ بعض کتابوں میں لکھاہے کہ نمازجنازہ کے بعدبیٹھ کریاکھڑے ہوکردعامانگنامکروہ ہے ۔ (وجیزالصراط : ۲۴)

(۱۹)امام ابوبکربن حامدؒ فرماتے ہیں

ان الدعاء بعدالصلوٰۃالجنازۃ مکروہ : (فوائدبھیه : ۱۵۲/۱)		کہ نمازجنازہ کے بعددعامانگنامکروہ ہے۔(فوائدبہیئہ : ۱/۱۵۲)

حضرات گرامی!

اب توان عبارات سے روزروشن کی طرح واضح ہواکہ نمازجنازہ کے بعدمطلقاًاجتماعی دعامکروہ اوربدعت ہے ۔اس لئے کہ نمازجنازہ حقیقت میں

باب نہم

نمازنہیں ہے بلکہ دعاہی ہے ۔جیساکہ فقہ حنفی کی مشہورکتابوں میں اسکی تصریح موجودہے ۔ملاحظہ فرمالیجئے !

(۲۰)امام سرخسی اورامام ابن ہمام رحمہم اللہ تحریرفرماتے ہیں

ولان هذ ليست بصلوٰة على الحقيقة انما هى دعاء واستغفار للميت الاترى انه ليس فيها اركان الصلوة من الركوع والسجود : المبسوط۶۴/۲،وايضاًفتح القدير : ۶۷/۲)		اس لئے کہ یہ حقیقت میں نمازہی نہیں ہے۔بلکہ یہ مردہ کے لئے دعااوراستغفارہے۔کیاآپ دیکھتے نہیں کہ اس میں نمازکے ارکان یعنی رکوع اورسجدہ نہیں ۔(یعنی یہ درحقیقت دعاہی ہے) (المبسوط : ۶۴/۲،فتح القدير : ۶۷/۲)

(فرق مخالف کاایک اوراعتراض اوراس کاجواب)

بدعت پسندمولوی مشکوۃ شریف اورابوداؤدشریف کی ایک روایت سے غلط استدلال کرتے ہیں ۔کہ بھائی جنازہ کے بعددعاتوحدیث شریف میں آئی ہے ۔اوروہ روایت یہ ہے کہ

عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء. (مشكوٰة.ابوداود)		حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپﷺنے فرمایاکہ جس وقت تم پڑھونمازمیت پرپس خالص کرواس کے لئے دعا۔ (مشکوٰۃ ،ابودائود)

اب بدعتیوں کایہ کہناہے کہ اس روایت سے نمازجنازہ کے بعددعامرادہے۔

الجواب اس حدیث مبارکہ میں جنازہ کے اندردعامرادہے۔نہ کہ جنازہ کے بعدوالی دعاجوکہ بالاتفاق بدعت اورناجائزہے۔

(۱)مشہورفقیہ اورمحدث ملاعلی قاری حنفیؒ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں

قال ابن حجر الدعاء للميت بخصوصه بعد التكبيرة الثالثة ركن. (مرقات : ۱۶۱/۴)		علامہ ابن حجرنے فرمایاہے کہ میت کے لئے خصوصی طورپردعاتیسری تکبیرکے بعدرکن ہے۔ (مرقات : ۱۶۱/۴)

تیسری تکبیرکے بعدسلام سے قبل والی دعایعنی اللہم اغفرلحینا الخ مرادہے ۔

(۲)حضرت ابوسلمہؓ اورابوہریرہؓ سے منقول ہے

عن ابى هريرةؓ ان رسول الله ﷺكان		حضرت ابوہریرۃؓ سےروایت ہے کہ رسول

باب نہم

اذا صلّی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا ومیتنا.....الخ (سنن الکبریٰ : ۴۱/۴)		اللہ ﷺجب میت پرنمازپڑھاتے تھے تویہ دعاکہتے تھے اللہم اغفرلحینا....الخ . (سنن الکبریٰ : ۴۱/۴)

علاوہ ازین محدثین حضرات نے بھی اس روایت سے جنازہ کے اندروالی دعامرادلئے ہیں ۔

(۳) امام بیہقی نے باب باندھاہے

باب الدعاء فی صلوۃ الجنازۃ : (سنن الکبریٰ : ۴۰/۴)		باب ہے اس دعاء کے بیان میں جونمازکے اندرہے۔ (سنن الکبریٰ : ۴۰/۴)

امام بیہقیؒ نے اس باب کے تحت سب سے پہلے اس حدیث کونقل کیاہے (جس سے بدعتی جنازہ کے بعددعاء پراستدلال کرتے ہیں

(۴) ابن ماجہ میں بھی باب قائم کیاہے

باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوۃ علی الجنازۃ . (ابن ماجہ : ۳۲۳/۱)		باب ہے اس دعاء کے بیان میں جونمازکے اندرہے۔ (ابن ماجۃ : ۳۲۳/۱)

اب مذکورہ حدیث کامعنی محدثین حضرات زیادہ اچھاسمجھتے تھے یابدعت پرست مولوی ؟ فیصلہ آپ خوب سوچ سمجھنے کے بعدفرمالیجئے !

(۵)صاحب مجالس الابرارنے اس حدیث کے تحت لکھاہے

وقد ذکرفیہ الصلوٰۃ علی المیت مع اخلاص الدعاء لہ فیھا : (مجالس الابرار : ۳۲۳)		اوراس روایت میں مردے پرنمازجنازہ کا اور اس میں مردے کا اخلاص کے ساتھ دعاکرنے کاذکرکیاگیاہے۔ (مجالس الابرار : ۳۲۳)

(۶)چندسطورآگے تحریرفرماتے ہیں

وبعد التکبیرۃ الرابعۃ التسلیم ولیس بعدھا دعاء . (مجالس الابرار : ۳۲۴)		اورچوتھے تکبیرکے بعدسلام ہے ۔اوراس کے بعدیعنی نمازجنازہ کے بعددعانہیں ۔ (مجالس الابرار : ۳۲۴)

(۷)فتاویٰ سعدیہ میں ہے کہ

کہ آنچہ درسنن ابی دائودا ین حدیث منقول است اذا صلیتم علی المیت فاخلصوالہ الدعاء مراداین دعا است کہ قبل از تکبیر چہارم میخواندزیراکہ		کہ سنن ابودائودمیں جویہ حدیث منقول ہے اذصلیتم .....الخ اس سے مرادوہ دعاہے جوچوتھی تکبیرسے پہلے نمازکے اندرپڑھی جاتی ہے بعدازسلام

باب نہم

نہ فرمودہ است اذافرغتم۔ (فتاویٰ سعدیہ : ۱۳۰)	نہیں کیونکہ نبی ﷺنے اذافرغتم نہیں فرمایاکہ جب تم نمازسے فارغ ہو(بلکہ فرمایااذاصلیتم کہ جب تم نمازپڑھتے ہو)دعاکرو۔ (فتاویٰ سعدیہ : ۱۳۰)

حضرات آخر : میں کتنے حوالے آپ کی خدمت میں پیش کرتارہوں گااورآپ بھی تھکاوٹ محسوس فرمائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں جودعاء کاذکرہے یہ نمازجنازہ کے اندوالی دعاء ہی مرادہے ۔ جنازہ کے بعددعاقطعاًمرادنہیں ۔اس لئے کہ اکثرمحدثین ؒاورشراح حدیث نے اس روایت سے نمازجنازہ کے اندروالی دعالی ہیں اوربعض روایات میں اس کی تصریح بھی آئی ہے۔

(مبتدعین کاایک اوراشکال اوراس کاجواب)

بریلوی اوربدعتی علماء کبھی مذکورہ حدیث سے نمازجنازہ کے بعدعاپراس طرح استدلال کرتے ہیں کہا(اذاصلیتم علی المیت فاخلصواله الدعاء) فآ سے معلوم ہوتاہے کہ نمازکے فوراً بعددعاکی جائے

اورجو لوگ اس سے نمازکے ا ندر کی دعامرادلیتے ہیں ۔وہ فاکے معنی سے غافل ہیں ------ ---

الجواب : اس کے چندجوابات ملاحظہ فرمالیجئے!

جواب اولؔیہ ہے کہ ہم جناب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم نے جوحوالے دیے مثلاًسنن الکبریٰ اورمجالس الابرر،ابن ماجہ اورفتاویٰ سعدیہ کیایہ مذکورہ حضرات فاء کے معنی کونہیں سمجھتے تھے ؟ اوربقول شمایہ حضرات فآکے معنی سے جاہل یاغافل تھے؟تفاًعلیکم بئسماتحکمون۔

؎ بے ادب محروم گشت ازفضل رب۔

جواب دومؔ یہ ہے کہ جناب لیجئے آہﷺکے فرمان کی تشریح خودایک دوسری حدیث میں آئی ۔

آپﷺنے فرمایا قال فی الصلوٰۃعلی المیت اخلصوہ بالدعاء (المدونۃ الکبریٰ : ۱۷۴/۱)

اب اس روایت میں فآ کالفظ ہی نہیں ہے ۔اوراس میں اخلاص فی الدعاء نمازکے اندرمطلوب ہے ۔

جواب سومؔ یہ ہے کہ اگرروایت کایہی معنی ہے ۔جوبدعت پسندمولوی نے مرادلیاہے ۔توپھرفقہائے احناف اورمحدثین عظام کیسے ایک سنت امراورمستحب امرکوخلاف سنت اورمکروہ کہتے ہیں ۔کیافقہائے کرامؒایسی گستاخی کاارتکاب

کرسکتے ہیں ؟
جواب چہارم یہ ہے کہ اگراس روایت کے فاسے تم یہ معنی مرادلیتے ہو۔کہ نمازکے فورًابعددعاکرو۔توقرآن وحدیث کے اسی طرح چندنمونے پیش کرتاہوں ۔کہ اس کے بارے میں آپ کاکیاخیال ہے ؟
(۱) اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فاسْتَمِعُوْالَہٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ : (الاعراف : ۲۰۴)		اورجب قرآن پڑھاجایاکرے تواس کی طرف کان لگادیاکرواورخاموش رہاکروأمیدہے کہ تم پررحمت ہو۔ (سورئہ اعرافؔ۲۰۴)

اس ایت میں چونکہ اذابھی ہے ماضی کاصیغہ بھی اورفابھی امربھی سب کچھ اس روایت کے مطابق توکیابدعتی حضرات اس کایہ معنی لیں گے ۔کہ جب جب قرآن کی تلاوت ختم ہوجائے توفورًاتلاوت کے اختتام پرخاموش ہوجایاکرو؟ جس طرح نمازجنازہ کے فورًابعددعاکامعنی ٰلیتے ہیں ! اگرمعنی ایساہوجوتم لیتے ہو۔توپھرتومقصدیہ ہواکہ تلاوت قرآن کے وقت شورمچائوخیرہے کوئی بات نہیں لیکن تلاوت کے بعدخاموشی اختیارکرلیاکرو۔
(۲)اللہ تعالیٰ کاایک اورجگہ ارشادہے فرماتے ہیں

فَاِذَاقَرَئْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْبِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : (النحل : ۹۸)		پس جب جب توقرآن کریم پڑھے ،توپناہ مانگ اللہ تعالی کے ساتھ شیطان مردودسے ۔ (سورئہ نحل : ۹۸)

مطلب یہ ہے کہ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کریں توسب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مردودسے پناہ طلب کریں یعنی اعوذباللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیاکریں تاکہ شیطان اس کی تعلیم وتعلم اورتلاوت میں رکاوٹ اورخلل نہ ڈال سکیں ! کیااب بھی اہل بدعت اپنے خودساختہ ضابطہ اورکم فہمی کی وجہ سے یہ معنی لیں گے ؟کہ تلاوت ختم کرنے کے بعداعوذباللہ پڑھ لیاکرو۔اس کی مثالیں احادیث میں بھی مل جاتی ہیں ۔
(۳) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے ۔اس میں یہ الفاظ ہیں

قَال اٰخرماعہِدالِیَّ رسولُ اللہ ﷺ اذا أَمَّمْتَ قومًافَأَخِفَّ بہِم الصلوٰۃ : رواہ مسلم : (مشکوٰۃ : ۱۰۳/۱)		وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺنے مجھے جوآخری وصیت کی تھی وہ یہ تھی کہ’’جب تم لوگوں کی امامت کروتوانھیں ہلکی نمازپڑھاو۔ ‘‘مسلم ۔ (مشکوٰۃ : ۱/۱۰۳)

باب نہم

(۴)حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اس میں بھی فاکاکلمہ آیاہے

قال رسول اللہﷺاذاصلّی أحدُکم للناس فَلْیُخَفِّفْ فان فیہم السقیم و الضعیف والکبیرواذاصلّی أحدُکم لنفسہ فَلْیُطَوِّلْ ماشاء متفق علیہ : (مشکوٰۃ : ۱۰۳/۱)		کہ نبی کریمﷺنے فرمایاجب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کونمازپڑھائے تواسے چاہئے کہ نمازہلکی کرے کیونکہ مقتدیوں میں بیمارکمزوراوربوڑھے بھی ہوتے ہیں (اوران کی رعایت ضروری ہے)اورجب تم میں سے کوئی شخص تنہااپنی نمازپڑھے تواسے اختیارہے کہ جس قدرچاہے نمازکوطویل کرے۔ مشکوٰۃ : ۱۰۳/۱)

اب اس کامعنی بدعتی حضرات کیاکریں گے ؟یہاں بھی فاء کے الفاظ آئے ہیں اوریقیناًاس کاوہ مفہوم نہیں ہے جوکہ بدعتی حضرات لیتے تھے ۔یہ عربی لغت سے نابلد حضرات کوفاء کے استعمال کاکیاپتہ ہے ۔کہ یہاں فاکاکیامعنی ہے وہاں کیامعنی ؟ یہ اہل بطن کاکام نہیں !

حضرات گرامی!

مزیدمثالیں قرآن وحدیث سے اب آپ خودبھی ان شاء اللہ العزیزنکال سکیں گے! لکھنے کی ضرورت ہی نہیں ۔

خلاصہ کلام کایہ ہواکہ اگرشریعت اسلامیہ محمدیہﷺ میں نمازجنازہ کے بعداجتماعی دعاہوتی!توکم ازکم ایک صحابی تونقل فرماتے یاکوئی صحابیؓ یاکوئی امام مجتہد(مجتہدین کرام نہیں)خودجنازہ پڑھنے اورپڑھانے کے بعدکہیں ضرورکرتے ۔مگرکہیں ثبوت نہیں ۔نہ قرآن وحدیث میں اورنہ ہی فقہ میں ۔اورنہ علمائے دیوبندکی کتابوں اس کاکوئی ثبوت ہے ۔البتہ آپ حضرات کے بعض مولوی کرتے ہیں لہذاہم فیصلہ آپ ہی پرچھوڑدیتے ہیں ۔کہ آپ کس کی اتباع کریں گے!

(نمازجنازہ کے بعددعاعلمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)فخرعلماء دیوبندحضرت علامہ اشرف علی تھانویؒ اورمولاناظفراحمدعثمانی لکھتے ہیں

کہ اصل یہ ہے کہ نمازجنازہ کامقصدہی دعاہے ۔تودعاکے بعددعاکاکوئی معنی نہیں اورفرض نمازوں پرقیاس بھی صحیح نہیں۔اورایساکرناصحابہ کرامؓ اورخلفائے راشدینؓ وغیرہ سے ثابت نہیں ۔پس نمازجنازہ کے بعددعاکرنابدعت ہے۔امدادالاحکام : ۱۹۴/۱)۔(نوٹ)یہ عربی عبارت کاترجمہ تھا)

باب نہم

(۲) حضرت مولاناخلیل احمدسہارنپوری دیوبندیؒ اورشیخ الحدیث حضرت مولانامحمدزکریاؒ یوں لکھتے ہیں

کہ”یہ (جنازہ کے بعددعا)کراہت سے خالی نہیں ۔کیونکہ اکثرفقہاء امرمسنون پرزیادہ ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں اورکلمہ لاباس (جوکہ بحرمیں ہے)اکثرکراہت تنزیہی میں مستعمل ہوتاہے ...... ۔ جواب صحیح یہی ہے کہ دعابعدصلوٰۃ الجنازہ خصوصاًوہ دعاجومتعارف بلادہے ۔قطعاًبدعت اورناجائزہے۔ بالمفہوم)فتاویٰ خلیلیہ : ۱۲۵۱/تا۱۲۸)

(۳) مفتی اعظم ہندعلامہ مفتی محمدکفایت اللہ صاحبؒ یوں لکھتے ہیں

نمازجنازہ کے متصل بعدہاتھ اٹھاکردعامانگنے کاشریعت میں کوئی شرعی ثبوت نہیں ۔اورنمازجنازہ خودہی دعاہے ۔ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیرہاتھ اٹھائے دعائے مغفرت کرتے ہیں تویہ جائزہے اجتماعی دعاہاتھ اٹھاکرکرنابدعت ہے۔کفایت المفتی : ۴/۸۵)

(۴)مفتی عزیزالرحمن صاحب الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ”جنازہ کے بعداورکوئی دعامشروع نہیں ہے بس یہ فعل بعدنمازجنازہ کے نہ کرناچاہئے ۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۵/۲۸۶)

(۵)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ (مصنف معارف القرآن) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ عالم صاحب کوبعدنمازجنازہ اس فرمان(کہ سورئہ اخلاص الحمدپڑھ کرمیت کیلئے دعاکرو)کی کچھ ضرورت نہیں ہے اورصحابہؓ وتابعینؒ وائمہ دینؒ کے تعامل سے ثابت نہیں نمازجنازہ کافی ہے ۔لقدکان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ (فتاویٰ دیوبند : ۱/۱۰۰)

(۶)مفتی اعظم صاحب ایک اورجگہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں

کہ”صلوٰۃ جنازہ کے بعدقرآن پاک پڑھنایادعاکرنااوراس کاثواب میت کونہیں پہنچتا۔کیونکہ دعابعدالجنازہ امت کے مشفق پیغمبرﷺ اورخلفائے راشدینؓ سے اوراس کے بعدکسی صحابیؓ رسول سے اورتابعینؒ میں سے کسی سے ثابت نہیں ۔اگردعابعدنمازجنازہ بہترہوتی توضروریہ حضرات کیاکرتے ۔تواس سے ہم نے یہ بات معلوم کی کہ دعابعدالجنازہ جائزنہیں بلکہ انہابدعۃ ضلالۃ ولیس بعمل صالح (کہ یہ کوئی نیک عمل نہیں بلکہ بدعت اورگمراہی ہے) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲/۱۱۲)

باب نہم

(۷)حکیم الامت حضرت مولاناسیداشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’جنازہ کے بعدہاتھ اٹھاکردعامانگنایہ سب رواج اوررسم ہے۔مجالس الحکمۃ : ۲۱۸)
(۸)حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ’’نمازجنازہ کے بعدجمع ہوکردعامانگنابدعت ہے ۔کتب حنفیہ میں بھی اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ (خیرالفیاوئٰ : ۱/ ۵۸۸)
(۹)یہی خیرالفتاوئٰ میں دعابعدالجنازہ کے تقریباً۱۸برائے نام دلائل کاتفصیلی جوابات دیتے ہوئے خیرالفتاوئٰ : ۳/ ۳۲۸ سے لیکر ۳۴۹ءتک آخرمیں فیصلہ کے طورپر۳۴۸ءپریوں لکھتے ہیں
کہ’’مذاہب اربعہ کی کتب اس دعاسے خالی ہی نہیں بلکہ اس دعاکی ممانعت اوراس کی کراہت کے بارے میں تصریحات ہیں ۔توکیایہ ایک مسلمان کے لئے کافی نہیں ۔وللہ کافی ہے ۔پس سب اہل اسلام پرلازم ہے کہ اس طریقہ سنت کواپنائیں اوراسی کواپنامعمول بنائیں اوراس کے مقابلے میں جوسلام پھرنے کے بعددعامانگنے کی بدعت رواج پکڑگئی ہے ۔اسے مٹانے کی کوشش کریں ۔خیرالفتاوئٰ : ۳/ ۳۴۸)اوراسی کتاب میں امام فضلی کے لاباس کاتفصیلی جواب بھی ذکرہے ۔ خیرالفتاوئٰ : ۳/ ۳۴۹)
(۱۰)شہیدملت اسلامیہ علامہ محمدیوسف لدھیانویؒ یوں لکھتے ہیں
کہ’’جنازہ خوددعاہے ۔اس کے بعددعاکرناسنت سے ثابت نہیں ۔اس لئے اس کوسنت سمجھنایاسنت کی طرح اس کاالتزام کرناصحیح نہیں آگے لکھتے ہیں کہ’’جنازہ کے بعدہاتھ اٹھاکردعاکرنابدعت ہے۔(آپ کے مسائل : ۳/ ۱۶۵)
(۱۱)مرشدالمجاہدین خاتمۃ المحققین مفتی اعظم فقیہ العصرمفتی رشیداحمدصا حب لدھیانوی دیوبندیؒ کافتوئٰ بطورِفیصلہ نقل کیاجاتاہے موصوف لکھتے ہیں
کہ’’نمازجنازہ کے بعددعامانگناچونکہ حضورﷺ اورصحابہؓ وتابعینؒ سے ثابت نہیں ۔اس لئے فقہاء اسے ناجائزاورمکروہ فرماتے ہیں ۔احسن الفتاوئٰ : ۱/ ۳۳۶)
حضرات گرامی!
ایک منصف مزاج مسلمان کے لئے اتنے ہی حوالے کافی ہیں کہ جب یہ دعانہ آپﷺاورنہ صحابہ کرامؓ اورتابعینؒ اورنہ اتباع تابعینؒ اورائمہ مذہبؒ اورنہ فقہاء کرامؒ اورنہ محدثین عظامؒ میں سے کسی نے کی بلکہ ان تمام حضرات نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ توکیاان حضرات کے مقابلے میں ہمارے زمانے کے حمقاء اورجہلاء کی کوئی حیثیت ہے؟ہرگزنہیں ہرگزنہیں!
ان کامحبوب مشغلہ تعویذفروشی ہے

باب نہم

یہ ہروقت کھانے پینے کی فکرمیں لگے
رہتے ہیں
یہ علم وعمل دونوں سے عاری وخالی ہیں
مولاناروم ؒ نے انہیں کے بارے میں فرمایا
نوردل ازسینہ سینامجو
روشنی ازچشمِ نابینامجو
صدری ٰوقاضی مبارک وچغمنی
عمردرتحصیل ایں ضائع کنی
چندخوانی حکمت یونانیاں
حکمتِ ایمانیانراہم بخوان
مافرستادیم ازچرخِ نہم
کیمایصلح لکم اعمالکم
ہزاروں منزلیں کرتاہے طے پانی کااِک قطرہ صدف میں تب کہیں ہوتاہے
تابندئہ گہرپیدا

(زیارت قبورکابیان)

(نوٹ) پوری تفصیل پڑھنے کے بغیراصل مقصدصحیح سمجھ میں نہیں آئیگا۔)
اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مخلوق میں سے مومنوں اورموحدوں اورمتقین اولیاء کرام اوربزرگان دین کے ساتھ محبت اورتعلق جس طرح کہ زندگی میں الحب فی اللہ کی وجہ سے مندوب اورمحبوب اورپسندیدہ عمل ہے ۔اسی طرح موت کے بعدبھی ان کے لئے دعائے مغفرت مانگنامشروع طریقے سے ان کے لئے ایصال ثواب کرنااوران کے رفع درجات کیلئے اللہ تعالیٰ سے الحاح اورزاری کرناایک پسندیدہ اوربہترین عمل ہے ۔اسی طرح اگرکسی مومن موحداوربزرگ کی قبرقریب ہوتواس پرحاضرہوکرمسنون طریقہ پران کے لئے دعاکرنااورسلام کہنابھی جائزہے۔مگرکسی دوردرازکے علاقے میں واقع کسی بزرگ اورولی کی قبرکی طرف سفرکرناچونکہ جائزنہیں ۔سوائے مدینہ منورہ کے ۔لہٰذااس سے پرہیزکریں ۔مذکورہ بالامدعیٰ پران شاء اللہ العزیزاختصارکے ساتھ دلائل نقل کرتے ہیں !
(۱) حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا

کنتُ نہیتکم عن زیارۃ القبور اَلَا فزوروھا : (مسلم : ۳۱۴/۱، نسائی : ۲۳۱/۱) (مشکوٰۃ : ۱۵۴/۱)		کہ میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیاکرتاتھا۔پس ان کی زیارت کیاکرو۔ (مسلم : ۳۱۴/۱،نسائی : ۲۳۱/۱) (مشکوٰۃ :

باب نہم

		(۱/۱۵۴)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپﷺنے اپنی والدہ کی قبرکی زیارت کی اوربہت روئے اورہمیں بھی اردگردوالے حضرات کورلایا......الخ مسلم : ۱/۳۱۴،نسائی : ۱/۲۳۲،مشکوٰۃ : ۱/۱۷۸)

بہرحال ان روایتوں اوراسی طرح بے شمارروایتوں سے زیارت قبورکاجوازاوراستحباب ثابت ہوتاہے ۔البتہ یہ بات محل نظرہے۔کہ کیایہ جوازمردعورت دونوں کے لئے ہے۔یاصرف مردوں کیلئے ۔صحیح قول کے مطابق جوازصرف مردوں کے لئے ہے ۔نہ عورتوں کے لئے اس کوآگے تفصیل سے بیان کریں گے۔ان شاء اللہ العزیز

(زیارتِ قبورکے تین قسمیں ہیں)

علماء امت نے زیارت کے تین قسمیں بیان فرمائی ہیں ۔جس کے معلوم کرنے سے مقصدکے معلوم کرنے میں آسانی ہوتی ہے ۔ امام احمدبن یحیٰ النجمیؒ نے یوں لکھاہے ۔جس کااردوترجمہ مختصراًعرض کیاجاتاہے ۔

(قسم اولؔ زیارتِ شرعیہ ہے)

یہ وہ زیارت ہے جس کامقصدآخرت کی یاداوراہل قبورپرسلام (دعاء کی نیت سے)ہواوران کے لئے دعااوراستغفارہو

(۲)رسول اللہﷺ کاارشادہے

کنتُ نہیتکم عن زیارۃ القبورفزوروھا فانہا تذکرالاٰخرۃ . (مسلم : ۱/۳۱۴)		کہ ’’میں نے (پہلے)تمھیں قبروں پرجانے سے منع کیاتھا(مگراب)تم قبروں پرجایاکرواس لئے کہ یہ تمہیں آخرت کی یاددلاتی ہے ۔(مسلم : ۱/۳۱۴)

(۳)حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ آپﷺہمیں زیارت قبورمیں جانے سے پہلے تعلیم دیاکرتے تھے ۔اکہ تم وہاں جاکریہ کہاکرو

السلام علیکم أھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون نسأل اللہ لناولکم العافیۃ : رواہ مسلم: (مشکوٰۃباب زیارۃ القبور : ۱/۵۶)		کہ سلامتی ہوتم پراے مومنوں اورمسلموں کے گھروالوں ۔یقیناًہم بھی اگراللہ تعالیٰ چاہے توتم سے ضرورملیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اورتمہارے لیے عافیت (یعنی مکروہات سے نجات) مانگتے ہیں۔ : رواہ مسلم : مشکوٰۃباب زیارۃ القبور : ۱/۵۶)

باب نهم

اب یہ زیارت شرعی ہے ۔مذکورہ دونوں روایات میں اسی کاذکرہے۔اوریہ بھی شرط ہے کہ زیارت قریب ہوااتنادورنہ ہوجہاں باقاعدہ رخت سفرکاانتظام کرناپڑتاہو۔اورنیت صرف یادآخرت کہ ہو۔نہ کہ دعاوغیرہ کیونکہ دعاہرجگہ سے کی جاتی ہے اورپہنچتی بھی ہے۔

قسم دوم زیارتِ بدعیہ ہے)

یہ وہ زیارت ہے جواس نیت سے کی جائے کہ وہاں جاکرنوافل پڑھے اوروہاں اللہ تعالی سے دعامانگے اورمقبرہ کوبرکت کی جگہ سمجھتاہواوریہ خیال ہوکہ یہاں عبادت اوردعازیادہ اچھی قبول ہوتی ہے ۔ بشرطیکہ مردے کونہ پکارے اورمردوں سے التجاوزاری نہ کرے ۔زیارت بدعی کامعنی یہ ہے کہ بدعت ہے ۔

(قسمِ سوم زیارتِ شرکیہ ہے)

یہ وہ زیارت ہے کہ جس میں مُردے کوپکاراجائے اوراسی سے حاجات مانگی جائے ۔

پس زّیارت شرعیہ کاحکم یہ ہے کہ اس کاکرنے والاثواب کامستحق ہوتاہے ۔زیاّرت بدعیہ کاحکم یہ ہے کہ اس کے کرنے والافاسق اورگناہگارہوتاہے مگردائرہ اسلام سے خارج نہیں ہاں یہ مفضی الی الشرک ضرورہے ۔زیارتؔ شرکیہ کاحکم یہ ہے کہ اس کے کرنے والامشرک اوردائرہ اسلام سے خارج ہوتاہے ۔مذکورہ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

(۱)اوضح الاشارہ : ۲۹/تا۳۱(۲)مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۴/۳۲۷(۳)مسائل مہمہ : ۳۳/تا۳۴)

حضرات گرامی!اگرانصاف سے دیکھاجائے ۔توصوبہ سرحدکے اکثرعلاقوں میں زیاّرت قبوراس نیت سے کی جاتی ہے۔کہ وہا ں جاکردعاکریں گے نمازنوافل پڑھیں گے ۔اس لئے کہ وہ برکت کی جگہ ہے ۔اوروہاں دعاصحیح قبول ہوجاتی ہے ۔اوریہی زیارت بدعیہ ہے۔جوکہ ممنوع ہے ۔اوراکثرتوقبروالےکوپکارتے ہیں اوران سے جاکرحاجات طلب کرتے ہیں ۔جوکہ شرک صریح ہے۔

فقہاء عظامؒ نے لکھاہے کہ قبرستان جانے سے پہلے گھرمیں نوافل پڑھے نہ کہ قبرستان میں بلکہ اکثرلوگ اس لئے جاتے ہیں کہ وہانجاکرنفل اداکریں گے۔ملاحظہ فرمالیجیے!

(۴)فتاوی عالمگیری میں ہے

واذا اراد زیارۃ القبور یستحب لہ ان یصلی فی بیتہ رکعتین : (عالمگیریہ : ۳۵۰/۵)		کہ جب زیارت قبورکاارادہ ہوتومستحب ہے ۔کہ دورکعت گھرمیں پڑھے ۔ (عالمگیری : ۳۵۰/۵)

باب نہم

(۵)علامہ ابن قیمؒ زیارت قبورکامقصدبیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کان ﷺ اذا زار قبور اصحابه یزورها لِدعاءٍ لهم ..... والاستغفار لهم وهذه هی الزیارة التی سنها لامته وشرعها لهم : (زادالمعاد ۱/۵۲۶)		کہ جب آپﷺاپنے صحابہ کرامؓ کی زیارت فرماتے توزیارت فرماتے ان کودعاکے لئے اورانہی کواستغفار کے لئے یعنی ان کواللہ سے دعااوراستغفارمانگتے)اور یہی وہ زیارت ہے۔جوکہ انہوں نے امت کے لئے سنت اورجائزقراردیاہے۔ (زادالمعاد۱/۵۲۶)

پھرآگے لکھتے ہیں کہ''مگرمشرکین نے آپﷺکے طریقے کے خلاف مُردوں سے مانگنااوران کوپکارناشروع کیا۔

(۶)شیخ الاسلام فرماتے ہیں ۔کہ انکے ذریعے سے جاہ سے حق سے مانگنے لگے جوکہ ناجائزہے۔مجموعۃ الفتاویٰ : ج ۲۴ ص ۳۲۹۔

زیارت قبورکااصل مقصدمُردے کے حق میں دعااوراستغفارہے۔کیونکہ وہ محتاج ہے ۔نہ اس کوپکارناجائزہے اورنہ اس سے مانگنابلکہ اس کے ذریعے سے ان کے حق سے مانگنایہ بھی کہیں منقول نہیں ۔

(۷)رسول اللہ ﷺنے زیارت قبورکامقصدواشگاف الفاظ سے ذکرفرمایا

فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الاخرة . (مشکوٰة : ۱/۱۵۴)		کہ پس ان کی زیارت کیاکروکیونکہ وہ تمہیں دنیاسے بے رغبتی دلاتی ہے اورآخرت کویاددلاتی ہے ۔ مشکوة : ۱/۱۵۴)

(۸)علامہ ابن حجراحادیث کی روشنی میں زیارت قبورکامقصدبیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا

فزوروها وزاد ابوداود والنسائی من حدیث انس انها تذکر الاخر وللحاکم من حدیثه فیه وترق القلوب وتدمع العین فلاتقولوا هجراً ای کلاماً فاحشاً وله من حدیث ابن مسعود فانها تزهد فی الدنیا :		پس زیارت قبورکیاکرو۔اورابودائوداورنسائی نے حضرت انسؓ کے حوالہ سے فرمایاکہ اس لئے کہ زیارت قبورآخرت یاددلاتی ہے۔ اورحاکم نے بھی انہی کے کے حوالے سے فرمایاہے کہ دلوں کونرم کرتی ہے۔اورآنکھ رلاتی ہے پس (وہاں جاکر)بری بات فاحش کلام نہ کیاکرواورنہی نے (فتح الباری : ۳/۱۱۵) ابن مسعودؓکے حوالے سے فرمایاہے کہ اس لئے کہ زیارت

		قبوردنیاسے بے رغبت کرتی ہے۔ (فتح الباری : ۳/۱۱۵)

مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ جملے زیارت قبورکامقصدبیان کرتے ہیں ۔آپ ایک بار پھرمذکورہ عبارت کودھیان سے پڑھ لیجئے!

(۹)علامہ نقیب احمدصاحب زیارت قبورکامقصدیوں بیان فرماتے ہیں

اعلم ان المقصد من زیارت القبور انما هو الاعتباربحالهم والدعاء لهمو الاستغفار فی حقهم والسلام علیهم وتذکر الاخرة بحالهم والتزهید عن الدنیا وترقیق القلب بزیارة قبورهم ولیس الغرض منها الا ذالك وذالك لان الاحادیث المذکورة واقوال الائمة کمادلت علی مشروعیة زیارت القبور کذالك دلت علی فائدتها. (عقدالاٰلی والدرر : ۱۳۲)		کہ سمجھ لوکہ زیارت قبورکامقصدصرف یہ ہے کہ ان کے حال سے عبرت لی جائے ۔اوران کے لئے دعامانگی جائے ۔اوران کے حق میں اللہ تعالی سے معافی مانگی جائے ۔(کہ یااللہ ان کی مغفرت فرما)اوران پر(دعاکی نیت سے)سلام کیاجائے ۔اورن کے حال سے آخرت یادکریں ۔دنیاسے بے رغبتی پیداکرے اوردل نرم ہوجائے ۔سوائے اس کے زیارت قبورسے کوئی مقصدنہیں اوریہ اس لئے کہ احادیث مذکورہ اورائمہ کے اقوال جس طرح کے اس کے جوازپردلالت کرتے ہیں اسی طرح اسکے فائدہ پربھی دلالت کرتے ہیں ۔ عقدالاٰلی والدرر : ۱۳۲)

حضرات !آپ نے پڑھاکہ حدیث اورائمہ کرام سب زیارت قبورکامقصدصرف یہ بیان فرماتے ہیں

کہ قبرپرجاکرصاحب قبرپرسلام کے بعدصاحب قبرکے لئے دعاکی جائے اوران کیلئے دعائے مغفرت مانگی جائے ۔اوران کے حال پرغورکرکے ان سے عبرت لی جائے۔اوریہ خیال اورتصورمیں لایاجائے کہ ہم بھی ایک دن یہاں آئیں گے۔اوردنیاسے بے رغبتی پیداہوجائے ۔تواس مقصدکے لئے قریب قبورکی زیارت مردوں کے لئے جائزہے۔یہی وجہ ہے کہ اگریہ مقصدحاصل نہ ہورہاہو اورغرض بھی یہ نہ ہوتوپھرایسی زیارت سے نبی اکرمﷺنے منع فرمایاہے ۔

(۹) کشف الغمہ میں ہے۔

قال شعرانی وکان ﷺ یقول لاتکثروا من زیارة القبور قال شیخنا لعل السر		امام شعرانیؒ نے فرمایاہے کہ آپﷺفرمایاکرتے تھے ۔کہ زیارت

باب نہم

فی ذالك زوال الاعتبار بالاموات من قلب الزائر لكثرت مشاهدته لهم ولذالك كان الحافرون للميت والحمالون له لايحصل لهم اعتبار كما هو مشاهد من منازعتهم فی امور الدنيا : (كشف الغمة : ۳۰۸/۱)		قبورزیادہ نہ کیاکرو۔ہمارے شیخ نے فرمایاکہ اس میں رازیہ ہوگاکہ زیارت کرنے والے کے دل سے قبروں کے زیادہ دیکھنے کی وجہ سے مُردوں سے عبرت لینازائل ہوجاتاہے ۔اوریہی وجہ ہے ۔کہ قبرکھودنے والوں اورمُردوں کواٹھاکرلیجانے والوں کویہ عبرت حاصل نہیں ہوتی ۔جس طرح کہ ان کے اموردنیامیں منازعت اورمباشرت سے مشاہدہ ہے۔ (کشف الغمۃ : ۳۰۸/۱)

مذکورہ بالااحادیث اورائمہ کے عبارات سے واضح ہواکہ زیارت قبورکامقصدصرف اورصرف یہ ہے ۔کہ مردے کے لئے دعااوراستغفارمانگی جائے ۔اورخوداس سے عبرت لی جائے ۔یہی وجہ ہے ۔کہ نبی اکرمﷺنے زیادہ زیارت کرنے سے منع فرمایاہے۔مگرانصاف سے فرمادیجئے !کہ کیاموجودہ زمانے میں جولوگ زیارت کرتے ہیں کیاان کامقصدیہ ہوتاہے ؟

جوکہ احادیث میں ذکرہے۔نہیں قطعاًنہیں بلکہ شادیوں کی طرح خوبصورت لباس پہن کراورسرخی پوڈراورمیک اپ وغیرہ لگاکراورگپ شپ لگاتے ہوئے اور بڑے نازاورنخروں کے ساتھ قبروں پرجاتے ہیں اورجاکروہاں ہنستے اورکھودتے ہیں پھروہاں جاکرمردے کودعااستغفارمانگنے کے بجائے ۔اُن سے یاان کے حق اورجاہ سے اپنے لئے اس عقیدہ کے ساتھ دعاء مانگتے ہیں کہ یہاں قبرستان میں دعازیادہ صحیح قبول ہوتی ہے

اب اس عقیدہ سے زیارت کرناآپ نے باحوالہ پڑھاکہ بدعت اورناجائزہے۔اوراگران کوآوازدی جائے صاحب قبرکوپکاراجائے توپھرتوشرک اورکفرہے۔جیساکہ آپ نے باحوالہ پڑھا۔

اسی طرح زیارت مشروع میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قریب ہوجہاں سفرنہ کرناپڑے ۔

(۱۰)حضرت ابوہریرۃؓ سے رویت ہے کہ آپﷺنے فرمایا

لاتشدالرحال الاالیٰ ثلاثة مساجد : مسجد الحرام و مسجدی هذا ومسجد الاقصیٰ۔ (بخاری : ۱۵۸/۱) (نسائی :		کہ سامان سفرنہ باندھاجائے مگرتین مسجدوں کے لئے مسجدحرام (مکہ معظمہ)اورمسجدنبویﷺ اورمسجداقصیٰ۔(بیت المقدس)

باب نهم

۱/۱۱۴)	(بخاری : ۱/۱۵۸،نسائی : ۱/۱۱۴)

اس حدیث سے بخوبی واضح ہوتاہے کہ بنیت ثواب ان تین جگہوں کے علاوہ کسی جگہ کی نیت کرنااوروہاں سفرکرناممنوع ہے آپﷺ کے روضہ کواورقبروں پرقیاس نہ کیاجائے ۔کیونکہ آپ ﷺکی قبرچونکہ مسجدنبویﷺکاحصہ ہے ان کے ہاں جانامسجدنبویﷺکے ہاں جاناہے لہذاآپکی قبرکی زیارت اس لحاظ سے جائزبلکہ اجروثواب ہے۔لیکن یہ پکی بات ہے کہ روضۃ النبیﷺکی زیارت مناسکِ حج میں سے نہیں ہے ۔اگرکوئی مدینہ طیبہ نہ جاسکاباقی فرائض واجبات اداکئے تواس کاحج مکمل ہوگیا۔البتہ ان تین مساجدکے علاوہ کہیں اوربنیت ثواب سفرکرناجائزنہیں ۔اس لئے کہ باقی تمام اماکن برابرہیں ۔لہٰذااس کے لئے سفرکرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

(۱۱) امام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

أقول كان أهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورنها وفيه من التحريف والفساد مالايخفىٰ فسد النبى ﷺ الفساد لئلا يلحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله والحق عندى ان القبرومحل عبادة ولي من اولياء الله والطوركل ذالك سواء فى النهى : (حجة الله البالغة : ۱/۱۹۲)	کہ میں کہتاہوں کہ اہل جاہلیت والے ارادہ کرتے تھے ان مقامات کاجن کووہ اپنے گمان میں قابل تعظیم سمجھتے تھے اوران سے تبرک لیتے تھے اوراس میں (کافی)تحریف اورفسادہے۔ جوکسی پرمخفی نہیں تونبی کریم ﷺنے اس فسادکو(اس روایت کے ذریعہ)بندفرمادیاتاکہ غیرشعائرشعائراللہ کے ساتھ گڈمڈنہ ہوجائیں۔اوراس لئے بھی کہ غیراللہ کی عبادت کاذریعہ نہ بنے ،پس حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبراوراولیاء اللہ میں سے کسی ولی کی عبادت کی جگہ اورطوروغیرہ سب کے سب اس نہی میں برابرہیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ : ۱/۱۹۲)

(۱۲)امام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ایک اورمقام میں لکھتے ہیں

کہ” جوشخص اجمیرمیں حضرت خواجہ چشتیؒ کی قبرپریاحضرت سالارمسعودغازی کی قبرپریاان کی مانندکسی اورکی قبرپراس لئے گیاکہ وہاں کوئی حاجت طلب کرے ۔تواس نے ایساگناہ کیاجوقتل اورزناسے بھی بدترہے۔(تفہیمات

الٰہیہ : ۲/۴۵)
(۱۳)حضرت بصرہؓ کااسی روایت کی وجہ سے ابوہریرہؓ کومنع کرناجبکہ حضرت ابوہریرہؓ طورسے واپس آئے۔توحضرت بصرہ بن ابی بصرہ الغفاریؓ سے ملے۔ توانہوں نے فرمایاکہ اگرمیں آپ کے جانے سے پہلے آپ سے ملاقات کرلیتاتواس حدیث کے تحت میں آپ کوہرگزوہاں نہ جانے دیتا۔نسائی : ۱ /۱۶۰)۔بحوالہ المنہاج : ۱۷۰)،اوضح الاشارہ : ۳۹) علامہ ابن حجرؒ نے بھی ایسے سفرکوحرام جاناہے۔دیکھئے ۔فتح الباری : ۳/۶۵) بہرحال اس پرکافی حوالے نقل کئے جاسکتے ہیں اس مسئلہ میں کافی اختلاف بھی ہے ۔علماء کرام نے اس پرکافی بہت کچھ لکھاہے ۔جنہوں نے جوازکاقول کیاہے ۔ان کوکافی جوابات دئے گئے ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ناجائزہے

(خواتین کیلئے زیارتِ قبورجائزنہیں ہے)

اب اس باب میں آخری مسئلہ جورہتاہے وہ یہ ہے کہ زیارت قبورصرف مردوں کے لئے ہے یاعوررتیں بھی اس میں داخل ہیں ۔کافی مطالعہ ا ورتفتیش سے معلوم ہوتاہے ۔کہ عورتوں کیلئے زیارت قبورکی اجازت نہیں ہے
(۱) نبی اکرمﷺفرماتے ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے قبروں کی زیارت کرنیوالیوں پرلعنت فرمائی ہے ۔اوران لوگوں پرجووہاں سجدے کرتے ہیں اوردیے جلاتے ہیں (مجموعۃ الفتاوٰی : ۲۴/۳۵۳)مشکوٰۃ : ۱/۱۵۴) پرابن عباسؓ سے بھی روایت منقول ہے مگروہاں زوارات کی جگہ زائرات کاصیغہ ہے۔ ابودائود،احمدنسائی ،ترمذی)		عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ لعن زوارات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج . مجموعة الفتاوىٰ : ۳۵۳/۲۴) مشكوٰة : ۱۵۴/۱) عن ابن عباسؓ ايضاً بصيغة زائرات القبور . (ابوداود،احمد،نسائی،ترمذی)

اس روایت میں خصوصی طورپرزیارت کرنے والیوں پرلعنت بھیجی گئی ہے ۔جس سے صاف طورپرمعلوم ہوتاہے۔ کہ زیارت بوڑھی عورتوں کے لئے بھی جائزنہیں ۔چہ جائیکہ جوان عورتیں بن ٹھن کرنئے لباس اورنئے کپڑے پہن کرسرخی اورپوڈرکریم لگاکرجائیں
(۲) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

باب نهم

والصحیح ان النساء لم یدخلن فی الاذن فی زیارة القبور لعدة اوجه . (مجموعة الفتاوی : ۳۴۴/۲۴)		صحیح بات یہ ہے کہ زیارت قبورکی اجازت میں عورتیں کئی وجوہ کی وجہ سے داخل نہیں۔ (مجموعۃ الفتاویٰ : ۳۴۴/۲۴)

شیخ الاسلام نے وہ وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایااول یہ کہ فَزُوْرُوْھا کاصیغہ مذکرکاہے مؤنث کانہیں
دوم اگرعورتوں کیلئے رخصت ہوتی توان کے لئے بھی زیارت مستحب ہوتی حالانکہ جمہوراس کے قائل نہیں ۔
سومؔ آپﷺنے فرمایاہے کہ جس نے جنازہ پڑھااس کے لئے ایک قیراط اجرہے،جس نے تدفین میں بھی شمولیت اختیارکی تواس کودوقیراط ہیں ۔اس میں مَنْ آیاہے جوباالاتفاق عموم کے لئے ہے۔مگراس کے باوجوداس عموم میں عورتیں داخل نہیں بلکہ ان کواتباع جنازہ سے منع کیاگیاہے۔تویہاں بطریق اولیٰ داخل نہیں ۔المختصر۔حوالہ بالا۔
(۳)شیخ الاسلامؒ ایک اورجگہ تحریرفرماتے ہیں

لعن الله زوارات القبور بعد اذنه للرجال فی الزیارة ویدل علی ذالك أنه قرنه بالمتخذین علیها المساجد والسرج وذکر هذا بصیغة التذکیر التی تتناول الرجال ولعن الزایرات جعله مختصاً بالنساء . مجموعة الفتاویٰ : ۳۵۳/۲۴)		زیارت کرنیوالیوں پرلعنت مَردوں کواجازت دینے کے بعدہے ۔اوراس پردلالت کرتاہے ۔کہ بالمتخذین علیہاالمساجدکومذکرکے صیغے کے ساتھ ذکرکیا۔جوکہ مردوں کوشامل ہے اورلعن الزائرات کوعورتوں کے ساتھ مختص کیا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ : ۳۵۳/۲۴)

(ایک شبہ اوراسکاجواب)

کہ بعض لوگ عورتوں کی زیارت پرحضرت عائشہؓ کے بھائی کی قبرپرجانے سے استدلال کرتے ہیں ۔مگریہ درست نہیں ہے ۔اس لئے کہ ترمذی وغیرہ میں اس کاجواب ذکرہے۔وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں

لوشهدتك مازرتك : (الترمذی : ۱۲۵/۱)		کہ اگرمیں تیرے تدفین کے وقت حاضرہوتی ۔ توتیری قبرکی زیارت نہ کرتی ۔ترمذی : ۱۲۵/۱)

(۴)شیخ الہندمحمودالحسن دیوبندیؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں

لوشهدتك وقت الوفات لمازرتك قبرك لان زیارة القبور للنساء ممنوعة .		کہ اگرمیں تمہاری تدفین کے وقت حاضرہوتی توتمہارے زیارت کے لئے نہ

باب نہم

(ترمذی : ۱/۲۰۴، رقم الحدیث : ۹۶۰)		آتی اس لئے کہ زیارت قبورعورتوں کے لئے ممنوع ہے۔ تقریرترمذی لشیخ الہندج ۱ ص ۳۰

(۵)قاضی ابراہیم الحنفیؒ اپنی مایہ نازتصنیف مجالس الابرارمیں عورتوں کی زیارت پربحث کرتے ہوئے کہتے ہیں

قال عامة العلماء هذافی حق الرجال واما النساء فلايحل لهن ان يخرجن الى المقابر الخ : (مجالس الابرار : ۳۳۶)		کہ عام علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ (زیارت قبور)مردوں کے حق میں ہے۔اورعورتوں کے لئے جائزنہیں کہ قبرستان جائیں ۔ (مجالس الابرار : ۳۳۶)

(۶)نصاب الاحتساب میں ایک قاضی کافتویٰ لکھاہےکہ

لاتسئل عن الجواز فی مثل هذا وانما تسئله عن مقدار مايلحقها من اللعن فانها لونوت الخروج كانت فی لعنة الله تعالیٰ وملائكته واذاخرجت لحقها الشيطين واذا أتت القبر يلعنهاروح الميت واذا رجعت تكون فی لعنة الله وملائكته حتیٰ تعود الى منزلها وقد روی فی الخبر ايما امرأة خرجت الیٰ مقبرة يلعنها ملائكة السمٰوٰت السبع والارضين السبع : مجالس الابرار : ۳۳۶) وايضاً مختصراً اصلاح الرسوم افغانی : ۸۳) وايضاً فی الكبيری : ۵۵۰) والتاترخانيه مختصراً)		قاضی سے عورتوں کے قبرستاں کی طرف نکلنے کے جوازکے بارے میں پوچھاگیاتوانہوں نے جواب میں فرمایاکہ ایسے چیزوں کے جوازکے بارے میں نہ پوچھوبلکہ یہ پوچھوکہ اس پرکتنی لعنت برستی ہے۔ اس لئے کہ وہ (عورت)جب نکلنے کی نیت کرلیتی ہے۔ تواللہ تعالیٰ اورملا ئکہ کی لعنت میں ہوجاتی ہے۔ اورجب نکل پڑتی ہے۔ توشیطان اس کے ساتھ ہولیتاہے۔ اورجب قبرکوآتی ہے۔ تومیت کی روح اس پرلعنت بھیجتی ہے۔ اورجب واپس آتی ہے۔ تواللہ اوراسکے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے۔ یہاں تک کہ گھرلوٹ آتی ہے۔ اورایک روایت میں آیاہے۔ کہ جوبھی عورت مقبرہ کی طرف نکلے توسات آسمانوں اورزمینوں کے فرشتے اس پرلعنت بھیجتے ہیں ۔ مجالس الابرار : : ۳۳۶) وایضاًمختصراً اصلاح الرسوم افغانی : ۸۳)

باب نہم

		وایضاًفی الکبیری : ۵۵۰،والتاترخانیہ مختصراً)

یعنی جوعورت آپﷺ کے منع کرنے کے باوجودقبرستان جاتی ہے۔ تواس پراللہ تعالیٰ اورتمام فرشتے اورمردے کی روح سب لعنت بھیجتی ہیں ۔مگرہماری قوم اورملک کی عورتیں اس کوکارِثواب سمجھتی ہیں ۔اللہ ان کوہدایت دے ۔آمین یارب العلمین)

(۷)قاضی ابراہیم صاحب رقمطرازہے۔

وایما امرأة دعت للمیت بخیر ولم تخرج من بیتھا یعطیھا اللہ تعالی ثواب حجة وعمرة : الخ : (مجالس الابرار۳۳۶)		جوبھی عورت (گھرکے اندر)مردے کے حق میں خیرکی دعاکرے اورگھرسے نہ نکلے تواس کو اللہ تعالی ایک حج اورایک عمرہ کاثواب دیتے ہیں ۔ (مجالس الابرار۳۳۶)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ عورت پرنکلنے کی وجہ سے لعنت برستی ہے۔ اورگھرکے اندررہتے ہوئے دعاکرنے پرحج اورعمرہ کاثواب ملتاہے۔ توکونساطریقہ بہترہے۔ ؟

(۸)امام ابودائوداورنسائی اورابوحاتم نے اپنی صحیح میں نقل کیاہے۔ کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایاکہ ہم رسول اللہ ﷺکے ساتھ تھے ایک جنازہ سے فارغ ہوکرواپس آرہے تھے ۔ اتنے میں ایک عورت آتی ہوئی دیکھائی دے رہی تھی ۔جب قریب ہوئی تووہ حضرت فاطمہ ؓ تھی ۔آپﷺ نے پوچھاے فاطمہؓ تمہیں کس چیزنے نکالا۔انہوں نے کہاکہ یارسول اللہ ﷺ اس گھروالوں کوتعزیت کے لئے آئی تھیں ۔ قبرستان نہیں گئی ہوں۔توآپﷺ نے اس سے فرمایا

لعلك بلغتِ معھم الکدی امانك لو بلغت معھم الکدی مارأیت الجنة حتی یراھا جدابیك رواہ اھل السنن وابوحاتم فی صحیحه : فتح الملھم : ۵۱۱/۲، مجموعة الفتاویٰ : ۳۶۱/۲۴) مجالس الابرار : ۳۳۶، نیل الوطار : ۱۱۹/۴) فیه قالت معاذاللہ : قال حاکم صحیح الاسناد علی شرط الشیخین)		ہ شایدتوان کے ساتھ قبرستان گئی تھیں ۔اگرتوان کے ساتھ قبرستان چلی جاتی توتم جنت کونہ دیکھتی یہاں تک کہ تمہارےوالدکے داداجنت کودیکھ لیتا۔ الخ اوریک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ ؓ نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں ۔رواہ اہل السنن وابوحاتم فی صحیحہ : فتح الملہم : ۵۱۱/۲،مجموعۃ الفتاویٰ : ۳۶۱/۲۴)

(۹)حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ آپﷺنے زیارت کرنے والی پرلعنت فرمائی ہے۔ (ابن ماجہ : ۲۴۲،رقم حدیث : ۱۵۹۴)

(۱۰)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ ابن ماجہ : ۲۴۲۔رقم حدیث : ۱۵۹۶)

(۱۱)حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ ابن ماجہ ۲۴۲،رقم حدیث : ۱۵۹۵)

حضرات گرامی!

مذکورہ احادیث اورعلمائے کرام کی تصریحات نے اس بات کوثابت کردیا۔کہ عورت کے لئے زیادت قبورجائزنہیں بلکہ ثواب کی جگہ لعنت کی مستحق بنتی ہیں ۔ کیونکہ شریعت نے عورت کے پردہ کی خاطربعض فرائض اسلام کوبھی اس سے ساقط کیا۔جیساکہ نمازجمعہ وعیدین باوجودفرض ہونے کے عورت سے ساقط کیا۔اورپانچ وقت کی فرض نمازکے لئے محلہ کے قریب مسجدمیں جانے کی اجازت نہ دی اورنمازجنازہ جیسے اہم چیزسے عورت کومحروم کیا۔توکون ایساناقص العقل ہوگا۔جونوافل اورمستحبات کے لئے اس کوباہرجانے کی اجازت دے ۔ میرے خیال میں ایساکوئی نہیں کریگا۔ اورجہاں کہیں عورتوں کی زیارت کے بارے میں کچھ موادملتابھی ہے۔ تووہ اس زمانہ کی بات ہے جس میں فساداورمعصیت کاتصورنہیں تھا۔اورخیرالقرون کادورتھا۔اوروہ جوازمفاسدسے امن پر مشروط اورموقوف ہے۔ اگریہ جوکچھ خرافات آجکل مزاروں پرہورہاہے اس زمانہ ہوتاتوضرورمنع فرمالیتے ۔جیساکہ ام اومومنین نے اشارہ فرمائی ہے

(۱۰)حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺکے وفات کے بعدکی عورتوں کے بارے میں فرماتی ہیں ۔

عن عائشةؓ لو ادرك رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائيل : (بخاری : ۱۲۰/۱)	اگررسول اللہ ﷺعورتوں کے اس جدیدپیداکی ہوئی چیزوں (جدیدطرز)کودیکھ لیتاتوضروران کومساجدسے منع کرتاجس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئیں ۔ (بخاری : ۱/ ۱۲۰)

(۱۱)علامہ عینی اس روایت کے تحت یوں نقشہ کھینچتاہے

فاذا كان الامر قد تغير فی زمن عايشة حتی قالت هذا القول فما ذا يكون اليوم الذی عم الفساد فيه وتشبث المعاصی فی الكباروالصغار .	جب عائشہؓ کے زمانے میں اتنی تبدیلی اورتغیرآیاتھاکہ انہوں نے ایسی بات فرمائی توآج کیاہوگا۔کہ جب فساداس میں عام ہوگیاہے۔اورچھوٹوں بڑوں میں گناہوں

(عینی شرح بخاری کتاب العیدین)		کابہتات ہے۔ یعنی گناہ ان کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ۔ (عینی شرح بخاری کتاب العیدین)

حضرات گرامی!

اس زمانہ میں حال ایساتھاکہ عائشہ ؓ ایسی بات کہنے پرمجبورہوئیں توآج کے زمانے میں ایساخیال بھی حرام ہے۔ جس طرح باحوالہ آپ نے پڑھا۔البتہ اگرتمام مفاسدسے پُرامن ہوجوکہ ناممکن ہے۔ پھربھی صرف بوڑھی عورتوں کے لئے جوازکی گنجائش ہے

(۱۲)وکیل احناف علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلابأس اذا كن عجائز ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة فى المساجد . (ردالمحتار : ۲۴۲/۲)		اگر(زیارت قبور)عبرت اورترحم کے لئے ہو۔جس میں رونانہ ہو۔اورنہ اولیاء کرام کی قبروں سے برکت لینامقصودہو۔توپھرجائزہے۔ بشرطیکہ بوڑھی عورتیں ہوں ۔اورنوجوان لڑکیوں عورتوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔ جیساکہ مساجدمیں جماعت کے لئے حاضرہونا(مکروہ تحریمی ہے) (ردالمحتار : ۲۴۲/۲)

(۱۳)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانوی ؒ لکھتے ہیں

کہ’’قبروں پرجانے کی عورتوں کے لئے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ حضرت محمدﷺ نے ایسی عورتوں پرلعنت فرمائی ہے۔ (بہشتی زیورحصہ سوم : ۵۰ ، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱۴)حضرت مولانامفتی عزیزالرحمن صاحب ؒ لکھتے ہیں

کہ’’صحیح بات یہی ہے ۔کہ عورتوں کوقبرستان پرنہ جاناچاہئے۔فتاویٰ دارالعلوم دیابند : ۴۱۸۔۵)

(۱۵)مفتیان جامعہ حقانیہ آکوڑہ خٹک نوشہرہ لکھتے ہیں

کہ’’اِس پُرفتن دورمیں خواتین حضرات کومزارات یاقبرستان جاناجائزنہیں بلکہ حرام ہے ۔

فتاویٰ حقانیہ : ۵۳/۲)

قارئین کرام !

یادرکھیں مخصوص ایام میں جیسے عیدین وغیرہ میں گروہوں کی شکل میں زیارت

قبورکرنابھی جائزنہیں کیونکہ اس میں سیاحت زیادہ عبرت نہ ہونے کےبرابرہوتاہے۔

مذکورہ بالاصریح دلائل سے یہ بات روزروشن کی طرح ثابت ہوئی ۔کہ زیارت قبورمردوں کے لئے قریبی جگہ میں بنیت یادآخرت صرف جائزنہیں بلکہ ایک مستحسن امرہے۔ مگروہاں جاکرتمام غیرشرعی امورسے اجتناب کرکے مردے کی حق میں دعاکریں ۔اورعورتوں کے لئے زیارت قبورناجائزاورحرام ہے کیونکہ ان کانکلنامفاسدسے خالی نہیں ۔خصوصاًآجکل تواسکی حرمت میں کلام کرنابھی فضول ہے۔ اللہ ہم سب کوعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے ۔آمین ثم آمین۔

نذرلغیراللہ

(اللہ تعالیٰ کے سواکسی کے نام کوئی چیزبنیت تقرب دینااوریاذبح کرناحرام اورکفرہے)

نذرایک عبادت ہے اللہ تعالیٰ کے نام پرنذرمانبااورصدقہ دینافقراء اورمساکین کوایک اچھااورمستحسن امرہے۔ مگربدقسمتی سے آجکل قرآنی اورآسمانی علوم سے بے خبری کی وجہ سے علماء حقانی کے فقدان کی وجہ سے اورشکم پرست علماء کی کثرت کی وجہ سے لوگ اللہ کے علاوہ پیراورمیاں اوراولیاء بزرگوں کے نام کے صدقات اورنذرمانتے ہیں ۔اوراس کوثواب اورکارخیرسمجھتے ہیں ۔خصوصاًقبروں پرجاکروہاں جانوروغیرہ ثواب کی نیت سے ذبح کرتے ہیں ۔اوریااسکے علاوہ شیرینی ،ٹافی، موم پھلی وغیرہ کوئی میٹھی چیزیں وہاں ثواب کی نیت سے تقسیم کرتے ہیں ۔یاگھروں میں بیٹھ کردوردرازبزرگوں اورولیوں کے نام پرنذرریں اورصدقات مانتے ہیں ۔یاان کے نام غلاف اورجھنڈے وغیرہ نذرکرتے ہیں ۔یہ سب کچھ اسلام کے دعویداراللہ تعالیٰ کوراضی کرنے کے لئے کرتے ہیں ۔مگرحقیقت سے ناآشناعوام بلکہ بعض خواص تک کویہ پتہ نہیں ۔کہ اس کام سے آدمی اللہ تعالیٰ سے دورہوجاتاہے بلکہ مشرک اورکافرہوجاتاہے ۔یہ زبانی دعویٰ ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث اورفقہ حنفی میں اس پرتصریحات اورنصوص موجودہیں

میرے عزیزبھائیو!ایسے کاموں کومعمولی نہ سمجھناچاہئے۔بلکہ ان سے بسااوقات آدمی مرتدہوجاتاہے۔ اوربیوی کانکاح ختم ہوجاتاہے۔ اس کے بعدکی اولادحرامی شمارکی جاتی ہے۔ اورگزشتہ جتنے نیک اعمال کئے ہیں وہ سب بربادوررائگاں ہوجاتے ہیں

لہٰذااس مسئلہ پرقرآن وحدیث اورفقہ حنفی مفسرین ومحدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمالیجئے !

باب نہم

(۱)قرآن کریم میں رب العزت فرماتے ہیں

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِہِ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْہِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ : (البقرة : ۱۷۳)		تم پرمردہ اور(بہاہوا)خون اوررسورکاگوشت اورہروہ چیزجس پراللہ کے سوادوسروں کانام پکاراگیاہوحرام ہے۔ پھرجومجبورہوجائے اوروہ حدسے بڑھنے والااورزیادتی کرنے والانہ ہو،اس پران کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں ،اللہ تعالی بخشش کرنے والامہربان ہے۔ (البقرة : ۱۷۳)

ٍ یعنی جس طرح کہ مرداراورخنزیرحرام ہے ۔اسی طرح وہ چیزبھی حرام ہے جواللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پردیاجائے ۔یااس پرکسی کانام رکھاجائے ۔ کہ یہ شیی میں نے فلاں باباکے نام ماناہے۔ وغیرہ

(۲)قرآن کریم دوسری جگہ اسی چیزکی حرمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِہِ : (المائدة : ۳)		تم پرحرام کیاگیامرداراورخون اورخنزیرکاگوشت اورجس پراللہ کے سوادوسرے کانام پکاراگیاہو۔ : (المائدة : ۳)

(۳)قرآن مجیدغیراللہ کے نام پردینے اورنامزدکرنے والی اشیاء کی تقبیح بیان کرتے ہوئے ۔ یوں اعلان فرماتاہے

وَجَعَلُواْ لِلّهِ مِمِّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالأَنْعَامِ نَصِيْباً فَقَالُواْ ھذَا لِلّهِ بِزَعْمِہِمْ وَھذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِہِمْ فَلاَ يَصِلُ إِلَى اللهِ وَمَا كَانَ لِلّهِ فَہُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَآئِہِمْ سَاء مَا يَحْكُمُون : (الانعام : ۱۳۶)		اوراللہ تعالی نے جوکھیتی اورمواشی پیداکیے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعمِ خودکہتے ہیں کہ یہ تواللہ کاہے اوریہ ہمارے معبودوں کاہے۔پھرجوچیزیں ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تواللہ کی طرف نہیں پہنچتی اورجوچیزاللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہیں کیابرافیصلہ وہ کرتے ہیں ۔ (سورئہ انعام : ۱۳۶)

مفسرین حضرات ؒنے لکھاہے ۔ کہ مشرکین جانوروں اورغلے وغیرہ میں کچھ حصہ اللہ تعالی کے نام سے جداکرتے تھے اورکچھ اپنے معبودونیعنی اپنے طریقے

باب نہم

کے بڑوں کے نام جیسے ہرعلاقے کے پیراوربزرگ وغیرہ کے نام جداکرتے تھے اورہرحصہ کی اپنے مصارف یعنی خرچ کرنے کی جگھیں ہوتی تھیں ۔
مگرانہوں نے حدکردی کہ اللہ تعالیٰ کے نام پرجوکچھ ہوتاتھا۔وہ پیروں وغیرہ پرخرچ کرتے تھے ۔مگرپیروں وغیرہ کے نام پرجوہوتاتھا۔وہ اللہ کے نام پراللہ کے لئے کبھی خرچ نہ کرتے ۔ بعینہ یہی طریقہ آج کل کے جاہل عوام کاہے۔کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اپنے پسندبزرگوں کے نام بھی کچھ نہ کچھ رکھتے ہیں اس کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز
(۴)قرآن کریم میں چوتھی جگہ ارشادہے

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ ا لْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللہِ بِہٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ اللہَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ : (النحل : ۱۱۵)		اللہ تعالیٰ نے تم پرمرداراورخون اورسورکاگوشت اورجس چیزپراللہ کے سوادوسرے کا نام پکاراجائے حرام کیاہے۔اگرکوئی شخص بے بس کردیاجائے نہ وہ خواہشمندہواورنہ حدسے گزرنے والاہوتویقیناًاللہ بخشنے والارحم کرنے والاہے۔(سورئہ نحل : ۱۱۵)

حضرات گرامی!
قرآن کریم کی یہ چارآیتیں بطوردلیل ذکرکی گئیں ۔ورنہ غیراللہ (اللہ تعالی کے سوا)کسی نبی ولی فرشتہ جن بت قبرشجرحجروغیرہ کسی بھی چیزکے نام پرکوئی شی نکالنے کے حرام ہونے اورکفرہونے پرقرآن وحدیث کے ذخیرہ میں کافی تصریحات موجودہیں ۔اوریہ ایک ایسامسئلہ ہےکہ اولیٰ درجہ کاطالب علم بھی اس سے انکارنہیں کرسکتا۔وہ بھی اسے خوب سمجھتاہے ۔ہاں جوحضرات ضداورشکم پرستی جیسے خطرناک کینسرمیں مبتلاہیں ۔وہ تو ان منصوصی حرام کوبھی ماں کادودھ ہی سمجھ کرپیتے رہیں گے ۔ان کانشونماہی یہی ہے
اب ہم اس اٰیت میں (وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللہِ بِہٖ)کے جملہ پرذرااہل لغت اوراہل تفسیرکی چندتصریحات ذکرکرتے ہیں ۔اس لئے کہ شکم پرست مولوی عوام کومغالطہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ۔کہ بھائی اس سے توجانورذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبرکی جگہ غیراللہ کانام لینامرادہے۔مطلق کسی غیرکے نام پرنذرکرنااوریاکسی غیرکے نام نامزدکرنامرادنہیں ۔مگر حقیقت یہ ہے کہ’’مآعام ہے۔خواہ جانورہویاکوئی اورشئے مٹھائی وغیرہ ۔اوراُہِلَّ سے ذبح کے علاوہ کسی غیرکانام پکارنااورنام رکھنامرادہے۔اورغیراللہ بھی عام ہے۔خواہ نبی ہوولی جن فرشتہ بت قبرشجرحجرکچھ بھی ہو۔اورایساکرناکفراورارتدادہے۔اوراس کاکھاناحرام ہے

باب نهم

اورناجائزہے۔اس مدعاپرچنددلائل ملاحظہ فرمالیجئے!
(۱)وأہلَّ کے معنی لغت میں چانددیکھتے وقت لوگوں کاآوازکرنا،بچہ کارونے میں آوازبلندکرنا،تلبیہ کہنے والے کابلندآوازسے تکبیرکہنا۔المنجداردو۔۱۱۳۳)
(۲) امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں
کہ'' الاہلال''کے اصل معنی چاندنظرآنے پرآوازبلندکرنے کے ہیں ۔پھریہ لفظ عام آوازبلندکرنے کے معنی میں استعمال ہوتاہے۔اورآیت (ومآأہل لغیراللہ بہ)کے معنی ہیں کہ جس پرغیراللہ کانام پکاراجائے ۔مفرادات : ۵۴۴)
(۳)مولاناعبدالرشیدنعمانی لغات القرآن میں لکھتے ہیں
کہ''أہِلَّ ''پکاراگیااہلال کے معنی اصل میں چانددیکھتے وقت آوازلگانے اورپکارنے کے ہیں پھرہرآوازکے متعلق اس کااستعمال ہونے لگا۔چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اورحاجیوں کے لبیک کہنے کواہلال کہاجاتاہے۔(ایت میں)اہلال کے وہی لغوی اورعرفی معنی نامزدکرناآوازلگانااورذکرکرنامرادہیں ۔پس جس جانورکوبھی اللہ کے سواکسی غیرکی نذرسے نامزدکیاجائے ۔خواہ وہ غیربت ہویاجن یاخبیث روح یاپیریاپیغمبریاکوئی مکان یاتھان ۔اوراس نیت سے ذبح کیاجائے ۔کہ اس سے ان کی خوشنودی اورتقرب حاصل ہوگا۔اوروہ اسکی حاجت روائی کریں گے۔
سووہ جانورحرام اوروماہل بہ لغیراللہ میں داخل ہے ۔اورایساکرنے والامشرک اوردائرہ توحیدسے خارج ہے۔خواہ وقت ذبح پربسم اللہ کہاجائے یانہ کہاجائے۔لغات القرآن : ۱/۳۰۳)
(۴)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ نے بھی یہی کچھ لکھاہے۔روح المعانی : ۲/۴۲)
(۵)علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفیؒ نےبھی یہی کچھ لکھاہے۔تفسیرمظہری : ۱/۱۷۰)طبع رشیدیہ کوئٹہ)
(۶)أنوارالتنزیل میں لکھاہے
کہ''اہلال کی اصل رؤیت ہلال کے وقت آوازبلندکرنے کے ہیں ۔پھرمطلق رفع صوت پراس کااطلاق ہونے لگا۔انوارالتنزیل : ۱/۲۱۱)
(۷)تفسیرخازن نے لکھاہے۔

واصل الاهلال رفع الصوت : (خازن : ۸۹/۱)		اہلال اصل میں آوازاٹھانے کوکہتے ہیں (خازن : ۱/۸۹)

(۸)علامہ قرطبیؒ نے بھی یہی لکھاہے۔تفسیرقرطبی : ۲/۱۵۰)(۹)روح البیان : ۲/۱۸۸۔(۱۰)نسفی : ۱/۲۰۹)وغیرہ
اکثرتفاسیراوراہل لغت سے یہی ثابت ہوتاہے۔کہ أہِلَّ کے معنی آوازبلندکرناتو(وأہل بہ

باب نہم

لغیراللہ) کے معنی ہوئے جس چیزپرغیراللہ کانام پکاراجائے ۔یعنی جوچیزاللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نامزدکی جائے ۔اوراسی طرح ہم نے مَاسے عام مرادلیاہے۔کہ غیراللہ کے نام جوبھی چیزخواہ غلہ ہویامٹھائی کچھ بھی ہوحرام اورناجائزہے۔مَاکے عموم پرتصریحات ملاحظہ ہوں ۔

(۱۱)علامہ شاہ عبدالعزیزمحدث دہلویؒ لکھتے ہیں

کہ’’مَاعام ہے اوراسکی مرادبھی عام ہے۔خواہ جانورہویاغلہ یامٹھائی یاکوئی اورچیزجوغیراللہ کے تقرب کے لئے دی جائے ۔سب اس میں شامل ہیں ۔اگرمَاسے صرف ذبیحہ مرادلیاجائے ۔توپھراس کے بعد(وَمَاذُبِحَ عَلىَ النُّصُبِ)کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔لہذاجن لوگوں نے مَاسے مرادصرف ذبیحہ لیاہے۔انہوں نے مَاأہِلَّ کی صرف ایک صورت بیان کی ہے۔ جومشرکین میں اس وقت رائج تھی۔ورنہ یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں ۔کہ مشرکین مکہ جانوروں کے علاوہ غلہ وغیرہ کی نذریں بھی غیراللہ کے لئے مانتے تھے ۔جیساکہ وَجَعَلُواْ لِلّهِ مِمِّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالأَنْعَامِ نَصِيْباً ۔وَمَاذُبِحَ عَلىَ النُّصُبِ الخ(الانعام : ۱۳۶) سے (صاف)معلوم ہوتاہے۔اس لئے بہتریہ ہے۔وَمَا ‘‘سے صرف ذبیحہ مرادہو۔اورومَاأہل سے مرادعام ہویعنی جانوراورغلہ وغیرہ پھرآگے

(۱۲)علامہ موصوفؒ مزیدلکھتے ہیں

اہل برذبح حمل کردن خلاف لغت وعرف است ہرگزدرلغت عرب وعرف اٰن دیاراہل بمعنی ذبح نیامدہ درہیچ شعرودرہیچ نثر۔ (تفسیرعزیزی : ۱/ ۶۱۱)		أہِلَّ کوذبح پرحمل کرنالغت اورعرف دونوں کے خلاف ہے۔ عرب کے عرف اورلغت میں ان علاقوں مین کبھی اُہِلَّ کے ذبح کے معنی میں نہیں آیانہ کوئی شعرمیں اورنہ نثرمیں ۔ (تفسیرعزیزی : ۱/ ۶۱۱)

(۱۳)علامہ خان محمدصاحب بلوچستانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں

کہ’’مَاسے مرادعام ہے ذبیحہ ہوخواہ غلہ خواہ مٹھائی ہوخواہ کوئی اورچیزہو۔الدلائل البینات : ۲۰)

(۱۴)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ اسی اٰیت کے تحت لکھتے ہیں

کہ ’’ایک چوتھی صورت اورہے۔ جس کاتعلق حیونات کے علاوہ دوسری چیزوں سے ہے۔مثلاًمٹھائی کھاناوغیرہ جن کوغیراللہ کے نام پرنذرمنت کے طورسے ہندولوگ بتوں پراورجاہل مسلمان بزرگوں کے مزارات پرچڑھاتے ہیں ۔حضرات فقہانے اس کوبھی اشتراک علت کی وجہ سے یعنی تقرب الی غیراللہ کی وجہ سے ماأہل بہ لغیراللہ کے حکم میں قراردیکرحرام کہاہے۔ اوراس کے کھانے

باب نہم

پینے دوسروں کوکھلانے اوربیچنے سب کوحرام کہاہے۔
کتب فقہ بحرالرائق وغیرہ میں اس کی تفصیلات مذکورہی۔الخ معارف القرآن : (۱/۴۲۴)
(۱۵)شیخ القرآن غلام اللہ خان صاحبؒ نے بھی ماسے عموم مرادلیاہے۔ جواہرالقرآن : (۱/۲۶۲)

(â پ¢پ„¤لکی شرعی حیثیت اوراس کاحکم)

صوبہ سرحدکے بعض علاقوں میں ایک رسم ہے۔ کہ مقتول کے گھروالوں کوراضی کرنے کے لئے بکرے لیجاکرانکے دروازے پرذبح کرتے ہیں ۔ان کوراضی کرنے کے لئے یہی تعظیم کی جاتی ہے۔ یاجب کوئی دوسرے بڑے آدمی سے کچھ مال طلب کرتے ہیں ۔ان کوبھی بکرالیجاکرمنانے اورراضی کرتے ہیں ۔ یاکوئی مرجاتاہے۔ تومردے کی تعظیم کے لئے بکرالیجاتے ہیں ۔جسے پشتوزبان میںâ“پلکھ تے ہیں ۔یامردہ جس گاڑی میں لاتے ہیں اس گاڑی کی ٹائرکے نیچے مرغی وغیرہ ذبح کرتے ہیں ۔

یادرہے !کہ مذکورہ تمام صورتیں تعظیم لغیراللہ اورنذرلغیراللہ کے زمرے میں داخل ہوکراہل بہ لغیراللہ کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے حرام اورناجائزہیں ۔جس کے احکام ان شاء اللہ تفصیل سے آگے آرہی ہیں ۔

اس کے علاوہ عوام جوجانورلیجاکرقبروں پرذبح کرتے ہیں ۔اورمٹھائی شیرینی وغیرہ لے جاکروہاں تقسیم کرکے کھاتے اورکھلاتے ہیں ۔یامحرم میں حسنین کے نام شربت بناکرتقسیم کرتے ہیں ۔یہ سب غیراللہ کے نام نذرکرنے کے اقسام ہیں ۔کسی کواسکے ناجائزاورحرام اورکفرہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔مذکورہ بالاقرآنی آیات کے علاوہ احادیث اورفقہ کی عبارات ملاحظہ ہوں ۔

(۱)رسول اللہﷺ کافرمان مبارک ہے۔

لعن اللہ من ذبح لغیراللہ ای لتعظیم غیراللہ . (تفسیرکبیر : ۲/۱۲۱) (تفسیر نیشاپوری : ۲/۱۰۲) (فتاویٰ عزیزیہ : ۱/۵۶) (مسلم شریف : ۲/۱۶۰)	لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس پرجس نے غیراللہ کی تعظم کیلئے جانورذبح کیا۔ (تفسیرکبیر : ۲/۱۲۱) (تفسیرنیشاپوری : ۲/۱۰۲) (فتاویٰ عزیزیہ : ۱/۵۶) (مسلم شریف : ۲/۱۶۰)

حضرات گرامی!شریعت محمدیہ میں لعنت کامستحق آدمی تب ہوتاہے جبکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو۔

باب نہم

(۲)قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بھی روایت نقل فرمائی ہے۔کہ لعنت کی ہے اللہ تعالی نے اس پرجس نے غیراللہ کے لئے ذبح کیا۔تفسیرمظہری میں ہے کہ جوچیزغیراللہ کی تعظیم کے لئے نامزدہوجائے ذبح کے وقت اگرچہ اللہ کانام اس پرلیاجائے تب بھی نجس ہے۔تفسیرمظہری : ۱ / ۱۷۰)طبع رشیدیہ کوئٹہ)

(۳)مشہورمفسرمخدوم علی بن احمدالمتوفی ۸۳۵ھ لکھتے ہیں

وما اهل لغيرالله فانه وان ذكرمعه اسم الله فقد عارض الطهر فيه النجس مع نجاسته بالموت وان لم يذكر اسم الله عليه فقد زيد فى تنجيسه : (تفسيرتبصيرالرحمن : ۱۷۸/۱)		کہ مااہل لغیراللہ میں اگرچہ اس نے اللہ کانام ذکرکیالیکن اس میں طہراورنجس مل گئے توبوقت موت نجس ہوااوراگرخداکانام ذکر نہ بھی کیاتواس کی نجاست اوربڑھ گئی۔ (تفسیرتبصیرالرحمن : ۱ / ۱۷۸)

اس کے علاوہ دیگرعلماء کرام نے بھی تصریح فرمائی ہے۔کہ اگرنام غیراللہ کارکھاجائے ۔مثلاًکہے کہ یہ مرغ یایہ بکراوغیرہ میں نے فلاں باباکے نام ماناہے۔ یایہ اگرچہ نہ کہے مگرکسی ولی یاقبرستان میں جاکے ذبح کرتاہے۔یاویسے غیراللہ کی تعظیم مثلاً(نِناواتی ،شال وغیرہ)کی رسم میں ذبح کرتاہے اگرچہ ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبرکہتاہے۔ تب بھی مردارہے۔ اوراس کاکھاناحرام ہے۔اورایساکرنے والاکافرہوجاتاہے

(۴)چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒلکھتے ہیں

درحدیث صحیح واردشدہ است کہ ملعون است من ذبح لغیراللہ یعنی ہرکہ بذبح جانورتقرب بغیرخدانمایدملعون است خواہ دروقت ذبح نام خدابگیردیانہ زیراں کہ چون شہرت دادکہ این جانوربرائے فلاں است ذکرنام خدابوقت ذبح فائدہ نہ کردچہ ان جانورمنسوب بانگشت وخبثے دراں پیداشدکہ زیادہ ازخبث مرداراست وہرگاہ این خبث دروے سرایت کرددیگربنام خداوندحلال نمے شودمانندسگ وخوک اگربنام		حدیث صحیح میں آیاہے۔کہ لعنتی ہے۔وہ شخص جوغیراللہ کے لئے ذبح کرتاہے۔یعنی ہروہ شخص جو جانورکوماسوائے اللہ کے کسی اورکے تقرب کے لئے ذبح کرتاہے۔وہ لعنتی ہے۔خواہ ذبح کرتے وقت خداکانام لے یانہ لے کیونکہ اس نے مشہورکیاکہ یہ جانورفلاں (بزرگ) کے لئے ہے بس اب ذبح کے وقت اللہ کانام لینا(بسم اللہ اللہ اکبر)کہنابے فائدہ ہے کیونکہ وہ جانوراس غیراللہ کے نام نامزدہوگیا۔اوراس میں معنوی خباثت

باب نهم

خدامذبوح شوندحلال نمے گردند۔ (فتاویٰ عزیزیہ : ۱/۵۶) (تفسیرعزیزی : ۱/۵۱۳) (جواہرالقرآن : ۱/۸۴)		پیداہوگئی جوکہ مردارکی خباثت سے زیادہ ہے.....جب یہ خبث اس میں سرایت کرچکی ہے۔تویہ اللہ کانام ذکرکرنے سے حلال نہیں ہوگا۔جس طرح کے کتے اورخنزیزکواگراللہ کانام لے کرذبح کیاجائے توحلال نہیں ہونگے ۔اسی طرح یہ چیزبھی ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ : ۱/۵۶) (تفسیرعزیزی : ۱/۵۱۳) (جواہرالقرآن : ۱/۸۴)

(۴)حضرت شاہ صاحب موصوفؒ غیراللہ کی تعمیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یعنی برائے غیرخدااست خواہ ان غیربت باشدیاروحے خبیث وخواجنے مسلط برخانہ یاسرائے خواپیرے یاپیغمبرے راباین وضع جانورے زندہ مقررکردہ دہندکہ این ہمہ حرام است۔ (فتاویٰ عزیزی : ۱/۵۶)		کہ (کسی جانورپریہ کہاجائے کہ یہ فلاں کے لئے ہے)یعنی غیرخداکے لئے ہے ۔خواہ وہ غیربت ہویاخبیث روح ہویا کسی مکان یاسرائے پرمسلط جن ہوخواہ پیریاپیغمبرہوان کے نام پراس طرح جانورکو زندہ مقررکیاجائے۔یہ سب حرام ہے۔ (فتاویٰ عزیزی : ۵۶/۱)

(غیراللہ کے لئے ذبح کرنے والاکافراورمرتدہوجاتاہے)

برادراں محترم!

دنیامیں جتناکچھ انسان کی ملکیت ہے ۔یہ سب اللہ کادیاہواہے۔اللہ کے دیئے گئے انعامات غیراللہ کے نام دینااورنامزدکرنامُردوں کی روح خوش کرنے اوریازندہ کوننااوانی وغیرہ رسوم میں خرچ کرنااورغیراللہ کی تعظیم اورتقرب یعنی نزدیکت حاصل کرنے کے لئے دیناکوئی چھوٹاگناہ نہیں بلکہ کفراورارتدادہے۔جس سے نکاح ختم ہوجاتاہے

(۱)چنانچہ امام فخرالدین الرازی اورعلامہ نیشاپوریؒ وغیرہمالکھتے ہیں

قال العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحة وقصد بذ بحها التقرب الی غیراللہ صار مرتداً وذبیحته ذبیحة مرتدٍ		علماء کرام نے کہاہے کہ اگرمسلمان کسی ذبیحہ کوذبح کرتاہے اوراس ذبح سے غیراللہ کے تقرب(نزدیکی یاخوشی)

باب نہم

(تفسیرکبیر : ۸۱/۲) (نیشاپوری : ۱۰۲/۲)		کاارادہ کیا۔وہ مرتدہوگیا۔اوراس کاذبیحہ ایک مرتدکاذبیحہ ہے (یعنی اس کاکھاناحرام ہے) (تفسیرکبیر : ۸۱/۲۔نیشاپوری : ۱۰۲/۲)

(۲)محیط غرائب القرآن حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی (۳)تفسیرروح البیان (۴)فتوحات ربانیہ وغیرہ میں قریباًیہی الفاظ ہیں ۔فتوحات اورغرائب القرآن کے سواباقی تینوں کتابوں میں اُخری الفاظ (ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد)کی بجائے۔ذبیحتہ میتۃ یعنی اس کاذبیحہ مردارہے۔فتوحات الربانیہ میں یہ الفاظ زائدہیں لایحل أکلہایعنی اس کاکھاناحلال نہیں ۔(الدرالفرید : ۹۱،توحیداورشرک کی حقتقت : ۳۴۰)

(۵)امام نووی ؒ لکھتے ہیں

کہ لغیراللہ سے مرادیہ ہے کہ اللہ کے سواکسی غیرکے نام پرذبح کرے بت کے لئے ذبح کرے یاصلیب کیلئے یاحضرت موسیٰ اورحضرت عیسیٰ علیہماالسلام یااسی طرح کسی کے لئے ذبح کرے پس یہ سب حرام ہیں ۔اوران کا ذبیحہ (کھانا)حلال نہیں ۔

ذبح کرنے والاخواہ مسلمان ہوخواہ نصرانی ہواورخواہ یہودی ہو۔اس پرامام شافعیؒ نے نص کی ہے۔اورہمارے اصحاب نے اس پراتفاق کیاہے۔ اوراگراس کے ساتھ (ساتھ)مذبوح لہ (جس کے لئے ذبح کیاجاتاہے)کی تعظیم وعبادت مقصودہوتویہ کفرہے لکھتاہے

فان کان الذابح مسلماً قبل ذالك صار مرتداً۔ (شرح مسلم : ۱۶۰/۲)		اگرذبحہ کرنے والاپہلے مسلمان تھاتوذبح کرنے سے مرتدہوگیا۔ (شرح مسلم : ۱۶۰/۲)

مُردوں کے لئے قبروں کے اوپرذبح کرنیکا بھی یہی حکم ہے۔اگرچہ ذبح کرتے وقت ہزارمرتبہ بسم اللہ اللہ اکبرکہے

(۶)علامہ ابن الہمام فتح القدیرمیں لکھتے ہیں

ومثله مایقع من المعتقدین للاموات من الذبح علی قبورهم فانه مما اهل به لغیرالله ولافرق بینه وبین الذابح للوثن : فتح البیان : الدرالفرید : ۹۱)		فوت شدہ بزرگوں کے جاہل عقیدت پسندوں کاان کی قبروں پرذبح کرنے کایہی حکم ہے۔بلاشبہ یہ وماأہل بہ لغیراللہ میں داخل ہے اوراس میں اوربت کے لئے ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں (فتح البیان : الدرالفرید : ۹۱)

مُردوں کی قبورپرقبرستانوں میں ذبح کرناتوبنص قطعی معلوم ہوا۔مگریادرہے کہ ذبحہ کے علاوہ اورچیزیں نذرکرنامثل موم بتی، اگربتی، تیل وغیرہ سب ناجائزاورحرام اورباطل ہیں

(۷)علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں

نھیٰ رسول اللہ ﷺ عن اتخاذ القبور مساجد وایقاد السرج علیھا : (زادالمعاد : ۱۴۶/۱)		کہ آپﷺ نے قبروں کوسجدہ گاہ بنانے اوران پرچراغ روشن کرنے سے منع فرمایاہے۔ (زادالمعاد : ۱/ ۱۴۶)

(۸)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وتجب ازالۃ کل قندیل او سراج علی قبر ولایجوز وقفہ ونذرہ : (روح المعانی : ۲۳۸/۱۵)		واجب ہے کہ قبرپرجوبھی قندیل(دیا) یاچراغ ہواس کودورکیاجائے ۔اوراس کاوقف اورنذربھی جائزنہیں ۔ (روح المعانی : ۱۵/ ۲۳۸)

(۹)فقہ حنفی کی مشہورکتاب درالمختارمیں ہے

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیھم بالاجماع باطل وحرام ۔ الشامی : ۴۳۹/۲)		کہ جان لوکہ وہ نذرجوکہ اکثرعوام مُردوں کے لئے مانتے ہیں اوروہ جوپیسوں سے لئے جاتے ہیں اورشمع تیل اوراسی طرح اورچیزیں لئے جاتے ہیں اولیاء کرام کے قبورکی طرف ان کاتقرب حاصل کرنے کے لئے بالاجماع (بالاتفاق)باطل اورحرام ہے۔ الشامی : ۲/ ۴۳۹)

(۱۰)امام ابن نجیم مصری الحنفیؒ اورعلامہ ابن عابدین الشامیؒ رقمطرازہیں

انہ نذر لِمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون للمخلوق ومنھا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذالك كفرٌ (البحرالرائق : ۲۹۸/۲) (ردالمحتار : ۴۳۹/۲)		کہ یہ نذرہے مخلوق کے لئے اورمخلوق کے لئے نذرجائزنہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے،اورعبادت مخلوق کی نہیں ہوتی اوراگراس نذرکرنے والے نے یہ گمان اورعقیدہ رکھاکہ یہ مردہ دنیاوی اموروغیرہ میں تصرف کرتاہے۔اللہ کے بغیر(میراکچھ کام یابگڑی بناسکتاہے)تویہ عقیدہ کفرہے۔(البحرالرائق : ۲/ ۲۹۸)

(ردالمحتار : ۲/۴۳۹)		

(۱۱)علامہ طاہربن احمدالحنفیؒ لکھتے ہیں

کہ غیراللہ کی نذرحرام ہے کیونکہ یہ کفرکی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔اس لئے کہ یہ عبادت ہے اورغیراللہ کی عبادت کفرہے۔ (خلاصۃالفتاویٰ : ۴/۳۷۸)		النذر لغیراللہ حرام لانہ من انواع الکفر لان ھذاعبادۃ والعبادۃ لغیر اللہ کفر : (خلاصۃ الفتاوی : ۳۷۸/۴)

نذراللہ تعالی کے علاوہ کسی بھی مخلوق کے نام جائزنہیں ۔خواہ زندہ ہویامردہ پیرہویامریدنیک ہویابدولی ہویانبی بادشاہ ہویاگداجواللہ نہیں تواسکی تعظیم کے لئے ذبح اورنذربھی ناجائزاورکفرہے۔دلائل آپ نے کافی پڑھے ۔مزیدملاحظہ ہوں

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ بھائی ہم توقبرستان میں اگرچہ ذبح کرتے ہیں مگرقبریاصاحب قبرکے نام تونہیں کرتے بلکہ اللہ کے نام کرتے ہیں ۔اورمحرم میں شربت حسین کے نام نہیں بلکہ اللہ کے نام نکالتے ہیں ۔اس کے علاوہ نوروزوغیرہ ۱۵،ویں شعبان کوجوہم کھانے پکاتے ہیں یہ بھی تواللہ کے نام پکاتے ہیں پھریہ کیسے شرک اوربدعت اورناروا ہوا ؟

جواب یہ ہے کہ ویسے توہمارے علاقوں میں جورسومات اورنذرانے وغیرہ مانے جاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ وہ غیراللہ کے لئے ہیں ۔بلکہ یقین ہے کہ وہ واقعی غیراللہ ہی کے نام کرتے ہیں ۔بقاعدہ کہتے ہیں ۔کہ یہ چیزیں میں نے فلاں کے نام مانی ہے۔لیکن اگرفرض کرو کہ وہ غیراللہ کانام یازبان سے ایساکوئی کلمہ بالکل آدانہیں کرتے جس سے غیراللہ کی تعیین پراستدلال کیاجائے۔پھربھی قبرستان میں یاکوئی بھی غیراللہ کے اڈے میں یامشہوردن میں ایساکرناغیراللہ کے نام پرہونے کی دلیل ہے۔اورحرام ہے۔قرآن وحدیث میں مشہورلغیراللہ مقامات اورمشہورلغیراللہ کے ایام اوررسومات سے منع آیاہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے

(وہ جانوربھی حرام ہے)جوآستانوں پرذبح کیاگیاہو۔ (سورئہ مائد : ۳)		وَمَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ : (المائدۃ : ۳)

(۱۲)مولانانورالحسن صاحب بخاری فرماتے ہیں

کہ’’اگرچہ زبان سے غیراللہ کے کے لئے نامزدنہ بھی کیاہولیکن شرک کے کسی تھان(جگہ)پرذبح کیاجائے اور(کم ازکم)نیت غیراللہ (صاحب قبریاولی یابزرگ)کی رضاجوئی کی ہو۔تووہ ذبیحہ حرام ہے۔حرمت کامدارنیت خبیثہ پرہے۔اس نیت خبیثہ

کااظہارقول خبیث سے ہویعنی کہہ دے کہ یہ جانورفلاں بزرگ کاہے توبھی حرام ہے۔اورخوافعل سے اس نیت کااظہارہوکہ کسی قبریاتھان یاجھنڈے یادرخت یامکان یانشان پرذبح کرے جوغیراللہ کاتھان یعنی پرستشگاہ ہو۔توبھی حرام ہے (توحیداورشرک کی حقیقت : ۳۴۷)

(۱)مسجدضراراللہ کے تقویٰ کے خلاف مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے بنائی گئی تھی ۔توآپﷺ اگراس میں نمازپڑھتے توتقویٰ کے ساتھ خالص اللہ کے لئے پڑھتے مگراللہ تعالیٰ نے فرمایا

لاَ تَقُمْ فِيْهِ أَبَداً : التوبة : ۱۰۸)		آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں ۔ (سورئہ توبہ : ۱۰۸)

چونکہ مسجدضرارمخالفین اسلام کا آڈہ تھا۔اس میں اگررسول اللہ ﷺ تقوی اورخلوص سے بھی کھڑے ہوتے توحرام ہوتا۔اس لئے اللہ تعالی نے منع کردیا۔

(۲)ابودائودشریف میں ایک روایت ہے

عن ثابت ابن ضحاکؓ قال نذر رجل ان ينحر ابلاًببوانة فسأل النبیﷺ فقال هل كان فيها وثن من اوثان الجاهلية يعبد؟ قالوا لا قال فهل كان فيها عيد من اعيادهم؟ قالوا لا فقال رسول الله ﷺ اوف بنذرك فانه لاوفاء لنذر فی معصية الله : رواه ابوداود (قرة العيون : ۱۹۸/۱) مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۸		حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے مروی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نذرمانی کہ وہ بُوانہ نامی مقام پرجاکراونٹ ذبح کرے گا۔اس نذرکے ماننے والے نے آنحضرتﷺ سے پوچھاکہ کیاایساکرناصحیح ہے؟ آپ نے صحابہ سے پوچھاکہ کیاوہاں زمانہ جاہلیت میں کوئی بت تھاکہ وہ جسکی عبادت کرگئی ہو صحابہؓ نے عرض کیاکہ نہیں ۔آپ ﷺنے دوبارہ پوچھاکہ کیاوہاں مشرکین کامیلہ لگتاتھا؟ صحابہؓ نے کہاکہ نہیں ۔پھرآپﷺ نے فرمایاکہ آپنی نذرپوری کرلواوریادرکھوکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذرکاپوراکرنادرست نہیں ہے۔ابودائودشریف نے اس کو روایت کیاہے۔ (قرة العيون : ۱/۱۹۸) مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۸

جناب قارئین کرام !

آپ نے پڑھاکہ آپﷺنے تحقیق کی کہ جہاں تم ذبح یا صدقہ کرناچاہتے ہو۔کیاوہاں کوئی شرک اوربت پرستی کاآڈا یاغیراللہ کے نام مراسم کی پوری کرنے

کی جگہ یاموسم تونہیں ۔اگرکوئی ایسی جگہ ہوتی توضرورمنع فرماتے جس طرح کہ واضح ہوا۔

(دوسراشکال اوراس کاجواب)

ایک اشکال پیداہوتاہے کہ اگرایساہے توپھرطائف میں مشہوربت لات کی جگہ مسجدکیوں تعمیرکی گئی ہے؟

الجواب یہ کہ الشیخ عبدالرحمن بن حسن صاحب نے لکھاہے کہ اگرلات کی جگہ اسی طرح چھوڑدیتے توخطرہ تھاکہ جاہل لوگ پھرسے بت بناتے وہاں عبادت شروع کردیتے اس فتنہ سے بچنے کے لئے اس زمانہ میں وہاں مسجدتعمیرکی گئی۔قرۃ العیون : ۱/۲۰۱)

جناب !نذرتوانبیاء علیہم السلام کے نام کے بھی جائزنہیں چہ جائیکہ عام لوگوں کے ناموں کے نذریں مانی جائے

(۱)انبیاء علیہم السلام کے نام نذرکرنابھی حرام ہے)

(۱)فتاویٰ کاملہ میں ہے

سئلت عن النذر لانبیاء والاولیاء هل یجوز أم لا؟ فالجواب أنه باطل وحرام لان النذر انما یکون لِلّٰہ تعالی : (الدرالفرید : ۹۸)		مجھ سے سوال کیاگیاکہ حضرات انبیاء اوراولیاء کے لئے نذرجائزہے یانہیں ؟ اس کاجواب یہ ہے کہ یہ باطل وحرام ہے۔کیونکہ نذراللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ (الدرالفرید : ۹۸)

(۲)امام الانبیاء محمد ﷺکے نام کے بھی نذراورذبح کرناکفرہے)

غیراللہ کے نام نذراورذبح کے حرام ہونے پرشریعت نے بہت سخت احکامات جاری کئے ہیں ۔حتی کہ امام الانبیاء حضرت محمدﷺکے لئے بھی نذراورذبح کوحرام فرمایااب اورکون شخص ہوسکتاہے کہ جسکے نام کے نذرماننادرست ہواورصحیح ہو۔ہرگزنہیں ہرگزنہیں !

(۲)صاحب الروض فرماتے ہیں

قال صاحب الروض ان المسلم اذا ذبح للنبی ﷺ کفر قال الشوکانیؒ فاذاکان لسید الرسل کفراً عنده فکیف بالذبح لسائرالاموات : (الدرالفرید : ۹۱)		صاحب الروض نے کہاہے کہ مسلمان نے جب نبی کریمﷺکے لئے ذبح کیاتوکافرہوگیا۔علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ جب سیدالرسلﷺ کے لئے ذبح کرناان کے نزدیک کفرہے۔تودوسرے بزرگوں کے لئے ذبح کرناکیسے جائزہوگا؟ ۔(الدرالفرید

		: ۹۱)

(۳)علامہ نورالحسن شاہ صاحب رقمطرازہے

کہ”حضرات فقہاء اسلام نے کسی بھی مخلوق کی نذراورمنت کوبالاجماع باطل اورحرام لکھاہے۔تواب اولیاء اللہ کی نذرمنت ماننااوران کے نام پرجانورذبح کرکے ان کاتقرب حاصل کرنااوراس فعل کوجوباجماع المسلمین قطعی حرام ہے۔نہ صرف مباح وحلال بلکہ ذریعہ عبادت سمجھناتوکفرہوگاکیونکہ حرام کوحلال سمجھناتوشریعت میں کفرہے۔توحیداورشرک کی حقیقت : ۳۴۷)

خلاصہ کلام یہ نکلاکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی غیرکی تعظیم کیلئے صدقہ ذبح وغیرہ کرنااورغیراللہ کے آڈوں پردینااورغیراللہ کے مشہورمواسم میں ان کے ناموں پردیناحرام اورناجائزہے۔اورایسے کاموں کوحلال سمجھنے والاکافرہے

(۴) فتاویٰ عالمگیری ،خلاصۃ الفتاویٰ اورشرح فقہ اکبرمیں ہے

من اعتقد الحرام حلالاً او علی القلب یکفر : (شرح فقه اکبر : ۲۳۷) (عالمگیری : ۱۸۲/۲)		کہ جس نے حرام کوحلال اورحلال کوحرام سمجھاوہ کافرہوگیا۔ (شرح فقہ اکبر : ۲۳۷)(عالمگیری : ۱۸۲/۲)

(۵)حضرت علامہ ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

من فعل ماھوحرام بیقین حلالاً فقد کفر : (شرح فقه اکبر : ۲۳۹)		جس نے حرام کوحلال یقین کرکے کیابلاشبہ وہ کافرہوگیا۔(شرح فقہ اکبر : ۲۳۹)

علماء کرام نے لکھاہے کہ غیراللہ کے نام جانوروغیرہ چھوڑنے نامزدکرنے سے حلال جانورخنزیرکی طرح حرام ہوجاتاہے یعنی جس طرح خنزیرپرہزارمرتبہ بسم اللہ اللہ اکبرپڑھنے سے حلال نہیں ہوسکتااسی طرح یہ جانوربھی بسم اللہ پڑھنے سے حلال نہیں ہوسکتا۔

(۳)حاکم ،بادشاہ یاکوئی غیرکے نزدیکی وقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنابھی حرام ہے)

بزرگوں کے علاوہ حاکم یابادشاہ یاکسے بڑے آدمی کے نزدیکی اورقرب حاصل کرنے کے لئے جانورذبح کرناجیسے نناواتی ،شال یابڑے آدمی کے سامنے راستے میں ذبح کرنے سے بھی جانورحرام اورمردارسے بدترہوجاتاہے۔سوائے مہمانوازی کے کہ گھرمیں صرف مہمان نوازی کے لئے اندرذبح کیاجائے ۔مہمانوں کوصرف گوشت کھلایاجائے ۔یہ واقعی درست ہے بلکہ سنت ہے

(۱)علامہ شامی الحنفیؒ کتاب الذبائح میں لکھتے ہیں

باب نہم

ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالیٰ ولو ذبح للضیف لایحرم لانہ سنة الخلیل علیہ السلام واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ : جامع الرموز : ۴۴۹، مجمع الانہر : ۴۹۰/۲)		حاکم اعلی وغیرہ کسی بڑے آدمی کے آنے پرذبح کیاتوحرام ہوگا۔کیونکہ یہ غیراللہ کی تعظیم کے لئے پکاراگیا۔اگرچہ (بوقت ذبح)اللہ کانام ذکرکیا۔اوراگرمہمان کے لئے ذبح کیاتوحرام نہ ہوگا۔کیونکہ مہمانی توحضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔اورمہمان کی تکریم اللہ کااکرام ہے۔ (جامع الرموز : ۴۴۹،مجمع الانہر : ۴۹۰/۲)

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

مہمان اورحاکم کے لئے ذبح کرنے میں کیافرق ہے۔کہ ایک جائزدوسراحرام ہے۔بظاہردونوں یکسان معلوم ہوتے ہیں ۔

جواب یہ ہے کہ مہمان اورحاکم یاکوئی اوربڑے آدمی کے لئے ذبح کرنے میں واضح فرق ہے یہ فرق تھوڑاساغورفکرسے معلوم ہوتاہے

فرق اولؔ یہ کہ مہمان کے لئے ذبح کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضااوراحیا ءسنت کی ہوتی ہے۔کوئی دنیاوی غرض ریاء نموداورمہمان کی خوشامد مطلوب نہیں ہوتی ۔بخلاف حاکم اورصاحب شان کے کہ ان کے لئے ذبح کرنے میں نہ رضاء اِلٰہی اورنہ احیاء سنت کاکوئی تصورہوتاہے۔اگرہوتابھی ہے۔توصرف زبان سے ہوتاہے۔بلکہ خاص کرحاکم اورصاحب شان کی خوشامدمطلوب ہوتی ہے۔

فرق دومؔ یہ ہے کہ مہمانوازی میں مہمان سے کسی دنیاوی غرض لالچ کی توقع نہیں ہوتی ۔جبکہ بڑے آدمی وغیرہ سے دنیوی اغراض وابستہ ہوتے ہیں ۔انہی اغراض کے لئے لوگ ان کوراضی کرنے کے لئے جانوربح کرتے ہیں

فرق سومؔ یہ ہے کہ مہمان کے لئے گھرکے اندرچھپ کرذبح کیاجاتاہے ان کوصرف گوشت کھلایاجاتاہے۔جبکہ بڑوں کودکھاوے کے لئے سامنے لاکرذبح کرتے ہیں ۔کھلانامطلوب نہیں ہوتابلکہ کبھی کبھارراستے میں گذرتے ہوئے لوگ جانورخوبصورت بناکرکے راستے میں کھڑاکرتے ہیں ۔جب أمیریابادشاہ یاجرنیل کوگذرتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔توبسم اللہ اللہ اکبرکہہ کرذبح کرتے ہیں ۔وہ صرف دیکھ کرگذرجاتے ہیں یہ سب حرام اورناجائزہے۔اورایساکرنے والااوراس کام کوجائزسمجھنے والاکافراورمرتدہے

(۲)امام ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصری الحنفیؒ لکھتے ہیں

لو ذبح لاجل قدوم الامیر او قدوم		کہ کسی بادشاہ یاکسی بڑے آدمی کے آنے

باب نہم

واحد من العظماء وذکر اسم اللہ یحرم اکلہ لانہ ذبحھا لاجلہ تعظیماً : (البحرالرائق : ۱۹۲/۸)		پرجانورذبح کیااوراس پربوقت ذبح اللہ تعالیٰ کانام بھی لیا۔توبھی اس کاکھاناحرام ہے۔کیونکہ اس جانورکوبادشاہ وغیرہ کے آنے پراس کی تعظیم کے لئے ذبح کیا۔ (بحرالرائق : ۱۹۲/۸)

(۴)جنات کے لئے ذبح کرناحرام ہے)

بعض جاہل لوگ جنات سے نجات حاصل کرنے کے لئے مرغ وغیرہ ذبح کرتے ہیں ۔اوربعض لوگ جب نیامکان وغیرہ آبادکرتے ہیں توجانورذبح کرتے ہیں ۔اوریہ رسم اس لئے کرتے ہیں ۔بلکہ اس کی ابتداء اس عقیدہ پرہوئی ہے ۔کہ جب مکان کی بنیادمیں جانورکاخون ڈالیں توپھرجنات وغیرہ کے شرورسے مکان محفوظ رہتاہے۔اب اگرچہ یہ اعتقادکسی کا نہ ہوپھربھی چونکہ اس سےرسم جاہلیت کی تائیدتوہوتی ہی ہے ۔لہذایہ بھی ناجائزاورحرام ہے

(۱) علامہ دمیری ؒلکھتے ہیں

روی ابوعبیدۃفی کتاب الاموال والبیھقی عن الزھری عن النبی ﷺ انہ نھی عن ذبائح الجن وذبائح الجن ان یشتری الرجل الدار او یستخرج العین اوما اشبہ ذالك فیذبح لھا ذبیحۃ للطیرۃ وکانوا فی الجاھلیۃ یقولون اذا فعل ذالك لم یضر اھلھا الجن فابطلہ ﷺ : (حیوٰۃ الحیوان : ۳۰۲/۱)		علامہ ابوعبیدہ ؒنے کتاب الاموال میں اورعلامہ بیہقی ؒنے امام زہری ؒ سے روایت کیاہے کہ نبی اکرم ﷺنے جنوں کے نام پرذبح کرنے سے منع فرمایاہے۔اورجنوں کے نام پرذبح کرنایہ ہے کہ کسی شخص نے مکان خریدایاچشمہ ،کنواں وغیرہ کھوداتوشگون کے لئے جانورذبح کیا۔زمانہ جاہلیت میں لوگ ایساکرتے تھے ۔اورکہتے تھے کہ ایساکرنے سے جن گھروں وغیرہ والوں کونقصان نہیں پہنچاتے ۔نبی اکرمﷺنے اسے باطل قراردیا۔ (حیوٰۃ الحیوان : ۳۰۲/۱)

آج کل بہت سےسفیدپوش ڈاکوتعویذفروش اورکالے پن جادوگرایساکرتے ہیں۔کہ کوئی بیماروغیرہ تعویذلینے کے لئے ان کے پاس آتاہے۔تووہ کہتاہے۔کہ اس کے ساتھ جن ہے۔میں دم کروں گایاتعویذدوں گالیکن جب تک خون نہیں بہے گاکام نہیں ہوگا۔تووہ مریض کوئی چیزمثلا جانوروغیرہ خریدکراسی عقیدے کے تحت ذبح کرتے ہیں ۔تویہ سب ناجائزاورحرام ہے۔شریعت محمدی میں ایسے کاموں کی

قطعاًاجازت نہیں۔پہلے بتایاجاچکاہے کہ نذرعبادت ہے اورعبادت صرف اللہ تعالیٰ کاحق ہے ۔لہٰذانذراولیاء اورمشائخ بزرگوں کے نام کی دینابھی حرام اورباطل ہے
(۲)امام ربانی شیخ احمدسرہندی مجددالف ثانیؒ لکھتے ہیں

وحیوان راکہ نذرمشائخ میکندوبرسرقبرہائے ایشان رفتہ ان حیوانات راذبح مے نمائنددرروایات فقہیہ این عمل رانیزداخل شرک ساختہ اندودرین باب مبالغہ نمودہ واین ذبح راازجنس ذبائح جن انگاشتہ اندکہ ممنوع شرعی است وداخل دائرہ شرک ۔ (مکتوبات امام ربانی : ۳/۴۱)		کہ اورجانورکوبزرگوں کی نذرکرتے ہیں اوران کی قبروں پرجاکران جانوروں کوذبح کرتے ہیں ۔فقہی روایات میں اس عمل کوشرک میں داخل کیاہے۔اوراس باب میں مبالغہ کیاہے۔اوراس ذبیحہ کوذبائح جن کی جنس میں شمارکیاہے۔جوکہ شرعاًممنوع ہیں ۔اوردائرہ شرک میں داخل ہے۔ (مکتوبات امام ربانی : ۳/۴۱)

(ایک عبرت آموز واقعہ)

امام نسائیؒ نے ایک مرفوع روایت نقل فرمائی ہے۔کہ ایک شخص نے غیراللہ کے نام ایک مکھی دی تھی جس کی وجہ سے وہ جہنم چلاگیا

عن طارق ابن شھاب یرفعه قال دخل رجل الجنةَ فی ذباب ، ودخل رجل النارَ فی ذباب قالوا : وکیف ذالك یارسول اللہ ؟ قال مررجلان علی قوم لھم صنم لایجوز احد حتی یقرب له شیئاً فقالوا لاحدھما قَرِّبْ فقال : لیس عندی شیئی قالوا : قَرِّبْ ولو ذباباً فقرب ذباباً فخلوا سبیله فدخل النار، وقالوا للاٰخر : قرب فقال ماکنت لاقرب شیئاً دون اللہ عزوجل فضربوا عنقه فدخل الجنة : رواہ احمد (الجواب الکافی : ۴۱) (ترجمان السنة : ۳۴۴/۲۔حدیث ۶۶۲)		طارق بن شہاب مرفوعاًروایت کرتے ہیں کہ صرف ایک مکھی کی بدولت ایک شخص توجنت میں داخل ہوگیا۔اوردوسرادوزخ میں لوگوں نے تعجب سے پوچھایارسول اللہ یہ کیسے ؟ فرمایاکہ کسی قوم کاایک بت تھاان کایہ دستورتھاکہ کوئی شخص اس پرنذر چڑھائے بغیرگذرنہیں سکتاتھااتفاق سے دوشخص ادھر سے گذرے ۔ انہوں نے اپنے دستورکے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہاکہ نیاز (نذر) چڑھاو ۔ وہ بولانذرچڑھانے کے لئے میرے پاس توکوئی چیزنہیں وہ بولے کچھ نہ کچھ توضرورچڑھاوخواہ ایک مکھی ہی سہی ۔اس نے ایک مکھی (نذرکے

باب نہم

		طورپرغیراللہ کے نام)چڑھادی اوراس کی وجہ سے وہ دوزخ میں گیا۔انہوں نے اس کوتوچھوڑدیا۔اب دوسرے سے کہاکہ تم بھی کچھ (نذر)چڑھاو۔اس نےکہااللہ کی ذات کے سوامیں توکسی اورکے نام کی (نذر)نیازنہیں دے سکتا۔یہ سن کرانہوں نے اس کی گردن اُڑادی۔ اس لئے یہ جنت میں داخل ہوگیااس روایت کوامام احمدؒنے نقل کیا۔ (الجواب الکافی : ۴۱) (ترجمان السنۃ : ۳۴۴/۲) (حدیث : ۶۶۶)

احباب کرام !

آپ نے پڑھاکہ غیراللہ کے نام صرف مکھی کی نذرکرنے سے آدمی جہنم میں چلاگیا کیاحال ہوگاان لوگوں کاجوغیراللہ کے نام سانڈ،بیل ،گائے ،بکری، اولادتک دیتے ہیں

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ ذٰلِكَ هوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْن ، حَفِظَنَااللہ وَاِیَّاکمْ آمین یارب العلمین

وَمَن یُشْرِکْ بِاللَّهِ فَکَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاء فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ أَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ : (الحج : ۳۱)		سنو!اللہ کے ساتھ شریک کرنے والاگویاآسمان سے گرپڑا،اب یاتواسے پرندے اچک لے جائیں گے یاہواکسی دوردرازکی جگہ پھینک دے گی (سورئہ حج : ۳۱)

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

مَااهل به لغیراللہ کے بارے بعض مفسرین نے لکھاہےکہ اس سے وہ ذبیحہ مرادہےجس پرذبح کے وقت کسی غیراللہ کانام لیاجائے ۔اورتم لوگ کہتے ہوکہ نہیں جوغیراللہ کے نام پرنامزدہوجائے ۔اگرچہ ذبح کے وقت ہزارمرتبہ بسم اللہ اللہ اکبرپڑھے تب بھی حرام اورناجائزہے

اس کاجواب مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیعؒ اورعلامہ خان محمدصاحبؒ نے یوں دیاہے

انه کان للناس عادۃ مختلفة فی ذالك		کہ اس وقت لوگوں کی عادات مختلف

باب نهم

تھیں ۔بعض عرب کی یہ عادت تھی۔کہ ذبح سے پہلے غیراللہ کانام لیاجاتاتھا۔اوربعض بوقت ذبح لیتے تھے توبعض مفسرین نے وہ عادت ذکرکی جوذبح کے وقت غیراللہ کا نام لیتےتھے۔جیسے تفسیرجلالین کے مصنف وغیرہ اوردوسری صورت (جوذبح سے پہلے غیراللہ کانام پکارتے تھے یاان کے لیے نا مزدکرتے تھے)وہ چھوڑدیئے یہ مطلب نہیں کہ وہ حرام نہیں (بلکہ حرام تودونوں ہیں مگربعض مفسرین ایک صورت پیش کرتے ہیں بعض دوسری ۔ اوربعض دونوں جیسے معارف القرآن ، (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱/ ۸۸) (الدلائل البینات : ۱۷)		کانت العادۃ لبعض العرب باھلال قبل الذبح وللاٰخرین وقت الذبح فذکر بعض المفسرین مایکون وقت الذبح لمصنف تفسیر جلالین وغیر وترکو الثانی لا ان ھلال قبل الذبح لایحرم ۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱/۸۸) (الدلائل البینات : ۱۷)

(غیراللہ کے نام نذروغیرہ علماء دیوبندکی نظرمیں)

صوبہ سرحدکے اکثرعلاقوں میں غیراللہ کے نام ذبح کرنے والے اورنناواتی اورشال وغیرہ رسومات کی پابندی کرنے والے حنفیت کے ساتھ دیوبندیت کے بھی دعویداہیں ۔توفقہ حنفی بمعہ قرآن وحدیث ودیگرکتب کے حوالے توآپ حضرات نے ملاحظہ فرمائے ہیں اب مناسب معلوم ہوتاہے کہ علماء دیوبندکے بھی چندحوالے زیب قرطاس کروں تاکہ سادہ لوح عوام کوحیلہ گرمولوی اورباطل پرست پیرمزیددیوبندکے نام سے گمراہ اوردھوکہ نہ کرسکیں ۔اوریہ سیدھے سادھے عوام ان کی شیطانی چالوں سے نکل سکیں

(۱)حکیم الامت مولانااشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں

کہ''بزرگوں کی نذرونیازکاجانوراگراس واسطے ذبح کیاجائے۔کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں ۔اورہماراکام کردیں اوران کومتصرف فی التکوین سمجھے اوران سے تقرب کے لئے ذبح کرے اورذبح سے وہی مقصودہو۔چنانچہ اس زمانہ میں اکثرجہال کایہی عقیدہ ہوتاہے۔تویہ عقیدہ رکھنے والامشرک اوروہ ذبیحہ بالکل حرام ہے۔اگرچہ وقت ذبح اللہ کانام لیاجائے ۔۔۔لیکن اگر جانوراللہ کے لئے ذبح کرکے اللہ ہی کے نام صدقہ کیا(بشرطیکہ قبرستان وغیرہ میں نہ ہونے کے علاوہ علاقہ

کےمشہورایام میں بھی نہ ہوجیسے ۱۲،ربیع الاول ،نوروزوغیرہ وغیرہ)اوراس کاثواب کسی بزرگ کی روح کوبخش دیاتویہ جائزہے۔آگے لکھتے ہیں
کہ’’بزرگوں کی قبروں پرپیسے ڈالناجائزنہیں ۔اوراگرڈالے توکسی کے لئے اس کالیناجائزنہیں ۔سوائے اس کے ڈالنے والادوبارہ واپس لے کراس حرکت سے توبہ کرلے ۔تقرب الی غیراللہ کی وجہ سے یہ مال خبیث ہے۔مختصراً۔امدادالفتاویٰ : ۲/۵۵۳)
(۲)مولاناموصوفؒ اپنی مایہ نازدوسری تصنیف بہشتی زیورمیں لکھتے ہیں
کہ’’اللہ تعالی کے علاوہ کسی اورسے منت ماننامثلاًیوں کہناے بڑے پیراگرمیراکام ہوجائے تومیں تمہارے لےیہ کام کروں گی۔یاقبروں اورمزاروں پرجانایاجہاں جن رہتے ہیں وہاں جانااوردرخواست کرناتویہ حرام اورشرک ہے بلکہ اس منت کی چیزکاکھانابھی حرام ہے۔بہشتی زیورحصہ سوم /۵۰طبع امدادیہ ملتان)
(۳)محقق العصرالشیخ ظفراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں
کہ’’قبروں پرچڑھاواچڑھاناحرام ہے۔اوراس کالینابھی حرام ہے۔اس کے مستحق نہ قبروالااورنہ ولی کے ورثہ ہیں نہ (مجاور)وغیرہ بلکہ یہ مال اورپیسے اسی ڈالنے والے کاحق ہے۔ اسی کوواپس کرکے دیدیاجائے۔اگروہ معلوم ہولیکن اگرمعلوم نہ ہو تویہ مال ان فقراء پرصدقہ کردیاجائے ۔جومضطراورفاقہ زدہ ہیں ۔جیسے یتامیٰ اوربیوگان ومساکین وغیرہ مختصراًمفہوماً۔امدادالاحکام : ۱/۲۰۲)
(۴)مولاناعبدالحی صاحب لکھنویؒ تحریرکرتے ہیں کہ’’غیرخداکی نذرجائزنہیں۔بحرالرائق میں ہے کہ نذرعبادت ہے اورعبادت کسی مخلوق کے لئے جائزنہیں ۔ مجموعۃ الفتاویٰ : ۲/۲۷۶
(۵)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدجالندھری صاحبؒ بریلویوں کے ایک لمبے فتوی کاجواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں
کہ’’نذربغیرخداکے کسی بھی پیرولی نبی شہیدفرشتہ قبروغیرہ کے لئے جائزنہیں ۔مختصراًمفہوم۔خیرالفتاویٰ : ۱/۵۶۰تا۵۶۴)
(۶)شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’بتوں کے نام نذرہوئی چیزشرعاًحرام ہے۔کسی مسلمان کواس کاکھاناجائزنہیں ۔آپ کے مسائل اوران کاحل : ۱/۷۱)
(۷)مفتی اعظم پاکستان مصنف معارف القرآن مفتی محمدشفیع صاحب لکھتے ہیں
کہ’’اگر کھانامتوفی بزرگوں کے نام سے بطورنذرکے پکایاجائے تویہ نذربذاتہ حرام اورشرک ہے۔کیونکہ نذرغیراللہ تبارک وتعالیٰ جائزنہیں ۔اورمولاناشاہ عبدالعزیزمحدث دہلوی قدس سرہ نے آیت۔ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ)کی

تفسیرمیں غیراللہ کی نذرماننے والے کومشرکین میں سے قراردیاہے۔۔۔الخ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱/۱۰۹)
(۸)فقیہ العصرمفتی اعظم مرشدالمجاہدین حضرت مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ ایک پیٹ پرست مولوی کی تحریرکاجواب دیتے ہوئے ایک لمبی بحث اورمدلل جواب دیتے ہیں جسکاخلاصہ یہ ہے فرماتے ہیں

کہ''ایصال ثواب بروح بزرگان واولیاء کرام ثابت وموجب اجروثواب ہے۔اس میں کوئی کلام نہیں لیکن اس کے ساتھ کسی قسم کی تقییدوتخصیص احداث فی الدین وبدعت ہے۔اولیاء کرام کے نام پرجانورمتعین کرنااورپھرمزاروں پرلیجاکرذبح کرناماابل بہ لغیراللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے شرک ہے اوراس کاکھاناحرام ہے۔گواس پربزارباربسم اللہ اللہ اکبرپڑھی گئی ہو۔۔۔الخ احسن الفتاویٰ : ۱/۴۹)

حضرات گرامی!

میرے خیال میں ایک اسلام پسنداورمنصف مزاج مسلمان کے لئے اتناہی کافی ہے ۔اگروہ شرک وبدعت سے بچناچاہتاہے۔اورصراط مستقیم کامتلاشی ہے۔توقرآن وحدیث اورفقہ حنفی اورتحریرات علماء دیوبندکامذکورہ ذخیرہ اورتصریحات اس کے لئے کافی اورداعی الی التوحیدہیں ۔لیکن اگرکوئی دلائل کے مقابلہ میں آباواجداداورقرآن وسنت کے مقابلہ میں رسم ورواج اوردین کے مقابلہ میں پیٹ اورانصاف کے مقابلہ میں ضدکوترجیح دینے والاہے۔

توپھرایسے شخص کاکوئی علاج نہیں وہ دنیامیں ٹھیک نہیں ہوسکتاالبتہ اس کاعلاج جہنم ہی ہے

فالنار اولیٰ به
وماعلیناالاالبلاغ المبین

(ناذرکانذر سے خودکھالیناجائزنہیں ہے)

یہ بھی ایک عام رواج رائج ہے کہ کوئی نذر(منت)مانتاہے اورپھراس کوخودیااپنے گھرہی کے افرادیاعام برادری کے لوگوں کو(غریب ومالدارکی کوئی تمیزنہیں کرتے بلکہ عام نفلی صدقہ وخیرات کی طرح) کھلاتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور اس سے ناذرکاذمہ فارغ نہیں ہوتابلکہ اس نذرکی ہوئی چیزکامصرف فقراء ومساکین ہیں جس طرح زکوۃاورصدقہ فطروغیرہ نہ خودکھاسکتاہے اورنہ ہی مالدارکوکھلاسکتاہے اورنہ اپنے والدین اوربچوں کوکھلاسکتاہے اسی طرح منت والی چیزکابھی یہی حکم ہے ۔

اوراگرمالداروں کومعلوم ہوتوان کے لئے کھانااورلیناحرام ہے ۔یہاں تک اگرمنت ماننے والاغریب بھی ہوتب بھی اس کے لئے اس سے کھالینادرست نہیں ہے اس

لئے کہ نذرغربت سے متاثرنہیں ہوتی۔
لیکن اگرنذرزبان سے نہیں بلکہ صرف دل میں مان لیاہوتوپھرسب کھاسکتےہیں۔
(چندحوالے درج ذیل ملاحظہ فرمالیجئے!
(۱)الدرالمختار : ۵/۲۰۳)(۲)خلاصۃ الفتاویٰ : ۴/۳۲۰)(۳)بدائع الصنائع : ۵/۶۸)(۴)قاضی خان : ۲/۲۸۷)(۵)آپ کے مسائل اوران کاحل : ۳/۴۲۳)
(۶)فتاویٰ حقانیہ : ۵/۴۲) اگرکسی نے نذرمیں کوئی خاص چیزکاصدقہ مان لیاکہ مثلاً چاول پکاؤنگا توصرف چاول یادوسری خاص چیزدیناضروری نہیں بلکہ اس کی قیمت بھی دے سکتاہے۔اورکسی خاص وقت پریاجگہ پرصدقہ مان لیاکہ جمعہ کےدن مکہ میں یافلاں جگہ پرصدقہ دونگاتونہ وہ دن ضروری ہے نہ وہ جگہ ۔مفہوم ۔(احسن الفتاوی ج ۵ ص ۴۸۰)
واللہ اعلم بالصواب

باب نہم

(عیدمیلادالنبی اورشریعت محمد ی ﷺ)

محمدﷺکے ساتھ محبت وعقیدت عین ایمان ہے۔اسی طرح آپﷺ کاذکرخیراورآپکی ولادت سے لے کروفات تک کی زندگی کے ہرشعبہ کے صحیح حالات وواقعات اورآپ کے افعال واقوال کوہرمحفل اورہرلمحہ میں پیش کرناباعث نزول رحمت خداواندی ہے۔آپ کی ولادت آپ کی بچپن آپ کی جوانی آپ کی بعثت آپ کی دعوت آپ کاجہادآپ کی قربانی آپ کاذکروفکرآپ کی عبادت آپ کی نمازحج وعمرہ آپ کے اخلاق وشمائل آپ کی صورت وسیرت آپ کازہدوتقویٰ آپ کاعلم وخشیت آہ وبکااٹھنابیٹھناآپ کاچلناپھرنا،سوناجاگناآپ کی صلح وجنگ خفگی وغصہ رحمت وشفقت ،تبسم ومسکراہٹ الغرض آپ کی ایک ایک اداوایک ایک حرکت وسکون امت کے لئے اسوہ حسنہ اورنسخہ ہدایت ہے ۔ان سب کاسیکھناسکھانااس کامذاکرہ کرنادعوت دیناامت کافرض ہے۔

سال کے کسی بھی لمحہ میں ذکرنبیﷺیاان کے حالات اورسیرت طیبہ کاتذکرہ ممنوع نہیں ۔اس بات سے اختلاف نہیں البتہ دیکھنایہ ہے۔کہ ربیع الاول ہی کومتعین کرکے اس میں میلادمنانامحفل اورمجلس منعقدکرناجلسے اورجلوس نکالنااوراسی ہی مخصوص وقت میں فقراء اورمساکین کوصدقات خیرات وغیرہ دیناکیایہ سب کچھ آپﷺ اورحضرات صحابہ کرامؓ اورخیرالقرون سے ثابت ہے؟

اگرثابت ہے۔توچشم ماروشن دل ماشاد۔پھرکسی کومنہ پرکوئی حرف لانابھی جائزنہیں ۔کیونکہ جوکچھ انہوں نے فعلاًیاترکاکیاہو وہی دین ہے۔اوراس کی مخا لفت بے دینی ہے۔مگرآپﷺبعدازنبوت ۲۳ ،تئیس سال تک دنیامیں زندہ رہے اورپھرایک کمزورروایت کے مطابق۳۰ ،تیس سال خلافت راشدہ کے گزرے ہیں ۔اورقوی روایت کے مطابق ۱۲ خلفاء راشدین گزرے ہیں اورایک سودس ہجری تک حضرات صحابہ کرامؓ کادوررہاہے۔کم وبیش ۲۲۰برس تک اتباع تابعین کازمانہ تھا۔عشق نبی اورمحبت رسول ان سے زیادہ کس میں ہوسکتاہے۔اتنے عرصہ میں انہوں نے عشق کامل کے باوجودعیدمیلادالنبیﷺنہیں منایانہ ہی فریق مخالف اس کاثبوت پیش کرسکتاہے۔اورنہ ہی ان شاء اللہ تاقیامت پیش کرسکتاہے۔

توپھرسوال یہ ہے۔کہ اگریہ کام کارثواب اورمبارک ہے۔تواس وقت باوجودمحرک اورسبب کے کیوں انہوں نے اس میں سستی کی ۔کیونکہ امام ابن کثیراورامت کے علماء کافیصلہ ہے۔کہ انہوں نے کوئی خیرکاکام نہیں چھوڑامگراسکی طرف سبقت فرمائی ''۔توپھریہ خیرکاکام انہوں نے کیسے چھوڑا؟

''تنبیہ''یادرہے ایک نفس ذکرولادت ہے۔تمام قیودات محدثات سے پاک اس میں

کسی کااختلاف نہیں ۔ایک وقت مخصوص میں مخصوص طریقے سے میلادمناناہے۔جس میں کئی قباحتیں ہیں ۔اختلاف اس میں ہے۔کیونکہ پہلامندوب اورمستحب ہے۔اوردوسرابدعت اورممنوع ہے۔

(۱) مروجہ محفل میلادیعنی ۱۲،ربیع الاول کی حقیقت)

عوام سے وافرمقدارمیں چندہ جمع کرکے ایک مجلس یاجلسہ منعقدکیاجاتاہے۔جس میں ضرورت سے زیادہ روشنی کاانتظام کیاجاتاہے سٹیج کودلہن کی طرح سجایاجاتاہے۔بلکہ مسجدوغیرہ کی بیرونی دیواروں کوبھی بجلی کے چھوٹے قمقموں سے آراستہ کیاجاتاہے۔نیزمسجدکے اندرجھنڈیاں کثیرتعدادمیں لگائی جاتی ہیں ۔غرض عام حالات کی بنسبت کہیں زیادہ اہتمام کے ساتھ اورکثیررقم خرچ کرکے اس جگہ کوآراستہ کیاجاتاہے۔ اورپھراہتمام کے ساتھ کافی لوگوں کوشرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اورنعت خواں حضرات ایسے اشعاراورنعت پڑھتے ہیں ۔جن میں شریعت کے خلاف منگھڑت واقعات اورحکایات اورغیرشرعی الفاظ اورصیغوں کااستعمال کیاجاتاہے۔ اوربریلوی حضرات توپھراورہی آگے بڑھ کرمیلادمیں قیام کرتے ہیں ۔کہ حضورﷺتشریف لاتے ہیں ۔لہٰذا احتراماًکھڑے ہوجاو۔اوراس ہیئت کوبریلوی حضرات صرف سنت مستحب نہیں بلکہ فرض سمجھتے ہیں ۔
چنانچہ قاضی فضل احمدصاحب لکھتے ہیں
کہ''ان عبارات اورفتاویٰ علماء سے یہ صاف ظاہرہے۔کہ پہلے زمانے میں میلادشریف کاکرناصرف مستحسن یامستحب یامسنون تھالیکن اب اس زمانے میں اس کوضروری تصورکرکے فرض کفایہ تحریرفرمایاہے۔انوارآفتاب صداقت : ۳۰۹۸)

یہ بریلویوں کی وہ کتاب ہے جسکی تصدیق انکے امام احمدرضاخان کے علاوہ انکے چالیس علماء نے کی ہے۔اوریہ بات بھی عیاں ہے کہ اسلام جیسے سادہ اورفطری مذہب میں اس قسم کے فضول اورغیرضروی اخراجات کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔اس لئے سوائے نمودونمائش کے اس اورکوئی فائدہ نہیں ۔ہاں پیٹ کے پجاریوں کے اس میں بہت ہی فوائدہیں ۔جس کی خاطریہ سب کچھ کرتے ہیں ۔

(۲)عیدمیلادالنبیﷺکے کے بارے میں اہلسنت والجماعت کاموقف)

رسول اللہ ﷺکافرمان ہے

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم :		**کہ سب سے بہترزمانہ میرا(یعنی صحابہ کرامؓ کازمانہ) ہے پھروہ لوگ جوان کے**

ساتھ متصلاًبعدمیں آئیں گے۔(یعنی تابعین عظام)پھروہ لوگ جومتصلاًان کے بعدآئیں گے(یعنی تبع تابعین)(بخاری : ۳۶۲/۱،مسلم : ۳۰۹/۲) (مشکوٰۃ : ۵۵۳/۲)		(بخاری : ۳۶۲/۱، مسلم : ۳۰۹/۲) (مشکوٰۃ : ۵۵۳/۲)

آپﷺنے اس روایت میں تصریح فرمائی ہے۔کہ یہ تین زمانے خیروالے ہیں(ثم یفشو الکذب) بعدمیں جھوٹ پھیل جائیگااب ہمیں یہ معلوم کرناضروری ہے کہ کیایہ عیدمیلادالنبیﷺان تینوں زمانوں میں تھایانہیں؟یہ کب ایجادہوا۔اگرخیراورثواب کاکام ہے۔ توپھرتوصحابہ کرامؓ اورتابعین اوراتباع تابعین کوکرناچاہئے تھا۔لیکن اگرانہوں نے نہ کیاہے۔اورنہ کبھی سوچاہے۔پھرکون اُن سے بڑاعالم اوربڑاپارساپیداہواجس نے اس کی ایجا دکی ۔

(۳)عیدمیلادالنبیﷺکی ابتداء کب؟

بریلوی مسلک والے خوداس کااعتراف کرتے ہیں ۔کہ پورے چھے سوصدی تک اس کاکوئی نام ونشان نہیں تھااس کے بعدساتویں صدی ہجری میں اس کام کی بنیادڈالی گئی ۔

(۱)چنانچہ مفتی احمدیارخان بریلوی لکھتے ہیں

کہ’’جس بادشاہ نے پہلے اس کوایجادکیاوہ شاہ اربل ہے۔اورعمربن دحیہ نے اس کے لئے میلادشریف کی ایک کتاب لکھی جس پربادشاہ اربل نے اس کوہزاراشرفیاں نذرکیں ۔جاء الحق : ۲۳۷/۱)

(۲)قاضی فضل احمدصاحب بریلوی لکھتے ہیں

کہ’’یہ امرمسلمہ ہے۔کہ اس ہیئت کذائیہ (مخصوص شکل)سے یہ عمل خیروبرکت ونعمت ورحمت ۶۰۴ھ؁ سے بحکم بادشاہ اولی الامر.........جاری ہے۔انوارآفتاب صداقت : ۳۹۳)

مذکورہ بالادوعبارتوں سے بخوبی معلوم ہواکہ بریلوی علماء کوبھی یہ اقرارہے۔کہ اس مخصوص شکل کے ساتھ میلادکی ابتداء رسول اللہ ﷺکے چھے سوسال بعدساتویں صدی میں ہوئی ہے۔ اورشاہ اربل اورعمربن دحیہ نے مل کراس کوایجادکیاہے۔

(۳)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

کہ’’ اربل کے بادشاہ ابوسعیدمظفرالدین کوکری المتوفیٰ ۶۳۰ء؁ کے لئے سب سے پہلے میلادکی کتاب ایک سرکاری اوردرباری مولوی عمربن دحیہ نے لکھی

۔اوربادشاہ سے بطورانعام ہزاراشرفیاں حاصل کیں ۔دول الاسلام : ۱۰۴/۲)

(۴)میلادِمروّجہ کو ایجادکرنے والوں کے بارے میں علماء کرام کی رائے)

(۱)امام اہلسنت والجماعت شیخ الحدیث حضرت مولاناسرفرازخان صاحب صفدردامت برکاتہم لکھتے ہیں
کہ''یہ بدعت ۶۰۴ءھ میں موصل کے شہرمیں مظفرالدین کوکری کے حکم سے ایجادہوئی ۔جوایک مسرف اوردین سےلاپرواہبادشاہ تھے ۔المنہاج الواضح : المشہور(راہ سنت : ۱۶۲)

(۲)امام احمدبن محمدمصری مالکیؒ لکھتے ہیں

کان ملکاً مسرفاً یأمر علماء زمانه ان یعملوا باستنباطهم واجتهادهم وان لایتبعو المذهب غیرهم حتی مالت الیه جماعة من العلماء وطائفة من الفضلاء ویحتفل لمولد النبی ﷺ فی الربیع الاول وهو اول من احدث من الملوك هذ العمل (المنهاج الواضح : ۱۶۲)		کہ وہ ایک مسرف بادشاہ تھاعلمازمانہ سے کہاکرتاتھاکہ وہ اپنے استنباط اوراجتہادپرعمل کریں ۔اورغیرکے مذہب کی پیروی نہ کریں ۔حتی کہ (دنیاپرست)علماء اورفضلاء کی ایک جماعت اس کی طرف مائل ہوگئی ۔اوروہ ربیع الاول میں میلادمنعقدکیاکرتاتھابادشاہوں میں یہ پہلابادشاہ تھاجس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔(المنہاج الواضح : ۱۶۲)

(۳)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں
کہ''وہ ہرسال میلادالنبیﷺپرتقریباًتین لاکھ روپیے خرچ کیاکرتاتھا۔دول الاسلام : ۱۰۳/۲)

(۵)عیدمیلادمروجہ کوجس لالچی ملانے ایجادکیاہے اس کے بارے میں اکابرین کی رائے ۔)

(۱)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

کثیر الوقیعة فی الائمة وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبر قلیل النظرفی امور الدین متهاوناً .		کہ وہ ائمہ دین اورسلف کی شان میں بہت ہی گستاخی کیاکرتاتھاگندی زبان کامالک تھابڑااحمق اورمتکبرتھا۔دین کے کاموں میں بڑالا پرواہاورسست تھا۔

(لسان المیزان : ۲۹۶/۴)		(لسان المیزان : ۲۹۶/۴)

(۲)علامہ ابن حجرؒآگے اسی صفحہ پرلکھتے ہیں

کان ظاہری المذہب : (لسان المیزان : ۲۹۶/۴)		یعنی وہ ظاہری مذہب (باطل فرقہ سے)تعلق رکھتاتھا۔ (لسان المیزان : ۲۹۶/۴)

(۳)علامہ ابن حجرؒمزیدلکھتے ہیں
کہ محدث ابن نجارنے کہاکہ میں نے سب لوگوں کواس کے جھوٹے ہونے اورناقابل اعتمادہونے پرمتفق پایاہے۔ (المیزان : ۲۹۵/۴)
(۴)ایک اورمحدث اس کے بارے میں فرماتے ہیں
کہ’’ایسی ایسی باتوں کادعویٰ کیاکرتاتھا۔جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تھی۔ایضاً : ۲۹۴/۴)

(۶)عیدمیلادالنبی ﷺکے بارے میں مذاہب اربعہ کے علماء کافیصلہ)

(۱)ابن امیرالحاج رقمطرازہیں

ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذالك من اكبر العبادات واظهار الشعائر مايفعلونه فی الشهر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذالك علی بدع ومحرمات ...... فهو بدعة بنفس نیته فقط لان ذالك زیادة فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولیٰ (مدخل : ۲/۲طبع دارالفکر)		کہ لوگوں کی ان بدعتوں اورنوایجادباتوں میں سے جن کووہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اورجن کے کرنے کوشعائراسلامیہ کااظہارکہتے ہیں ۔ایک مجلس میلادبھی ہے۔جس کووہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں ۔اورواقعہ یہ ہے کہ بہت سی بدعات اورمحرمات پرمشتمل ہے۔(آگے لکھتے ہیں)اگرمفاسدسے پاک ہوصرف بنیت میلادکھاناتیارکرے)تب بھی وہ صرف بنیت (عقدمجلس میلاد)کی وجہ سے بدعت ہے۔اوردین کے اندرایک جدیدامرکااضافہ کرناہے ۔جوسلف صالحین کے عمل میں نہ تھا۔حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پرچلنااوران کی پیروی کرناہی زیادہ بہترہے۔ (مدخل : ۲/۲طبع دارالفکر)

(۲)امام ابن تیمیہؒ یوں لکھتے ہیں

باب نہم

لم يفعله السلف الصالح مع قيام المقتضى له وعدم المانع منه ولو كان هذا خيراً محضاً او راجحاً لكان السلف رضى الله عنهم احق به منا :		کہ سلف صالحین نے مقتضی کے باوجود (عید میلاد النبی ﷺ) نہیں منائی حالانکہ اس سے کوئی مانع موجودنہیں تھااگریہ (کام)خیرمحض یا(کم ازکم)راجح بہتر(بھی)ہوتاتوسلف الصالحین ہم سے زیادہ حق دارتھے۔ (اقتضاء الصراط المستقيم : ۲۹۵/۱)

(۳)امام تاج الدین الفاکہانی ؒ ۔ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

فقلت لا اعلم لهذا المولد اصلاً فى كتاب ولاسنة (الى ان قال) بل هوبدعة احدثها البطالون هكذا قال السيوطى ؒ (الحاوى للفتاوىٰ : ۱۹۰/۱)		کہ میں کہتاہوں کہ نہ تومیں اس (عمل) کی اصل کتاب اللہ میں پاتاہوں ۔ اورنہ احادیث میں بلکہ یہ بدعت ہے۔جوکہ باطل پرستوں نے ایجادکی ہے۔امام سیوطیؒ نے بھی یہی کہاہے۔ (الحاوی للفتاویٰ : ۱۹۰/۱)

(۴)امام ابن تیمیہؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں(بخوف طوالت ترجمہ نقل کیاجاتاہے۔

کہ’’یہ (عیدمیلادالنبیﷺ)ان بدعات میں سے ہے۔جس کونہ توسلف الصالحین نے مستحب سمجھاہے۔اورنہ کبھی منایاہے۔(الفتاوی المصریۃ : ۳۱۲/۱)

(۵)الاستادابوعبداللہ محمدالحفار...المعیار : ۹۹)

(۶)الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسنؒ مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیۃ ۔۴/۴۴۰۔ الدررالسنیۃ۔۴/۴۰۹، ایضا۸/۲۸۵)

(۷)علامہ سیدعلی نکریؒ :.. المحاضرات الفکریۃ۔۱۲۸)

(۸)الشیخ محمدعبدالسلام خضرالقرشیؒ.................................السنن والمبتدعات : ۱۳۸)

(۹)الحافظ ابوزرعۃؒ ....تشنیف الاذان : ۱۳۶)

(۱۰)الشیخ محمدبن یوسف الصالحی الشامی ؒ ....سبل الہدی والرشادفی سیرۃ خیرالعباد : ۴۳۹)

(۱۱)ملاعلی القاری الحنفیؒ ....الموردالروی فی المولدالنبوی : ۲۴)

(۱۲)الشیخ محمدبخیت المطیعی الحنفیؒ.................................احسن الکلام : ۵۴)

(۱۳)السیدمحمدرشیدرضاؒنے توحدکردی ہے لکھتے ہیں

باب نهم

کہ”یہ عیدمیلادالنبیﷺایسے اجتماعی گناہوں کامجموعہ ہے۔جن گناہوں کوجائزسمجھنے والاباتفاق مذاہب اربعہ اورجمہورکے نزدیک مرتدہوجاتاہے۔مثلاًمدارس کی چھٹی ہوکردینی اسباق بے وجہ بندہوجاتے ہیں اوربہت زیادہ مال ضرورت سے زیادہ روشنی پرخرچ ہوتے ہیں ۔جبکہ حدیث شریف میں آیاہے ۔کہ اللہ نے آپ کے لئے فضول خرچی منع فرمائی ہے۔
اورمسجدکی بے حرمتی ہوتی ہے۔کہ وہاں کھاناپیناہوتاہے۔لوگ مسجدمیں رات گذارتے ہیں ۔بچے بچیاں گندے پاوں کے ساتھ مسجدمیں آتے جاتے ہیں ۔قرآن کریم کی تلاوت غیرشرعی طریقے سے ہوتی ہے۔بعض لوگ نام نموداوردکھاوے کے لئے چندہ دیتے ہیں۔حالانکہ یہ سارے کام ناجائزہیں ۔المنار : ۹۶/۹،ایضاً۸۴/۱۰)
(۱۴)الاستادشیخ علی محفوظ نے بھی کافی بحث کے بعدلکھاہے کہ عیدمیلادالنبیﷺبدعت اورممنوع ہے۔الابداع : ۱۲۶تا۱۲۸)
(۱۵)امام ربانی مجددالف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں
کہ”انصاف کی نظرسے دیکھئے اگرحضرت ﷺاس وقت دنیامیں تشریف فرماہوتے ۔اورمجلس (میلاد)اورمحفل اجتماع منعقدہوتاآیاآپﷺاس پرراضی ہوتے ۔اوراس پراجتماع کوپسندفرماتے یانہیں ؟فقیرکایقین ہے ،کہ اس کوہرگزجائزنہ رکھتے ۔فقیرکامقصودصرف امرحق کااظہارہے۔قبول کریں یانہ کریں ۔کوئی پرواہ نہیں ۔اورنہ کسی جھگڑے کی گنجائش ہے۔(مکتوبات دفتراول مکتوب : ۲۷۳)

(۷)اہل بدعت کے دلائل اوراس کے جوابات)

مناسب معلوم ہوتاہے کہ اہل بدعت قرآن وحدیث سے جودلائل عیدمیلادالنبیءﷺکے جوازپرپیش کرتے ہیں ان کا علمی جائزہ لیاجائے ۔کہ کیایہ دلائل اس مدعاپرفِٹ بھی ہوسکتے ہیں یانہیں؟
اورعلماء امت رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ ان دلائل کے بارے میں کیاارشادفرماتے ہیں ۔
(۱)پہلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قُلْ بِفَضْلِ اللہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُواْ ھوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُونَ : (یونس : ۵۸)	آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کواللہ کے اس انعام اوررحمت پرخوش ہوناچاہئے وہ اس سے بدرجہابہترہے جس کووہ جمع کررہے ہیں ۔(سورئہ یونس : ۵۸)

کہ اس آیت کریمہ سے محفل میلادمیں خوشی منانے کی طرف اشارہ ہے۔لہٰذااس بابرکت فعل کوبدعت کہنادرست نہیں ہے۔

باب نہم

الجواب ؛(نوٹ)دلائل اورجوابات چونکہ علماء کے لئے ہوتے ہیں ۔اس لئے صرف عربی کی عبارت ہی پراکتفاکرتاہوں) بہرکیف اس آیت سے عیدمیلادالنبیﷺپراستدلال کرنااس لئے غلط اورقابل قبول نہیں کہ آیت کایہ مفہوم نہ توآپ ﷺنے بیان فرمایاہے۔اورنہ صحابہ کرامؓ اورنہ تابعین سے منقول ہے۔بلکہ اپنی طرف سے محض بے پروپادعوی ہے۔اورجومفہوم سلف صالحین سے منقول نہ ہووہ مردودہے۔اس کوہرگزقبول نہیں کیاجائے گا۔یہ امتِ مسلمہ کی اتفاقی بات ہے ۔اس میں کسی کااختلاف نہیں ہے ۔

(۱)علامہ اسمعیل بن محمدالانصاریؒ لکھتے ہیں

الاستدلال بقول اللہ تعالیٰ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ الخ علی مشروعیۃ الاحتفال باالمولدالنبوی فمن قبیل حمل کلام اللہ تعالیٰ علی مالم یحملہ علیہ السلف الصالح والدعاء الی العمل بہ علی غیرالوجہ الذی مضواعلیہ فی العمل بہ وھوامرلایلیق : (القول الفصل : ۷۳)

(۲)امام شاطبیؒ لکھتے ہیں

وھوان الوجہ الذی لم یثبت عن السلف الصالح العمل باالنص علیہ لایقبل ممن بعدھم دعوی دلالۃ النص الشرعی علیہ قال اذلوکان دلیلاًعلیہ لم یعزب عن فھم الصحابۃوالتابعین ثم یفھمہ من بعدھم فعمل الاولین کیف کان مصادم لمقتضی ھذالمفھوم ومعارض لہ ولوکان ترك العمل قال فماعمل بہ المتأخرون من ھذاالقسم مخالف لاجتماع الاولین وکل من خالف الاجتماع فھومخبئی(الی ان قال)فکل من خالف السلف الاولین فھوعلی خطأ وھذاکاف : الموافقات : ۷۱/۳)

(۳)امام شاطبیؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں

کل من اتبع المتشابھات اوحرف الماطات اوحمل الایات مالاتحملہ عندالسلف الصالح اوتمسك باالاحادیث الواھیۃ اواخذالادلۃ ببادی الرأی لیستدل علی کل فعل اوقول او اعتقاد وافق غرضہ بایۃ اوحدیث لایفوزبذالك اصلاً : الاعتصام : ۲۳۱/۱)

(۴)حافظ ابن عبدالہادیؒ لکھتے ہیں

ھذالتاویل الذی تأول علیہ المعترض ھذہ الایۃ تأویل باطل قطعاًولوکان حقاًلسبقونالیہ علماًوعملاًوارشاداًاونصیحۃًالخ ۔الصارم المنکی : ۴۲۷)

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آیت کی یہ تفسیرکسی مفسرسے منقول نہیں ہے اورنہ ہی کسی معتبرتفسیرمیں اس کاکوئی ذکرہے۔اوریہ بات بھی مسلم ہے کہ قرآن کریم کی اپنی طرف سے تفسیرکرناجوکہ سلف اولین کی تفسیرکے مخالف ہویہ گمراہی ہے۔اگرآیت کایہ مطلب ہوتاتوصحابہ ضرورعمل کرتے ۔حالانکہ مخالفین کوبھی اقرارہےکہ محفل میلادکی ابتداء ۶۰۴ھ کے بعدہوئی ۔توکیاصحابہ نے آیت

باب نهم

پر عمل نہیں کیا؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی اتباع نصیب فرماویں ؛آمین ثم آمین یارب العلمین

دوسری دلیل یہ ہے

کہ روایت ہے کہ ابولہب نے آپﷺکی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کوآزادکیاتھاموت کے بعدخواب میں کسی سے کہاکہ ثویبہ کی آزادی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

الجواب ؛ اولاًیہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے امام بخاری نے باب وامھاتکم الاتی ارضعنکم)

''ویحرم من الرضاع مایحرم من النسب ''میں ذکرکیاہےوہاں سندسے صاف معلوم ہے۔

ثانیاً۔ان ذالك الخبرلوکان موصولاًلاحجة فیه لانه رؤیامنام ذکرذالك ایضاًابن حجرعسقلانیؒ : (القول الفصل : ۸۵/۱)

ثالثا۔اس روایت سے معلوم ہوتاہے کہ ثویبہ کوابولہب نے آپﷺکودودھ دینے سے پہلے آزادکیاہے۔حالانکہ اہل السیرسے یہ بات پکی ہوچکی ہے۔کہ ابولہب نے آپﷺکودودھ دینے کے بعد ثویبہ کوآزادکیاہے۔ دیکھئے ۔الاصابہ لابن حجر : ۲۵۰/۴ ،طبقات ابن سعد : ۱۰۸/۱)

رابعاً۔علامہ اسمعیل الانصاری لکھتے ہیں

ان مرسل عروة الذی خرج علیه ابن ناصرالدین الدمشقی وابن الجزری عمل المولدالنبوی مخالف لظاھر القرآن کما اوضحه الحافظ ابن حجرالعسقلانی فی فتح الباری حیث قال فی کلامه علی ذالك المرسل وفیه دلالة علی ان الکافر قل ینفعه العمل الصالح فی الاخرة لکنه مخالف لظاھر القرآن قال اللہ تعا لیٰ وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاه هبَاء مَّنثُوراً ونقل عن حاشیة ابن المنیر ان مافی ذالك المرسل من اعتبارطاعة الکافر مع کفره محال لان شرط الطاعة ان تقع بقصدصحیح وذالك مفقود من الکافر فاعتاقه ابی لهب لثویبة مادام الامر کذالك لم یکن قربة معتبرة ....فان قیل ان قصة اعتاق ابی لهب ثویبة مخصوصة من ذالك کقصة ابی طالب قلنا....ان تخفیف العذاب عن ابی طالب ثبت بنص صحیح عن النبی ﷺ أماماوقع لابی لهب فی ذالك المرسل فمستنده مجرد کلام ابی لهب فی المنام فشتان مابین الامرین بهذا کله اتضح بطلان الاستدلال بذالك المرسل علی عمل المولد :

القول الفصل : ۸۷/۱)

خلاصہ کلام یہ ہے

باب نہم

کہ مروجہ محفل میلادالنبیﷺبہت ساری شرعی خرابیوں کامجموعہ ہے۔جن کوطوالت کےخوف سے ترک کیاجاتاہے۔اوربریلوی حضرات اوربدعتی حضرات کے بے سروپادلائل اوربھی ہیں مگران کاابطال واضح ہے۔اس لئے ہم نے ذکرنہیں کیے۔ البتہ پوری تفصیل کے لئے الشیخ اسماعیل بن محمدالانصاریؒ کی کتاب القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولدخیرالرسل)اورعلامہ قاری عبدالرشیدصاحب کی کتاب (مروجہ محفل میلاد)ضرورپڑھئے تاکہ کھراکھوٹامعلوم ہوجائے۔اس موضوع پرعلماء دیوبندکے چندفتاوے بھی ملاحظہ فرمالیجئے! شاید کہ بعض نام نہاددیوبندیوں کے لئے دوابنے یہ بھی غنیمت ہے۔

(۱)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ کے فتاوں کامجموعہ : خیرالفتاویٰ : ۱/۵۸۵تا۵۸۸)

(۲)مفتیان دارالعلوم دیوبندکے فتاوای کا مجموعہ : فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱/۱۲۲(۳ایضاً۲/۱۷۱تا۱۷۴)

(۴)شیخ المشائخ مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ کے فتاوی کامجموعہ : فتاویٰ رشیدیہ : ۲۵۵)

(۵)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے فتاوی کامجموعہ : کفایت المفتی : ۱/۱۴۱تا۱۴۴)

(۶)اصلاح الرسوم۔۱۰۹)

(۷)مفتی اعظم امام المجاہدین مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ کےفتاویٰ ۔احسن الفتاویٰ : ۱/۳۴۸تا۳۸۳)

(۸) مفکراسلام مفتی محمودکےفتاویٰ : ۱/۲۷۶)

(۹)مفتی محمدفریدصاحب شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ایک سوال کے جوب میں لکھتے ہیں

کہ"(۱)ذکرسیرت رسول اللہﷺکارثواب ہے لیکن اس طریقے اورقیودسے کرنا بدعت ہے لعدم ثبوته فی خیرالقرون بوجه ولاشتماله علی التزام مالایلزم وعلی الرعاية فوق الرعاية الشريعة

(۲)یہ اسراف اورفضول خرچی سیرت رسول ﷺکے خلاف مظاہرہ ہے۔جب پیغمبرﷺنے درودیوارپرکپڑاتک نہ چھوڑا۔توان سجاوٹوں کاتحمل کس طرح کریں گے۔

(۳)اس اہتمام اورالتزام کاثبوت خیرالقرون میں ابھی تک ثابت نہیں ہواہے۔(۴)مجموعی طورپربدعت سیئہ میں شمارہونگے۔

باب نهم

(۵)یہ اعانت(علی البر) نہیں (بلکہ)اضاعت (مال)ہے۔فتاویٰ فریدیہ : ۱/۳۰۵)

(مروَّجہ قرآن خوانی یعنی ختم القرآن)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کاکلام ہے ۔اس سے بابرکت کتاب دنیامیں کوئی نہیں۔اللہ کی کتاب کی سمجھ کر تلاوت ایک عمدہ ترین عبادت ہے۔اس کوشریعت کے مطابق پڑھ کراس کاثواب میت کوبخشاجاسکتاہے۔بشرطیکہ ایصال ثواب کے لئے جوقرآن کریم پڑھاگیاہواس میں کسی رسم اوررواج کی پابندی نہ ہواورنہ ہی اس پراجرت اورکھانا پیناحاصل کیاجائے ۔اورنہ ہی اجتماع وغیرہ کاالتزام کیاجائے۔ہمارے علاقوں میں مروجہ قرآن خوانی کانقشہ کچھ یوں ہے۔

کہ کسی کے مرنے کے تیسرے دن یاجمعہ اورچہلم اوریاسالگرہ میں یاکسی بھی دن ملاوں کواورطلبہ علم کوبلایاجاتاہے۔کسی حجرہ یامسجدمیں بیٹھ کروہ اجتماعی صورت میں زروزورسے تلاوت کرتے ہیں ۔جس میں کافی شورہوتاہے۔پھربیچ میں چائے اور بسکٹ کی کلاس لگتی ہے۔اورآخرمیں عموماًکھاناشاندارقسم کاتیارہوتاہے۔

اس کوکھالیتے ہیں کھانانوش فرماکرجاتے وقت بعض لوگ حسب توفیق ہرفردکوکچھ پیسے پکڑادیتے ہیں ۔

اگرکسی کے ہاں ختم قرآن میں یہ چیزیں نہ ہو۔توپھرکوئی بھی جانے کے لئے تیارنہیں ہوتا۔بلکہ خالی ہاتھ آنے پرپیچھے سے برابھلابھی کہہ دیتے ہیں ۔اب شریعت محمدیہﷺ سے پوچھتے ہیں ۔کہ

ایساکرناجائزہے یانہیں؟ کیااس میں ثواب بھی ہے یانہیں؟ یاالٹاگناہ تونہیں ہوتا ؟

مروجہ ختم قرآن کی حقیقت پہلے قرآن کریم پھراحادیث مبارکہ پھرفقہ حنفی پھرعلماء دیوبندکی تحریرات کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کیجئے!

(۱)مروجہ قرآن خوانی قرآن کریم کی روشنی میں)

(۱)اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُواْ لَهُ وَأَنصِتُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ : (الاعراف : ۲۰۴)		اورجب قرآن پڑھاجایاکرے تواس کی طرف کان لگادیاکرواورخاموش رہاکروامیدہے کہ تم پررحمت ہو۔ (سورئہ اعراف : ۲۰۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ روایت نقل کرتے ہیں ۔

قال عبداللہ ابن مغفل کل من سمع		حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایاکہ

باب نہم

القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات : (تفسیرمظہری : ۴۵۱/۳)		جوبھی قرآن کوسنے تواس کوکان لگاکرسنننااورخاموش رہناواجب ہے۔ (تفسیرمظہری : ۴۵۱/۳)

(۲)مروّجہ قرآن خوانی میں چندخرابیاں)

پہلی خرابی اِس میں یہ ہے ۔ کہ اسمیں کلام اللہ کی نا قدری ہے۔ اور واجب حکم کی مخالفت ہے۔ جو کہ سننا اور خاموش ہوناہے۔ تو اسمیں سب لگے رہتے ہیں۔ اور غلط سلط الفا ظ زور شور سے پڑھتے ہیں۔حالانکہ یہ اتنا مضبوط حکم ہے ۔کہ فقہ حنفی میں جب امام آگے ہوتاہے۔ تو مقتدی قرأت اس لئے نہیں پڑھتا کہ امام پڑھتا ہے ۔پیچھے لوگوں کو خاموش رہنا واجب ہے

نما ز میں پڑھنا جا ئز نہیں۔ پھر خا رج میں سب کا اکھٹا شور مچانا کیسے جائزہوا۔لہذاقران خوانی میں اس ایت کی مخالفت لازمی آتی ہے۔

دوسریؔ خرابی یہ ہے۔ کہ بغیر ضرورت شر عیہ کے قران کریم کو تیس ٹکر ے پارے پارے چھاپا جا تا ہے ۔ جو کہ صحیح نہیں ۔

(۲)چنا نچہ قران کریم میں ارشاد ہے۔

تَجْعَلُونَہُ قَرَاطِیْسَ تُبْدُونَہَا وَتُخْفُونَ کَثِیْراً (الانعام : ۹۱)		جس کوتم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑاہے جن کوظاہرکرتے ہواوربہت سی باتوں کوچھپاتے ہو۔ (سورئہ انعام : ۹۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بغیرضرورت شر عیہ کے ٹکر ے ٹکرے کرنے پر وعید شدیدآئی ہے۔

چنا نچہ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں ۔

ولذالك كره العلماء كتب القرآن أجزاء : (تفسیرقرطبی : ۲۶/۷)		کہ اسی وجہ سے علماء (أمت)نے قرآن کریم کوٹکڑے ٹکڑے (پارہ پارہ)لکھنے کومکروہ سمجھاہے۔ (تفسیرقرطبی : ۲۶/۷)

اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مروجہ قران خوانی کی ضرورت شرعیہ کا ہونا تو درکنار یہ توخیر القرون سے سرے سے ثابت ہی نہیں۔

چنانچہ مولانا یو سف لدھیانوی ؒلکھتے ہیں ۔

باب نہم

کہ” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے دورمیں اسکا رواج نہیں تھا۔ اس لئے بلاشبہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقم : ۱۹۲/۱)

لہذا اس مروجہ قران خوانی کیلئے اس آیت کے خلاف قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے (پارے پارے) چھاپے جاتے ہیں۔

تیسرؔی خرابی اور بڑی خرابی یہ ہے

کہ” تلاوت اورختم قرآن پرعوض لیاجاتاہے کبھی پیسوں کی صورت میں اورکبھی کھانے پینے کی صورت میں جوکہ حرام ہے۔

(۳)اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِيْ ثَمَناً قَلِيْلاً وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ : (البقرة : ۴۱)		اورمیری آیتوں کوتھوڑی تھوڑی قیمت پرنہ فروخت کرواورصرف مجھ ہی سے ڈرو۔ (سورئہ بقرہ : ۴۱)

(اہل بدعت کاایک دھوکہ اوراس کاجواب)

اہل بدعت کاکہناہے کہ یہ آیت یہودکے حق میں ہے۔اس کوہم پرچسپان نہیں کیاجاسکتا۔

الجواب اولاًتویہ کہناہی غلط ہے کہ یہ یہودکے بارے میں اتری ہے۔کیونکہ اگرہم ایساکہناشروع کریں ۔توقرآن کریم کی ہرآیت یاتوکفارمکہ اورمشرکین مکہ اہل کتاب وغیرہ یاتونبی اکرمﷺاورصحابہ کرامؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔کوئی ایک آیت ایسی نہیں ۔جس میں کچھ ناکچھ نہ کہاجاسکے ۔یعنی ہرایک آیت ایک خاص موقع پرنازل ہوئی ہے۔ توکیاپھرپوراقرآن کریم چھوڑدیں ؟

ثانیاً آیات قرآنیہ عموم اورخصوص کے اعتبارسے چارقسم پرہیں ۔جن میں ایک قسم وہ ہے۔کہ جوآیتیں کسی خاص واقعہ میں نازل ہوئی تھیں ۔لیکن الفاظ عام ہیں ۔تواس قسم کے بارے میں تمام اہل علم کااتفاق ہے

کہ اس صورت میں آیت کاحکم اس کے الفاظ کاتابع ہوکرعام رہے گا۔جیسے کہ ظہارکے بارے آیت توحضرت خولہؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی ۔مگرظہارکاحکم عام ہے۔اوراصول تفسیرکامشہورقاعدہ ہے۔

العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب		کہ اعتبارالفاظ کے عموم کاہوگانہ کہ سبب نزول کے خاص واقعہ کا

اس تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمالیجئے ۔

باب نہم

(۱)الاتقان : ۱/۳۰(۲)اسباب النزول للواحدی : ۱/۲۳۱(۳)البرہان للزرکشی : ۱/۲۴(۴)مناہل العرفان : ۱/۱۱۸تا۱۲۷)

(۱)علامہ سیدمحمود آلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

ویدخل فی العموم قراءة القرآن للموتیٰ بالاجرة فلا ثواب فیها للمیت : ولا للقاری اصلاً وقد عمت البلویٰ بذالك والناس عنه غافلون : (روح المعانی : ۵۵/۱۶)		اور(قرآن)کے عموم میں یہ بھی داخل ہے ۔کہ مردوں کو(ایصال ثواب)کے لئے جواجرت پرقرآن پڑھتے ہیں ۔ تواس میں نہ میت کے لئے اورنہ ہی قاری کے لئے کوئی ثواب ہے ۔ اوراس میں عام لوگ مبتلاہیں ۔اورلوگ اس سے غافل ہیں ۔ (روح المعانی : ۵۵/۱۶)

(۲)امام قرطبیؒ اسی آیت کے تحت عموم کادعویٰ کرکے لکھتے ہیں

وهذه الاية وان کانت خاصة ببنی اسرائیل فهی تتناول من فعل فعلهم : (قرطبی : ۲۲۸/۱)		کہ یہ آیت (نزول کے اعتبار)سے اگرچہ بنی اسرائیل کے ساتھ خاص ہے۔مگرحکم (اس کا)ہراس شخص کوبھی شامل ہے۔جوان کی طرح عمل کرتاہو۔ (قرطبی : ۲۲۸/۱)

(۳)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندی اسی آیت کے تحت ختم قرآن پربحث کرتے ہوئے رقمطرازہیں

کہ''مُردوں کوایصال ثواب کے لئے ختم قرآ ن کراناپاکوئی دوسراوظیفہ پڑھواناأجرت کے ساتھ حرام ہے۔کیونکہ اس پرکسی عام دینی ضرورت کامدارنہیں ۔اورأجرت لے کرپڑھناحرام ہواتواس طرح پڑھنے والااورپڑھوانے والادونوں گنہگارہوئے ۔اورجب پڑھنے والے ہی کوثواب نہ ملاتومیت کووہ کیاپہنچائے گا؟ معارف القرآن : ۲۰۸/۱)

جناب آپ حضرات خودسوچیں!

کہ کیامذکورہ مفسرین أیت زیادہ جاننے والے ہیں یایہ اعتراض کرنے والے پیٹ پرست مولوی حضرات ؟

مفسرین کرام محدثین عظام اورفقہاء احناف اس آیت کوعام تسلیم کرتے ہیں ۔مگرپیٹ پرنظرڈالنے والے حضرات اس کوبنی اسرائیل کے ساتھ خاص سمجھ کرجان چھڑاتے ہیں ۔اس رسم بدکی تردیدمیں احادیث بھی بہت زیادہ واردہوئی ہیں ۔

باب نہم

(۳)مروجہ قرآن خوانی احادیث کی روشنی میں)

(۱)حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺنے فرمایا

من قرأ القرآن يتأكل به الناس جاء يوم القيمة ووجهه عظم ليس عليه لحم : رواه البيهقى فى شعب الايمان : (مشكوٰة : ۱۹۳/۱) (رسائل ابن عابدين : ۱۵۴/۱)		کہ جوشخص قرآن پڑھ کراس کے ذریعے لوگوں سےکھانا کھاتاہے۔تویہ شخص قیامت کے دن حاضرہوگاایسے حال میں کہ اس کاچہرہ ہڈی ہوگا۔اس پرگوشت نہ ہوگا۔اس روایت کوامام بیہقی نے شعب ایمان میں نقل کیاہے۔ (مشکوٰۃ : ۱۹۳/۱ ،رسائل ابن عابدین : ۱۵۴/۱)

(۲)حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ میں ایک قصہ گوکے پاس سے گذراجوقرآن پڑھ رہاتھاپھرکچھ مانگ رہاتھا۔ تومیں نے انالِلّٰہ واناالیه راجعون پڑھااورپھرفرمایاکہ میں نے رسول اللہ ﷺسے سنافرمارہے تھے

من قرأ القرآن فليسأل الله به فانه سيجيئى أقوام يقرؤن القرآن يسألون به الناس : رواه احمد والترمذى : ۱۱۹/۲) (مشكوٰة :۱ /۱۹۳) (رسائل ابن عابدين : ۱۵۵/۱)		کہ جس نے قرآن کی تلاوت کی اس کوچاہئے کہ اس کے ذریعے اللہ سے مانگے اس لئے کہ ایسے لوگ پیداہوجائیں گے۔کہ وہ قرآن کی تلاوت پرلوگوں سے مانگیں گے۔ رواہ احمد والترمذی : ۱۱۹/۲)(مشکوٰۃ : ۱,۱۹۳) (رسائل ابن عابدین : ۱۵۵/۱)

ملاعلی قاری الحنفیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں ۔کہ’’یاتوزبان سے مانگیں گے یاحال سے مانگیں گے۔دونوں جائزنہیں۔

(۳)عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺسے روایت کرتے ہیں ۔

اقرؤ القرآن ولاتأكلوبه . (رسائل ابن عابدين : ۱۷۵/۱)		کہ قرآن کریم پڑھواوراس پر (کھانامال)نہ کھایاکرو۔(رسائل ابن عابدین : ۱۷۵/۱)

ایسے صریح اورٹھوس حوالوں سے انحراف کرنا۔اورایسی سخت وعیدات کے باوجوداورانتی صریح منع کے باوجودپیٹ کی خاطرآپﷺکی ممانعت کونظراندازکرنامیرے خیال میں مسلمان کے لئے انتہائی عظیم جرم اورسبب جہنم

باب نهم

ہے۔

(۴)مروجہ قرآن خوانی فقہ حنفی کی روشنی میں)

چونکہ قرآن خوانی کے ٹھیکہ دارحضرات اپنے آپ کوحنفی کہلاتے ہیں ۔لہٰذامناسب معلوم ہوتاہے کہ قرآن وحدیث کی طرح فقہ حنفی کے بھی چندحوالے زیب قرطاس کروں ۔تاکہ فقہ حنفی کے ذریعے سے عوام کودھوکہ نہ دےسکیں ۔ اورسفیدپوش ڈاکوں پریہ راہ بھی بندہو۔

(۱) علامہ ابن عابدین الشامی ؒ لکھتے ہیں

فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرائة واعطاء الثواب للامر والقراءة لاجل المال . (ردالمحتار : ۵۶/۶)		اس بات کاخلاصہ اورحاصل یہ ہے۔کہ ہمارے زمانے میں جو(رسم)مشہورہوئی ہے۔کہ (قرآن کریم)کے پارے اجرت (کھانے یاروپیہ)پرپڑھتے ہیں ۔یہ جائزنہیں ۔اس لئے کہ اس میں پڑھنے کاحکم ہے۔اورامرکرنے والے کوثواب بخشنے کا(بھی حکم ہے)اورمال کے لئے پڑھنے کابھی (کہ بھائی پڑھ لواورثواب مال یاکھانے کے عوض مجھے ہبہ کردو) (ردالمحتار : ۵۶/۶)

اورعجیب بات یہ ہے۔کہ اس ختم قرآن میں کسی کوثواب بھی نہیں ملتابلکہ الٹاگناہ گارہوجاتے ہیں ۔

(۲)شارح ہدایہ علامہ تاج الشریعۃؒ لکھتے ہیں

الاٰخذ والمعطی اٰثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لايجوز (بنايه شرح هدايه : ۶۵۵/۳)		قرآن کریم کی تلاوت پراجرت لینے والااوردینے والادونوں گنہگارہوتے ہیں حاصل یہ کہ ہمارے زمانہ میں جوقرآن کریم کے پاروں کااجرت کے ساتھ پڑھنارائج ہوچکاہے۔وہ جائزنہیں ۔ (بنایہ شرح ہدایہ : ۶۵۵/۳)

(۳)علامہ ابن عابدین الشامی ؒرقمطرازہے

ولايصح الاستجارعلی القراءة واهدائها الی الميت لانه لم ينقل عن احدمن الائمة الاذن فی ذالك وقد قال		تلاوت قرآن پراجارہ یعنی پیسے لینااورکھاناکھانااورپھراس کومیت کے لئے بخشنااس لئے جائزنہیں ۔کہ یہ ائمہ دین

باب نہم

العلماء ان القاری اذا قرأ لاجل المال فلاثواب له فای شیئی یهدیه الی المیت وانما یصل الی المیت العمل الصالح والاستجار علیٖ مجرد التلاوة لم یقل به احدمن الائمةؒ : (ردالمحتار : ۵۷/۶) (رسائل ابن عابدین : ۱۷۵/۱)		میں سے کسی سے بھی اسکی اجازت منقول نہیں ۔ ۔اورعلماء کرام نے فرمایاہے۔کہ جب کوئی پڑھنے والامال (یاکھانے کے لئے)پڑھے تواس کوکوئی ثواب نہیں ملے گا۔جب ان کوثواب نہیں ملاتومردے کوکیابخشیں گے۔اورمردے کوعمل صالح پہنچتاہے۔(اوریہ عمل صالح نہیں بلکہ بدعت ہے)اورصرف تلاوت پراجرت لیناکسی امام سے ثابت نہیں ہے۔ (ردالمحتار : ۵۷/۶،رسائل ابن عابدین : ۱۷۵/۱)

(۴)امام برکولیؒ طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں

الفصل الثالث فی امور مبتدعة باطلة اکب الناس علیها علی ظن انها قرب مقصود (الی ان قال) ومنهاالوصیة من المیت باتخاذ الطعام والضیافة یوم موته اوبعده وباعطاء الدراهم لمن یتلو القرآن لروحه او یسبح او یهلل له وکلها بدع منکرات باطلة والماخوذ منهاحرام بلا اخذ وهو عاص بالتلاوة والذکر لاجل الدنیا : (فتاویٰ الشامی : ۵۷/۶)		تیسری فصل ان بدعات اورباطل امورکے بیان میں ہیں جن پرلوگ ثواب کاگمان کرکے ٹوٹ پڑے ہیں ۔ان بدعات میں سے میت کی وصیت ہے موت کے دن یااس کے بعدکھانے کی اورضیافت کی یااس (میت)کی روح کوتلاوت کاثواب بخشنے یاتسبیح اورتہلیل بخشنے والوں کودراہم دینے کی ۔اوریہ سب بدعات اورمنکرات اورباطل ہیں ۔اورلینے والی چیزیں حرام ہیں لینے والے کے لئے اوروہ تلاوت کرنے پرگنہگار ہو جاتاہے۔ اسی طرح دنیاکے لئے ذکرکرنے پربھی گنہگار ہوتاہے۔ (فتاویٰ الشامیۃ : ۵۷/۶)

(۵)علامہ ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

ثم قراءة القرآن واهدائها له تطوعاً بغیر اجرة یصل الیه . (شرح فقه اکبر : ۱۶۰)		کہ قرآن مجیدکابغیرأجرت کے محض لِلّٰہ پڑھ کراس کاثواب میت کوہدیہ کرنادرست ہے۔ (شرح فقہ اکبر : ۱۶۰)

(۶)علامہ صدرالدین علی بن محمدالاوزاعی الدمشقی الحنفیؒ رقمطرازہیں

باب نہم

واما استجارقوم يقرؤن القرآن ويهدونه للميت لم يفعله احدمن السلف ولا امر به احدمن ائمة الدين ولارخص فيه والاستجار عن نفس التلاوة غير جائز بلاخلاف : (شرح عقيدة الطحاوية : ٣٨٦طبع كانپور)		اجرت پرقرآن کریم کی تلاوت کرکے اس کاثواب میت کوہدیہ کرناتوسلف میں سے کسی نے ایسانہیں کیااورنہ ہی ائمہ دین میں سے کسی نے اس کاحکم اوراجازت دی ہے۔نفس تلاوت (ختم)پراجرت ناجائزہے۔اس میں کسی کااختلاف نہیں ہے۔ (شرح عقیدۃ الطحاویۃ : ٣٨٦طبع کانپور)

(٧)علامہ شامی فیصلہ کن بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں

والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاكل يكره . (شامية : ٢٤٠/٢)		حاصل یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت وقت کھانے کے لئے خوراک تیارکرنامکروہ (تحریمی)ہے۔ (شامیۃ : ٢٤٠/٢)

نیزبزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۸۱ بھی ملاحظہ کیجئے۔

(٨)علامہ شامیؒ آگے لکھتے ہیں

کہ”کہ قرآن کریم اورذکرپراجرت لینااوراس کے لئے جمع ہوناجوکہ آج کل مشاہدہ ہے۔ایسی وصیت کے باطل ہونے میں شک نہیں ۔(شامی : ٢٤١/٢)

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

بعض لوگوں کاکہناہے کہ مروجہ قرآن خوانی یاختم قرآن اس لئے جائز ہے ۔کہ ایساکرنامتعارف ہوگیاہے۔اورعرف کی وجہ سے اس کوناجائزنہیں کہاجائیگا۔

جواب یہ ہے کہ یہ بہت بڑادھوکہ اورخیانت ہے۔اس لئے کہ جو عرف قرآن اورحدیث کے نصوص کے خلاف ہو۔تووہ بالاتفاق مردودہے۔البتہ جوعرف قرآن وحدیث سے متصادم نہ ہواس پرعمل کرنے کی گنجائش ہے ۔مگریہ بالکل متصادم ہے۔فتدبر۔

(٩)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

والاستيجار على التلاوة وان صار متعارفاً فالعرف لايجيزه لانه مخالف للنص وهو ماستدل به ائمتنا كصاحب الهداية وغيره من قوله عليه السلام		کہ قرآن مجیدپراجرت لینااگرچہ مشہورہوگیاہے۔تب بھی عرف اس کوجائزقرارنہیں دیتا۔اس لئے کہ یہ عرف نص کے خلاف ہے ۔اوروہ نص وہ

باب نهم

اقرؤ القرآن ولاتأکلوبه ''والعرف اذاخالف النص یرد بالاتفاق فاحفظ ولاتکن ممن اشتریٰ بأیات ثمناً قلیلا وجعلها دکانا یتعیش منها : (ردالمحتار : ۶۹۱/۶)	ہے۔جس سے ہمارے ائمہ نے استدلال کیاہے۔جیسے صاحب ہدایہ وغیرہ کہ آپﷺ نے فرمایاکہ قرآن پڑھواوراس پرکھانامت کھایاکرو۔اورعرف جب نص کامخالف ہوتوبالاتفاق ردکیاجائیگا۔اوراس بات کویادکرو۔اورمت ہوجاوان لوگوں میں سے جواللہ کی آیات پرتھوڑا(دنیا)لیتے ہیں ۔اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کودکان بنایاہے۔جس سے معاش کاذریعہ بنایاہے۔ (ردالمحتار : ۶۹۱/۶)

حضرات گرامی !

مبتدعین ہمیشہ مکڑی کے جالوں کاسہارالیتے ہیں ۔اگرایسے ویسے عرف کااعتبارکرلیاجائے ۔توپھرتوملک میں جوبے پردہ گی عام ہے۔اس کوبھی جائزقراردیاجائیگا۔حالانکہ اس کاکوئی قائل نہیں ۔

جناب قارئین کرام !

مروجہ قرآن خوانی یاختم قرآن محض ایک رسم اورناجائزحرکات کامجموعۃ ہے جوکہ بعض ملاوں نے پیٹ بھرنے کے لئے ترکیب بنائی ہے۔آپ نے حوالوں کے ساتھ پڑھ لیاکہ قرآن اوراحادیث اورفقہ حنفی میں اس کاکوئی جوازنہیں بلکہ فقہاء نے یہانتک لکھاہے۔ کہ پڑھنے والااورکچھ دینے والادونوں گنہگارہیں ۔اب آپ حضرات خودسوچیں کہ ہم جوکچھ کرتے ہیں ۔اس کی اجازت ہمیں آخرکس نے دی؟ اب آخرمیں علماء دیوبندکی تحریرات پیش کرتے ہیں ۔کہ ہمارے علماء دیوبنداس رسم کے بارے میں کیالکھتے ہیں ۔اس لئے کہ ہمارے علاقہ کرم ایجنسی میں سارے پیٹ بھرنے والے اورعلم کی طرف منسوب حضرات اپنے آپ کو علماء دیوبندکی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ ان کاعلماء دیوبندکے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کے کرتوت اوربدعات کودیکھ کربریلوی بھی شرماجاتے ہیں

(۵) مروجہ قرآن خوانی علمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)مفتی اول دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ تحریرفرماتے ہیں کہ''اجرت معروفہ (ختم کرنے والوں سے کھاناپینا)یامشروطہ پرقرآن شریف میت کے لئے پڑھواتے ہیں ۔اس میں محققین نے لکھاہے۔کہ میت کوثواب نہیں پہنچتا۔کیونکہ جب پڑھنے والے کوثواب نہ ہوابوجہ نیت اجروعوض کے ۔ تومیت

کوکہاں سے پہنچے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۴۳۵/۵،عزیزالفتاویٰ : ۳۴۶/۱)
(۲)علامہ موصوف ؒمزیدلکھتے ہیں
کہ’’ختم قرآن شریف پڑھنے کی رسم خیرالقرون میں ثابت نہیں۔اوراب اس کاالتزام اس درجہ ہوگیاہے کہ لوگ ضروری سمجھتے ہیں ۔اس لئے اس کوترک کرناچاہئے اس رسم کوتوڑناناچاہئے۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۴۳۶/۵)
(۳)علامہ عبدالحئ صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں
کہ’’(خیرالقرون میں یہ)عادت نہیں تھی کہ جمع ہوکرقرآن شریف پڑھیں اورختم کریں ۔نہ قبرپراورنہ کہیں اوریہ سب بدعت اورمکروہ ہے۔مجموعۃ الفتاویٰ : (۳۴۲/۱
(۴)مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانامفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ’’اجرت لے کرقرآن مجیدپڑھ کر(ایصال ثواب کرنا)یہ بھی بدعت ہے۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۶۸/۲)
(۵)شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’ختم کارواج بدعت ہے۔۔۔۔۔۔۔اورملکرقرآن خوانی کوفقہاء نے مکروہ کہاہے۔۔۔۔اورجونہ پڑھنے کے باوجودیہ ظاہرکرتے ہیں کہ ہم نے پڑھ لیاہے وہ گنہگارہونگے۔۔۔۔ بلامعاوضہ ہوورنہ گنہگارہونگے۔۔۔ اسی طرح جوغلط سلط پڑھتے ہیں وہ بھی اورقرآن خوانی کرانے والااس گناہ کاسبب بناہے اس لئے وہ بھی گناہ میں شریک ہے۔۔۔۔۔۔۔بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس میں چندامورکالحاظ رکھناضروری ہے اولٰ یہ کہ جولوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں ان کامطمح نظرمحض رضائے الٰہی ہو،اہل میت کی شرم اوردکھاوے کی وجہ سے مجبورنہ ہوں۔اورشریک نہ ہونے والوں پرنکیرنہ کی جائے بلکہ ا نفرادی تلاوت کواجتماعی قرآن خوانی پرترجیح دی جائے۔ کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔۔۔۔۔۔دومؔ یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت صحیح کی جائے غلط سلط نہ پڑھاجائے ۔ورنہ اس حدیث کامصداق ہوگا۔کہ ’’بہت سےقرآن پڑھنے والے ایسے ہیں ۔کہ قرآن ان پرلعنت کرتاہے۔سومؔ یہ کہ قرآن خوانی کسی معاوضہ پرنہ ہوورنہ قرآن پڑھنے والوں کوہی ثواب نہ ہوگا۔میت کوکیاپہنچائیں گے ،
ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قرآن خوانی کے لئے دعوت کرنااورصلحأ وقراء کوختم کے لئے یاسورہ انعام یاسورہ اخلاص کی قرأت کے لئے جمع کرنامکروہ ہے۔فتاویٰ بزازیہ ۔آپ کے مسائل اوران کاحل : ۱۹۹/۳،۱۹۰،۱۹۱)

(۶)شہیدملت اسلامیہ موصوفؒ نے کھانے پرختم کرکے کھانے اورکھلانے والے دونوں کوبھی گناہ گارلکھاہے۔ملاحظہ ہوں ۔ (اختلاف امت اورصراط مستقیم : ۱۹۱تا۱۹۵)

(۷)شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں
کہ’’(خیرالقرون میں)جمع ہوکرقرآن پڑھنے اورختم کرنے کی عادت نہ تھی ۔مدارج النبوۃ : ۴۲۱/۱،نولکشور)

(۸)مولوی محمدصالح لکھتے ہیں
کہ’’(مروجہ قرآن خوانی)کی رسم سوائے ہندوستان کے اورکسی اسلامی ملک میں رائج نہیں ۔تحفۃ الاحباب : ۱۲۲)

(۹)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہری الدیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ’’ایصال ثواب کے لئے اجتماع کااہتمام قیودرسوم اوردعوتیں نہ کی جائیں اپنے طورپرصدقات نافلہ یاتلاوت وغیرہ کاثواب پہنچادیجئے ۔(انفرادی طورپر)خیرالفتاویٰ : ۶۱۱/۱)

(۱۰)مفتی رشیداحمدگنگوہیؒ لکھتے ہیں
کہ’’جمع ہوکرقرآن مجیدکا ختم کرناشرع میں اس کی کوئی اصل نہیں ......مجتمع ہوناعزیزواقارب وغیرہم کاواسطے قرآن مجیدپڑھنے بدعت ومکروہ ہے۔شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ملخصاً۔فتاویٰ رشیدیہ : ۱۵۵/۱)

(۱۱)مفتی اعظم ہندحضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں
کہ’’ایصال ثواب کی غرض سے قرآن مجیدکی تلاوت یاکلمہ شریف کا ختم یااورکسی ذکروقرأت پراجرت لینادینا ناجائزہے۔فقہاء نے اس کے تصریح کی ہے۔کفایت المفتی : ۱۲۶/۴)

(۱۲)حکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی ؒاورظفراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں
کہ’’(قرآن خوانی وغیرہ کرکے اجرت لینااوراس کوذریعہ معاش بنانا)حرام ہے۔امدادالاحکام : ۲۱۲/۱)

(۱۳)مرشدالمجاہدین فقیہ العصرحضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’ایصال ثواب کے لئے مروج قرآن خوانی جائزنہیں ۔بلکہ میت کے لئے باعث عذاب ہونے کااندیشہ ہے۔اس لئے علماء نے لکھاہے۔کہ میت پریہ وصیت کرنافرض ہے کہ اس کی موت کے بعدایصال ثواب کے اس قسم کے غیرشرعی طریقوں سے اجتناب کیاجائے۔احسن الفتاویٰ : ۱۹۷/۷)

باب نہم

(۱۴)مفتیان دارالعلوم اکوڑہ خٹک نے بھی اس کوبدعت میں شمارکیاہے۔فتاویٰ حقانیہ : ۷۹/۲)

(۱۵)فقیہ ملت مفکراسلام مفتی محمودصاحب ؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ"ایصال معروفہ بالشروط پرجوقرآن شریف میت کے لئے پڑھواتے ہیں اس میں محققین نے لکھاہے کہ میت کوثواب نہیں پہنچتاکیونکہ جب پڑھنے والے کوثواب نہ ہوبوجہ نیت اجروعوض کے تومیت کوکہاں سے پہنچے گا۔فتاویٰ مفتی محمود : ۱۵۹/۳)

ناظرین کرام سے انصاف کی اپیل !

بنظرغائرانصاف کی نگاہوں سے دیکھیں کہ کیاقرآن وحدیث اورفقہ اورعلماء دیوبندکی اتنی صریح تصریحات کے باوجودمروجہ قرآن خوانی یاختم قرآن کوجائزکہنے کی بھی کوئی گنجائش ہے ؟

ثواب سمجھناتودرکنارمیں کہتاہوں کہ اتنی ممانعت اورحوالوں کے باوجوداس رسم کوجائزکہنااورثواب سمجھناجرم عظیم اورگناہ کبیرہ بلکہ حق سے انکارکے مترادف ہے۔لہٰذایہ بات روزروشن کی طرح واضح ہوچکی کہ ختم قرآن کریم کی رسم اوراس پرکھاناپینایاپیسے لینایاختم کے لئے جمع ہوجاناصریح بدعت اورخلاف سنت ہے۔ (اعاذنااللہ منھاوایاکم وعن جمیع البدعات والرسوم الجاھلیة)

(۳۳ : رمضان کی تخصیص یعنیâ›ڙ¢¤"ں„ ’¢ڙ„¢ ¢ ل کی شرعی حیثیت)

صوبہ سرحدکے بعض علاقوں میں ایک رسم ہے کہ تئیسویں رمضان کی شب کومقتدی حضرات کھانے پینے کی اعلی چیزیں مثلاًحلوہ مٹھائی ،سویاں وغیرہ مسجدمیں لاکرامام صاحب کے سامنے رکھتے ہیں ۔اورامام صاحب کے سامنے تمام مقتدی بھی تشریف فرماہوتے ہیں ۔اوربعض جگہ عورتیں بھی نکل کرایک کونے میں بیٹھ جاتی ہیں ۔پھرامام صاحب سورۂ روم اورسورۂ عنکبوت بڑی خوش الحانی اورترنم کے ساتھ پڑھتے ہیں ۔ اورختم کرنے کےبعدتمام چیزوں پرچُف چُف کرکے دم کرتے ہیں ۔اوران اشیاء کوعورتوں اورمردوں کے درمیاں بانٹ دیاجاتاہے۔ پھرکھانے کابازارگرم ہوتاہے۔کھانے پینے کے سامان سے ساری مسجدبھی گندی ہوجاتی ہے۔اورکھانے کے وقت بہت زورزورسے گپ شپ لگتی ہے۔اوریہ عمل ایسالازم سمجھاجاتاہے۔کہ نہ کرنے والوں کے مکانات تک نذرآتش کئے جاتے ہیں ۔اوران سے جرمانہ لیاجاتاہے۔ اورانہیں وہابی ، پنجپیری بلکہ گمراہ تک کے فتووں

باب نہم

کانشانہ بنایاجاتاہے۔
(تمہید)سب سے پہلے ایک تمہیدی بات سمجھ لیجئے!
۔کہ اللہ جل جلالہ نے دوقسم کے اعمال کاحکم فرمایاہے۔پہلی قسم وہ عبادات ہیں ۔جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اوقات کی تعین بھی ساتھ فرمائی ہے۔جیساکہ نمازہے۔روزہ ہے۔حج وغیرہ اب ان عبادات کے ساتھ ساتھ شارع نے وقت بھی مقررکیاہے۔کہ اگراس وقت سے مؤخرہوگئے توپھرادانہیں بلکہ قضاء کریں گے۔

دوسری قسم کی وہ عبادات ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے مطلق چھوڑاان کے لئے کوئی وقت مقررنہیں فرمایامثلاًذکرتلاوت کلام پاک وغیرہ ۔توتلاوت کلام پاک ایک اہم عبادت ہے۔اوراللہ جل جلالہ کی خوشنودی کاایک بہترین ذریعہ ہے۔مگرشارع نے اس کے لئے کوئی وقت دن یارات یاکوئی خاص مکان مقررنہیں فرمایابلکہ قرآن کریم کی تلاوت ہروقت ہرمناسب موزوں جگہ بندہ خداکرسکتاہے۔اس کواس کاثواب ملے گا۔مگراب اگرکوئی شخص اللہ کے حکم سے منہ موڑکرپورے قرآن میں صرف دوسورتوں کی تخصیص کرتاہے۔اورپورے سال میں صرف ایک رات اس کے لئے خاص کرتاہے۔تویہ تخصیص بلادلیل ہونے کے علاوہ شریعت مطہرہ میں دست اندازی اوراللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کے مترادف ہے۔

یعنی اس کاتوگویایہ مطلب ہوگیاکہ کچھ چیزوں کیلئے تواللہ تعالیٰ نے اوقات وغیرہ مقررکئے ہیں۔اور کچھ کے لئے میں بھی مقررکرسکتاہوں ۔کسی مطلق عبادت کواپنی رائے فاسدہ سے مقیدکرنایعنی اس کے لئے کوئی خاص وقت مقررکرنااس کے ناجائزاورناروا ہونے کے لئے سب سے پہلے اس کتاب کاباب نمبر۸تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں ۔اس لئے کہ اس کے بارے میں سارے دلائل وہاں ذکرہیں ۔جن کودوبارہ یہاں نقل طوالت کاباعث بنے گا۔

باب نمبر۸ کے مطالعہ کے بعداس مخصوص رسم کے بارے یہاں صرف یہ عرض کریں گے۔کہ ۲۳،ویں رمضان کی شب کوسورئہ روم اورعنکبوت کی تخصیص نہ صحابہ کرامؓ اورخلفائے رشدینؓ کے زمانے میں تھی اورنہ تابعینؒ اوراتباع تابعینؒ کے دورمیں تھی۔حالانکہ پیغمبرخداﷺاورصحابہ کرامؓ ہم سے زیادہ دین کے معاملے میں حریص تھے ۔اگریہ کارخیراورثواب ہوتا۔تووہ حضرات اس کارخیرکوکبھی نہ چھوڑتے ۔چنانچہ علامہ ابن کثیرلکھتے ہیں

لانه لو كان خيراً لسبقونا اليه لانهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير الا وقد بادروا اليها : (تفسیرابن کثیر : ۱۵۶/۴)		اس لئے کہ اگریہ (کام یاعمل)ثواب کاہوتاتووہ(صحابہ کرامؓ)ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت فرماکر(عمل میں لاتے)کیونکہ انہوں نے کوئی نیکی کاکام

باب نہم

		نہیں چھوڑامگراس کی طرف دوڑے ۔ (تفسیرابن کثیر : ۱۵۶/۴)

اوریہ ایک واضح امرہے کہ کوئی نیکی کاکام پیغمبرخداﷺ نے امت سے چھپایانہیں بلکہ انہوں نے سارے دین کوامت کے سامنے رکھاہے۔اورصحابہ کرامؓ نے بغیرچھپائے اس پرعمل بھی کیاہے۔
اب سوچھنایہ ہے۔کہ کیایہ (ڑ¢¤"ں,,) عمل صالح ہے کہ صحابہ کرامؓ نے تونہ کیااورنہ ذخیرہ حدیث میں اس کانام ونشان ہے۔(اورجس روایت سے استدلال کیاجاتا ہے اس کی وضع اورحقیقت آگے آرہی ہے۔کہ وہ منگھڑت ہے)کیاآج کے عبادت گذارصحابہ کرامؓ سے بھی زیادہ عبادت گذاربن گئے ۔کہ اب یہ عبادتیں گھڑلیتے ہیں ۔کلاوحاشا۔

اوریہ بات اظہرمن الشمس ہے۔ کہ جس عمل کاثبوت صحابہ کرامؓ خیرالقرون سے نہ ہووہ بالاتفاق بدعت اورناجائزہے۔اس کے لئے ملاحظہ ہوں ۔اسی کتاب کاباب نمبرچھے دلیل نمبر۷شق نمبر۲،وہاں اس بات پرمکمل دلائل بیان کئے گئے ہیں ۔کہ عدم نقل عدم جوازکے لئے کافی ہے۔یعنی صحابہ کرامؓ وغیرہ سے ایک چیزکاثابت نہ ہونابدعت ہونے کے لئے کافی ہے۔
اس کتاب کے باب نمبر۸میں آپ نے پڑھاکہ ایسے تخصیصات کوشریعت مطہرہ نے جائزنہیں رکھابلکہ قرآن کی تلاوت اللہ کاذکرہے۔اس کواللہ تعالی نے عام یعنی مطلق چھوڑاہے۔اس کی بعض سورتوں کی تخصیص اگرکسی صحیح حدیث میں واردہوئی ہے۔تواس کوہم صحیح اورحسن سمجھتے ہیں ۔مگرپوری دنیائے بریلویت کوچیلنج ہے۔

کہâڑ¢¤"ں,,نلمیں ان سورتوں کی تخصیص کم ازکم حسن روایت سے توثابت کردے۔اورعمومات سے استدلال کرناایسے خاص مواقع میں بہت عظیم خیانت ہے آپ نے دیکھاہوگا۔کہ مبتدعین سے جب کوئی اس رسم کی دلیل طلب کرتاہے تویہ کم علم اورناقص العقل قرآن کریم اورتلاوت کلام پاک کے فضائل بیان کرناشروع کردیتے ہیں ۔حالانکہ تلاوت کلام پاک کی فضیلت کاکو ن منکرہے؟ ہم توصرف اس مخصوص رات میں ان دومخصوص سورتوں کی تخصیص پرٹھوس دلیل کوطلب کرتے ہیں ۔اب ایسی خاص رسم کے لئے عام فضائل سے استدلال کرناتوعلمی خیانت ہے۔
ورنہ کوئی شخص کل مغرب کی نمازتین رکعت کی بجائے چارپڑھناشروع کرکے کہے گا۔کہ بھائی یہ تواچھاکام ہے۔کیوں منع کرتے ہوشریعت میں اس کی منع کہاں آئی ہے۔اورنمازکے فضائل شروع کرے گا۔توپھربدعتی حضرات اس کاکیاجواب دیں

گے۔؟
(۱)علامہ محمدیوسف البنوری الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

فلا یکفی العموم فی مثل ھذہ المواقع الخاصة کذالك أفاد شیخنا (الانورشاہ کشمیریؒ) (: معارف السنن : ۱۲۴/۳)		ایسے خاص مواقع کے لئے عمومات سے (استدلال کرنا)کافی نہیں ہے۔اوراسی طرح مجھے اپنے شیخ (انورشاہ کشمیریؒ)نے بھی فرمایاتھا۔ (معارف السنن : ۱۲۴/۳)

(۲) علامہ ابن نجیم الحنفیؒ اللہ تعالیٰ کے ذکریاتلاوت کلام پاک کوایک وقت کے ساتھ مخصوص کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں

لان ذکراللہ اذا قصدبه التخصیص بوقر دون وقت او بشیئی دون شیئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد به الشرع لانه خلاف المشرع : (البحرالرائق : ۱۵۹/۲)		اس لئے کہ ذکراللہ (تلاوت وغیرہ)کی جب کسی ایک ہی وقت کے ساتھ تخصیص کاقصدکرلیاگیااوردوسرے وقت میں وہ نہ ہوایاکسی شیئی کے ساتھ ذکر اللہ کومخصوص کرلیاگیادوسری چیزکے ساتھ وہ خاص نہ کیاگیاتووہ مشروع نہ ہوگا۔کیونکہ اس کے متعلق شریعت میں کوئی تخصیص نہیں آئی لہذاوہ خلاف شرع ہوگا۔ (البحرالرائق : ۱۵۹/۲)

مذکورہ بالابیان سے پتہ چلاکہ قرآن کریم کی تلاوت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی خاص وقت مقررنہیں کیاہے۔اوراپنی طرف سے من گھڑت روایات کی بناء پربعض سورتوں کی تخصیص قطعاًجائزنہیں ۔بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ مبتدعین ان سورتوں کی تخصیص کس روایت کی بنیادپرکن کتابوں کے حوالہ سے کرتے ہیں ۔ اوریہ بات بھی بطورتمہیدسمجھ لیجئے !کہ جس طرح دنیاکے لوگوں کے اپنے اپنے درجات ہوتے ہیں ۔کہ فلاں آدمی سچاہے۔فلاں جھوٹاہے۔فلاں شریف اوراچھے اخلاق والاہے۔فلاں برے اخلاق اورجھوٹ بولنے والاہے۔اسی طرح کتابوں میں بھی درجات ہیں ۔بعض کتابیں امت میں مشہورپہلے درجہ والی ہیں ۔بعض اس سے نیچے اوربعض کتابیں امت میں غیرمعتبراورجھوٹ سے بھری ہوئی ہوتی ہیں ۔اورجس طرح کہ دنیامیں ہرکسی کی بات پرعمل نہیں کیاجاتااسی طرح کتابوں میں بھی ہرکتاب کی روایت پراورہرقسم کی روایت پراعتمادنہیں کیاجاسکتا۔

(۳) علامہ مفتی محمدتقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں

باب نہم

وقد ذکر غیر واحد من الفقهاء کتباً لایجوز الافتاء بمسائلها مالم یعرف مأخذها او دلیلها : (اصول الافتاء : ۳۳)		کہ بہت سارے فقہاء نے ایسی کتابیں ذکرکی ہیں ۔کہ جن کے مسائل پرفتوی نہیں دیاجاسکتاجب تک کہ اس کاماًخذیادلیل معلوم نہ ہو۔ (اصول الافتاء : ۳۳)

(۴)علامہ عبدالحیؒ لکھنویؒ اورملاعلی القاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

من القواعد الکلیة ان نقل الاحادیث النبویة والمسائل الفقهیة والتفاسیر القرأنیة لایجوز الا من الکتب المتداولة لعدم الاعتماد علی غیرها : (مقدمه عمدة الرعایه : ۱۱)		یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ احادیث نبویہ اورمسائل فقہیہ اورتفاسیرقرآنیہ کانقل کرناجائزنہیں مگرمشہورکتابوں سے جائزہے۔اس لئے کہ متداول کتابوں کے علاوہ اوروں پراعتمادنہیں ۔ (مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ : ۱۱)

اس کے علاوہ بھی اس بات پرسینکڑوں حوالے نقل کئے جاسکتے ہیں کہ غیرمشہوریعنی غیرمعتبرکتابوں سے نقل جائزنہیں ۔خصوصاًاحادیث کے معاملہ میں ہرکتاب پراعتمادنہیں کیاجاسکتا۔کیونکہ پیغمبراسلام ﷺنے فرمایاہے۔

من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار : الحدیث :		جس نے مجھ پرقصداً(بلاتحقیق)جھوٹ باندھاتووہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانابنالے۔الحدیث

توہرکتاب میں لکھی ہوئی عبارت کوبغیرسندکی تحقیق کے حدیث کہناآخرت کی تباہی ہے۔

آمدم برسرِمطلب !میرے مسلمان بھایوں بدعتی حضرات ۲۳، ویں رمضان المبارک کی شب پرجودلائل اورعبارات پیش کرتے ہیں ۔ان تمام عبارات کااس مجموعی تخصیص کے ساتھ دورکابھی واسطہ نہیں ۔کیونکہ جھگڑااس بات پرہے۔کہ ۲۳، ویں شب کوسورئہ روم اورعنکبوت کی تخصیص منقول اورجائزنہیں ۔یہ ہے مدعیٰ اب ان کومجموعی مدعیٰ پردلیل پیش کرنے چاہئے ۔

مگرآفسوس کہ بدعتی حضرات سادہ عوام کودھوکہ دیتے ہیں ہوئے لیلۃ القدرکی فضیلت نقل کرتے ہیں ۔ اورپھر۲۳، ویں شب کی فضیلت نقل کرتے ہیں ۔اورپھرقرآن کریم کی سورتوں کی فضیلت نقل کرتے ہیں ۔حالانکہ لیلۃ القدرکی فضیلت کاکون منکرہے۔یہ ایسی ویسی بات نہیں بلکہ آپ دیکھیں مولوی رئیس خان درسمندی کارسالہ ۳۴تا۴۲،اورملافضول گل صاحب کارسالہ توضیح المسائل :

باب نهم

۲۹تا۳۵،اب انہوں نے مذکورہ تین چیزوں کی فضیلت پرزوردیاہے۔
مگرپوچھنایہ ہے کہ کیاآپ کوالہام ہواہے کہ لیلۃ القدرصرف ۲۳. ویں شب ہی کویقینی ہے۔نہیں نہیں بلکہ احادیث میں ۲۱ ، ۲۳ ، ۲۵ ، ۲۷ ، ۲۹. پانچوں راتوں کی فضیلت واردہے۔خیانت کرکے نصف حدیث نقل کرنااورنصف چھوڑناتوعلماء یہودکاکام ہے۔ملاحظہ فرمالیجئے!سنن الکبریٰ للبیہقی : ۴، ۳۰۹تا۳۱۳ان تمام صفحات میں ہررات کی فضیلت پراحادیث موجودہیں ۔

(۲)قرطبی : ۹۱/۲تا۹۲۔ان میں بھی سب راتوں کی فضیلت واردہے مگرپتہ نہیں کہ مبتدعین کوصرف ۲۳. ویں شب کے ساتھ اتنی محبت کس بنیادپرہے۔یہ ہرشخص جانتاہے۔حالانکہ کافی اختلاف کے باوجوداکثرعلماء کاقول ۲۷. رمضان پر ہے۔دیکھیں قرطبی : ۹۱/۲)والذی علیه المعظم انهالیلة سبع وعشرین لحدیث زر بن حبیشؒ)اور۲۷. ویں بقاعدہ دلیل بھی پیش ہوئی ہے۔اب یہ بات طے ہوچکی کہ اس رات کی تخصیص کے لئے شب قدرکی فضیلتیں بیان کرنابے وقوفی ہے۔اس لئے کہ شب قدرآخری عشرہ میں خصوصاًطاق راتوں میں ایک نامعلوم رات ہے۔اوراس میں عبادت کابہت زیادہ ثواب ہے۔نہ کہ عوام کولوٹنے کابلکہ پوری رات عبادت میں گذارنی چاہئے نہ کہ دوسورتیں پڑھکرعوام کی جیب کاٹ کرپھرساری رات کوچھٹی ۔فتدبر)

اوراس بدعت کے ثبوت کے لئے اس رات کی فضیلت ثابت کرنابھی فضول ہے۔اس لئے کہ اس رات کے علاوہ باقی پانچ راتوں کی فضیلت اس سے زیادہ آئی ہے۔خصوصاً۲۷. ویں رات کی فضیلت توبہت زیادہ واردہوئی ہے۔اب صرف اس رات میں کیارکھاہے؟ بس عوام سے کھانامطلوب ہے۔اب رہی تیسری چیزجوملارئیس اورفضول گل نے پیش کی ہیں ۔وہ سورہ روم اورعنکبوت کی فضیلت سووہ بھی ناکام کوشش ہے۔اس لئے کہ قرآن کریم کی ہرسورت اورہرآیت اورتمام حروف کی فضیلت کاہرمسلمان قائل ہے۔ بلکہ ان سورتوں سے زیادہ فضیلت سورہ یس اورسورہ ملک وغیرہ کی ہیں ۔ یہ سب دھوکہ ہے۔

چیلنج ؛اگرمبتدعین میں ایمان ہے۔تواس رات میں ان دوسورتوں کی تخصیص کسی بھی صحیح حدیث یاکسی مستندکتاب سے ثابت کردے ورنہ عوام کولوٹنااورگمراہ کرنابندکردے۔

(مبتدعین کے دلائل اوران کے جوابات)

ویسے توچھوٹے درجے کے طالب علموں تک کویہ بات معلوم ہے۔کہ احادیث

باب نہم

شریف کامدارسندپرہے۔بغیرسندکے کوئی راویت قابل قبول نہیں ۔حتی کہ کمزورسندکابھی اعتبارنہیں ۔بلکہ ہرحدیث کے لئے مضبوط سندکے ساتھ ساتھ حدیث کی مشہوراورمتداول کتابوں میں موجودہونابھی اشدضروری ہے۔
پہلی دلیل ؛ مبتدعین کے ساتھ اپنے مدعیٰ کوثابت کرنے کے لئے صرف ایک بے سندراویت ہے۔جودرج ذیل ہے

قال رسول الله ﷺ من قرأ القرآن سورة عنكبوت وسورة روم فى ليلة ثلاث وعشرين من رمضان فهو من اهل الجنة : (أنيس الواعظين : ۵۱) ارشادالطالبين : ۱۸۴ مؤلفه آخون درويزه باباؒ)		کہ پیغمبرﷺنے فرمایاکہ جس نے سورئہ عنکبوت اورسورئہ روم کورمضان کی ۲۳ ۔ ویں رات کوپڑھا۔تووہ اہل جنت میں سے ہے۔ (أنيس الواعظين : ۵۱) (ارشادالطالبين : ۱۸۴مؤلفه آخون درويزه باباؒ)

کرم ایجنسی کے بریلوی ملاافضول گل صاحب اورملارئیس خان صاحب نے اپنے رسالوں میں اسی روایت کومداربنایاہے۔ دیکھئے توضیح المسائل : ۳۰،الرسالۃ النقلیۃ ای جعلیۃ : ۴۲)
الجواب اولاً تویہ ہے کہ یہ روایت من گھڑت اورموضوعی ہے ۔اس لئے کہ اس کی سندنہیں ہے۔پوری دنیائے بریلویت کوچیلنج ہے کہ اس روایت کی صحیح سندپیش کریں ۔کیونکہ فن حدیث کامدارسندپرہے۔اورسنددین کاحصہ ہے اوسندہی صحیح دین کی پہچان ہے
امام المحدثین عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں

لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء : (شرح السنة : ۲۲۳/۱۔مسلم : ۱۲/۱)		اگرسندنہ ہوتی توجوکوئی کچھ (بھی)چاہتاکہہ دیتا۔ (شرح السنۃ : ۲۲۳/۱۔مسلم : ۱۲/۱)

یہ عبارت جس کانام مولوی فضل گل صاحب اورمولوی رئیس صاحب نے حدیث رکھاہے۔ان مذکورہ دوضعیف کتابوں کے علاوہ جس کاحال آگے بیان کیاجائیگا۔ کسی مستنداورمشہورکتاب میں نہیں ہے۔اگرکسی مشہورکتاب کاحوالہ ہوتویاران زندہ صحبت باقی۔
نیزمحققین حضرات نے لکھاہے

من جاء اليوم بحديث لايوجد عند الجميع لايقبل .		کہ جس شخص نے آج کوئی حدیث پیش کی جوکہ تمام محدثین کرامؒ کے پاس نہ

باب نہم

(توجیه النظر : ۲۱۹،فتح المغیث : ۹۶) (مقدمة ابن الصلاح : ۱۰۰)		ہو(انہوں نے اس کوذکرنہ کیاہو)تووہ روایت ہرگزقبول نہیں کی جاسکتی۔(توجیہ النظر : ۲۱۹،فتح المغیث : ۹۶) (مقدمۃ ابن الصلاح : ۱۰۰)

پہلی بات یہ ہے کہ اس روایت کاکسی معروف کتاب میں نہ ہونا اوربے سندہوناہی اس کے منگھڑت ہونے کی قوی دلیل ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ’’ أنیس الواعظین وعظ کی کتاب ہے حدیث کی کتاب نہیں اورعلماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ غیرمستنداورغیرمعتمدکتاب ہے
(۱)علامہ محمدالسعیدبسونیؒ غیرمعتبرکتابوں کاذکرکرتے ہوئے لکھتے ہیں

كتب كثيرة مليئة بالاحاديث الضعيفة الموضوعة وخاصة كتب الوعظ (الى ان قال) من الكتب المشحونة بالموضوعات والخرفات ولاسرائيليات ....كتاب أنيس الواعظين وجليس الناصحين لابى بكر محمد بن على . (الموضوعات الكبرىٰ : ۵،۷)		کہ بہت ساری کتب ایسی ہیں جواحادیث ضعیفہ اورموضوعہ سے بھری پڑی ہیں ۔خصوصاًوعظ کی کتابیں ......اورمن جملہ ان کتابوں میں سے جوکہ موضوعات اورخرافات اسرائیلیات سے بھری ہوئی ہیں ۔کتاب انیس الواعظین وجلیس الناصحین بھی ہے۔جوکہ ابوبکرمحمدبن علی نے لکھی ہے۔ (الموضوعات الکبریٰ : ۵،۷)

(۲)حکیم الامت مولانااشرف علی تھانویؒ اورعلامہ ظفراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں کہ’’انیس الواعظین کی روایات معتبرنہیں اوراس پرعمل جائزنہیں ۔امدادالاحکام : ۲۴۶/۱)

رہاآخون درویزہ باباؒ کی کتاب ارشادالطالبین کاحوالہ تواس کاجواب یہ ہے ۔کہ یہ بھی نہ توحدیث کی کتاب ہے اورنہ کسی محدث کی لکھی ہوئی ہے۔بلکہ ایک متصوف کی طرف منسوب ہے۔ اوراتنی غیرمعتبراورغیرمستندکتاب ہے۔ کہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۵۶پرایک عبارت یوں لکھی گئی ہے۔کہ

چون شخصے چہارزنان داشتہ باشدوزن پنجم رابنکاح کردن خواہدرواباشدیانے۔جواب ؛حیلہ آنست کہ اززن اولینہ کہ بعقددرآوردہ باشدازان اذن خواہد اگراذن دادبعدازین		کہ جوشخص چہاربیویاں رکھتاہواورپانچویں کونکاح میں لاناچاہتاہوتوجائزہے یانہیں ۔جواب حیلہ یہ ہے کہ پہلی بیوی جس کواول عقدمیں لایاہے۔اس سے اجازت لے لے اگراس

باب نہم

ہرچندزنان کہ بکندلاالی نہایہ رواباشد : (ارشادالطالبین : ۴۵۶طبع نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)		نے اجازت دیدی تواب جتنی شادیاں کرتاہے بے شمارجائزہیں۔ ارشادالطالبین : ۴۵۶طبع نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور

اب ایسی غیرمحفوظ اورمنگھڑت کتاب تو۲۳، ویں رمضان کی رات کوکھانے پینے کی مشینوں کومبارک ہو۔کوئی سچامسلمان تواس جیسی کتاب پرکبھی یقین نہیں کرسکتا۔

دوم دلیل ِمبتدعین کرم اس کھانے پینے کے کھیل وتماشہ جیتنے کے لئے ایک حوالہ تفسیرابی السعودکابھی دیتے ہیں ۔کہ تفسیرابوالسعودمیں ان دوسورتوں کی فضیلت حدیث کے حوالے سے ذکرہوئی ہے۔اورمذکورہ تفسیرکے علاوہ اورتفسیروں کانام بھی لکھ دیتے ہیں ۔اگرچہ بدقسمتی سے تمام ترخیانتوں اورحربوں کے باوجودیہ کھیل یوں ہارجاتے ہیں ۔

الجواب اولاً کسی بھی تفسیرمیں ان دوسورتوں کی تخصیص اس رات کے ساتھ مذکورنہیں ۔ورنہ عبارات ملارئیس بریلوی کے رسالہ ۳۴تا۴۲پڑھ کردیکھیں ۔ہاں کسی تفسیرنے صرف ان دوسورتوں کے فضائل ذکرکئے ہیں حالانکہ میں لکھ چکاہوں کہ قرآن کاہرحرف اورہرسورت فضیلت سے خالی نہیں یاکسی تفسیرنے شب قدرکی فضیلت ذکرکی کہ ان طاق راتوں میں عبادت افضل ہے۔ عوام سے کچھ کھانے اورپینے کی فضیلت نہیں ہے ۔

ثانیاً (۱)علامہ محمدحسین الذہبی تفسیرابی السعودکے بارے میں لکھتے ہیں کہ

أنه ذكرفی آخر كل سورة حديثاً عن النبی ﷺ فی فضائلها ومع لقارئهامن الثواب والاجر عندالله مع ان هذه الاحاديث موضوعة باتفاق اهل العلم جميعاً : (التفسير والمفسرون : ۳۴۹/۱)		وہ انہوں نے ہرسورت کے آخرمیں سورت کی فضیلت پرنبی کریمﷺسے حدیث نقل کی ہے ساتھ پڑھنے والے کے لئے عنداللہ اجروثواب کی روایتیں بھی مگرتمام اہل علم کااس بات پراتفاق ہے۔کہ یہ ساری حدیثیں منگھڑت ہیں ۔ (التفسیروالمفسرون : ۳۴۹/۱)

(تنبیہ)یادرہے کہ تفسیرابی السعودمیں بھی ان سورتوں کی تخصیص کاان راتوں کے ساتھ قطعاًذکرنہیں ۔ملاحظہ ہوں۔تفسیرابی السعود : ۴۸/۷، ۶۷)

ہاں انہوں نے ہرسورت کے آخرمیں مطلق فضائل ذکرکی ہیں مگروہ روایات من گھڑت ہیں ۔جیساکہ آپ حضرات نے تفصیل سے مذکورہ عبارات میں پڑھ لیا ہے ۔

(۲)امام نووی ؒاورعلامہ سیوطی رحمہم اللہ نے لکھاہے

باب نہم

ومن الموضوع الحديث المروى مرفوعاً فى فضل القرآن سورة سورة من اوله الیٰ آخره. (تدريب الراوى : ١٢٨٨)		کہ جوروایات ہرہرسورت کی فضیلت کے بارے میں مروی ہیں وہ اول سے آخرتک (تقریباً)موضوع ہیں ۔ (تدریب الراوی : ۲۸۸/۱)

(۳)علامہ موصوفؒ آگے لکھتے ہیں

ثم ان السور التى صحت الاحاديث فى فضائلها الفاتحة والانعام والسبع الطول مجملاً والكهف ويس والدخان والملك والزلزل والنصر والكافرون والاخلاص والمعوذتان وماعداها لم يصح فيه شيئى . (تدريب الراوى : ٢٩٠/١)		کہ جان لوکہ جن سورتوں کی فضیلت میں احادیث صحیح ہیں وہ فاتحہ ،بقرہ،آل عمران،نساء،مائدہ،انعام ،اعراف،توبہ،کہف،دخان ،ملک ،زلزلہ ،نصر،کافرون،اخلاص،معوذتین ہیں اس کے علاوہ کے بارے میں کچھ صحیح (روایت)نہیں ۔ (تدریب الراوی : ۲۹۰/۱)

پیٹ کاپجاری اپنے دھندے کوبرقرارکھنے کے لئے امام غزالی کی کتاب احیاء علوم الدین کاحوالہ بھی دیتے ہیں ۔مگروہاں ان کے مدعیٰ کے ثبوت کے لئے کچھ نہیں لیکن پھربھی ان کی طمع پرایک کاری ضرب لگادیتاہوں ۔لیجئے!

(۴)علامہ حافظ الذہبیؒ احیاء العلوم کے بارے میں یوں رقمطرازہیں

قال الامام الذهبى فى كتابه سير اعلام النبلاء اما ''الاحياء'' ففيه من الاحاديث الباطلة . (الرفع والتكميل : ٥٢)		امام ذہبی ؒ اپنی کتاب سیراعلام والنبلاء میں لکھتے ہیں کہ احیاء العلوم میں تمام احادیث باطلہ (غیرثابتہ)ہیں ۔ (الرفع والتکمیل : ۵۲)

(۵)امام ابن جوزیؒ نے لکھاہے

کہ''احیاء العلوم میں سب ضعیف اورمن گھڑت روایات ہیں کیونکہ یہ شخص حدیث کامشغلہ کم رکھتے تھے ۔

المنتظم : ۱۶۹/۹)

باقی رہی امام ابوداودوغیرہ سے روایات اورحواشی وغیرہ نقل کرنااس لئے بے سودہے۔کہ اس میں ان سورتوں کی تخصیص نہیں بلکہ اس میں ۲۳.ویں رات کی فضیلت کاذکرہے۔کہ ممکن ہے لیلۃ القدرہی ہو۔

مگراسی ابوداودمیں مختلف راتوں پرابواب باندھے گئے ہیں

(۶)امام موصوفؒ نے اپنی کتاب ابوداود : ۱، ۱۹۶تا۱۹۷)درج ذیل طریقے پرابواب

باب نہم

قائم کئے ہیں

باب فیمن قال لیلة احدی وعشرین باب من روی انهالیلة سبع وعشرین باب من روی فی السبع الاواخر باب من قال هی فی کل رمضان		باب ہے اس بارے میں ،جس نے کہاکہ اکیسویں رات ہے باب ہے اس بارے میں جس نے کہ یہ ستائیسویں رات ہے باب ہے۔ جس نے کہاکہ آخری سات راتوں میں ہے باب۔۔جس نے کہاکہ یہ پورے رمضان کے ماہ میں ہوتی ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدزکریاؒ نے یہاں تک فرمایا

اختلفوا فی تعیین هذه اللیلة علی اقوال کثیرة الی قریب من خمسین قولاً . (اوجزالمسالك : ۱۰۰/۳)		کہ محدثین لیلۃ القدرکی تعین میں بہت ساری اقوال تک مختلف ہوئے ہیں تقریباًپچاس تک اقوال ہیں ۔ (اوجزالمسالک : ۱۰۰/۳)

(۷)شیخ موصوفؒ مزیدلکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک یہ رات پورے رمضان میں دائراورغیرمعین رات ہے

وکونها مختصة برمضان ممکنة فی جمیع لیالیه وهو قول عمر، وفی شرح الهدایة الجزم به عن ابی حنیفة . (اوجزالمسالك : ۱۰۱/۳)		کہ رات رمضان کے ساتھ خاص ہے ممکن ہے کہ تمام راتوں میں ایک غیرمتعین رات ہواوریہی ابن عمروکاقول ہے اورشرح ہدایہ میں اس پراعتمادکیاگیاہے۔کہ امام ابوحنیفہ صاحب کاقول ہے۔ (اوجزالمسالک : ۳ /۱۰۱)

(۸)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

دائرة فی رمضان اتفاقاً : (ردالمحتار : ۴۵۲/۲)		(احناف کے ہاں)اس پراتفاق ہے کہ لیلۃ القدرپورے رمضان میں ایک رات ہے۔ (ردالمحتار : ۴۵۲/۲)

اب یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہوچکی کہ ۲۳. رات کولیلۃ القدرباورکرانا اورمتعین کرناجس طرح کہ بہت ساری روایات سے منہ موڑناہے۔اسی طرح مذہب امام ابوحنیفہؒ کے بھی خلاف ہے بلکہ گذرچکاہے کہ طاق ہررات کی فضیلت پرروایات ہیں سب سے زیادہ فضیلت اگرہے تو۲۷. ویں شب کی ہےنہ ۲۳.ویں

رات کی۔اب اتنی ساری تحقیقات اورروایات سے منہ موڑکرصرف پیٹ کی خاطرمن گھڑت کتابوں کا آسرالیناخداپرستی نہیں پیٹ پرستی ہے اوردیوبندیت نہیں بریلویت ہے۔حنفیت نہیں الحادیت ہے۔

(۲۳) رمضان کی شب کی تخصیص علماء دیوبندکی نظرمیں)

مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس شب عوام کولوٹنے والے حضرات اپنے آپ کودیوبندیت کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ بسااوقات عوام اس سے دھوکہ کھاجاتے ہیں لہٰذامذکورہ تخصیص پرچندحوالے علماء دیوبندکے بھی پیش کی جائے تاکہ اہل بدعت اس تلوارسے کسی سادہ لوح مسلمان کوذبح نہ کرسکیں ۔

(۱)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ اورمحقق علامہ ظفراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں

کہ''احادیث صحیحہ میں (چندسورتوں کی)فضیلت توآئی ہے۔مگروہ بھی محض تلاوت کی فضیلت ہے کوئی مہینے یادن یاتاریخ کی قیدنہیں ۔اورسورئہ روم اورعنکبوت کی جوفضیلت قیودمذکورہ کے ساتھ انیس الواعظین سے نقل کی گئی ہے۔احادیث صحیحہ میں نظرسے نہیں گذری اغلب یہ ہے۔کہ موضوع ہے۔پس جب تک حدیث کاصحیح ہونامعلوم نہ ہوجائے اس وقت تک اس کی فضیلت کااعتقادجائزنہیں نہ اس پرعمل کرناجائزہے۔اورانیس الواعظین کی روایات معتبرنہیں ۔امدادالاحکام : ۲۴۶/۱)

(۲)شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ''رمضان المبارک کی ۲۳، ویں شب کومسجدمیں بعدازنمازتراویح امام مسجدکاسورئہ عنکبوت اورروم پڑھنامنقول نہیں ۔ آپکے مسائل اوران کاحل : ۲۲۵/۳)

(۳)مفتی رشیداحمدصاحبؒ مفتی دارالعلوم اکوڑہ خٹک صاحب لکھتے ہیں

کہ''مگرشریعت نے ان دوسورتوں کی تخصیص ۲۳، ویں رمضان کے ساتھ نہیں کی ہے۔لہٰذایہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے اوریہ مردودہے۔بالمعنی اصل رسالہ پشتوزبان میں ہے۔(ضروری مسائل : ۹۱)

(۴)علامہ شیخ الحدیث مفتی محمدتقی عثمانی دامت برکاتہم کاجواب بمعہ سوال درج کردیتاہوں

سوال : ،رمضان کی ۲۳، تاریخ کوامام مسجدبعدازتراویح سورئہ عنکبوت وسورئہ روم پڑھتے ہیں ۔لوگ سنتے ہیں اورنذرانے پیش کرتے ہیں ،یہ طریقہ کیساہے؟

باب نهم

فضائلِ قرآن کی روایت کاحوالہ دیتے ہیں ،یہ کیساہے؟
سائل : (مولانا)محمدافضل خان شاہ پور،سوات ،صوبہ سرحد

جواب : ۔قرآن کریم کی تلاوت باعثِ اجروثواب ہے ،لیکن اس التزام کے ساتھ پڑھناہمارے علم میں بے اصل ہے،جس روایت کاوہ صاحب ذکرکرتے ہیں ،اس کامفصل حوالہ لکھ کربھیجیں تواس کے بارے میں کچھ کہاجاسکتاہے۔فتاویٰ عثمانی : ۱۱۸/۱)

(۵)شیخ الحدیث ومفتی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک مفتی محمدفریدصاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں
کہ''(۱)اس حدیث(۲۳ ویں رات میں روم وعنکبوت پڑھنے)کی نہ سندمعلوم ہے اورنہ مخرج یہ حدیث ،حدیث ثابتہ نہیں ہے (۲)نہ حدیث سے یہ تخصیص ثابت ہے اورنہ جزئیہ فقہاء سے ثابت ہے۔(۳)بطورعملیات کے پڑھنانہ مطلوب ہے اورنہ ممنوع ہے اوربطورمندوبات وکثرت ثواب کے بدعت سیئہ ہے۔وہوالموفق : فتاویٰ فریدیۃ : ۳۱۲/۱)

(۶)مفتیان جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ کابھی جواب بمعہ سوال اورجواب نقل کرتاہوں ۔
سوال : ،بعض علاقوں میں یہ دستورہے کہ رمضان المبارک کی تیسویں رات کونمازتراویح کے بعدامام مسجدیاکوئی حافظِ قرآن کریم سورئہ عنکبوت اورسورئہ روم کی تلاوت کرکے مٹھائی وغیرہ پردم کرتاہے اوروہ مٹھائی پھرحاضرین میں تقسیم کی جاتی ہے اوراس کومستحب کہتے ہیں ۔کیا واقعی یہ طریقہ مستحب ہے ؟
الجواب : ۔رمضان المبارک کی تیسویں رات کوقرآن کریم کی بعض سورتوں (عنکبوت ،روم)کومتعین کرکے پڑھنااورپھرمٹھائی وغیرہ پردم کرکے حاضرین میں تقسیم کرنابے اصل اوربدعت ہے ،شریعتِ مقدسہ میں اس کاکوئی ثبوت نہیں ،لہٰذااس سے اجتناب کیاجائے ۔اگرچہ قرآنِ کریم کاسنانااورسناناموجبِ اجروثواب ہے۔فتاویٰ حقانیہ : ۸۵/۲)

<u>(۲۳) رمضان کی رات میں'' سورئہ روم وعنکبوت ''کی تخصیص شیعوں کی ایجادہے)</u>

آخرمیں ایک اہم تنبیہ علماء حق اورصحیح العقیدہ عوام کے لئے درج کی جاتی ہے ۔
کہ ۲۳ویں رمضان المبارک کی مذکورہ روایت اورطریقہ شیعوں

باب نہم

کاگھڑاہواہے۔پھرشیعہ مکتب فکرسے سنیوں میں پیٹ پرست ملاؤں نے یہ طریقہ لے لیااورشروع کیایہی تووجہ ہے کہ یہ طریقہ صرف وہ سنی کرتے ہیں جوشیعوں کے قریب رہتے ہیں ۔اورجہاں شیعہ نہیں ہوتے وہاں کے سنی حضرات اس طریقہ سے بے خبرہیں ۔

(۱)چنانچہ ایک شیعہ عالم لکھتاہے۔ کہ" امام جعفرصادق علیہ السلام نے قسم یادکرکے فرمایاکہ ۲۳، ویں رات کوان سورتوں کاپڑھنے والااہل بہشت سے ہے۔ (مفاتیح الجنان : ۳۰۱)

(۲)شیعہ کادوسرامجتہدسیدمنظورحسین نقوی لکھتاہے کہ"امام جعفرصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جوسورئہ عنکبوت اورسورئہ روم اسی شب پڑھے اہل بہشت سے ہے۔ (تحفۃ العوام : ۵۱۴)

(۳)شیعوں کاتیسراجاہل مجتہدحسین بخش گوجرانوالہ لکھتاہے کہ"تفسیربرہان میں امام جعفرصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جوشخص عنکبوت کو۲۳، ویں شب کوپڑھے گاوہ بلااستثنابہشت میں داخل ہوگا۔(تفسیرانوارالنجف فی اسرارالمصحف : ۶۵/۱۲)

اب حق پرست باضمیرباشعورعوام خودہی غوروفکرکریں کہ یہ طریقہ کن لوگوں کاتھا۔ اورہمارے کرم ایجنسی کے علماء اورآخونزادگان صاحبان اپنے پیٹ کی خاطرہم اورآپ حضرات کوکن لوگوں کے طریقے پرچلاتے (ہانکتے)تھے ؟

مذکورہ تحقیق سے تو معلوم ہوتاہے کہ ہمارے کرم کے مبتدعین نیم شیعہ ہیں لہذاخدارااپنے حال پررحم کرو۔اپنے محبوب رسول مقبول ﷺاورانکے جانشین جان نثاررفقاء کرامؓ کے طریقے کواپنائو ۔غیرمسلم اوراسلام دشمن کے طریقوں سے اپنے آپ کوبچائو۔

؎ نہ سمجھوگے تومٹ جائوگے اے غافل مسلمانو! ؛ تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں

(نوٹ)مارأہ المسلمون حسناً۔اور من سن فی الاسلام سنۃًحسنۃ وغیرہ کاجواب اسی کتاب کے باب ششم دلیل پنجم کے ذیل میں گذرچکاہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو صحیح راہ پرچلنے کی توفیق عطافرمائیں ۔

(۱۷)فضائل میں ضعیف حدیث پرعمل کرنے کی حقیقت)

بریلوی حضرات اپنی کمزوری کومحسوس کرتے ہوئے اپنی تحریرات میں یہ عنوان ضرورلگاتے ہیں ۔کہ ضعیف حدیث پربھی عمل کرناتودرست ہے ۔چنانچہ مشہوربریلوی مفتی احمدیارخان صاحب لکھتے ہیں

باب نہم

کہ''اگرمان لیاجائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔پھربھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبرہوتی ہے۔جاء الحق : ۳۸۳)

مجتہدکرم مولوی فضول گل صاحب نے بھی بعینہ یہی کچھ لکھاہے ۔تاکہ کسی کو انکی بریلویت میں ذرابرابربھی شک باقی نہ رہے ۔توضیح المسائل : ۳۵)

جواب سب سے پہلے تومولوی فضل گل صاحب کے لئے عقل کی دعاکرتے ہیں پھراسکے رسالہ پرتقریظ کرنیوالے تمام مبتدعین کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ حضرات نے ۲۳ ، ویں رمضان المبارک کے بارے جوروایت پیش کی ہے۔

اس کوکس محدث نے ضعیف لکھااورتسلیم کیاہے۔جناب عالی! وہ ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہے من گھڑت ہے ۔

ہائے آفسوس کہ تم موضوع اورضعیف میں بھی فرق نہیں کرسکتے ۔خداجانے جن کوآپ پڑھاتے ہیں ان کاکیاحال ہوگا۔   (§™¢¤ خوبہ پ لف تہ کوتک وپ¤)۔¢لایلدوا الافاجرا کفارا۔ فوا آسفاہ

ملاحظہ فرمالیجئے علوم الحدیث : ۱۵۵)لمولاناعبیداللہ الاسعدی۔کیونکہ تمہارے پیش کردہ روایت کاتوکسی مشہوراورمستندکتاب میں نام ونشان تک نہیں اوراس کی سندتوآپ حضرات نے بھی اب تک دوربین میں نہیں دیکھی اورنہ ہی ان شاء اللہ العزیزدیکھو گے۔یہ ان حضرات کی قابلِ رحم حالت ہے

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا   لڑتے ہیں اورہاتھ میں تلواربھی نہیں

(۱)امام نووی ؒموضوعی روایت کے بارے لکھتے ہیں

کہ موضوع وہ گھڑی ہوئی اور(اپنی طرف)سے بنائی گیٔ روایت اورضعیف کی بدترین اقسام میں سے ہے۔جسکی روایت باوجودعلم بوضع کسی معنی کے لئے بھی ناجائزاورحرام ہے۔(تدریب الراوی : ۲۷۴/۱)		الموضوع وهو المختلق المصنوع وشر الضعيف وتحرم روايته مع العلم به في اى معنى كان . (تدریب الراوی : ۲۷۴/۱)

(۲)امام سیوطیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ وہ جھوٹ ہوتی ہے۔کسی بھی معنی کے لئے یاکام کے لئے اس کی نقل حرام ہے۔خواہ احکام ہویاقصص ہویاترغیب کے لئے ہویاکسی اور(فضیلت وغیرہ کے لئے ہو)		هوالكذب (فی ای معنى كان)سواء فی الاحكام والقصص والترغيب وغيرها : (تدریب الراوی : ۲۷۴/۱)

		(تدریب الراوی : ۲۷۴/۱)

باقی رہی حدیث ضعیف تووہ بھی مطلقاًفضائل میں مقبول نہیں بلکہ اس کے لئے بھی شرائط ہیں جوان شاہ اللہ العزیزاسی فصل میں آگے بیان کرونگا۔مگرسب سے پہلے حدیث ضعیف کی تعریف لکھی جاتی ہے تاکہ مبتدعین کی غلط فہمی بھی دورہوجائے ۔

(۱)علامہ عبیداللہ الاسعدیؒ لکھتے ہیں

کہ"ضعیف وہ حدیث ہے جس میں جسن کے شرائط نہ پائے جائیں اس وصف کوضعف اورکسی حدیث کے حق میں اسکے ذکرواثبات کوتضعیف کہتے ہیں ۔علوم الحدیث : ۱۲۵)

(۲)امام نووی ؒلکھتے ہیں

الضعیف ھومالم یجمع صفۃ الصحیح اوالحسن یتفاوت ضعفہ : (تدریب الراوی : ۱۷۹/۱)		کہ ضعیف وہ روایت ہے۔جس میں صحیح یاحسن کی صفات نہ پائے جاتے ہوں اور(پھران کا)ضعف متفاوت ہوتاہے۔ (تدریب الراوی : ۱۷۹/۱)

(۳)امام سیوطی ؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں

بحسب شدۃ ضعف رواتہ وخفتہ (تدریب الراوی : ۱۷۹/۱)		کہ روایت کاضعف متفاوت ہوتاہے بحسب ضعف روایوں کے اورخفت ضعف راویوں کے ۔ (تدریب الراوی : ۱۷۹/۱)

حضرات گرامی!

آپ کوعبارت میں غورکرنے سے معلوم ہواہوگاکہ راویوں میں زیادہ اورکم ضعیف ہونے پرمدارہے اورخیرسے تمہاری ذکرکردہ روایت کاتوایک راوی بھی نہیں چہ جائیکہ پوری سند۔فصل نمبر۱۶کے آخرمیں ذکرآچکاہے کہ یہ روایت شیعہ مکتب فکرکی گھڑی ہوئی روایت ہے۔لہذاس پر بحث کرناہی فضول ہے ۔

(ضعیف حدیث پرعمل کرنے کے شرائط)

محدثین عظامؒ نے ضعیف روایت پرعمل کرنے والوں پرسخت نکیرفرمائی ہے اورحدیث ضعیف کی مذمت اورنقصانات بیان فرمائے ہیں (۱)بعض محدثین نے توصاف لکھاہے

لایقبل مطلقاً : (تدریب الراوی : ۲۹۹/۱)		کہ ضعیف حدیث پرمطلقاًعمل صحیح نہیں ہے ۔

باب نہم

وایضاًالقول البدیع : ۱۹۵)		(تدریب الراوی : ۲۹۹/۱) وایضاً القول البدیع : ۱۹۵)

(۲)بعض نے ضعیف حدیث پرعمل کی فضائل میں جواجازت دی ہے۔وہ بھی غیرمشروط نہیں ہے۔بلکہ انہوں نے شرائط لگائی ہیں

(۱)امام سیوطی ؒ لکھتے ہیں

وذکر شیخ الاسلام له ثلاثة شروط احدهاان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من فردمن الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه نقل العلائی الاتفاق علیه الثانی ان یندرج تحت اصل معمول به الثالث ان لایعتقد عند العمل به ثبوته. (تدریب الراوی : ۲۹۹/۱ وایضاً قاله ابن حجرعسقلانیؒ)		شیخ الاسلام نے ضعیف حدیث پرعمل کرنے کی تین شرائط ذکرکی ہیں ۔اولؔ یہ کہ زیادہ ضعیف نہ ہو۔لہذاجس حدیث میں کوئی کذاب یامتہم بالکذب یاجس کی غلطیاں زیادہ ہوں منفردہو۔تواسکی ضعیف حدیث بھی فضائل میں نہیں چلے گی۔دومؔ یہ کہ وہ عام قاعدہ کے تحت درج ہواس سے وہ خارج ہوگئی جسکی اصل نہ ہواورمحض اختراع کی گیٔ ہو۔سومؔ یہ کہ عمل کرتے وقت اس عمل کے ثبوت کاعقیدہ نہ نہ ہو(کہ بھائی یہ عمل ثابت ہے) (تدریب الراوی : ۲۹۹/۱ وایضاًقالہ ابن حجرعسقلانیؒ)

(۲)علامہ مولاناعبدالحیٔ صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں

واما العمل بالضعیف فی فضائل الاعمال فدعوا لاتفاق فیه باطلة نعم هو عند الجمهور لکنه مشروط بان لایکون الحدیث ضعیفاً شدید الضعف فان کان کذالك لم یقبل فی الفضائل ایضاً : (الاثارالرفوعة فی الاخبارالموضوعة : ۳۱۰)		کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پربالاتفاق عمل کادعویٰ کرناباطل ہے ۔ہاں جمہورکایہ مذہب ہے ۔مگراس میں شرط یہ ہے۔کہ حدیث سخت ضعیف نہ ہوورنہ فضائل اعمال میں بھی قابل قبول نہیں ۔ (الاثارالرفوعۃ فی الاخبارالموضوعۃ : ۳۱۰)

(۳)یہی شرائط لکھتے ہیں۔قواعدفی علوم الحدیث : ۹۴)

(۴)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

شرط العمل باالحدیث الضعیف عدم شدة ضعفه وان یدخل تحت اصل عام		کہ ضعیف حدیث پرعمل کی شرط ایک یہ ہے کہ سخت ضعیف نہ ہو۔دوم یہ کہ کسی

باب نہم

وان لایعتقد سنیتة ذالك الحدیث ای سنیة العمل به : (ردالمحتار : ۲۱۲۸/۱طبع ایچ ایم سعید)		عام اصل کے تحت داخل ہو۔سومؔ یہ کہ (لوگ)اس عمل کے سنت اورمستحب ہونے کاعقیدہ نہ کرے (ردالمحتار : ۲۱۲۸/۱طبع ایچ ایم سعید)

(۵)علامہ محدث کبیرالشیخ ظفراحمدعثمانی ؒ نے بھی یہی کچھ تحریرفرمایاہے۔مقد مه اعلاء السنن بحوالہ مقدمہ قواعدفی علوم الحدیث : ۹۴/۱)

(۶)حکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی(۷)مفتی عبدالکریم صاحب دیوبندیؒ (۸)مفتی محمدرفیع عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں

کہ''اورفضائل اعمال میں ضعیف حدیث قبول ہونے کامطلب یہ ہے کہ اس میں ثواب سمجھے بغیرعمل کرے ۔بشرطیکہ ضعف شدیدنہ ہو۔اوروہ عمل کسی اصل شرعی کے تحت میں داخل ہوکماصرح بہ الشامی ۔اورآج کل لوگ ثواب سمجھنے کے علاوہ تارک پرملامت کرتے ہیں ۔اس لئے اس فعل سے روکاجائیگا۔امدادالاحکام : ۱۸۸/۱)

جناب قارئین کرام !

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ضعیف روایت بغیرشرائط کے فضائل میں بھی قبول نہیں چہ جائیکہ مبتدعین اس کومستحب کہہ دیں ۔اورنہ کرنے والوں پرملامت کرے۔بلکہ مبتدعین کرم توبھاری جرمانہ وصول کرتے ہیں ۔اوریہ بات پہلے بیان کرکے آیاہوں کہ ۲۳، ویں رمضان کے بارے روایت موضوع ہے اورموضوع روایت کوبیان کرنااوراس پرعمل کرناقطعاًجائزنہیں ۔

(۱)علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں

واما الموضوع فلایجوز العمل به بحال (القول البدیع : ۱۹۶) (قواعدفی علوم الحدیث : ۹۴)		کہ بہرحال موضوع حدیث تواس پرکسی حالت میں عمل کرناجائزنہیں ہے۔القول البدیع : ۱۹۶ (قواعدفی علوم الحدیث : ۹۴)

(۲)خاتمة المحققین علامہ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں

واما الموضوع ای المکذوب علی رسول الله ﷺ وهو محرم اجماعاً بل قال بعضهم انه کفر قوله بحالٍ ای ولو کان فی فضائل الاعمال :		کہ بہرحال موضوع جوپیغمبرﷺپرجھوٹ باندھاگیاہواورمتفق علیہ طورپرحرام ہے بلکہ بعض نے کہاہے کہ کفرہے (کسی حال میں بھی)اگرچہ فضائل اعمال میں

(ردالمحتار : ۱۳۸/۱)		کیوں نہ ہو۔ (ردالمحتار : ۱۳۸/۱)

حضرات گرامی !

آپ نے پڑھاکہ ضعیف روایت بلاشرط مقبول نہیں اورموضوع من گھڑت روایت کونقل کرنااوراس پرعمل کرناتوحرام بلکہ بعض کے نزدیک کفرہے۔اب اس تحقیق کوپڑھنے اورمطالعہ کرنے کے بعدبھی اگرکوئی نہ مانے تووہ ضدی ہے اس کاکسی کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

(۱۸)عیدکے دن خاص عیدمبارک کہنااوراسکے لئے مصافحہ اورمعانقہ کرنابدعت ہے)

صوبہ سرحدکے بعض علاقوں میں رواج ہے۔کہ عیدکے دن نمازسے فارغ ہوتے ہی عیدگاہ کے باہرایک گھرسے اورایک راستے پرآنے والے آپس میں مصافحہ اورمعانقہ شروع کرتے ہیں ۔اورایک دوسرے کو''عیدمبارک ''کہتے ہیں اس کولوازم عیدمیں سے جانتے ہیں ۔اورمنع کرنے والے اورتارک پرلعن طعن کے علاوہ ان پروہابیت اورپنج پیریت کے فتوے لگاتے ہیں ۔

کرم ایجنسی کے ایک نیم بریلوی نے اپنے رسالہ میں مصافحہ اورمعانقہ بعدصلوۃ العیدکاعنوان باندھ کربڑی مشکل سے ڈیڑھ ورق لکھاہے۔مگرافسوس کہ مسئلہ کی وضاحت اورحقیقت تودرکناربلکہ تمام حوالوں میں خیانت یاتجاہل عارفانہ سے کام لیاہے۔دیکھئے توضیح المسائل : ۱۵تا۱۸)

(مصافحہ اورمعانقہ کی شرعی حیثیت)

سب مسلمانوں کومعلوم ہے کہ مصافحہ کسی شخص کے ساتھ اول ملاقات کے بعدسنت اورثابت ہے۔اورمعانقہ گلے ملانابھی سفرسے آنے والے کے ساتھ مسنون اورثابت امرہے ۔اس میں کسی کابھی اختلاف تقریباًنہیں ۔اس ظاہرباہراورمسلم حقیقت کے لئے حوالوں کی ضرورت قطعاًنہیں ۔

البتہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے اورراستے پرایک گھراورحجرے سے آنے والے لوگ اچانک آپس میں اٹھ کرایک دوسرے سے مصافحہ یعنی ہاتھ ملانااورگلے ملاناشروع کرکے ایک دوسرے کوعیدمبارک کہتے ہیں ۔جیساکہ آجکل ہوتاہے۔یہ ایک لغوحرکت اورسفیدبدعت ہے اورناجائزبے دلیل کام ہے۔یہ کام نہ تونبی کریم ﷺاورصحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔اورنہ ائمہ مجتہدین نے اس

پرجوازکاحکم لگایا۔اورہم اس مختصرتحریرمیں سب سے پہلے محدثین امت کے حوالے بمعہ عبارت وترجمہ پھرفقہاء احناف کے حوالے اورعبارتیں پھرعلماء دیوبندکی تحریرات حوالے بمعہ عبارات ان شاء اللہ پیش کریں گے۔
تاکہ مخالفین ملاوں کادجل وفریب اوران کی بے علمی اورجہالت تعلیم یافتہ طبقے اورمسلم عوام کے سامنےظاہرہوجائے۔ان شاء اللہ العزیز

(۱)نمازعید کے بعدمصافحہ اورمعانقہ محدثین عظامؒ کے نزدیک

(۱)محدث کبیرفخراحناف شارح مشکوۃ حضرت ملاعلی القاری الحنفیؒ اس رسم کی تردیدکرتے ہوئے لکھتے ہیں

وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم اذا صلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة ؟ ولهذاصرح بعض علمائنا بانها مكروهة حينئذٍ وانها من البدع المذمومة : (مرقات : ۴۵۸/۸ مكتبه حبيبيه . ايضاً ابودائود : ۳۵۲/۲حاشيه۲)		اورکبھی ایک جماعت بغیرمصافحہ کے آپس میں ملتی ہے ۔اورایک طویل مدت تک علم کے مذاکرہ اوربات چیت میں مصروف ہوتی ہے۔پھرجب نمازسے جیسے فارغ ہوتے ہیں ۔مصافحہ شروع کرتے ہیں ۔تویہ کونساجائزطریقہ ہوا۔اسلئےجب ہی ہمارے بعض علماء نے تصریح کی ہے۔کہ یہ طریقہ حرام ہے اور مذموم بدعت ہے (مرقات : ۱۴۵۸/۸) (ابودائود۳۵۲/۲ ، حاشیہ۲)

امام نوویؒ کے ’’لابأس به ‘‘پرمذکورہ عبارت سے پہلے ردکرتے ہوئے موصوفؒ لکھتے ہیں

ولايخفى ان فى كلام الامام نوع تناقض (مرقات : ۴۵۴۸/۸)		کہ کسی پرمخفی نہ رہے کہ امام نوویؒ کے کلام میں قدرے تناقض ہے۔(مرقات : ۴۵۴۸/۸)

پھراس رسم کی شناعت اوربے ہودگی مزیداس وقت بڑھتی ہے۔کہ جب عیدمبارکی کے لئے نوجوان لڑکے نوجوان لڑکیوں سے ہاتھ ملاتے ہیں اورعلاقے کے حسین لڑکوں سے گلے ملتے ہیں
(۲)امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ’’خوبصورت چہرے والے بے ریش لڑکے کے ساتھ مصافحہ سے بچاجائے ۔اس لئے کہ اس کی طرف دیکھنابھی حرام ہے (توہاتھ لگانابطریق اولیٰ حرام ہے)مرقات : ۴۵۹/۸)

(۳)ابن أميرالحاج اس رسم کی تردیدکرتے ہوئے لکھتے ہیں

وأما المعانقة فی العيد لمن هو حاضر معك فلايجوز واما المصافحة فانها وضعت فی الشرع عند لقاء المؤمن لاخيه واما فی العيدين علی ما اعتاده بعضهم عند الفراغ من الصلوة يتصافحون فلا اعرفه : المدخل : ۲۸۸/۲		اوربہرحال معانقہ اس شخص کے ساتھ جوآپ کے ساتھ پہلے سے حاضرہویہ جائزنہیں ۔اورمصافحہ کوشریعت نے مومن کے اپنے بھائی سے پہلی ملاقات کے لئے وضع کیاہے۔اورمصافحہ عیدین جس طرح کہ بعض لوگوں کی عادت ہے ۔نمازسے فارغ ہونے کے بعدمصافحہ کرتے ہیں ۔ اس کومیں(سنت سے)نہیں جانتا) (المدخل : ۲۸۸/۲)

(۴)علامہ عسقلانی ؒ امام نوویؒ کے اس مسئلہ میں پرگرفت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

وللنظرفيه مجال : (فتح الباری : ۴۶/۱۱)		کہ اس میں نظرکی گنجائش ہے۔ (فتح الباری : ۴۶/۱۱)

(۵)الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں

آنکہ بعض مردم مصافحہ می کنندبعدازنمازیاازجمعہ چیزے نیست بدعت است ازجہت تخصیص وقت : (اشعۃ اللمعات : ۲۲/۴)		کہ یہ لوگ عام نمازوں کے بعدیانمازجمعہ کے بعدمصافحہ کرتے ہیں ۔یہ کوئی سنت نہیں اورتخصیص وقت کی وجہ سے بدعت ہے۔ (اللمعات : ۲۲/۴)

(۶)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ کاایک اورحوالہ (فتاویٰ کبریٰ : ۴۷/۴۵/۴(میں مذکورہے۔

(۲)عیدین کے بعدمصافحہ اورمعانقہ فقہاء احناف کی تصریحات میں)

(۱)علامہ محمدآمین الشہیرابن عابدین اپنی مایہ نازکتاب ردالمحتارمیں یوں لکھتے ہیں

ونقل فی تبيين المحارم عن الملتقطانه تكره المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصحابة رضی الله عنهم ما صافحوا بعداداء الصلوة ولانهامن سنن الروافض ۔ (ردالمحتار :		کہ اورملتقط سے تبیین المحارم میں نقل کیاہے۔کہ مکروہ ہے مصافحہ نمازپڑھنے کے بعدبہرصورت ایک تواس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے نمازوں کے بعدمصافحے نہیں کئے ۔اوراس لئے بھی (حرام)ہے کہ

باب نہم

(۳۸۱/۶		یہ روافض (شیعوں)کاطریقہ ہے۔ (ردالمحتار : ۳۸۱/۶)

جناب عالی لیجئے!

فقہ حنفی نے توفیصلہ ہی کردیاکہ ایساکرناحرام ہے بلکہ شیعوں کاطریقہ ہے۔اب تو مان لیجئے!ضدمت کیجئے!

(۲)علامہ قاضی ابراہیم الحنفیؒ لکھتے ہیں ۔بوجہ اختصارترجمہ پراکتفا کرتاہوں ۔ کہ''حنفی ،شافعی،اورمالکی فقہاء نے (مصافحہ ومعانقہ بعدالعید)کے مکروہ اوربدعت ہونے کی تصریح کردی ہے۔

ملتقط میں ہے ۔کہ نمازکے بعدمصافحہ بہرحال مکروہ ہے۔اس واسطے کہ صحابہ کرامؓ نے نمازکے بعدمصافحہ نہیں کیااوراس لئے کہ یہ رافضیوں کاطریقہ ہے۔مجالس الابرار : ۲۹۸)

(عید کے دن ''عیدمبارک ہو'' پٹ,,ڑ›¥ ں,پڑœ "¦ ''کہنابھی بدعت ہے ۔)

اس کاکوئی ثبوت ہی نہیں البتہ(تقبل اللہ مناومنکم غفرلناولك وغیرہ کاکچھ نہ کچھ ثبوت ہے۔مگرکمزورہے ۔طوالت کے خوف سے صرف چنداشاروں پراکتفاکرتاہوں جس کوتفصیل کی ضرورت ہوتوحوالے پیش خدمت ہیں وہ درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کرے

(۱)علامہ شامیؒ نے ان کلمات کاثبوت اورمشروع ہونانقل کیاہے۔دیکھئے ردالمحتار : ۱۶۹/۲)مگرانہوں نے ابن امیرالحاج کے المدخل کاحوالہ دیاہے مگرالمدخل کوپڑھنے کے بعدپتہ چلتاہے کہ علامہ شامی صاحب کواشتباہ ہواہے۔کیونکہ ابن امیرالحاج نے ان تمام کلمات کونقل کرنے کے بعدلکھاہے۔کہ کلمہ ''عیدمبارک ہو''توبطریقہ اولیٰ مکروہ ہے۔

وقدکرہ علمائناکل ذالك : (المدخل : ۲۸۷/۲)		کہ ہمارے علماء نے ان سب (کلمات)کومکروہ جاناہے۔ (المدخل : ۲۸۷/۲)

تاہم اعلاء السنن : ۱۱۹/۸، فتح الباری وغیرہ سے تقبل اللہ مناومنک کاکمزورساثبوت ملتاہے۔نہ کہ عیدمبارک کا۔میں کمزوراس لئے کہتاہوں کہ اسنادپرحافظ ابوبکرالہیثمیؒ نے کلام کیاہے۔دیکھئے مجمع الزوائد : ۲۰۹/۲)

(علماء دیوبندکی تحریرات میں عیدین کے بعدمصافحہ اورمعانقہ کی حیثیت)

(۱)مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ جودیوبندکے مشہوراستادہیں لکھتے ہیں

کہ”عیدین میں مصافحہ ومعانقہ بوجہ تخصیص بدعت ہے۔اورمکروہ تحریمی ہے۔فتاویٰ رشیدیہ : ۱۴۸/۱)

(۲)شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ یوں تجزیہ فرماتے ہیں
کہ”عیدپرگلے ملناسنت نہیں محض لوگوں کی بنائی ہوئی رسم ہے ۔اس کودین کی بات سمجھنااورنہ کرنے والے کولائق ملامت سمجھنابدعت ہے۔آپکے مسائل اورنکاحل : ۴۱۷/۲۔اختلاف امت اورصراط مستقیم : ۱۰۷)

(۳)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
کہ”لہذامصافحہ (یامعانقہ)بعدعیدین یابعدنمازپنجگانہ مکروہ وبدعت ہے۔شامی میں اس کی تصریح موجودہے۔امدادالفتاویٰ : ۴۸۱/۱

(۴)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب ؒلکھتے ہیں
کہ”نمازعیدین یادیگرنمازوں کے بعدتخصیص مصافحہ(یامعانقہ)کی کرنااوراسی وقت خاص میں اس کوسنت جاننااورمعمول بہ ٹھہرانابعض فقہاء نے منع لکھاہے۔تبیین المحارم میں اس کوروافض کے طریقے سے لکھاہے۔(پھرشامی سے دلائل نقل کئے ہیں) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۲۸/۱)

(۵)حضرت مفتی صاحب موصوف ایک اورمقام پرلکھتے ہیں
کہ”عیدکے دن (مصافحہ اورمعانقہ)یہ طریقہ بدعت ہے۔نبی کریم ﷺاورآپ کے بعدخلفائے راشدین اوران کے بعدائمہ دین اوراسلاف امت سے کہیں اس کاثبوت نہیں اوریہ شعائرروافض میں سے ہے۔ترک کرناچائے ۔ امدادالمفتین : ۲۰۳/۲)

(۶)علامہ ظفراحمدعثمانی اوراشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
کہ”عیدین کی نمازکے بعدمصافحہ کارواج ہے یہ بدعت ہے۔اس لئے کہ روافض کاطریقہ ہے۔امدادالاحکام : ۱۸۸/۱)

(۷)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدجالندہری دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ”عیدین یادوسری نمازوں کے بعدمصافحہ یامعانقہ کرنابدعت ہے۔۔۔۔نیزیہ روافض کاطریقہ ہے۔اس سے اجتناب لازم ہے۔خیرالفتاویٰ : ۵۶۹/۱)

(۸)مفتی محمودحسن گنگوہی صاحب صدرمفتی دارالعلوم دیوبندکئی جگہ اس رسم کی تردیدفرمائی ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں
کہ”جی ہاں بعض جگہ عیدکامصافحہ کرنے کارواج ہے۔یہ ٹھیک نہیں ہے۔یہ بدعت اورمکروہ ہے۔شامی نے فقہ کی متعددکتب سے اس کابدعت اورممنوع ہوناںقل کیاہے۔فتواٰی محمودیہ : ۲۱۶/۱)

باب نہم

(۹)دوسرے مقام پرموصوفؒ لکھتے ہیں
کہ’’مصافحہ کے لئے شریعت نے ملاقات کاوقت تجویزکیاہے۔کسی نمازکے بعداس کاتجویزکرناشرعاًبلادلیل ہے۔غلط ہے بدعت مکروہ ہے۔طریقہ روافض ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۲۳۰/۱)

(۱۰)تیسرے مقام پرموصوفؒ لکھتے ہیں
کہ’’عیدین میں خصوصاًمصافحہ اورمعانقہ بدعت ہے۔اس کاکوئی ثبوت نہیں ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۲۳۹/۱)

(۱۱)چوتھے مقام پرموصوفؒ لکھتے ہیں
کہ’’عیدین میں مصافحہ اورمعانقہ کرنابے اصل ہے۔علامہ شامی نے روافض کاشعارلکھاہے۔بدعت قبیحہ ہے۔اس کوترک کرنالازم ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۹۲/۱۱)

(۱۲)پانچویں مقام پرموصوفؒ لکھتے ہیں
کہ’’ایک سائل نے لکھاہے کہ عیدین کے دن مصافحہ ومعانقہ سے دل سے کینے حسدوغیرہ نکلتے ہیں مگرجواب میں فرمایاکہ عیدین کامعانقہ روافض کاشعارہے اس سے پوراپرہیزکیائے ۔دل میں کینہ اورحسدرکھتے ہوئے محض عیدکومعانقہ کرلینے سے ہرسینہ صاف نہیں ہوگا۔فتاویٰ محمودیہ : ۱۹۰/۱۲)

(۱۳)چھٹے مقام پرموصوفؒ لکھتے ہیں
کہ’’ایک سوال کے جواب میں اس کے بدعت اورممنوع ہونے پرلمبی بحث کی ہے۔دیکھئے۔فتاویٰ محمودیہ : ۱۹۳/۱۲تا۱۹۶)

(۱۴)ساتویں مقام لکھتے ہیں
کہ’’یہ کام بدعت ہے کرنے والوں کوپہلے تنبیہ کی جائے ۔نہ مانے توتعزیرکی جائے ۔(ڈنڈے مارے جائیں)۔محمودیہ : ۲۴۵/۱۴)

(۱۵)مفتی عبدالرحیم لاجپوری الدیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ’’نمازعیدکی یہ تخصیص بے اصل اوربے دلیل ہے۔فقہاء نےاس رسم کومکروہ اوربدعت تحریرکیاہے۔فتاویٰ رحیمیہ : ۲۸۰/۱)

(۱۶)علامہ محمداشرف صاحب دیوبندی ؒلکھتے ہیں
کہ’’عیدکے روزمبارک بادکی رسم ’’عیدمبارک‘‘کے الفاظ کے ساتھ شریعت سے ثابت نہیں ۔عوام میں اس کاالتزام ہونے لگاہے۔اورلوگ اس کوثواب بھی سمجھتے ہیں ۔لہذاسخت گناہ ہے۔اصلاح الرسوم الشرکیہ والبدعیہ : ۱۲۲)

(۱۷)خاتمۃ المحققین فخرعلماء دیوبندفقیہ العصراستادناالمحترم مرشدالمجاہدین محی السنۃ البیضاء مفتی رشیداحمدصاحبؒ لکھتے ہیں

کہ”عیدین کی نمازکے بعدمصافحہ کے جوازکا)استدلال بین البطلان ہے۔کیونکہ اوقات کی تخصیص زیادت فی الدین ہے۔

(پھراس پردلائل ذکرفرناتے ہیں)احسن الفتاویٰ : ۳۵۳/۱،آگے ”عیدمبارک“کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ”شریعت میں اس کاکوئی ثبوت نہیں اورعوام میں اس کاالتزام ہونے لگاہے۔

اس لئے مکروہ ہے۔اوراگراسے ثواب بھی سمجھاجاتاہوتوشریعت میں زیادتی اوربدعت ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔(پھرعربی کی عبارت لکھی گئی ہے) (احسن الفتاویٰ : ۳۸۳/۱)

قارئین کرامؒ سے عرض ہے

کہ جب ایک چیزکومحدثین امت نے اورفقہاء احناف نے اورعلماء دیوبندنے بھی ناروا اورممنوع قراردیا ۔تواب مخالفین سنت کے ساتھ کیاجوازہے۔کہ وہ ایسی چیزکوجائزبھی کہیں اورایسے ناجائزاورحرام پرعامل بھی رہیں ۔اورپھرحنفی اوردیوبندی بھی رہیں کلاوحاشا۔ہرگزایسانہیں ہوسکتایاتوفقہاء احناف اوردیوبندیوں کی تحریرات کوقبول کریں گے ۔ یاپھرحنفیت اوردیوبندیت کاجھوٹالیبل ہٹاناپڑیگا۔بلکہ اپنے آپ کا بریلوی ہوناتسلیم کرو۔تاکہ جھگڑاہی ختم ہو۔کیونکہ دنیااضدادکاخانہ نہیں ہے۔

(اہم تنبیہ)

مذکورہ تحقیق میں ہم نے خاص عیدمبارک کے لفظ کوغیرثابت کہاہے۔کیونکہ یہ التزام مالایلزم ہے۔ورنہ اگرکوئی تقبل اللہ مناومنک یعنی اللہ تمہای اورہماری عبادات قبول فرمائیں ۔یاکوئی اور دعاکہے تواس کی گنجائش ہے۔کیونکہ حدیث شریف سے ایسی دعاثابت ہے۔مگرعیدمبارک کواس پرقیاس نہیں کرناچاہئے۔کیونکہ صحابہ کرام جب تقبل اللہ کہتے تواس کامعنی سمجھتے جب کہ عوام عیدمبارک کاترجمہ تک نہیں سمجھتے ۔ورنہ مبتدعین کے بہت سارے قیاس کاپھرکیاجواب ہوگا۔یہ قیاس مع الفارق ہے۔نفس دعاایک دوسرے کودیناجائزہے۔بلکہ بہترہے ۔اورثابت الاصل ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم)

باب نهم

باب نہم

وسیلہ

(۱۹)وسیلہ اوراس کی اقسام قرآن وحدیث اورعلماء امت کی تحریرات کی روشنی میں)

وسیلہ اور توسل کا مسئلہ بھی لوگو ں کے درمیان مو ضوع بحث بنا ہے بریلوی اور بدعتی حضرات اپنے پیروکاروں کو دیو بند یوں سے متنفر کر نے کیلئے اپنی تقاریر میں کہتے ہیں کہ یہ پنجپیری لو گ و سیلہ نہیں مانتے اوروسیلہ سے منکر ہیں۔مگر حقیقت سمجھنے والے انکے جھو ٹ سے خوب آ شنا ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ وسیلہ کل تیرہ اقسام پر مشتمل ہے جن میں بعض صورتیں جائز اور بعض بد عت اور نا روا ہیں ۔

اب اگر کو ئی کہتا ہے کہ میں کسی قسم کا و سیلہ نہیں ما نتا تو وہ شخص کا فر ہے ۔ لیکن اگر کو ئی کہتا ہے کہ میں ہر قسم کا وسیلہ ما نتا ہو ں۔ تو وہ مشرک اور بد عتی ہے ۔کرم ا یجنسی کے اَن پڑھ ٹیچر نے تو ضیح المسا ئل میں : ۴۷تا ۴۹ ۔

اس پر ڈیڑھ ورق سیا ہ کیاہے۔اور ملا رئیس درسمندنے بھی آ د ھا ورق رنگین کیا ہے۔ اسی طرح بعض اور لو گو ں نے بھی مو ضو ع اور ضعیف روایات سے اپنے مدعیٰ کو ثابت کر نے کی کو شش کی ہے ۔

مگر انکی حقیقت جھو ٹ اور افتراء کے علا وہ کچھ نہیں ۔میں ا ن شا ء اللہ اپنے اکا برین کی کتا بو ں سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ذکر کر نے کا ارادہ رکھتا ہو ں ۔ اللہ تعالی سے دعاہے۔کہ وہ مجھے تو فیق عطا فر ما ئیں گے!

ہما را اور مخا لفین کا اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ تو اپنی جگہ پر میں نشان دہی کر و نگا تا ہم اجما لاً اتنا ضروربتا دونگا! کہ اختلا ف تو سل بذ وات غائبہ اور بحق فلان بحر مت فلاں و ببر کت و بطفیل فلان اور اسی طر ح مر دوں اور غا ئبین کو وسیلہ بنا نے اور اُن وسیلو ں میں ہے ۔

جن کا ثبو ت قر آن و حدیث اور دلا ئل شر یعت میں نہیں ہے نہ کہ مطلقاً تو سل میں جیساکہ اہل زیغ اسی سے اکثرعوام کودھوکہ دیتے ہیں کیونکہ وسیلہ شرعی کا ثبو ت قرآن میں ہے ۔ رب کا ئنا ت کا ارشاد ہے کہ

يَا أَيُّها الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ الله وَابْتَغُواْ إِلَيْه الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُواْ فِيْ سَبِيْلِه لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ . (المائدة : ۳۵)		مسلمانوں !اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہواوراس کاوسیلہ (قرب)تلاش کرواوراس کی راہ میں جہادکروتاکہ تمہارابھلاہو(سورئہ مائدہ : ۳۵)

باب نہم

لیکن با ت یہ ہے کہ اللہ حکم دیتا ہے تلا ش کرو خا ص اللہ کی طرف و سیلہ ۔مگر وسیلہ ہے کیا چیز وسیلہ کی پہچان سے مسئلہ حل ہو گا ۔ اور وسیلہ کی مراد سے مسئلہ حل ہو گا وسیلہ سے نیک اعما ل مراد ہیں یا اولیا ء کرام مرادہیں ۔

(۱)اما م راغب ا صفہا نی وسیلہ کامعنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

التو صل الی ا لشیئی برغبة : (مفردات القرآن : ۵۲۳)		کسی چیز کی طرف رغبت کیساتھ پہنچ جا نا (مفردات القرآن : ۵۲۳)

(۲) اما م ابن تیمہ ؒ لکھتے ہیں

الوسیلة هی القربیٰ والزلفیٰ . (الرد علی المنطقیین : ۲۸)		وسیلہ (کے معنی)قریب اورنزدیک ہوناہے۔ (الر دعلی المنطقیین : ۲۸)

(۳)منجدمیں لکھاہے۔ کہ اللہ تک تقرب حاصل کرنا۔ ۱۰۸۵)

(۴)امام بغوی ؒلکھتے ہیں

کہ”کہ وسیلہ فعیلۃ کاوزن ہے۔یعنی قریب ہونا ۔معالم التنزیل : /۲۷۹)

(۵)امام ابن قیم ؒ نے بھی یہی معنی لکھاہے۔ حاوی الارواح : ۶۳)

(۶(علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ۔

الوسیلة ای القربة . (ابن کثیر : ۵۲/۲)		نزدیک ہونا۔ (ابن کثیر : ۵۲/۲)

(۷)علامہ خطیب شربینیؒ وسیلہ کامعنی القربۃ یعنی نزدیکی کرتے ہیں ۔تفسیرسراج المنیر : ۱ / ۳۷۰)

تمام اہل لغت نے وسیلہ کے معنی نزدیکی اورذریعہ تقرب لکھے ہیں ۔

وسیلہ کے دوسرے معنی جنت میں ایک درجہ کے ہیں ۔

(۸)چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروبن العاصؓ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے رسول اللہﷺ کوکہتے ہوئے سنا۔وہ فرمارہے تھے ۔کہ جب تم أذان سنوتومؤذن کے الفاظ کی طرح تم بھی کہوپھرآخرمیں مجھ پردرودپڑھو.....پھرمیرے لئے وسیلہ کاسوال کرو۔اس لئے کہ وسیلہ جنت میں سے ایک درجہ ہے۔ جواللہ تعاٰی کے بندوں میں سے ایک بندے کے لئےہے ۔اورمیں أمیدکرتاہوں کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔جس نے میرے لئے اللہ تعالیٰ سے (یہ درجہ)وسیلہ مانگااس کے لئے میری شفاعت جائزہوگی۔مسلم ۔احمد،ترمذی،طبرانی،بحوالہ مشکوۃباب فضل الاذان۔

اوراس درجے کوبھی وسیلہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ درجہ اللہ تعالیٰ کے عرش

باب نهم

کے ساتھ بہت قریب ہے یعنی قرب والی جگہ ہے
(۹)علامہ السیدشریف الجرجانیؒ اورمفتی محمدعمیم الاحسان صاحبؒ لکھتے ہیں

الوسیلة هی مایتقرب به الی الغیر (قواعدالفقه : ۵۴۳) (التعریفات : ۱۱۱)		کہ وسیلہ وہ (ذریعہ اورشئ)ہے جس کے ذریعے غیرکے ساتھ تقرب حاصل کیاجائے۔ (قواعدالفقہ : ۵۴۳،التعریفات : ۱۱۱)

(۱۰)وسیلہ کے اصطلاحی معنیٰ یہ ہے۔

مراعاة سبیله بالعلم والعبادة وتحری مکارم الشریعة : (التوصل : ۱۲)		کہ اللہ تعالی کے راستے کالحاظ کرناعلم اورعبادت کے ذریعے اورشریعت کے اچھے کاموں میں کوشش کرنا۔ (التوصل : ۱۲)

اب وہ شی اورذریعہ جس کے ذریعے تقرب حاصل کیاجاتاہے۔ وہ شی کیاہے ؟
فقہاء احناف ،محدثین عظام اورمفسرین اورعلماء دیوبندفاضت فیوضہم کے نزدیک وہ شیئ ایمان اورعمل صالح ہے۔ جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوجاتاہے۔
بریلویوں اوربدعتیوں کے نزدیک وہ شے بابااوراولیاء اورقبوریاکسی کی ذات اورغیرکاعمل ہے۔
قرآن میں وسیلہ سے کیامرادہے۔ مفسرین ومحدثین نے اسکی کیاتشریح فرمائی ہے۔

اس کی کتنی قسمیں ہیں ۔یہ باتیں غورسے پڑھئے!

(وسیلہ کی اقسام اوراسکی تفصیل)

وسیلہ کی کل تیرہ قسمیں ہیں(۱)زندہ شخص سے دعاکرانا(۲)زندہ شخص مگر غائب کی ذات کووسیلہ بنانا(۳)مردے کی ذات کووسیلہ بنانا(۴)مردے کی دعاکووسیلہ بنانا(۵)لفظ حق اورجاہ وحرمت وبرکت کے وسیلہ سے دعاکرنا(۶)اپنے ایمان اورعمل صالح کووسیلہ بنانا(۷)انبیاء واولیاء کووسیلہ بناناایسے حال میں کہ یہ ہمارے لئے راہ بتانے والے ہیں (۸)انعامات کووسیلہ بنانا(۹)فقرواحتیاج کووسیلہ بنانا(۱۰)اپنے ظلم اورگناہ کے اقرارکاوسیلہ پکڑنا(۱۱)اللہ تعالی کے وعدے کووسیلہ بنانا(۱۲)اسم اعظم کووسیلہ بنانا (۱۳)قیامت کے دن انبیاء کووسیلہ بنانا۔
جناب گرامی قدر!اب تعصب کی عینک اتارکرٹھنڈے دل سے تفصیل ملاحظہ

باب نہم

فرمالیجئے!

(۱)پہلی قسم کا وسیلہ یہ ہے، کہ زندہ شخص کی دعاکووسیلہ بنانایہ باالاتفاق جائزہے)

کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کسی زندہ نیک بندے کی خدمت میں حاضرہوکرعرض کرے۔کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعامانگو۔اگرچہ وہ نیک بندہ درجے اورعمرمیں اس طالب دعاسے کم ہی کیوں نہ ہو۔

(۱)اس قسم کے جوازکے دلائل پہلے قرآن کریم سے ملاحظہ ہوں ۔چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسی کلیم اللہ سے عرض کیا

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَن نَّصْبِرَ عَلَىَ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا . (البقرة : ۶۱)		اورجب تم نے کہااے موسی !ہم سے ایک ہی قسم کے کھانے پرہرگزصبرنہ ہوسکے گا،اس لئے اپنے رب سے دعاکیجئے ۔کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوارساگ ککڑی ،گیہوں ،مسورراورپیازدے۔(سورئہ بقرہ : ۶۱)

(۲)دوسری جگہ ارشادہے

قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لاَّ فَارِضٌ وَلاَ بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِکَ فَافْعَلُواْ مَا تُؤْمَرونَ : (البقرة : ۶۸)		انہوں نے کہااے موسیٰ !دعاکیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کی ماہیت بیان کردے ،آپ نے فرمایاسنو!وہ گائے نہ توبالکل بڑھیاہو،نہ بچہ بلکہ درمیانی عمرکی نوجوان ہو،اب جوتمہیں حکم دیاگیاہے بجالائو۔سورئہ بقرہ : ۸

(۳)تیسری جگہ ارشادہے

قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ : (البقرة : ۶۹)		وہ پھرکہنے لگے کہ دعاکیجئے کہ اللہ تعالی بیان کرے کہ اسکارنگ کیاہے؟ فرمایاوہ کہتاہے۔کہ وہ گائے زردرنگ کی ہے،چمکیلااوردیکھنے والوں کوبھلالگنے والااس کارنگ ہے۔ (سورئہ بقرہ : ۶۹)

(۴)چوتھی جگہ ارشادہے

قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ البَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاء اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ :		وہ کہنے لگے کہ اپنے رب سے اوردعاکیجئے !کہ ہمیں اس کی مزیدماہیت بتلائے،اس قسم کی گائے توبہت ہیں پتہ

باب نہم

(البقرة : ۷۰)		نہیں چلتا،اگراللہ نے چاہاتوہم ہدایت والے ہوجائیں گے۔ (سورئہ بقرۃ : ۷۰)

(۵)پانچویں جگہ ارشادہے

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْہِمُ الرِّجْزُ قَالُواْ يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَہِدَ عِندَکَ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ : (الاعراف : ۱۳۴)		اورجب ان پرکوئی عذاب واقع ہوتاتویوں کہتے کہ اے موسیٰ !ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعاکردیجئے ۔!جس کااس نے آپ سے عہدکررکھاہے،اگرآپ اس عذاب کوہم سے ہٹادیں توہم ضرورضرورآپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے۔اورہم بنی اسرائیل کوبھی(رہاکرکے)آپ کے ہمراہ کردیں گے۔سورئہ اعراف : ۱۳۵)

مذکورہ آیات سے یہ ثابت ہواکہ اپنے سے اونچے درجے والے زندہ انسان سے دعاکراناجائزہے۔ یہ واقعہ اگرچہ پہلی امتوں کاہے۔ مگرعلماء کااس پراتفاق ہے۔ کہ قرآن کریم جب بغیرنکیراوررد کے پچھلی امتوں كه کسی بات کاتذکرہ کرتاہے۔ تووہ ہمارے لئے جائزہوتی ہے۔ التبیان : ۱۵۵)

قرآن کریم میں اس موضوع پربہت زیادہ آیتیں موجودہیں طوالت کیےخوف سے چندہی آیات پراکتفاء مناسب سمجھتاہوں ۔اس کے علاوہ احادیث بھی اس موضوع پربہت زیادہ ہیں ۔چندحدیثیں بطورنمونہ پیش کردیتاہوں ان کامطالعہ فرمالیجئے!

(۱)حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب أميرالمؤمنين خلیفہ ثانی لاثانی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑجاتاتھاتووہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے ذریعے دعاکراتے تھے اوریوں فرماتے تھے

اللهم اناكنا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل بعم نبينا فاسقنا : (بخاری : ۱۳۷/۱) (مشکوٰۃ : ۱۴۵/۱)		اے اللہ پہلے ہم نبی (کی دعا)سے توسل کیاکرتے تھے اورآپ بارش فرماتے اوراب‌ھی ان کے چچا(کی دعاسے)توسل کرتے ہیں۔پس ہم پربارش برسادیں ۔ (بخاری : ۱۳۷/۱، مشکوٰۃ : ۱۴۵/۱)

(تشریح)بہت سے مبتدعین اس روایت سے اپنے مدعیٰ (توسل بالذاوت)پراستدلال کرتے ہیں یہ ان کی بہت بڑی کم فہمی اورجہالت ہے۔اس لئے ہم نے ترجمہ کے اندرجودعاکی قیدلگائی ہے۔ کہ یہ توسل بذوات نہیں بلکہ طلب

باب نهم

الدعاء عن الاحیاء ہے۔ یعنی زندہ بزرگ سے دعاکراناہے۔ جوکہ جائزہے۔ اوریہ قیدبھی اپنی طرف سے نہیں لگائی بلکہ مسلَّم محدثین حضرات نے ذکرفرمائی ہے۔

(۱)چنانچہ علامہ ابن حجرعسقلانیؒ اورعلامہ عینی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرفاروقؓ نے حضرت عباسؓ سے دعاطلب کی توحضرت عباسؓ نے ہاتھ اٹھاکردعامانگناشروع کیااورحضرت عباسؓ کی دعاکے الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں

اللھم انه لم ینزل بلاء الابذنب ولم یکشف الابتوبة ۔الخ (فتح الباری : ۴۱۳/۲)		کہ اے اللہ کوئی بھی مصیبت جب اترتی ہے مگرگناہ کی وجہ سے اترتی ہے۔ اورعذاب توبہ ہی کی وجہ سے رفع ہوجاتاہے۔۔۔۔الی آخرہ (فتح الباری : ۴۱۳/۲)

(۲)علامہ سیدآلوسی الحنفیؒ نے نقل کیاہے ۔

ان العباس کان یدعواوھم یؤَمِّنُون (روح المعانی : ۱۲۷/۶)		کہ حضرت عباسؓ دعاکرتے تھے اورباقی لوگ آمین کہاکرتے تھے ۔ (روح المعانی : ۱۲۷/۶)

(۳)علامہ شیخ عبدالسلام رستمی ρ لکھتے ہیں

فھذا الحدیث یدل علی ان عمر کان عادته اذا استسقی فکان یقول للعباس ادع لنا لان الاستسقاء بمعنی طلب الدعاءٔ للسقیا من العباس : (التبیان : ۱۵۵)		کہ یہ حدیث اس بات پردلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓکی استسقاء کے وقت یہ عادت تھی ۔کہ حضرت عباسؓ سے کہتے کہ ہمارے لئے دعاکیجئے ۔اس لئے کہ استسقاء کامعنی ہی یہ ہے۔کہ بارش کے لئے طلب دعاحضرت عباسؓ سے ۔ (التبیان : ۱۵۵)

(۴)علامہ سیدمحمدانورشاہ کشمیری الحنفی ثم الدیوبندیؒ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں

قلت وھذا توسل فعلی لانه کان یقول له بعد ذالك قم یاعباس فاستسق فکان یستسقی لھم فلم یثبت منه التوسل القولی ای الاستسقاء باسماء الصالحین فقط بدون شرکتھم :		کہ میں کہتاہوں کہ یہ توسل فعلی ہے ۔اس لئے کہ فاروق اعظمؓ حضرت عباسؓ کواس کے بعدفرماتے تھے کہ اے عباسؓ کھڑے ہوجائواوربارش طلب کیجئے ۔پھروہ بارش طلب فرماتے تھے ۔تواس سے

باب نہم

(فیض الباری : ۶۸/۴)		توسل قولی ثابت نہیں یعنی صرف صالحین کے ناموں کے ذریعے طلب باران کرناان کے موجودہونے کے بغیر(بلکہ ان کی موجودگی میں ان سے دعامنگواناثابت ہورہاہے۔ (فیض الباری : ۶۸/۴)

(۵)علامہ موصوفؒ دوسرے مقام پرلکھتے ہیں

لیس فیہ توسل المعھود الذی یکون بالغائب ــ بل فیہ توسل السلف وھو ان یقدم رجلاً ذا وجاھة عنداللہ ویأمرہ بالدعاء لھم کما فعل بعباس ولاکان فیہ توسل المتأخرین لما احتاجوا باذھاب عباس معھم ولکفی لھم التوسل بالنبی ﷺ بعدوفاتہ اماالعباس مع عدم شھودہ معھم : (فیض الباری : ۳۷۹/۲)		اس میں وہ معہودتوسل مرادنہیں ہے۔ جوغائب کے ساتھ کیاجاتاہے بلکہ اس میں سلف کاتوسل مرادہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالی کے ہاں شان والے کسی شخص کوآگے کریں اوران کوان کے لئے دعاکاحکم دیں ۔جس طرح کہ حضرت عباسؓ کیساتھ کیاگیا۔ اگراس میں متأخرین کاتوسل ہوتاتوحضرت عباسؓ کوساتھ لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی ۔اوران کونبیﷺکاتوسل وفات کے بعدکافی ہوتا۔یاتوحضرت عباسؓ کاتوسل ان کی غیرحاضری میں (مگرچونکہ ایساجائزنہ تھا اس لئے ان کوساتھ حاضرکرنے کی زحمت کی گئی) (فیض الباری : ۳۷۹/۲)

(۷)وکیل احناف امام ابن ابی العزالحنفیؒ لکھتے ہیں

وانما کانوا یتوسلون فی حیاتہ بدعائہ یطلبون منہ ان یدعوا لھم وھم یؤمنون علی دعائہ کمافی الاستسقاء فلما مات ﷺ قال عمر I لما خرجوا یستسقون اللھم انا کنا اذا اجد بنا نتوسل الیك بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینامعناہ بدعائہ وھوربہ وشفاعتہ وسؤالہ لیس المراد انا نقسم		صحابہؓ نبی کریمﷺ کی زندگی میں ان کی دعاسے وسیلہ پکڑتے تھے یعنی ان سے دعاطلب کرتے تھے کہ وہ دعاکریں اورصحابہؓ آمین کہتے تھے ۔ان کی دعاپرجس طرح کہ استسقاء میں تھاپھرجب آپﷺوفات پاگئے پھرعمرفاروقؓ کہنے لگے طلب باران کے لئے کہ اے اللہ (آپﷺکی زندگی)میں جب

باب نہم

عليك (به) او نسئلك بجاهه عندك اذ لوكان ذالك مراداً لكان جاه النبى ﷺ أعظم وأعظم من جاه العباس۔ (العقيدة الطحاوية : ۲۳۷)		ہم پرقحط آجاتاتوہم نبی (کی دعا)کاوسیلہ پکڑتے تھے اوراب انکے چچاعباسؓ (کی دعا)کاوسیلہ پکڑتے ہیں ۔(جوکہ زندہ ہے)یعنی اس (روایت)کامعنی یہ ہے۔کہ وہ اپنے رب سے دعامانگے اوراسکی شفاعت اورسوال کے ساتھ باران مانگتے ہیں ایسانہیں کہ ہم آپ کواس کی قسم دیتے ہیں ۔یاآپ سے اس کے جاہ کے وسیلے سے اس لئے کہ اگریہ مرادہوتاتونبی ﷺکاجاہ حضرت عباسؓ (وغیرہ)کے جاہ سے بہت بڑاتھا۔ (العقیدۃ الطحاویۃ : ۲۳۷)

اب اس حنفی کتاب نے فیصلہ کیاکہ استسقاء والی حدیث میں حضرت عباسؓ سے دعاطلب کرلی گئی تھی ۔نہ کہ اس کے جاہ سے کیونکہ اگرجاہ سے یاذات سے توسل جائزہوتاتونبی اکرمﷺ کی جاہ اورذات ہرحالت میں حضرت عباسؓ سے بہترتھی۔اس سے ضرورتوسل کرلیتے معلوم ہواکہ یہ جائزنہیں ہے۔

(۸)حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

زینجاثابت شدکہ توسل بگذشتگان وغئبان جائزنداشتہ اندوگرنہ عباس ازسرورعالمﷺبہترنہ بودچرانگفت کہ توسل می کردیم بہ پیغمبرتووالحال توسل می کنیم بروح پیغمبرتو۔ (بلاغ المبین : ۱۶)		یہاں سے ثابت ہواکہ مردوں سے اورغائبوں سے توسل جائزنہیں ۔اگرمردوں سے توسل جائزہوتاتوحضرت عباسؓ سرورعالمﷺسے بہترنہ تھا۔کیوں نہیں کہاکہ ہم پہلے تیرے پیغمبرکاوسیلہ پکڑتے تھے ۔اوراب تیرے پیغمبرکی روح کاوسیلہ پکڑتاہوں (جب ہی تونہیں کہاکہ جائزنہ تھا)۔ (بلاغ المبین : ۱۶)

اوراپنے سے کم درجے والے سے بھی دعاکرانا حدیث میں آیاہے۔ یعنی یہ بھی درست ہے۔ اس میں کسی کااختلاف نہیں ہے۔

(۱)چنانچہ أمیرالمؤمنین عمرفاروقؓ عُمرہ کیلئے تشریف لے جارہے تھے تورسول اللہﷺ نے رخصتی کے وقت ان سے فرمایا

أشركنا يا أخى فى دعائك ولاتنسنا : (ابوداود : ۲۱۰/۱،ترمذی : ۱۹۵/۱)		کہ اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک کرواورہمیں نہ بھولنا۔

		(ابوداود : ۲۱۰/۱،ترمذی : ۱۹۵/۱)

(۲)ایک دوسری روایت میں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایاکہ تابعین میں سے ایک بہترشخص ہے جن کواویس کہاجاتاہے تم میں سے جوبھی ان سے ملے تومیری امت کے لئے مغفرت کی دعاکرائیں ۔مسلم مشکوٰۃبحوالہ التبیان : ۱۵۶)

پس ان دلائل اوربراہین سے ثابت ہواکہ زندہ شخص کی دعاکاوسیلہ پکڑناجائزہے
خواہ وہ درجہ میں اونچاہویاکم ۔دونوں صورت جائزہے۔

(۲)دوسری قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ کسی زندہ شخص کی ذات کووسیلہ بنایاجائے)

کسی زندہ شخص کی ذات سے اس وقت وسیلہ پکڑناجبکہ وہ غائب ہوتوایساتوسل قطعاًجائزنہیں ۔

(۱)اس کی عدم جوازکی تفصیلی دلیل حضرت عمرفاروق ؓ کی استسقاء بالعباسؓ کی روایت ہے۔ اس لئے کہ اگرغائب کے ذریعے توسل جائزہوتا۔توحضرت عمرفاروقؓ کبھی بھی حضرت عباسؓ کواستسقاء کے مقام تک لے جانے کی تکلیف نہ دیتے اورنہ ہی کسی صحابی نے یہ کہاکہ حضرت عباسؓ کوکیوں لانے کی تکلیف دے رہے ہو۔غائبانہ ہی توسل پکڑلیجئے! یہ اس بات کی واضح دلیل ہے ۔ کہ ایساکرناجائزنہیں ۔چنانچہ گزشتہ صفحات میں علامہ کشمیری صاحبؒ اورشاہ ولی اللہ صاحبؒ کی عبارات سے روزروشن کی طرح عیاں ہے

(۲)منہاج التاسیس میں لکھاہے۔

لم یذکر احد من العلماء انه یشرع التوسل اَوِالاستسقاء بالنبی ﷺ او الصالح بعد موته ولا فی مغیبه : الخ . (منهاج التاسیس : ۱۵۷۔ التبیان : ۱۵۷) عقیدة الطحاویة : ۲۳۷)		کہ کسی عالم نے یہ ذکرنہیں کیاکہ توسل یااستسقاء بالنبیﷺ یاکسی نیک بندے پرموت کے بعدیاان کے عدم موجودگی میں جائز ہو۔(نہیں قطعاًنہیں) (منہاج التاسیس : ۱۵۷۔التبیان : ۱۵۷) (عقیدة الطحاویۃ : ۲۳۷)

کسی شخص کی ذات کیساتھ تو سل اگر ایسے حال میں ہو کہ وہ حا ضر ہو پھر یا تو وہ ذات انکے لئے دعا ما نگتی ہو گی اور یہ لو گ امین کہیں گے تو اسکا جوازپہلی قسم میں دلا ئل کیسا تھ گزرا کہ جا ئز ہے۔ اور یا تو وہ ذات اور شخص د عا نہیں کر یں گے بلکہ انکے سا تھ دعا میں شر یک ہو نگے تو یہ بھی پہلی قسم تو سل میں سے ہے جوکہ جا ئز ہے۔ اور یاً تو وہ شخص نہ د عا ما نگے گا اور نہ

باب نهم

دعا میں شریک ہو گا بلکہ صرف و ہیں پر حا ضر ہو گا پھر یا تو وسیلہ پکڑ نے والا ان الفا ظ سے دعا کر ے گا کہ اللہ اسکے حق یا اسکے طفیل یا اسکے حرمت یا اسکے جا ن کے وسیلے سے میرا فلان کا م کردے تو اسکا حکم قسم پنجم میں آ ئے گا ۔ ان شاء للہ العزیز۔

اور یا تو وسیلہ پکڑنے والا لفظ برکت سے دعا ما نگے گا اور برکت، تبارک، بروک و غیرہ کا معنی ہے زیا دہ کر نا بڑ ھا نا مفسرین نے یہ تشر یح فر ما ئی ہے کہ بر کت ڈالنے والا عطا ء کر نے والا صرف اللہ ہی ہے۔ اب برکت بمعنی اسم فا عل یعنی مبا رِک کے معنی میں کسی مخلو ق کیلئے استعما ل قطعاً شرک ہے کیو نکہ کوئی نبی یا ولی یا بزرگ برکت ڈالنے والا اموال میں یا اولاد میں یا انعا ما ت میں نہیں ہو سکتا بلکہ

فا اللہ تعا لیٰ ھوا المبا رِک صرف وہی بر کت ڈالنے والا ہے اور اگر اسم مفعول کے معنی میں لیا جا ئے تو اسکا کو ئی معنی نہیں (۳)البتہ یہ لفظ شرک ہے اور ایسے الفا ظ سے اللہ تعا لیٰ نے منع فر ما یا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ْوَلِلكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ : (البقرة : ۱۰۴)		اے ایمان والو!تم (نبیﷺکو)''راعنا''نہ کہاکروبلکہ ''انظرنا''کہویعنی ہماری طرف دیکھئے اوراسنتے رہاکرواورکافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (البقرة : ۱۰۴)

(۴) مفتی رشید احمد گنگو ہی نے لکھا ہے کہ الفا ظ مو ھم شر عاً ممنو ع ہیں ۔فتاویٰ رشید یہ : ۱۴۵)

(۵) شیخ عبد السلام ؒنے منھا ج التا سیس سے نقل کیا ہے کہ ببرکت فلا ں وغیرہ الفا ظ سے دعا جا ئز نہیں اس لئے کہ یہ سلف صالحین ؒسے دعا کے الفا ظ میں نقل نہیں ہوا ہے ،اور دعا عبا دت ہے اور عبا دت کی بنیا د نقل شرعی پر ہے ۔(التبیان : ۲۷) (البتہ برکت کی تفصیلی بحث اسی کتاب کے آخرمیں آرہی ہے)

(۳)تیسری قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ میت کی ذات کو وسیلہ بنا یاجائے یہ قطعاً جا ئز نہیں)

اس لئے کہ جب ذات غائب سے وسیلہ پکڑ نا جا ئز نہیں تو ذات میت سے تو بطر یق اولی جا ئز نہیں ہے۔

(۱)اس کی بھی پہلی تفصیلی دلیل حضر ت عمر فا رو ق ؓ کی استسقا ء والی روایت ہے اس لئے کہ اگر میت کی ذات کو وسیلہ بنا نا جا ئز ہو تا تو نبی کی ذات بحا لت حیا ت اور بحا لت مو ت بہر صو رت حضرت عبا س ؓ سے افضل تھی اور

باب نہم

تما م صحا بہ ؓ قطعاًخا مو ش نہ رہتے ۔

(۲) علامہ الشیخ محمدانور شا ہ کشمیر ی الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

لیس فیه توسل المعھود الذ ی یکون بالغا ئب ۔ (فیض البا ری : ۲ / ۳۷۹)		کہ اس (حضرت عمرؓ کی استسقا ء والی روایت)میں تو سل معہو د مراد نہیں ہے جو کہ غا ئب سے کیا جاتاہے ۔ (فیض البا ری : ۲ / ۳۷۹)

(۳)منہاج التاسیس میں لکھاہے۔

لم یذکر احد من العلماء انه یشرع التوسل او الاستسقاء بالنبی ﷺ او الصالح بعد موته ولا فی مغیبه : الخ (منهاج التاسیس : ۱۵۷۔ التبیان : ۱۵۷) (شرح عقیدة الطحاویة : ۲۳۷)		کہ کسی عالم نے یہ ذکرنہیں کیاکہ توسل یااستسقاء بالنبیﷺ یاکسی نیک بندے پرموت کے بعدیاان کے عدم موجودگی میں بھی جائزہو۔(نہیں قطعاًنہیں) (منہاج التاسیس : ۱۵۷۔التبیان : ۱۵۷) (شرح عقیدة الطحاویۃ : ۲۳۷)

(۴)علامہ الشیخ امین اللہ البشاوری دامت برکاتہم نے بھی یہی لکھاہے۔(فتاویٰ الدین الخالص : ۱/۱۲۴)

(۵)شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒنے لکھاہے

کہ’’اسی طرح دعاحضرت معاویۃ بن ابی سفیانؓ نے بھی اپنے عہدخلافت میں استسقاء کے موقعہ پر(یزیدبن اسودکی دعاکے وسیلہ)پرمانگی تھی۔حالانکہ اگروفات کے بعدآپﷺ سے وسیلہ لینادرست ہوتاتوصحابہؓ ضرورکہتے کہ رسول اللہﷺ(کی ذات)کوچھوڑکرعباسؓ بن عبدالطلب اوریزیدبن الاسودوغیرہ کوہم کیوں وسیلہ بنائیں حالانکہ آپﷺ افضل الخلق ہیں ۔اورآپﷺکاوسیلہ خداکی جناب میں سب سے افضل واعظم ہے۔ (آگے لکھتے ہیں)توثابت ہوگیاکہ جووسیلہ صحابہؓ کے نزدیک مشروع تھاوہ کسی کی ذات کے ساتھ خاص نہیں تھابلکہ وہ دعاہی کاوسیلہ تھا۔کتاب الوسیلۃ : ۲۲۶)

(۶)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وانت تعلم ان الادعیة الماثورة عن اهل البیت الطاهرین وغیرهم من الائمة لیس فیها التوسل بالذات المکرمة ﷺ ولعل النص علی خلافه .... فانه لوکان التوسل به ﷺ بعد انتقاله من هذه الدار جائزاً لما عدلوا		آپ خوب جانتے ہیں کہ اہل بیت طاہرین وغیرہم ائمہؒکی ماثورہ دعائوں میں نبیﷺ کی ذات مکرمہ سے کوئی توسل موجودنہیں ممکن ہے کہ نص اس کے خلاف ہو......پس اگرآپﷺکی ذات پاک کے دنیاسے انتقال فرمانے کے بعدتوسل

الی غیرہ : (روح المعانی : ۱۲۶/۶)		جائزہوتا۔توصحابہؓ آپﷺ کی ذات کے سوادوسری طرف مائل نہ ہوتے (روح المعانی : ۱۲۶/۶)

(۷)آپ اگرمزیدمعلومات کے خوا ہشمندہوتو(توحیداورشرک کی حقیقت نامی کتاب ملاحظہ فرمالیجئے!

اب علمائے احناف کی تصریحات کے بعدبھی اگرکوئی میت کی ذات سے وسیلہ لیناجائزسمجھتاہے۔اوراپنے آپ کوحنفی بھی کہتاہے یاتووہ جاہل ہے یامتجاہل ۔

باقی وسیلہ بحق فلاں میت یابحرمت فلاں ۔اس کی تفصیل پانچویں قسم میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

(۴)چوتھی قسم وسیلہ یہ ہے کہ مردوں کی دعاکووسیلہ بنایاجائے)

مثلاًایک طالب یاسائل قبرپرجاکھڑاہوجاتاہے۔اورمردے کوپکارتاہے۔اوراپنی حاجات ان کے سامنے بیان کرتاہے۔کہ تم میرے لئے اللہ سے مانگویہ قطعاًجائزنہیں ہے۔اس لئے کہ پکارنے والااگریہ عقیدہ رکھتاہے۔کہ صاحب قبرمیراشفیع ہے۔ اوراس صاحب قبرکی شفاعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفاعت وجاہت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ صاحب قبرسے شرماتاہے۔ (اعاذنااللہ وایاکم عن ھذہ العقیدۃالفاسدۃ)اوران کی وجاہت سے مجبورہوگا۔اورسوال قبول کرے گا۔توایساعقیدہ رکھنابعینہ وہی تبرک ہے۔جس کوقرآن کریم نے پہلے مشرکوں کاحال بیان کرتے ہوئے یوں بیان فرمایاہے

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللہ مَا لاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللہ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللہ بِمَا لاَيَعْلَمُ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِيْ الأَرْضِ سُبْحَانَه وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكون ۔ (یونس : ۱۸)		اوریہ لوگ اللہ کے سواایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جونہ ان کوضررپہنچاسکتےہیں اورنہ ان کونفع پہنچاسکتےہیں اورکہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں ۔آپ کہہ دیجئے کہ کیاتم اللہ کوایسی چیزکی خبردیتے ہوجواللہ تعالیٰ کومعلوم نہیں ،نہ آسمانوں میں اورنہ زمین میں وہ پاک اوربرترہے ان لوگوں کے شرک سے ۔سورئہ یونس : ۱۸)

اوریہ بھی معلوم ہوناچاہئے کہ دعاکامعنی ہے ۔پکارنا،سوال کرنامانگنامددطلب کرنادیکھئے۔لغات القرآن : ۱۱/۳، ۱۲۔ وایضاًمفرادات القرآن : ۳۰۹)اورعبادت

باب نهم

کامعنی ہے۔ انتہائی درجہ کی ذلت اورانکساری ظاہرکرنادیکھئے ۔ توحیداورشرک کی حقیقت : ۱۵۷)

(۱)رسول اللہ ﷺنے فرمایا

الدعاء مخ العبادۃ : مشکوٰۃ :		کہ دعاعبادت کامغزہے اورخلاصہ ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓنے رسول اللہ ﷺسے روایت کیاہے

الدعاء هو العبادة ثم قرأ وقال ربكم ادعونی أستجب لكم ۔ (احمد،ترمذی مستدرك : ۴۹۱/۱)		کہ دعا(پکارنا)ہی عبادت ہے۔اوریہ آیت تلاوت فرمائی ۔ وقال ربکم ادعونی أستجب لکم (احمد،ترمذی ،مستدرک : ۴۹۱/۱)

(۲)حضرت عبداللہ بن عباسؓ کاقول ہے

أفضل العبادة هو الدعاء : (مستدرك : ۱/۱		کہ دعابہترین عبادت ہے۔ (مستدرک : ۴۹۱/۱)

اس مختصرتمہیدکے بعدآپ سمجھ گئے کہ دعاعبادت ہے۔اوریہ اتفاقی بات ہے۔کہ عبادت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی جائزنہیں ۔

(۳)ہم پنج وقتہ نمازمیں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ : (الفاتحہ : ۵)		کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اورصرف تجھ ہی سے مددچاہتے ہیں ۔ (سورئہ فاتحہ : ۵)

(۴)نیزآگے ہم نمازہی میں کہتے ہیں

التحيّات لِلّٰه والصلوٰت والطيِّبات : (الحديث :		قولی عبادتیں اوربدنی عبادتیں اورمالی عبادتیں صرف اورصرف تیرے لئے ہیں ۔الحدیث :

(۵)چنانچہ اللہ تعالی کاارشادہے

قُلْ إِنَّ صَلاَتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ : (الانعام : ۱۶۲)		آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نمازاورمیری ساری عبادت اورمیراجینااورمیرامرنایہ سب خالص اللہ ہی کیلئے ہے جوسارے جہاں کامالک ہے۔ (سورئہ انعام : ۱۶۲)

جب یہ معلوم ہوگیاکہ دعاعبادت ہے اورعبادت صرف اللہ تعالی کے لئے جائزہے۔غیرکے لئے عبادت پکارشرک ہے۔تویہ مانناپڑے گاکہ مردوں کوپکارناان

سے حاجات طلب کرناشرک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی حماقت اورجہالت بھی ہے۔
(۱)چنانچہ مُردوں کو پکارنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں

وَالَّذِيْنَ تَدْعُونَ مِن دُونِہِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيْرٍ (۱۳) إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاء كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَۃِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ . (فاطر : ۱۴)		جنہیں تم اس کے سوا پکاررہے ہووہ توکھجورکی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ۔(۱۳)اگرتم انہیں پکاروتووہ تمہای پکارسنتے ہی نہیں اوراگر(بالفرض)سن بھی لیں توفریادرسی نہیں کریں گے،بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کاصاف انکارکرجائیں گے۔آپ کوکوئی بھی حق تعالیٰ جیساخبردارخبرنہ دے گا۔(سورئہ فاطر : ۱۴)

یہ قیامت کے دن مشرکین کے شرک سے انکارپتھربت وغیرہ نہیں کریں گے ۔بلکہ انکارکرنے والے ذوی العقول انسان حضرات انبیاء علیہم السلام اوراولیاء کرامؒ ہونگے۔اوردرجہ اولی کے طالب بھی سمجھتے ہیں کہ واوانون کے ساتھ جمع ذوی العقول کے لئے آتی ہے۔

(۲)قرآن کریم ایک دوسرے مقام پرفرماتاہے

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيْبُ لَہُ إِلَى يَومِ الْقِيَامَۃِ وَهُمْ عَن دُعَائِہِمْ غَافِلُونَ .(الاحقاف : ۵)		اوراس سے بڑھ کرگمراہ اورکون ہوگا؟ جواللہ کے سواایسوں کوپکارتاہے۔جوقیامت تک اس کی دعاقبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبرہوں۔ (سورئہ احقاف : ۵)

یہ قیامت کے دن دشمن ہوجانااوران کی عبادت کاانکارکرنایہ انبیاء وصلحاء کاکام ہے۔نہ کہ پتھرحجرشجروغیرہ کا۔اگرکوئی کہتاہے۔ کہ نہیں میراعقیدہ شفاعت بالاذن کاہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کوشفاعت کی اجازت دیں گے۔تویہ بھی غلط ہے۔ایک توگزری ہوئی نصوص کی وجہ سے مردوں سے دعاوپکارکاشرک ہونامعلوم ہوا۔دوسری بات یہ ہے۔کہ شفاعت بالاجازت کے لئے بھی شرائط ہیں ۔

اولؔ؛یہ کہ شفیع تیری بات اورتیری فریادسن لے اورسمجھ لے۔جبکہ امام اعظم کے نزدیک مردے زندوں کی بات سرے سے سنتے نہیں ۔

(۳) اوراللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

وَهمْ عَن دُعَائِہِمْ غَافِلُونَ : (الاحقاف : ۵)		کہ وہ ان کی پکارسے بے خبرہیں ۔ (سورئہ احقاف : ۵)

باب نہم

دومؔ یہ ہے کہ جس سے شفاعت مانگی جارہی ہووہ یقیناًجنتی ہو۔حالانکہ انبیاء اورعشرہ مبشرہ اورفاطمہؓ،حسنؓ اورحسینؓ کے علاوہ کسی کے بارے میں کوئی یقیناًجنتی ہونانہیں کہہ سکتا۔اس کاعلم اللہ ہی کوہے کہ کون جنتی ہے اورکون جہنم میں جائیگا۔

سومؔ یہ ہے کہ جوطالب شفاعت ہواس کے لئے موحدہوناشرط ہے۔اورجومُردوں کوپکارتاہے۔اس کوقرآن کریم نے مشرک کہاہے۔ پھرایسے مشرک کے لئے شفاعت کی اجازت کیسے ؟۔بہرحال اس قسم کے توسل کے نارواہونے میں بہت سے حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں مگرطوالت کی خوف سے چندہی حوالونپراکتفا کرنامناسب سمجھتاہوں ۔وہ درج ذیل میں ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

واعلم ان طلب الحوائج من الموتیٰ عالماً بانه سبب لانجاحه کفر..... والناس فیها الیوم منهمکون : (الخیرالکثیر : ۱۰۵)		جانناچاہئے کہ مردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجتیں طلب کرناکہ وہ حاجتیں پورے ہونے کامحض سبب ہیں یہ کفرہے۔مگراس زمانے میں لوگ اس میں بہت مشغول ہیں (الخیرالکثیر : ۱۰۵)

(۲)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ کی عبارت کے الفاظ بھی تقریباًایسے ہی ہیں ۔ملاحظہ فرمالیں ۔روح المعانی : ۱۲۶/۶)

(۳)شیخ عبداللہ القرشی اورحضرت ابویزیدبسطامیؒ کاقول ہے

استغاثة المخلوق بالمخلوق کاستغاثة الغریق بالغریق : (صیانة الانسان : ۱۵۴)		کہ مخلوق کامخلوق سے مددطلب کرناایساہے۔جیسے ڈوب مرنے والے کاڈوب مرنے والے سے مددطلب کرنا۔ (صیانۃ الانسان : ۱۵۴)

(۴)علامہ محمدبشیرالشہسوانی الحنفیؒ لکھتے ہیں

واما المیت من الانبیاء والصالحین وغیرهم فلم یشرع لنا ان نقول ادع لنا ولا أسئل لناربك ولم یفعل احد من الصحابة والتابعین ذالك ولاورد به حدیث . (صیانة الانسان : ۱۵۱) (روح المعانی : ۱۲۵۶،التبیان :		کہ انبیاء علیہم السلام اورصالحینؒ وغیرہ کی موت کے بعدہمیں یہ جائزنہیں کہ کہہ دیں (ان مردوں سے)کہ ہمارے لئے اپنے رب سے دعاکیجئے اوریاسوال کیجئے اوراسی طرح (مُردوں سے سوال)صحابہؓ وتابعینؒ میں سے کسی نے بھی نہیں کیااوراس کے بارے کوئی

باب نہم

۱۵۸		(صحیح)حدیث واردہے۔(صیانۃ الانسان : ۱۵۱) (روح المعانی : ۱۲۵۶،التبیان : ۱۵۸)

اوراگراہل قبورسے استغاثہ جائزہوتاتوحضرت عمرفاروقؓ استسقاء کے وقت قبرشریف کی طرف رجوع فرمالیتے لیکن حضرت عمرؓنے یہ نہیں کیا بلکہ حضرت عباسؓ (جوکہ اس وقت زندہ تھے)سے دعاکرائی یہ قوی دلیل ہے کہ مردوں سے وسیلہ پکڑناجائزنہیں ۔

(۵)حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک اورجگہ لکھتے ہیں

کہ’’ابوبکرصدیقؓ نے دوسال سے زیادہ خلافت کی ہے۔ اوراس اثنامیں بہت سی مشکلات پیش آئی ہیں مگرکسی صحیح روایت میں یہ نہیں آیاہے ۔کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےفلاں مشکل میں قبرشریف سے استغاثہ کیا۔ایسی شرکیہ بدعت نعوذباللہ کبھی ان سے صادرنہیں ہوئی ۔ البلاغ المبین : (۴۵)

حضرات گرامی !

مذکورہ تفصیل سے آپ ان لوگوں کی جہالت وحماقت بھی پہچان گئے ہونگے ۔جنہوں نے اپنے رسالہ (راہ محفوظ الی منزل مقصود : ۵۶)پرلکھاہے کہ غیرمادی اسباب کے ذریعہ کسی نبی یاولی سے دعاکرنے کی مددمانگنا......روایات حدیث اوراشارات قرآن سے ثابت ہے۔ پھربھی پکے حنفی دیوبندی ہیں ۔ضہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے ؛نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے ۔

اوربہت جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم توبہت گنہگارہیں اوراللہ تعالیٰ بہت اونچے ہیں ۔وہ ہماری بات کہاں سنتے اورمانتے ہیں ۔اورپھرمثال دیکرکہتے ہیں کہ دیکھودنیامیں بادشاہ کے ساتھ ملنے کے لئے ان کے سیکرٹریوں اورماتحتوں سے ملناپڑتاہے۔بعدمیں جاکربادشاہ تک رسائی ہوتی ہے۔ حالانکہ ان جاہلوں کویہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالی کے لئے ایسی مثال بیان کرناہی جہالت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں

فَلاَ تَضْرِبُواْ لِلّهِ الأَمْثَالَ إِنَّ اللّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ ۔ (النحل : ۷۴)		پس اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت بنائو،اللہ تعالی خوب جانتاہے اوتم نہیں جانتے۔ (سورئہ نحل : ۷۴)

اللہ تعالیٰ بے مثل اوربے مثال ہے وہ اس سے پاک ہے۔ وہ دنیاکے بادشاہوں کی طرح نہیں ہے۔دنیاکے بادشاہوں کے ساتھ چونکہ علم غیب اورقدرت کاملہ نہیں ہے ۔وہ اپنی رعیت کی ضروریات سے بے خبرہیں غرضیکہ ان کا علم اورقوت سب

کچھ محدودہے لہٰذاان کے لئے سیکرٹریوں کی ضرورت ہے۔ ان کے بغیریہ حکومتیں نہیں چلاسکتے ۔

مگراللہ تعالیٰ صفات کاملہ قدیمہ کے مالک ہے ۔ اس کوکوئی مشیراورسیکرٹری وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے ۔لہٰذاللہ کے لئے ایسی مثالیں بیان کرنے والے مُشَبِّہَہ میں سے ہیں جوتمام امت مسلمہ کے نزدیک گمراہ فرقہ ہے۔ عوام حضرات بھی ایسی مثالوں سے اجتناب کریں ۔ورنہ ایمان سلب ہونے کاخطرہ ہے۔جوعوام حضرات یہ کہتے ہیں!

کہ ہم گنہگارہیں اللہ تعالی ہماری بات نہیں سنتے ہیں ۔یہ دھوکہ ان کواصل میں قرآن کریم سے دوررکھنے کی وجہ سے لگا ہے۔ شرک وبدعت کے نمائندوں نے عوام کوقرآن کریم کے قریب نہ ہونے دیاہے کبھی کہاکہ عوام کے لئے ترجمہ پڑھناجائزنہیں ۔اورکبھی کہاکہ ترجمہ کے لئے چودہ علوم پڑھناضروری ہے کبھی کہاکہ ترجمہ پڑھانے والے وہابی ہوتے ہیں ۔بہرحال اللہ تعالی نے گنہگاروں کو بہت پیارے اندازمیں توبہ کی ترغیب دی ہے جوقابل رشک ہے ۔بڑےسے بڑاگنہگارسنگ دل آدمی ان کوسن کراس کادل موم کی طرح نرم ہوجاہے ۔اورگناہوں سے نفرت پیداہوجاتی ہے نیکی کی رغبت نصیب ہوتی ہے

پہلے مقام پرخالق کائنات ارشادفرماتے ہیں

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَۃِ اللَّہِ إِنَّ اللَّہَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّہُ ہُ ہوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ : (الزمر : ۵۳)		آپ (میری جانب سے)کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو!جنہوں نے اپنی جانوں پرزیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناأمیدنہ ہوجاو،یقیناًاللہ تعالی سارے گناہوں کوبخش دیتاہے،واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والاہے۔ (سورئہ زمر : ۵۳)

دوسرے مقام پرفرماتے ہیں

نَبِّئْ عِبَادِيْ أَنِّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۴۹) وَ أَنَّ عَذَابِيْ ہوَ الْعَذَابُ الأَلِيْمَ : (الحجر : ۵۰)		آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ میں بہت ہی بخشنے والااوربڑاہی مہربان ہوں (۴۹)اورساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں ۔ (سورئہ حجر : ۵۰)

تیسرے مقام پرفرماتے ہیں

وَھوَ الَّذِیْ يَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہِ		اللہ تعالی وہی ہے جواپنے بندوں کی توبہ

باب نہم

وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ. (الشوریٰ : ۲۵		قبول فرماتاہے اورگناہوں سے درگزرفرماتاہے ا ورجوکچھ تم کررہے ہو(سب)جانتاہے۔ سورئہ شوریٰ : ۲۵)

چوتھے مقام پرفرماتے ہیں

وَإِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهتَدٰی : (طٰہٰ : ۸۲)		ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والاہوں جوتوبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اورراہ راست پربھی رہیں۔ (سورئہ طٰہٰ : ۸۲)

پانچویں مقام پرفرماتے ہیں

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِکَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيْماً : (الفرقان : ۷۰)		سوائے ان لوگوں کے جوتوبہ کریں ،اورایمان لائیں اورنیک کام کریں ،ایسے لوگوں کے گناہوں کواللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتاہے،اللہ بخشنے والامہربانی کرنے والاہے۔ (سورئہ الفرقان : ۷۰)

ایک حدیث شریف میں آیاہے

عن سلمان قال قال رسول اللہ ﷺ ان ربکم حییٌّ کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الین ان یردهما صفراً . رواه الترمذی ، وابوداود ، والبیهقی فی الدعوات الکبیر (مشکوٰۃ : ۱۹۷/۱)		حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے ارشادفرمایاکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بہت زیادہ حیاکی صفت ہے۔وہ بغیرمانگے بہت زیادہ دینے والے ہیں ۔جب آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھاتاہے توانہیں ان ہاتھوں کوخالی اورناکام واپس کرنے سے حیاآتی ہے۔ (اس لئے ضرورعطافرمانے کافیصلہ فرماتے ہیں ۔ ترمذی، ابودائود،مشکوۃ : ۱۹۷/۱)

بہرحال یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ اللہ تعالی گنہگاروں کی نہیں سنتاہے۔ اللہ تعالیٰ ہرایک کی سنتاہے۔ اس موضوع پربہت زیادہ آیات اوراحادیث موجودہیں کسی کتاب سے ضرورمطالعہ کیجئے !

البتہ دعامانگنے کے کچھ آداب ہیں ان کاخیال کرنابہت ہی ضروری ہے۔ اورقبروں والوں سے مانگنایہ شرک ہے۔ اورشرک ایک ایساعظیم گناہ جس کے ہوتے ہوئے انسان کاکوئی عمل قابل قبول نہیں ۔

باب نہم

(۵)پانچویں قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ بحق فلاں، بحرمت فلاں، بجاہ فلاں اورببرکت فلاں دعامانگی جائے)

ہرمسلمان کومعلوم ہے ۔اورچوتھی قسم کےوسیلہ میں باحوالہ آپ نے پڑھابھی ہے کہ دعاصرف عبادت ہی نہیں بلکہ ایک اہم عبادت ہے بلکہ عبادت کامغزہے۔ اوریہ قانون ہے۔ کہ عبادات کی بنیادرسول اللہ ﷺاورسلف الصالحین کی اتباع پرہے۔ابتداع اورعقل پرنہیں یعنی اپنی طرف سے گھڑنے اوربنانے پرنہیں بلکہ اس میں عقل چلانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اورنہ ہی عقل سے یہ چیزیں معلوم ہوسکتی ہیں ۔اگردین عقل کے ذریعے سے معلوم ہونے والا ہوتاپھرتوانبیاء علیہم السلام کوبھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔اس لئے کہ عقل تواللہ نے ہرایک کودی ہویی ہے ۔

لیکن بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جوکہ وحی کے بغیرمعلوم نہیں ہوسکتی ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کاقول مشہورہے کہ'' اگردین عقل سے معلوم ہوسکتاتوہم موزوں پراوپرکے بجائے نیچے والےحصے پرمسح کرلیتے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺکوموزوں کے اوپروالےحصے پرمسح کرتے ہوئے دیکھاہے۔لہذاہم بھی اوپروالےحصے ہی پرمسح کرتے ہیں ۔اسی طرح اوربھی بہت سی مثالیں موجودہیں ۔

یہ مذکورہ الفاظ نہ توقرآنی دعائوں میں واردہوئے ہیں ۔اورنہ ہی رسول اللہ ﷺکے بتائے ہوئے اورسکھائے ہوئے ہیں ۔اورنہ سلف صالحینؒ سے یہ الفاظ صحیح سندکے ساتھ منقول ہیں ۔اگران الفاظ کے ساتھ دعامانگنے کاکوئی فائدہ ہوتاتوشارع علیہ السلام ان کے ضرورتعلیم فرماتے ۔اوراگرآپﷺ نےان کلمات کی تعلیم فرمائی ہوئی ہو توصحابہ کرامؓ ان کے ساتھ دعامانگتے ہوتے ۔اورائمہ عظامؒ سے کم ازکم سندصحیح کے ساتھ منقول ہوتے ۔لہذامذکورہ کلمات کے ساتھ دعامانگناجائزنہیں ہے۔ اورہمیں رسول اللہ ﷺ اورصحابہ کرامؓ کی اتباع کرناچاہئے ۔

(۱)لفظ حق سے وسیلہ پکڑنایعنی یہ کہناکہ اے اللہ بحق فلاں میرایہ کام کردیں یہ جائزنہیں اس لئے کہ رسول اللہ نے فرمایا

من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهورد . (بخاری : ۱۰۹۲/۲)(مسلم : ۷۷/۲		کہ جس نے کوئی ایساعمل کیاجس پرہماراحکم نہ ہووہ عمل مردودہے۔ (بخاری : ۱۰۹۲/۲،مسلم : ۷۷/۲)وغیرہ

پہلیؔ بات یہ ہے۔ ہردینی قول وفعل کے مشروع ہونے کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ یہاں نہیں ہے

(۲)دوسرؔی بات یہ ہے کہ بحقِ فلاں کہنایہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب میں بھی

جائزنہیں۔
چنانچہ علامہ حصکفی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وکرہ قولہ بحق رسلك وانبیائك واولیائك اوبحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ . (ردالمحتار : ۳۹۷/۶)		کہ کسی کایہ کہناکہ سوال کرتاہوں تجھ سے تیرے رسولوں اورنبیوں اورتیرے ولیوں کے حق سے یابیت اللہ کے حق سے تویہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مخلوق کاخالق کے اوپرکوئی حق نہیں (ردالمحتار : ۳۹۷/۶)

علامہ ابن عابدین شامیؒ آگے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔کہ ایک روایت میں ایسی دعاآئی ہے۔پھرحق کے مختلف احتمالات بیان کرتے ہیں ۔مگرآخرمیں جواباًفیصلہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سب احتمالات ہیں ۔جوکہ بظاہرمتبادرمعنی کے مخالف ہیں ۔

اوروہ روایت خبرواحدہے۔اوربحق فلاں وغیرہ کے الفاظ موہم ہیں ۔اورممانعت کے لئے موہم ہوناہی کافی ہے۔اورخبرواحداس کی معارض نہیں ہوسکتی۔ (ردالمحتار : ۳۹۷/۶)

احناف کے لئے قرآن وحدیث کے بعدسب سے بڑی بات اپنے امام کاقول ہی ہے۔ اوربحق فلاں کی دعاکیے عدم جوازمیں ہمارے أئمہ ثلاثہ یعنی تینوں امامونکااتفاق ہے۔ کہ یہ کہناجائزنہیں ہے ۔

(۳)چنانچہ علامہ ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

قال ابوحنیفۃ وصاحباہ یکرہ ان یقول الرجل اسئلك بحق فلان اوبحق انبیائك ورسلك وبحق البیت الحرام والمشعر الحرام ونحو ذالك اذ لیس لاحد علی اللہ حق : (شرح فقہ الاکبر : ۱۵۷)		کہ امام ابوحنیفہؒ اوران کے دوساتھیوں (ابویوسف،محمد)نے فرمایاکہ کوئی شخص اللہ سے کہے کہ میں تجھ سے سوال کرتاہوں ۔فلاں کے حق سے یاتیرے نبیوں اوررسولوں کے حق سے یابیت اللہ اورمشعرالحرام کے حق سے (اسی قسم کے حق کاوسیلہ دے کربندہ سے دعاکرے)تویہ مکروہ ہے۔کیونکہ اللہ پرکسی کاکوئی حق نہیں (شرح فقہ الاکبر : ۱۵۷)

(۴)فقہ حنفی کی ممتازکتاب ہدایہ میں لکھاہے

ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان		کہ کوئی شخص اللہ سے کہے اپنی

باب نهم

اوبحق انبيائك ورسلك لان لاحق للمخلوق على الخالق : (الهداية كتاب الكراهية : ۴۷۵/۴، ۲۱۱)		دعامیں کہ تجھ سے فلاں کے حق سے اورتیرے انبیاء اوررسولوں کے حق سے دعاکرتاہوں تویہ مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پرکسی کاکوئی حق نہیں ۔ (الہدایۃ کتاب الکراہیۃ : ۴۷۵/۴، ۲۱۱)

(۵)فتاویٰ عالمگیری : ۱۱۹/۴، اورفتاویٰ سراجیہ : ۷۲/۱پربھی اسی کے قریب عبارت ہے۔

(۶)ہمارے مذہب حنفیہ کے عقائدکی کتاب میں ابن ابی العزالحنفیؒ لکھتے ہیں

وهذ ونحوه من الادعية المبتدعة ولم ينقل عن النبی ﷺ ولا عن الصحابة ولا عن التابعين ولا عن احد من الامة رضی الله عنهم۔ (شرح عقيدة الطحاية : ۲۳۷)		یہ (کسی کے حق سے سے سوال کرنے والی دعا)یااسی طرح اوردعائیں گھڑی ہوئی (بدعت)دعائوں میں سے ہیں ۔جس کی نقل نہ نبیﷺنہ صحابہؓ اورنہ تابعینؒ اورائمہؒ میں سے کسی امام (مجتہد)سے موجودہیں ۔ (شرح عقیدۃ الطحایۃ : ۲۳۷)

اورآگے مزیدتفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔کہ یہی وجہ ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ اورصاحبینؒ نے بحق فلاں دعاکومکروہ کہاہے۔حوالہ بالا۔

(۷)شیخ الحدیث مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ''شیعہ اورمعتزلہ کے نزدیک اللہ کے اوپرحق لازم (واجب)ہے۔اوروہ بحق فلاں کے یہی معنی لیتے ہیں ۔سواس واسطے معنی موہم اورمشابہہ معتزلہ ہوگئے تھے ۔لہذافقہاء نے اس لفظ کابولنامنع کیاہے۔ توبہترہے۔کہ ایسالفظ نہ کہے جورافضیوں کے ساتھ تشابہ ہوجائے۔ فتاویٰ رشیدیہ : ۹۴،وایضاً التبیان : ۱۶۳)

اسی طرح بحق فلاں کی دعاکے ردمیں بہت سے حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں ۔مگرطوالت کے خوف سے اسی پرا کتفاء کرتاہوں ۔

(نوٹ) بحق فلان پرآدمؑ کے وسیلے کی روایت کاجواب شبہات میں آرہاہے۔

جہاں تک دلیل تعلق ہے۔ دعاء بلفظ جاه فلاں اوربحرمت فلاں ۔تواس پربھی شریعت مطہرہ مین کوئی دلیل نہیں ۔ اوردعاعبادت ہے۔ اورعبادات کامدارنقل اوراتباع پرہے۔نہ کہ ابتداع اوراس میں عقل کاکوئی دخل نہیں

(۸)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

باب نہم

ولم يعهد التوسل بالجاه والحرمة عن احدمن الصحابI......وجعل من الاقسام الغير المشروع قول القائل اللهم أسئلك بجاه فلاں فانه لم يرو عن احد من السلف أنه دعا كذالك ..... ومايذكر بعض العامة من قوله ﷺ اذا كانت لكم الى الى الله تعالى حاجة فاسئلوالله تعالیٰ بجاهی فان جاهی عندالله عظيم لم يروه احد من اهل العلم ولاهو شیء فی كتب الحديث . (روح المعانی : ۱۲۷/۶)		اورنبی کریم ﷺکے جاہ وحرمت سے وسیلہ پکڑناکسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ....اوروسیلے کی غیرمشروع قسموں میں ایک قسم قائل کایہ قول بھی ہے۔کہ الٰہی میں تجھ سے بجاہ فلاں دعاکرتاہوں بلاشک وشبہ سلف صالحین میں سے کسی ایک سے بھی ایسامنقول نہیں ۔کہ انہوں نے اس طرح دعاکی ہواورجوبعض عوام کہتے ہیں ۔ کہ حضرت نبی کریمﷺکاقول ہے۔کہ جب تمہین اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو۔تومیرے جاہ کے وسیلے سے اللہ تعالی سے دعاکروکہ عنداللہ میرابڑارتبہ ہے۔(تو)اسے کسی اہل علم نے روایت نھیں کیااورنہ کتب حدیث میں کھیں ہے .

اس عبارت میں علامہ آلوسی الحنفی ؒنے یہ تصریح فرمائی ہے۔ کہ نبیﷺ کی جاہ اورحرمت سے دعاکرنابھی جائزنہیں ۔توکسی اورجاہ اورحرمت سے توبطریق اولیٰ جائزنہیں ۔

(۹)شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن مصریؒ فرماتے ہیں

واما قولهم اللهم بجاه فلاں عبدك او ببركة فلان عبدك او بحرمت فلان افعل لی كذا وكذا هذا لم ينقل عن احد من الصحابة والتابعين وسلف الامة (منهاج التاسيس : ۱۵۵)		اورلوگوں کایہ کہناکہ یااللہ بجاہ فلان کہ تیرابندہ ہے۔ اورببرکت فلان یابحرمت فلان کہ تیرابندہ ہے۔میرافلان فلان کام کردے ۔توایسی دعانہ توصحابہ کرامؓ سے اورنہ تابعین سے اورنہ سلف صالحین سے نقل ہوئی ہے۔ (منہاج التاسیس : ۱۵۵)

اورہمارے مذہب کی کتاب شرح عقیدۃالطحاویہ : ۲۳۷)پربھی جاہ فلان کی دعاکوممنوع قراردیاہے۔ بعض متأخرین علماء خصوصاًمتصوفہ نے جولفظ جاہ حرمت اورطفیل کوجائزقراردیاہے۔ وہ اس تاویل پرمبنی ہے۔ جوکہ علامہ آلوسی الحنفیؒ نے ذکرفرمایاہے۔وہ یہ ہے کہ یہ توسل درحقیقت توسل بصفۃ اللہ ہے۔

باب نہم

لہذاجائزہے

جواب اس کایہ ہے

کہ پھرسوال یہ ہے کہ اکثرعوام ایسے معانی سے بے خبرہیں بلکہ بعض علماء تک کوپتہ نہیں ۔اورمقلدین کے ہاں قانون ہے۔کہ جب تک مجتہدنے نقل نہ کیاہوتوعوام لوگوں کے نقل اورتحریرکااعتبارنہیں ہوتا۔

چنانچہ علامہ شامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

ولاعبرة بقول غیر الفقهاء ای غیر المجتهدین : (شامی : ۳/۳۱۰)		کہ غیرمجتہدکے قول کاکچھ اعتبارنہیں (شامی : ۳/۳۱۰)

اورلفظ برکت وسیلہ کی دوسری قسم کے تحت ذکرہوچکاہے۔ وہاں سے پھرملاحظہ فرمالیجئے !

(۶)چھٹی قسم کاوسیلہ یہ ہے۔کہ اپنے ایمان اورعمل صالح کووسیلہ بنایاجائے)

یہ صرف جائزنہیں بلکہ محمودومستحسن بھی ہے۔ یہی موحدین کاتوسل ہے جو جائزاورمشروع توسل ہے۔ جس میں کسی کابھی خلاف نہیں ۔قرآن وحدیث میں بتائی گئی دعائوں میں بھی یہی توسل واردہواہے۔اورجوچاہتاہے۔کہ میری دعاقبولیت کے درجے تک پہنچے تواس کواسی ایمان اورعمل صالح کے توسل سے دعامانگنی چاہئے۔چنانچہ اس موضوع پرقرآن کریم میں بہت زیادہ آیتیں ہیں چنداٰیات بطورنمونہ ملاحظہ فرمائیے !

(۱)رب کائنات کافرمان ہے فرماتے ہیں

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَى إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ لَهُمْ جَزَاء الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهمْ فِيْ الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ : (سبا : ۳۷)		اورتمہارے مال اوراولادایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس (مرتبونمیں)قریب کردیں ہاں جوایمان لائیں اورنیک عمل کریں ان کے لیے ان کے اعمال کادوہرااجرہے۔اورنڈروبے خوف ہوکربالاخانوں میں رہیں گے۔(سورئہ سبا : ۳۷)

(۲)دوسری جگہ ارشادہے

وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ : (البقرة : ۲۸۵)		انہوں نے کہہ دیاکہ ہم نے سنااوراطاعت کی ،ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب!اورہمیں تیری ہی طرف لوٹناہے۔(سورئہ بقرہ : ۲۸۵)

باب نہم

علامہ عمادالدین ابن کثیرؒلکھتے ہیں

کہ''ہم نے سمجھ لیااورقائم کیااوراس کے مقتضاء پرعمل کیا۔چنانچہ اس ایت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ا وامرواحکام پرایمان لانااوران کی سمجھنااوران پرعمل کرنے کومغفرت مانگنے کیلئے وسیلہ ٹھرایاگیاہے۔

(۳)تیسری جگہ ارشادفرماتے ہیں

الَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ : (آل عمران : ۱۶)		وہ لوگ جوکہتے ہیں کہ اے ہمارے رب!ہم ایمان لاچکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرمااورہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔(سورئہ اٰل عمران : ۱۶)

جناب محترم !

آپ نے پڑھاکہ اس ایت کریمہ میں ایمان کووسیلہ بنایاگیامغفرت اورعذاب سے بچنے کے لئے کہ اے اللہ ہم ایمان لائے پس آپ ہمارے مغفرت فرمادیجیے!اورعذاب سے بچایے ۔چنانچہ اسی طرح بہت سی اٰیات مقدسہ میں ایمان اورعمل صالح کے توسل کاذکرہے۔ دیکھئے سورئہ اٰلِ عمران : ۵۳، ۱۹۳، سورئہ ابراہیم : ۳۷) وغیرہ ------- --- ----- -- -- -- -----------------

حضرات !قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی عمل صالح کے توسل کاذکرآیاہے ۔چنانچہ بخاری شریف کی مشہورحدیث ہے۔

(۱)حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ تین آدمی بارش کی وجہ سے ایک غارمیں بیٹھ گئے اتنے میں غارکامنہ ایک بڑے چٹان کے پھسلنے سے بندہوا۔اب تینوں نے مشورہ کرکے اپنے نیک اعمال کے توسل سے دعامانگی ۔تواللہ تعالیٰ نے چٹان ہٹاکران کوبچالیا۔بخاری،مسلم،مشکوٰۃ : ۴۲۰/۲)

(۱)شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب (لمعات)میں اس حدیث کے تحت لکھاہے

کہ''اسی حدیث سے معلوم ہواکہ تکلیف کے وقت اعمال صالحہ کووسیلہ بنانامستحب ہے۔ اشعۃ اللمعات : ۶۱/۴)

(۲)امام نووی ؒ لکھتے ہیں

کہ''تکلیف کے وقت یااستسقاء کے وقت اعمال صالحہ کے توسل سے دعامستحب ہے۔کیونکہ ان اشخاص نے اعمال کے توسل سے دعاکی اورقبول ہوئی ۔اوررسول اللہ ﷺنے ان کی (نیک اعمال پرتوسل کی وجہ سے)تعریف فرمائی ۔التبیان : ۱۶۶)

(۳)امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نےفرمایاہے اور

وسیلہ عمل صالح کانام رکھاہے۔ اس کے بعدتین آدمیوں کے توسل کاذکرفرمایاہے۔

باب نہم

(البلاغ المبین : ۱۱۶)

(۴)امام موصوف شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒایک اورمقام پرلکھتے ہیں کہ''وسیلہ حقیقت میں آدمی کاصالح عمل ہے---------------------------- (البلاغ المبین : ۱۰۷)

(۲)حضرت أم المؤمنین والمؤمنات ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺجب گھرسے نکلتے تویہ دعاپڑھاکرتے تھے

بسم اللہ توکلت علی اللہ أللھم انا نعوذ بك مِنْ اَنْ نَّزِلَّ او نضِلَّ او نظلِمَ اَوْ نُظلَم او نَجھلَ او یُجْھل علینا. رواہ احمدوالترمذی والنسائی وقال الترمذی ھذاحدیث حسن صحیح (مشکوٰۃ : ۲۱۸/۱)		میں گھرسے نکلتاہوں اللہ کے نام کے ساتھ ،بھروسہ کیامیں نے اللہ پراے اللہ !ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس سے کہ پھسلیں یعنی بلاقصدگناہ میں مبتلاہوجائیں)یاہم گمراہ ہوں یعنی قصداگناہ کریں)یاہم ظلم کریں یاہم پرظلم کیاجائے یاہم پھرجہالت میں مبتلاہوں یاہمیں جہالت میں مبتلاکیاجائے۔ (احمد،ترمذی،نسائی،نیزامام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوٰۃ : ۲۱۸/۱)

جناب اس روایت میں بسم اللہ توکلت علی اللہ مابعدکیلئے وسیلہ ہے۔باقی اس باب میں اوربھی کافی مثالیں ذکرہے

يَا أَيُّہَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّہَ وَابْتَغُواْ إِلَيْہِ الْوَسِيْلَۃَ وَجَاہِدُواْ فِيْ سَبِيْلِہِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ . (المائدۃ : ۳۵)		مسلمانوں !اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہواوراس کاوسیلہ (قرب)تلاش کرواوراس کی راہ میں جہادکروتاکہ تمہارابھلاہو۔(سورئہ مائدہ : ۳۵)

برادرم المحترم! اس اٰیت کریمہ کے تحت تمام مفسرین نے لکھاہے

کہ'' اس وسیلہ سے مراداعمال صالحہ ہی مرادہیں۔جسکی تفصیل بعدمیں کرونگا۔ ان شاء اللہ العزیز

حضرات گرامی!

چونکہ توسل بالایمان اوربالاعمال الصالحہ میں کسی کابھی اختلاف نہیں ۔لہذااسکی مزیدوضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کچھ تفصیل اس اٰیت کریمہ کی تشریح میں مزیدآنے والی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

باب نهم

(۷)ساتویں قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اوراولیاء کرام رحمہم اللہ کووسیلہ بنایاجائے)

کہ یہ ہمارے لئے را ہ بتانے والے ہیں ۔ہم اس پرچلنے والے ہیں ۔نہ یہ کہ یہ مخلوق اورخالق کے درمیان واسطہ ہیں ۔یہ حقیقت میں ان کی اتباع کے ذریعے اللہ تعالی تک پہنچناہے۔ اوراللہ تعالیٰ کے غضب سے بچناہے۔کیونکہ اللہ تعالی نے انبیاء اوررسولوں کواسی لئے تو بھیجاہے۔ کہ ان کی اتباع کی جائے ۔اوراولیاء اللہ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی اتباع کرنے والے ہوتے ہیں ۔اورانبیاء کرامؑ کوذریعہ ہدایت جاننے والے سمجھنے والے ہیں ۔توگویاکہ وہ بھی ہدایت کے وسائل میں سے ہیں ۔وہ ایسے کہ بندہ اگراللہ تعالیٰ کوراضی کرناچاہتاہے۔ تواس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دنیامیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اتباع کرے۔ اوران کے تمام اوامر،احوال وافعال اوقات میں مکمل تابعداری کرے۔ اوراسی طرح اولیاء اللہ کی تابعداری کریں ۔کیونکہ ولی وہ ہوتاہے۔ جونبی ﷺ کی مکمل اتباع کرنے والاہو۔وسیلہ کی اسی قسم کے بارے میں علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

کہ’’پکے موحدین اللہ تعالیٰ اورمخلوق کے درمیاں عبادت میں اورسوال میں واسطے نہیں بناتے ہیں بلکہ اللہ تعالی کے احکامات پہنچانے کے ذرائع سمجھتے ہیں ۔کہ انہوں نے ہمیں اللہ تعالی کے احکام پہنچائے ہیں

خلاصہ کلام !ساتویں قسم وسیلہ کامطلب یہ ہواکہ انبیاء علیہم السلام اوراولیاء اللہ رحمہم اللہ کی اقتداء اوراتباع وسیلہ اورسبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اورخوشنودی کانہ یہ کہ ان کودعاوپکارمیں اللہ تعالی کے ساتھ شریک کیاجائے ۔ یا ان کواللہ تعالیٰ اورمخلوق کے درمیاں واسطہ بنایاجائے ۔کہ ہم ان سے کہیں گے وہ اللہ سے قبول کرائیں گے۔جیساکہ جہال کاخیال ہے۔

بڑھ گیارنج والم زائدسے زائداوربھی ہورہاہے مضطرب بعدسکون دل اوربھی؛

(۸)آٹھویں قسم کا وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کووسیلہ بناجائے)

یعنی کوئی یہ کہے کہ اے اللہ تونے میرے اوپرفلاں انعام فرمایا،فلاں انعام کیاتوان کے توسل میرافلاں کام یافلاں حاجت بھی پوری فرمادیں ۔اس کاجوازبھی قرآن میں موجودہے۔

اللہ تعالیٰ کاارشادہے

باب نہم

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِن تَأْوِيْلِ الأَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّ فِيْ الدُّنُيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ : (يوسف : ۱۰۱)		اے میرے پروردگار!تونے مجھے ملک عطافرمایااورتونے مجھے خواب کی تعبیرسکھلائی ۔اے آسمان وزمین کے پیداکرنے والے !توہی دنیاوآخرت میں میراولی (دوست)اورکارسازہے،تومجھے اسلام کی حالت میں فوت کراورنیکوں میں ملادے۔ (سورئہ یوسف : ۱۰۱)

جناب المحترم !

اس اٰیت کریمہ میں بادشاہی نعمت ظاہری ہے۔اورتأویل الاحادیث یعنی خوابوں کی تعبیرنعمت باطنی ہے۔ توپہلے اللہ تعالیٰ کے انعامات کوذکرفرمایاکہ اے اللہ جس طرح تونے دنیامیں مجھ پرانعام فرمایاان کوآخرت میں بھی جاری رکھیں اورحالت اسلام میں موت عطاکردیجئے! امام ضحاکؒ نے اسی طرح فرمایاہے۔ تفسیرابن کثیر : ۴۹۲/۲)

یعنی اللہ تعالی کے انعامات کے وسیلہ سے سوال کرنادرحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت سے وسیلہ پکڑناہے۔ کیونکہ انعامات عطاکرناحقیقت میں اللہ کی صفت ہے۔گویاکہ اس کے منعم ہونے کے وسیلہ سے دعاکرناہے۔ اوراللہ تعالیٰ کی صفات کے وسیلہ سے دعاکرنے میں بھی کسی کااختلاف نہیں ۔اختلاف مردوں کووسیلہ بنانے اورغائبوں کووسیلہ بنانے خصوصاًذوات فاضلہ غائبہ میں ہے۔جس کامختصرسابیان قسم دوم میں ہوچکاہے۔ تفصیل آگے شبہات کے عنوان کے ذیل میں آئیگی۔ ان شاء اللہ العزیز

(۹)نویں قسم کا وسیلہ یہ ہے کہ اپنے فقرواحتیاج کواللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ بنایاجائے)

یہ جائزبھی اورمستحسن بھی ہے ۔یعنی بندہ اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کی صورت بناکرکہہ دے کہ اے اللہ کریم میں تیرابندہ ہوں محتاج ہوں تیرے علاوہ میراکوئی آسرانہیں ۔ تیرے علاوہ کوئی سوال قبول کرنے والانہیں ۔توہی میراکارسازہے۔ اے اللہ میرافلاں کام کردیجئے !اورمیری فلاں حاجت پوری فرما۔اللہ تعالی بڑاہی رحم وکرم والاہے جب اس کے سامنے کوئی عاجزی کرتاہے اوراس سے کوئی جائزچیزمانگتاہے تووہ ضرورقبول فرماتاہے۔ وہ توفرماتاہے کہ میں کسی بندے کو خالی ہاتھ لوٹانے سے شرماتاہوں۔وہ بے مانگے بھی عطاکرتاہے۔ اورجواس سے مانگتاہے اس سے خوش ہوتاہے اورنہ مانگنے والوں سے

ناراض ہوتاہے۔ حتی کہ باطل پرستوں اورقبرپرستوں کی دعابھی تووہی قبول کرتاہے۔یاتوان کی عاجزی کی وجہ سے یاامتحان کے لئے یااللہ تعالیٰ نے اس چیزکاپہلے سے فیصلہ کیاہوتاہے۔اس کی دعااتفاقاًتقدیرسے مل جاتی ہے۔مگرجاہل اس قبولیت کوصاحب قبروغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔

اس قسم کا وسیلہ یعنی اپنے فقرکے توسل کے بارے میں رسول اللہ ﷺفرماتے ہیں جس کامفہوم یہ ہے۔کہ جب کسی شخص کوکوئی رنج یاتکلیف گھیرلے ۔تواس کوچاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضورمیں دست بدعاہوکرکہہ دے کہ اے اللہ کریم مینتیرابندہ ہوں اورتیرے بندے اورلونڈی کابیٹاہوں (میری فلاں حاجت پوری فرمادیں)۔مشکوٰۃ : ۲۳۳/۱)

مذکورہ روایت یااس جیسی اورروایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ عجزاورفقراللہ تعالی کے سامنے پیش کرنایہ بہت ہی عظیم وسیلہ ہے۔ اورموحدین ہمیشہ سے اپنے رب کے سامنے عاجزی اورانکساری کرتے ہیں ۔اس قسم کی دعااوروسیلے قرآن کریم اوراحادیث میں اورآثارصحابہ کرام ؓاورائمہ کرامؒ کی دعاوں میں بہت زیادہ ہیں ۔یہ صرف جائزنہیں بلکہ مستحسن بھی ہے

جناب اس کے برعکس مشرکین اورقبوریین اوراہل بدعت ہمیشہ سے بت اوریاقبر کے سا منے ہاتھ جوڑکرغیراللہ کے سامنے عاجزی وانکساری کرتے ہیں ۔اورقبرکے غلاف کے نیچے پیرکی طرف سے گھس کرسرہلاتے ہیں ۔اورجوکچھ یہ لوگ ان سے مانگتے ہیں یاان کووسیلہ بناکرمانگتے ہیں وہ کسی ذی عقل سے مخفی نہیں ۔عیاں راچہ بیان!

اوریہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کوقرآن کریم نے کبھی لایعلمون سے یادفرمایا کبھی ان کو لایعقلون کہااورکبھی لایہتدون فرمایا کبھی اولٰئک ہم الغافلون سے ان کاذکرکیا اورکبھی اولٰئک کاالانعام بل ہم اضل کاخطاب دیااورکبھی اولٰئک ہم شرالبریۃسے ان کاذکرفرمایاہے۔پھرمشرک کی مثالیں بہت عجیب وغریب اورذلیل چیزوں سے دی ہے تاکہ معاشرہ میں ان کوعزت کی نگاہ سے نہ دیکھاجائے ۔یہ ذلیل لوگ ہیں

(اعاذنااللہ منہم وعن جمیع المضلین آمین ثم آمین)

(۱۰)دسویں قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ اپنے ظلم اورگناہ کے اقرارکے ساتھ توسل کیاجائے)

یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں کہہ دے کہ اے اللہ میں گناہ گارہوں سیاہ کارہوں میں نے گناہ کرکے اپنے اوپرظلم کیا۔مگراللہ توستارہے غفارہے غفور

باب نهم

ورحیم ہے میری بخشش فرماوغیرہ ۔تویہ وسیلہ بھی ایک اچھاوسیلہ ہے جس کی جلدقبولیت کی أمیدرکھی جاتی ہے۔چنانچہ دنیامیں عام قانون ودستورہے کہ جب کوئی بندہ کسی آفیسرکے سامنے اپنے جرم کااقرارکرے تومجرم کے اخلاص وصداقت کی وجہ سے آفیسرکادل نرم ہوجاتاہے۔ پھراللہ تواللہ ہے وہ تواپنے بندوں سے زیادہ رحم کرنے والاہے اپنے مخلصین پربہت ہی کرم فرماتے ہیں

ایک حدیث قدسی کامفہوم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کے بیٹے اگرتمہارے گناہ زمین وآسمان کے درمیاں تمام خلاء کوبھی بھردیں پھرتومجھ سے ندامت کے ساتھ معافی مانگے گاتومیں تجھے ایسامعاف کروں گاکہ کبھی طعنہ نہیں دونگا۔

اس کی پہلی دلیل قرآن کریم میں وہ واقعہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول کی وجہ سے لغزش صادرہوئی ۔ اورانعامات میں کمی آئی پھرحضرت آدم علیہ السلام کواللہ تعالی نے کچھ کلمات سکھائے ۔جس کی وجہ سے اللہ تعالی کی رحمت متوجہ ہوئی ۔بعض لوگ یہاں بھی ایک موضوعی اورمن گھڑت روایت سے استدلال کرتے ہیں ۔کہ وہ کلمات آدم یہ تھے اللهم انی أسئلك بحق محمدﷺ الخ (اس کے جوابات شبہات کے ذیل میں آئیں گے۔ان شاء اللہ العزیز)لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ کلمات یہ نہیں تھے بلکہ قرآن کریم نے وہ کلمات دسری جگہ نقل بھی فرمایاہے اوروہ یہ تھے

قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ : (الاعراف : ۲۳)		دونوں نے کہاا ے ہمارے رب !ہم نے اپنابڑانقصان کیااوراگرتوہماری مغفرت نہ کرے گااورہم پررحم نہ کرے گاتوواقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ (سورئہ اعراف : ۲۳)

(۱)امام ضحاک ؒ نے فرمایا یہ کہ وہی کلمات ہے۔جوآدم کورب نے بتائے تھے۔
(۲)الشیخ عبدالہادی شاہ منصوری ؒ نے بھی لکھاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کلمات کہے تھے ۔تفسیرالبرہان : ۱۵۵/۱)

اوراللہ تعالیٰ نے ان کی دعاقبول بھی فرمائی ۔تواس قرآنی دعامیں اقرارجرم ہے۔توضعاًوانکساراًکیونکہ حقیقت میں یہ جرم اورگناہ نہیں ہے بلکہ بھول کی وجہ سے ایساہواتھاچنانچہ ایک دوسرے مقام پراس کی تصریح بھی موجودہے کہ آدم نے یہ نسیان سے کھایاتھا۔
جان بوجھ کرنہیں کھایااللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ		ہم نے آدم کوپہلے ہی تاکیدی حکم دے

باب نہم

نَجِدْ لَہُ عَزْماً . (طٰہٰ : ۱۱۵)		دیاتھالیکن وہ بھول گیااورہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔ (سورئہ طٰہٰ : ۱۱۵)

دوسری دَلیل أمیرالمؤمنین خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کی دعاوالی روایت ہے

عن ابی بکرالصدیق قال قلت یارسول الله علِّمْنیِ دعاءً أدعو به فی صلاتی قال قل أللهم انی ظلمت نفسی ظلماًكثیراً ولایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندك وارحمنی انك أنت الغفور الرحیم : متفق علیه : (مشکوۃ : ۸۸/۱)		أمیرالمؤمنین حضرت ابوبکرصدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺسے عرض کیاکہ یارسول اللہ !مجھے کوئی ایسی دعابتادیجئے کہ جسے میں اپنی نمازمیں (تشہددرودکے بعد)پڑھ لیاکروں ‘‘آپﷺ نے فرماکہ یہ پڑھ لیاکرو۔ أللہم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرةً من عندک وارحمنی انک أنت الغفور الرحیم ۔ متفق علیه : مشکوٰۃ : ۸۸/۱)

اس روایت میں بھی پہلے اقرارجرم سکھایاگیاہے پھرتعلیم دعاہے۔ یہ وسیلہ بھی سب کے نزدیک جائزہے۔ لہٰذابس یہی کافی ہے۔ اس پرمزیدلکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔آپ خودبھی قرآن وحدیث سے اورمثالیں نکال سکتے ہیں ۔ان شاء اللہ العزیز

(۱۱)گیارویں قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے ساتھ توسل پکڑاجائے)

کہ اے اللہ تونے اپنے بندوں کے ساتھ وعدہ فرمایاہے دعاقبول کرنے کا۔اورتوہرگزاپنے وعدہ سے خلاف ورزی کرنے والانہیں تواس وعدے کے توسل سے میری فلاں حاجت پوری فرمانایہ توسل بھی جائزہے۔ اس لئے کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالی کی صفت کاتوسل ہے ۔کیونکہ وہ ذات وعدہ کر کے خلاف ورزی کرنے والی نہیں ہے

چنانچہ قرآن کریم میں أولوالالباب کی دعاوں میں ذکرہے

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَى رُسُلِکَ وَلاَ تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّکَ لاَ تُخْلِفُ الْمِيْعَاد : (آل عمران : ۱۶۴)		اے ہمارے پالنے والے معبود!ہمیں وہ دے جس کاوعدہ تونے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیاہے۔اورہمیں قیامت کے دن رسوانہ کر،یقیناًتووعدہ خلافی نہیں کرتا۔

باب نہم

		(سورئہ آل عمران : ۱۹۴)

اورایسے الفاظ حدیث میں بھی آئے ہیں ۔کہ’’اللھم انی اتخذت عندك عهداً.........الخ
دوسری روایت میں ہے
کہ’’اللھم انك قلت وقولك الحق ادعونی استجب لکم وانك لاتخلف المیعادوانی أسئلك کماهدیتنی ....الخ
مذکورہ آیت کریمہ اوراحادیث مبارکہ اس پر دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پرتوسل پکڑنادرست اورجائزہے یہ بھی تقریباًاتفاقی توسل ہے أمت مسلمہ اس پرمتفق ہے۔لہذامزیداس پربھی لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔اس لئے کہ اس میں بھی کسی کااختلاف نہیں ہے ۔یہ وسیلہ بھی مستحسن ہے

(۱۲)بارھویں قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات اوراسم اعظم کے ساتھ توسل کیاجائے)

یہ سب سے افضل اوراعلیٰ شرعی جائزتوسل ہے۔ اللہ تعالی نے خوداس کاحکم فرمایا اورفقہاء احناف نے بھی اس کومستحسن سمجھاہے۔ خصوصاًرسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی بہت ساری دعاوں میں یہی توسل کاذکرہے ۔اوراہل بیت سے جوادعیہ منقول ہیں ان میں بھی اس وسیلہ کاذکربکثرت موجودہے
(۱) اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَلِلّه الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوه بِها. (الاعراف : ۱۸۰)		اوراچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں ،اس کواچھے ہی ناموں(کے وسیلہ) سے پکارو۔سورئہ اعراف : ۱۸۰)

(۲)دوسری جگہ ارشادباری تعالیٰ ہے

قُلِ ادْعُواْ الله أَوِ ادْعُواْ الرَّحْمَـنَ أَيّاً مَّا تَدْعُواْ فَلَه الأَسْمَاء الْحُسْنَى : (بنی اسرائیل : ۱۱۰)		آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کواللہ کہہ پکارویارحمن کہہ کر،جس نام سے بھی پکاروتمام اچھے نام اسی کے ہیں (سورئہ بنی اسرائیل : ۱۱۰)

پہلی آیت کریمہ میں صاف حکم ہے ۔
فَادْعُوهُ بِہَا۔کہ انہی اسماء حسنی کے توسل سے مانگاکرو۔یعنی دعایوں کیاکرویارحمن مجھ پررحم فرما،یارحیم میرے ساتھ کرم کامعاملہ فرما،یارزاق مجھے فراخ رزق عطاکر۔یاغفارمیری توبہ قبول فرما۔وغیرہ احادیث میں اسماء حسنی کی توسل کاذکرہے ۔
(۳)حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نبی ﷺکے ساتھ مسجدنبوی میں بیٹھاتھاایک شخص نے نمازپڑھی اوریوں دعاکی ۔

باب نہم

اللهم انی اسئلك بان لك الحمد لا اله الا انت الحنان المنان بديع السموٰت والارض ياذالجلال والاكرام ياحی ياقيوم أسئلك. **(مشكوٰة : المصابيح كتاب اسماء الله تعالیٰ)**		**اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتاہوں ۔اس وسیلہ سے کہ تمام تعریف تیرے لئے ہے ۔تیرے سواکوئی معبودنہیں ۔تومہربان رحیم بے حدمحسن ،آسمان وزمین کاپیداکرنے والاہے۔ اے عظمت وبزرگی احسان وبخشش والے ۔اے زندہ ہمیشہ قائم رہنے والے میں آپ سے سوال کرتاہوں** **(مشکوٰۃ : المصابیح کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)**

تونبی اکرم ﷺنے فرمایاکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعاکی جب اسے اس کے عظیم نام کے ساتھ پکا راجائے ۔تووہ جواب دیتاہے جب اس سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کیاجائے(ترمذی ،ابودائود،ابن ماجہ ۔(توحیداورشرک کی حقیقت : ۲۸۱)

(۴)ایک اورحدیث شریف میں ہے

عن بريدة ان رسول الله ﷺ سمع رجلاً يقول اللهم انی أسئلك انی اشهد انك انت الله لااله الا انت الاحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد فقال النبی ﷺ لقد سئل الله باسمه الاعظم الذی اذا سئل به اعطی واذا دعی به اجاب . اخرجه الاربعة وصححه ابن حبان : (ابوداود، ترمذی ، نسائی ، ابن ماجه ، بلوغ المرام)		**حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے ایک شخص کویہ دعاکرتے ہوئے سناکہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتاہوں میں گواہی دیتاہوں کہ بے شک تواللہ ہے ۔تیرے سواکوئی معبودنہیں یکتاہے۔بے نیازہے ۔جونہ کسی کاباپ ہے اوروہ نہ کسی کی اولادہے اورنہ اس کاکوئی ہمسرہے۔توآپﷺ نے فرمایاکہ بے شک اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ کے ساتھ سوال کیاہے کہ جب اس نام کے ساتھ اس سے سوال کیاجاتاہے۔ تووہ ضرورعطافرماتاہے جب اس نام کے ساتھ پکاراجاتاہے۔ توضرورجواب دیتاہے۔** **(ابوداود،ترمذی ،نسائی ،ابن ماجہ ،بلوغ المرام)**

باب نہم

(۵)حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایاکہ حضرت ذوالنون یونس علیہ السلام نے جب اپنے پروردگارکومچھلی کے پیٹ میں پکارراتھاتوان کی پکار(دعا)یوں تھی

لَاَ إِلَٰه إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كنتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ . (الانبياء : ۸۷)		کہ تیرے سواکوئی معبودنہیں توپاک ہے،بیشک میں ظالموں میں ہوگیا۔ (سورئہ انبیاء : ۸۷)

کوئی مسلمان کسی حاجت میں ان کلمات سے نہیں دعائیں نہیں کرتامگراللہ اسکی دعاقبول فرماتاہے۔مستدرک : ۵۰۵/۱،ترجمان السنۃ : ۲۸۴/۱)

قرآن وحدیث کاذخیرہ اس پرشاہدہے۔کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کاوسیلہ اعلی وسیلہ ہے۔اوراقرب الی الاجابت بھی ہے

(۶)امام ابوحنیفہ سے جوروایت منقول ہے اس میں توحصرہی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات وصفات ہی سے وسیلہ بنایاجائے

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة لاینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا به ای بذاته وصفاته واسمائه : (الشامی : ۳۹۶/۶) (اقتضاء الصراط المستقیم : ۴۰۷) (جلاء العینین : ۲۵۲)(صیانة الانسان : ۲۰۱) (اغاثة اللهفان : ۲۳۵/۱)		قاضی ابویوسفؒ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ کسی کویہ جائزنہیں ہے کہ اللہ کوپکارے مگرصرف اس کے ذات کے وسیلہ سے اورصفات اورناموں کے وسیلہ سے۔ (الشامی : ۳۹۶/۶)صیانۃ الانسان : ۲۰۱) (اقتضاء الصراط المستقیم : ۴۰۷) (جلاء العینین : ۲۵۲، (اغاثۃ اللہفان : ۲۳۵/۱)

مگرافسوس سے کہناپڑتاہے کہ اپنے آپ کوامام اعظم کے مقلدین کہہ کربھی امام موصوف کی کسی بات اورقول کوتسلیم کرنے کے لئے تیارنہیں بلکہ اپنی طرف سے من گھڑت وسیلے بنابناکرکراپنی ہی آخرت بربادکرتے ہیں ۔اوردوسروں کوجہنم کے راستے پرڈالتے ہیں ۔

(۱۳)تیرھویں قسم کاوسیلہ یہ ہے کہ ’’قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کووسیلہ بنایاجائے)

یعنی قیامت کے دن انبیاء کی خصوصااحمدمجتبیٰ محمدمصطفیٰﷺ کی شفاعت گنہگارلوگوں کے لئے نہ کہ مشرکین کے لئے ۔ تواس قسم کی توسل یعنی شفاعت

باب نہم

کاکوئی اہل سنت والجماعت یعنی سنی مسلمان منکرنہیں
چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن شفاعت تواہل سنت والجماعت یعنی صحابہؓ وتابعینؒ وائمہ اربعہؒ اورجملہ علماء اسلام کامسلک ہی ہے۔کہ قیامت کے دن آپ کی ایک ہی شفاعت نہیں بلکہ متعددشفاعتیں ہونگی ۔جن میں بعض عام ہونگی بعض خاص اوریہ آپ ﷺاپنی امت کے اہل کبائزکی بھی شفاعت کریں گے۔جن کیلئے اللہ اجازت دیگا۔اوریہ آپکی شفاعت سے صرف موحدہی مستفیدہونگے ۔مشرکین کوکوئی فائدہ نہ پہنچے گا

اگرچہ وہ آپﷺ سے کتنی ہی محبت رکھتے ہوں ۔اورآپﷺکی کتنی ہی عزت کرتے ہوں ۔آپﷺ کی شفاعت انہیں ہرگزدوزخ سے نجات نہ دلاسکے گی۔البتہ جوچیزجہنم سے بچاسکتی ہے۔وہ توحیداورآپﷺپرایمان ہے۔(الوسیلۃ : ۴۸)
وسیلہ کی اس قسم میں بھی تمام اہل سنت کااتفاق ہے
سوائے معتزلہ کے کہ وہ شفاعت کےمنکرہیں۔یہی فرقہ ضالہ مبتدعین کے اصل مقتدیٰ ہیں ۔اورقرآن وحدیث کوچھوڑکرہردورمینان کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں ۔اعاذنااللہ ایاکم منھم وعن جمیع المضلین

اس قسم کی وسائل سے توقرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں ۔آپ خودبھی تلاش کرکر نکال سکتے ہیں لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھنے والے سمجھ گئے ہونگے اورجومتجاہل ہے ان کوکوئی نہیں سمجھاسکتااورنہ ہی اس کاکوئی علاج ہے ۔وہ ضدی ہے

ے اِس سراب رنگ وبوکوگلستاں سمجھاہے تو
آہ اے ناداں قفس کوآشیاں سمجھاہے تو

(چندشبہات اوران کے دندان شکن جوابات)

(شبہ اول یہ ہے)
کہ’’مبتدعین سادہ لوح عوام کوکبھی دھوکہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ وسیلہ بالذوات قرآن کریم سے ثابت ہے۔پھریہ درج ذیل آیت کریمہ کو بطوردلیل پیش کرتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَابْتَغُواْ إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُواْ فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ . (المائدة : ۳۵)	مسلمانوں !اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہواوراس کاوسیلہ (قرب)تلاش کرواوراس کی راہ میں جہادکروتاکہ تمہارابھلاہو۔(سورئہ مائدہ : ۳۵)

الجواب ؛ یہ ہے کہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ سب سے مقبول ترین تفسیروہ

باب نہم

ہے۔کہ قرآن کی تفسیرقرآن سے کی جائے ۔ پھرحدیث سے پھراقوال صحابہ سے پھرتابعین سے ۔اب دیکھتے ہیں کہ وسیلہ سے تقرب بالذوات مرادہیں یاتقرب بالاعمال صالحہ مرادہے۔

چنانچہ ایک دوسرے مقام پراللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں

أُولٰئِکَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّہُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَہُ وَيَخَافُونَ عَذَابَہُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا : (بنی اسرائیل : ۵۷)		جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خودوہ اپنے رب کے تقرب (وسیلہ)کی جستجومیں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے وہ خوداس کی رحمت کی أمیدرکھتے اوراس کے عذاب سے خوفزادہ رہتے ہیں ،(بات بھی یہی ہے)کہ تیرے رب کاعذاب ڈرنے کی چیزہی ہے۔ (سورئہ بنی اسرائیل : ۵۷)

حضرات گرامی !

سورئہ بنی اسرائیل کی یہ اٰیت صاف اعلان کرتی ہے کہ مشرکین یااہل کتاب جن ذوات سے اُس لگائے بیٹھے ہیں وہ خودرب کی نزدیکی کے جستجواورتلاش میں ہیں ۔اس سے پہلے والی آیت میں ہے۔کہ وہ کسی بھی چیزکی طاقت نہیں رکھتے ۔اورسورہ بنی اسرائیل میں ’’َ أَيُّہُمْ أَقْرَب‘‘الْوَسِيْلَةَ کی تفسیرہے دیکھئے ۔حادی الارواح لابن قیمؒ : ۳۶)

جب یہاں وسیلہ سے مرادقرب ہے تومائدہ میں بھی وسیلہ سے مرادنزدیکی اورقرب ہی ہوگا۔کیونکہ ’’القرآن یفسربعضه بعضاً‘‘بلکہ قرآن کریم نے وسیلہ بالذوات فاضلہ پرردفرمایاہے۔

شیخ نظام الدین الحسن النیشاپوری ؒ سورہ بنی اسرائیل کی آیت : ۵۶، ۵۷کی شان نزول میں لکھتے ہیں

ثم ردعلى طائفة من المشركين كانوا يعبدون تماثيل على انها صور الملائكة او على طائفة من اهل الكتاب كانوا يقولون بالُوهية عيسى ومريم وعزير : (غرائب القرآن : ۳۵۹/۴،التبیان : ۱۷۴)		پھرپروردگارعالم نے مشرکین کے اس طائفے پرردفرمایاجوبتوں کواس لئے پوجتے تھے کہ یہ ملائکہ کی تصویریں ہیں یااہل کتاب کے اس طائفے پرردہے۔جوکہ حضرت عیسیٰ ومریم وعزیرعلیہم السلام کوپکارتے تھے (یعنی ان کے وسیلے غائبانہ پکڑتے تھے) (غرائب القرآن : ۳۵۹/۴،التبیان : ۱۷۴)

باب نہم

اب بھی اگرکوئی روحانی بیماریہ اعتراض کرتاہے کہ اس سے مرادمحض بت اورجمادات ہیں ۔تووہ لوگ'' يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَۃَ''کاکیاجواب دیں گے۔جبکہ علامہ نیشاپوریؒ لکھتے ہیں کہ''لایلیق بالجمادات'' (غرائب القرآن : ۳۵۹/۴)

تویہ بات واضح ہوگئی کہ وسیلہ سے یہاں مرادذوات نہیں بلکہ اعمال صالحہ ہیں ۔اور''وَجَاهِدُواْ فِيْ سَبِيْلِہ''اس پرقرینہ ہے ۔کہ وسیلہ بھی اعمال کے قبیل میں سے ہے۔نہ کہ ذوات سے۔

اورتمام مفسرین حضرات نے اس وسیلہ سے اعمال صالحہ ہی مرادلیے ہیں نہ کہ ذوات فاضلہ درج ذیل چندمفسرین کی عبارات ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱)رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں

وَابْتَغُواْ إِلَيْه الْوَسِيْلَۃَ ای اطلبواالیه القرب فی الدرجات بالاعمال الصالحۃ : (تنویرالمقیاس : ۷۲)		کہ اللہ کی طرف درجات میں تقرب طلب کرواعمال صالحہ کے ذریعے (نہ کہ ذوات کے ذریعے)۔ (تنویرالمقیاس : ۷۲)

(۲)امام قتادۃؒجوطبقہ ثانیہ کے عظیم مفسراورامام ہیں وہ فرماتے ہیں

تقربوا الیه بطاعته والعمل بما یرضیه : (ابن کثیر : ۵۲/۲)		کہ اللہ تعالی کے قریب ہوجاواس کی طاعت کے ساتھ اوراس عمل کے ذریعہ جسکو وہ خودپسندفرماتے ہیں ۔ (ابن کثیر : ۵۲/۲)

(۳)امام سفیان ثوریؒ جوطبقہ ثالثہ کے امام ہیں فرماتے ہیں

وَابْتَغُواْ إِلَيْه الْوَسِيْلَۃَ ای القربۃ ۔		امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وسیلہ سے مرادنزدیکی ہے۔(نہ کہ ذوات)

(۴)علامہ ابن جریرجو طبقہ رابعہ کے امام ہیں فرماتے ہیں

هی القربۃ بالطاعات والعمل الصالح :		امام ابن جریربھی فرماتے ہیں کہ وسیلہ سے مرادطاعت اورنیک اعمال ہی ہے۔

(۵)امام راغبؒ جوطبقہ خامسہ کے امام ہیں رقمطرازہے

الوسیلۃ الی اللہ مراعات سبیله بالعلم والعبادۃ وتحری احکام الشریعۃ : (مفردات القرآن : ۵۴۵)		کہ اللہ تعالی کے راستے کالحاظ کرناعلم اورعبادت کے ذریعے اورشریعت کے اچھے کاموں میں کوشش کرنا۔ (مفردات القرآن : ۵۴۵)

باب نہم

(۶)امام بغوی جوطبقہ سادسہ کے امام ہیں فرماتے ہیں

وَابْتَغُواْ إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ای القربة۔ (تفسیربغوی : ۲۷۹، وایضاً۵۲۹)		امام بغوی ؒ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراداللہ کے قریب ہوناہی ہے۔(تفسیربغوی : ۲۷۹،وایضاً۵۲۹)

(۷)قاضی بیضاویؒ جوطبقہ سابعہ کے امام ہیں فرماتے ہیں

ای من فعل الطاعات : (تفسیربیضاوی : ۱۲۵/۲)		قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مرادجملہ طاعات ہی مرادہے۔ (تفسیربیضاوی : ۱۲۵/۲)

(۸)امام نسفی ؒجوطبقہ ثامنہ کے امام ہیں فرماتے ہیں

فاستعیرت لمایتوسل به الی الله تعالی من فعل الطاعات : (تفسیرمدارك)		امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ طاعات کے لئے لفظ الوسیلۃ بطوراستعارہ لیاگیاہے۔ (تفسیرمدارک)

(۹)امام سیوطیؒ جوطبقہ تاسعہ کے امام ہیں لکھتے ہیں

مایقربکم الیه من طاعته وقال فی سورة الاسراء الی ربهم الوسیلة ای القربة بالطاعة :		امام سیوطی فرماتے ہیں کہ وہ چیزجوتمہیں اللہ کے قریب کردے۔اورسورہ اسرا میں بھی تقرب ہی مرادہے۔

(۱۰) جدید اوروسیع النظرمفسراستادوہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ

الوسلیة مایقربکم الیه من طاعته ۔ تفسیرالمنیرج ۳ ص ۵۲۱		وسلیہ سے مرادوہ نیک اعمال ہیں جواللہ کی طرف بندے کوقریب کردے

جناب المحترم !

ان تمام طبقات کے مفسرین نے وسیلہ سے اعمال صالحہ مرادلئے ہیں نہ کہ ذوات فاضلہ اب اگرکسی مفسرنے جمہورکی مخالفت کرکے کچھ لکھاہو۔تواس کاکوئی اعتبارنہیں ۔

اورقرآن کریم میں بے شمارآیتوں میں بشارت اورقرابت ایمان اورعمل صالح کے ساتھ بیان فرمایاہے۔جیساکہ درج ذیل چند آیات ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)اللہ تعالیٰ کاپہلاارشادہے

وَبَشِّرِ الَّذِيْن آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَہُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِن تَحْتِہَا الأَنْہَار :		اورایمان والوں اورنیک عمل کرنے والوں کوان جنتوں کی خوشخبریاں دو،جن کے

باب نہم

(البقرة : ۲۵)		نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ۔ (سورئہ بقرہ : ۲۵)

(۲)اللہ تعالیٰ کادوسراارشادہے

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَہُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلا : (الکہف : ۱۰۷)		جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے کام بھی اچھے کیے یقیناًان کے لئے فردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔(سورہ کہف : ۱۰۷)

(۳)اللہ تعالی کاتیسرافرمان ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِہ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِہِمْ وَأَنفُسِہِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ أُوْلَئِکَ هُمُ الصَّادِقُون . الحجرات : ۱۵)		مومن تووہ ہیں جواللہ پراوراس کے رسول پر(پکا)ایمان لائیں پھرشک وشبہ نہ کریں اوراپنے مالوں سے اوراپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہادکرتے رہیں ،(اپنے دعوائے ایمان میں)یہی لوگ سچے اورراست گوہیں ۔(سورئہ حجرات : ۱۵)

ان کے علاوہ بہت آیتیں اوربھی ہیں جن میں اعمال صالحہ کی وسیلے کاذکرتوہے۔مگراللہ تعالیٰ نے مومنوں کوکبھی وسیلہ بالذوات سے متصف نہیں فرمایا۔آپ خودتلاوت کے دوران غورکرتے جائیں ۔

ہاں تلاوت کے وقت اگرغورکریں گے تو مشرکین کے بارے میں بھی پاوگے کہ وہ ذوات کوتقرب کاذریعہ سمجھتے تھے

(۱)چنانچہ ارشادباری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِن دُونِہِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى : (الزمر : ۳)		جن لوگوں نے اس کے سوااولیا(یعنی کارساز)بنارکھے ہیں (اورکہتے ہیں)کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ)اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔ (سورئہ زمر : ۳)

(۲)دوسری جگہ ارشادباری تعالیٰ ہے

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ مَا لاَ يَضُرُّهمْ وَلاَ يَنفَعُہُمْ وَيَقُولُونَ هؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللهَ بِمَا لاَ يَعْلَمُ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِيْ الأَرْضِ سُبْحَانَہُ		اوریہ لوگ اللہ کے سواایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جونہ ان کوضررپہنچاسکیں اورنہ ان کرنفع پہنچاسکیں اورکہتے ہیں کہ یہ اللہ کے

باب نهم

وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (یونس : ۱۸)		پاس ہمارے سفارشی ہیں ۔آپ کہہ دیجئے کہ کیاتم اللہ کوایسی چیزکی خبردیتے ہوجواللہ تعالیٰ کومعلوم نہیں ،نہ آسمانوں میں اورنہ زمین میں ،وہ پاک اوربرترہے ان لوگوں کے شرک سے۔ (سورئہ یونس : ۱۸)

جدیداور وسیع المطالعہ مفسراستادوہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ

التوسل یعنی التقرب الی اللہ بطاعته وفعل مایرضیه وهو المراد بالایة وابتغوا الیه الوسیلة۔ (تفسیرالمنیرج ۳ ص ۵۲۵)		توسل بایں معنی کہ اللہ کاتقرب (نزدیکی) حاصل کرناان کی فرمانبرداری کے ذریعے اور ان افعال پرعمل کے ذریعے جوان کوپسندہو اور وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں یہی مرادہے۔

(شبہ دوم یہ ہے)

یارلوگ کہتے ہیں کہ’’وَابْتَغُواْ إِلَيهِ الْوَسِيلَةَسے ذوات مرادہیں ۔اس لئے کہ اتقواللہ پرعطف ہے۔اورتقویٰ سے امتثال الاوامروترک المناہی مرادہے ۔اورعطف مغائرت کوچاہتاہے۔

جواب اولاً؛ عطف من کل الوجوہ مغائرت کونہیں چاہتابلکہ کبھی کبھی خاص کا عطف ہوتاہےعام پرجیساکہ درج ذیل اٰیت میں ہے۔

مَن كَانَ عَدُوّاً لِّلّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْن : البقرة : ۹۸)تویہاں بھی عطف اسی قبیل سے ہے۔ورنہ ملائکہ میں جبریل خودشامل ہے پھر وجبریل کیوں فرمایا۔ فتدبرولاتکن من الغافلین۔

ثانیاً؛احکام شرعیہ کے دوقسمیں ہیں ۔

(۱)امتثال الاوامر(۲)ترک المناہی ۔

پھراوامردوقسم پرہیں (۱)خودکرنا(۲)دوسروں کودعوت دیناتوآیت کریمہ میں(اتقواللہ) سے ترک المناہی مرادہیں ۔ (وابتغوالیہ الوسیلۃ) سے امتثال الاوامرمرادہے۔(وجاہدوالخ)سے مرادجہاداوردعوت ہیں یہی معنی ابن کثیرنے کیاہے ۔احسن الکلام : ۵۸/۴)

اورتقویٰ کایہی معنی یعنی صرف ترک المعاصی قرآن کریم میں بھی آیاہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُواْ واتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّه خَيْرٌ لَّوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ : (البقرة :		اگریہ لوگ صاحب ایمان متقی بن جاتے تواللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب

باب نہم

۱۰۳			انہیں ملتا،اگریہ جانتے ہوتے ۔ (سورئہ بقرہ : ۱۰۳)

(فائدہ : جاننا‌چاہئے کہ قرآن کریم میں تقویٰ سات معانی پرآیاہے۔)

اول ؛ تقویٰ سے مراد توحیدہے جیسے سورہ فتح (۲۶)میں ہے (وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا)

دوم ؛بمعنی توبہ جیسے سورہ اعراف (۹۶)میں ہے۔ (وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم)

سوم ؛بمعنی احکام کی اطاعت جیسے سورہ نحل (۲)میں ہے۔ (أَنْ أَنذِرُواْ أَنَّهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ أَنَاْ فَاتَّقُونِ)

چہارم ؛بمعنی ترک المعصیت جیسے سورہ مائدہ (۳۵)میں ہے۔ (اِتَّقُواْ اللّهَ وَابْتَغُواْ إِلَيهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُواْ)

پنجم ؛بمعنی اخلاص جیسے سورہ حج (۳۲)میں ہے۔ (ذَلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ)

ششم ؛بمعنی خوف وخشیت جیسے سورہ بقرہ (۴۸)میں ہے۔ (وَاتَّقُواْ يَوْماً لاَّ تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئاً)

ہفتم ؛بمعنی امتثال الاوامرجیسے سورہ بقرہ (۱۰۳)میں ہے۔ (وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُواْ واتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّه خَيْرٌ)

امام آلوسی الحنفی وسیلہ بالذوات پرردکرتے ہوئے اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ

وانت تعلم ان ادعیۃ الماثورۃ عن اهل البیت الطاهرین وغیرهم من الائمۃ لیس فیها التوسل بالذات المکرمۃ۔ (روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۶)			اورتم جانتے ہو کہ اہل بیت طاہرین اورائمہ دین سے نقل شدہ دعاؤں میں رسول اللہ کی ذات سےتوسل پکڑنے کی دعا(موجود) نہیں ۔ (روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۶)

جب رسول اللہ ﷺ کی ذات سےوہ لوگ(صحابہ) توسل نہیں پکڑتے تھے توکسی اورسےتوسل کاسوال ہی پیدانہیں ہوتا۔

مفسرقران استادوہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ

ومنع ابوحنیفه وابویوسف ؒ التوسل بالذوات۔ (تفسیرالمنیر ج ۳ ص ۵۲۶)			کہ امام ابوحنیفہ اورامام ابویوسف نے وسیلہ بالذوات سے منع فرمایاہے۔

علامہ عبدالحق حقانی دہلوی لکھتےہیں کہ

باب نہم

اچھی چیزوں کاعمل میں لاناعبادت ،سخاوت ،رحم دلی،بردباری،صبر،شکر،رضاوتسلیم وغیرہ ان سب کی طرف وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں اشارہ فرمایا۔(تفسیرحقانی ج ۲ ص ۱۷۸)

علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی مسائل السلوک میں لکھتےہیں کہ

وابتغواالیہ الوسیلۃ الخ وسل بمعنی تقرب ہے جس کاذریعہ طاعت کاکرنا اورمعاصی کاچھوڑنا ۔اورتوسل بالصالحین (یعنی بالذوات) کے مسئلہ کو اس آیت سےکوئی تعلق نہیں۔(تفسیربیان القران ج ۱ ص ۴۷۳ نیز فیض الباری ج ۳ ص ۴۳۵)

اب بھی کوئی وسیلہ بالذوات ،بالذوات کی رٹ لگائے تووہ کم ازکم حنفی اوردیوبندی تونہیں البتہ بریلوی رہے تورہے۔

ایک اہم بات ۔اسلام میں کسی کی ذات سے وسیلہ پکڑناجب کہ وہ موجودنہ ہوبالکل جائزنہیں البتہ یہ شرک مسلمانوں میں عیسائیوں اور ہندؤں سے آیاہے۔چنانچہ عیسائیوں کے انجیل یوحنا ۱۶ : ۱۴پرلکھتے ہیں

مسیح کی تقریرکہ کوئی میرے وسیلہ کے بغیرباپ(اللہ) کے پاس نہیں آتا۔

پولوسیوکی کتاب حقیقی عرفان ص ۲۸ پرلکھتے ہیں کہ عیسی کے وسیلے کے بغیرہم خداکوراضی نہیں کرسکتے۔

یوحناکی انجیل ۱ : ۱ میں لکھتےہیں کہ سب چیزیں اس (یسوع) کے وسیلے سے پیداہوئیں۔

مولاناعبیداللہ سندھی ہندوؤں کے فرقہ نیایک کاعقیدہ لکھتےہیں کہ

خدا اپنی پیداکی ہوئی ایک صورت سے تعلق پکڑتاہے ۔اوراس کے وسیلے سے لوگوں کی ایک کتاب پہنچاتاہے۔

(تحفۃ الہند ص ۷۸)

اس طرح عیسائیوں کی کتاب تیمتھیس۵ : ۴

(شبہ سوم یہ ہے)

کہ’’ مبتدعین ایک اعرابی کاواقعہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺکودفن کرنے کے تین دن بعدآئے

آپ کی قبرسے دعااوراستغفارطلب کیا۔توقبرسے آوازآئی کہ توبخش دیاگیا۔رواہ البیہقی فی شعب الایمان : ۲۰۹/۱، طبع ہند) لیکن بیہقی میں میں نے ان الفاظ کیساتھ نہیں پایا البتہ الصارم المنکی میں ص ۳۲۱ پرموجودہے لیکن انہوں نے اس کوضعیف اورمنکرقراردیا۔البتہ شعب الایمان میں رقم ۳۸۸۰ پرہے مگراس میں قبرسے آواز کے الفاظ نہیں ھیں۔

جواب یہ ہے

باب نہم

کہ"اس روایت سے استدلال قطعاًصحیح نہیں ۔کیونکہ اس روایت پرمحدثین عظامؒ نے درج ذیل کلام کیاہے

(۱)امام ابن عبدالہادیؒ لکھتے ہیں

ان هذاخبرمنكرموضوع ---- وسنده ظلمات بعضها فوق بعض : (الصارم المنكى : ۳۲۱/۱)		کہ یہ خبرمنکراورموضوع (من گھڑت)ہے اوراس کی سندمیں اوپرنیچے بہت اندھیرے ہیں ۔ (الصارم المنکی : ۳۲۱/۱)

(۲)اس کی سندمیں اگراحمدبن محمدبن الہیثم بن عدی الطائی ہے۔جس کے بارے میں امام عجلی اورامام ابوداودلکھتے ہیں کہ جھوٹاتھا۔ (کتاب التاریخ لابن معین رقم : ۱۷۶۷۔المیزان : ۳۲۴/۴)

(۳)امام ابوحاتم الرازی ؒ،امام نسائیؒ امام دولابیؒ وغیرہ فرماتے ہیں

کہ "متروک الحدیث ہے۔الجرح والتعدیل : ۸۵/۹،الضعفاء والمتروکین : ۲۴۱ ، رقم : ۶۳۷،الکامل لابن عدی : ۲۵۶۳/۷)

(۴)امام المحدثین امام بخاریؒ لکھتے ہیں

کہ"محدثین نے ان کوچھوڑاہے۔التاریخ الکبیر : ۲۱۸/۷،الصغیر : ۱۱۷)

(۵)امام ابن حبان ؒنے لکھاہے

کہ"ہیثم بن عدی الطائی ثقات سے موضوعات نقل کرتاہے۔المجروحین : ۲ ،۴۴۱۔المغنی : ۷۱۷/۲۔لسان المیزان : ۲۰۹/۶۔تاریخ بغداد : ۱۴ئ۵۳۔نیزدیکھئے کنزالعمال : ۲۸۶/۲ ۔صیانۃ الانسان : ۲۴۷۔فتح المنان : ۳۵۳)

بہرحال اس ضعیف اورمنگھڑت قصے سے استدلال صحیح نہیں ۔اوریہ اہل علم پرمخفی نہیں ہے۔

لیکن اگراحمدبن محمدبن الہیثم بن عدی الطائی کے علاوہ کوئی راوی ہے توپھرمجہول ہے ۔امام السبکی لکھتے ہیں والافهومجهول۔الصارم المنکی ص ۳۲۱۔

یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ وفات کے بعدکاواقعہ ہے ۔دلیل رسول اللہ ﷺ کی بات ہوتی ہے نہ کہ دیہاتی(اعرابی)کی۔

اورپھرمعتمد کتب حدیث نے اس کو روایت کیوں نہیں کیا۔اس لئے کہ منگھڑت ہے۔اصل بات یہ ہے کہ اس کے الفاظ اورمتن میں زبردست اضطراب ہے۔

کنزالعمال رقم ۱۰۴۲۲ پرہےکہ اعرابی کوقبرسے آوازآئی۔بیہقی میں رقم ۳۸۸۰ پرشفاعت کے الفاظ ہیں آواز کےنہیں ۔اورابن کثیرمیں ہے ج۱ ص ۴۹۱ کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کودیکھا۔تویہ الفاظ کا اختلاف اس کے جھوٹ ہونے کاثبوت

باب نهم

ہے۔اورسندمیں بھی اضطراب ہے کبھی عن علی اورکبھی عن العتبی اورکبھی عن ابی الحرب الہلالی کے نام آتے ہیں یہ بھی جھوٹ کی علامت ہے۔

سب سے اہم بات!اس میں مُردوں سے دعاطلب کرنے کاذکرہے اورقران کی آیت لاتدع من دون اللہ مالاینفعک ولایضرک اس کےخلاف ہے تواب لوگوں کی مرضی قران مانیں یایہ جھوٹی روایت ؟

روایت میں ہے کہ قبرسے آواز آئی کیاپتہ آواز کس نے دی شیطان نے یافرشتےیا.....

شیخ ابومحمدامین اللہ لکھتے ہیں کہ

اس میں تین علتیں ہیں (۱) علی اورابوصادق کے درمیا ن انقطاع ہے۔(۲) اس میں الہیثم متروک اورضعیف ہے۔(۳) اس روایت کا مخرج نہیں ہے۔اورابن کثیرنے کتاب ابی منصور الشامل ذکرکیاہے مگروہ حدیث کی کتاب نہیں۔

اوربیہقی نے عن ابی یزیدالرقاشی عن محمد بن روح بن یزید البصری حدثنی ابوحرب الہلالی ذکرکیاہے۔

تواس سند میں بھی السکرالہروی اورابوالرقاشی اورمحمدبن روح سب مجہول اورغیرمعروف لوگ ہیں کتب رجال میں ان کانام ونشان نہیں ۔مفہوم۔فتاوی الدین الخالص ج ۴ ص ۲۶۔

نیز ملاحظہ کریں التبیان ص ۱۷۸۔منہاج التقدیس ص ۱۶۹ ۔اورشیخ البانی نے خوب ردکیاہے۔الصحیح رقم ۲۹۲۸۔

(شبہ چہارم یہ ہے)

کہ کہاجاتاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حق محمدﷺکاحوالہ دیکردعافرمائی تھی ۔کہ أسئلک بحق محمدﷺالخ پھرکہتے ہیں کہ اس روایت کوبیہقی نے دلائل النبوۃ میں اورحاکم نے مستدرک میں نقل کرکے تصحیح بھی کی ہے۔نیزفضائل اعمال میں بھی شیخ زکریانے پیش کیاہے۔

الجواب ؛کہ یہ روایت کئی وجوہ سے ناقابل استدلال ہے۔

اولاًاس لئے کہ یہ روایت نص قطعی کےمخالف ہے کیونکہ'' فَتَلَقّٰی ''فاکے ساتھ ذکرہے۔فاتعقیب مع الوصل پردلالت کرتی ہے۔فتلقیٰ عطف ہے۔فازلہماپرباقی بیچ میں جملہ معترضہ ہے۔توخطااورتنبیہ کے فوراًبعدکلمات سکھائے گئے ہیں ۔جبکہ اس روایت سے معلوم ہوتاہے۔کہ پہلے سے پیدائش کے وقت سیکھے تھے۔

ثانیاً آیت کریمہ میں من ربہ آیاہے۔

کہ کلمات اپنے رب سے سیکھے اوراس روایت میں ''من عرشہ ''ہے کہ عرش پردیکھ کرسیکھ لئے ۔ببیں تفاوت راہ ازکجاتابکجا

باب نہم

ثالثاً وہ کلمات صحابہ ؓ کی بڑی جماعت اورتابعین جیسے عبداللہ بن عباسؓ ،حضرت حسنؓ ،ابن جبیرؒ،مجاہد،ابن کعبؒ،عطاءؒ ضحاک،ؒعبیدبن عمیرؒ،ابن زیدبن اسلمؒ،ابوالعالیہؒ،ربیع بن یونسؒ ،قتادہؒ،خالدبن معدانؒ۔ فرماتے ہیں کہ وہ کلمات یہ نہیں تھے بلکہ درج ذیل تھے

’’رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ : الاعراف : ۲۳)

صوبہ سرحدکے اکثربدعتی لوگ شیخ عبدالہادی شاہ منصوریؒ سے برائے نام تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہم ان کواتمام حجت کے طورپران کے شیخ کاحوالہ دینابھی مناسب سمجھتے ہیں کہ شیخ بھی لکھتے ہیں کہ وہ کلمات یہی اعراف والے کلمات تھے۔تفیسرالبرہان : ۱۵۵/۱)

اورعلماء کرام نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے ۔کہ ان اٰثارکے مقابلہ میں کوئی صحیح ثابت روایت نہیں ہے

رابعاً۔(۱) ۔کہ اس روایت کی سندکمزورہے۔بلکہ یہ روایت منگھڑت ہے ۔التوصل ص ۲۱۷۔

اس لئے کہ حمادبن عمرالنصبی روایت کرتے ہیں سری سے اوروہ خالدسے وہ دونوں واہٍ (کمزور)ہیں کنزالعمال : ۳۵۹/۲)

(۲)ایک اورجگہ لکھتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔کنزالعمال : ۴۵۵/۱۱)

(۳)محمدبشیرشہسوانیؒ لکھتے ہیں کہ اس میں عبدالرحمن بن زیدبن اسلم راوی ہے جوکہ ضعیف ہے۔صیانۃ الانسان : ۱۲۴تا۱۲۹)

(۴)اس میں ایک راوی شیعہ ہے ۔صیانۃ الانسان ص ۱۲۴۔ص ۱۲۹۔ص ۱۳۶۔

(۵)امام ذہبیؒ نے اس روایت کومن گھڑت لکھاہے۔دیکھئے تعلیق علی المستدرک : ۶۱۵/۱۔)

(۶)نیزامام ذہبیؒ نے اس کوباطل قراردیاہے۔میزان الاعتدال : ۲۴۶/۳۔رقم ۴۸۶۸)

(۷)علامہ ابن کثیرنے بھی ضعیف کہاہے۔البدایۃ : ۶۱۵/۱،۳۲۳)

(۸)امام احمدبن حنبلؒ (۹)امام ابوزرعہؒ(۱۰)امام ابوحاتمؒ(۱۱)امام نسائیؒ

(۱۲)امام دارقطنی ؒنے اس کی تضعیف کی ہے۔

(۱۳)الصغیرللطبرانی : ۲۰۷(۱۴)مجمع الزوائد : ۲۵۳/۸(۱۵)حاکم : ۶۱۵/۲(۱۶)حاکم : ۳۳۳/۳)

(۱۷)الضعیفۃ : ۸۸/۱ ۔رقم۲۵۔)

(۱۸)ایضاً :)مذکورہ تمام حضرات ضعیف اوراکثرنے اس روایت کوموضوع کہاہے۔تفسیراحسن الکلام : ۷۰/۴)

باب نهم

باقی رہایہ سوال کہ حاکم ؒ نے تصحیح کی ہے تواس کاجواب یہ ہے۔
(۱)کہ’’محدثین حضرات نے صاف لکھاہے کہ حاکم تصحیح میں خاصاًمتساہل ہے ۔لہٰذااس کی تصحیح کاکچھ اعتبارنہیں ۔صیانۃ الانسان : ۱۲۳)
(۲)اورعلاوہ ازیں یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ فرمایاہے کہ حاکم نے ’’مدخل الی معرفة الصحيح من السقيم‘‘میں لکھاہے
کہ عبدالرحمن بن زیداپنے والدسے موضوعات نقل کرتاتھا۔
خامساًیہ روایت اگرصحیح ہوتی توتمام فقہاء احناف بحق فلان دعاکومکروہ نہ کہتے ۔دیکھئے ۔وسیلہ کی پانچویں قسم من ہذالکتاب۔
سادساً ۔ نزل آدم عليه السلام بالهند واستوحش فنزل جبرئيل عليه السلام فنادى بالأذان الله اكبر....اشهدان محمدارسول الله مرتين قال آدم من محمد؟ قال أخرولدك من الانبياء ابن عساكر : ۳۲۳/۲۔ضعیف۔

الغرض اما م ذہبی اورابن حجردونوں نے اس کو باطل قراردیاہے الضعیفہ ۹۱۔جس کوتفصیل چاہئے توامام البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ میں جلد ۱ ص ۸۸ سے ص۱۰۰ تک اچھی خاصی تفصیل لکھی ہے۔
(شبہ پنجم یہ ہے)
کہ مخالفین ایک شبہ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن حنیفؓ کی رویت ہے کہ ایک نابیناشخص نبی اکرم ﷺکے پاس آیااورآپﷺسے دعاطلب کی ۔توآپﷺ نے اس کویہ دعاسکھائی ۔
اللهم انى أسئلك أتوجه اليك بنبيك نبى الحمة ......الهم شفعه فِيَّ : ترمذی ۔
جواب اول یہ ہے
کہ علماء کرام نے اس حدیث کے متن اورسنددونوں پرکلام فرمایاہے۔کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کی سندمیں ابوجعفرہے جوکہ ضعیف ہے۔یامجہول ہے۔نیزاس کی متن اورسنددونوں میں اضطراب بھی ہے
زبانی دعویٰ نہیں بلکہ تفصیل کے لئے ذیل حوالے ملاحظہ فرمالیجئے ۔
(۱)صیانۃالانسان : ۱۸۶/۱۲۵، ۱۹۹،۲۰۴،۳۶۹۔للشیخ محمدبشیرالشہستوانیؒ
(۲) التوصل : ۲۲۸تا۲۴۲۔ .... ۔للشیخ
(۳)روح المعانی : ۱۲۶/۶)................للشیخ سیدمحمدآلوسی الحنفیؒ
(۴) الوسیلۃ : ۱۵۵۔ ....للشیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ
(۵)قاعدہ جلیلہ : ۸۸)....................... .. ۔للشیخ
(۶)بلغۃ الحیران : ۳۳۷)......... ....للشیخ غلام الله خان صاحب ؒ
(۷)تحریرات حدیث : ۲۵۴)....................للشیخ حسین علی صاحبؒ

باب نہم

(۸)البصائرمع حاشیہ : ۳۲۱تا۳۳۹۔ للشیخ علامہ محمدطاہرصاحب پنج پیریؒ،الحاشیہ للشیخ خان بادشاہ صاحب دام ظلہ
(۹) الفوائدالنضرۃ : ۱۵۳تا۱۷۶)......للشیخ

جواب دوم یہ ہے

اگراس روایت کوصحیح تسلیم کرلیاجائے ۔تب بھی اس میں توسل بذوات فاضلہ غائبہ کی کوئی دلیل نہیں ۔کیونکہ پوری روایت پرنظرڈالنے سے معلوم ہوگا۔کہ اس میں وسیلہ ہے دعاء الصالحین پراوراس میں کسی کوئی کااختلاف نہیں کہ نیک شخص سے دعاطلب کی جائے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

فان الاعمی قدطلب من النبی ﷺ ان یدعو له بان یرد اللہُ علیه بصره . (مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۶۵/۱)		**کہ نابیناشخص نے نبی کریم ﷺ سے دعاطلب کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بینائی واپس دے۔ : (مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۶۵/۱)**

اوریہی وجہ ہے کہ حدیث کے آخرمیں یہ الفاظ بھی اس بات پرصاف دلالت کرتے ہیں ۔’’اللہم شفعه فِیَّ ‘‘کہ اے اللہ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔دیکھئے مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۶۵/۱،۲۶۶)

نیزشیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں

کہ’’علماء کرام نے اس روایت کومعجزات نبیﷺ اورانکی دعاء مستجاب میں ذکرکیاہے۔اورحدیث میں ’’ان شئت دعوت لك ‘‘کے الفاظ بھی ہیں ۔مجموعۃ الفتاویٰ : ۲۶۷/۱تا۲۶۸)

مفسروہبۃ الزحیلی لکھتےہیں

والحق الادلالة فی الحدیث علی التوسل بذات النبی وشخصه وانما توسل بدعاء النبی وشفاعته		**حقیقت یہ ہےکہ اس حدیث میں رسول اللہﷺ کی ذات یاشخصیت کے توسل پردلالت نہیں البتہ ان کی دعاوشفاعت پرتوسل ہے۔(تفسیرالمنیرج ۳ ص ۵۲۶)**

(شبہ ششم یہ ہے)

کہ’’ایک حکایت جودرج ذیل ایت کریمہ کے تحت بعض مفسرین نے عتبی سے نقل کی ہے

وَلَوْ أَنَّہُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَہُمْ جَآؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُواْ اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللہَ تَوَّاباً رَّحِیْماً : (النساء :		**اوراگریہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیاتھا،تیرے پاس آجاتے اوراللہ تعالی سے استغفارکرتے اوررسول بھی**

باب نهم

۶۴)		ان کے لئے استغفارکرتے تویقینایہ لوگ اللہ تعالی کومعاف کرنے والامہربان پاتے۔ سورئہ نساء : ۶۴)

کہ ایک شخص (اعرابی)رسول اللہ ﷺکی قبرپرآیااورکہنے لگاکہ میں تجھے سفارشی بنانے آیاہوں ۔ثم انشد : پھراس اعرابی چنداشعاربھی کہے ۔

یاخیرمن دُفِنَتْ بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر أنت ساکنه فیه العفاف وفیه الجود والکرم

عتبیؒ کہتے ہیں

کہ خواب میں آپﷺ آئے ۔اورمجھے کہاکہ اعرابی سے کہدوکہ تیری مغفرت ہوئی ۔معلوم ہواکہ اہل قبورسے استشفاع جائزہے۔

نوٹ ۔یہ روایت اورشبہ ۳ والی ایک ہی روایت ہےاوراس پرتفصیلی بات شبہ ۳ پرگزرچکی ہے۔

جواب اولاً یہ ہے

اگریہ ایت کریمہ عام ہوتی جومدت کے بعدکوبھی شامل ہوتی ۔توصحابہؓ اورتابعین اورائمہ مجتہدینؒ سے ایساثابت ہوتاحالانکہ کسی صحابی اورتابعی سے ثابت نہیں کہ وہ آپﷺ کی قبرپرآیاہو۔اورانہوں نے ایساکیاہو۔فوائدالنضرة : ۱۷۰)

ثانیاًیہ روایت عتبی نے بغیرسندکے روایت کی ہے۔بعض نے محمدبن حرب الہلالی سے نقل کیاہے۔جومجہول راوی ہے ۔مگراس کی سندمظلم اورمنقطع ہے۔اوراعرابی کاعمل حجت نہیں ۔ملاحظہ ہوں ۔

(۱)منہاج التاسیس : ۱۶۹(۲)فتح المنان : ۳۵۲(۳)الصارم المنکی : ۲۰۲(۴)التبیان : ۱۷۸(۵)فتاویٰ الدین الخالص : ج ۴ ص ۲۴)

(شبہ ہفتم یہ ہے)

کہ''ابوصالح نے مالک سے روایت کی ہے۔کہ حضرت عمرؓکے زمانہ میں سخت قحط پڑا توایک شخص (اعرابی)رسول اللہﷺکی قبرمباک پرحاضرہوا۔اورآپ سے درخواست کی کہ حضرت آپ کی أمت نہایت تکلیف میں ہے ۔اوراس کی ہلاکت وبربادی کاخطرہ ہے۔آپ اللہ تعالیٰ سے دعاکریں کہ اللہ بارش برسادیں ۔آپ ﷺکی قبرپردعاکرکے چلاگیا۔رات کوحضرت محمدﷺخواب میں اس شخص کے پاس آئے۔اورفرمایاکہ حضرت عمرؓ کے پاس جائو۔میراسلام کہو۔اورخبردوکہ بارش ہوگی۔ان شاء اللہ ۔اورعمرؓ سے کہہ دوکہ عقلمندی کولازم پکڑو۔(بیہقی) نیزسیف بن عمرکی روایت ہے کہ خواب دیکھنے والابلال بن الحارث المزنی ہیں

الجواب اولاً۔یہ ہے کہ اس روایت میں توسل باالنبیﷺ کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی

باب نهم

نہیں ۔کیونکہ اس میں ایسانہیں ہے۔کہ''اللھم اسئلك بوسیلة النبیﷺ بلکہ اس میں سے سوال کیاگیا۔اوریہ دوسرامسئلہ ہے۔کہ آیامُردوں سے مانگناجائزہے یانہیں ؟ اوریہ عوام کوبھی معلوم ہے کہ مُردوں سے مانگناصرف ناجائزہی نہیں بلکہ شرک ہے۔

ثانیاً ۔اس میں ابومعاویۃ اعمش سے عن کے ساتھ نقل کرتاہے۔ محدثین نے لکھاہے کہ ابومعاویۃ اعمش کی احادیث میں خطاکرتے ہیں دیکھئے ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)کتاب العلل : ۱/۱۹۴۔رقم ۱۱۹۹(۲)ایضاً : ۱/۳۸۸، رقم۲۵۸۸(۳)الجرح والتعدیل : ۷/۲۴۷(۴)تہذیب الکمال : ۱۱۹۲(۵)طبقات ابن سعد : ۶/۳۹۳(۶)میزان الاعتدال : ۴/۴۷۵(۷)سیراعلام النبلاء : ۹/۷۳تا۷۸(۸)الکاشف : ۳/۳۳(۹)دول الاسلام : ۱/۱۲۳(۱۰)تذکرۃ الحفاظ : ۱/۲۹۴(۱۱)کتاب العلل : ۱/۱۹، ۳۸۶(۱۲)التاریخ الکبیر : ۱/۷۴(۱۳)النجوم لظاہرہ : ۲/۱۴۸)

جب ابومعاویہ اعمش کی حدیث میں غلطیاں کرتے ہیں تواس سے استدلال کس طرح ہوسکتاہے۔

تفصیل کے لئے مردمجاہدسیف بے نیام علامہ خان بادشاہ صاحب دامت برکاتہم کی کتابیں ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱۴) القول المبین : ۴۲۴تا۴۲۸۔(۱۵)المسامیرالناریۃ : ۱۳۰)

ثالثاًیہ مدلس تھے ۔اورمدلس جب عن کے ساتھ روایت کریں ۔تواس سے احتجاج صحیح نہیں ۔اس طرح اس میں اعمش مدلس بھی ہے۔اورعن کے ساتھ بھی روایت کرتاہے جوکہ قابل احتجاج نہیں ۔ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)النووی علی حاشیۃ ارشادالساری : ۱/۲۲۴، ۴۵۵(۲)الجرح والتعدیل : ۴/۱۴۶(۳)تہذیب الکمال : ۵۴۷(۴)المیزان : ۲/۲۲۴(۵)الکاشف : ۱/۳۲۰(۶)تاریخ بغداد : ۳/۹(۷)سیراعلام النبلاء : ۶/۲۲۶(۸)التہذیب : ۴/۲۲(۹)المسامیر : ۱۳۱)

رابعاًسیف بن عمرکے بارے میں (۱)علامہ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ زندیقیت سے متہم تھا(۲)امام الحافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ سیف بن عمربالاتفاق متروک ہے۔(۳)المجروحین : ۱/۳۴۵(۴)المغنی فی الضعفاء : ۱/۲۹۲(۵)میزان الاعتدال : ۲/۲۵۵(۶)تہذیب الکمال : ۵۶۶(۷)التہذیب : ۴/۳۴۵(۸)صواعق المرسلہ : ۴۷۹تا۴۸۲(۹)المسامیر : ۱۳۲)

باب نہم

خامساً۔یہ روایت ان تما م صحیح روایات کے مقابل اورمناقض ہے۔جن میں استسقاء کاصحیح مسنون طریقہ نقل کیاگیاہے۔اس روایت میں نقل شدہ طریقہ استسقاء کسی سے منقول نہیں ۔
سادساً۔یہ اس لئے بھی قابل حجت نہیں کہ خواب کاقصہ ہے۔جوشریعت میں حجت نہیں خصوصاًجبکہ صحیح روایات کےمناقض ہو۔فتدبر
(شبہ ہشتم یہ ہے)
کہ’’مبتدعین دارمی اورمشکوٰۃ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ۔کہ مدینہ منورہ مینسخت قحط پڑاتھا۔لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شکایت کرنے لگے ۔توانہوں نے یہ تدبیرسکھائی کہ نبی ﷺکی قبرسے آسمان کی طرف روشندان بنائیں ۔چنانچہ انہوں نے ایساہی کیا۔بہت بارش ہوئی ۔پودے پیداہوگئے ۔اونٹ اتنے فربہے ہوئے کہ چربی سے پھٹ گئے۔
الجواب اولاً ۔کہ اس میں بھی توسل کے الفاظ تک نہیں ۔ہمارانزاع توتوسل بذواتِ فاضلہ میں ہے۔اس میں اس کی طرف ادنی اشارہ بھی نہیں ۔
ثانیاً۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زندگی میں انکے گھرکی چھت میں بالکل سوراخ نہ تھا۔کسی تاریخ نے نہیں لکھا۔
ثالثاً۔یہ کہ اس کی سندمیں او لؔ ۔سعیدبن زیدہے۔ جس کے بارے ائمہ جرح وتعدیل لکھتے ہیں
(۱)امام جوزجانی ؒ لکھتے ہیں کہ ناقدین اس کی حدیث کی تضعیف کرتے تھے۔لہذاحجت نہیں ۔احوال الرجال : ۱۱۴)
(۲)امام نسائیؒ کہتے ہیں سعیدبن زیدقوی نہیں ۔الضعفاء والمتروکینؔ۱۳)
(۳)امام ذہبیؒ کہتے ہیں ۔کہ یحی بن سعیدنے سعیدبن زید کوضعیف کہاہے ۔
نیزناقدین حضرات نے اس کی حدیث کی تضعیف کی ہے۔المیزان : ۱۳۹/۱۳۸/۲)
(۴)علی بن عبداللہ یحی بن معین ؒسے نقل کرتے ہیں
کہ’’زمین سے کوئی چیزاٹھاکرفرمایاکہ اس کے برابربھی نہیں ۔الضعفاء : ۱۰۶/۲)
(۵)المجروحین : ۳۲۰/۱(۶)تہذیب : ۳۲/۴،۳۳۔)
دومؔ ۔اس کی سندمیں عمروبن مالک نکری ہے جوکہ صاحب اوہام ہے۔سومؔ۔ابوالنعمان ہے جوکہ اٰخرمیں اس کاحافظہ خراب ہواتھا۔
چہارمؔ۔اس میں ابوالجوزاء ہے جوحدیث میں ارسال کرتاتھا۔پنجمؔ۔ابوالجوزاء نے عائشہ صدیقہ ؓسے کچھ نہیں سنا
(۷) البصائرمع ارشادالناظر : ۳۵۶(۸)صواعق المرسلہ ، ۳۶۱(۹)صیانۃالانسان :

باب نہم

(۲۴۵

(شبہ نہم یہ ہے)
کہ’’فاسئلواللہ بجاھی فان جاھی عنداللہ عظیم‘‘کہ اس سے معلوم ہواکہ یہ وسیلہ جائزہے
الجواب ؛اولاًکہ یہ وسیلہ کی پانچویں قسم میں روح المعانی : ۱۲۷/۶کے حوالہ سے گزرگیا۔کہ عام لوگوں کامقولہ ہے اہل علم میں سے کسی نے اس کوحدیث سمجھ کرنقل نہیں کیا۔ثانیاً۔علامہ محمدبشیرشہسوانی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع(من گھڑت)ہے۔صیانۃ الانسان : ۱۸۵)ثالثاً۔علامہ البانی فرماتے ہیں

لااصل له ۔ضعیفۃ : ۷۶/۱، رقم۲۲)		کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ۔ضعیفۃ : ۷۶/۱، رقم۲۲)

(شبہ دہم یہ ہے)
بعض حضرات نے عثمان بن حنیف کی اس روایت سے استدلال کیاہے ۔جس مین ہے کہ انہوں نے ایک شخص ضریرالبصر(نابینا)والی دعاسکھائی توحضرت عثمانؓ نے ان کی حاجت پوری کی یہ روایت طبرانی نے صغیر : ۱۰۳میں کبیرمیں بھی نقل کیاہے۔
جواب یہ ہے کہ اس سے استدلال صحیح نہیں ۔کیونکہ اس میں شبیب بن سعیدہے۔جس سے ابن وہب احادیث منکرہ روایت کرتاہے۔اورضعیف بھی ہے۔ملاحظہ فرمالیجئے !
(۱)تہذیب : ۳۰۶/۴، (۲)المغنی فی الضعفاء : ۱/ ۲۹۵(۳)الکامل فی الضعفاء : ۱۳۴۶/۴(۴)طبرانی : کی کتب تیسرے طبقہ کی ہیں شیخ الحدیث مولاناسرفرازخان صفدرصاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں ۔
کہ’’ اکثراحادیث ان کی قابل اعتمادنہیں بلکہ اس کے خلاف اجماع منعقدہواہے۔ازالۃ الریب : ۵۷۱)
نیزابن سنی اورحاکم نے اس روایت کونقل کیاہے۔جس میں یہ واقعہ نہیں ہے ۔یہ بھی ایک علت ہے۔ملاحظہ فرمالیجئے!
(ا)ابن سنی : ۳۲۲(۲)حاکم : ۵۲۶/۱)اورطاہربن عیسیٰ کی توثیق بھی ضروری ہے۔
(شبہ یازدہم)
کہ توسل الامام الشافعیؒ بابی حنیفہؒ فی اوئل التاریخ الخطیب کہ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ وسیلہ پکڑاتھا

باب نہم

الجواب : فمن مبالغاتہ بل مغلطاتہ قال الخطیب : ۱۲۳/۱، من طریق عمروبن اسحاق بن ابراہیم قال نبأناعلی بن میمون قال سمعت الشافعی یقول انی لأتبرک بابی حنیفۃ ؒ .

کہ یہ روایت ضعیف بلکہ باطل ہے۔اس لئے کہ عمربن اسحاق مجہول ہے۔ یہ بھی ممکن ہے
کہ عمروبن اسحاق ہو۔خطیب نے : ۲۲۶/۱۲میں ذکرکیاہےکہ نجاری تھا۔بغدادآیاتھا۳۴۱ھ میں مگرخطیب نے بلاجرح اوربلاتعدیل چھوڑاکہ مجہول ہے۔اوراس کے شیخ علی بن میمون کی وفات ۲۴۷ھ ہے تواس کے اور استادکے درمیان سو سال کاوقفہ ہے۔شائدکہ ملاقات ہوئیہو۔شیخ الاسلام نے اس کوباطل قراردیاہے۔اقتضاء الصراط المستقیم : ۱۶۵۔نیزضعیفہ : ۷۸/۱)واللہ اعلم بالصواب

بہرحال تمام شبہات اوران کے جوابات نقل کرنے سے بہت تطویل کاخطرہ ہے۔ البتہ سارے شبہات کااجمالی جواب یہ ہے۔ کہ وسیلہ میں مبتدعین کی طرف سے پیش کی جانے والی تمام روایات کی سندوں پرکلام ہے۔سب یاتوموضوع (منگھڑت)یاضعیف ہیں ۔اگرانصاف سے مطالعہ کیاجائے ۔یابعض میں توسل بالذوات کانام تک نہیں ۔توسل کے سلسلہ میں بندہ نے سارااستفادہ اپنے اکابرین کی کتابوں سے کیاہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھاہے فتدبرفیہ

(فجزاھم اللہ خیرالجزاء عنی وعن جمیع المسلمین)

(۲۰)غیراللہ کوپکارنامثلاًیارسول اللہ ،یامحمد،یاعلی ،یاعبدالقادرجیلانی وغیرہ کی شرعی حیثیت)

حقیقی اللہ جوکہ ہرجگہ سننے والاہے۔ہرکسی کی فریادکودل کیےرازوں سے بخوبی خبررکھنے والاہے۔ہرکسی کی مددکرنے والاہے۔جوکہ حقیقی مشکل کشااورحاجت رواہے۔اس کوچھوڑکرغیراللہ کویعنی کسی انسان یاجن یاملائکہ بزرگ ولی یانبی رسول کوپکارناکتنی عظیم حماقت اورخیانت اوربے وفائی ہے۔کیونکہ مافو ق الاسباب مددکرنے والاصرف اورصرف اللہ ہے۔(ماتحت الاسباب کی بحث الگ ہے۔)دعا،پکار،نداسب ہم معنی الفاظ ہیں ۔دعایدعوالدعاء بلانا،پکارناسوال مددطلب کرنا۔مفردات القرآن : ۳۰۹۔لغات القرآن : ۱۱/۳ ، ۱۲۔ دعاکامعنیٰ ہے پکارنا۔اوردعاورپکارسب سے بہترین عبارت ہے بلکہ حدیث میں عبادت کامغزبتایاگیاہے۔دیکھئے اسی کتاب میں وسیلہ کی چوتھی قسم میں تفصیلاًذکرہے۔وہاں پھردوبارہ دیکھ لیجئے!

باب نهم

آیئے جی !دیکھتے ہیں
کہ اللہ کاکلام اورعلماء اُمت اورعلماء دیوبنداس بارے میں کیاکہتے ہیں کہ دورسے یارسول اللہ یامحمدیاکسی بھی مردے جن وفرشتے کوآوازلگاناپکارناشریعت میں کیاحقیقت رکھتاہے

(۱)چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کاارشادہے

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُونَکَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُو. (الحجرات : ۴)		جولوگ آپ کوحجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر(بالکل)بے عقل ہیں۔ (الحجرات : ۴)

بعض لوگ نبی ﷺکودیوارکے پیچھے سے زندگی میں پکارتے تھے کہ یامحمدباہرآئے ۔تواللہ نے اس کوبے ادبی سمجھی اوران کوبے عقل کہا۔توان لوگوں کاکیاحال ہوگاجوہزاروں میل دورسے یارسول اللہ اوریامحمدپکارتے ہیں

(۲)دوسری جگہ ارشادفرمایا

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيْبُ لَہُ إِلَى يَومِ الْقِيَامَۃِ وَهمْ عَن دُعَائِہِمْ غَافِلُون : (الاحقاف : ۵)		اوراس سے بڑھ کرگمراہ اورکون ہوگا؟جواللہ کے سواایسوں کوپکارتاہے جوقیامت تک اس کی دعاقبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبرہوں ۔ (سورہ احقاف : ۵)

جواللہ کے علاوہ جوکسی اورکو مخلوق غائبانہ دور سے پکارتاہے ۔اللہ تعالی نے ان کوسب سے زیادہ گمراہ قراردیا۔

(۳)تیسری جگہ ارشادباری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُونَ مِن دُونِہِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيْرٍ (۱۳) إِن تَدْعُوهمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاء كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَۃِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِيْرٍ : (فاطر : ۱۴)		جنہیں تم اس کے سواپکارہے ہووہ توکھجوکی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ۔(۱۳)اگرتم انہیں پکاروتووہ تمہای پکارسنتے ہی نہیں اوراگر(بالفرض)سن بھی لیں توفریادرسی نہیں کریں گے،بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کاصاف انکارکرجائیں گے۔آپ کوکوئی بھی حق تعالیٰ جیساخبردارخبرنہ دے گا۔ (سورئہ فاطر : ۱۴)

باب نہم

قرآن کریم نے مسئلہ پکارکوبہت سے دلائل کے ساتھ ذکرکیاہے۔کہ زندگی کے ہرموڑپراورہرحالت میں خالص مجھ ہی کوپکارو۔تمہای پکاروں کوغائبانہ میرے سواسننے والااورقبول کرنے والاکوئی نہیں ۔

(۴)قرآن کریم میں ایک جگہ ارشادہے

فَادْعُوا اللّهَ مُخْلِصِيْنَ لَہُ الدِّيْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُون : (المؤمن : ۱۴)		تم اللہ کوپکارتے رہواس کے لئے دین کوخالص کرکے گوکافربرامانیں۔ (سورئہ مومن : ۱۴)

یعنی صرف اللہ تعالی کوپکارنا اولیاء بزرگوں کونہ پکارناکافروں کوبرالگتاہے۔مگرمؤمن کوپسندہوتاہے۔

(۵)رب کائنات کاایک اورجگہ ارشادہے

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُونِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَکْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُونَ جَہَنَّمَ دَاخِرِيْنَ : (المؤمن؛۶۰)		اورتمہارے رب کافرمان (سرزدہوچکا)ہے کہ مجھ سے دعاکرومیں تمہای دعاوں کوقبول کروں گایقین مانوکہ جولوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ذلیل ہوکرجہنم میں پہنچ جائیں گے ۔ (سورئہ مومن : ۶۰)

جولوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کوپکارتےہیں توقرآن نے ان پرکفرکافتویٰ لگایاہے۔

(۶)باری تعالیٰ کاایک اورجگہ بطورتمثیل ارشادفرماتے ہیں

لَہُ دَعْوَۃُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِہِ لاَ يَسْتَجِيْبُونَ لَہُم بِشَیْْءٍ إِلاَّ کَبَاسِطِ کَفَّيْہِ إِلَی الْمَاء لِيَبْلُغَ فَاہُ وَمَا ھوَ بِبَالِغِہِ وَمَا دُعَاء الْکَافِرِيْنَ إِلاَّ فِیْ ضَلاَلٍ : (الرعد : ۱۴)		اسی کوپکارناحق ہے ۔جولوگ اوروں کواس کے سواپکارتے ہیں وہ ان (کی پکار)کاکچھ بھی جواب نہیں دیتے مگرجیسے کوئی شخص اپنے دونون پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوکہ اس کے منہ میں پڑجائے ھالانکہ وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والانہیں ،ان منکروں (کافروں)کی جتنی پکارہے سب گمراہی میں ہے۔(سورئہ رعد : ۱۴)

بعض بے وقوف مسجدوں کے محرابوں پریامحمد،یارسول اللہ ،یاعلی وغیرہ لکھتے ہیں۔حالانکہ یہ جائزنہیں ہے۔

باب نہم

(۷)ارشادباری تعالیٰ ہے

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً۔ (الجن : ۱۸)	اوریہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالی کے ساتھ کسی اورکونہ پکارو۔ (سورئہ جن : ۱۸)

بہرحال قرآن مجیدکی بہت سی آیات میں اس سے منع کیاگیاہے۔کہ یااللہ کے سواغائبانہ کسی مخلوق کوبھی نہیں پکاراجائیگا بلکہ دورسے غائبانہ یارسول اللہ یامحمدیاعلی یاعبدالقادرجیلانیؒ شیئاًلِلّٰہ سب شرک ہے

چنانچہ علماء اُمت کے چند تحریرات آپ کی خدمت پیش کرتاہوں ۔اس لئے کہ سب کوذکرکرناممکن نہیں ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ سیدمحمودآلو سی الحنفیؒ لکھتے ہیں

کہ''اس سے بھی زیادہ بری بات یہ ہے کہ قبروں والوں سے شفا،فراخ دستی ،گم شدہ چیزکی واپسی اورہرمشکل کی آسانی کاسوال کرتے ہیں ۔اوران کے شیاطین نے ان پرایک روایت القاء کررکھی ہے۔

اذا أعيتكم الامور فعليكم باهل القبور	جب تم امورمیں تھک ہارکربیٹھ جائوتواہل قبورسے مددطلب کرو

یہ روایت علماء حدیث کے اجماع سے رسول اللہ ﷺپربہتان ہے۔اسے کسی ایک عالم نے بھی روایت نہیں کیانہ حدیث کی معتبرکتب میں اس کاسراغ ملتاہے۔اوربے شک نبی کریمﷺنے قبروں کوسجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایاہے۔اوراس فعل پرلعنت فرمائی ہے۔توآپ ﷺسے یہ کیونکہ تصورکیاجاسکتاہے۔کہ آپ ﷺقبروالوں سے مددکے لئے دعاوفریادکاحکم دیں ۔تواس سے پاک ہے۔یہ بہتان عظیم ہے۔روح المعانی : ایت وسیلہ کے تحت)

(۲)حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

کہ''جانناچاہئے کہ مُردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجتیں طلب کرناکہ وہ حاجتیں پورے ہونے کامحض سبب(وسیلہ)ہیں یہ کفرہے۔مگراس زمانہ میں لوگ اس میں بہت مشغول ہیں ۔الخیرالکثیر : ۱۰۵)

(۳)حضرت شاہ صاحب موصوفؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں

کہ''بعض لوگوں نے اٹھتے بیٹھتے یہ وظیفہ بنایاہے۔کہ یابہائوالدین مشکل کشایانظام الدین اولیاء زری زربخش یاشیخ عبدالقادرجیلانیؒ شیئاًلِلّٰہ وغیرہ وظیفے اورپکاریں سب شرک اوربہتان ہیں ۔نہ شریعت میں ان کاکوئی ثبوت ہے۔اورنہ اہل طریقت سے یہ مروی اورمنقول ہیں ۔البلاغ المبین باب چہارم فصل : ۱۴شرکیہ وظائف)

باب نہم

(۴)امام اعظمؒ کے مذہب کے فقہاء یارسول اللہ یاعبدالقادرجیلانی وغیرہ غیراللہ کی پکارکے بارے میں لکھتے ہیں

کہ''جوشخص اولیاء اورصلحاء کی ارواح کی بدنوں سے جداہونے کے بعدبھی ان کودنیاکے حالات سے باخبر سمجھتے ہیں اور ان کوپکارتے ہیں اوردورسے موت کے بعدپکارسننے والے سمجھتے ہیں ۔تواس عقیدے کادین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔چنانچہ ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر . (بحرالرائق : ۱۲۴/۵) (مجمع الانہر ۶۹۹/۱)		جوشخص کہتاہے کہ مشائخ (اولیاء)کی ارواح (دنیا)میں حاضرہوتی ہیں اورہمارے حالات کواورپکار)جانتی ہیں تواس عقیدہ والا)کافرہوجاتاہے۔ (بحرالرائق : ۱۲۴/۵،مجمع الانہر ۶۹۹/۱)

(۵)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

کہ''اگرکوئی یہ گمان کرے کہ مردہ امورمیں تصرف کرتاہے۔)یعنی ہماری مددکرسکتے ہیں ہماری پکاریں سنتے ہیں ۔اورمددکے لئے پہنچتے ہیں)نہ کہ اللہ تووہ کافرہوجائیگا۔ردالمختار : ۱۲۸/۲،طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۳۷۸)

ہرجگہ سے ہرایک کی آوازصرف وہ سن سکتاہے جوغیب دان ہو۔اوریہ بات مسلم ہے۔کہ غیب دان صرف اورصرف اللہ ہی ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اورکوخواہ ولی ہویانبی یافرشتہ ہوجن ہوکسی کوبھی اگرکسی نے غیب دان سمجھاکہ اللہ تعالیٰ کی طرح فلاں بھی ہرجگہ سے سنتاہے۔جانتاہے سمجھتاہے۔تووہ تمام فقہاء کرام کے نزدیک کافرہوجاتاہے۔چندحوالے مزیدملاحظہ فرمالیجئے!

(۶)فتاویٰ عالم گیری : ۴۱۲/۲(۷)التجنیس : ۲۹۷(۸)خلاصۃ الفتاویٰ : ۳۵۴/۴(۹)فصول عمادیہ : ۶۴ (۱۰)بزازیہ : ۳۲۵)(۱۱)عمدۃ القاری : ۵۲۰/۱۱(۱۲)مالابدمنہ (۱۳)مسائرہ : ۸۸/۲)وغیرہم من الکتب المعتبرة

<u>(غیراللہ کوپکارنایعنی یامحمدیارسول اللہ یاعلی یاعبدالقادرشیئاًللہ علماء دیوبندکی تحریرات میں)</u>

(۱)شیخ الہندمفتی محمودالحسن صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ''

بعض جگہ دستورہے کہ بزرگوں سے مددطلب کرتے ہیں ،اورکہتے ہیں یاغوث المددشرعااًس کی اجازت نہیں ۔فتاویٰ محمودیہ : ۴۲/۱۱)

(۲)موصوفؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں

باب نہم

کہ’’مافوق الاسباب مخلوق سے مددمانگنایاغائبانہ زندہ کوپکارنایامردہ کوپکارناشرک ہے۔اوراہل قبورسے حاجات مانگنابھی شرک ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۹۱۴۴/۱۲

(۳)موصوفؒ تیسری جگہ لکھتے ہیں
کہ’’دورسے یارسول اللہ سے احتیاط کرناچاہئے۔فتاویٰ محمودیہ : ۱۸۲/۱۲)

(۴)چوتھی جگہ موصوفؒ لکھتے ہیں
کہ’’یاغوث الاعظم المددپکارنے سے ایمان سلامت نہیں رہتااس عقیدہ کوفقہاء نے کفرلکھاہے۔مجمع الانہر : ۶۹۹/۶۔ (محمودیہ : ۱۲۳/۱)

(۵)پانچویں جگہ لکھتے ہیں
کہ’’مرادصرف اللہ تعالی سے مانگی جائے کسی مرحوم ولی کومددکے لئے پکارنامنع ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۱۱۱/۱)

(۶)چھٹے جگہ موصوفؒ لکھتے ہیں کہ ’’ایسے شخص کے لئے توبہ لازم ہے۔(جویامحمدوغیرہ کہتاہے)۔فتاویٰ محمودیہ : ۱۰۸/۱)

(۷)ساتویں جگہ لکھتے ہیں کہ یاعلی مشکل کشاعقیدہ رکھناغلط اورمشابہہ شرک ہے۔اس سے توبہ اوراحتیاط لازم ہے۔ ایضاً : ۸۱/۱۴)

(۸)آٹھویں جگہ لکھتے ہیں
کہ’’یارسول اللہ سے اگریہ عقیدہ ہوکہ ہرجگہ حاضروناظرہے۔توشرک ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۴۰۹/۹)

(۹)نویں جگہ لکھتے ہیں کہ یاغوث کہناشرک ہے۔ناجائزہے۔ایسی محفل میں شرکت نہ کی جائے۔فتاویٰ محمودیہ : ۹۱/۱۵)

(۱۰)مولاناعبدالحئ صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ’’اگرکوئی یہ عقیدہ رکھے کہ غوث اعظمؒ ہرجگہ سے ہماری پکارسنتے ہیں ۔اورہمارے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔تویہ عقیدہ اہل اسلام کے خلاف بلکہ منحرف الی الشرک ہے۔(مجموعۃ الفتاویٰ : ۷۳/۱)

(۱۱)مفتی رشیداحمدگنگوہیؒ لکھتے ہیں
کہ’’استعانت اوراستمداداہل قبور(مردوں)سے جس طریقے پربھی ہوجائزنہیں ہے۔فتاویٰ رشیدیہ : ۵۹)

(۱۲)موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں
کہ’’یاشیخ عبدالقادرجیلانی شیئاًلِلّٰہ وغیرہ حرام ہے۔فتاویٰ رشیدیہ : ۶۸/۱)

((۱۳)موصوف تیسری جگہ لکھتے ہیں
کہ''جب انبیاء علیہم السلام کوعلم غیب نہیں ۔تویارسول اللہ کہنابھی جائزنہ ہوگا۔اگریہ عقیدہ کرکے کہے کہ دورسے سنتے ہیں بسبب علم غیب توخودکفرہے۔اورجویہ عقیدہ نہیں رکھتاوہ کفرنہیں مگرکلمہ مشابہہ بکفرہے۔فتاویٰ رشیدیہ : ۶۰/۶۶)

(۱۴)مفتی عزیزالرحمن صاحب ؒ لکھتے ہیں
کہ''یارسول اللہ وغیرہ بعقیدہ اعانت طلب کرناشرک ہے۔اوربغیراس عقیدہ کے بھی خوب نہیں۔فتاویٰ دالعلوم دیوبند : ۴۹/۸)

(۱۵)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''یارسول اللہ یاعلی ،یاخواجہ وغیرہ غیراللہ سے اعانت طلب کرنااوران کوقضائے حاجت کے لئے پکارناناجائزاورشرک ہے۔ (فتاویٰ دالعلوم دیوبند : ۱۰۷/۸۷/۱)

(۱۶)شخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''یااللہ یامحمد چونکہ عام طورپراہل بدعت اپنی مساجدمیں لکھاکرتے ہیں اورلفظ ''یا''سے اس عقیدے کااظہارمقصودہوتاہے۔کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرح آنحضرت ﷺکی ذاتِ گرامی بھی ہرجگہ موجودہے۔اوریہ عقیدہ غلط محض ہے۔اورباطل ہے۔لہذاان الفاظ کالکھناجائزنہیں ۔اگرکسی کایہ عقیدہ نہ بھی ہو مگرجیسے شرک سے بچناضروری ہے۔شائبہ شرک سے بچنابھی ضروری ہے۔لہذاجوالفاظ موہم شرک ہوں ان سے بھی اجتناب واجب ہے۔خیرالفتاویٰ : ۱۴۲/۱)

(۱۷)مفتیان دارالعلوم اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں
کہ''یامحمد،یارسول اللہ کہناکسی صورت میں جائزنہیں ،اس لیے کہ اگراس کے ساتھ کوئی باطل عقیدہ علمِ غیب ،حاضروناظراستمدادوغیرہ کانہ بھی ہوتب بھی ناجائزہے۔،اوراگرکوئی کفروشرک کااعتقادبھی ہوتوپھرہلاکت درہلاکت ہے۔فتاویٰ حقانیہ : ۱۶۳/۱)

میرے استادمفتی رشیداحمدلدھیانوی لکھتےہیں کہ اولیاء کرام کی ارواح کومتصرف اورغیب دان سمجھناکفرہے ۔مفہوم ۔(احسن الفتاوی ج ۱ ص ۳۶)
میر ے عزیزبھائیو!
قرآن اوراہل قرآن اورعلماء دیوبندکی تحریرات سے بات ان شاء اللہ العزیز۔آپ کے دل ودماغ میں اترچکی ہوگی ۔کہ اللہ کے علاوہ کسی کوپکارنامثلاًیارسول اللہ یاعلی یامحمدیاپیران پیریافلاں یہ سب شرک اورکفراورگمراہی ہے۔جوکہ ایک

مسلمان کے لئے قطعاًجائزنہیں ۔ہاں نوشہرہ صالح خانہ میں ایک نیامجتہدپیداہواہے جوکسی دینی اسلامی جامعہ سے فارغ التحصیل بھی نہیں وہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں

کہ''غیرمادی اسباب کے ذریعہ کسی نبی یاولی سے دعاکرنا مددمانگنا......روایات اوراشارات قرآن سے ثابت ہے۔تقلیدشریعت کی نظرمیں :

۵۶)افسوس صدافسوس کہ ایسی کتاب کے بارے میں بھی تقریظ کرنے والالکھتاہے کہ بارگاہ اِلٰہی میں دست بدعاہوں کہ وہ اپنے خصوصی فضل وکرم سے مولانا..........کے علمی تحقیق کاوش کومقبولیت عامہ وخاصہ سے نوازے اورفرزندان اسلام کواس سے استفادہ کی توفیق عطافرماوے۔کیایہ علمی تحقیق ہے ؟مگریہ ایسازمانہ ہے کہ اگرکوئی خدائی کادعوی کرے توعصرتک اس کوکئی سجدہ کرنے والے مل جائیں گے ۔توتقریظ والابھی ماشاءاللہ

آگے تقریظ والابڑے وثوق سے لکھتاہے کہ یہ اہم مسائل کاگنجینہ ہے

کیایہ واقعی اہم مسائل کاگنجینہ ہے؟ یاخرفات کامجموعہ ہے؟ فیصلہ آپ اپنے دل پرہاتھ رکھ کرکیجئے!

جس کانمونہ آپ نے دوہی سطورمیں ملاحظہ فرمالیاباقی کاحال اسی پرقیاس کریں یہ ہے آجکل کے بزرگی!

حقیقت ہرنقابِ زندگی سے رونماہوگی ؛ نظرکی قوتوں کوامتیازِحق وباطل دے

کیسے بیاں کروں یہ حکایت ہے دراز

آخرمیں تمام مسلمانوں کے علمی درسگاہ مکہ مکرمہ کافتوی ملاحظہ ہو ۔ترجمہ ۔جوشخص یامحمد ،یاعلی ،یاجیلانی کھکران کوپکارتاہے اوران سے فریادکر کے ان کی مددچاہتے ہیں توایسے لوگ سورۃ نمل ایت ۶۲ کے روسے اوراحقاف ۵ کی روسے مشرک اورخارج ازا سلام ہیں۔مجموعۃفتاوی ورسائل ج ۲ ص ۱۶۳۔فتاوی علماء بلدالحرام ص ۷۵۔

(سَمَاع الموتیٰ (مردوں کےسننے کابیان)

کیامردے دنیاوالوں کی باتیں سنتے ہیں یانہیں ؟ یہ مسئلہ نفیاًیااثباتاًچنداں اہمیت کاحامل نہیں ۔لیکن باطل پرستوں نے اس مسئلہ کومُردوں سے مانگنے اوردوسری شرکیات کاذریعہ بنایاہے۔چونکہ اہل باطل سادہ لوح مسلمانوں کوکہتے ہیں ۔کہ بھائی مردے سنتے ہیں اوردیکھتے ہیں اورسلام کاجواب دیتے ہیں ۔اوریہ اللہ تعالیٰ کے دوست اورپہنچے ہوئے لوگ ہیں ۔لہٰذاساری باتیں اللہ سے ان اہل قبورکے واسطے

باب نہم

مانگاکریں ۔قبوریین نے اس مسئلہ کوعوام کوگمراہ کرنے کاذریعہ بنایاہے۔اس لئے شرکیات کی ردکی طرح اس کاردبھی فرض اورضروری ہے۔ تاکہ شرک کایہ دروازہ بھی بندہوجائے۔

اس مسئلہ کی وضاحت سے پہلے بطورمقدمہ کے ایک قاعدہ ذکرکرتے ہیں ۔کہ یہ مسئلہ کہ مردے سنتے ہیں یانہیں ۔ یہ عقائدمیں سے ہوگایافروعات میں سے ۔یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ اگرمسئلہ عقائدکاہوتودلائل یقینیہ درکارہونگے۔ جوکہ قرآن کی عبارۃ النص یاخبرمتواترہیں ۔خبرواحدوغیرہ سے عقیدہ قطعاًثابت نہ ہوگا۔اگرمسئلہ فروعی ہوتومقلدین کے لئے اپنے مسلک اورامام کاقول پیش کرناضروری ہوگا۔چونکہ اس مسئلہ کوہوادینے والے اورشرکیات کاذریعہ بنانے والے صوبہ سرحدیاپاکستان میں صرف اورصرف امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے دعویدارہیں۔اس لئے ان کواگردعوی ہے۔ تواپنے امام اورمسلک کاحوالہ پیش کریں ۔اورہم ان کی تردیدمیں اپنے ہی مسلک کے حوالہ جات پیش کریں گے۔فریق مخالف کی طرح اپنے عوام کوگمراہ کرنے کے لئے دھوکہ کبھی نہیں کریں گے۔کہ بھائی شرحِ صدورمیں لکھاہے۔کیونکہ وہ شافعی المسلک ہے۔ہاں اپنے مسلک کی تائیدمیں کسی کاحوالہ نقل کیاجاسکتاہے۔

ہم پوری بحث میں قرآن وحدیث اورفقہ حنفی کے مستندحوالے نقل کریں گے۔ہمارادعویٰ ہے۔کہ مردے زندوں کی باتیں نہیں سنتے اورنہ ان کوکوئی سناسکتے ہیں ۔اس دعویٰ پرہم پورےدس ابحاث ذکرکریں گے۔ان شاء اللہ العزیز۔

(۱)قرآن کریم کے چندارشادات(۲) مفسرین امت کی تصریحات (۳)چنداحادیث مبارکہ (۴) محدثین عظام کی تشریحات(۵)فقہائے احناف کی تصریحات(۶)امام ابوحنیفہؒ کاذاتی مسلک اورفتویٰ(۷)احناف کے علاوہ دیگر فقہاء کرام کے فتوے(۸)فریق مخالف کے شبہات اوران کے دندان شکن جوابات(۹)عدم سماع الموتی پراجماع صحابہؓ (۱۰)علماء دیوبندکی تصریحات اب آگے مذکورہ امورکی تفصیل ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱) سَمَاعِ موتیٰ قرآن کریم کی روشنی میں)

(ا)اللہ تعالیٰ کاارشادہے۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاء اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ : (النمل : (۸۰)		**بیشک آپ نہ مردوں کوسناسکتے ہیں اورنہ بہروں کواپنی پکارسناسکتے ہیں ،جبکہ وہ پیٹھ پھیرے روگردان جارہے ہوں(سورئہ نمل : ۸۰)**

باب نہم

(۲)اللہ تعالیٰ کاارشادہے

فَإِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاء إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ : (الروم : ۵۲)	بیشک آپ مردونکو نہیں سناسکتے اورنہ بہروں کو(اپنی)آوازسناسکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیرکرمڑگئے ہوں ۔ (سورئہ روم : ۵۲)

(۳)اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَمَا يَسْتَوِىْ الْأَحْيَاء وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُور : (فاطر : ۲۲)	اورزندے اورمردے برابرنہیں ہوسکتے ،اللہ تعالیٰ جسکوچاہتاہے سنادیتاہے،اورآپ ان لوگوں کونہیں سناسکتے جوقبروں میں ہیں ۔ (سورئہ فاطر : ۲۲)

(۴)اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُونَ مِن دُونِہٖ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيْرٍ (۱۳) إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاء كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَااسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَۃِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (فاطر : ۱۴)	اورجنہیں تم اس کے سواپکاررہے ہووہ توکھجورکی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں (۱۳)اگرتم انہیں پکاروتووہ تمہای پکارسنتے ہی نہیں اوراگر(بالفرض)سن بھی لیں توفریادرسی نہیں کریں گے۔بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک (پکار)کاصاف انکارکرجائیں گے۔آپ کوکوئی بھی حق تعالیٰ جیساخبردارخبرنہ دیں گے۔ (فاطر : : ۱۴)

(۵)اللہ تعالیٰ کاارشادہے

إِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَى يَبْعَثُہُمُ اللّهُ ثُمَّ إِلَيْہِ يُرْجَعُونَ : (الانعام : ۳۶)	یقیناًوہی لوگ قبول کرتے ہیں جوسنتے ہیں ۔اورمردونکواللہ زندہ کرکے اٹھائے گا۔پھرسب اللہ ہی کی طرف لائے جائیں گے۔سورئہ انعام : ۳۶)

ہم یہ تفصیل صرف سادہ لوح ،خداپرست اورحق پرست عوام مسلمانوں کے لئے پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کوکسی نے ورغلایاہے۔غلطی ساری باطل مولویوں کی ہے۔عوام حقیقت میں مخلص اورخداپرست ہوتے ہیں ۔جب وہ ان صریح نصوص کوپڑھیں گے توان شاء اللہ العزیزآئندہ کبھی یہ غلطی نہیں کرینگے۔قرآن کریم میں

باب نهم

مردوں کے نہ سننے کے بارے میں تقریباًبارہ اٰیات ہیں۔الفوائدالنظر : ۱۰۰)
مگرہم نے اختصارکی غرض سے یہاں صرف پانچ آیتیں ذکرکی ہیں اس لئے کہ یہ اس موضوع پراورمدلول پرانتہائی صریح ہیں
ورنہ اس موضوع پرآپ کوقرآن کریم میں بہت سی آیتیں ملیں گی ۔مذکورہ آیتوں کوباربارغورسے پڑھ لیجئے!
ان شاء ا اللہ العزیزباقی آیتیں تلاش وجستجوسے خودنکال لیں گے ۔ کسی نے خوب کہاہے

بِقَدْرِ اْلکدِّ تُکْتَسَبُ اْلَمعَالِیْ　　　مَنْ طَلَبَ اْلعُلٰی سَھرَ الَّیَالِیْ
سمجھ میں مسئلہ توحیدآتوسکتاہے　　　ترے دماغ میں بت خانہ ہوتوکیاکہیے

(۲)سماع الموتی مفسرین کرام ؒکے تصریحات کی روشنی میں)

اب مذکورہ آیات کی تشریح میں مفسرین حضرات کے حوالے نقل کرتے ہیں ۔تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکیں کہ تفسیربالرأے ہیں
(۱)علامہ سیدآلوسی الحنفیؒ ابن الہام ؒسے نقل کرکے لکھتے ہیں ۔

اکثر مشائخنا علی ان المیت لایسمع استدلالا بقوله تعالی انك لاتسمع الموتیٰ وبقوله تعالیٰ ومانت بمسمع من فی القبور ولذا لم یقولوا بتلقین القبر : (روح المعانی : ۵۵/۲۱)		ہمارے احناف کے اکثرمشائخ اس بات پرمتفق ہیں کہ مردے نہیں سنتے دلیل اللہ تعالیٰ کے اس قول سے پکڑتے ہیں۔کہ تومردوں کونہیں سناسکتا۔اوراس قول سے کہ تو قبروالوں کونہیں سناسکتا۔اوریہی وجہ ہے۔کہ فقہاء احناف نے تلقین قبرکاقول نہیں کیاہے۔ (روح المعانی : ۵۵/۲۱)

(۲)علامہ نظام الدین النیشاپوری ؒکہتے ہیں

الموتی الذین لایسمعون ...... الکفرة یبعثهم اللہ ثم الیه یرجعون فحینئذٍ یسمعون واما قبل ذالك فلاسبیل الی اسماعهم : (غرائب القرآن : ۷۲/۳)		مُردے وہ ہیں جونہیں سنتے ....اورکافروں کواللہ دوبارہ اٹھاکراپنی طرف واپس کریں گے۔تواس وقت سنیں گے۔ دوبارہ مبعوث ہونے سے پہلے (مُردوں کوقبرمیں)سنانے کاکوئی راستہ نہیں ۔ (غرائب القرآن : ۷۲/۳)

(۳)علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمدالنسفی ؒالمتوفی ۷۱۰ھ سورئہ انعام :

باب نهم

۳۶کے تحت لکھتے ہیں

ان حرصه ﷺ علی هدایتهم لاینفع لعدم سماعهم کاالموتیٰ : (التفسیرالنسفی : ۱۰۱/۲)	کہ آپﷺ ان کی ہدایت پرحریص ہونے کے باوجودکوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔اس لئے کہ وہ مردوں کی طرح سنتے نہیں ۔ (التفسیرالنسفی : ۱۰۱/۲)

(۴)علامہ ابن جریرؒالمتوفی ۳۱۰ھ تحریرفرماتے ہیں

فجعلهم تعالیٰ ذکره فی عداد الموتی الذین لایسمعون صوتاً ولایعقلون دعاءً ولایفقهون قولاً. (تفسیرابن جریر : ۱۱۸/۷)	کہ اللہ تعالی نے ان کفارکومردوں میں شمارکیاجونہ آوازکوسنتے ہیں اورنہ ہی آوازکوسمجھتے ہیں اورنہ ہی کوئی بات سمجھتے ہیں۔ (تفسیرابن جریر : ۱۱۸/۷)

(۵)علامہ قاضی ناصرالدین البیضاویؒ المتوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں

هؤلاء کاالموتی لایسمعون : (تفسیربیضاوی : ۲۵۹/۱)	کہ یہ (کفار)لوگ مردوں کی طرح ہیں جونہیں سنتے۔ (تفسیربیضاوی : ۲۵۹/۱)

(۶)علامہ ابوالطیب صدیق حسن البخاریؒ لکھتے ہیں

هؤلاء لیسوا کذالك بل هم بمنزلة الموتی لایسمعون ولایعقلون شبههم ای الکفار بالاموات لجامع انهم جمیعاً لایفقهون . (فتح البیان : ۱۵۷/۳)	کہ یہ لوگ ایسے نہیں بلکہ وہ مردوں کی طرح جونہ سنتے اورنہ ہی سمجھتے ہیں اللہ تعالی نے کفارکی تشبیہ مردوں سے اس لئے دی کہ یہ سب بات نہیں سمجھتے ہیں۔ (فتح البیان : ۱۵۷/۳)

(۷)علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمودبن عمرالزمخشریؒ المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں

ان الذین تحرص علی ان یصدقوك بمنزلة الموتیٰ الذین لایسمعون وانما یستجیب من یسمع کقولهه تعالیٰ انك لاتسمع الموتیٰ : (تفسیرکشاف : ۵۰۳/۱)	کہ بے شک وہ لوگ جنکے بارے میں آپﷺحریص ہے کہ وہ آپ کی تصدیق کرے۔وہ تومردوں کی مانندہیں جونہیں سنتے اوربات تووہ قبول کرے گا جوسنتاہو۔جیساکہ اللہ کاارشادہے کہ آپ مردوں کونہیں سناسکتے۔

		(تفسیرکشاف : ۵۰۳/۱)

(۸)علامہ نظام الدین الحسن بن محمدالنشاپوریؒ لکھتے ہیں

الذین تحرص علی حصول ایمانهم بمنزلة الموتی الذین لایسمعون کقوله تعالی ٰانك لاتسمع الموتیٰ : (تفسیرنشاپوری : ۷۲/۳)		کہ وہ لوگ جن کے ایمان لانے کے آپﷺ حریص ہیں وہ تومردوں کی مانندہیں جونہیں سنتے۔ جیساکہ اللہ کاارشادہے کہ آپ مردوں کونہیں سناسکتے۔ (تفسیرنشاپوری : ۷۲/۳)

(۹)علامہ طحطاویؒ لکھتے ہیں

اما هؤلاء فکالموتی فکیف یسمعون ای الکفار الذین لایسمعون هم کالموتی فی انهم لایسمعون : (الجواهر : ۲۸/۴)		بہرحال یہ لوگ مردوں کی طرح ہیں تویہ کیسے سنیں گے۔یعنی وہ کفارجونہیں سنتے ان مردوں کی مانندہیں جونہیں سن سکتے۔ (الجواہر : ۲۸/۴)

(۱۰)علامہ علی بن محمدؒالمتوفی ۷۲۵ھ؁ سورئہ نمل ایت نمبر : ۸۰ کے تحت لکھتے ہیں

انهم لفرط اعراضهم ممایدعون الیه کالمیت الذی لاسبیل الی سماعه وکالاصم الذی لایسمع ولایفهم : (الخازن : ۳۹۲/۳)		کہ یہ لوگ شدت اعراض کی وجہ سے اس بات سے جس کی طرف ان کوبلایاجاتاہے اس مردے کی طرح ہے جس کاسننے کاکوئی راستہ نہیں اوراس بہرے کی مانندہے جونہ سنتاہے اورنہ سمجھتاہے۔ (الخازن : ۳۹۲/۳)

(۱۱)علامہ ابوعبداللہ محمدبن احمدالقرطبیؒ المتوفی ۶۷۱ھ؁ سورئہ فاطر : ۲۲کے تحت لکھتے ہیں

کمالاتسمع من مات کذالك لاتسمع من مات قلبه : تفسیرقرطبی :		کہ جس طرح وہ نہیں سنتاجومرگیاہواسی طرح وہ بھی نہیں سنتاجس کادل مراہے۔تفسیرقرطبی :

(۱۲)علامہ صدیق حسن البخاریؒ لکھتے ہیں

وما انت بمسمع من فی القبور یعنی ان الکفار الذین امات الکفرُ قلوبَهم ای کما لایسمع من مات کذالك لایسمع		کہ آپ ان کونہیں سناسکتے جوقبروں میں ہیں یعنی وہ کافرجن کے دلوں کوکفرنے مارڈالاہے جیساکہ مردہ نہیں سنتااس

باب نهم

من مات قلبه . (فتح البیان : ۳۶۰/۷)	طرح وہ بھی نہیں سنتاجن کادل مردہ ہے۔ (فتح البیان : ۳۶۰/۷)

(۱۳)ام المؤمنین والمؤمنات عائشہ صدیقہؓ نے انک لاتسمع الموتیٰ سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال فرمایااورقصہ یوں تھاکہ جب بدرکے میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے کفارابوجھل ،عتبہ،شیبہ وغیرہ قتل ہوئے۔تونبی اکرمﷺنے صحابہ کرامؓسے فرمایاکہ سب مردوں کوفلاں گھڑے میں پھینک ڈالو۔چنانچہ سارے مردے اس گھڑے میں ڈالے گئے ۔توتین دن کے بعدرسول اللہﷺواپس جارہے تھے۔تومردوں کے گھڑے کے اوپرکھڑے ہوئے فرمایاکہ ہمارے ساتھ جووعدے ہوئے تھے۔ہم نے صحیح پالیاکیاتم نے اللہ کےوعدئے عذاب کو صحیح پالیایانہیں ؟ توحضرت عمرفاروقؓ نے تعجب کے ساتھ پوچھاکہ یارسول اللہ کیاتم مردوں سے باتیں کرتے ہویعنی ان اجسادسے کلام فرمارہے ہوکہ جن میں روح نہیں ہے۔؟حضرت عمرؓ کوتعجب اس لئے ہورہاتھاکہ ان کوپتہ تھاکہ مردے نہیں سنتے ورنہ تعجب کاکیامعنیٰ؟
تورسول اللہ ﷺنے فرمایا

ما انتم باسمع لما اقول منهم	کہ تم ان مردوں سے میری بات کواچھی طرح نہیں سنتے

توکسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے فرمایاکہ باہرابن عمرؓیوں کہہ رہے تھے۔کہ آج رسول اللہﷺنے فرمایاکہ تم میرے کہنے کومردوں سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔توعائشہ صدیقہؓ چونکہ ابن عمرؓ کی معلمہ استانی تھی۔اوراکثرصحابہؓ ان کے شاگردتھے۔
عائشہؓ نے ابن عمرؓ پرردفرمایاکہ اللہ ابن عمرؓ پررحم کرے۔(وہ سمجھے نہیں)آپ نے سننے کے بارے نہیں بلکہ سمجھنے کے بارے میں فرمایا

انماقال انهم الآن لیعلمون انماکنت اقول لهم حق : (بخاری : ۱۸۳/۱، ایضاً ۵۶۷/۲)	کہ آپﷺنے فرمایاکہ وہ اب میری بات سمجھتے ہیں کہ جوکچھ میں ان سے کہہ رہاہوں حق ہے۔ (بخاری : ۱۸۳/۱،ایضاً۵۶۷/۲)

انماکامقصدیہ ہے۔کہ ماقبل پرردہورہاہے۔کہ بات وہ نہیں بلکہ یہ ہے۔کہ رسول اللہﷺنے یہ فرمایاکہ یہ کافرابھی عذاب قبرکواللہ کی طرف سے سمجھ رہے ہیں۔یہ مطلب ہرگزنہیں کہ یہ لوگ زندوں کی طرف سے باتیں سمجھ رہے ہیں ۔توحضرت عائشہ صدیقہؓ نے ابن عمرؓپرردفرمایاکہ نبی اکرمﷺقرآن کے خلاف نہیں بول سکتے

باب نہم

ثم قرأت انك لاتسمع الموتیٰ ،ومانت بمسمع من فی القبور . (بخاری : ۱۸۳/۱،ایضاً ۵۶۷/۲)		پھرعائشہ صدیقہؓ نے (یہ آیتیں تلاوت)فرمائی کہ آپ مردوں کونہیں سناسکتے ۔اورجولوگ قبروں میں پڑے ہیں ان کونہیں سناسکتے۔ (بخاری : ۱۸۳/۱،ایضاً۵۶۷/۲)

چونکہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ یہ سمجھ رہی تھی۔کہ اگرکوئی کہے کہ مردے سنتے ہیں تویہ قرآن کےخلاف لازم آتاہے۔اس لئے توفرمایاکہ یہ کیسے ہوسکتاہے کہ قرآن کریم یوں کہتاہے ۔اوررسول اللہﷺاس کے خلاف ارشادفرماتےہیں۔آپ حضرات بھی اپنے گریبان میں جھانکرغورکیجئے کہ کیایہ مولوی حضرت عائشہ صدیقہ ؓسے بھی بہترسمجھنے والے ہیں؟ جویہ کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔

(۱۴)علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفیؒ تفسیربیضاوی کے حاشیہ پرلکھتے ہیں

اکثر مشائخنا علی ان المیت لایسمع استدلالاً بھذہ الایة ونحوھا : (تفسیربیضاوی : ۱۲۸/۷)		کہ ہمارے اکثرائمہ کرامؒ اس بات کے قائل ہیں کہ مردہ نہیں سنتا،اس ایت اوراس جیسی اور آیات سے استدلال کرتے ہیں ۔ (تفسیربیضاوی : ۱۲۸/۷)

نیزملاحظہ فرمالیجئے! (۱۵)تفسیرمواہب الرحمن : ۶۰/۲۱)یہ چندحوالے بطورمشت نمونہ خرواریپش کردیاورنہ اکثرتفاسیرنے یہی لکھاہے

(۳)سماع الموتیٰ حدیث رسولﷺکی روشنی میں)

(۱) حدیث حضرت محمدبن باقرؓ سے روایت ہے

نھی رسول اللہ ﷺ ان یسب قتلیٰ بدر من المشرکین قال لاتسبوا ھؤلاء فانه لایخلص الیھم شیئی مماتقولون وتؤذون الاحیاء : ھذاحدیث مرسل صحیح الاسناد . عمدة القاری شرح صحیح البخاری : ۲۵۵/۴)		کہ آپﷺنے منع فرمایاکہ بدرکے مشرک مقتولین کوگالیاں مت دواس لئے کہ اس سے ان کوکوئی ضررنہیں پہنچتاکیونکہ تمہاری بات ان تک نہیں پہنچتی بلکہ اس سے تم زندوں کوتکلیف پہنچاتے ہو۔ یہ صحیح سندوالی مرسل حدیث ہے۔ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری : ۲۵۵/۴)

(۲)حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے

ان رسول اللہ ﷺ قال نَسْمة المؤمن		کہ رسول اللہﷺنے فرمایامومن کی روح

طير يعْلَق فى شجر الجنة حتى يرجعه الله الى جسده يوم يبعثه. (موطاامامالك : ٨٤،ابن كثير : ٣٦٢/٢)		ایک پرندہ کی شکل بن کرجنت کے درخت سے لٹکتی رہتی ہے۔یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ ،پھراس کولوٹادے گااس کے بدن کی طرف جس دن اس کواٹھائے گا۔ (موطا امام مالک : ٨٤،ابن کثیر : ٣٦٢/٢)

مذکورہ روایات میں سے پہلی روایت سے معلوم ہوتاہے کہ مردہ دنیاوالوں کی بری اوربھلی باتیں نہیں سنتا۔اوردوسری روایت سے معلوم ہوتاہے کہ مردہ کی روح علیین یاسجین میں قیام پذیرہوتی ہے۔اس عرفی گڑھے میں نہیں ہوتی ۔یہ ایک ایسی بات ہے جس کوبریلویوں کے امام پیرمہرعلی شاہ گولڑوی شریف بھی اعتراف کرتے ہیں۔چنانچہ وہ اپنی فتاویٰ میں لکھتے ہیں

کہ’’مومنین کی روح افلاک سبعہ کے اوپرمقامِ علیین میں اورکفارکی روح اسفل السافلین میں قیام پذیرہوتی ہے۔صرف جواب دہی کے لئے بدن عنصری کے ساتھ تعلق دیاجاتاہے۔جس کااثردگرگونہ حیات ہے نہ یہ حیات دنیوی ،جواب دینے کے بعدیہ تعلق بھی نہیں رہتاہے۔فتاویٰ مہریہ : ٩٦/١)طبع اول ١٩٦٢ ءسنہ)

حضرات گرامی!

اختصارکے پیش نظرمیں صرف دوہی حدیثیں لکھ دی ورنہ عدم سماع الاموات پرکل بارہ احادیث شاہدہیں ۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں۔ الفوائدالنضرة : ١٠٠تا١١٧)

(۴)سماع الموتیٰ حضرات ِمحدثین ؒکی تحریرات کی روشنی میں)

(١)علامہ شمس الدین محمدبن یوسف بن علی الکرمانیؒالمتوفی ٧٧٥ھسنہلکھتے ہیں

وكان حديث ما انتم باسمع منهم لم يثبت عندها ومذهبها ان اهل القبور يعلمون ماسمعوا قبل الموت ولايسمعون بعدالموت. (الكرمانى : ١٥٨/١٦)		کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں وہ حدیث (جس میں ہے کہ تم میری بات ان سے زیادہ بہترنہیں سنتے)ثابت نہیں ہے۔اورام المومنینؓ کامسلک یہ ہے کہ قبروں والے ان باتوں کوجانتے ہیں جوانہوں نے موت سے پہلے سنی ہے اورموت کے بعدوہ نہیں سنتے ۔ (الکرمانی : ١٥٨/١٦)

باب نہم

(۲)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

وقد اختلف اهل التأويل فى المراد بالموتى فى قوله تعالىٰ انك لاتسمع الموتي وكذالك بمن فى القبور فحملته عائشة على الحقيقة وجعلته اصلاً احتاجت معه الى تأويل قوله ﷺ ما انتم باسمع لما اقول منهم وهذا قول الاكثر : فتح البارى : ۲۴۳/۷)	کہ اہل التاویل نے اللہ تعالیٰ کایہ ارشادانک لاتسمع الموتی اورومانانت بمسمع من فی القبورمیں اختلاف کیاہے۔حضرت عائشہؓ نے آیت کواپنی حقیقت پررکھ کرکہ مردے نہیں سنتے حدیث میں تاویل کی ہے۔یہی قول اکثرعلماء اہل تاویل کاہے۔ (فتح الباری : ۲۴۳/۷)

(۳)علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفیؒ لکھتے ہیں

اكثر مشائخناعلى ان الميت لايسمع استدلالاً بهذه الاية ونحوها . (حاشية الخفاجى على البيضاوى : ۱۲۸/۷)	کہ اکثرمشائخ احناف کامذہب ہے کہ مردے نہیں سنتے اس آیت اوراس جیسی اورآیات سے استدلال کیاہے ۔ (حاشۃ الخفاجی علی البیضاوی : ۱۲۸/۷)

(۴)علامہ الشیخ رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ الحنفیؒ المتوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں

علم ان الاموات لايسمعون فالظاهر انكار السماع وهو الاصح عندنا : (كوكب الدرى : ۱۹۸/۲)	معلوم ہواکہ مردے نہیں سنتے۔پس ظاہرعدم سماع ہے اوریہی ہمارے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ (کوکب الدی : ۱۹۸/۲)

(۵)علامہ المحدث شاہ محمداسحاق دہلویؒ المتوفی۱۲۶۲ھ لکھتے ہیں

بانه يعلم من كتاب شرح الوافى وفتح القدير والمستخلص والكنز والعينى والكفاية بان سماع الاموات ليس بثابت عند اكثر الحنفية : (مأة مسائل : ۴۵)	کہ شرح الوافی ،فتح القدیر،مستخلص،کنز،عینی،کفایہ سے معلوم ہوتاہے کہ اکثرحنفیہ کے نزدیک مردوں کاسنناثابت نہیں ہے۔ (مأۃ مسائل : ۴۵)

(۶)علامہ بشیرالدین القنوجی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وباالجملة ان عدم سماع الاموات ثابت من الكتاب والسنة واجماع الامة :	کہ حاصل یہ ہے کہ مردوں کانہ سنناللہ کی کتاب اورسنت رسول ﷺاوراجماع امت سے ثابت ہے۔

باب نہم

(تفہیم المسائل : ۸۱/الیٰ ۸۸)		(تفہیم المسائل : ۸۱تا۸۸)

(۷)علامہ شبیراحمدعثمانی الحنفی ثم الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

وقال شیخنا (محمودحسن) ان غرض عائشة لیس الانکارعن لفظ السماع بل المقصود انکار حمله علی ظاهر معناه والتنبیه علی انه علیه السلام انما أثبت لهم العلم دون السماع بالاذن سواء تلفظ بالعلم اوبالسماع فلوثبت لفظ السماع فهوایضاًمحمول علی العلم . (فتح الملهم شرح صحیح المسلم : ۲۷۸/۲)		کہ ہمارے شیخ محمودحسن نے فرمایاکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کامقصدلفظ سماع سے انکارنہیں بلکہ مقصودیہ ہے کہ یہ لفظ اپنے ظاہرپرمحمول نہیں ۔اوراس بات پرتنبیہ ہے۔کہ آپﷺنے مردوں کے لئے جاننا ثابت کیانہ کہ کانوں سے سننا۔چاہئے علم کالفظ استعمال ہویاسماع کااوراگرسماع کالفظ ثابت بھی ہو۔توتب بھی اس کوعلم پرمحمول کیاجائے گا۔ (فتح الملہم شرح صحیح المسلم : ۲۷۸/۲)

(۸)علامہ سعدالدین التفتازانیؒ لکھتے ہیں

قال تعالیٰ وماانت بمسمع من فی القبور فتمثل حال لکفرة بالموتی ولانزاع فی ان المیت لایسمع . (شرح مقاصد : ۱۲۳/۱)		کہ ایت ومانت بمسمع من فی القبورمیں کافروں کومردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔اوراس میں توجھگڑاہی نہیں کہ میت نہیں سنتی ۔شرح مقاصد : ۱۲۳/۱)

(۹)علامہ ابن الہمامؒ نے سورہ نمل : ۸۰،اورفاطر : ۲۲کے بارے میں لکھتے ہیں

فانهما یفیدان تحقیق عدم سماعهم فانه تعالیٰ شبه الکفار بالموتی لافادة تعذرسماعهم وهو فرع عدم سماع الموتیٰ. (فتح القدیر : ۱۰۴/۲)		کہ یہ دونوں آیتیں مردوں کی عدم سماع پردلالت کرتی ہیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کومردوں سے تشبیہ اس لئے دی ہے۔کہ ان میں سننے کی صلاحیت نہیں اوروہ فرع ہے عدم سماع موتی کا۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲)

(۱۰)محدث کبیرفقیہ العصرالشیخ رشیداحمدصاحب گنگوہی ثم الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

واستدل المنکرون ومنهم عائشة وابن عباسؓ ومنهم الامامؒ بقوله تعالیٰ انك		کہ مردوں کے سننے سے منکرین جوکہ عائشہؓ اورابن عباسؓ اورامام اعظمؒ ہیں نے

باب نہم

لاتسمع الموتی فانه شبه الکفار بالاموات فی عدم السماع علم ان الاموات لایسمعون والا لم یصح التشبیه . (کوکب الدری : ۱۹۷/۲)		اس ایت سے استدلال کیاہے۔کہ تو مردوں کونہیں سناسکتا۔کیونکہ جب کفارکومردوں کے مشابہہ ٹھرایاگیانہ سننے میں توپتہ چلاکہ مردے نہیں سنتے ورنہ تشبیہ صحیح نہ ہوگا۔ (کوکب الدری : ۱۹۷/۲)

(۵)سماع موتیٰ کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کااپنامسلک اورفتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیجئے!

باطل پرست مولوی خداپرست عوام کودھوکہ دینے کے لئے کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ امام صاحب کامسلک اس مسئلہ میں توقف کاہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کاذاتی مسلک مردوں کانہ سنناہے۔یعنی عدم سماع موتیٰ کاہے،

(۱)شیخ التفسیراستادالعلماء حضرت مولاناحسین علی صاحب الحنفی ثم الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

وفی الغرائب فی تحقیق المذهب رأی الامام ابوحنیفة من یأتی القبور فیسلّم ویخاطب ویتکلم ویقول یااهل القبور هل لکم من خبر وهل عندکم من اثر الی ان اتیتکم ونادیتکم منذ شهور، لیس سؤالی منکم الا لدعاء فهل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفةؒ یقول مخاطباً لهم فقال هل اجابوا لك؟ قال لافقال له سحقالك وتربت یداك ،کیف تکلم اجساداً لایستطیعون جواباً ولایملکون شیئیاً ولایسمعون صوتاً ومآانت بمسمع من فی القبور. تحریرات حدیث : ۲۰۷/۲، الاقوال المرضیة : ۶۰)		کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کودیکھاکہ قبرستان جاکراہل قبورسےکہتاتھاکہ کچھ تمہیں میرے حال کی خبرہے۔میں کئی مہینوں سے تمہاری قبورپرآکرسوال کرتاہوں محض یہ کہ تم میرے لئے خداسے دعامانگوکیاتم کوکچھ خبرہے یابےخبرہو؟توحضرت امام ابوحنیفہؒ نے سنااورفرمایاکہ کیاتمہیں کوئی جواب ملا؟تواس نے کہانہیں۔امام نے فرمایاکہ لعنت ہے تجھ پرتوان سے کلام کرتاہے جونہ جواب دے سکتے ہیں نہ کلام کرسکتے ہیں نہ کسی کی آوازکوسن سکتے ہیں۔پھریہ ایت پڑھی۔ ومآانت بمسمع من فی القبور. بحوالہ فتاویٰ الغرائب فی تحقیق الذاہب (تحریرات حدیث : ۲۰۷/۲،الاقوال المرضیۃ : ۶۰)

باب نهم

(۲)علامہ فقیہ العصرمفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ نے امام ابوحنیفہ کامسلک یوبیان فرمایاہے

واستدل المنکرون ومنهم عائشةؓ وابن عباسؓ ومنهم الامامؒ بقوله تعالیٰ انك لاتسمع الموتی فانه شبه الکفار بالاموات فی عدم السماع علم ان الاموات لایسمعون والا لم یصح التشبیه . (کوکب الدری : ۱۹۷/۲)	کہ مردوں کے سننے سے منکرین جوکہ عائشہؓ اورابن عباسؓ اورامام اعظمؒ ہیں نے اس ایت سے استدلال کیاہے۔کہ تو مردوں کونہیں سناسکتا۔کیونکہ جب کفارکومردوں کے مشابہہ ٹھرایاگیانہ سننے میں توپتہ چلاکہ مردے نہیں سنتے ورنہ تشبیہ صحیح نہ ہوگا۔ (کوکب الدری : ۱۹۷/۲)

(۳)حضرت اقدس مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں

کہ''بعض صحابہؓ اوربعض ائمہ مجتہدین کامذہب بھی یہی ہے۔(کہ مردے نہیں سنتے)امام ابوحنیفہؒ کامذہب بھی یہی مفہوم ہوتاہے۔ (فتاویٰ محمودیہ : ۱۲۳/۱)

(۴)مفتی صاحب موصوفؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں

کہ''بعض حضرات سماع موتیٰ کے قائل نہیں وہ اس آیت شریفہ کواستدلال میں پیش کرتے ہیں ۔چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کامسلک بھی یہی ہے۔اوراس کوامام ابوحنیفہؒ نے بھی اختیارفرمایاہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۲۴۰/۷)

(۵)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ لکھتے ہیں

کہ''سماع الموتیٰ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ثابت نہیں ،۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۰۶/۱)

(۷) امام اعظم ابوحنیفہؒ کامسلک عدم سماع موتیٰ کاہے۔تفسیرمواہب الرحمن : ۷ / ۲۱)

(۸)امام ابوحنیفہؒ کامسلک یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔تفہیم المسائل : ۷۳)

(۹(علامہ نواب قطب الدین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ سماع الاموات میں اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیاہے۔لیکن مذہب امام ابوحنیفہؒ کااورہمارے اکثرمشائخ کاعدم سماع موتی کاہے۔کشف مغالطات : ۱۳۵)

(۱۰)سماع اموات امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ثابت نہیں ۔عزیزالفتاوی : ۱۰۶/۱)

(۶)سماع الموتیٰ فقہا ئے احنافؒ کی نظرمیں)

مردوں کے سننے کاعقیدہ پاکستان میں صرف اورصرف حنفیت کے دعویداروں

باب نہم

کاہے۔درحقیقت یہ لوگ احناف نہیں بلکہ قبوریین ہیں۔اس لئے کہ فقہائے احناف نے تواس مسئلہ کوبہت ہی واضح لکھاہے۔اوروضاحت ہی کی غرض سے اس مسئلہ کو تین عنوانات پرتقسیم کرکے بیان فرمایاہے۔تاکہ کسی کوکوئی شبہ باقی نہ رہے۔اورکوئی گمراہ کرنے والاکسی کوگمراہ نہ کرسکیں۔سبحان اللہ)

اولؔ؛ یمین کے عنوان سے ۔دومؔ؛ تلقین المیت کے عنوان سے ۔سومؔ سلام جنازہ کے عنوان سے۔تفصیل یوں ہے۔ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)پہلاعنوان(یمین)

اس کامطلب یہ ہے کہ اگرکسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا۔تواگرمرنے کے بعداس سے بات کی توفقہاء احناف کے نزدیک یہ شخص حانث نہ ہوگا۔اس لئے کہ مردہ نہیں سنتاتوگویااس سے بات ہوئی نہیں ۔حانث کیسے ہوگا۔حوالے ملاحظہ ہوں

(۱)علامہ محمدحصکفی الحنفیؒ باب الیمین فی الضرب والقتل کے تحت لکھتے ہیں

فلو قال ان ضربتك او كسوتك او كلمتك او دخلت عليك او قبّلتك تقيد كل منها بالحيات . (ردالمحتار : ۸۳۵/۳)		کہ اگرکسی نے کہاکہ اگرمیں نے تجھے مارایاکپڑاپہنایایاتجھ سے بات کی یاتیرے ہاں آیاتویہ سب اسکی زندگی تک محدود ہوگی یعنی اگر یہ کام موت کے بعدکیاتوحانث نہیں ہوگا۔ (ردالمحتار : ۸۳۵/۳)

(۲)علامہ شامیؒ اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے تحریرکرتے ہیں

اماالضرب فانه اسم لفعل مولم يتصل بالبدن والايلام لايتحقق فی الميت ولايرد تعذيب الميت لانه توضع فيه الحيات عند العامة بقدرمايحس بالالم . (شامی : ۸۳۵/۳)		کہ میت کومارنے سے تواس لئے حانث نہ ہوگا کہ ضرب اس دردکوکہاجاتاہے جوبدن کے ساتھ چمٹ جائے۔اوردردمیت میں متحقق نہیں ہوتا۔سویہ نہ کہاجاوے کہ پھرمیت کوعذاب کس طرح ہوگا؟تواس میں ایک گونہ حیات ہوگاجس سے وہ عذاب محسوس کرے گا۔ (شامی : ۸۳۵/۳)

(۳)علامہ محمدبن عابدین الشامیؒ نے مستقل عنوان باندھاہے

مطلب فی سماع الميت الكلامَ واما الكلام فلان المقصود منه الافهام والموت ينافيه. (الشامية :		کہ میت کاکلام سننے کامطلب ۔بات کرنے سے مقصدسمجھناہے اورموت اس کا منافی ہے۔

باب نہم

۸۳۶/۳)		(الشامیۃ : ۸۳۶/۳)

(۴)علامہ سیداحمدالطحاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

اوكلمتك انما تقيد بالحيات لان المقصود من الكلام الافهام والموت ينافيه لان الميت لايسمع . (طحاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)		کہاکہ اگرمیں نے تجھ سے بات کی ۔تو۔۔۔یہ زندگی کے ساتھ مقیدہوگی۔اس لئے کہ مقصودبات سے سمجھناہے اورموت اس کامنافی اس لئے کہ میت نہیں سنتی۔ (طحاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)

(۵)علامہ برھان الدین المرغینانی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وكذا الكلام والدخول لان المقصود من الكلام الافهام والموت ينافيه . (الهداية : ۱۹ ۹/۲،۵۰۴)		اسی طرح کلام اورداخل ہوناہے(یعنی یہ بھی زندگی تک ہوگی۔) اس لئے مقصودکلام سے فہم ہے اورموت افہام کے منافی ہے۔ (الہدایۃ : ۱۹ ۹/۲،۵۰۴)

(۶)علامہ ابن الہمام الحنفیؒ ہدایہ کے مندرج بالاعبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اذاحلف لايكلمه اقتصر على الحياة فلوكلمه بعدموته لايحنث لان المقصود منه الافهام والموت ينافيه لانه لايسمع فلايفهم . (فتح القدير : ۱۹۵/۵)		کہ جب کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کرے گا۔تویہ زندگی تک ہوگی۔اگراسکی موت کے بعدبات کی توحانث نہ ہوگااس لئے کہ مقصوداس سے افہام ہے اورموت اسکے منافی ہے کیونکہ مردہ سنتانہیں پس (اسی وجہ سے) سمجھتابھی نہیں ۔ (فتح القدیر : ۱۹۵/۵)

(۷)علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمدبن محمودالنسفی الحنفیؒ لکھتے ہیں

باب اليمين فی الضرب والقتل ؛ ان ضربتك اوكسوتك اوكلمتك او دخلت عليك تقيد بالحيات . (كنزالدقائق : ۱۷۸/۱)		باب ہے مارنے اورقتل کرنے کی قسم کھانے کے بیان میں۔کہ اگرکسی نے قسم کھاکرکہاکہ اگرمیں نے تجھے مارایاپہنایایابات کی یاتیرے ہاں آیاتویوں ہونگایہ سب زندگی تک ہوگی۔

باب نہم

		(كنزالدقائق : ١٧٨/١)

(٨)علامہ ابن نجیم الحنفی المصریؒ لکھتے ہیں

وكذا الكلام والدخول لان المقصود من الكلام الافهام والموت ينافيه : البحرالرائق : ٣٦٣/٤)		اسی طرح کلام اورداخل ہوناہے(یعنی یہ بھی زندگی تک ہوگی۔)اس لئے مقصودکلام سے فہم ہے اورموت افہام کے منافی ہے۔ (البحرالرائق : ٣٦٣/٤)

(٩)علامہ ابن الہمام دوسری جگہ لکھتے ہیں

لوحلف لايكلمه فكلمه ميتاً لايحنث لانها تنعقد على مابحيث يفهم والميت ليس كذالك لعدم السماع : (فتح القدير : ١٠٤/٢)		کہ اگرقسم کھائی کہ اس سے بات نہ کرے گااورمرنے کے بعدبات کی توحانث نہ ہوگا۔اس لئے کہ حانث توتب ہوگاکہ جب وہ بات سمجھ لیں ۔لیکن میت ایسی نہیں ہے بوجہ نہ سننے کی ۔ (فتح القدیر : ١٠٤/٢)

(١٠)علامہ محمدطاہربن عبدالرشیدالبخاری الحنفی ؒلکھتے ہیں

اذاحلف لايكلمه فلاناً ابداً فكلمه بعد ما مات لايحنث . (خلاصة الفتاوىٰ : ١٤٢/٢)		قسم کھائی کہ فلاں سے کبھی بات نہیں کریگا۔اس کے مرنے کے بعدبات کی توحانث نہ ہوگا۔ (خلاصۃ الفتاوىٰ : ١٤٢/٢

عنوان یمین میں عدم حنث فقہاء نے عدم سماع کوقراردیاہے لہذاعرف کابہانہ بھی ختم ہوا۔ابن الہمام کی عبارت کوذراپھردیکھیں تومسئلہ حل ہوجائے گا۔

(٢)دوسراعنوان تلقین المیت)

علماء احناف ؒمردوں کے عدم سماع کابیان کبھی تلقین میت یعنی مرنے والےکوشہادتین کی یاددہانی کرنا)کی صورت میں کرتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آتاہے رسول اللہ ﷺنے فرمایا

لقنوا موتاكم ؛ لااله الاالله من كان آخر كلامه لااله الا الله عندالموت دخل الجنة يوماًمن الدهر وان اصابه قبل ذالك ما اصابه . (ابن حبان : موارد : ٧١٩)		کہ اپنے مرنے والوں کولاالہ الااللہ کی تلقین کروجس کاآخری کلام موت کے وقت لاالہ الااللہ ہواوہ ایک دن زمانے سے جنت میں داخل ہوگا۔اگرچہ اس کواس سے قبل جوکچھ پہنچناہے وہ پہنچے گا۔

		(ابن حبان : موارد : ۷۱۹)

(فائدہ)

مردے دوقسم پرہیں (۱)مردہ حقیقی یعنی وہ جویقیناًمرجائے اورروح اس سے نکل جائے۔(۲)مردہ مجازی یعنی وہ جوقریب ہومرنے کے ابھی روح نکلنے والی ہو۔فقہائے احناف نے یہ روایت اوراس جیسی دیگرروایات کومجازپرمحمول کیاہے ۔اس لئے کہ یہاں حقیقت متعذرہے۔کیونکہ مردے بات نہیں سنتے توتلقین کاکیافائدہ ہے۔درج ذیل حوالجات ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ برھان الدین المرغینانی الحنفیؒ لکھتے ہیں

ولقن الشهادتين لقولهﷺ لقنوا موتاكم شهادة ان لااله الاالله ''والمراد من الموتى الذى قرب من الموت. (الهداية : ۱۷۸/۱)		قریب المرگ کوشہاتین کی تلقین کی جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺکافرمان ہے اپنے مرنے والوں ''لاالہ الااللہ ''کی تلقین کرو اس حدیث میں موتی سے مرادوہ شخص ہے جوموت کے قریب ہو۔ (الہدایۃ : ۸۸/۱)

(۲)مجتہدفی المذہب علامہ ابن الہمام صاحب مذکورہ بالاعبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وعندى ان مبنى ارتكاب هذ المجاز هنا عند اكثر مشائخنا هو ان الميت لايسمع عندهم : (فتح القدير : ۱۰۴/۲)		کہ میراخیال ہے کہ ہمارے مشائخ نے یہاں مجازی معنی اس لئے لیاہے کہ انکے نزدیک مردے نہیں سنتے ۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲)

(۳)علامہ شامی الحنفیؒ نے باقاعدہ باب قائم کیاہے

مطلب فى تلقين المحتضر الشهادة. (الشامى : ۱۹۰/۲)		مرنے والے کوکلمہ شہادت کی تلقین کامطلب۔ (الشامی : ۱۹۰/۲)

یہ نہیں لکھاکہ مرے ہوئے کوتلقین کامطلب ! کیونکہ مردہ سنتانہیں ۔توتلقین کاکیافائدہ۔

(۴)علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ فرماتے ہیں

واما لقنوا موتاكم لااله الاالله فالمراد عند الموت لاعند دفن الميت . (مرعاة المفاتيح : ۲۳۰/۱)		کہ نبی کریمﷺکے فرمان اپنے مرنے والوں کولاالہ الااللہ کی تلقین کرواس کامطلب موت کے وقت ہے نہ کہ میت دفن کرنے کے وقت۔ (مرعاۃ المفاتیح :

		(۲۳۰/۱)

(۵)فتاویٰ عالمگیری میں تلقین کی صورت بھی بیان کی ہے

وصرة التلقين ان يقال عنده فی حالة النزع قبل الغرغرة جهراً وهو يسمع اشهد ان لااله الاالله واشهد ان محمداً رسول الله ولايقال له قل ---- واما التلقين بعد الموت فلايلقن عندنا فی ظاهر الرواية كذا فی العينی شرح الهداية ومعراج الدراية : (عالمگيرية : ۱۵۷/۱)		تلقین کی صورت یہ ہے کہ حال نزع کے وقت موت کے غرغرے سے پہلے اونچی آوازمیں اس کے پاس کہاجائے جسے وہ سن لے۔اشہدان لاالہ الااللہ واشہدان محمداًرسول اللہ‘‘اوراسے یہ نہ کہاجائے کہ کلمہ پڑھ۔اورجوتلقین موت کے بعدہوتی ہے وہ ہمارے نزدیک نہ کی جائے ظاہرروایت کی روسے۔جیساکہ عینی شرح الہدایۃ اورمعراج الدرایہ میں ہے۔ (عالمگیری : ۱۵۷/۱)

(۶) العنایہ فی شرح الہدایہ میں لکھاہے

والمراد الذی قرب من الموت دفع لوهم من يتوهم ان المرادبه قراءة التلقين علی القبر كما ذهب اليه بعض. (العناية علی هامش فتح القدير : ۶۸/۲)		اس حدیث کی شرح میں صاحب ہدایہ نے جوقریب المرگ مرادلیاہے یہ اس شخص کے وہم کودفع کرنے کیلئے ہے جس نے اس سے مرادقبرپرتلقین لی ہے۔جیساکہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں ۔ (العنایۃ علی ہامش فتح القدیر : ۶۸/۲)

(۸)علامہ شیخ آفندی الحنفیؒ لکھتے ہیں قبرپرمردے کوتلقین کے بارے میں کہ

وقال لاكثرلائمة والمشائخ لايجوز : (مجمع الانهرشرح ملتقی الابهر : ۲۶۴/۱)		کہ اکثرائمہ اورمشائخ نے کہاہے کہ تلقین (علی القبر) جائزنہیں۔ (مجمع الانہرشرح ملتقی الابہر : ۲۶۴/۱)

(۹)علامہ محمدالحصکفی الحنفیؒ لکھتے ہیں

ويلقن كلمة الشهادة قبل الغرغرة من غير امر ولايلقن بعد الموت . (الدررالمنتقی فی شرح الملتقی : ۲۶۴/۱)		کہ موت کاغرغرہ آنے سے پہلے حکم دیے بغیرکلمہ شہادت کی تلقین کی جائے موت کے بعدتلقین نہ کی جائے۔ (الدررالمنتقی فی شرح الملتقی : ۲۶۴/۱)

(۱۰)علامہ علاء الدین الکاسانی الحنفیؒ لکھتے ہیں

باب نہم

ویلقن کلمة الشهادة لقول النبی ﷺ لقنوا موتاکم لااله الاالله والمراد من المیت المحتضر لانه قرب موته فسمی میتاً لقربه من الموت قال الله تعالیٰ ’’انك میت وانهم میتون‘‘ (بدائع الصنائع : ۴۵۴۳/۱)		کہ قریب المرگ کوکلمہ شہادت کی تلقین نبیﷺکے فرمان کی وجہ سے کی جائے کہ اپنے مرنے والوں کولاالہ الااللہ کی تلقین کرو۔میت سے مرادیہاں وہ شخص ہے۔جس پرجانکنی کاوقت ہواس لئے کہ اس کی موت قریب ہے اسے میت قریب الموت ہونے کی وجہ سے کہاگیاہے۔جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا’’بے شک آپ بھی میت ہیں اوریہ بھی میت ہے‘‘اس آیت میں بھی آپﷺکی زندگی میں آپ کومیت کہاکیونکہ موت بالکل قریب تھی۔ (بدائع الصنائع : ۴۵۴۳/۱)

(۱۱)علامہ بدرالدین عینی الحنفیؒ تلقین موتی کی توضیح کرتے ہوئے رقمطرازہیں

لان المقصود من ذالك ان یکون آخر کلام المیت کلمة الشهادة فالتلقین فی قبره لایساعده المقصود وقد قال علیه السلام من کان آخر کلامه قول لااله الاالله دخل الجنة ... واما التلقین بعد الموت فلایلقن عندنا فی ظاهرالروایة . (البنایة فی شرح الهدایة : ۲۰۷/۳)		کہ اس تلقین سے مقصودیہ ہے کہ میت کاآخری کلام کلمہ شہادت ہوقبرکے اوپرتلقین کرنے سے مقصودحاصل نہیں ہوتا،اس لئے کہ رسول اللہ ﷺکاارشادہے جس شخص کاآخری کلام ’’لاالہ الااللہ ‘‘ہواوہ جنت میں داخل ہوگیا۔یہ تلقین جومرنے کے بعدہوتی ہے ہمارے نزدیک ظاہرالروایۃ میں جائزنہیں۔ (البنایۃ فی شرح الہداٰۃ : ۲۰۷/۳)

(۱۲)علامہ عبدالحئ صاحب لکھنوی الحنفیؒ نے شرح وقایہ کی ویلقن الشہادۃ پرحاشیہ میں لکھتے ہیں

والمرادبالمیت فیه من قرب من الموت : (شرح الیاس : ۲۲۸/۱)		کہ اس میں میت سے مرادوہ شخص ہے جوقریب الموت ہو۔(شرح الیاس : ۲۲۸/۱)

(۱۳)محقق العصروکیل احناف فخرعلماء دیوبندعلامہ ظفراحمدعثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں

باب نهم

وبالجملة فالتلقين بعد الدفن الآن قد صار شعار الروافض وتركه اهل السنة ففيه خوف التهمة فلايلقن فانه ﷺ قال اتقوا مواضع التهم. رواه البخاری فی تاریخه : (اعلاء السنن : ۲۱۱/۸)		کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آج کل میت دفنانے کے بعدتلقین روافض کاشعارہی بن چکاہے۔اوراہل سنت نے اس کوچھوڑدیاہے لہذاتہمت سے بچنے کیلئے مرنے کے بعدتلقین نہ کی جائے۔امام بخاری نے اس کو تاریخ میں ذکرکیاہے۔(اعلاء السنن : ۲۱۱/۸)

مذکورہ دلائل سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ کتاب وسنت اور فقہاء احناف اورعلماء دیوبندکی تحریرات میں مرنے کے بعدتلقین کرنے کی کوئی ثبوت نہیں اورنہ ہی اس سے کچھ فائدہ ہوتاہے۔اورجولوگ کرتے ہیں وہ کتاب وسنت اوراپنے مذہب سے غافل ہیں ۔اورمذکوہ تصریحات سے یہ بھی معلوم ہواکہ مردے زندوں کی باتیں نہیں سنتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کوصحیح سمجھنے کی توفیق عطافرماویں۔

(۳)تیسراعنوان سلام جنازہ)

یعنی نمازجنازہ پڑھ کرسلام پھرتے وقت سلام میں مردے کی نیت کی جائیگی یانہیں؟جس طرح نمازکے سلام پھرتے وقت نمازیوں کی نیت کی جاتی ہے۔توفقہائے احناف کامتفقہ فیصلہ ہے۔کہ جنازہ کے سلام میں میت کی نیت نہیں کی جائے گی۔
اس لئے کہ مردہ سلام اورخطاب کااہل نہیں (اور جواہل قبورپرسلام ہے اس کاجواب شبہات میں آرہاہے)کیونکہ مردے نہیں سنتے ۔درج ذیل حوالے ملاحظہ فرمالیجئے!
(۱)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ ویسلم بلادعاءٍ بعدالرابعة تسلیمتین ناویاًمع القوم کے تحت لکھتے ہیں

ثم رأیته صریحاً فی شرح دررالبحار وذکر فی خانیة والظهیریة والجوهرة انه لاینو المیت قال فی البحر وهو الظاهر لان المیت لایخاطب بالسلام حتی ینوی به اذ لیس اهلاً له واقره فی النهر . (الشامیة : ۲۱۳/۲)		کہ پھرمیں نے دررالبحارکی شرح میں تصریح دیکھی اورخانیہ اورظہیریہ اورجوہرہ میں بھی ہے کہ میت کی نیت نہیں کی جائے گی۔اوربحرمیں ہے کہ یہی ظاہرالروایت ہے اس لئے کہ میت کوسلام سے خطاب نہیں کیاجاسکتاکہ اسکی نیت کی جائے کیونکہ وہ اس کااہل نہیں ہے۔اورنہرمیں بھی اسی بیان کیاہے۔(الشامیۃ : ۲۱۳/۲)

(۲)علامہ سیداحمدالطحطاوی الحنفیؒ قوله ناویاالمیت کے تحت لکھتے ہیں

باب نہم

وفی الظهيرية ولاينوالميت بهمابل ينوى من فی يمينه بالاولیٰ ومن فی يساره بالثانية وهو الظاهرلان الميت لايخاطب بالسلام حتی ينوى به اذ ليس اهلاً له كما فی البحر واقره فی النهر : (طحطاوى علی الدرر : ۳۷۳/۱)	کہ ظہیریہ میں ہے کہ دونوں سلام میں میت کی نیت نہیں کیجائے بلکہ پہلے سلام میں ان لوگوں کی نیت کرے جودائیں جانب کھڑے ہیں اوردوسرے سلام میں بائیں جانب والوں کی نیت کی جائے۔یہی ظاہرالروایہ ہے ۔اس لئے کہ میت خطاب سلام کااہل نہیں ہے۔جیساکہ بحرمین ہے۔(طحطاوی علی الدرر : ۳۷۳/۱)

(۳)علامہ ابن نجیم المصری الحنفیؒ شرح کنزالدقائق میں لکھتے ہیں

وفی الظهيرية ولاينو الميت بهما بل ينوى من فی يمينه بالاولیٰ ومن فی يساره بالثانية وهو الظاهر لان الميت لايخاطب بالسلام حتی ينوى به اذ ليس اهلاً له كما فی البحر واقره فی النهر : (طحطاوى علی الدرر : ۳۷۳/۱)	کہ ظہیریہ میں ہے کہ دونوں سلام میں میت کی نیت نہیں کیجائے بلکہ پہلے سلام میں ان لوگوں کی نیت کرے جودائیں جانب کھڑے ہیں اوردوسرے سلام میں بائیں جانب والوں کی نیت کی جائے۔یہی ظاہرالروایہ ہے ۔اس لئے کہ میت خطاب سلام کااہل نہیں ہے۔جیساکہ بحرمین ہے۔ (طحطاوی علی الدرر : ۳۷۳/۱)

(۴)علامہ سیداحمدالطحاوی ؒدوسری جگہ لکھتے ہیں

وجزم فی ظهيرية بانه لاينوى الميت ومثله لقاضی خان وهو الظاهرلان الميت لايخاطب بالسلام لانه ليس اهلاً للخِطاب . (طحاوى علی مراقی الفلاحَ : ۳۲۱)	کہ ظہیریہ میں اوراسی طرح قاضی خان میں فتویٰ دیاہے کہ میت کی نیت نہیں کی جائے گی۔کیونکہ میت کوسلام کیساتھ مخاطب نہیں کیاجائیگااس لئے کہ میت خطاب کااہل نہیں ہے۔اوریہی ظاہرہے۔ (طحاوی علی مراقی الفلاحَ ۳۲۱)

اس عنوان سے بھی معلوم ہواکہ مردے نہ دنیاوالوں کی باتیں سنتے ہیں اورنہ ہی سمجھتے ہیں

لہٰذاسلام میں ان کی نیت نہیں کی جائیگی ۔مزیدچندحوالے اوربھی ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں کہ’’احناف کے اکثرمشائخ اس بات پرمتفق ہیں .
کہ مردے نہیں سنتے دلیل میں انک لاتسمع الموتیٰ ومانت بمسمع من فی القبور

پیش کرتے ہیں ۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲)

اورمزے کی بات یہ ہے کہ ابن الہمام نے قلیب بدراورقرع نعال والی روایت کوذکرکرکے انکے جوابات بھی دیے ہیں

(۲)علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں

کہ''اگرکسی نے مردےسےبات کرنے سے قسم کھائی اورپھرمردے سے بات کی توحانث نہ ہوگا۔کیونکہ مردے سنتے اورنہ سمجھتے ہیں باقی قلیب بدروالی روایت حضرت عایشہؓ کی طرف سے ماانت بمسمع من فی القبورسے ردکیاگیاہے۔مختصراً۔(ردالمحتار : ۸۳۶/۳)

(۳)فقیہ ابن محمودؒلکھتے ہیں

کہ''مردے سے بات کرنے والایمین میں حانث نہ ہوگا۔کیونکہ موت اس کامنافی ہے۔عنایہ علی حاشیہ فتح القدیر : ۱۰۰/۴)

(۴)علامہ شیخ زادہ عبدالحکیم الدمشقیؒ لکھتے ہیں

کہ''رسول اللہ ﷺنے فرمایاہے کہ تمہیں زیارت قبورسے منع کرتاتھاالخ اوریہ نہیں کہاکہ زیارت موتی سے منع کرتاتھاکیونکہ زیارت قبرکی ہوتی ہے۔مُردوں کی نہیں ۔(کشف الحقائق : ۲۷۵/۱)

(۵)علامہ شیخ زادہ لکھتے ہیں

کہ''مقصودبات کرنے سے افہام ہوتاہے۔ اورموت اس کامنافی ہے۔(مجمع الانہر : ۴۵۵/۱)

(۶)علامہ الشیخ الشرنبلالیؒ لکھتے ہیں

کہ''قسم کھانے والے نے اگرموت کے بعدمردے سے بات کی توحانث نہ ہوگاکیونکہ مردے نہیں سنتے چنانچہ اللہ کاارشادہے۔ومانت بمسمع من فی القبور۔وانک لاتسمع الموتیٰ ۔(مراقی الفلاح : ۴۶۱)

(۷)امام محمدصاحبؒ لکھتے ہیں

کہ''اگرکسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا۔توزندگی کے ساتھ مقیدہوگا۔(اس لئے کہ مردے نہیں سنتے)الجامع الکبیر : ۷۳)

(۸)صدرالشریعہ اورتاج الشریعہ لکھتے ہیں

کہ''مردے سےبات کرنے کی قسم زندگی ساتھ مقیدرہے گا۔(کیونکہ مردے نہیں سنتے)شرح وقایہ : ۵۳)

(۹)علامہ شاہ محمداسحاق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

کہ''شرح الوافی فتح القدیرمستخلص کنزعینی کفایہ کتابوں سے پتہ چلتاہے۔کہ

باب نہم

سماع الاموات اکثرحنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔ (مأہ مسائل : ۴۵)
(۱۰)علامہ بشیرالدین قنوجیؒ لکھتے ہیں
کہ''مسئلہ سماع الاموات متفق علیہ ہے۔یعنی نہ سنناتفاقی مسئلہ ہے۔تفہیم المسائل فی ردکتاب تصحیح المسائل : ۸۱،۸۸)
(۱۱)علامہ عینی الحنفیؒ لکھتے ہیں
کہ''مردے نہیں سنتے۔(عمدۃ القاری : ۲۰۲/۸)

یہ تمام فقہاء احناف اس بات پرمتفق ہیں ۔کہ مردے نہیں سنتے البتہ بعض حضرات صرف منصوصی مقامات پرقائل ہیں
پہلی جگہ یہ ہے ....کہ مردہ واپس ہونے والوں کے پاوں کا آہٹ سنتاہے۔
مگرامام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کے ائمہ انکے بہت سے جوابات دیتے ہیں ۔
(۱)مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہی الحنفیؒ اس کایوں جواب دیتے ہیں
کہ'' یہ سوال وجواب کے فرشتوں کے جلدآنے کی کوشش کی تمثیل ہے۔کہ فرشتے اتنے جلدآتے ہیں ۔اگریہ زندہ ہوتاتولوگوں کے پائوں کاکشارسن لیتا(مگرزندہ نہیں ہے اس لئے نہیں سنتا)الکوکب الدری : ۳۱۹/۱)

دوسری جگہ حدیث قلیب بدرہے......کہ نبی کریم ﷺنے بدرمیں مشرکین کے مردوں سے بات کی تھی
مگرعلماء امت نے اسکے جواب میں کہاہے کہ وہ رسول اللہﷺ کامعجزہ تھا
(۱)چنانچہ حضرت قتادۃ ؓفرماتے ہیں ۔
کہ''اللہ تعالیٰ نے ان کوزندہ کیا۔ معجزۃً للنبیﷺبخاری : ۵۶۶/۲)

(۲)علامہ سیدمحمود آلوسی الحنفیؒلکھتے ہیں
کہ''وہ سنناصرف انہی کفارکے ساتھ خاص تھا(ہرمردہ نہیں سنتا)۔روح المعانی : ۵۵/۲۱)

تاہم شبہات کے جوابات میں تفصیل آرہی ہے۔
تیسری جگہ ....صاحب قبرپرسلام کرناہے
مگراحناف نے انکاجواب یہ دیاہے
کہ وہ سلام تحیہ نہیں بلکہ وہ سلام دعاہے۔یعنی اس سے دعامرادہے۔(طحطاوی : ۳۲۱)
لہذامختصراًعرض ہے کہ قرآن وحدیث اورفقہ حنفی تینوں اس پرمتفق ہیں۔کہ مردے نہیں سنتے
تین مذکورہ مقامات پرتمام مردوں کی تمام حالتیں قیاس نہیں کی جاتیں
ان تین کے علاوہ اورجتنی روایتیں ہیں سب ضعیف ہیں

باب نہم

ہرایک پرکلام ذکرکرنے سے بات لمبی ہوجاتی ہے
واللہ اعلم بالصواب

(۷)سماع موتی دیگرمذاہب کی نظرمیں)

(۱)علامہ ابن قدامہ امام احمدؒاورامام شافعیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں

(جس سے بات کرتاہے۔اگر)وہ مردہ ہے یاغائب اوربے ہوش ہے۔یابہرہ ہے۔تواس کی بات کونہیں سمجھتااوریہی قول امام شافعی کابھی ہے۔ (المغنی : ۴۱۵/۱۳) (،تکملہ شرح مہذب للنووی : ۹۱/۱۸)	وان کان میتاً او غائباً او مغمیً علیه او اصم لایعلم بتکلمه ایاه وبهذا قال الشافعیؒ . (المغنی : ۴۱۵/۱۳) (تکمله شرح مهذب للنووی : ۹۱/۱۸)

ان چندسطورسے آپ کومعلوم ہواکہ مُردوں کانہ سنناصرف اشاعت التوحیدوالوں کامسلک نہیں بلکہ امام احمدبن حنبلؒ اورامام شافعیؒ اورامام ابوحنیفہؒ جیسے امام کابھی یہی مسلک ہے ۔لہذاپنچپیریوں کوطعنہ دیتے وقت دھیان رہے کہ کہیں امام اعظم اوردیگرائمہ کرام پرطعن نہ کریں ۔

بڑھ گیارنج والم زائدسے زائداوربھی ہورہاہے مضطرب بعدسکوں دِل اوربھی

(۸)شبہات اورانکے مسکت جوابات)

اب ہم حسبِ وعدہ ان حضرات کے چندشبہات ذکرکے دندان شکن جوابات دیں گے۔اس لئے باطل پرست لوگوں کی دلائل جب مکڑی کے جالوں کی طرح اڑجاتی ہیں ۔توپھروہ شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں ۔تاکہ عوام نہ اِدھرکے رہے اورنہ اُدھرکے رہے۔

(شبہ اول یہ ہے)

کہ ہمارے ناسمجھ بھائیوں سے یہ کہاگیاہے کہ جب مُردے نہیں سنتے تورسول اللہﷺنے امت سے کیوں فرمایاکہ جب تم قبرستان میں داخل ہوں توسلام کہو جیساکہ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ مسلمانوں کوسکھلایاکرتے تھے۔کہ وہ جب قبرستان جائے تووہاں یہ کہیں : اَلسَّلَامُ عَلَیْکمْ اَهلَ الدِّیَارِمِن الْمُؤْمِنِیْنَ	قال کان رسول اللہ ﷺ یُعَلِّمُهم اذا خرجوا اِلی المقابر اَلسَّلَامُ عَلَیْکمْ اَهلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاء اللہ بکم لَلَاحِقونَ نَسْأَلُ اللہ لَنَا

باب نهم

وَلَكُمُ الْعَافِيَۃَ۔ رواہ مسلم۔مشکوٰۃ : ۱/۱۵۶)		وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّااِنْ شَاۤءَ اللہ بکم لَلَاَحِقونَ نَسْأَلُ اللہ لَنَاوَلَكُمُ الْعَافِيَۃَ : کہ سلامتی ہوتم پراے مومنوں اورمسلموں کے گھروالو!یقیناًہم بھی اگراللہ تعالیٰ چاہے توتم سے ضرورملیں گے۔ہم اللہ تعالی سے اپنے لیے اورتمہارے لیے عافیت (مکروہات سے نجات)مانگتے ہیں۔ (رواہ مسلم : مشکوٰۃ : ۱/۱۵۶)

اگرمردے ہمارے کلام نہیں سنتے توپھراس سلام کاکیامعنی اورکیامطلب ہوگا

اول جواب یہ ہے

(۱)علامہ سیداحمدطحاوی الحنفیؒ اپنی کتاب میں یہی اعتراض بمعہ جواب یوں لکھتے ہیں

قال بعض الفضلاء وفيه نظر لانه ورد انه ﷺ كان يسلم على اهل القبور على ان المقصود منه الدعاء لاالخطاب : (طحاوی علی مراقی الفلاح : ۳۲۱)		کہ بعض فضلاء نے اس بات پراعتراض کیاہے کہ سلام میں مردے کی نیت کیوں نہ کی جائیگی۔اس لئے کہ آپﷺاہل قبورکوجاکےسلام کرتے تھے مگرجواب یہ ہے کہ وہ سلامِ خطاب نہیں بلکہ سلام دعاتھی۔ (طحاوی علی مراقی الفلاح : ۳۲۱)

(۲)حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔

سلام الزائر دعاء للميت . (البصائر : ۲۰۳)		کہ قبرکی زیارت کرنے والاکے سلام میت کے لیے دعاہوتی ہے۔ (البصائر : ۲۰۳)

(فائدہ جلیلہ)

کہ" سلام کے کئی قسمیں ہیں۔ اول ؒسلام تحیہ۔ دومؒ سلام متارکت ۔ سومؒ سلام الوداع۔چہارمؒسلام الدعاء یہ وہ سلام ہے جومیت پرڈالی جاتی ہے۔اس کاجواب بھی نہیں ہوتا۔اس کومدھم آوازمیں کہناچاہئے جس کوآدمی خودسنے اس لئے کہ اس میں میت کوسنانا مقصودنہیں بلکہ یہ محض دعاہی ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں اس کاجواب مردہ دیتاہے ۔یہ بلکل غلط بات ہے

اولاً۔اس لئے کہ مردہ نے سلام سناہی نہیں توجواب کس چیزکادیگا؟ ثانیاً ۔

باب نہم

اگرمردہ سلام کاجواب دیتاہے تواس کواس پرثواب بھی ملتاہوگا ۔اوریہ عمل ہے اورعمل کے لئے دارالدنیامیں ہوناضروری ہے۔جب کہ مردہ برزخ میں جاچکاہے۔ مشہورصحیح حدیث شریف میں ہے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنه عملُه الامن ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولدٍ صالح يدعوله . رواہ مسلم : مشکوٰۃ : ۳۳/۱)		**حضرت ابوہریرۃؓ راوی ہیں کہ رحمر دوعالمﷺنے ارشادفرمایا’’جب انسان مرجاتاہے تواس کے عمل کے ثواب کاسلسلہ اس سے منقطع ہوجاتاہے۔مگرتین چیزوں کے ثواب کاسلسلہ باقی رہتاہے۔(۱)صدقہ جاریہ(۲)علم جس سے نفع حاصل کیاجاجائے (۳)صالح اولادجومرنے کے بعداس کے لئے دعاکرے۔رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ : ۳۳/۱)**

ایسے اعمال جن کاتعلق دنیاوی زندگی سے ہوتاہے ان کے اثرات مرنے کے بعددنیاہی میں ختم ہوجاتے ہیں مثلاًنمازروزہ حج وعمرہ سلام کرناسلام کاجواب دیناوغیرہ ایسے ہیں جوانسان کی زندگی میں اداہوتے تھے۔گوان کاثواب بایں طورباقی رہتاہے۔کہ وہ ذخیرہ آخرت ہوجاتاہے اورمرنے کے بعداس پرجزاء ملتی ہے

مگران کاسلسلہ مرنے کے بعدآیندہ جاری نہیں رہتاکیونکہ زندگی میں جب تک یہ اعمال ہوتے تھے۔اس کاثواب ملتارہتاتھاجب زندگی ختم ہوگئی تویہ اعمال بھی ختم ہوگئے اورجب یہ اعمال ختم ہوگئے تواس پرجزاء ساکاترتب بھی ختم ہوگیا۔البتہ وہ تین چیزیں جوحدیث میں مذکورہیں ،وہ مردہ کے لئے ثواب کا باعث ہیں جن سے وہ اخروی زندگی سنوارسکتاہے۔بہرکیف یہ سلامِ دعاء ہے ۔اسکاجواب کوئی نہیں ہوتا۔لیکن اگرکوئی کہتاہے کہ مردہ جواب دیتاہے توپھرثواب ضرورملیگا حالانکہ مذکورہ حدیث نے تین اعمال کے علاوہ کاقصہ ختم کیاپھریہ بات اس روایت کے خلاف ہوگی۔

<u>(بعض سادہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں)</u>

کہ’’ٹھیک ہے مردہ تونہیں سنتااورنہ ہی جواب دے سکتاہے لیکن اس سلام کاجواب اپنے آپ کو خود دینا چاہئے۔ چنانچہ وہ سلام کہنے کے بعدوعلیکم السلام بھی کہہ دیتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے۔ایساہرگزنہیں کرناچاہئے۔

دوم جواب یہ ہے

کہ بوقتِ سلام اہل قبورپرجمیع اموات کی نیت کرے جوآدم علیہ السلام سے لے

کرآج تک فوت ہوچکے ہیں۔اب توسماع اموات کااحتمال ہی نہیں ہوسکتا۔فافھم ولاتکن من الغافلین : الاقوال المرضیۃ : ۷۳)
سوم جواب؛فقہ حنفی کی مشہورکتاب مجموع نوادرمیں ہے

اذا انتھیٰ الیھم بقول السلام علیکم لان ھناك من یجیبه وھم الحفظة . (مجموعة النوادر : ۳۰۲)		کہ جب آدمی قبرستان پہنچتاہے تووہاں فرشتے ہوتے ہیں جب وہ مردوں پرسلام کرتاہے توفرشتے اس کاجواب دیتے ہیں ۔اب توبات ہی ختم ہوئی) (مجموعۃ النوادر : ۳۰۲)

علامہ محمدابراہیم دہلوی الحنفی ثم دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ''قبرستان فرشتوں کی ررہنے کی جگہ ہے ۔بعض روایات میں آتاہے۔کہ کراماًکاتبین کوانسان کی وفات کے بعداس کی قبرکے پاس رہنے کااوروہاں رہ کراللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کاحکم ملتاہے۔کشف مغالطات : ۱۵۹)پہلاجواب زیادہ صحیح ہے

(شبہ دوم یہ ہے)

کہ جب بدرمیں مشرکین قتل ہوئے تورسول اللہﷺنے ان کی لاشوں کومخاطب کرکے فرمایا

انھم لیسمعون ما اقول یاما أنتم باسمع منھم . (بخاری : ۸۳/۱، ایضاً : ۶۷/۲)		کہ میں جوکچھ ا ن سے کہہ رہاہوں سنتے ہیں یاتم ان سے زیادہ اچھانہیں سنتے ہو۔ (بخاری : ۸۳/۱، ایضاً : ۶۷/۲)

اب اس روایت سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ اگرمردے نہیں سنتے توپھررسول اللہﷺنے ان سے باتیں کیوں کی ؟
(نوٹ)اس شبہ کے چندجوابات ذکرکیے جاتے ہیں
اول جواب یہ ہے
کہ'' آدھی روایت کاذکرکرنااورآدھی کوچھوڑنایاروایت کے کچھ الفاظ اپنے مطلب کے لکھنااورباقی کوچھپالینابہت بڑی علمی خیانت ہے اورعوام کوگمراہ کرنے کی کوشش کرناہے۔وھذہ عادتھم القدیمة المستمرة فھداھم اللہ واعاذنامنھامن عادتھم الشنیعة)یہ ان کی پرانی عادت ہے
پوری روایت یہ ہے۔کہ جب نبی اکرمﷺنے مشرکین کے مردوں کومخاطب کیا۔توحضرت عمرؓنے عرض کی یارسول اللہ آپ ان اجسادسے کلام فرمارہے ہو جن میں روح نہیں ہے۔توآپ ﷺنے فرمایاقسم ہے مجھے اللہ کی یہ تم سے بھی اب میری بات کوزیادہ سن رہے ہیں۔پھرجب عبداللہ بن عمرؓ نے اس کوآگے بیان

باب نهم

فرمایاکہ آپﷺنے فرمایاکہ یہ میری بات سنتے ہیں۔۔اوریہ بات حضرت عائشہ صدیقہ ؓتک پہنچی ۔توعائشہ صدیقہؓ نے ابن عمرؓکی بات کی تردیدفرمائی

اورفرمانے لگی کہ آپﷺنے یہ نہیں فرمایابلکہ نبی کریمﷺنے یہ فرمایاکہ یہ مشرکین اس وقت سمجھتے ہیں کہ میں جوکچھ ان سے (دنیامیں)کہتاتھاوہ حق ہے۔اورنبی ﷺسننے کے بارے میں کیسے بول سکتے ہیں ۔جبکہ اللہ تعالی نے فرمایاہے۔کہ تم مردوں کونہیں سناسکتے ۔اللہ کے رسول ﷺاللہ کی کتاب کے خلاف کیسے بول سکتے ہیں ۔حضرت عائشہ صدیقہ ؓبنت صدیقؓ کے الفاظ یہ ہیں

عن عائشة قالت انما قال النبی ﷺ انهم لیعلمون الان انما کنتُ اقول لهم حق ثم قرأت وقد قال الله تعالیٰ انك لاتسمع الموتیٰ ۔ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِی الْقُبُور : (بخاری : ۵۶۷/۲) ایضاً : ۱۸۳/۱)		حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپﷺنے فرمایاکہ وہ اب میری بات سمجھتے ہیں کہ جوکچھ میں ان سے کہہ رہاتھا حق ہے۔پھرعائشہ صدیقہؓ نے قرآن کریم کی آیتیں پڑھی ۔جن کامفہوم یہ کہ آپ مردوں کونہیں سناسکتے (بخاری : ۱۸۳/۱،ایضاً۵۶۷/۲)

یہ جواب صرف بخاری ہی میں نہیں بلکہ کرمانی : ۱۶۸/۱۵،فتح الباری : ۷,۲۴۱،عون الباری : ۲۶۱/۶،ارشادالساری : ۲۵۵/۶)

خلاصہ یہ کہ جہاں ابن عمرؓکاقول نقل ہے ساتھ ہی حضرت عائشہ صدیقہ ؓکی تردیدبھی ذکرہے۔مگرخداسے خوف نہ کرنے والے حضرت عائشہ صدیقہ ؓکاجواب چھپاکرآدھی بات عوام کے سامنے رکھ کرعوام کوگمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں

حالانکہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ؓ نے فرمایاکہ یہ ابن عمرؓ کی ویسی ہی غلطی ہے ۔جس طرح کی دوسری روایت میں اس سے غلطی ہوئی ہے۔کہ(ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه) حالانکہ ایسانہیں ہے۔بلکہ یوں ہے۔انه لیعذب بخطیئته وذنوبه واهله یسکون علیه الان) ۔یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ؓکی تصحیح اورتصریح ہے۔جب پوری بات بیان ہوجائے توحقیقت کھل جاتی ہے

دوم ؔجواب یہ ہے

کہ’’ کیاامام ابوحنیفہ ؒکے مسلک کے فقہاء جنہوں نے صاف لفظوں میں لکھاہے۔کہ مردے نہیں سنتے اوریہ بے شمارحوالہ جات پڑھ چکے۔ کیاان فقہاء ؒنے بخاری یایہ روایت نہیں پڑھی تھی ۔یاوہ اس کونہیں سمجھتے تھے۔الحمدللہ وہ پڑھ چکے تھے اورسمجھ بھی چکے تھے۔البتہ دھوکہ دینے کی عادی نہ تھے۔امام ابوحنیفہ ؒ کے مسلک کے فقہاء ؒنے تصریح کی کہ یہ مذکورہ ابن عمرؓکی روایت

باب نهم

معنی کے اعتبارسے ثابت نہیں ۔کیونکہ عائشہ صدیقہؓ نے اس کے معنی پرردفرمایاہے چنانچہ درج ذیل فقہاء کی تصریحات ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ ا بن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں

قداجاب عنه المشائح بانه غیر ثابت یعنی من جهة المعنی وذلك لان عائشةؓ ردته بقوله تعالیٰ انك لاتسمع الموتی ۔ وما انت بمسمع من فی القبور : (ردالمحتار : ۸۳۶/۳)		**ہمارے مشائخؒ نے اس کاجواب دیاہے کہ یہ غیرثابت ہے یعنی معنی کے اعتبارسےاس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ردفرمائی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادسے کہ آپ مردونکو نہیں سناسکتے۔ (ردالمحتار : ۸۳۶/۳)**

(۲)علامہ شامیؒ آگے لکھتے ہیں

ومعنی الجواب الاول انه وان صح سنده لکنه معلول من جهة المعنی بعلة تقتضی عدم ثبوته عنه علیه السلام وهی مخالفة للقرآن فافهم : (ردالمحتار : ۸۳۶/۳)		**اگراسکی سندصحیح بھی ہوتوپھرمعنی کے اعتبارسے بھی درست نہیں اس لئے کہ یہ قرآن کی مخالف ہے ۔یعنی قرآن کہتاہے کہ مردے نہیں سنتے اورآپﷺنےفرمایا کہ سنتے ہیں یہ کیسے ہوسکتاہےخوب سمجھ لیجئے ۔مفہوم!(ردالمحتار : ۳۶/۳ ۸)**

(۳)علامہ سیداحمدطحاوی اپنی کتاب طحاوی علی الدرمیں بھی بعینہ یہی کچھ لکھتے ہیں(طحاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)

(۴)علامہ ابن الہمام اپنی مایہ نازکتاب میں لکھتے ہیں

واجابوا تارةً بانه مردود من عائشةؓ قالت کیف یقول ذالك واللہ تعالیٰ یقول وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲فتح : ۱۹۵/۵)		**کبھی فقہاء نے یوں جواب دیاہے کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول سے مردودہے چنانچہ وہ فرماتی ہے کہ یہ کیسے ہوسکتاہے کہ آپ مردوں کے سننے کاقول کریں جبکہ اللہ نے اسکی نفی فرنایاہے۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲فتح : ۱۹۵/۵)**

سوم جواب یہ ہے

کہ مسلک حنفی کے فقہاء فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺنے یہ باتیں جومردونسے کی

باب نہم

ہے۔ اس کامقصدزندوں کوسناناتھانہ مردوں کوجیساکہ حضرت عمرؓبن خطاب حجرا سودسے فرمایااورمقصودلوگوں کوسناناتھا

(۱)چنانچہ علامہ سیداحمدالطحطاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

واجیب ایضاً بانه انماقاله ﷺ علی وجه الموعظة للاحیاء لا لافهام الموتیٰ کما روی عن علیؓ انه قال السلام علیکم دار قوم مؤمنین اما نساءکم فنکحت واما اموالکم فقسمت واما دورکم فقد سکنت فهذا خبرکم عندنا فما خبرنا عندکم : (طحاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)		اوریہ بھی جواب دیاگیاہے کہ آپﷺنے اس کوزندہ اشخاص کوبطوروعظ فرمایا نہ کہ مردوں کوسنانااورسمجھاناجیساکہ حضرت علیؓنے قبرستان جاکرکہاکہ اے مومنوں کی قوم تمہاری بیویوں سے نکاح کیاگیااورتمہارے مال تقسیم کئے گئے اورتمہارے دوسرے لوگوں نے بسناشروع کیایہ ہمارے ہاں آپکی خبرتھی یہ بتائوکہ ہماری کیاخبرہے تمہارے ہاں؟ (طحاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)

(۲)علامہ شامیؒ نے بھی یہی لکھاہے ۔ردالمحتار : ۸۳۶/۳)

(۳)علامہ ابن الہمامؒ نے اسی طرح جواب دیاہے۔فتح القدیر : ۱۹۵/۵)

(۴)علامہ رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں

لیغیظ بذالك المشرکون من قریش : (کوکب الدری : ۱۹۸/۲)		کہ یہ مشرکین قریش کوغصہ دلانے کے لئے فرمایاتھانہ کہ مردوں کوسنانے کیلئے۔ (کوکب الدری : ۱۹۸/۲)

چہارم جواب یہ ہے

کہ"علماء امت نے ایک جواب یہ دیاہے۔کہ مردوں کے ساتھ بات کرنایہ توآپﷺکامعجزہ اوران کی خصوصیت تھی۔جوانہی لاشوں کے ساتھ خاص تھا۔ایسے پیغمبراسلام کے ہزاروں معجزے ہیں۔جوسب نبی ﷺکے ساتھ خاص تھے۔جیسے کہ نبی کریمﷺکے ساتھ لکڑی کے ستون نے بات کی تھی اورروئی تھی ۔توکیالوگ یہ بھی دعویٰ کریں گے۔کہ ہرلکڑی روتی ہے اوربات کرتی ہے۔تواسی طرح یہ بھی نبی کریمﷺکامعجزہ تھاجوانہی کیساتھ خاص تھا

اب اگرکوئی کہتاہے۔کہ مردے سنتے ہیں ۔اس روایت کی بناء پرتوہم کہیں گے۔کہ پتھربات کرتے ہیں۔اورستون روتی ہے ۔تمام لکڑی باتیں کرتے ہیں ان روایات کی بناء پر۔توجوجواب ہوگاہمارابھی وہی جواب ہوگا۔اب اگربخاری شریف کے الفاظ پرکوئی غورکرے تومعلوم ہوگا۔کہ یہ الفاظ خصوصیت پردلالت کرتے ہیں۔مثلاًانهم ۔۔۔۔۔الآن ۔۔۔۔۔لِمااقول ۔۔۔۔یعنی یہ مردے ،اس وقت خاص میری بات کو

باب نهم

(سن رہے ہیں)

(۵)علامہ شامیؒ نے بھی یہی جواب دیاہے

وبانه مخصوص بأولئك تضعيفاً للحسرة عليهم وبانه خصوصية له ﷺ معجزةً : (ردالمحتار : ۸۳۶/۳)		کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے ان کی حسرت کوبڑھانے کے لئے اوریہ آپﷺکامعجزہ ہے۔ (ردالمحتار : ۸۳۶/۳)

(۶)علامہ سیداحمدطحطاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وفی النھر احسن ما اجیب به انه کان معجزة له ﷺ : (طحطاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)		اورنہرمیں بہترین جواب دیاہے وہ یہ کہ یہ آپﷺکامعجزہ تھا۔ (طحطاوی علی الدر : ۳۸۲/۲)

(۷)علامہ ابن الہمام الحنفیؒ لکھتے ہیں

وتارةًبان تلك خصوصية له ﷺ معجزة وزيادة حسرة للكافرين : (فتح القدير : ۱۹۵/۵)		کبھی فرمایاکہ یہ آپﷺکامعجزہ تھااوران کی خصوصیت تھی اورکافروں کی حسرت بڑھانے کے لئے ۔ (فتح القدير : ۱۹۵/۵)

(۸)ہدایہ کی حاشیہ پرعنایہ کی عبارت لکھی گئی ہے۔

فان قيل كلم اصحاب القليب اجيب بان ذالك كان معجزة . (هدايه : ۵۰۴/۲حاشيه : ۱۱)		اگرکوئی یہ کہے کہ قلیب بدرسے بات کی گئی ہے ؟ توجواب دیاگیاہے کہ وہ آپﷺ کامعجزہ تھا۔(ہدایہ : ۵۰۴/۲حاشیہ : ۱۱)

(۹)مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

انه كان من خصوصياته ﷺ بكفار بدر رد الله سبحانه وتعالىٰ ارواحهم فی اجسادهم ليسمعوا خطابه ﷺ تنكيتا لهم وتبكيتا وتزييداً فی عذابهم . (الكوكب الدری : ۱۹۷/۲)		یہ آپﷺ کی خصوصیات میں سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدرکوان کی روحوں کوان کے جسمونمیں لوٹادیاتاکہ وہ آپ ﷺکے کلام سن سکیں ان کی رسوائی اوران کوذلیل اوران کی سزابڑھانے کے لیے ۔ (الکوکب الدری : ۱۹۷/۲)

(۱۰) حضرت قتادةؓ کےقول سے اس کی تائیدہوتی ہے۔

باب نهم

قال قتادة احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ ﷺ توبیحاً وتصغیراًونقبة وحسرة وندماً (بخاری : ۲/۵۶۶)	قتادہ ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ ان کوزندہ کیاتاکہ ان کوآپﷺ کے کلام سنائے زجراورڈانٹ ڈبٹ ،سزااورحسرت پچھتانے کیواسطے ۔ بخاری : ۲/۵۶۶)

جناب المحترم اب سوچنے کی بات یہ ہے

کہ امت کے علماء کیوں اتنے زورسے سننے کی تردیدکرتے ہیں کہ پیغمبرﷺکے قول کامقصدیہ بیان کرتے ہیں ۔ کہ مردے عذاب کوسمجھتے ہیں مگرسنتے نہیں ہیں آخراس کی وجہ کیاہے؟

وجہ یہ ہے ۔ کہ اگرآپﷺکی اس حدیث کامقصدسننے کاہے ۔توآپﷺکی بات اللہ کے کلام کے خلاف بنتی ہے۔اللہ اوررسولﷺکی بات میں جب ٹکراو آجائے ۔توپیغمبرﷺکی بات میں تاویل کریں گے۔اورحقیقت میں ٹکراوہوہی نہیں سکتا اس لئے کہ یہ توکبھی نہیں ہوسکتاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی نبی کچھ کہے ۔مگربظاہرالفاظ کے لحاظ تعارض نظرآتاہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے آپﷺ کی بات میں تاویل فرمائی۔دوسری وجہ یہ ہے کہ شرکیات کیلئے دروازہ کھلتاہے

(شبہ سوم یہ ہے)

نبی کریمﷺکاارشادہے

ان المیت لیسمع خفق نعالھم : (مشکوۃ : --------	جب مردہ قبرمیں رکھدیاجائے۔تووہ لوگوں کے جوتوں کی آوازسنتاہے ۔(مشکوۃ : -------- حوالہ ذکرکرو :

اگرمردے نہیں سنتے تواس کاکیاجواب ہے؟

اول جواب (۱)علامہ رشیداحمدگنگوہی الحنفی الدیوبندی ؒ نے س کاجواب یوں دیاہے

والجواب ان ذالک کنایة عن سرعة اتیانھما ای الملائکة بعد الدفن لاحقیقة. (الکوکب الدری : ۲/۱۹۷)	جواب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے فرشتوں کے جلدآنے سے کہ دفن کرنے بعدفرشتے میت کے ہاں جلدآتے ہیں ۔نہ یہ کہ میت اسکی آوازسنتی ہے۔(الکوکب الدری : ۲/ ۱۹۷)

(۲)علامہ شیخ القرآن خان بادشاہ صاحب دامت برکاتہم نے بھی یہی جواب دیاہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں

فقال المحققون کنایة عن سرعة اتیان الملکین بعدالدفن لاان ھذالمیت یسمع	محققین حضرات کہتے ہیں کہ یہ فرشتوں کے جلدآنے سے کنایہ ہے میت

باب نہم

حقیقةً بل ان کان هناك احدفهویسمع خفق نعال الذین دفنوه حتی یأتیانه. الصواعق المرسله : ۲۴۰)		کودفنانے کے بعدیہ نہیں کہ میت سچ مچ سنتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگروہاں کوئی ہوتاتووہ دفنانے والوں کے جوتوں کی آوازیں ابھی سنتاہوتاکہ فرشتے انکے ہاں آپہنچتے ۔ (الصواعق المرسلہ : ۲۴۰)

(۳)علامہ سیدشیخ التفسیرمولاناعبدالسلام صاحب pنے بھی یہی جواب لکھاہے۔
(۴)مام الموحدین مجددملت شیخ المشائخ حضرت مولانامحمدطاہرصاحبؒ نے بھی یہی جواب فرمایاہے۔البصائر : ۱۸۳)

دوم جواب؛ علامہ ابن الہمام الحنفیؒ نے دیاہے

اللهم الاان یخصوا ذالك بأول الوضع فی القبر مقدمةً لسؤال جمعاً بینه وبین الایتین فانهما یفیدان تحقیق عدم سماعهم فانه تعالیٰ شبه الکفار بالموتیٰ لافادة تعذر سماعهم وهو فرع عدم سماع الموتیٰ : (فتح القدیر : ۱۰۴/۲) ایضاً : الشامی : ۸۳۶/۳)		ہاں اگریہ کہاجائے کہ اس سے مرادمردہ کااول رکھناہے تاکہ اس میں اوردونوں آیتوں میں تطبیق ہوں ۔اس لئے کہ وہ آیتیں عدم سماع کافائدہ دیتی ہیں ۔کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کومردوں سے تشبیہ دی اس وجہ سے کہ ان میں سننے کی اہلیت نہیں تھی اوروہ عدم سماع موتیٰ کی فرع ہے۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲) ایضاً : الشامی : ۸۳۶/۳)

مگرمحققین نے اس جواب کوپسندنہیں فرمایااس لئے کہ اس پربہت بڑااشکال واردہوتاہے کہ قرآن سے دومرتبہ موت اوردومرتبہ زندگی ثابت ہے۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ . (البقرة : ۲۸)		تم اللہ کے ساتھ کیسے کفرکرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا،پھرتمہیں مارڈالے گا،پھرزندہ کریگا پھراسی کی طرف لوٹائے جاوگے ۔ (سورئہ بقرة : ۲۸)

اگرمندرجہ ذیل بالاجواب صحیح ماناجائے ۔توپھرتین مرتبہ موت اورزندگی لازم آئیگی ۔جوکہ قرآن کے خلاف ہے

باب نهم

خصوصاًمفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ نے پہلے جواب کوترجیح دی ہے۔
(شبہ چہارم یہ ہے)
فریق مخالف کہتاہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمﷺنے فرمایا

مامن مسلمٍ یمرعلی قبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاویعرفه ویرد علیه السلام :		اگرکوئی مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی قبرپرگذرے جودنیامیں اسے پہچانتاتھااورسلام دے تووہ مردہ اس کوپہنچانتابھی ہے اورسلام کاجواب بھی دیتاہے

جواب یہ ہے
کہ''یہ روایت انتہائی ضعیف اورغیرمعتمدہے۔اسکی پوری سنداسطرح ہے۔قال ابن ابی دنیاحدّثنامحرزبن عون حدثنایحی بن یمان عن عبدالله ا بن زیادابن سمعان عن عائشةؓ اس سندمیں یحی بن یمان اورعبدالله بن زیادابن سمعان دونوں کمزوراورمتکلم فیہ ہیں یحی بن یمان کے متعلق درج ذیل کلام ملاحظہ فرمالیجئے!
(۱)امام احمدؒلکھتے ہیں

قال احمد لیس بحجة وقال ابوبکر ذاهب الحدیث وقال ابن معین والنسائی لیس بالقوی قال ابن عبدی عامة ما یرویه غیر محفوظ : (میزان الاعتدال : ۵۹۷/۲)(میزان : ۴۱۶/۴)		امام احمدفرماتے ہیں کہ قوی نہیں ۔امام ابوبکرکہتے ہیں کہ اسکی حدیث کاکوئی اعتبارنہیں ۔امام ابن معین اورامام نسائیؒکہتے ہیں کہ قوی نہیں ۔امام ابن عدی کہتے ہیں کہ جوکچھ اس سے روایت کیاگیاہے وہ محفوظ نہیں ہے ۔(میزان الاعتدال : ۵۹۷/۲،میزان : ۴۱۶/۴)

(۲)علامہ ابن عبدالہادی ؒکھتے ہیں

هذا اسناد ضعیف جداً ابن سمعان احد المتروکین . (الصارم المنکی : ۱۹۹)		کہ اسکی سندبہت ہی ضعیف ہے اورابن سمعان ان لوگوں میں سے ہے جن سے روایت لیناچھوردیاگیاہے۔ (الصارم المنکی : ۱۹۹)

(۳)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

وقال زکریا الساجی ضعفه احمد وقال حنبل بن اسحاق عن احمد لیس		علامہ زکریاالساجیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒنے اس کوضعیف کہاہے حنبل بن

باب نهم

بحجةٍ وقال ابراهم بن الجنيدعن ابن معين ليس بثابت لم يكن يبالى اى شيئٍ حدث كان يتوهم فى الحديث وقالٍ الأجرى عن ابى داود يخطئى فى الاحاديث ويقلبها وقال النسائى ليس بالقوى وقال ابن عدى عامة مايرويه غير محفوظٍ وهو لايعتمد الكذب الاانه يخطئى عليه وقال يعقوب ابن شيبه ايضاً يحى بن يمان ثقة احد اصحاب السفيان وهو يخطئى كثيراًفى حديثه قال ابن ابى شيبه كان سريع النسيان . (تهذيب التهذيب : ۳۰۶/۱۱)		اسحاقؒ کہتے ہیں کہ امام احمدؒفرماتے ہیں کہ ان کی بات میں حجت (دلیل)نہیں ۔ابراہیم بن جنیدؒسے روایت ہے کہ ابن معینؒ نے فرمایاکہ وہ کسی چیزکی پروانہیں کرتاکہ اس نے کیاروایت کیا ۔بلکہ ان کوحدیث میں وہم ہوتاتھا۔علامہ آجریؒ کہتاہے کہ امام ابودائودؒنے فرمایاکہ احادیث میں خطا کرتاتھااورحدیثوں کواُلٹ پلٹ کرتاتھا۔امام نسائیؒ نے فرمایاکہ قوی نہیں ۔علامہ ابن عدیؒ کہتے ہیں جوکچھ اس سے روایت کیاہے محفوظ نہیں اوروہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتاتھامگراس سے غلطی ہوتی تھی۔امام یعقوب بن شیبہؒ نے بھی کہاہےکہ یحی بن یمان ثقہ تھے۔حضرت سفیانؒ کے ساتھیوں میں سے تھامگرحدیث نقل کرنے میں غلطی کرتاتھا۔اورکہاہے کہ وہ بات کوجلدہی بھول جاتاتھا۔ (تہذیب التہذیب : ۳۰۶/۱۱)

دوسراراوی عبداللہ ابن زیادابن سمعان ہے اس کے بارے میں درج ذیل کلام ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

فقال احمد بن ابراهيم ابن سعد يحلف ان ابن سمعان يكذب وقال جرجانى ذاهب الحديث وروى القاسم عن مالك كذاب اهل العراق قال ابن معين ليس حديثه شيئى وعن وليد بن مسلم قال كتبت عنٍ ابن سمعان كتابا هو انه لفى يدى ليلةً فنمتُ فرأيتُ رسول الله ﷺ فقلت يارسول الله ﷺ هذا ابن سمعان حدثنى عنك فقال عليه السلام قل لابن سمعان يتقى الله ولايكذب علىَّ .		احمدبن ابراہیم بن سعدؒ قسم کھاکرکہتے ہیں کہ سمعان جھوٹ بولتاتھااورامام جرجانیؒ کہتاہے کہ وہ ذاہب الحدیث ہے قاسم امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عراق میں سب سے بڑاجھوٹاتھاابن معینؒفرماتے ہیں اسکی حدیث کوئی چیزنہیں ۔اورولیدبن مسلمؒ نے کہاکہ میں نے سمعان سے ایک کتاب لکھی اوروہ ابھی میرے ہاتھ ہی میں تھی کہ ایک رات میں نے آپﷺکوخواب میں دیکھااورمیں

باب نہم

(میزان الاعتدال : ۳۵/۲)		نےآپﷺسے عرض کیاکہ یہ ابن سمعان ہے جس نے آپ سے حدیث بیان کی ہے توآپﷺنے فرمایاکہ توسمعان سے کہہ دوکہ اللہ سے ڈرومجھ پرجھوٹ نہ باندھاکرو۔ (میزان الاعتدال : ۳۵/۲)

(۲)علامہ ابن معین ؒفرماتے ہیں

لیس بثقة وقال مرة ضعیف وقال مرة لیس حدیثه شیئی. (میزان الاعتدال : ۴۲۳/۲)		کہ ثقہ نہیں اورایک مرتبہ فرمایاکہ ضعیف ہے اورایک مرتبہ فرمایاکہ اسکی حدیث کچھ بھی نہیں ۔ (میزان الاعتدال : ۴۲۳/۲)

(۳)علامہ ابن حجرؒلکھتے ہیں

قال ابن عبدالواحد سألت مالکاً فقال کان کذاباً وقال عبدالرحمن بن القاسم سألت مالکاًوقال کذاب وقال هشام ابن عروة حدث عنی باحادیث والله ماحدثتُ بها ولقد کذب علیَّ وقال المروزی عن احمد متروك الحدیث وابراهیم بن سعد یحلف باالله لقد کان ابن سمعان یکذب. (تهذیب التهذیب : ۲۱۹/۲)		علامہ ابن عبدالواحدنے کہامیں نے امام مالک ؒسے پوچھاتواس نے فرمایاجھوٹاتھاعبدالرحمن بن القاسمؒ نے کہامیں نے امام مالک ؒسے پوچھاتواس نے کہاجھوٹاہے۔ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ اس نے مجھ سے کئی احادیث بیان کی اللہ کی قسم میں نے ایک بھی بیان نہیں کی ہے۔اس نے مجھ پرجھوٹ باندھاہے۔مروزیؒ نے کہاکہ احمدکہتاہے متروک الحدیث ہے۔ابراہیم بن سعدقسم کھاکرکہتے ہیں کہ ابن سمعان جھوٹ بولتاتھا۔(تہذیب التہذیب : ۲۱۹/۲)

(۴)علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زیادابن سمعان متروک ہے۔اورجھوٹ پرمتہم ہے۔التقریب : ۱۷۴)

(۵)امام بخاریؒ لکھتے ہیں

قال ابن معین لیس بثقة وقال مرةً ضعیف وقال مرةًحدیث i لیس بشیئی . (التاریخ الکبیر : ۹۶/۵۔ الضعفاء الصغیر :		کہ ثقہ نہیں اورایک مرتبہ فرمایاکہ ضعیف ہے اورایک مرتبہ فرمایاکہ اسکی حدیث کچھ بھی نہیں ۔(التاریخ الکبیر : ۹۶/۵۔الضعفاء الصغیر : ۶۴)

باب نہم

۶۴)		

(شبہ پنجم یہ ہے)

الامام ترمذی عن حسن ابن حریث عن یونس عن ابن جریرعن عبداللہ ابن ابی ملیکۃ ۔اس سندسے روایت یہ ذکرہے کہ جب عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کاانتقال ہواتوحضرت عائشہ صدیقہؓ دفن کے بعدتشریف لائی اورقبرسے مخاطب ہوکرفرمایا

ولو شهدتك مازرتك . رواه الترمذی : (مشکوٰۃ : ۱۵۱/۱)		**اگرمیں تیرے دفن کے وقت حاضرہوتی توتیری زیارت کے لئے نہ آتی۔ رواہ الترمذی ۔مشکوٰۃ : ۱۵۱/۱)**

فریق مخالف کہتاہے۔کہ دیکھوحضرت عائشہ صدیقہ ؓنے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓسے خطاب کیااگرمردے نہیں سنتے توامی عائشہ صدیقہ ؓنے خطاب کیوں کیا؟

جواب

اول جواب یہ ہے کہ یہ استدلال صحیح نہیں ۔خطاب سننے کومستلزم نہیں ۔کیونکہ حضرت عمرفاروق ؓنے حجراسودکومخاطب کرکے فرمایاتھا

عن عابس بن ربیعة قال رأیت عمرؓ یقبِّل الحجر ویقول انی لأعلم انك حجر لاتنفع ولاتضر ولولا انی رأیت رسول اللہ ﷺ یقبِّلُ ماقبَّلْتُك متفق علیه : (مشکوٰۃ : ۲۳۲/۱)		**حضرت عابس بن ربیعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھاحضرت عمرفاروقؓحجراسودکوبوسہ دیتے تھے اور(اس کے سامنے)یہ فرماتے تھے کہ اس میں کوئی شک نہیں ،میں جانتاہوں کہ توایک پتھرہے ،نہ تونفع پہنچاسکتاہے نہ نقصان ،اگرمیں رسول اللہﷺکوتجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتاتومیں کبھی بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔بخاری ومسلم۔ (مشکوٰۃ : ۲۳ ۲/۱)**

کیاپتھربھی سنتاہے۔یاکوئی اس کابھی قائل ہے ؟فماہوجوابکم فہوجوابنا۔جوآپ کاجواب ہوگاوہ ہمارابھی جواب سمجھ لیجئے!

یاآپﷺنے ایک غزوہ میں خون آلودانگلی کوخطاب فرمایا

هل انتِ الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ مالقیت

کہ توایک انگلی ہے کہ خون آلودہوگئی اوریہ تکلیف اللہ کے راستے میں تونے اٹھائی ہے

کیاوہ انگلی سن رہی تھی ؟۔یاایک مجنون جنگل کی ہرن کوخطاب کرکے یوں کہتاہے

باب نہم

بالله یاظبیات القاع قلن لنا   ألیلایَ منکن ام لیلیٰ من البشر

اے جنگل کے ہرنیو! اللہ کی قسم دیتاہوں تمہیں کہ مجھے یہ بتاوکہ لیلیٰ تمہارے جنس سے ہے یاانسانوں میں سے ہے

کیااس خطاب سے سنانامقصودہے علیٰ ہذالقیاس عرب کی اصطلاح میں بلکہ ہرزبان میں دیار ، آثار، ہوا، سورج، چاند، ستارے، رات دن، خیال ،تصورمحبوب وغیرہ کوخطاب کیاجاتاہے اسماع (سنانا)مقصودنہیں ہوتا۔ان جیسے خطابات قرآن وحدیث میں بکثرت موجودہیں۔قرآن کریم تلاوت کے دوراں دیکھ لیاکریں اورمشکوٰۃشریف : ۲۱۴/۱، ۲۳۸، ۴۰۹)

دوم جواب یہ ہے کہ اس روایت میں ابن جریج ایک راوی ہے جوابن ابی ملیکہ سے روایت کرتاہے ۔جس کاپورانام عبدالملک بن عبدالعزیزبن جریج الاموی ہے ۔جسکے بارے اصحاب الجرح والتعدیل نے بہت کچھ کہاہے ،چندہی حوالے ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

قال الشافعیؒ استمتع ابن جریج بسبعین امرأة : (تهذیب : ۴۰۶/۶)		امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریج سترعورتوں سے متعہ کیاتھا .(تہذیب : ۴۰۶/۶)

(۲)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

انه تزوج نحوسبعین امرأة نکاح المتعة کان یری الرخصة : (میزان الاعتدال : ۱۳۶/۲)		کہ اس نے سترکے لگ بھگ عورتوں سے متعہ کیاتھااوروہ یہ جائزسمجھتاتھا۔ : (میزان الاعتدال : ۱۳۶/۲)

(۳)علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

عبدالملك بن عبدالعزیزابن جریج عن ابن ابی ملیکه وعکرمه مرسلاً . (التهذیب : ۲۴۳/۲)		یعنی جب بھی ابن جریج ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتاہے تویہ ارسال کرتاہے۔ (التہذیب : ۲۴۳/۲)

(۴)علامہ حافظ سفی الدین احمدبن عبداللہؒ المتوفی ۹۲۳ھ؁ لکھتاہے

عبدالعزیزابن جریج الاموی عن ابن ابی ملیکة وعکرمة مرسلاً. (خلاصة تهذیب الکمال : ۲۴۴)		عبدالعزیزابن جریج جب بھی ابن ابی ملیکہ اورعکرمہ سے روایت کرتاہے توارسال کرتاہے . (خلاصۃ تہذیب الکمال : ۲۴۴)

باب نہم

(۵)علامہ ذہبیؒ ایک اورجگہ لکھتے ہیں

وقال عبدالله ابن احمدبن حنبل قال ابی بعض احادیث التی کان یرسلها ابن جریج احادیث موضوعة کان ابن جریج لایبالی من این یأخذها. (المیزان : ۴۵۹/۲،۱۳۶/۱)		عبداللہ بن احمدبن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میرے والدصاحبؒ نے فرمایاوہ احادیث جن میں ابن جریج ارسال کرتاہے من گھڑت ہیں ۔ابن جریج کویہ پروہ نہیں تھی کہ کہاں سے حدیث لے لی۔ (المیزان : ۴۵۹/۲،۱۳۶/۱)

لہذایہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

(شبہ ششم یہ ہے)

کہ کہتے ہیں کہ مستدرک میں حاکم نے روایت نقل کیاکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔کہ جب میرے کمرے میں میراشوہررسول اللہ ﷺاورمیراباپ ابوبکرؓدفن تھے تومیں کمرے میں آتی جاتی ۔لیکن جب حضرت عمرؓوہاں دفن ہوئے تومیں کپڑوں میں خودکوڈھانپ کرکمرے میں جاتی ۔اس لئے کہ مجھے حضرت عمرؓسے حیاآتی ہے۔مشکوۃ : ۱۵۴/۱)

فریق مخالف کہتاہے کہ اس سے معلوم ہوتاہے کہ مردے سنتے بھی اوردیکھتے بھی ہیں ورنہ حیاآنے کاکوئی مطلب ہی نہیں ہے۔

اول جواب یہ ہے

کہ” روایت قابلِ استدلال نہیں اس لئے کہ حاکم محدثین کے نزدیک غیرمعتبرہے۔اکثرمحدثینؒ نے لکھاہے کہ حاکم شیعہ رافضی تھا۔اس لئے ایسی روایات گھڑتاتھا۔کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مضبوط روایت ہے کہ مردے نہیں سنتے اورآپ سے یہ بھی روایت منقول ہے کہ جوعورت قبرستان جائے اس پرلعنت ہو۔ توشیعوں کامذموم مقصدحضرت عائشہ صدیقہؓ کولعنت کامستحق بناناہے کہ دیکھو!خودقبرستان جاتی ہے دوسری خواتین کومنع کرتی ہیں۔چنانچہ درج ذیل کلام ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

الحاکم ابو عبدالله الحافظ صاحب التصانیف لکنه یصحح فی مستدرکه احادیث ساقطة ویکثر من ذالك فما ادری هل خفیت علیه فما هو ممن یجهل ذالك وان علم فهذه خیانة عظیمة ثم هوشیعیٌ مشهور بذالك		کہ ابوعبداللہ الحاکم الحافظ جوکہ صاحب تصانیف ہے مگروہ اپنی کتاب مستدرک میں بہت گری پڑی روایات کی بھی تصحیح کرتاہے میں نہیں جانتاکہ وہ یہ کام جہالت کی بناء پرکرتاہے اورمیرانہیں خیال کہ وہ نہیں جانتے تھےاگرجان بوجھ کرکرتاہے

باب نہم

من غیر تعرض للشیخین . (میزان الاعتدال : ۴۰۲/۲)		توپھریہ بڑی خیانت ہے۔پھریہ مشہورشیعہ ہے ہاں حضرات شیخین(ابوبکرؓوعمرؓ) کوبرابھلانہیں کہتاہے۔ (میزان الاعتدال : ۴۰۲/۲)

(۲)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

وقدقیل فی اعتذار عنه انه عند تصنیفه للمستدرك کان فی آخر عمره وذکر بعضهم انه حصل له تغیر وغفلة فی اٰخرِ عمره ویدل علی ذالك انه ذکر جماعةً فی کتاب الضعفاء له وقطع تبرك الروایة عنهم ومنع من الاحتجاج بهم ثم اخرج احادیث بعضهم فی مستدرکه وصححها۔ (لسان المیزان : ۲۳۳/۵)		اوربعض نے یہ بھی کہاہے کہ وہ مستدرک لکھتے ہیں کہ آخری عمرمیں دماغی توازن کھوچکاتھا۔اوراس سے غلطیاں صادر ہوچکی تھیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے کئی احادیث اپنی کتاب ’’الضعفاء ‘‘میں ذکرکرکے ان سے احتجاج پکڑنے سے منع بھی کیا۔پھران سے مستدرک میں چندروایات ذکرکرکے تصحیح بھی کی ہے۔ (لسان المیزان : ۲۳۳/۵)

(۳)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

ولاریب ان فی المستدرك احادیث کثیرة لیست علی شرط الصحة بل فیه احادیث موضوعة : (تذکرة الحفاظ : ۱۰۳۹/۳)		کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مستدرک میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جوصحیح نہیں بلکہ بلکل من گھڑت ہیں ۔ (تذکرة الحفاظ : ۱۰۳۹/۳)

(۴)علامہ شاہ عبدالعزیزمحدث دہلویؒ لکھتے ہیں

لہذاعلماء حدیث قرارداده کہ برمستدرک اعتمادنہ بایدکردمگربعدازدیدن تلخیص ذہبی۔ (بستان المحدثین : ۴۳)		علماء کرام نے اس بات پراتفاق کیاہے کہ مستدرک پراعتمادنہیں کرناچاہئے جب تک تلخیص ذہبی کونہ دیکھاجائے۔ (بستان المحدثین : ۴۳)

(۵)شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

فان فیه احادیث کثیرة یظهر انها کذب : (الردعلی الرفضائی : ۱۴۵)		اس لئے کہ اس میں بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتاہے کہ وہ جھوٹ ہے۔ (الردعلی الرفضائی : ۱۴۵)

اگرکوئی کہے کہ یہ روایت علامہ ابن سعدؒنے طبقات میں ذکرکیاہے وہ توصحیح

ہوگی؟
توہم جواب دیتے ہیں کہ اس میں بھی ایک راوی ہے ۔اسماعیل بن عبداللہ بن ابی اویس وہ انتہائی ضعیف راوی ہے۔اس پراصحاب الجرح والتعدیل نے کلام کیاہے کلام کے لئے ملاحظہ فرمالیجئے!
(۱)تہذیب التہذیب : ۳۱۰/۱۔(۲)التقریب : ۳۴۔(۳)المیزان : ۲۳۵/۱)
دوم جواب یہ ہے
کہ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی مضبوط روایت ردعدم سماع کےمخالف ہے اوریہ اس کامقابلہ ہرگزنہیں کرسکتی ۔اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کاعقیدہ درباره ئےعدم سماع موتی اتنامضبوط اورٹھوس ہے کہ حضرت عمرؓاورآپﷺ کی روایت سننے کے بعدکتاب اللہ سے استدلال فرماکراپنے عقیدہ کونص قرآنی سے مضبوط بنارہی ہے۔جس نے حضرت عمرؓ کاقول بدروالاان کی زندگی میں قابل سماع نہ سمجھاتواب اس منصوص شدہ عقیدہ سے کیسے اعراض کرلیا۔ان کے صحیح عقیدہ عدم سماع موتیٰ کوبدلاکررکیک روایات کاسہاراالینامذہب احناف سے اعراض کے برابرہے جبکہ وہ ایک نص قطعی سے تمسک کرکے مسئلہ بیان کررہی ہیں توان کے عمل میں کیوں تاویل نہیں کی جاتی جواصل طریقہ ہے
سوم جواب یہ ہے
کہ اگراس کوصحیح بھی مان لیاجائے ۔توپھراس کامطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کاحیاء اس وجہ سے تھاکہ کہیں حضرت عمرؓ کی قبرکے ہاں ابن عمرؓوغیرہ نہ آیے ہواس سے شرماتی تھیں اورپردہ کرتی تھیں۔البصائز : ۱۹۱)
چہارم جواب یہ ہے
بلکہ اگرچندمنٹ تسلیم کرلیاجائے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پردہ اس لئے کرتی تھیں کہ ان کاعقیدہ تھاکہ حضرت عمرؓاپنی قبرسے مجھے دیکھ رہے ہیں (اعاذنااللہ منہا)توقابلِ دریافت یہ بات ہے کہ جوشخص کئی من مٹی کے نیچے سے دیکھ سکتاہے توباریک پردہ کپڑے کااس کے دیکھنے سے کیسے مانع بن سکتاہے۔الاقوال المرضیۃ : ۶۹)
پنجم جواب یہ ہے
کہ حیاء کے لئے دیکھنے کی ضرورت نہیں ۔بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺنے فرمایاکہ میں نے جنت کی سیرکی تومیں نے حضرت عمرؓکابنگلہ دیکھامگراندرنہیں گیا۔اس لئے کہ مجھے حضرت عمرؓسے حیاآرہاتھا۔بخاری : ۵۳۵/۱)

باب نہم

حضرات!

مذکورہ بالاروایت سے بخوبی یہ امرمعلوم ہوتاہے کہ حیاء آنے سے یہ لازم نہیں آتاکہ وہ تجھے دیکھ بھی رہاہے. کیاحضرت عمرؓ آپﷺکواس وقت دیکھ رہے تھے؟ کہ وہ فرمارہے ہیں کہ مجھے عمرسے حیاء آیابلکہ اس کوتوپتہ ہی نہیں تھاآپﷺنے آکرتمام واقعہ بیان فرمایا.یااس قسم کی اورروایات ہیں .جیساکہ حکم ہے کہ بوقت بیت الخلاء قبلہ کی طرف استقبال اوراستدبارنہ کیاجائے .یہ محض حیاء بیت اللہ کے لئے ہے لیکن اس سے اس بات کاتصوربھی نہیں کیاجاسکتاکہ کسی کاعقیدہ ہوکہ بیت اللہ دیکھ رہاہے یہاں بھی حیاء کایہی مفہوم ہے اورعائشہ صدیقہؓ کاہرگزہرگزیہ عقیدہ نہیں تھاکہ حضرت عمرمجھے دیکھتے ہیں.

(شبہ ہفتم یہ ہے)

کہ فریق مخالف کہتاہے کہ امام بیہقی ابن ابی الدنیااورابن عساکرنے حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت نقل کیاہے کہ جب کوئی مسلمان کی قبرسے گذرتاہے جواس کودنیامیں پہچانتاتھا.تواس کوقبرسے پہچانتاہے اوراس کے سلام کاجواب بھی دیتے ہیں .یہ روایت صابونی نے بھی نقل کی ہے

جواب یہ ہے کہ پہلے اس کی سندملاحظہ ہوتاکہ آپ کومعلوم ہوکہ یہ حدیث بھی ہے یانہیں؟

قال ابن ابی الدنیا حدثنا محمد بن قدامۃ الجوھری حدثنا معن بن عیسیٰ القذار حدثنا ھشام بن سعد حدثنا زید بن اسلم عن ابی ھریرۃؓ . (الصارم المنکی : ۱۹۸،۱۸۶)		**ابن ابی الدنیانے کہاکہ ہمیں محمدبن قدامہ جوہری نے حدیث بیان کی .اس کومعن بن عیسیٰ القذاری نے اس کوہشام بن سعداس کوزیدبن اسلم وہ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کرتاہے. (الصارم المنکی : ۱۹۸،۱۸۶)**

اس روایت کی سندمیں محمدبن قدامہ الجوہری اورہشام بن سعددونوں ضعیف جبکہ تیسرازیدبن اسلم کاسماع حضرت ابوہریرہ ؓ سے ثابت نہیں .سب سے پہلے راوی محمدبن قدامہ کاحال ملاحظہ فرمالیجئے !کہ یہ کون تھے ؟

(۱)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

محمدبن قدامۃ قال ابن معین لیس بشیئی وقال ابوداود ضعیف لم اکتب عنہ . (میزان الاعتدال : ۱۵/۴)		**علامہ ابن معینؒ نے کہاکہ ابن قدامہ کوئی شئی نہیں ہے.اورامام ابودائودکہتے ہیں کہ ضعیف ہے میں اس سے حدیث نہیں لکھتاہے. (میزان الاعتدال : ۱۵/۴)**

(۲)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

باب نہم

قال ابن معين ليس بشيئی وقال الاجری عن ابی داود ضعيف : (تهذيب التهذيب : ۴۱۰/۹)		علامہ معینؒ نے کہاکہ کوئی شئی نہیں اورآجریؒ نے امام ابودائودؒسے نقل کیاہے کہ وہ کمزورہے۔ (تہذیب التہذیب : ۴۱۰/۹)

دوسراراوی ہشام ابن سعدضعیف بھی اورشیعہ بھی ہے

(۱)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

هشام ابن سعد كان يحی بن سعيد لايروی عنه وقال الدوری عن ابن معين ضعيف متروك الحديث وقال معاوية بن صالح عن ابن معين ليس بشيئی قال ابو حاتم يكتب حديثه ولايحتج به وقال النسائی ضعيف وقال مرة ليس بالقوی وروی له ابن عدی احاديث فقال اخطأ وقال ابن سعد كان كثير الحديث يستضعف وكان متشيعاً۔ (تهذيب التهذيب : ۴۰۳۱۱) (التقريب : ۳۱۶)		یحی بن سعیدؒہشام بن سعدسے روایت نہیں کرتے تھے۔دوری ابن معینؒسے نقل کرتے ہیں کہ ضعیف ،متروک الحدیث ہے۔معاویہ بن صالح ابن معینؒسے نقل کرتے ہیں کہ کوئی شئی نہیں ہے۔ابوحاتمؒ نے کہاکہ حدیث میں جھوٹ بولتاہے اس کی حدیث سے حجت نہیں کی جاسکتی ۔امام نسائیؒنے کہاضعیف ہے پھرکہاقوی نہیں ۔ابن عدی نے اس کی احادیث نقل کی ہے اورکہاکہ غلطی کی ہے۔ابن سعدؒنے کہاکہ وہ بہت سی ضعیف حدیث نقل کرنے والاتھا۔اورشیعہ تھا۔ (تہذیب التہذیب : ۴۰۳۱۱)(التقریب : ۳۱۶)

(۲)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

هشام بن سعدصدوق له اوهام ورُمِیَ بالتشيع : (تقريب : ۳۶۴)		کہ ہشام بن سعدسچاتھامگروہمی اورشیعیت سے بدنام تھا۔ (تقریب : ۳۶۴)

(۳)علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں

قال هشام بن عروة وسليمان التيمی كذاب : (ميزان : ۴۶۹/۳)		حضرت ہشام بن عروہ اورسلیمان تیمیؒنے کہاکہ وہ جھوٹاتھا۔(میزان : ۴۶۹/۳)

تیسراراوی زیدابن اسلم ہے ۔اس کاحضرت ابوہریرةؓ سے سماع ثابت نہیں ۔

(۱)علامہ ابن عبدالہادیؒ لکھتے ہیں

باب نہم

عن یحی بن معین انه قال زید بن اسلم لم یسمع من ابی هریرة ؓ . (الصارم المنکی : ۱۹۸)		حضرت یحی بن معینؒ نے کہاہے کہ زیدبن اسلم نے حضرت ابوہریرہ ؓسے سماع ثابت نہیں ہے۔ (الصارم المنکی : ۱۹۸)

(۲)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

قال الدوری عن ابن معین لم یسمع من جابر ولا عن ابی هریرة وذکر ابن عبدالبر فی مقدمة التهذیب مایدل علی انه یدلس : (التهذیب : ۳۹۷/۳		علامہ دوری ابن معینؒ نقل کرتے ہیں کہ اس کاسماع نہ جابرؓ اورنہ ابوہریرہؓ سے ثابت ہے ابن عبدالبرؒنے مقدمہ تہذیب میں جوذکرکیاہے وہ اس کی تدلیس پردلالت کرتاہے ۔ (التہذیب : ۳۹۷/۳)

دوم جواب یہ کہ اگریہ سب امورسننا،دیکھنااورپہچاننامیت میں ثابت ہوجائیں توسمجھ میں نہیں آتاکہ اس کومیت کہیں یازندہ اورسورئہ فاطرکی آیت کریمہ کاکیامطلب ہوگا؟ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَا يَسْتَوِىْ الْأَحْيَاء وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِىْ الْقُبُورِ . (فاطر : ۲۲)		اورزندے اورمردے برابرنہیں ہوسکتے ،اللہ تعالیٰ جس کوچاہتاہے سنادیتاہے اورآپ ان لوگوں نہیں سناسکتے جوقبروں میں ہیں۔ (سورئہ فاطر : ۲۲)

غرض یہ کہ اس آیت کاکیامطلب ہوگا؟اگروہ میت سینکڑوں من مٹی کے نیچے سے زائرکودیکھ رہاہے اوراس کی باتیں سن رہاہے اورجواب بھی دے رہاہے تواس زندہ کوکیابلاپڑگئی ہے کہ اس مردہ کونہیں دیکھ سکتانہ اس کومردہ کاکفن نظرآتاہے اورنہ جسم دکھائی دیتاہے اورنہ اس کے جواب کوسن سکتاہے توپھریوں کہناچاہئے کہ وہ مردہ دراصل زندہ ہے اوریہ زائرمردہ ہے۔بالمعنیٰ۔الاقوال المرضیہ : ۶۶)

سوم جواب یہ ہے

کہ جب نصوص قطعیہ اوراحادیث نبویہ سے مستقرارواح علین وسجین ہوااورادراک وشعوربھی اسی روح سے ہے اس میت کے سماع کاتوکوئی قائل ہی نہیں اوریہ احناف کااتفاقی مسئلہ ہے تواگرروایت کے الفاظ کواپنی حقیقت پررکھاجائے توسینکڑوں روایات صحیحہ کاانکارلازم آئے گاجومستلزم البطلان ہے ۔الاقوال المرضیہ : ۶۶)

یہی روایت ابن عبدالبرنے استذکارج ۱ ص۲۳۴ پراس سے عبدالحق الاشبیلی نے احکام الکبری ج ۲ ص ۵۴۶ اورامام سیوطی نے حاوی الفتاوی ج ۲ ص ۱۷۰

باب نہم

اورابن تیمیہ نے فتاوی میں نقل کیاہے۔یہ سندپہلی سندکے علاوہ ہے مگراس میں دوراوی مجھول ہیں ۔۱۔ابن عبدالبرکااستاد ابو عبداللہ عبیدبن محمد۔۲۔فاطمہ بنت ریان المخزومی
امام آلوسی الحنفی لکھتےہیں کہ عبدالحق الاشبیلی نے اس کی تصحیح کی ہے۔مگرحافظ ابن رجب نے اس پراعتراض کیاہے کہ یہ روایت منکرہے اور ضعیف ہے ۔روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷ ۔اہوال القبور لابن رجب ج ۳ ص ۸۳۔اورمحمدجمیل زینونے بھی اس کومنکرقراردیاہے۔(مجلۃ المجاہد رقم ۲ عدد۱۷ ص ۴۶)
اورامام البانی نے دونوں راویوں کومجہول اورروایت کوتعلیق الایات البینات میں منکراورسلسلہ میں غریب قراردیاہے۔تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں ۔فتاوی الدین الخالص ج ۷ ص ۲۸۷۔رقم ۱۴۰۳۔سلسلہ الضعیفہ ج ۹ ص ۴۸۳ ۔ رقم ۴۴۹۳۔
(شبہ ہشتم یہ ہے)
فریق مخالف عوام اورطالب علموں کے ذہنوں میں شبہ ڈالتے ہیں کہ انک لاتسمع الموتیٰ ۔ومانت بمسمع من فی القبوروغیرہ آیات میں اسماع یعنی سنانے کی نفی ہے سماع یعنی سننے کی نفی نہیں یعنی اللہ نے فرمایاتم نہیں سناسکتے یہ نہیں فرمایاکہ مردے نہیں سنتے۔سنانے کی نفی سے سننے کی نفی لازم نہیں آتی سنانااورچیزہے اورسننااورہے۔اس میں بہت فرق ہے۔
اول جواب یہ ہے
کہ پہلی بات یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انہی اٰیات سے سماع یعنی سننے پراستدلال کیاہے نہ کہ اسماع پردیکھئے بخاری : ۱۸۳/۱، ۵۶۷/۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ صاحب لغت بھی تھیں اورقرآن کریم انکے گھرمیں نازل ہواتھااس سے زیادہ قرآن کریم سمجھنے والاکون ہوگا؟ بلکہ اکثرصحابہؓ اُنکے شاگردتھے
دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن الہمام الحنفی ؒنے یوں جواب دیاہے

فانہمایفیدان تحقیق عدم سماع الموتیٰ : (فتح القدیر : ۱۰۴/۲)		**کہ یہ دونوں آیتیں عدم سماع موتی کافائدہ دیتی ہیں ۔ (فتح القدیر : ۱۰۴/۲)**

تیسری بات یہ ہے کہ علامہ رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں

علم ان الاموات لایسمعون والا لم یصح التشبیہ : (کوکب الدری : ۱۹۷/۲)		**معلوم ہواکہ مردے نہیں سنتے ورنہ تشبیہ ہی صحیح نہیں ۔ (کوکب الدری : ۱۹۷/۲)**

اسی طرح علماء امت خصوصاًفقہاء احناف انہی آیات سے عدم سماع پراستدلال کیاہے خوامتقدمین ہویامتأخرین کیایہ تمام حضرات نہیں سمجھ رہے تھے ؟اورکیایہ

باب نہم

مذکورہ لوگوں پراہل بدعت کااعتمادنہیں ؟

دوم جواب یہ ہے

اسماع اصل ہے متبوع ہے اورمطاوَع ہے سماع فرع تابع اورمطاوِع ہے ۔قانون یہ ہے کہ اصل کی نفی کے ساتھ فرع کی نفی لازم ہوتی ہےپس جب سنانامنع ہواتوسننالازماًمنع ہوا۔

(شبہ نہم یہ ہے)

مخالفین کہتے ہیںإِنَّکَ لَا تَہْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَکِنَّ اللَّہَ یَہْدِیْ مَن یَشَاءُ وَھوَ أَعْلَمُ بِالْمُہْتَدِیْنَ : القصص : ۵۶)اور وَمَا رَمَیْتَ إِذْ رَمَیْتَ وَلَـکِنَّ اللّہَ رَمَی وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْہُ بَلاء حَسَناً إِنَّ اللّہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ : الانفال : ۱۷)کی طرح یہاں نفی خلق سماع ہے ۔مطلب یہ ہے کہ تم ان میں سننے کی توفیق پیدانہیں کرسکتے ہو۔یہ مطلب نہیں کہ مردے سنتے نہیں !

جواب اول یہ ہے اگراعتراض صحیح ہوتاتوحضرت عائشہ صدیقہؓ جوامت مسلمہ کی معلمہ ہے اسنے استدلال کیوں کیا۔اورتمام صحابہؓ اُتنی سنگین غلطی پرخاموش کیسے ہوتے ؟ لہٰذایہ استدلال ہرگزصحیح نہیں ہے۔

جواب دوم یہ ہے

اگرہم تسلیم کرے کہ ٹھیک ہے۔آپ کے قول کے مطابق انک لاتسمع کامعنی ہواکہ تم سننے کی قوت پیدانہیں کرسکتے ہومگراسکے بعدمتصل الفاظ کاکیامعنی ہوگا؟ ان تسمع الامن یؤمن بأیٰتِنا کاآپکے قول کے مطابق معنی یہ بنے گا۔کہ جنھوں نے ایمان لایاان کوتوفیق یاان میں قوت سماع پیداکرسکتے ہو۔استغفراللہ

مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہی ؒ کااعتراض بمعہ جواب نقل کرتاہوں ملاحظہ فرمالیجئے!

وماقیل انہ من قبیل مارمیت اذرمیت غیرتام لانہ لایصح علی ھذا قولہ بعدہ ان تسمع الامن یؤمن بأیٰتِنا فان الاقدار فیہ سبحانہ کما ھو فی الاول فکذا فی الثانی فکیف یصح اتیانہ لہ فی نوع ونفیہ فی نوع . (کوکب الدری : ۱۹۸/۲)		**اورجوکہاگیاہے کہ یہ ومارمیت اذرمیت کے قبیل میں سے ہے۔غیرتام ہے اور یہ درست اس لئے نہیں کہ بعدمیں ان تسمع الامن یؤمن بأیٰتِناہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے میں قدرت پیداکرنااللہ سبحانہ کاکام ہےاسی طرح دوسرے میں بھی اللہ کاکام ہے۔ اسی طرح ایک جگہ اثبات ہودوسری جگہ نفی ۔ دوسرے میں بھی اللہ ہی کاکام ہے ۔تویہ کیسے ہوسکتاہے کہ ایک جگہ اس سے ایک چیزکی نفی**

باب نهم

کرتاہے دوسری چیزکااثبات کرتاہے۔(کوکب الدری : ۱۹۸/۲)		

(شبہ دہم)

مخالفین کہتے ہیں کہ اگرمردے نہیں سنتے پھرتوقرآن میں تشبیہ غلط ہے اس لئے کہ مشبہ توکافرہیں اوروہ توسنتے ہیں البتہ فائدہ نہیں دے سکتے تومعلوم ہوتاہے اس سے کہ مردے بھی سنتے ہیں اور فائدہ نہیں دے سکتے

جواب یہ ہے

کہ پھریہ اعتراض ولاتسمع الصُّمَّ میں بھی لازم آتاہے کیونکہ جس طرح اللہ نے کافروں کی تشبیہ مردوں سے دی ہے ۔اسیطرح بہروں سے بھی دی ہے۔پھرتومعترض کے قاعدے کے مطابق معنی یہ ہوگا۔کہ بہرے وہ ہیں جوسنتے ہیں ۔مگرفائدہ نہیں لے سکتے ۔فماهوجوابكم فهوجوابنا۔

جواب دوم یہ ہے

کہ کیااعتراض کرنے والاامی عائشہ صدیقہ ؓ سے بھی قرآن کوزیادہ سمجھنے والاہے کیونکہ امی عائشہ صدیقہ صاحبہؓ نے ان آیات سے مطلق سماع اموات کی نفی پراستدلال کیاہے ۔

جواب سوم یہ (تحقیقی جواب)ہے

کہ تشبیہ صحیح ہے کیونکہ وجہ شبہ جنس نہ سنناہے اورجنس نہ سننے کے دونوع ہے (۱)مطلقاًنہ سننا(۲)نہ سننابطریقہ عدم انتفاع پس جانب مشبہ بہ میں یہ مردوں میں نہ سنناہے اورجانب مشبہ کافروں میں نہ سننابطریق عدم انتفاع ہے۔ جیساکہ زیدکاالاسدمیں تشبیہ صحیح ہے اس لئے کہ اس میں وجہ شبہ شجاعت ہے لیکن اسدمیں شجاعت مع الا فتراس ہے اور زیدمیں صرف شجاعت یہی جواب شیخ القرآن حضرت مولاناعلامہ عبدالسلام نے بھی دیاہے۔احسن الکلام ،سورۃ روم : ۳۱)

جواب چہام یہ (الزامی)ہے

کہ اگربالفرض مردے سنتے ہیں مگرفائدہ نہیں لے سکتے ہیں بقول انکے توجب فائدہ نہیں لے سکتے توباتیں عبث ہوتے ہیں اورہرعبث کام نارواہے۔

(شبہ یازدہم یہ ہے)

کہ کہتے ہیں کہ آیت میں موتیٰ سے مرادموتی القلوب ہیں یعنی جن کے دل مرچکے ہیں نہ کہ قبوروالے اورعبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ۔اس کاجواب یہ ہے

کہ ایک عبارت النص ہے دوسرااشارۃ النص ہے ۔ایت کی مرادجس نے ذکرکیاہے

باب نہم

وہ عبارت النص کے اعتبارسے ہے اورہم نے استدلال اشارۃ النص سے کیاہے۔لہذایہ اعتراض اشارۃ النص پروواردنہیں ہوتا۔

(شبہ دوازدہم یہ ہے)

کہ کہتے ہیں کہ قبروں پرجوگھاس ہے اس کومت کٹوائیں کیونکہ وہ ذکرکرتے ہیں اوران کے ذکرسے مردے مانوس ہوتے ہیں

چنانچہ ہندیہ ،قاضی خان وغیرہ میں ہے

ان قراءۃ القرآن عند القبور نوىٰ بذالك ان یونسه صوت القرآن . (قاضی خان........		قبورکے ہاں جوتلاوت کیجاتے ہے اس سے یہ نیت کی جائے کہ اسکی آوازسے میت مانوس ہوں۔قاضی خان : ....

جواب اول یہ ہے

کہ اگرگھاس کی تسبیح مردے سنتے ہیں اورزندہ نہیں سنتاتومعلوم ہوتاہے کہ ہم مردے ہیں اورمردے زندہ ہیں

جواب (تحقیقی)یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلاَّ يُسَبِّحُ بِحَمْدَهِ وَلَـكِن لاَّ تَفْقَهُونَ تَسْبِيْحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيْماً غَفُوراً : (بنی اسرائیل : ۴۴)		ایسی کوئی چیزنہیں جواسے پاکیزگی اورتعریف کے ساتھ یادنہ کرتی ہو۔ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔وہ بڑابردباراوربخشنے والاہے . (سورئہ بنی اسرائیل : ۴۴)

حضرات گرامی!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جوتسبیح پڑھتی ہیں مگرتم انکی تسبیح کونہیں سمجھتے مگربریلوی اورکرم ایجنسی کے بدعتی حضرات کہتے ہیں کہ نہیں مردے بھی ان تسبیحات کوسمجھتے اورسنتے ہیں ،ہم کس کی بات مانئیں ؟

فیصلہ آپ کی ضمیرپرچھوڑتے ہیں ۔بات اصل میں یہ ہے کہ بحث اس میں ہے کہ کیامردے عالم دنیاکی باتیں سنتے ہیں یانہیں ؟

گھاس وغیرہ کی تسبیح فرشتوں کی آوازیں وغیرہ کاعالم دنیاسے تعلق نہیں یہ عالم روحانی سے متعلق ہے

جواب سوم یہ ہے کہ ہندیہ ،قاضی خان کی عبارت کامقصدکیاہے؟

مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء کااختلاف ہے اس بات میں کہ قبرستان میں تلاوت جائزہے

باب نہم

یانہیں ؟

قاضی خان فصل فی قراء ۃ القرآن میں لکھتے ہیں

قال ابوحنیفۃؒ یکرہ وقال محمدلایکرہ		امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے امام محمدؒنے کہاکہ مکروہ نہیں ہے۔

توامام قاضی خان قراء ت کے جوازکوثابت کررہاہے کہ قبرستان میں تلاوت جائزہے۔ مگرنیت مردے کی مانوس ہونے کی کرے یانہ کرے ۔یعنی وہ یہ بتاناچاہتاہے کہ پڑھنے والے کی جوبھی نیت ہواللہ سنتاہے قاری کی نیت ایک خیال ہے اس سے بحث نہیں ۔

باقی مردے کامانوس ہونایہ قراء ت کی آوازسے نہیں اورنہ ہی مردے سنتے ہیں بلکہ فقہاء نے اسکی تشریح یوں فرمائی ہے کہ قراۃ چونکہ اللہ تعالی سنتے ہیں اوروہ اوپرسے رحمتیں بھیجتے ہیں مردہ چونکہ سوفیصداللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوتاہے اس لئے وہ اس بھیجے گئے رحمت سے مانوس ہوتاہے نہ کہ قرآن کی آوازسے چنانچہ فقہاء کرامؒ کی عبارات ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)قاضی خان میں ہے

فان قراءۃ القرآن عند القبور ان نویٰ بذالك ان یونسهم صوت القرآن فانه یقرأ فان لم یقصد ذالك فالله تعالی یسمع قراءۃ القرآن حیث کانت . (قاضی خان علی هامش هندیه : ۴۲۲/۳)		کہ قرآن کی تلاوت جوقبورکے ہاں کی جاتی ہے اگراس سے نیت یہ ہوکہ قرآن کی آوازسے مردے مانوس ہوں توکی جائے ورنہ اللہ تعالیٰ جہاں بھی تلاوت کی جائیگی توسماعت فرماتاہے ۔(اس کے لئے قبرستان جانے کی ضرورت نہیں)۔ (قاضی خان علی ہامش ہندیہ : ۴۲۲/۳)

(۲)علامہ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں

لان محل القراءۃ تنزل الرحمة والبرکة : (الشامی : ۲۴۳/۲)		اس لئے کہ جہاں قرآن پڑھاجاتاہے وہاں رحمت اوربرکت اترتی ہے۔ (الشامی : ۲۴۳/۲)

(۳)علامہ ابن نجیم المصری الحنفیؒ لکھتے ہیں

یکرہ ایضاً قطع النباتات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کمافی البحر وشرح المنیة وعلله في الامداد بانه مادام رطباً یسبح الله		قبرستان سے تردرخت اورگھاس کاٹنامکروہ ہے خشک کاکاٹنامکروہ نہیں ۔جیساکہ بحراورمنیہ کی شرح میں وضاحت ہے اورفتاویٰ امدادیہ میں علت ذکرہے کہ

تعالی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمة (بحرالرائق : ۱۹۶/۲) (ردالمحتار : ۲۴۵/۲)		اس لئے یہ جب تک یہ تررہے توذکرکرتے ہیں اورذکرسے رحمت اترتی ہے اورس سے پھرمردہ کوانس ہوتاہے۔ (بحرالرائق : ۱۹۶/۲)ردالمحتار : ۲۴۵/۲)

(۴)علامہ سیداحمداطحاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وکرہ قطع الحشیش الرطب وکذ الشجر من المقبرة لانه مادام رطباً یسبح الله فیونس المیت وتنزل بذکرالله الرحمة : (الطحطاوی شرح مراقی الفلاح : ۳۴۲)		مقبرہ سے ترگھاس اوراسی طرح درخت کاٹنامکروہ ہے۔اس لئے کہ جب تک یہ تررہے تواللہ کی تسبیح پڑھتی ہے ۔ذکرسے رحمت اترتی ہے اوراس سے مردہ کوانس ہوتاہے ۔ (الطحطاوی شرح مراقی الفلاح : ۳۴۲)

اگرکوئی فقہ جانتاہے توان عبارات کامقصدواضح ہے ۔جملہ تنزل به الرحمة جملہ تعلیلیہ ہے یہ علت واقع ہے فیونس کے لئے لانه مادام رطباً جملہ علت ہے فیکرہ قطع الحشیش کے لئے ۔پس ثابت ہواکہ مردے کوانس من جانب الله هے نه من جانب القاری یہی جواب علماء دیوبندکے مصدقہ رسالہ کشف مغالطات درمسئلہ سماع الاموات : ۱۴۵تا۱۴۶)

علامہ محمدابراہیم دہلویؒ کی اِس رسالہ پرعلماء دیوبندکی تصدیقات خصوصاًشیخ الہندمحمودحسن کی تصدیق موجودہے وہ لکھتے ہیں

جب کسی نے قبرپرجاکرقرآن مجیدپڑھایاذکرالٰہی کیاپس یہ آوازبجنسہ میت تک نہیں پہنچتی بلکہ قرآن کی آوازذکرکی آوازحضوررب العلمین نے سنی اوراس کے بعدقرآن پڑھنے اورذکرکرنے کی جگہ خاص رحمت رب العلمین کی جانب سے بوجہ قرآن پڑھنے کے نازل ہوتی ہے چونکہ میت کواس جانب کاپوراادراک ہے وہ فوراًاس رحمت کے نازل ہونے سے مسروراورمانوس ہوا۔

پس جبکہ اس رحمت کے نازل ہونے کاسبب یہ قراء ۃ یاذکرہواہے اس لئے میت کے انس کوسبب السبب کی طرف مضاف کیاگیا۔انس میت کاسبب نزول رحمت الٰہی اورنزول رحمت کاسبب قراء ۃ قرآن اورذکاالٰہی اورسبب کاسبب بھی سبب ہوتاہے ۔اس لئے اضافت انس کی تلاوت قرآن اورذکرالٰہی کی طرف صحیح ہوئی

لیکن اس سے ہرگزسماعت ثابت نہ ہوئی ۔کیونکہ میت کامانوس ہونے کی وجہ معقول فقہاء حنفیہ اورعلماء اہل سنت نے بتادی کہ وہ نزول رحمت الٰہی ہے نہ کہ سماعت صوت قرآن ۔ کشف مغالطات درمسئلہ سماع الاموات : ۱۴۵تا۱۴۶)

باب نہم

(شبہ سیزدہم یہ ہے)

کہ اگرکوئی یہ کہے علامہ محمدانورشاہ کشمیریؒ اورشیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒاورعلامہ ابن قیمؒ وغیرہ مردوں کے سماع کے قائل ہیں

جواب یہ ہے کہ کائنات میں جوبھی سننے کاقائل ہے ۔ وہ صرف مقامات منصوصہ میں قائل ہوگا ۔مثلاًقلیب بدراورقرع نعال وغیرہ اس کے جوابات پہلے گزرچکے ہیں ۔خلاصہ یہ ہے کہ مقامات منصوصۃ کے علاوہ کوئی ذی علم ہرجگہ ہرمیت کے سننے کاقائل نہیں ہے

(۹)سماع موتیٰ پراجماع صحابہ(رضی اللہ عنہم)

اجماع صحابہؓ دلائلِ شرعیہ میں سے ایک قوی دلیل ہے۔مگریادرہے کہ اجماع صحابہ دوقسم پرہیں

(۱)وہ اجماع جس پرتمام صحابہ کرامؓنصاًقولاًمتفق ہوجائیں اورزبان سے کہیں کہ ہم سب اس پرمتفق ہیں جیسے خلافت صدیقِ اکبرؓ پراجماع ہوا۔اس کاحکم یہ ہے کہ اس کامنکرکافرہے

(۲)وہ اجماع جس پرکچھ صحابہ یاکوئی ایک صحابی قول کرے اورباقی بلاکراہت خاموشی اختیارکریں اس کواجماع سکوتی کہتے ہیں۔اس کاحکم یہ ہے کہ اس کامنکرکافرنہیں چنانچہ ملاجیون اورعلامہ ابن ابی سعیدبن عبیداللہ الحنفی لکھتے ہیں

فالاقویٰ اجماع الصحابة نصاً مثل ان یقولوا جمیعا أجمعنا علی کذا فانه کاالأیة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ثم الذی نص البعض وسکت الباقون ۔ مثال الاول ۔ ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکرؓ ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهو المسمیٰ باجماع السکوتی : (نورالانوارؔ ۲۲۲،حسامی مع النامی : ۱۹۹)		سب سے قوی دلیل اجماع صحابہ ہے۔یاتووہ کہے کہ ہم نے اس امرپراتفاق کیاہے توپھراس کاحکم ایت اورخبرمتواتر جیسے ہے یہاں تک کہ اس کامنکرکافرہوجاتاہے۔یاؔبعض صحابہؓ کوئی بات فرماویں اوردوسرے خاموش ہوجائے ۔پہلے کی مثال خلافت ابوبکرصدیقؓ ہے ۔دوسرے اجماع کواجماع سکوتی کہتے ہیں ۔یہ بھی حجت ہے مگراس کامنکرکافرنہیں ۔ (نورالانوارؔ ۲۲۲،حسامی مع النامی : ۱۹۹)

باب نہم

اب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب مجمع میں قلیب بدرکاقصہ نقل کرکے مردوں کے سننے پرقول کیااوریہ بات صحابہ کی استانی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ طاہرہؓ تک پہنچی ۔توانہوں نے ابن عمرؓ کے قول کی تردیدفرمائی بلکہ فرمایاکہ نبی ﷺکی مرادیہ تھی کہ یہ مردے اب سمجھتے ہیں کہ میں ان سے جوکچھ کہاتھاحق ہے۔پس حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول اورتصحیح کے بعدکسی صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کے بعدنہ تومردوں سننے کاقول کیاہے۔اورنہ ہی عائشہ صدیقہؓ کی تردیدکی ہے۔اسی کواجماع السکوتی کہتے ہیں

لہذاہماردعویٰ ہے کہ عدم سماع الاموات پرصحابہ کرامؓ کی اجماع سکوتی ہوئی ہے۔اورپھرحضرت عائشہ صدیقہ ؓنے تصریح فرمائی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓسے اسی طرح غلطی دوسری جگہ بھی ہوئی تھی۔جبکہ انہوں نے فرمایاتھاکہ (ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ) حالانکہ صحیح یہ تھاان المیت لیعذب بذنوبہ وخطیئتہ الخ۔ملاحظہ ہوں بخاری : ۱/۱۸۳،۵۶۷)

خلاصہ کلام یہ ہواکہ اس تصحیح کے بعدبھی حضرت عائشہ صدیقہ ؓکے قول کی کسی نے تردیدنہ کی ۔تومعلوم ہواکہ عائشہ صدیقہؓ کی بات ٹھیک تھی اس لئے توتمام صحابہ کرام ؓنے خاموشی اختیارفرمائی ۔کسی نے کوئی بات ہی نہیں کی ۔

ہماراایمان ہے کہ اگرعائشہ صدیقہؓ کی بات درست نہ ہوتی توصحابہ کرامؓ ہرگزاس پرخاموش نہ ہوتے ۔بلکہ صحابہ ؓ اسکی تردیدکرتے اورعائشہ صدیقہ ؓکوسمجھاتے ۔اورام المؤمنین ؓبھی سمجھ جاتی ،اوراپنی بات سے رجوع فرمالیتی ۔اس لئے کہ یہ کوئی شرم کی بات نہیںکہ کوئی غلطی سرزدہوئی ۔اس سے رجوع کرنابلکہ صحابہ کرام ؓکی توشان یہ تھی

۞ أُوْلَئِکَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ : (الحجرات : ۳)		یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کواللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیاہے۔ان کے لئے مغفرت ہے اوربڑاثواب ہے۔سورئہ حجرات : ۳)

چیلنج ؛میرایہ چیلنج ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی بات کے بعدکسی صحابی کاقول نقل کیجئے !یہ بخاری وغیرہ میں ابن عمر اوردیگرصحابہ کاکش مکش عائشہ صدیقہ کی تصحیح اورتردیدسے پہلی کی باتیں ہیں بعدکی تصریح ثابت کریں اورمنہ مانگاانعام لیں ۔باقی علماء کایہ کہناکہ یہ مسئلہ صحابہ میں اختلافی تھاپکی غلط فہمی ہے۔ اگرکوئی کسی عالم کاقول پیش کریں توہم بھی ان سے پوچھیں گے کہ کیایہ مذکوہ حضرات اہلِ علم نہیں تھے؟ کیایہ ہمارے سب

کے مقتدیٰ نہیں ؟ کیاان حضرات پرآپ کواعتمادنہیں ؟
بئسماتحکمون بہت برافیصلہ کرتے ہوتم
بے ادب بے نصیب باادب بانصیب ہم الزام ان کودیتے تھے قصوراپناانکل آیا؛
اب آخرمیں علماء دیوبندکی تحریرات نقل کی جاتی ہیں ۔تاکہ نام نہادمولویوں اوربرائے نام دیوبندیوں کے فراڈکاخاتمہ ہواورصحیح دیوبندیت سے عوام باخبرہوں ۔اورعوام میں بھی ایسے شعورپیداہوجائے کہ وہ اصلی دیوبندی اورجعلی دیوبندی میں امتیازکرسکیں !

(۱۰)سماع موتی علماء دیوبندکی تحریرات میں)

ہم علماء دیوبندکی تحریرات اس لئے پیش کرتے ہیں کہ مردے سننے کاقائل طبقہ قرآن وحدیث اورفقہاء کی عبارات سے یاتونا آشناہیں یاتجاہل سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ بھائی ہم تودیوبندی ہیں۔لہٰذادرج ذیل میں علماء دیوبندکی بھی چندحوالے لکھے جاتے ہیں۔
(۱)مفتی اول دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''انك لاتسمع الموتیٰ وغیرہ نصوص سے عدم سماع موتیٰ ظاہرہے

فان عدم الاسماع یستلزم عدم السماع هو وقول محقق الحنفية . (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۴۳۸/۵)		یعنی نہ سنانانہ سننے کومستلزم ہے۔اوریہی قول نہ سننے کاحنفیہ کے نزدیک محقق ہے) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۴۳۸/۵)

(۲)حضرت اقدس مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں کہ''بعض صحابہؓ اوربعض ائمہ مجتہدین کامذہب بھی یہی ہے۔کہ(مردے نہیں سنتے)امام ابوحنیفہؒ کامذہب بھی یہی مفہوم ہوتاہے۔ (فتاویٰ محمودیہ : ۱۲۳/۱)
(۳)مفتی صاحب موصوفؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں
کہ''بعض حضرات سماع موتیٰ کے قائل نہیں وہ اس آیت شریفہ کواستدلال میں پیش کرتے ہیں ۔چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کامسلک بھی یہی ہے۔اوراس کوامام ابوحنیفہؒ نے بھی اختیارفرمایاہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۲۴۰/۷)
(۴)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں
کہ''اکثرصوفیہ سماع موتی کے قائل ہیں ۔لیکن علماحنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں ۔کفایت المنفتی : ۱۹۶/۱)
(۵)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ لکھتے ہیں

باب نہم

کہ’’سماع الموتیٰ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ثابت نہیں ،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۰۶/۱نیزامدادالمفتین ص ۴۳۹تا۴۴۰)

(۶)امام ربانی مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں
کہ’’مسئلہ سماع موتی کاقرن اول میں مختلف ہواہے اب اس کافیصلہ توممکن ہی نہیں مگربتقلیداپنے مجتہدمقلدکی کوئی ترجیح کی جانب اگرمیلان کرے تومضائقہ نہیں ۔سومسلک حضرت عائشہ صدیقہؓ مثل طریقہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ ہے۔کہ آیت قطعی کواپنی حالت میں رکھ کراورمعنی حقیقی پرحمل کرکے کہ اصل موضوع یہ ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے۔جب تک قطع معنی حدیث پرحاصل نہ ہوجاوے چنانچہ اصول میں مبرہن ہے۔پس آیت انک لاتسمع الموتیٰ قطعی خاص اوراحادیث وسماع ظنی اخباراحادسے تخصیص کس طرح درست ہوسکتی ہے۔پھراس آیت میں استعارہ ہے۔کہ کفارکواموات واصم سے تشبیہ دیاہے اورمستعارمنہ میں معنی وجہ شبہ کی حقیقۃًہوتے ہیں ۔چنانچہ ظاہرہے کہ میت اوراصم میں صلاحِ سماعت نہیں لہذامعنی عدم اجابت کے جومجازہے مشبہ بہ میں لیناکیسے درست ہوگا۔البتہ مشبہ میں یہی مرادہے
لہذاحسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے۔اورحضرت عمرؓ نے چونکہ فخرعالم ﷺکی زبان سے مَاانتَ باسمع منہم سناتھا۔توان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سوکچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگرتخصیص کریں ہوسکتاہے ورنہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے توخودحدیث میں تاویل کی اورآیت کوبحال خودرکھااورجمع کردیاالحاصل ارجح مذہب عدم سماع کاہے۔تالیفات رشیدیہ : ۶۷۶/۱،لطائف رشیدیہ : ۹)

(۷)سماع اموات امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ثابت نہیں ۔عزیزالفتاوی : ۱۰۶/۱)

(۸)حکیم الامت مولاناشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’البتہ عوام کاسادہ سا اعتقاداثبات کہ اس کوحاضروناظرمتصرف مستقل فی الامورسمجھتے ہیں ۔یہ صریح ضلالت ہے۔اسکی اصلاح اگربدون انکارسماع کے نہ ہوسکے توانکارسماع واجب ہے۔التکشف عن مہمات التصوف : ۴۲۷)
(۹)حضرت موصوفؒ دوسری کتاب میں لکھتے ہیں
کہ’’کہ بعض سلف سے ثابت ہے کہ مردے کے ہاتھ برزخ والوں کوسلام کہہ دیتے تھے۔اس بناپرجائزہے مگریہ اسی حالت میں ہوسکتاہے۔جب مردہ بات سننے سمجھنے کے قابل ہویعنی موت کے قبل ہوش میں ہونہ کفنانے کے بعدکہ یہ محض مہمل ہے۔ (فتاوی امدادیہ تتمہ جلداول : ۴۷)
(۱۰)بانی دارالعلوم دیوبندشیخ الاسلام حضرت مولاناقاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں

باب نهم

کہ''ان شہداء کاسماع اوران کے قبورسے استفاضہ زیادہ مستبعدہے(یعنی دورکی بات ہے)۔جمال قاسمی : ۱۴)

(۱۱)علامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی سے علامہ شبیراحمد عثمانی نقل کرتےہیں کہ

ان الضابطة انماهوعدم السماع۔ فتح الملهم ج ۲ ص ۲۷۹۔		بے شک ضابطہ (قانون)تویہی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

(۱۲)مولاناشاہ عبدالقادرمحدث دہلوی سورۂ فاطر ومااَنت بمسمع من فی القبور کے تحت لکھتے ہیں ۔

اورقبرمیں پڑادھڑ (لاش)نہیں سنتا۔موضح القران

(۱۳)مولانامحمد اسحاق دھلوی لکھتے ہیں کہ

نزداکثرحنفیہ سماعت موتی ثابت نہیں۔مأة مسائل ص ۵۰۔

(۱۴)مولانا گنگوھی کے شاگرد شیخ حسین علیؒ لکھتے ہیں کہ

ترجمہ۔پختہ بات یہ ہے کہ بدن میت کے اجزا میں سماع کی صلاحیت نہیں۔تحریرات حدیث ص ۲۰۸۔

(۱۵)میرے استاد محترم مفتی رشیداحمد لدھیانوی لکھتے ہیں کہ

مردہ اگرچہ نہ سنتاہے اور نہ ہی جواب دے سکتاہے۔احسن الفتاوی ج ۴ص ۲۰۴۔ج۴ ص ۱۹۴۔

(۱۶)مولانامنظورنعمانی لکھتے ہیں ۔جس کا مفهوم یہ ہے کہ

امام ابوحنیفہ اور امی عائشہ اوردیگر فقہاء احناف اور علماء دیوبندسماع موتی کے قائل نہیں۔ستہ ضروریہ ص۳۶۔

(۱۷) مولانامحمدابراہیم دہلوی کی کتاب ۔کشف مغالطات درمسئلہ سماع اموات پری ۲۰۰ صفحات سے زیادہ اسی پرلکھی ہے۔کہ مردے نہیں سنتے۔اوراس پرعلماء دیوبندکے درج ذیل حضرات کی تصدیقات تھیں۔

(۱۸) مولاناظفراحمدعثمانی (۱۹) مولوی الیاس(۲۰) اشرف علی تھانوی(۲۱) مفتی کفایت اللہ (۲۲) انورشاہ کشمیری (۲۳) مولاناخلیل احمدسہارنپوری(۲۴) مفتی عزیزالرحمان(۲۵) مولانامحمدمیاں صاحب(۲۶) مولاناماجدعلی(۲۷) مولاناعنایت الہی (۲۸) مولانامحمودالحسن دیوبندی وغیرہ

(۲۹) مولانااحمدسعیددہلوی دیوبندی لکھتےہیں کہ ۔مردے میں سننے کی صلاحیت نہیں۔کشف الرحمان ج ۲ ص ۵۸۔

(۳۰) مفتی محمدتقی عثمانی لکھتے ہیں کہ ۔اصل یہ ہے کہ مردوں میں موت کے

بعدسننے کی طاقت نہیں۔فتاوی عثمانیہ ج ۱ ص ۱۱۔
(۳۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتےہیں کہ
اکثرحنفیہ کامسلک ہے کہ مردے نہیں سنتے ۔مفہوم۔مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۰۔
نیزحاجی امداد اللہ مہاجرمکی کی شمائم امدادیہ ص ۷۳۔فتاوی نذریہ ج ۱ ص ۴۳۴۔فتاوی ثنائیہ ج۱ ص ۲۷۰ ۔سیدسراج الدین احمدسہسوانی۔ سراج الایمان ص ۲۴۔نواب قطب الدین جامع التفاسیر ص ۱۱۰ سورۂ فاطر۔
مولاناعابدالرحمان صدیقی ترجمہ صحیح مسلم کتاب الزکات ج ۱ ص ۸۲۷۔مولافیض عالم ۔وجیزالصراط ص ۱۳۹۔
لہذا ان سب علماء محققین نے لکھاہے کہ مردے دنیاوالوں کی باتیں نہیں سنتے ۔مگرشرک کے شوقین کی اپنی مرضی۔
میرے عزیزبھائیو!اوربہنو!
قرآن وحدیث اورفقہ حنفی اورعلمائے دیوبندغرض یہ کہ چاروں کے متفقہ فتویٰ ہے کہ مردے نہیں سنتے
اب بھی اگرکوئی کہیں کہ مردے سنتے ہیں تووہ یاجاہل ہے یامتجاہل ۔

(میت کومقام موت سے دوسری جگہ لے جانے کی شرعی حیثیت)

ہمارے عوام بلکہ خواص تک اس مرض میں مبتلاء ہیں کہ میت کومقام موت سے دوردرازعلاقوں سے لانے کی کوشش کرتے ہیں ۔اوراس پرکافی خرچ کرتے ہیں ۔اپنے پاس رقم نہ ہوں توچندہ کرکے میت کوآبائی قبرستان لے آتے ہیں ۔اوراس کوثواب بھی سمجھتے ہیں ۔اور جہاں میت کی موت واقع ہوئی ہودفن کرناعارسمجھتے ہیں ۔حالانکہ شریعت مطہرہ میں ایسی تکلفات کی ہرگزگنجائش نہیں بلکہ جہاں میت کی موت واقع ہوئی وہی قریب قبرستان یاکسی اورمناسب جگہ دفن کردیاجائے۔ ہاں کوئی شرعی ضرورت ہو۔پھرگنجائش ہے
(۱)حضرت جابررضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال لماکان یوم اُحُدجاء ت عمَّتی بأبی لِتدفنه فی مقابرنافنادیٰ منادی رسول اللہ ﷺ رُدُّوْا القتلیٰ الی مضاجعهم . رواہ احمد والترمذی وابو داود والنسائی والدارمی ولنظه للترمذی :		اس نے فرمایاکہ جب غزوئہ احدہواتومیری پھوپھی میرے والد(کی نعش)لے کرآئیں تاکہ انہیں اپنے قبرستان میں دفن کریں ،لیکن رسول اللہ ﷺکی طر سے ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیاکہ شہیدوں کوان کے شہیدہونے کی جگہ پہنچادیاجائے ۔ (احمد،ترمذی،ابودائود،نسائی،دارمی،الفاظ

(مشکوٰۃ : ۱۵۰/۱)		ترمذی کے ہیں ۔ (مشکوٰۃ : ۱۵۰/۱)

{تشریح}

اہلِ علم نے اس حدیث کے تحت لکھاہے کہ جوشخص جس شہرمیں انتقال کرے اسے اسی شہرمیں دفن کیاجائے ،اس کی نعش کودوسرے شہرمیں بلاضرورت شرعی منتقل نہ کی جائے۔اوریہ حدیث اس پرایک مضبوط اورقوی ترین دلیل ہے ۔ اورشہیداورغیرشہیداس حکم میں برابرہے ۔اورجوحضرات فرق کرتے ہیں ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی وزنی دلیل نہیں ہے

(۲)علامی ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں

(ولابأس بنقله قبل دفنه)... وقيده محمد بقدر ميل او ميلين لان مقابر البلد بما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد . (ردالمحتار : ۸۴۰/۱)		کہ''اگرمیت کودفن کرنے اورقبرکی تیاری سے پہلے ایک دوکوس کے فاصلے پرمنتقل کیاجائے توکوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ قبرستان اتنے فاصلہ پرہواکرتے ہیں ۔ (ردالمحتار : ۸۴۰/۱)

(۳)علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں

اذامات فی بلدة يكره نقله الىٰ اخرىٰ لانه اشتغال بما لايفيده وفيه تأخير دفنه وكفى بذلك كراهة. (البحرالرائق : ۱۹۵/۲)		کہ جب کوئی شخص کسی شہرمیں فوت ہوجائے اس کودوسرے شہرمنتقل کرنامکروہ ہے اس لئے کہ اس میں کوئی خاص فائدہ نہیں ۔نیزاس میں دفنانے میں تاخیربھی لازم آتی ہے اوریہی کراہت کے لئے کافی ہے۔ (البحرالرائق : ۱۹۵/۲)

(۴)علامہ سیداحمد طحطاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

مکروه ای تحريماً . (طحطاوی : ۳۳۷)		کہ میت کودوسری جگہ منتقل کرنامکروہ تحریمی ہے ۔ (طحطاوی : ۳۳۷)

(۵)امام المجاہدین مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ''میت کودوسرے شہرکی طرف نقل کرنامکروہ تحریمی ہے۔پھرشیخ موصوفؒ آگے فقہ حنفی کی چندعبارات نقل کرکے لکھتے ہیں کہ''نقل میت تأخیردفن وخطرئہ فسادمیت کے علاوہ آجکل مزیدمندرجہ ذیل مفاسدپیداہوگئے ہیں

(۱)اس کاالتزام ہونے لگاہے

باب نہم

(۲)مصارفِ کثیرہ ومشقتِ شدیدہ کاتحمل
(۳)آبائی قبرستان میں دفن کرنے کاالتزام اوراس پراصرارسے یہ عقیدہ ثابت ہوتاہے کہ ایک مقام میں دفن ہونے والے اموات کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے ،حالانکہ یہ عقیدہ غلط ہے۔
(۴)جنازے کونقل کرناعموماًنمازجنازہ کے تکرارکاسبب بنتاہے جوناجائزہے ،فقط واللہ اعلم ۔احسن الفتاویٰ : ۲۱۹/۴)
(۵)علامہ محمدامجدعلی اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی لکھتے ہیں
کہ''جس شہریاگائوں وغیرہ میں انتقال ہووہیں کے قبرستان میں دفن کرنامستحب ہے اگرچہ وہاں رہتانہ ہوبلکہ جس گھرمیں انتقال ہوااس گھروالوں کے قبرستان میں دفن کریں اوردوایک میل باہرلے جانے میں حرج نہیں کہ شہرکے قبرستان اکثراتنے فاصلہ پرہوتے ہیں اوراگردوسرے شہرکواس کی لاش اٹھالے جائیں تواکثرعلماء نے منع فرمایااوریہی صحیح ہے یہ اس صورت میں ہے کہ دفن سے پیشترلے جاناچاہیں اوردفن کے بعدتومطلقاًمنتقل کرناممنوع ہے سوابعض صورتوں کے جومذکورہوں گی۔بہارشریعت : ۳۳۲/۴)

<u>(ایک شبہ اوراس کاجواب)</u>

بعض لوگ نقل اموات کے جوازکے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام اورحضرت یوسف علیہ السلام ،حضرت سعدبن ابی وقاصؓ ،حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے واقعات سے استدلال کرتے ہیں کہ ان حضرات کی لاشوں کومنتقل کیاگیاہے ۔
جواب یہ ہے
کہ''حضرت یعقوب علیہ السلام اورحضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جواب یہ ہے
اول تو ان واقعات کی صحت ہی میں کلام ہے ،کسی حدیث سے ثابت نہیں ۔
دوم یہ کہ شرع من قبلناجب تک قرآن یاحدیث میں منقول نہ ہوحجت نہیں ،قرآن وحدیث میں منقول ہونے کے باوجوداس کی حجت کے لئے یہ شرط ہے کہ ہماری شریعت میں اس کے خلاف حکم نہ ہواورمسئلہ زیربحث میں دفن میں تعجیل کاحکم اس قدرمؤکدہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں بھی نمازجنازہ اداکرنے کاحکم دیاگیاہے اورجمعِ عظیم کے انتظارکے لئے نمازجنازہ میں تاخیرکی اجازت نہیں دی گئی اسراعِ جنازہ کاحکم احادیث صحیحہ میں واردہے
سوم یہ ہے کہ یہ واقعات نقل بعددفن سے متعلق ہیں جوباتفاقِ مشائخ رحمہم اللہ ناجائزہیں۔

باب نہم

حضرت سعدبن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اس میں ایک شہرسے دوسرے شہرکی طرف نقل نہیں پایاگیا،آپؓ کاانتقال مدینہ منورہ سے باہرباره میل کے فاصلے پرزرعی زمین میں ہوا،قوی احتمال بلکہ ظن غالب ہے ۔کہ وہاں کوئی قبرستان نہیں ہوگااس لئے مدفن مدینہ لائے گئے ۔

اوریہ بھی جواب دیاگیاہے کہ یہ صحیح سندسے ثابت نہیں : نیل الاوطار : ۱۶۷/۴)

دوم یہ کہ آپکی موت عقیق میں ہوئی تھی اورعقیق مدینہ سے بہت قریب ہے ۔فتاویٰ الدین الخالص : ۱۲۸/۷)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکررضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ فقہاء صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں ،اس نقل مکانی پرآپ کاانکارفرمانااس کے عدم جوازپرقوی دلیل ہے

بعض نے چاروں واقعات کامشترک جواب یوں دیاہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اورصحابہ رضی اللہ عنہم کے جنازه میں فسادِمیت کااندیشہ نہیں تھا،اس لئے جب فسادِمیت کاخطره نہ ہونقل مکانی جائزہے ،اس کوصورتِ تطبیق قراردیاہے۔مگریہ صحیح نہیں کہ احادیثِ اسراع ،قول محمدرحمہ اللہ تعالیٰ وافتاء مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اطلاق کے خلاف ہے اورانکارِعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاتوصراحتہً اس تطبیق کاابطال کررہاہے۔،وقت مکروه میں بھی اداء نمازجنازه کاحکم ہے ۔حالانکہ چارپانچ منٹ تاخیرمیں فسادِمیت کاکوئی احتمال نہیں ۔علاوه ازیں نقلِ میت کافی نفسہ کوئی جوازہوتاتوبھی اس زمانہ میں اس کاجس قدراہتمام ہونے لگاہے اوراس میں جومفاسدپیداہوگئے ہیں ان کے پیش نظراس کاکوئی جوازنہیں ۔بالمعنی۔احسن الفتاویٰ : ۲۲۱/۴)

(میت کو چندایام کے لئے امانۃًدفنانے کی شرعی حیثیت)

عوام میں یہ رسم بھی رائج ہوچکی ہے کہ کسی میت کوکسی جگہ وقتی طورپردفناتے ہیں اورکچھ کلمات کہہ کرزمین کوسونپ دیتے ہیں اورپھربعدمیں بلاضرورتِ شرعی اس کونکالتے ہیں ۔ اورکہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔اورایساکرنے سے یک فائده یہ ہوگاکہ مرده خراب ہونے سے محفوظ رہے گا اوردوسرافائده یہ کہ اسے دوبار دفنانے تک سوال وجواب نہ ہوگا۔بلکہ بعض جہال قسم کے مولوی ان کی سرپرستی بھی کرتے ہیں ۔حالانکہ اس کابھی شریعت میں کوئی جوازنہیں ۔میت کودفنانے کے بعدبلاضرورتِ شرعی وہاں سے نکالنے کاکوئی ذی علم قائل نہیں چنانچہ اس بارے چندحوالجات درج ذیل میں ملاحظہ

باب نہم

فرمالیجئے!

(۱)علامہ شامی ؒ لکھتے ہیں

ولایخرج منه بعد اهالة التراب الا بحق آدمی کأن تکون الارض مغصوبة : آھ (الدرالمختار : ۸۳۷/۱)	**کہ میت کودفن کرنے کے بعدنکالناسوائے اس صورت کے کہ زمین غیرمیں اس کی اجازت کے بغیردفن کیاگیاہو۔یاسکی توہین کاخطرہ وغیرہ ہو۔ (الدرالمختار : ۸۳۷/۱)**

(۲)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب ؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ''امانۃً دفن کرناشرعاًبے اصل ہے اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں اوراس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے کہ اگرامانۃً دفن کیاگیاتومیت تفسخ وغیرہ سے محفوظ رہتاہے۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبندالمشہور عزیزالفتاویٰ : ۳۴۲/۱)

(۳)مفتی اول دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحب ؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

کہ''دفن کرنے کے بعدشرعاًنکالنامیت کاقبرسے اوردوسری جگہ دفن کرنادرست نہیں ہے ۔جیسالہ درمختارمیں ہے ولایخرج منہ بعداہالتہ التراب الخ اس کاحاصل یہ ہے کہ دفن کرنے کے بعدمیت کانکالنادرست نہیں ہے اوریہ حکم عام ہے اس سے کہ امانۃً دفن کیاجاوے یانہیں اورامانتاًدفن کرناشریعت سے ثابت نہیں ۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۴۰۳/۵)

(۴)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہری ؒ لکھتے ہیں

کہ''اس امانت کی شرعاًکوئی حیثیت نہیں ۔فقط واللہ اعلم۔خیرالفتاویٰ : ۱۵۵/۳)

(۵)علامہ محمدامجدعلی اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی لکھتے ہیں

کہ''بعض لوگوں کایہ طریقہ ہے کہ (مردہ)زمین کوسپردکرتے ہیں پھروہاں سے نکا ل کردوسری جگہ دفن کرتے ہیں یہ ناجائزہے اوررافضیوں کاطریقہ ہے۔بہارِشریعت حصہ چہارم : ۳۳۳)

(۶)شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ مفتی محمدفریدصاحب ؒ لکھتے ہیں

کہ''یہ اخراج میت بغیرضرورت شرعی کے ناجائزہے ۔فتاویٰ فریدیہ : ۲۳۳/۳)

حضرات گرامی !

آپ نے باحوالہ پڑھاکہ یہ طریقہ بھی صحیح نہیں بلکہ رافضیوں کاطریقہ ہے لہذااس سے بھی اجتناب ضروری ہے

(میت کی قبرپرسورئہ بقرہ کااول وآخرپڑھنے کی شرعی حیثیت)

صوبہ سرحداوربعض دیگرعلاقوں میں یہ رواج بہت عام ہے کہ میت کودفنانے کے بعدسورہ بقرہ کااول وآخراتنے شدومدسے پڑھتے ہیں کہ کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے بھی نہیں چھوڑاجاسکتا،بلکہ چھوڑنے والوں کوملامت کیاجاتاہے اوراس کووہابی وغیرہ کے القاب سے نوازتے ہیں ۔اوردلیل میں حضرت عبداللہ بن عمرؓکی روایت پیش کرتے ہیں

قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا مات احدکم فلاتحبسوہ واسرعوا به الی قبرہ ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة رواہ البیهقی فی شعب الایمان وقال والصحیح انه موقوف علیه : مشکوٰۃ : ۱۵۱/۱)		عبداللہ بن عمرؓنے کہاکہ میں نے رسول اللہﷺکویہ فرماتے ہوئے سناکہ جب تم میں سے کسی شخص کاانتقال ہوجائے تواسے محبوس نہ رکھوبلکہ اس کی قبرتک اسے جلدپہنچادونیزیہ بھی چاہئے کہ (قبرپرکھڑے ہوکر)اس کے سرکے قریب سورئہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں (یعنی شروع سے مفلحون تک)اورپائوں کے قرب سورئہ بقرہ کی آخری آیتیں (یعنی اٰمن الرسول سے آخرتک)پڑھی جائیں ‘‘مشکوٰۃ : ۱۵۱/۱)

{تشریح }

علامہ ابوالحسن مبشراحمدربانی دامت برکاتہم اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ’’اس روایت کوامام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیاہے اورفرمایاکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرؓپرموقوف ہے یعنی ان کااپناقول ہے (رسول اللہ ﷺکافرمان نہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت نہ رسول اللہ ﷺسے ثابت ہے نہ عبداللہ بن عمرؓسے شیخ ناصرالدین البانیؒ نے مشکوٰۃ کی تعلیق میں رسول اللہ ﷺکی طرف منسوب روایت کے متعلق لکھاہے کہ اسے بیہقی کے علاوہ طبرانی نے معجم کبیر : ۲۰۸/۳میں اورخلال نے کتاب القراء ت عندالقبور : ۲۵/۲میں بہت ہی ضعیف سندکے ساتھ روایت کیاہے ۔اس میں ایک راوی یحی بن عبداللہ بن ضحاک بابلتی ہے جوکہ ضعیف ہے اُس نے اِسے ایوب بن نہیک سے روایت کیاہے جسے ابوحاتم

وغیرہ نے ضعیف کہاہے اورازدی نے کہاکہ وہ متروک ہے ۔
مشکوٰۃمیں شعب الایمان سے بیہقی کاقول جونقل کیاہے کہ : ''صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ پرموقوف ہے ''توشعب الایمان میں مجھے بیہقی کے یہ الفاظ نہیں ملے ۔انہوں نے مرفوع روایت نقل کرنے کے بعدفرمایا : ''لم یُکتب الابھذاالاسنادفیمااعلم وقدرُوِیناالقِراء ۃ المذکورۃ فیہ عن ابن عمر موقوفاًعلیہ ''۔ دیکھئے شعب الایمان حدیث : ۹۲۹۴یعنی یہ مرفوع روایت میرے علم کے مطابق صرف اسی سندسے آتی ہے اوراس میں مذکور (سورئہ بقرہ کی آیات)قرات جس میں عبداللہ بن عمرؓسے موقوفاًروایت کی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوکہ بیہقی نے ابن عمرکی موقوف کوصحیح نہیں کہابلکہ صرف یہ ذکرکیاہے کہ عبداللہ بن عمرؓسے موقوفاًیہ روایت آتی ہے۔آپکے مسائل : ۲۵۵/۱)
بہرکیف پہلی بات تویہ ہے کہ جن روایات میں اس کاذکرکیاگیاہے وہ ہرگزصحیح نہیں بلکہ وہ سب ضعیف ہیں اوربعض روایات کے روات مجہول ہیں اوراللہ تعالیٰ نے ہمیں ہرگزاس کامکلف نہیں ٹھرایاہے کہ ہم اپنادین مجہول شخصیتوں سے لیتے پھریں ۔
دوسری بات یہ ہے کہ اس کومستحب کہنابھی درست نہیں ہے اس لئے کہ مستحب بھی حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل شرعی درکاہے ۔وہ یہاں موجودنہیں ہے ۔
تیسری بات یہ ہے کہ اگراس کومستحب بھی تسلیم کیاجائے توپھربھی اس کوایسی ضروری ولازمی سمجھناصحیح نہیں ہے ۔کہ ترک کرنے والوں کومعیوب سمجھاجائے ۔بالخصوص ان کووہابی وغیرہ القاب سے موسوم کیاجائے
(۱)علامہ محمدطاہرالحنفیؒ المتوفی ۹۸۶ھ؁ فرماتے ہیں
کہ''جس کسی نے مندوب اورمستحب چیزپراصرارکیااوراس کوعزیمت بنالیااوررخصت پرعمل نہ کیاتوگویااس کوشیطان نے گمراہی کے راستہ پرڈال دیا۔کیاحال ہوگااُس شخص کاجوکسی بدعت اوربُری چیزپراصرارکرتاہے ۔یہی الفاظ علامہ طیبی الحنفیؒ المتوفی ۷۴۳ھ؁ اورعلامہ ملاعلی القاری الحنفیؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ؁ کی بھی ہیں۔ مرقات شرح مشکوٰۃ : ۲ / ۳۵۳)
(۲)علامہ قاضی ابراہیم الحنفیؒ نے فرمایا
کہ ''جس کام کے بدعت اورسنت ہونے میں شبہ ہواس کوچھوڑدے کیونکہ بدعت کاچھوڑناضروری ہے سنت کااداکرناضروری نہیں ۔
(۳)ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم الحنفیؒ نے فرمایا
کہ''جوچیزبدعت اورواجب اصطلاحی کے درمیان دائرہوتولازم ہے کہ اس

کوسنت کی طرح ترک کردیاجائے۔راہ سنت : ۱۵۸)
خلاصہ یہ ہواکہ مذکورہ عمل میں تقریباًاچھے خاصے لوگ مبتلاہیں لہذاہرایک کواپنے ہی گریبان میں جھانک کردیکھناچاہئے ۔اور''خُذْمَاصَفَاوَدَعْ مَاکَدَرْ''کے اصول لیکرکے صحیح کوصحیح سمجھ کرکرناچاہئے ۔اورسقیم کوسقیم سمجھ کرچھوڑناچاہئے۔اوریہ شیطانی وسوسہ ہے کہ کل تک کرتے تھے آج کیسے چھوڑوں !
لوگ کیاکہیں گے! لوگوں کوچھوڑیے صحیح بات پرعمل ہوناچاہئے
(نُسئل عمانَفعل ولانُسئَل عمایقولون)

(۲۲) شبِ براٗ ت â پِنخئلَسِی لکی حقیقت)

صوبہ سرحدمیں عموماًکرم ایجنسی میں خصوصاً۱۵، شعبان کولوگ بہت خوشی اور عقیدت سے مناتے ہیں مختلف قسم کے کھانے پکا تے ہیں اور مردو ں کوایصال ثواب کرتے ہیں ۔ قبروں پر جاکرنذریں وغیر ہ چڑھاتے ہیں عوام اس کوپشتوں میں âپِنخئلَسِیلکہتے ہیں جبکہ خواص شب براء ت کہتے ہیں ۔اب دیکھنایہ ہے ۔ کہ قرآن وحدیث اوردیگرمذہب کی کتابوں سے اس پرکیاروشنی پڑتی ہے۔سب سے پہلی بات تویہ ذہن میں رہے کہ شب برأت کانام قرآن وحدیث میں کہیں منقول نہیں ۔ملاحظہ ہوں ۔ (سات مسائل : ۲۵،شب براء ت : ۹)
بلکہ شب فارسی کالفظ ہے عربی میں اس کانام لیلۃ البرائت ہوناچاہئے تھا۔براء ت عربی میں مصدرہے ۔اس کااسم فاعل بریئی آتاہے جمع بریئون اسی لفظ براٗ ت سے مصدرمتعدی تبرّابناہے۔عربی زبان یہ الفاظ بیزاری اورنفرت کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ۔چنانچہ درج ذیل آیتوں میں اس مادہ کی مختلف صیغے مذکورہیں ۔ملاحظہ فرمالیجئے!
(۱)..............بَرَاء ةٌ مِّنَ اللهِ وَرَسُولِہ إِلَى الَّذِيْنَ عَاہَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ : التوبۃ : ۱)
(۲)...........أَنَّ اللّهَ بَرِیْٓء ٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُہ : التوبۃ : ۳)
(۳)...........قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّیْ بَرِیْٓء ٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ : ۷۸)
(۴)...........أَنتُمْ بَرِيْئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَاْ بَرِیْٓء ٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ : يونس : ۴۱)
(۵) ....إِذْ قَالُوا لِقَوْمِہِمْ إِنَّا بُرَء اوٗا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّہ۔ (الممتحنۃ:۴)
مذکورہ آیات سے معلوم ہوتاہے۔کہ براء ت کے معنی بیزاری توشب براء ت کامعنی ہوا شب بیزاری عوام میں تومشہورہے کہ اس میں لوگوں کی تقدیریں لکھی جاتی ہیں ۔اب تقدیرلکھنے کابیزاری سے کیاتعلق؟
مگریادرہے۔یہ بات قطعی طورپرثابت ہے۔کہ اس رات میں شیعہ رافضی اپنے

باب نہم

فرضی امام کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں ۔اورصحابہ کرامؓ اورتمام مسلمانوں سے بیزاری کااظہارکرتے ہیں ۔
چنانچہ شیعوں کی کتاب تحفۃ العوام کامصنف لکھتاہے۔کہ جملہ متذکرہ برکات اس شب (شب براء ت)کے صرف اس لئے ہیں کہ جناب صاحب امرعلیہ السلام کی اس شب ولادت ہوئی ہے۔ارمغان عجم : ۱۲۴)
صاحب امرسے مرادشیعوں کے بارہویں امام ہیں۔بہرصورت شب براء ت کے من گھڑت ہونے پرمستقل کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ ہم اگرپوری تفصیل ذکرکریں گے۔توکتاب بہت ضخیم اورلمبی ہوجائیگی ۔اس لئے انتہائی اختصارکے ساتھ ان روایات پرروشنی ڈالتے ہیں۔جوروایات شب براء ت کے بارے میں ذکرکی جاتی ہیں۔عربی عبارات کی بجائے صرف اردوترجمہ پراکتفاکرتے ہیں۔تاکہ عام فہم اورمختصرہو۔البتہ حوالہ جات کتب ضرور ذکرکریں گے تاکہ تفصیل معلوم کرنے کے لئے آسانی ہو۔
پہلی بات یہ ہے۔ کہ اکثرلوگوں کاخیال ہے ۔کہ قرآن مجیدمیں سورئہ دخان کی درج ذیل ایت اسی رات کے بارے میں نازل ہوئی ہے

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِيْن (۳) فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ : (۴) (الدخان)		**یقیناًہم نے اسے بابرکت رات میں اتاراہے بیشک ہم ڈرانے والے ہیں(۳)اسی رات میں ہرایک مضبوط کام کافیصلہ کیاجاتاہے۔(۴)سورئہ دخان)**

کہ اس سے نصف شعبان کی رات یعنی شب براء ت مرادہے۔مگرقرآن کریم نے خودنزول کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ چنانچہ ارشادباری تعالیٰ ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ : (سورة القدر : ۱)		**یقیناًہم نے اسے شب قدرمیں نازل فرمایا۔ (سورئہ قدر : ۱)**

دوسری جگہ ارشادہے

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيْہِ الْقُرْآنُ هدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْہُدَى وَالْفُرْقَان ۔ (البقرة : ۵۴۸۱)		**ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتاراگیاجولوگوں کوہدایت کرنے والاہے اورجس میں ہدایت کی اورحق وباطل کی تمیزکی نشانیاں ہیں ۔ (سورئہ بقرہ : ۵۸۱)**

ان آیات سے بخوبی واضح ہوچکاکہ وہ مبارک رات لیلۃ القدرہے جس میں قرآن کریم کواتاراگیااوروہ رات رمضان کے مہینے میں ہے۔نہ کہ شعبان میں ۔چنانچہ درج ذیل مفسرین حضرات نے تصریح فرمائی ہے ملاحظہ فرمالیجئے!

باب نہم

(۱)علامہ ابن کثیرؒ نے فیصلہ کن بات فرمائی ہے۔لکھتے ہیں
کہ''اورجس نے کہاکہ یہ نصف شعبان کی رات ہے جیساکہ عکرمہ سے روایت کی جاتی ہے۔اس نے یقیناًبے محل بات کہی ہے۔اس لئے کہ بلاشبہ نص قرآن ہے ۔کہ یہ شب یقیناًرمضان میں ہے ۔اوروہ حدیث جس میں رسول اللہﷺ سے مروی ہے ۔

کہ''ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کے فیصلے ہوتے ہیں حتی کہ ایک شخص نکاح کرتاہے
اوراس کے ہاں بچہ بھی پیداہوجاتاہے حالانکہ اس کانام اموات میں لکھاہوتاہے۔''یہ حدیث مرسل ہے اس قسم کی روایات سے نصوص قرآن کاتعارض نہیں کیاجاسکتا۔ (تفسیرابن کثیر : ۱۳۷/۴)طبع دیگر ج ۵ ص ۵۳۸۔

(۲)امام ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ شب نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابل اعتمادحدیث نہیں نہ اسکی فضیلت کے بارے میں اورنہ اس میں تقدیرکے فیصلوں کے بارے میں اس لئے اس رات کی طرف کوئی التفات نہ کرو۔احکام القرآن : ۱۶۷۸/۴)

(۳)امام قرطبیؒ نے بھی تقریباًیہی لکھاہے
کہ''نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابل اعتماد روایت نہیں لہذااس رات کی طرف التفات نہ کرو۔الجامع لاحکام القرآن : ۸۵/۱۶)

(۴)امام محمد طاہر پٹنی یوں رقم فرماتے ہیں
کہ''زیدبن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ''ہم نے اپنے مشائخ وفقہاء رحمہم اللہ میں سے کسی کوایسانہیں پایاجونصف شعبان کی طرف کوئی التفات کرتاہو۔یہ حضرات اس رات کودوسری عام راتوں پرکوئی فضیلت نہیں سمجھتے تھے (تذکرۃ الموضوعات ص ۴۵)

(۵)ابن ملیکہؒ سے کسی نے کہاکہ''زیادنمیری کہتاہے۔
کہ ''شب نصف شعبان کااجرلیلۃ القدرکے برابرہے۔''یہ سن کرابن ابی ملیکہؒ نے فرمایااگرمیں اس کویہ کہتے سنوں اورمیرے ہاتھوں میں لاٹھی ہوتواس کولاٹھی سے ماروں''۔یہ زیادقصہ خوان تھا۔(الحوادث والبدع : ۱۳۰)

(۶)علامہ محمدطاہربن علی الحنفی البٹنیؒ لکھتے ہیں کہ''ابن دحیہؒ فرماتے ہیں کہ صلوۃ براء ت کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب موضوعہ (منگھڑت)ہیں اوران میں سے ایک مقطوع ہے ۔جوشخص ایسی روایات پرعمل کرتاہے۔جسکا جھوٹ ہونا ثابت ہوجائے وہ شیطان کے خادموں مینسے ہیں ۔ (تذکرۃ الموضوعات : ۴۵)

باب نہم

(۷)امام ابن رجب ؒلکتے ہیں کہ''شب نصف شعبان کے سلسلہ میں متعدداحادیث ہیں ۔جن میں اختلاف ہے اکثرمحدثین نے ان کوضعیف قراردیاہے.......ان میں سب سے بہترحدیث عائشہؓ ہے۔اس حدیث کی تخریج امام احمد،ترمذی،ابن ماجہ نے کی ہے۔ امام بخاری نے اس کوضعیف قراردیاہے۔لطائف المعارف : ۱۴۳)

(فقہاء اورمحدثین عظامؒ کی بہت بڑی تعدادنے اس شب کے بارے میں تمام روایات کوضعیف یامن گھڑت قراردیاہے)

(۱)پہلیؔ روایت عکرمہ جو ابن عباسؓ سے نقل کرتاہے)

کہ'' نصف شعبان کی شب میں تقدیرکے فیصلے ہوتے ہیں ۔مگریادرہے کہ عکرمہ ابن عباسؓ کے آزادکردہ غلام ہیں ۔ محدثین کے نزدیک انتہائی ناقابل اعتماداورضعیف اورمتکلم فیہ راوی ہے۔درج ذیل ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)سعیدابن المسیب ؒمرتے وقت اپنے غلام بُردسے فرماتے ہیں ۔کہ

یابرد لاتکذِبْ علَیَّ کما کذب عکرمة علی ابن عباسؓ . تہذیب التہذیب : ۷ /۲۳۷ (میزان : ۹۶/۳)		ائے بردمجھ پراس طرح جھوٹ نہ بولناجس طرح عکرمہ ابن عباسؓ پرجھوٹ بولتاتھا۔ تہذیب التہذیب ج۷ ص ۲۳۷(میزان : ۹۶/۳)

(۲)عکرمہ مولی ابن عباس البربری وفات ۱۰۷،۱۰۸،۱۰۹،۱۱۰،ان کے باریےمیں جرح وتعدیل دونوں ہیں ۔خارجی اباضی تھا۔تمام صحابہ کوکافرکہتاتھا۔ان کااصل چہرہ کیلئے دیکھئے۔تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۲۱۔رقم ۴۶۳۶۔سیرالاعلام ج ۵ ص ۷۵۹۔لسان المیزان ج ۷ ص ۳۰۸۔

(۳)میزان الاعتدال اورتہذیب التہذیب نے لکھاہے کہ عکرمہ خارجی تھا۔میزان الاعتدال : ۹۶/۳)

(۴)رجال کی کتابوں نے لکھاہے کہ عکرمہ ابن عباسؓ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتاتھا

(۵)بعض حضرات نے اس جھوٹ کی نسبت اسمعیل بن نفرکی طرف کی ہے ۔مگر وہ بھی ناقابل اعتبارہے

(۶)یحی بن سعیدالقطان فرماتے ہیں ۔کہ کچھ نہیں ۔(۷)نسائی اورابوزرعہ کہتے ہیں قوی نہیں ہے

(۸)ابن حبان کہتے ہیں ۔کہ اس کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔اس لئے اسکی روایت ترک کردی گئی (میزان : ۲۵۵/۴)

باب نہم

(۹)نسائی کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے
(۱۰)احمدبن حنبلؒ کاقول ہے کہ اسمعیل بن نفرسندبھی یادنہ رکھ سکتاتھا۔ (کتاب الضعفاء نسائی : ۱۰۲)
(۱)رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ کااپناقول امام قرطبیؒ نے یہ نقل فرمایاہے

یحکم اللہ امر الدنیا الی قابل فی لیلۃ القدر ماکان فی حیاۃ او موت اورزق وقالہ قتادۃ ومجاھد والحسن وغیرھم : (تفسیر قرطبی : ۸۵/۱۶)		کہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدرمیں آئندہ سال تک تمام دنیاوی اموروکاحکم دیتاہے۔خواہ زندگی ہویاموت یارزق ۔اوریہی (فیصلہ)امام قتادہ ،امام مجاہدکااورامام حسن وغیرہ کاہے۔ (تفسیر قرطبی : ۸۵/۱۶)

بلکہ جمہورکاقول بھی یہی ہے کہ تقدیرکے فیصلے شب قدرمیں ہوتے ہیں ۔
(۲) قاضی ابوبکرابن عربیؒ فرماتے ہیں

وجمھور العلماء علی انھا لیلۃ القدر ومنھم من قال انھا لیلۃ النصف من شعبان وھو باطل لان اللہ تعالی قال فی کتابہ الصادق القاطع شھر رمضان الذی انزل فیہ القران . (الجامع لاحکام لقرآن : ۸۶/۱۶)		جمہوراس پر(متفق)ہیں کہ (فیصلے)لیلۃ القدرمیں ہوتے ہیں اوربعض نے جوکہاہے وہ لیلۃ البراء ت ہے۔پس وہ باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صادق اورقاطع کتاب میں فرمایاہے۔کہ’’قرآن کریم رمضان میں نازل کیاگیاہے۔ (الجامع لاحکام القرآن : ۸۶/۱۶)

بہرصورت یہ عکرمہ کی روایت کاحال ہے ۔جوکہ نصوص قرآن اوراقوال صحابہ اورجمہورعلماء کی رائے کےمخالف ہے۔اورمذکورہ تحریرات سے ثابت ہوچکاکہ فیصلے شب قدرمیں ہوتے ہیں نہ کہ شب براء ت میں بلکہ شب براء ت کی فضیلت سے تمام امت کے علماء منکرہیں ۔صرف شیعہ کی کتب میں اس رات کی فضیلت منقول ہے۔اوران سے ہمارے ضعیف العقیدہ سنیوں نے بھی لیاہے۔خصوصاً اہل تصوف نے جوحقیقۃً شیعہ ہی ہیں۔

(۲)دوسری روایت شب برأت کے سلسلہ میں عثمان بن المغیرہ کی ہے)

جورسول اللہﷺکی طرف منسوب کرکے کہتے ہیں
کہ’’شعبان سے شعبان تک موتوں کافیصلہ کیاجاتاہے۔حتی کہ ایک شخص نکاح کرتاہے۔یااس کی اولادہوتی ہے۔حالانکہ اس کانام مردوں کی فہرست میں داخل

کیاجاتاہے ۔قرطبی : ۸۵/۱۶،ابن کثیر : ۱۳۸/۴)

مگر اس روایت کے بارے میں علامہ ابن کثیرہی کا فیصلہ کا فی ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں سورۃ الدخان ایت ۳ کے تحت کہ

ھٰذا حدیث مر سل ومثلہ لایعا رض بہ النصوص . (تفسیرابن کثیر : ۱۳۸/۴)		**یہ حد یث مر سل ہے ۔ اور اس قسم کی روایات قرآن کے مقا بلہ پر پیش نہیں کی سکتی۔ (تفسیر ابن کثیر ج۱۳۸/۴)۔طبع دیگر ج ۵ ص ۵۳۸**

اس کے علاوہ اسکی سند میں امام لیث سے نقل کر نے والا عبد اللہ بن صالح ہے۔

(۱)جو امام لیث بن سعد کا کا تب تھا۔ امام سعیدبن منصور کا بیان ہے ۔ کہ یہ اتنا مغفل انسان تھا ، کہ زمین پر کو ئی کا غذ کا پرزہ اسے مل جاتا اور اس میں کو ئی روایت لکھی ہو تی، تو اسے لیث اور زہری کی جا نب منسوب کر تا تھا

(۲) ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں ۔

کہ انکا پڑوسی اسکا دشمن تھا۔ وہ کا غذ پر فر ضی روایات لکھ کر اس کے گھر میں ڈالدیتا تھا۔ تو یہ اسکو امام لیث کی روایت سمجھ کربیا ن کر تا تھا

(۳)اما م نسائیؒ لکھتے ہیں ۔کہ ثقہ نہیں ہے

(۴) صالح جزری ؒکھتے ہیں۔ کہ کذاب ہے

(۵) علی بن مدینی ؒلکھتے ہیں ۔ کہ اسکی کو ئی روایت قبول نہیں۔

(۶) اما م احمد ؒلکھتے ہیں ۔ کہ آ خر میں غلط احا دیث بیا ن کر نا شروع کیا تھا۔(میزان ج ۲ ص ۴۴۰ تا ۴۴۵)

عبدالرزاق مہدی لکھتے ہیں کہ طبری نے اوربیہقی نے بھی نقل کیاہے ۔مگرضعیف ہے ۔آگے لکھتے ہیں کہ اس باب میں کوئی روایت ثابت اورصحیح نہیں ۔ابن کثیرتحت ایت دخان ج ۴ ص ۱۳۸ ۔طبع دیگر ج۵ ص ۵۳۸)

(۳) تیسری روایت حضرت عا ئشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی طرف منسو ب ہے)

کہ ام المومنین فر ما تی ہیں ۔ کہ ایک رات پیغمبر خداﷺبستر پرنہیں تھے۔جب میں ڈھونڈنے نکلی تووہ جنت البقیع میں کھڑے تھے۔جب واپس تشریف لائے توکہنے لگے ۔کہ ائے عائشہ کیاتویہ سمجھی کہ اللہ کارسول تیرے ساتھ زیادتی کرے گا۔عائشہ صدیقہؓ فرمانے لگی نہیں یارسول اللہ میں یہ سمجھی تھی ۔کہ آپﷺ کسی

باب نہم

اورزوجہ کے پاس تشریف لے گئے تھے۔پھرفرمایاکہ آج نصف شعبان ہے جس میں رب آسمان دنیاکی طرف نزول فرماتے ہیں اوربنوکلب کے بھڑوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کی مغفرت کرتے ہیں

پہلی بات تویہ ہے کہ امام ترمذی نے اس روایت کونقل کرنے کے بعدیوں حقیقت بیان فرمائی ہے

کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا وہ فرماتے تھے۔کہ یہ حدیث ضعیف ہے اوریحی بن ابی کثیرعروہ سے نقل کرتاہے حالانکہ ان کی بھی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی ۔(ملاحظہ ہوں۔ترمذی : ۱۵۶/۱)

نیز امام البانی بھی اسے ضعیف کہا۔ضعیف ترمذی رقم ۷۳۹۔ضعیف ابن ماجہ رقم ۱۳۸۹۔ایک اورروایت بھی صدیقہ کی طرف منسوب ہے ۔مگرالبانی نے ضعیف قراردیا۔(ہدایۃ الرواۃ ص ۱۲۵۷)

(لطیفہ)

اگرکوئی کہتاہے کہ اس وقت قبرستان جاناسنت ہے۔توکیابیوی کاپیچھاکرنابھی سنت ہے؟ اگرنہیں توکیوں پوری حدیث پرعمل نہیں کرتے ہو؟۔اورنکتے کی بات یہ ہے۔کہ جب پیغمبرخداﷺخفیہ نکلتے تھے۔اورتواوربیوی کوبھی نہیں بتایاتومعلوم ہوتاہے۔کہ یہ نبی کریم ﷺکی خصوصیت تھی۔ورنہ ثواب کاکام چھپاناتوخیانت ہوگا۔العیاذباللہ۔یہ خصوصیت کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کوامام نسائیؒ اورامام مالکؒ نے یوں بیان کیاہے

قام رسول الله ﷺ ذات ليلة فلبس ثيابه ثم خرج قالت فامرت جاريتي بريرة تبِّعْ فتبعته حتى جاء البقيع فوقف فى ادناه ماشاء الله ان يقف ثم انصرف فبلغته بريرة فاخبرتنى فلم اذكر له شيئاً حتى اصبح ثم ذكرت ذالك له فقال انى بعثت الى اهل البقيع لاصلى عليهم . (نسائی : ۲۰۶/۱) (مؤطأامام مالك : ۸۵)	کہ رسول اللہ ﷺایک رات اٹھے ۔پھراپنے کپڑے پہنے اورباہرتشریف لے گئے۔ام المؤمنین کہتی ہیں ۔کہ میں نے اپنی باندی بریرہ کوحکم دیاکہ آپ کاپیچھاکرے۔وہ آپ کے پیچھے گئی یہاں تک کہ آپﷺبقیع پہنچے ۔اوردورکے کنارے کھڑے ہوئے ۔جب تک اللہ نے چاہا۔کھڑے رہے۔پھرواپس لوٹے بریرہؓ پہلے پہنچ گئی ۔اس نے مجھے اطلاع دی ۔میں نے صبح تک آپ سے کوئی ذکرنہیں کیا۔صبح کے بعدمیں نے آپ سے ذکرکیا۔آپ نے فرمایاکہ مجھے اہل بقیع کی جانب بھیجاگیاتھا۔تاکہ میں ان کے لئے دعاء

باب نهم

		مغفرت کرلوں۔ (نسائی : ۲۰۶/۱)مؤطأامام مالک : ۸۵)

یہ حدیث صحیح علی الاعلان یہ بات ثابت کررہی ہے۔کہ نہ توام المومنین نے پیچھا کیا تھا۔اورنہ شب براء ت کی کوئی خوبی بیان کی گئی ۔اورنہ اس شب کاکوئی ذکرہے بلکہ آپ کواہل بقیع کے لئے مغفرت کاحکم دیاگیاتھا۔کہ جاکران کے حق میں مغفرت کی دعاکیجئے!

چنانچہ قرآن کریم میں بھی حکم موجودہے

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاَتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ . (التوبۃ : ۱۰۳)		اورآپ ان کے لئے دعاکیجئے بلاشبہ آپ کی دعاان کے لیے موجب اطمینان ہے اوراللہ تعالیٰ خوب سنتاہے خوب جانتاہے۔(سورئہ توبہ : ۱۰۳)

لہٰذاقبرستان جانااوران کے لئے دعاء مغفرت مانگنانبی ﷺکی خصوصیت تھی۔کیونکہ ان کوحکم ہواتھا۔اس لئے رات تشریف لے گئے تھے۔تاکہ کسی کوپتہ نہ چلے۔چنانچہ شیخ الحدیث مولانامحمدزکریاؒحدیث نقل کرکے فرماتے ہیں

ان جبريل اتانى فقال ان ربك يأمرك ان تأتى اهل البقيع فتستغفر لهم : (اوجزالمسالك : ۵۳۰/۲)		کہ حضرت جبرائیلؑ میرے پاس تشریف لے آئے اورفرمایاکہ تیرارب تجھے حکم دیتاہے کہ توبقیع چلاجااوران کے لئے مغفرت طلب کیجئے ۔(اوجزالمسالک : ۵۳۰/۲)

اورنبی کریمﷺکابقیع جاناشب براء ت میں نہیں تھابلکہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ۔کہ جب بھی ان کی باری ہوتی رسول اللہ ﷺکے ساتھ تووہ آخری شب میں بقیع نکلتے تھے۔اوجزالمسالک : ۵۳۰/۲)

توکیاعائشہ صدیقہ ؓکی باری ہمیشہ شب براء ت کوآتی تھی؟ نہیں ہرگزنہیںبلکہ یہ آپ ﷺ کامعمول تھا۔اوران کوحکم تھا۔اوران کی خصوصیت تھی۔اس لئے رات کوخفیہ یہ عمل فرماتے۔لہٰذااس سے اس شب کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

(۴)چوتھی روایت شب برأت کے سلسلہ میں حضرت ابوموسی اشعریؓ کی طرف منسوب ہے)

جوکہ ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں طلوع فرماتاہے۔مشرک کینہ پرورکے علاوہ سب کی مغفرت فرماتاہے

باب نہم

اس کی سندپرنظرڈالنے سے پہلے متن حدیث پرغورکریں ۔کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب کوطلوع فرماتاہے۔جناب اگرمہینہ تیس دن کاہوپھرتونصف شعبان پندرہویں شب ہوگی۔لیکن اگرمہینہ انتیس دن کاہو۔پھرتونصف شعبان کی کوئی شب نہ ہوگی۔رسول اللہ ﷺ ایسی غیرمعقول باتیں نہیں کرتے تھے۔

اب اس کی سندپرنظرڈالتے ہیں ۔جناب اس کی سندمیں عبداللہ بن لہیعہ ہے۔جوکہ اس روایت کاناقل ہے۔ملاحظہ ہوں !

(۱)امام ابن معینؒ کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ ضعیف ہے۔جس پردلیل نہیں پکڑی جاسکتی ۔

(۲)امام یحیؒ آن کوضعیف کہتے ہیں

(۳)امام نسائیؒ نے اس کوضعیف کہاہے

(۴)یحی ابن سعدؒاس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انه كان لايراه شيئا۔یعنی ابن نہینہ کچھ نہیں

(۵)امام ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ کذاب ہے

(۶)مقدسؒ کہتے ہیں کہ متروک ہے۔تہذیب التہذیب : ج ۵ ۳۲۱۷۔رقم ۶۴۸ میزان الاعتدال ج ۲ : ۴۷۵)الجرح والتعدیل ج ۵ ص۱۴۵)

پھرابن لہیعہ کبھی کہتاہے ۔کہ میں نے یہ روایت زیدبن سلیم سے سنی کبھی دعویٰ کرتاہے کہ ضحاک بن ایمن سے سنی ہے

اب یہ دونوں حضرات کون تھے؟

(۱)امام ذہبیؒ ابن عدیؒ ابن حجرؒلکھتے ہیں کہ زیدبن سلیم مجہول شخص ہے۔اوریہی بات محدثین نے ضحاک بن ایمن کے بارے میں بھی نقل کی ہے۔پھرآگے جن راویوں کانام لیتے ہیں وہ بھی مجہول ہیں ۔دیکھئے!(شب برات کیاہے : ۳۷تا۳۸)البانی نے بھی اس روایت کوضعیف قراردیا ۔ابن ماجہ ۱۳۹۰۔اوراس روایت میں انقطاع بھی مزید دیکھئے۔المجروحین ج ۲ ص ۱۱۔تقریب ج ۱ ص ۴۴۴)

(۵)اس رات کے بارے میں ایک روایت حضرت ابوبکرصدیقؓ کی طرف منسوب ہے)

کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب آسمان دنیاکی طرف نزول کرتاہے۔مشرک کینہ پرورکے علاوہ سب کی مغفرت فرماتاہے ۔مگریہ روایت کتب حدیث میں قطعاًنہیں ۔

البتہ ابن عدی نے اسماء رجال کی کتاب ''کامل ''میں نقل کرکے منکرقراردیاہے۔(منکرضعیف کی ایک قسم ہے)

نیزاس روایت کی سندمیں عبدالملک بن عبدالمالک راوی ہے۔
(۱)امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس راوی کی روایات پراعتراض ہے۔خصوصانصف شعبان والی پر
(۲)امام ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی روایات بیان کرتاہے جس کی تائیدکوئی اورنہیں کرتایعنی اس کی روایات خودساختہ ہیں ۔میزان الاعتدال : ۶۵۹/۲رقم ۵۲۲۸)پوری تفصیل کے لئے دیکھئے ۔شب براء ت کیاہے۔۳۸تا۴۲)

(۶) شب برأت کے بارے میں ایک روایت حضرت انسؓ کی طرف منسوب ہے)

کہ آپ ﷺنے فرمایاکہ رجب اللہ کامہینہ ہے شعبان میرامہینہ ہے۔اوررمضان میری امت کامہینہ ہے۔یہ ایک طویل روایت کاٹکڑاہے۔اس روایت کاگھڑنے والاعبداللہ بن جہضم ہے۔جس کاانتقال ۴۱۰ھ میں ہوا۔بہجۃ الاسرارکامصنف ہے
(۱)ملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ یہ روایت اوررجب وغیرہ کے بارے میں جملہ روایات سب منگھڑت اورجھوٹی ہیں۔ملاحظہ ہو
موضوعات کبیر : ۳۲۹)(۲)اللألی المصنوعۃ : ۵۶/۱،(۳)تذکرۃ الموضوعات : ۴۴)
(۴)امام شوکانیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت منگھڑت ہے۔الفوائدالمجموعۃ : ۶۱(۵)وایضاً : ۱۰۲)

(۷)شیخ عبدالقادرجیلانیؒ کی کتاب (غنیۃ)میں ایک روایت حضرت انسؓ کی طرف منسوب ہے

کہ جب رجب کامہینہ شروع ہوتاتوآپﷺیہ دعافرماتے کہ ائے اللہ ہمارے لئے رجب وشعبان میں برکت فرمااورہمیں رمضان تک پہنچا۔غنیۃ الطالبین : ۶۵۳/۱)

پہلی بات تویہ ہے کہ حضرت شیخؒ نے سندبیان نہیں فرمائی پورے پانچ سوسال کے راوی چھوڑدیے ہیں ۔دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ نے یہ روایت ہبۃ اللہ السقطی سے نقل کیاہے۔جس کاانتقال ۵۰۹ھ میں ہوا۔اوروہ اس روایت کوحضرت انسؓسے نقل کررہے ہیں جن کاانتقال ۹۳ھ میں ہوئی ان دونوں کے درمیان چارسوسولہ سال کافاصلہ ہے ۔بیچ کے راوی کہاں گئے۔اورپھرہبۃ اللہ السقطی محدثین کے نزدیک کذاب (جھوٹا)ہے
(۱)حافظ ابن حجرؒتبین العجب فی ماوردفی فضل رجب اورابن عربی الکنانیؒ لکھتے ہیں

باب نهم

هبة الله السقطی فھوالأفة . (التنزیه الشریعة : ۱۲۳/۱)		کہ ہبۃ اللہ السقطفی توایک آفت ہے۔ (التنزیہ الشریعۃ : ۱۲۳/۱)

(۲)علامہ ابن ناضرکہتے ہیں

لیس بثقه ظھرکذبه : (التنزیه الشریعة : ۱۲۳/۱)		کہ یہ ثقہ نہیں ہے اس کاجھوٹ ظاہرہوچکا۔ (التنزیہ الشریعۃ : ۱۲۳/۱)

علامہ ابن سمعان لکھتے ہیں کہ ہبۃ اللہ نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیاہے کہ میں نے ساری روایات ابومحمدالجوہری سے سنیں اورانہیں سنائیں مگریہ قطعاًمحال اورجھوٹ ہے۔

اس لئے کہ الجوہری کاانتقال ۲۴۷ھ؁میں ہوااورہبۃ اللہ کاانتقال ۵۰۹ھ؁میں ہوا۔ان کی ملاقات کے لئے کم ازکم ہبۃ اللہ کی عمرتین سوسال کی ہونی چاہئے جوکہ تھی نہیں اوریہ بھی جھوٹ ہے۔دیکھئے ۔میزان الاعتدال : ۲۹۲/۴)

نیزجیلانی صاحب بھی صوفی تھے ۔محدث نہ تھے اورصوفیاکی بات حدیث میں حجت نہیں ہوتی۔امام مسلم یحی بن سعیدالقطان (جوفن رجال کے امام اورابوحنیفہ اورابویوسف کے شاگردتھے)سے نقل کرتے ہیں۔کہ ہم نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں کسی کوجھوٹ بولتے نہیں دیکھا ان کی زبانوں پربلاارادہ جھوٹ جاری رہتاہے۔مسلم ج۱ ص۱۴۔

(۸)اس رات کے بارے میں غنیۃ الطالبین میں ایک اورروایت ہے)

کہ آپﷺنے فرمایاکہ شعبان کوتمام مہینوں پرایسی فضیلت ہے جیسے مجھے تمام انبیاء پرحاصل ہے۔

غنیة الطالبین : ۶۸۰/۱)

(۱)امام سخاویؒ لکھتے ہیں

قال شیخنا انه موضوع : (المقاصدالحسنه : ۲۵۵)		کہ ہمارے استادکہتے ہیں کہ یہ موضوع (من گھڑت) ہے۔ (المقاصدالحسنۃ : ۲۵۵)

(۲)امام قسطلانیؒ اورملاعلی قاری الحنفیؒ لکھتے ہیں

کہ موضوع اورمنگھڑت روایت ہے۔موضوعات کبیر : ۱۶۶)(۳)تمیزالطیب من الخبیث : ۱۱۳)

(۴)اتفاق سے یہ روایت بھی حضرت عبدالقادرجیلانیؒ نے ہبۃ اللہ السقطی سے نقل

فرمائی ہے۔جس کاذکرپہلے گذرراکہ وہ کذاب اورجھوٹاہے۔قدرتی بات ہے کہ تاریخ میں ۵۱۱ھ تک پانچ اشخاص ہبۃ اللہ نامی گذرے ہیں اوران میں ایک بھی قابل اعتمادنہیں ۔

اول۔ہبۃ اللہ بن الحسن بن مظفرہے ۔علامہ ابن نقطہ نے کہاہے کہ یہ شخص بہ اعتباردین نہایت بدترین انسان تھا۔

دوم۔ہبۃ اللہ بن شریک بن الحاسب تھا۔علامہ ابن سمعان کہتے ہیں کہ اس کے بُرے ہونے پرسب کااتفاق ہے

سوم۔ہبۃ اللہ بن مزنی الموصلی ہے ۔یہ شخص مجہول ہے

چہارم۔ہبۃ اللہ بن مبارک الدوانی ہے۔یہ کٹررافضی اورمعتزلی تھاجس کاانتقال ۵۱۱ھ میں ہوا۔

پنجم۔ہبۃ اللہ بن المبارک السقطی ہے جوکہ غنیۃ الطالبین والاراوی ہے ۔اوریہ کذاب ہے۔اسکاانتقال ۵۰۹ھ میں ہوا

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمالیجئے! (شب براء ت کیاہے : ۴۹)

علی بن ابی طالب کی طرف منسوب روایت

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ ۱۵ شعبان کی رات کوقیام کرواوردن کوروزہ رکھوالخ ۔خیرسے یہ روایت بھی موضوع یعنی من گھڑت ہے۔دیکھئے ضعیف ابن ماجہ رقم ۱۳۷۸ ۔ضعیف الجامع الصغیررقم ۶۵۳۔

ابوامامہ کی روایت

کہ پانچ راتوں میں دعا ردنہیں ہوتی۔(۱) رجب کی پہلی رات(۲) نصف شعبان کی رات(۳) جمعہ کی رات (۴) عیدالفطر کی رات (۵) عیدالاضحی کی رات۔یہ روایت بھی موضوع یعنی منگھڑت ہے۔دیکھئے ضعیف الجامع الصغیرص ۲۸۵۲۔

(۹) شب برأت کے روزے کے بارے میں ایک روایت ہے)

جھوٹ کے پائوں نہیں ہوتے اورنہ ہی پر! اس لئے کہ شب رات کوکہتے ہیناور''روزہ'' دن کوکوہوتاہے رات کونہیں! بہرکیف اس روایت کاایک راوی ابوبکربن عبداللہ بن ابی سبرہ المدنی ہے۔جوازحددرجہ ناقابل اعتبارہے۔ملاحظہ ہوں !

(۱)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ محدثین نے اس کوواضع الحدیث (حدیث گھڑنے والا)قراردیاہے۔تقریب التہذیب : ۳۹۶)

(۲)امام نسائیؒ لکھتے ہیں کہ ''متروک الحدیث ہے.....................کتاب الضعفاء للنسائی : ۱۱۵)

(۳)امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے ---------- -----کتاب الضعفاء للبخاری : (۱۲۴)
(۴)علامہ ابن عدیؒ اورعلامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت منکرہے
(۵)امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ابوبکربن عبداللہ احادیث گھڑاکرتاتھا۔
(۶)یحی بن معین ؒکہتے ہینکہ یہ کچھ(شی)نہیں بلکہ شیعہ تھا--------------۔(میزان الاعتدال : ۵۰۳/۴)

(۱۰)شب برأ ت پِنخلَسِیلâ اور۱۵/رجب اور۲۷,رجب کے بارے میں علماء کااتفاق ہے)

کہ ان کے بارے میں جتنی روایات ہیں سب منگھڑت اورجھوٹ ہیں۔کچھ تفصیل توآپ نے پڑھی مزیدتفصیل کے حوالے نقل کرتاہوں آپ خودپڑھئے تاکہ آپ کویقین آجائے ۔کہ یہ روایتیں سنی مذہب میں کچھ نہیں البتہ شیعوں کی گھڑی ہوئی روایتیں ہیں ۔انکے ان ایام کی بڑی خودساختہ فضیلتیں ہیں۔

جب شیعوں کے مذہب کے مطابق کسی رات یادن کوئی عمل ہوتاہے یاان دنوں میں کسی بات پرخوشی ہوتی ہے ۔تووہ اس عمل اورخوشی کوسنیوں میں دوسراجامہ پہناکرپھیلادیتے ہیں ۔اورحقیقت ان سے چھپاتے ہیں ۔نتیجہ یہ ہوتاہے کہ اس کولوگ سنت سمجھ کرکرنے لگتے ہیں۔حالانکہ وہ عمل سنت نہیں بلکہ بدعت ہوتاہے ۔خسرالدنیاوالآخرۃ ۔درج ذیل کتابوں میں اسکی تردیدموجودہے ۔

(۱)علامہ محمدطاہربن علی الحنفی الپٹنیؒ -------------- ------------- ---تذکرۃ الموضوعات : ۴۵تا۴۶)
(۲)علامہ عبدالحئ صاحب الکھنویؒ لکھتے ہیں
کہ "۲۷، رجب اورشب براء ت کے بارے میں سب روایات منگھڑت ہیں ۔اثارالمرفوعۃ : ۷۴تا۸۲)
(۳)علامہ ملاعلی القاری الحنفیؒ ------------------------- موضوعات کبریٰ : ۳۲۸تا۳۳۱)
(۴)علامہ امین اللہ البشاوری -------------------------------فتاویٰ الدین الخالص : ۱۴۵/۱)
(۵) شیخ التفسیرعلامہ شبیراحمدعثمانی الحنفیؒ----------------------فتح الملہم شرح مسلم : ۱۷۴/۳)
(۶)علامہ امام شوکانیؒ ------------------------------- الفوائدالمجموعۃ : ۶۱،وایضاً۱۰۲)
(۷)امام قرطبیؒ -----------------------------تفسیرقرطبی : ۱۲۷/۱۶،دوسری اڈیشن : ۸۵/۱۶)

باب نہم

(۸)امام سخاویؒ ------------------- -----------------المقاصدالحسنۃ : ۳۰۰)
(ابن عربیؒ ---احکام القرآن : ۱۶۷۸/۴)
(۱۰)امام عجلویؒ ---کشف الخفاء : ۴۲۳/۱)
(۱۱)ابن رجبؒ---لطائف المعارف : ۲۲۴)
(۱۲)امام طرطوشیؒ ---الحوادث والبدع : ۱۳۰)
(۱۳)علامہ ابن تیمیہؒ ---اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۰۲)
(۱۴)علامہ عمادالدین ابن کثیرؒ-----------------------------------تفسیرابن کثیر : ۱۳۷/۴)
(۱۵)علامہ ابن قیمؒ ---المنارالمنیف : ۹۶)

(شب براء ت کی ایجادشیعوں نے کی ہے۔)

کہ اس رات امام مہدی کی ولادت ہوئی ہے۔وہ اس رات کومبارک سمجھتے ہیں ۔امام مہدی کی ولادت کی خوشی میں حلواخوری کرتے ہیں اورخوشیاں مناتے ہیں ۔(۱۶)مفتی رشیداحمدصاحبؒ۔سات مسائل : ۳۸)اوراس رات میں ایصال ثواب بھی ثابت نہیں ۔زیارت قبورکاقصہ بھی منگھڑت ہے۔سات مسائل : ۴۱)(۱۷)علامہ حکیم الامت مولانااشرف علی تھانویؒ کی ؛امدادالفتاویٰ : ۲۶/۴)

(۱۸)علامہ صاحبزادہ مولاناقاری عبدالباسط صاحب مدظلہ العالی مقیم سعودی عرب لکھتے ہیں

کہ''جہاں تک شب برأت کی فضیلت کاتعلق ہے کہ آیااس رات کی کچھ عظمت فضیلت اوراہمیت بھی شرعاًہے یانہیں ؟ تواس سلسلے میں عرض ہے کہ قرآن کریم میں اس رات کاکوئی ذکرہمیں صراحتاً نہیںملتا،سورئہ دخان کی ابتدائی آیات میں جس''مبارک رات ''کاذکرہے اس سے اگرچہ بعض حضرات نے شعبان کی پندرہویں شب مرادلی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مفہوم کومرادلیناصحیح نہیں ،کیونکہ یہ مفہوم ومراددوسری آیاتِ قرآن سے صراحتاًٹکراتاہے ۔

سوائے عکرمہ کے جمہورصحابہ کرامؓ اورمفسرین کاقول یہی ہے کہ سورئہ دخان میں ''مبارک رات ''سے مراد''شبِ قدر''ہے ۔امام قرطبیؒ اورمشہورمفسرعلامہ ابن کثیرؒنے بھی اپنی تفاسیرمیں اسی کواختیارکیاہے کہ ''لیلۃ مبارکۃ ''اور'' لیلۃ القدر''ایک ہی رات کے دوصفاتی نام ہیں چنانچہ تفسیر قرطبی میں عکرمہ کے قول کوشاذ اور باطل کہاگیاہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن پاک میں''شبِ برأت ''نامی کی رات کاکوئی ذکرہی نہیں ،جہاں تک احادیث کاتعلق ہے،تواس سلسلے میں اگرچہ بعض احادیث اس موضوع پرموجودہیں ،لیکن کوئی بھی ایسی صریح وصحیح حدیث نہیں ہے جسے بنیادبنایاجاسکے ۔اس سلسلہ

کی اکثرروایات موضوع ہیں یاشدیدضعیف روایات ہیں ۔ سوال وجواب : ۳۳/۳)

شب براءت اورعلماء دیوبند

پہلے اشرف علی تھانوی نصف شعبان کی فضیلت کے قائل تھے اس لئےبہشتی زیوراوراصلاح الرسوم میں فضیلت مذکورہے مگرجب علماءدیوبندشیخ محمودحسن دیوبندی اورمفتی عزیزالرحمان کافیصلہ وتحقیق دیکھی توپھراس فضیلت اورایصال ثواب کے استحباب سے رجوع فرمایا۔ اور ہردوکتابوں میں اصلاح کی وصیت فرمائی۔دیکھئے رجوع کی تفصیل ۔امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۶تا۲۸۔

میرے استادمفتی رشیداحمدصاحب لکھتے ہیں کہ نصف شعبان کے بارے میں امام ابوحنیفہ اوردیگر احناف اورامام مالک سے کچھ منقول نہیں ۔اصحاب مالک اس کے منکرہیں اورامام شافعی نے بھی کوئی روایت ذکرنہ کی ۔نیزمفتی صاحب نصف شعبان کوشیعہ کادن قراردیتے ہیں اور اس پرپوررسالہ لکھا۔ملاحظہ کریں ۔سات مسائل۔صفحہ۵۱۲

قرآن وحدیث اوردینی مذہبی کتب سے شب براء ت کی حقیقت بحمدﷲ بیان ہوچکی اب اگرکوئی مسلمان ہے۔

تواس کے لئے مسلمانوں کی کتابوں کے حوالے اورعبارات کافی ہیں ۔وہ اس شب اوران کے خرافات سے بچے گا۔اگرکوئی شیعہ اورغیرمسلم ہے۔تواس کے لئے اجازت ہے۔وہ جوکچھ بھی کریں کرتے رہیں۔ہم کسی کومجبورنہیں کرسکتے۔دعائے ہدایت دے سکتے ہیں اوربس۔اللہ تعالی ہم سب کوصحیح راہ پہ چلنے کی توفیق عطافرمائے

فَمَن شَاء فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاء فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِيْنَ نَاراً

اب جوچاہے ایمان لائے اورجوچاہے کفرکرے ظالموں کے لیے ہم نے آگ تیارکررکھی ہے

(سورئہ کہف : ۲۹)

(۲۳)کیارہن (گِروی)سے فائدہ اٹھانااورستعمال کرناجائزہے؟)

ہمارے علاقہ کرم ایجنسی میں خصوصاًاورسارے پٹھان قوم میں عموماًیہ رواج ہے ۔کہ کسی غریب کواگرقرض روپے درکارہوں ۔تووہ کسی مالدارسے قرض لیکراپنامکان یازمین اس کے پاس رہن رکھتا ہیں ۔اورمالدارشخص اس مکان میں زمانوں تک رہتاہے اورزمین بوتاہے۔اوراس سے ہرقسم کے فائدے لیتا ہیں ۔جب تک کہ مقروض نے قرض آدانہ کیاہو۔یابطورحیلہ اللہ تعالیٰ کودھوکہ دینے کی ناکام

باب نہم

کوشش کرکے برائے نام تھوڑی سی مقدارغلہ صاحب زمین کودیتا ہیں یابرائے نام رقم صاحب مکان کودیتا ہیں ۔اورآج کامسلمان رہن سے فائدہ لینابالکل جائزاوراپناحق سمجھتے ہین ۔توآئیے جی دیکھتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کی کتابوں نے کیا؛کہاہے۔ممکن ہے۔کہ کوئی خداترس مسلمان اپنے رب اورپیغمبرﷺکے احکام سے باخبرہوکرشایدتوبہ کرے۔

رہن کالغوی کامعنی ہے

الرھن ھو حبس الشیئی بای سبب کان		کہ رہن کسی شی کوروکے رکھناخواکسی بھی سبب سے ہو

(۱)رہن کاشرعی معنی یہ ہے

جعل الشیئی محبوساً بحق یمکن استفائه من الرھن کالدیون : (الھدایة : ۵۱۶/۴)		کہ کسی شی کوایسے حق کے بدلے روکے رکھناجس کاپورا ہونا اس رہن سے ممکن ہوجیسے قرضے۔(ہدایہ : ۵۱۶/۴)

مفتی محمدنعیم الاحسان صاحب نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف فرمائی ہے

حبس شیئٍ مالی بحق کالدین یمکن استفائه منهٗ . (قواعدالفقه : ۳۱۱) (التعریفات : ۵۰)		کہ کسی مالی شےکوحق کےبدلے روکے رکھنا جیسے قرض جس کاپوراہوناس روکے ہوئے شے سے ممکن ہو۔ (قواعدالفقہ : ۳۱۱،التعریفات : ۵۰)

رہن کی تعریف اورپہچان کے بعددیکھتے ہیں کہ رہن (گِروی)کے جوازپرقرآن وحدیث میں کیادلائل موجودہیں

اللہ تعالیٰ کاارشادہے

وَإِن كُنتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُواْ كَاتِباً فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَة : (البقرة : ۲۸۳)		اگرتم سفرمیں ہواورلکھنے والانہ پاوتورہن قبضہ میں رکھ لیاکرو۔سورئہ بقرہ : ۲۸۳)

اوررہن کے جوازپرروایت امام بخاری ؒنے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی ہے

قالت اشتریٰ رسولُ اللہ ﷺ من یھودی طعاماً ورھنه درعه . (رواہ البخاری؛ فقه السنة : ۱۵۵/۳)		اماں فرماتی ہیں ۔کہ رسول اللہﷺنے یہودی سے کھانے کی شےخریدی (قرض پر)اوراسکے پاس اپنی زرہ رہن رکھ دیا۔

باب نہم

(الهداية : ۵۱۶/۴،عمدة القاری : ۶۹/۱۳)		(رواہ البخاری؛فقہ السنۃ : ۱۵۵/۳) (الہدایۃ : ۵۱۶/۴،عمدۃ القاری : ۶۹/۱۳)

قرآن وحدیث کی اس صریح دلیل کے بعدرہن کے جوازمیں شک باقی نہیں رہتاتاہم امام مرغینانیؒ نے فرمایاہے

قد انعقد الاجماع . (هداية : ۵۱۶/۴)		کہ رہن کے جوازپرکہ اجماع منعقدہواہے (ہدایۃ : ۵۱۶/۴)

شریعت مطہرہ نے رہن جائزقرارتودیاہے۔مگررہن کس مقصداورغرض کے لئے جائزقراردیاہے؟ کتب شریعت سے معلوم ہوتاہے کہ جب تم کسی شخص کوقرض دیناچاہتے ہوکیونکہ وہ مانگ رہاہے۔مگرآپ کواس پرکسی بھی وجہ سے اعتمادنہیں ہے۔تواس قرض کے بدلے اس کی کوئی مالی شے اپنے پاس رہن رکھ لو تاکہ بعدمیں وہ آپکے قرض کے جلدواپسی پرمجبورہو۔اوریاتم اس کی مالی شے کوفروخت کرکے اپناقرض وصول کرکے باقی اس کوواپس کردو۔اوریہی مقصدامام کاسانی الحنفیؒ نے بیان فرمایاہے

وانما يحصل التوثيق اذا كان يملك قبضه على الدوام لانه يمنعه عن الانتفاع فيحمله ذالك على قضاء الدين فی اسرع الاوقات. (بدائع الصنائع : ۱۴۵/۶)		کہ توثیق تب حاصل ہوتاہے۔جب (مرتہن)لمبے عرصے تک شے کے روکنے کامختارہوکیونکہ وہ اس کوانتفاع سے منع کرتاہے۔تویہ انتفاع منع کرناراہن کو جلد قرض ادا کرنے پر مجبو ر کرتاہے۔ (بدائع الصنائع : ۱۴۵/۶)

عزیزمسلمان بھائیو!

اس مسئلہ پرہم سب سے پہلے مفسرین حضرات کی رائے لیتے ہیں پھرمحدثین عظامؒپھرتیسرے نمبرفقہاء احناف کاذکرکریں گے۔چوتھے نمبرپرفائدہ لینے کے جوازکے دلائل پرایک نظرپانچویں نمبرپرعلماء دیوبندکے فتوے درج کریں گے۔ان شاء اللہ العزیز۔

(۱)مفسرین کرامؒ کے نزدیک رہن سے فائدہ اٹھاناجائزنہیں ہے)

(۱)قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفیؒ لکھتے ہیں

لايجوزللمرتهن الانتفاع بالمرهون بل يكون ذالك ربوًولايجوزللمرتهن فی		کہ مرتہن کے لئے شی مرہون سے فائدہ لیناجائزنہیں بلکہ یہ (فائدہ

باب نهم

المرهون شیئی من التصرفات المبنیة علی الملك : (تفسیرمظهری : ۴۳۴/۱)	لینا)سودہے۔اورمرتہن کے لئے شی مرہون میں ہروہ تصرف ممنوع ہے۔جو مبنی علی الملک ہو۔ (تفسیرمظہری : ۴۳۴/۱)

(۲)مشہورمفسراورفقیہ العصرمفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ''مگراس میں لفظ مقبوضہ سے اس طرف اشارہ پایاجاتاہے۔

کہ شی مرہونہ سے اس کے لئے نفع اٹھاناجائزنہیں ۔مرتہن کوصرف اتناحق ہے۔کہ اپنے قرض وصول ہونے تک اس کی چیزپراپناقبضہ رکھے اورمنافع اس کے سب اصل مالک کاحق ہیں ۔(معارف القرآن : ۶۸۸/۱)

(۳)علامہ صوفی عبدالحمیدصاحب سواتیؒ لکھتے ہیں

کہ''جمہورفقہائے کرامؒ جن میں امام ابوحنیفہؒ اورآپ کے شاگردان امام ابویوسفؒ اورامام محمدؒامام زفرؒامام حسن بن زیادؒامام سفیان ثوریؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رہن شدہ چیزسے فائدہ اٹھاناجائزنہیں ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ جن روایات سے استفادہ حاصل کرنے کاجوازملتاہے۔وہ ابتدائی دورکی روایات ہیں ۔جب کہ سودکی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔جب سودکی ممانعت ہوگئی ۔تورہن شدہ چیزسے نفع حاصل کرنابھی جائزنہ رہا۔تفسیرمعالم العرفان : ۶۲۳/۳)

(۴)شیخ التفسیرحضرت مولانامحمدسرفرازخان صاحب صفدرؒلکھتے ہیں

کہ''رہن شدہ چیزسے فائدہ اٹھاناحرام ہے۔تفسیرذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن : ۳۸۱/۲)

(۵)تفہیم القرآن : ۲۲۲/۱)(۶)تفسیراحسن الکلام : ۳۹۱/۲)

(۲)محدثین عظامؒ کے نزدیک رہن سے فائدہ اٹھاناحرام ہے)

(۱)علامہ بدرالدین العینی الحنفیؒ رقمطرازہیں

وکذا لیس للمرتهن ان ینتفع بالمرهون حتی لوکان عبداً لایستخدمه او دابة لایرکبها اوثوباً لایلبسه او داراً لایسکنها او مصحفاً لیس له ان یقرء فیه (الیٰ ان قال) واجمع اهل العلم ان نفقة الرهن علی	کہ اسی طرح مرتہن کے لئے شی مرہون سے فائدہ لیناجائزنہیں یہاں تک کہ اگر(سی مرہون)غلام ہوتواس سے خدمت نہیں لے گا۔اگرسواری کاجانورہوتواس پرسواری نہیں کرے گا۔اگرکپڑاہوتونہیں پہنے گا۔اگرگھرہوتواس میں سکونت نہیں

باب نهم

الراهن لاعلى المرتهن وانه ليس للمرتهن استعمال الرهن . (عمدة القارى : ۷۳/۱۳)	کریگا۔اگرقرآن کریم کانسخہ ہوتواس میں تلاوت نہیں کرے گا۔(پھرآگے لکھتے ہیں)کہ اہل علم نے اجماع کیاہے کہ شئی مرہون کانفقہ راہن پرہے نہ مرتہن پراوریہ کہ مرتہن کیلئے رہن کااستعمال جائزنہیں ۔ (عمدۃ القاری : ۷۳/۱۳)

(۲)امام موصوف مزیدلکھتے ہیں

عن عامر الشعبیؒ قال لاینتفع فی الرهن بشیئیٍ . (عمدة القارى : ۷۴/۱۳)	کہ عامرشعبیؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ شئی مرہون سے کوئی فائدہ نہیں لیاجائیگا۔(عمدۃ القاری : ۷۴/۱۳)

(۳)امام ابن قدامہ الحنبلیؒ لکھتے ہیں

ثم ولاینتفع المرتهنٍ من الرهن بشیئی وهذا قول ابی حنیفةؒ : (المغنی : ۵۰۹/۶)	کہ مرتہن شے مرہون سے کچھ فائدہ نہیں لیگا۔اوریہی قول امام ابوحنیفہؒ کاہے۔ (المغنی : ۵۰۹/۶)

(۴)محدث کبیرعلامہ انورشاہ کشمیری الدیوبندیؒ لکھتے ہیں

ثم اعلم ان الراهن ان اجاز للمرتهن ان ینتفع بالمرهون فان لم یکن مشروطاًفی العقد ولامعروفاً فی العرف جاز ویحل له الانتفاع منه (فیض الباری : ۳۴۶/۳	کہ جان لوًاگرراہن مرتہن کوشی مرہون سے فائدہ لینے کی اجازت دے ۔توجائزہے اورمرتہن کے لئے اس سے فائدہ لیناحلال ہے۔بشرطیکہ نہ معاملہ میں فائدہ کی شرط لگائی گئی ہو۔اورنہ علاقے میں فائدہ لینے کاعام رواج ہو، (فیض الباری : ۳۴۶/۳)

علامہ کشمیری صاحبؒ کی عبارت اس اتفاقی صورت پرمحمول ہے۔کہ جب علاقے میں رہن سے فائدہ لینالوگ حرام سمجھتے ہوں کوئی بھی شے مرہون استعمال نہ کرتاہوتصوربھی اس بات کانہ ہو۔توپھرکسی راہن نے ازخودمرتہن کواجازت دی۔

توایسی صورت میں جوازکاقول کیاگیاہے۔مگرآجکل ایساناممکن ہے کیونکہ اگرفائدہ اوراستعمال نہ ہوتوقرض بھی نہ دینگے اورربن بھی نہیں لیں گے۔اس کی تفصیل فقہ کی عبارات میں آرہی ہے ان شاء اللہ العزیز

باب نہم

(۳)فقہائے احناف کے نزدیک بھی رہن سے فائدہ اٹھاناحرام ہے)

(۱)امام کاسانی الحنفیؒ لکھتے ہیں
کہ’’مرتہن کیلئے شے مرہون سے فائدہ لیناجائزنہیں ۔یہاں تک کہ اگرشی مرہون غلام ہوتواس سے خدمت لیناجائزنہیں ۔اگردابہ ہو۔تواس پرسواری نہیں کرے گا۔اگرکپڑاہوتوپہنے گانہیں ۔
اگرمکان ہوتواس میں رہے گانہیں ۔اگرکلام اللہ کانسخہ ہوتوتلاوت اس میں نہیں کریگا۔اس کی وجہ یہ ہے

لان عقد الرهن يفيد ملك الحبس لا ملك الانتفاع . (بدائع الصنائع : ۱۴۶/۶)		رہن کامعاملہ روکنے کی ملکیت کافائدہ دیتاہے نہ کہ فائدہ لینے کی ملکیت کا۔ (بدائع الصنائع : ۱۴۶/۶)

(۲)امام کاسانیؒ دوسری جگہ فرماتے ہیں
کہ’’مرتہن کیلئے (شے مرہون)کاروکے رکھناثابت ہے۔نہ کہ فائدہ لینا۔بدائع الصنائع : ۱۴۷/۶)

(۳)امام کاسانیؒ حنفیت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں
کہ’’اصل یہ ہے۔کہ مرتہن کے لئے شےمرہون میں ہروہ کام جائزہے۔جومرہون کی حفاظت میں شمارہوتاہو۔ہروہ کام ناجائزہے۔جواستعمال اورفائدہ لیناشمارہوتاہو۔(بدائع والصنائع : ۱۴۸/۶)

(۴)امام موصوفؒ امام اعظم صاحبؒ کے قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں

وجه قول ابی حنيفة ان الملك للراهن من كل وجه وانماللمرتهن حق الحبس فقط۔ (بدائع الصنائع : ۱۶۴/۶)		کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ملکیت من کل الوجوہ راہن کی ہے۔مرتہن کے لئے صرف مرہون کے روکنے کاحق ہے۔اوربس۔(بدائع الصنائع : ۱۶۴/۶)

(۵)چاروں مذاہب کی فقہ میں لکھتے ہیں

لايحل الانتفاع بالمرهون ولواذنه الراهن سواء كان سبب الدين بيعاًاوقرضاًلانه يستوفى دينه كاملاًفتبقى له المنفعة زيادة بدون مقابل وهذاهوعين الرباء :		کہ شی مرہون سے فائدہ لینا(کسی صورت میں)جائزنہیں اگرچہ راہن اجازت دیدے ۔برابرہے۔کہ دین کاسبب بیع ہویا(نقد)قرض ہوکیونکہ مرتہن اپناقرض مکمل واپس لیگا۔اورجوفائدہ لیاہے۔وہ

باب نہم

(الفقه علی مذاهب الاربعة : ۳۳۵/۲)		منافعہ بغیرعوض کے اپنے قرض سے زیادہ لیا ہےوہ عین سودہے۔ (الفقہ علی مذاہب الاربعۃ : ۳۳۵/۲)

(۶)شیخ نظام الدین الحنفیؒ لکھتے ہیں

وان آجرالمرتهن من اجنبی بامرالراهن یخرج من الرهن وتکون الاجرة للراهن . (عالمگیریة : ۴۶۴/۵)		کہ اگرمرتہن نے راہن کے حکم اوراجازت سے شے مرہون کسی اجنبی کواجارہ پردیدی ۔توشےرہن سے نکل گئی ۔ اور اجرت راہن کی ہوگی۔ (عالمگیریۃ : ۴۶۴/۵)

(۷)امام طحاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

وانما منع من الانتفاع لان حقه فی الحبس لافی الانتفاع : (طحطاوی علی الدر : ۲۳۶/۴)		کہ مرتہن کوانتفاع سے اس لئے منع کیاگیاہے۔کہ اس کوصرف روکنے کاحق ہے نہ کہ فائدہ اٹھانے کا۔ (طحطاوی علی الدر : ۲۳۶/۴)

(۸)امام موصوف آگے لکھتے ہیں

کہ"مرتہن کوشے مرہون سے فائدہ لیناراہن کی اجازت کے باوجودبھی جائزنہیں کیونکہ یہ سودکی اجازت ہے۔اس لئے کہ مرتہن اپناقرض مکمل لیتاہے۔اورشے مرہون سے جتنافائدہ لیاوہ اپنے قرض سے زائدہے۔جوکہ سودہے۔ (طحطاوی علی الدر : ۲۳۶/۴)

(۹)السیدسابقؒ یوں لکھتے ہیں

مرتہن کوشے مرہون سے فائدہ لیناراہن کی اجازت کے باوجودبھی جائزنہیں کیونکہ یہ پھروہ قرض ہوا جس سے فائدہ لیاجائے۔حالانکہ (حدیث مبارک ہے)کوئی قرض جس سے فائدہ لیاجائے وہ سودہے۔فقہ السنۃ : ۱۵۶/۳)

(۱۰)علامہ ظفراحمدعثمانی الحنفیؒ اس کی حرمت پردواحادیث نقل کرکے اپنی نظریوں تحریرفرماتے ہیں

عن ابن سیرین قال جاء رجل الیٰ ابن مسعودؓ فقال ان رجلاً رهننی فرسا فرکبتها قال ماصبت من ظهرها فهو رباً : اخرجه عبدالرزاق بغیر تعقبٍ : (اعلاء السنن :		کہ اعلامہ ابن سیرین نے فرمایاکہ ایک شخص ابن مسعودؓکے پاس آیاپس کہنے لگاکہ ایک شخص نے میرے پاس ایک گھوڑارہن رکھاپس میں نے اس پرسواری کی توابن مسعودؓ نے فرمایاکہ

۶۴/۱۸حدیث۵۸۱۸)		جوتونے اسکی پشت پرسواری کی وہ سودہے۔عبدالرزاق نے بغیراعتراض کے نقل کیاہے (اعلاء السنن : ۶۴/۱۸حدیث۵۸۱۸)

(۱۱)علامہ موصوف ؒدوسری حدیث نقل کرتے ہیں

عن طاوس قال فی کتاب معاذ بن جبلؓ من ارتھن ارضاً فھوبحسب ثمرھا لصاحب الرھن من عام حج النبی ﷺ : اخرجه عبدالرزاق،کنزالعمال (اعلاء السنن : ۶۴/۱۸)حدیث۵۸۱۹)		حضرت طائوسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذبن جبلؓ کی کتاب میں ہے۔کہ جوشخص زمین رہن رکھے تووہ زمین کاغلہ اناج وغیرہ راہن کاہے۔(اوریہ حکم)رسول اللہﷺکے حج وداع کے بعدسے ہے۔یعنی آخری خطبہ میں انہوں نے یہی اعلان فرمایاہے۔یہ حدیث عبدالرزاق اورکنزالعمال نے نقل کیاہے۔ (اعلاء السنن : ۱۸ئ۶۴)حدیث۵۸۱۹)

(۱۲)علامہ ظفراحمدصاحبؒ اپنی نظرلکھتے ہیں

قلت ھذان الاثران یدلان علی انه لایجوز للمرتھن الانتفاع بالمرھون لانه رباً۔ (اعلاء السنن : ۶۴/۱۸)		کہ یہ دونوں روایتیں اس بات پردلالت کرتی ہیں ۔کہ رہن سے فائدہ لیناجائزنہیں کیونکہ یہ سودہے۔ (اعلاء السنن : ۶۴/۱۸)

(۱۳)علامہ شامی الحنفیؒ اپنی مایہ نازکتاب میں لکھتے ہیں
کہ”مرتہن کوشیےمرہون سے فائدہ لیناجائزنہیں کیونکہ یہ سودہے۔اورعبداللہ بن محمدبن اسلم السمرقندیؒ جوکہ سمرقندکے بڑے علماء میں سے ہیں فرماتے ہیں ۔کہ شے مرہون سے کچھ فائدہ کسی طرح بھی جائزنہیں اگرچہ راہن اجازت دیدے کیونکہ یہ سودہے کی اجازت ہے۔اس لئے کہ وہ اپناقرض پورالیتاہے۔اورفائدہ بغیرعوض کے اضافہ ہے۔جوکہ سودہے۔اوریہ بہت بری بات ہے۔شامی : ۴۸۲/۶)نیزشامی : ۵۲۲/۶پربھی موصوفؒ نے یہی لکھاہے۔

(۴)مجوزین کے دلائل پرایک نظر)

سودکھانے والے حرام خوراپنے لئے جوازکاراستہ تلاش کرکے کہتے ہیں کہ مجھے صاحب رہن نے اجازت دی ہے۔اورپھرفقہ کایہ جزیہ پیش کرتے ہیں ۔اوراس

سے جوازپراستدلال کرتے ہیں

لایجوز للمرتھن انتفاع المرھون الا باذن الراھن ۔		کہ مرتہن کیلئے مرہون سے انتفاع(فائدہ اٹھانا)جائزنہیں ہاں اگرراہن اجازت دے توجائزہے۔

جواب یہ ہے

کہ فقہ بھی قرآن وحدیث کی طرح بعض بعض کی تشریح کرتاہے پوری بحث کے مطالعہ کے بعدمعلوم ہوتاہے۔کہ اس اجازت سے وہ اتفاقی اجازت مرادہے۔کہ علاقے میں لوگ انتفاع بالمرہون ناجائزسمجھتے ہوں اوراستعمال کرنے کاتصوربھی نہ ہواورکوئی ایک راہن عقدرہن کے معاملے کے بعداپنے مرتہن کواجازت دیدے

(۱)چنانچہ علامہ محمدانورشاہ کشمیریؒ نے اس کایوں جواب دیاہے

فان لم یکن مشروطاً فی العقد ولامعروفاً فی العرف جاز ویحل له الانتفاع۔ (فیض الباری : ۳۴۶/۳)		پس اگر(فائدہ لینااستعما ل کرنا)نہ عقدمیں شرط کی گئی ہواورنہ علاقے میں کہیں ایساکرنے کارواج ہوپھر(اتفاقاًکسی نے) اجازت دی توجائزہے۔ورنہ نہیں) (فیض الباری : ۳۴۶/۳)

(۲)علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ اس پرمزیدروشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں

قلت والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع : (ردالمحتار : ۴۸۲/۶)		کہ میں کہتاہوں کہ (آجکل)لوگوں کاعام حال ہی یہ ہے۔کہ وہ قرض دیتے وقت ہی فائدہ لینے کاارادہ رکھتے ہیں ۔اوراگرفائدہ لینانہ ہوتوپیسے (قرض)ہی نہ دینگے اوریہ شرط کے قائم قام ہے۔(جوکہ ناجائزہے)کیونکہ معروف مشروط کی مانندہے۔اوریہی منع کوتقویت دیتاہے۔ یعنی ناجائزہے۔(ردالمحتار : ۴۸۲/۶)

اس کے علاوہ فقہاء کے گزرے ہوئے حوالے ملاحظہ فرمالیجئے !

جنہوں نے یہ تصریح فرمائی ہے۔کہ مرہون سے فائدہ اٹھاناجائزنہیں اگرچہ راہن اجازت بھی دیدے۔

(۳)شامی : ۴۸۲/۶۔(۴)فقہ السنۃ : ۱۵۶/۳۔(۵)طحطاوی علی الدر : ۲۳۶/۴۔(۶)الفقہ علی المذاہب الاربعہ : ۳۳۵/۲)

باب نہم

(ایک شبہ اوراس کاازلہ)

شبہ یہ ہے کہ رہن سے فائدہ اٹھانے کے جوازاورعدم جوازمیں اختلاف ہے۔اورقاعدہ یہ ہے کہ جہاں کسی مسئلہ میں فقہاءکا آپس میں اختلاف ہووہاں گنجائش نکلتی ہے۔تویہاں بھی گنجائش ہونی چاہئے!

جواب پہلی بات تویہ ہے

کہ اس میں اختلاف سرے سے ہی نہیں۔کیونکہ جس روایت سے اختلاف پراستدلال ہوتاہے۔اس کے جوابات بعدمیں آنے والے ہیں ان شاء اللہ العزیز۔اوراگرتسلیم کرلیاجائے تووہ اختلاف توصرف سواری اوردودھ والے جانورمیں ہے۔نہ کہ زمین اورمکان دوکان وغیرہ میں لہٰذاشی مرہونہ سے مرتہن کوکسی صورت میں بھی فائدہ لینادرست نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فان القیاس یقتضی ان لاینتفع بشیئی منہ ترکناہ فی المرکوب والمحلوب للاثر ففیما عداہ یبقی علی مقتضی القیاس : (المغنی : ۵۱۲/۶)		کہ قیاس کاتقاضایہ ہے۔کہ (مرہون)سے کچھ بھی فائدہ نہ لیاجائے اورمرکوب ومحلوب میں یعنی سواری اوردودھ دینے والےجانورمیں ہم نے قیاس حدیث کی وجہ سے ترک کیا۔اوران چیزوں کے علاوہ اشیاء میں اپنی مقتضی پرباقی رہے گا۔یعنی حرام ہوگا (المغنی : ۵۱۲/۶)

یعنی باقی چیزوں میں فائدہ لینابدستورناجائزہوگا۔

مجوزین کے جملہ استدلالات میں سے ایک استدلال مندرجہ ذیل روایت ہے

عن ابی ھریرۃؓعن النبی ﷺ انہ کان یقول الظھر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھوناً ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھوناً وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ رواہ الجماعۃ الا النسائی ومسلماً وفی لفظ اذا کانت الدابۃ مرھونۃ فعلی المرتھن علفھا ولبن الدر یشرب وعلی الذی یشرب نفقتہ : رواہ احمد)		حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔کہ نبی کریمﷺفرمایاکرتے تھے۔کہ سواری والے جانورپرسواری کی جائیگی نفقہ کے بدلے جب وہ مرہون ہواورتھن سے دودھ دوہاجائیگا۔نفقہ کے بدلے جب وہ مرہون ہو۔اورجوسواری کرتاہے۔یادودھ پیتاہے۔اس پرنفقہ ہے۔الخ اس روایت کوصحاح ستہ نے نسائی اورمسلم کے علاوہ نے نقل کیاہے۔اورایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اگرکوئی دودھ دینے والاجانورمرہون

		ہوتومرتہن(جسکے ہاں رہن رکھاہے) پردودھ پینے کے عوض میں اس جانورکاچارہ کھلاناہوگا۔اس کومسنداحمدنے ذکرکیاہے۔ (رواہ احمد..........

(۱)اس کاپہلاجواب علامہ ظفراحمدعثمانی دیوبندیؒ نے یوں تحریرفرماتے ہیں

اقول قال الطحاوی انه منسوخ بحرمت الربابقول ﷺ کل قرض جرنفعاًفهو رباً : (اعلاء السنن : ۶۵/۱۸)		کہ میں کہتاہوں کہ امام طحاوی الحنفیؒ نے فرمایاکہ یہ منسوخ ہے۔حرمت سودکے ذریعے اوروہ ناسخ رسول اللہ ﷺکایہ قول ہے۔کل قرض جرنفعاًفہورباً : ہروہ قرض جونفع کھینچے وہ سودہے۔ (اعلاء السنن : ۶۵/۱۸)

(۲)دوسراجواب علامہ عینی الحنفیؒ نے دیاہے

رواه الشعبی عن ابی هريرة ومع ذالك قال لاينتفع بشيئیٍ فلولم يكن عنده منسوخاً لما قال بخلافه . (عمدة القاری : ۷۳/۱۳)		امام شعبیؒ نے یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے اوراس کے باوجودوہ فرماتے ہیں کہ شے مرہون سے کوئی فائدہ نہیں لیاجائیگا۔پس اگراسکے نزدیک یہ روایت منسوخ نہ ہوتی تووہ اس کے خلاف نہ کہتا۔(عمدۃ القاری : ۷۳/۱۳)

(۳) تیسراجواب حضرت ابراہیم نخعیؒ نے دیاہے اوریہی راجح اورزیادہ صحیح ہے۔علامہ عثمانیؒ اس کونقل کرتے ہیں

ان معنى الحديث ان الظهر يركب بنفقته ای بقدر نفقته اذا كان مرهوناً ان امتنع الراهن من الانفاق واذن للمرتهن فيه ولبن الدر يشرب بنفقته ای بقدر نفقته وهذا المحمل هو الذی اختاره ابراهيم نخعیؒ ... ان استفضل من اللبن بعد ثمن العلف فهورباً : (اعلاء السنن : ۶۶/۱۸)		کہ حدیث کامعنی یہ ہے۔کہ سواری کے جانورپرسواری نفقہ کی مقدارپرکی جائیگی ۔جب وہ مرہون ہو۔اورراہن نفقہ دینے سے انکارکرے اورمرتہن کواجازت دے اورتھن سے دودھ بھی نفقہ کے خرچ کی مقدارپیاجائیگا۔اوریہی وہ محمل ہے۔حضرت ابراہیم نخعیؒ نے اختیارفرمایاہے۔(پھرلکھتے ہیں)کہ اگرنفقہ کی مقدارسے دودھ زیادہ ہواتووہ سودہے۔ (اعلاء السنن : ۶۶/۱۸)

باب نہم

حاصل یہ نکلاکہ روایت میں جواجازت دی گئی ہے۔یہ اس صورت میں ہے کہ جب راہن شی مرہون پرخرچ کرنے سے روکے اورمرتہن سے کہے کہ تومرہون کانفقہ دیاکروتونفقہ چونکہ راہن کے ذمہ تھا۔
جب مرتہن خرچہ کریگا۔توخرچے کے بدلے سواری کریگا۔اوردودھ پیئے گا۔گویاکہ وہ اس انتفاع کی قیمت اداکرتاہے۔اورکرایہ آداکرتاہے۔تویہ صورت اجارے کی ہوجائیگی۔
الغرض :
رہن(گروی)سے فائدہ اٹھاناکسی صورت میں جائزنہیں ہوابلکہ سودہے۔اس سے بچناضروری ہے ۔

(۵) مرہون چیزسے فائدہ اٹھاناعلمائے دیوبندکی نظرمیں)

(۱)مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہی الدیوبندیؒ اپنےفتاویٰ میں لکھتے ہیں
کہ"شےمرہون سے خوابکری ہومکان ہوزمین ہومرتہن کیلئے نفع جائزنہیں ۔فتاویٰ رشیدیہ : ۵۲۰تا۵۲۲)
(۲)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ"شے مرہون سے کسی بھی صورت میں فائدہ لیناجائزنہیں اگرچہ راہن اجازت دیدے کیونکہ یہ سودہے۔اورحدیث میں آیاہے۔کل قرض جرنفعاًفھورباً۔(محصلہ)کفایت المفتی : ۱۴۶/۸تا۱۵۵)
(۳)مولاناخلیل احمدسہارنپوریؒ لکھتے ہیں
کہ"شے مرہون خواہ کچھ بھی ہواس سے فائدہ لیناسودہے اورناجائزہے۔(محصلہ)فتاویٰ خلیلیہ : ۲۶۰تا۲۶۱)
(۴)مولاناعبدالحئ صاحب لکھنویؒ عربی کی لمبی عبارت لکھتے ہیں
کہ"مجمع البرکات میں ہے۔کہ حاصل یہ ہے کہ رہن سے فائدہ نہیں لیاجائیگا۔ اگرچہ راہن اس کی اجازت دے ۔ ترجمہ) (مجموعۃ الفتاویٰ : ۱۲۳/۳تا۱۲۹)
(۵)حکیم الامت مولانااشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
کہ"انتفاع مرہون سے اگرمشروط یامعروف ہوجیساکہ آجکل ہے۔رباحرام ہے۔اورربااذن (اجازت)سے حلال نہیں ہوتا۔امدادالفتاویٰ : ۴۵۴/۳تا۴۶۶)
(۶)شہیدملت اسلامیہ مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ"مرتہن کارہن کے منافع اوراسکی پیداوارکاکھاناسودہے۔جوشرعاًحرام ہے۔آپکے مسائل اورانکاحل : ۱۶۹/۶)
(۷)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب لکھتے ہیں

کہ''شے مرہون سے نفع لینابالاتفاق حرام ہے۔باجازت راہن بھی نفع لیناجائزنہیں ۔اگرچہ راہن لمبے عرصے تک اپنی زمین نہیں چھڑاتااورپیسے ادانہیں کرتاتب بھی فائدہ لیناجائزنہیں ۔(خلاصہ)فتاوی دارالعلوم دیوبند : ۸۷۳،۸۷۰/۲)

(۸) علامہ ظفراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں کہ ''مرتہن کیلئے شے مرہون سے نفع اٹھاناجائزنہیں ۔امدادالاحکام : ۵۰۹)

(۹)مفتیان جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں کہ''فقہاء کرام ؒنے تصریح کی ہے کہ مالک کی اجازت کے باوجودمرتہن کے لیے رہن سے انتفاع لینے کی گنجائش نہیں ہے۔فتاوی حقانیہ : ۲۲۸/۶)

(۱۰)مفکراسلام مفتی محمودصاحبؒ لکھتے ہیں کہ''مرہونہ زمین سے فائدہ اٹھاناجائزنہیں ہے۔فتاوی مفتی محمود : ۴۱۱/۹)

علماء دیوبندکے کچھ حوالہ جات مفسرین اورمحدثین اورفقہاء کے عنوانات کے تحت لکھے گئے ہیں ۔وہاں ملاحظہ کرسکتے ہیں

آخرمیں میرے استادمحترم مفتی رشیداحمدلدھیانوی رحمہ اللہ کاحوالہ ملاحظہ ہو۔

میرے استادمحترم لکھتےہیں کہ ۔شے مرہون سے کسی صورت میں نفع لیناجائزنہیں اگرچہ راہن اجازت ہی کیوں نہ دے اوراگرمرتہن کی اجازت سے اصل مالک راہن استعمال کرتاہے توٹھیک ہے۔مگرمرتہن کیلئے حصہ مقررکرناپھربھی حرام ہے۔شامی کی لمبی عبارت پیش فرمائی ہے۔شامی ج ۵ ص ۳۱۱ تا ۳۳۶۔اوراگر کوئی سالانہ دس روپے یاکوئی معین مقداروضع کرتاہے توبھی جائز نہیں کیونکہ وضع کرنااجارہ ہے اور مرہون کااجارہ پردینابھی جائز نہیں ۔یہ مفتی صاحب کی تحریرکاخلاصہ ہے ۔جواحسن الفتاوی جلد۸ ص ۴۹۱ تا۴۹۸ پرتحریرہے۔س

(واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

منظورہے کہ سیم تنوں کاوصال　　　مذہب وہ چاہئے کہ زنابھی حلال ہو

(سنتوں کے بعداجتماعی دعاشریعت کی روشنی میں)

قرآن کریم اوراحادیث مبارکہ سے یہ بات روزروشن کی طرح ثابت ہے۔کہ دعاصرف عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کامغزاورنچوڑہے ۔اورکتب شریعت سے یہ بھی حقیقت واضح ہوچکی ہے۔کہ مطلق دعایعنی رب کوپکارنے کامنکرپکاکافربھی ہے چہ جائیکہ کوئی مسلمان اس کاانکارکرے۔مگرعقلمنداورباشعورحضرات خوب سمجھتے ہیں ۔کہ جب دعاصرف عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کامغزہے۔توعبادت کے طریقے اپنی طرف سے بنانے والاصرف مجرم ہی نہیں بلکہ بہت بڑامجرم ہے۔کیونکہ

باب نہم

عبادت اوراسکے طریقے خودشریعت نے سکھائے ہیں۔بلکہ پیغمبرخداﷺ شریعت اورعبادات ہی کے سکھانے کیلئے بھیجے گئے تھے۔توہم ہرعبادت میں پیغمبرﷺ کے لائے ہوئے طریقے کے سختی سے پابندہیں ۔ورنہ جوعبادت پیغمبرﷺکے طریقے پرنہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول بھی نہ ہوگی۔بلکہ اس پرمؤاخذہ ہوگا۔جیساکہ پچھلے بابوں میں آپ صاحب باحوالہ پڑھ چکے ہیں

اس مختصرتمہیدکے بعدجان لو!کہ ایک ہے نفس دعاکہ جب بھی کوئی مسلمان جہاں بھی اپنے رب سے کچھ مانگتاہے تومانگ سکتاہے اورجائزہے لیکن ایک ہے سنتوں کے بعدامام اورمقتدی ملکراکٹھی دعاکرتے ہیں۔امام سنتیں اپنے مصلی پریعنی محراب ہی میں پڑھتے ہیں اورمقتدی بھی سنتیں پڑھنے کے بعدامام کی فراغت کاانتظارکرتے ہیں پھرامام صاحب جب فارغ ہوتے ہیں ۔توچہرہ مقتدیوں کی طرف کرکے ہاتھ اٹھاکر اونچی آواز سے کچھ کلمات پڑ ھ کر سارے مقتدی بھی ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں کچھ دیراکٹھی دعاکرکے امام صاحب پھراونچی آوازسے کچھ کلمات پڑھ کر ہاتھ منہ پر پھرتے ہیں ۔ اورسارے مقتدی بھی اس کے ساتھ دعاختم کرتے ہیں اوریہ کاروائی ہمیشہ ہوتی ہے۔کبھی قضاء نہیں کر تے ۔ اور اِسی اجتماعی دُعا کو مستحب سمجھتے ہیں۔ اور نہ کر نے والوں کووہابی ،پنجپیری اور بے دین یا منکرین دُعا سمجھتے ہیں۔ اوراس دعا کے نہ کر نے والے امام کو ا ما مت سے معزول کر تے ہیں۔۔ اور انکو بُرا سمجھتے ہیں

اب آئیے جی !دیکھتے ہیں۔ کہ پیغمبرا ﷺکے زمانے میں نما ز پڑھنے اور دعا کرنےکا کیا طریقہ تھا۔ اور صحا بہ کرام کیا کر تے تھے۔ اور ہمارے مذہب کی کتا بیں کیا کہتی ہیں۔ اور علماء دیو بندفاضت فیوضھم اس اجتما عی دعاکے بارے میں کیا ارشادات فر ما تے ہیں

(۱)کیاامام الانبیاء ﷺسنتوں کے بعداجتماعی دعاء کیاکرتے تھے؟

احا دیث درج ذیل ملاحظہ فرمالیجئے!

(نوٹ) آنے والے احادیث مبا رکہ سے آپ کو معلوم ہو گا۔کہ پیغمبر خُدا اور اُنکے صحا بہ کرامؓ کی عادت مبا رکہ یہ تھی ۔ کہ وہ سنت گھر میں جا کے پڑھتے تھے ۔ اور امت کو بھی گھر میں پڑھنے کی تعلیم دی ہے ۔جب انہوں نے سنت ہی گھر میں پڑ ھنے کی تر غیب دی ہے ۔ تو سنت کے بعد اجتما عی دُعا کہا ں سے ثا بت ہوئی۔ ہا ں سلام کے بعد ہر ایک اکیلا دُعا کا الگ الگ مانگ سکتاہے ۔یہی صحیح طریقہ دعامانگنے کاہے۔اوراحادیث میں بھی اسی کاذکرہے۔اجتماعیت کاکوئی ذکرنہیں ۔چنداحادیث ملاحظہ فرمالیجئے !

باب نہم

(۱)رسول اللہ کاارشادہے

عن عبد اللہ بن شقیق قالؓ سألت عائشۃؓ عن صلوۃ رسول اللہ ﷺ فقا لت کا ن یصلی فی بیتی قبل الظھر ار بعٍ ا ثم یخرج فیصلی بالناس الظھر ثم یدٍ خل فیصلی رکعتین ثم یخر ج فیصلی بالناس العصرویصلی بالناس المغرب ثم ید خل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالنا س العشاء ویدخل فی بیتی فیصلی رکعتین وکان یصلی با للیل تسع رکعا ت فیھن الوتر وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس الفجر : (مشکوۃ : ۱۰۴/۱)مسلم : ۲۵۲/۱) (المنتقٰی مع النیل : ۷۱/۳)		حضرت عبد اللہ بن شقیق ؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عا ئشہ صدیقہ ؓسے آنحضرت ﷺ کی نما ز کا حال پوچھا تو انہو ں نے فر ما یا ۔ کہ آنحضرت میر ے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے ۔ پھر با ہر تشر یف لے جا تے اور لو گو ں کو ظہر کے نما ز پڑھاتے پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر عصر کے وقت با ہر جاتے اور عصر کی نماز پڑھاتے اور مغر ب کے وقت مغرب کی نماز پڑھا تے اور پھر اندر آکر دو رکعتیں پڑھتے پھر لو گو ں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے اور نو رکعا ت نفل تہجد میں پڑھتے تھے ۔ اور ان نو رکعت کے اندر وتر بھی ہوتی اور جب صبح صا دق طلوع ہو تا ۔ تو دو رکعت پڑھتے پھر با ہر نکل کر دو رکعت فرض لو گو ں کو پڑ ھا تے۔(مشکوۃ : ۱۰۴/۱)مسلم : ۲۵۲/۱) (المنتقٰی مع النیل : ۷۱/۳)

اس روایت سے بخوبی واضح ہو گیا ۔ کہ پیغمبر خُدا فر ض کا سلا م پھیر تے ہی (مسنون اور انفرادی طورپر پڑ ھکر)گھر تشر یف لیجاتے تھے ۔اور سنت ونوافل گھر میں ادا کر تے اور گھر ہی میں اکیلا دُعا بھی ما نگتے ۔جب آپﷺ سنت ہی مسجد میں نہ پڑھتے تھے تواب یہ اجتماعی دُعا کا ثبوت کیسے ؟اورکہاں؟جناب یہ یاروں کے کرشمے ہیں کہ سنتوں کے بعداجتماعی دعامستحب ہے

(۲)رسول اللہ ﷺکاارشادہے

وعن ابن عمر ؓ قال کان النبی لا یصلی صلوۃ بعد الجمعۃ حتی ینصرف		ابن عمر روا یت کر تے ہیں ۔ کہ بیشتر اوقات نبیﷺنماز جمعہ کے بعد کوئی نماز

باب نہم

فیصلی رکعتین فی بیته . (مسلم : ۸۸/۱ ، الفسا ئی : ۱۶۶/۱) (الطحاوی شرح معا فی ا لا ثار : ۱۶۵/۱) (مشکو ۃ : ۱۰۴/۱)		نہ پڑھتے ۔ یہاں تک کہ جب وہ گھر تشریف لے جا تے پھر دو رکعت گھر کے اندر پڑھتے تھے۔ (مسلم : ۸۸/۱ ،الفسا ئی : ۱۶۶/۱) (الطحاوی شرح معا فی ا لا ثار : ۱۶۵/۱) (مشکو ۃ : ۱۰۴/۱)

اس روایت سے ثا بت ہوا ۔ کہ نبی ﷺجمعہ کی فرض نما ز کے بعد مسجد میں کوئی نماز نہ پڑ ھتے ۔ فو رًا گھر جا کر بقیہ نما ز گھرمینپڑ ھتے تھے یہ آپکی عادت مبارکہ تھی ۔ جس سے ثا بت ہو ا کہ اجتما عی دُعا نہیں فر ما تے تھے۔گھرسے دعاکے لئے باہرتشریف لاناکہیں بھی ثابت نہیں ہے بلکہ اگرکسی وقت مسجدمیں سنت اداکی ہوتب بھی اس کے بعددعاکاذکرنہیں ہے۔

(۳)آپﷺکاارشادہے

عن زید بن ثابت قال رسول الله ﷺ صلوة المرء في بيته افضل من صلوة فی مسجدی هذا الا المكتوبة : (ابو داوٗد : ۱۴۹/۱) (الطحا وی ۱۷۲/۱) مشکوة : ۱۱۵) (شا می قبیل فصل القراة : ۱۹۶/۱)		حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے ۔ کہ بنی ﷺنے فر ما یا کہ میر ی مسجد میں پڑ ھنے سے اپنے گھر میں نماز پڑھنا بہترہے۔ سوائے فرض نما ز کے (کہ وہ مسجد میں ادا کر نا لا زمی ہے۔) (ابو داوٗد : ۱۴۹/۱ الطحا وی ۱۷۲/۱ مشکوۃ : ۱۱۵) (شا می قبیل فصل القر اۃ ۱۹۶/۱)

(۴)سرورکائنات ﷺکاارشادہے

عن زید ابن ثا بت قال قا ل النبی ﷺ علیکم با لصلوة فی بیو تکم فا ن خیر صلوة المر أ فی بیته الا المکتوبة : (مسلم : ۲۶۶/۱ ، شر ح معا نی ا لا ثا ر ۱۷۲/۱) (ابو داوٗ د : ۱۰۴/۱) (بخاری :		زید بن ثا بت نبیؐ سے روایت نقل کر تے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فر ما یا کہ گھروں میں نما ز کو لا زم پکڑو کیو نکہ بہترین نما ز آدمی کی وہ ہے ۔ جو گھر میں ہو ۔ بغیر نما ز فرض کے ۰ کہ وہ مسجد میں پڑھنا ضروری ہے) (مسلم : ۲۶۶/۱ ، شر ح معا نی ا لا ثار

باب نهم

۱۰۱/۱)		۱۷۲/۱) (ابو داوٗ د : ۱۰۴/۱، بخاری : ۱۰۱/۱)

(۵)رسول اکرمﷺکاارشادہے

عن کعب بن عجرة رضی الله عنه قال ان النبی ﷺ أتی مسجد بنی ا لا شهل فصلی فیه المغرب فلما قضو صلوتهم راٰهم یسبحون بعد ها (ای یصلون) فقال هذه صلوة البیوت (وفی الترمذی والنسائی) قا م الناس یتنفلون فقال النبی ﷺ علیکم بهذه فی البیت : (تر مذی : ۱۶۷/۱) (الطحاوی : ۱۶۷/۱۔ مشکوۃ۱۰۵/۱)		حضرت کعب بن عجرہؓسے رویت ہے۔کہ نبیﷺمسجدبنی الاشہل تشریف لے آئے۔پھراس میں نمازمغرب پڑھائی پس دیکھا لوگوں کوکہ فرض نمازکے بعد نمازپڑھتے ہیں۔توفرمایاکہ یہ نمازگھروں کی ہے۔(ترمذی اورنسائی میں یوں ہے)کہ کچھ لوگ کھڑے ہوکرنفل(سنت)پڑھتے تھے۔توفرمایانبیﷺنے کہ اس نمازکوگھرمیں لازم پکڑو۔ (تر مذی : ۱۶۷/۱) (الطحاوی : ۱۶۷/۱۔مشکوۃ۱۰۵/۱)

(۶)نبی کریمﷺکاارشادہے

عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اجعلو ا فی بیو تکم من صلوتکم ولا تتخذواها قبورًا : (بخاری : ۱۵۸/۱ مسلم ۲۶۸/۱) (مسند امام الا عظم : ۲۱) (نسائی ۱۹۰/۱ ۹۹) (تر مذی : ۶۰/۱)		حضرت ابن عمرسے ؓروایت ہے ۔کہ نبی ﷺنے فر ما یا کہ نمازونسے گھروں کو بھی حصّہ دیا کر و۔ اور ان کو قبروں جیسے نہ بناؤ۔(بخاری : ۱۵۸/۱ ۔مسلم : ۲۶۵/۱) (مسند امام الا عظم : ۲۱ ،نسائی : ۱۹۰/۱) (تر مذی : ۶۰/۱)

(۷)رسول اللہﷺکاارشادہے

عن جا بر قال قال النبی ﷺ اذاقضی احدکم الصلوة فی المسجد فلیجعل لبیته نصیباً من صلوته فان الله جاعل فی بیته من صلوته خیرًا : (مسلم ۱۶۵/۱)		حضرت جابرؓ سے روایت ہے ۔کہ نبیؐ نے فر ما یاکہ جب تم میں سے مسجد میں کوئی فرض نما زپوری کرے تو گھر میں بھی نماز سے کچھ حصّہ مقرر کر ے۔ کیونکہ اللہ تعالی اس کی نما ز سے اسکے گھر میں خیر پیدا کر تا ہے۔(مسلم

باب نہم

		۱۶۵/۱ مشکوہ ۱۲۴/۱ عقد اللالی : ۲۳۷) (مشکوہ ۱۲۴/۱ عقد اللالی : ۲۳۷)

(۸)اللہ کے محبوب ﷺکاارشادہے

عن عطاء الخرسانی قال قال رسول اللہ ﷺ لایصلی الامام فی موضع الذی صلی فیه حتی یتحول : (مشکوٰۃ : ۸۸/۱)		حضرت عطاء خراسانیؒ سے روایت ہے۔کہ پیغمبرﷺنے فرمایاکہ امام اس جگہ پرنمازسنت اورنفل نہ پرھے جس جگہ میں فرض پڑھےہوں مگرجب اس جگہ سے ہٹ جائے۔ (مشکوٰۃ : ۸۸/۱)

(۹)رسول اللہﷺکاارشادہے

عن ابی سعدقال سألت رسول اللہ ﷺ عن الصلوٰۃ فی بیتی والصلوٰۃ فی المسجد قال قد تریٰ ما اقرب بیتی من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوۃ مکتوبۃ : (شرح معانی الاثار : ۱۶۷/۱) (نیل الاوطار : ۸۲/۳)		ابن سعدسے رویت ہے کہ میں نے رسول اللہﷺسے اپنے گھراورمسجدکے اندرنمازکے بارے میں پوچھاتوآپ ﷺنے فرمایاکہ تم میرے گھرکودیکھتے ہوکتنا مسجدکے قریب ہے۔مگرمیں گھرمیں نمازپڑھوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔اس سے کہ مسجدمیں پڑھوں الایہ کہ اگرفرض نمازہو۔(تووہ مسجدمیں لازمی ہے) (شرح معانی الاثار : ۱۶۷/۱) (نیل الاوطار : ۸۲/۳)

انتہائی افسوس کامقام ہے۔کہ مذکورہ احادیث سے کیسے واضح طریقے سے پیغمبرخداﷺکاعمل مبارک معلوم ہوا۔کہ وہ فرض کے علاوہ باقی نمازیعنی سنت گھرجاکرپڑھتے تھے۔بلکہ پوری امت کوترغیب دی ہے۔کہ مجھے فرض کے علاوہ باقی نمازاپنے گھرمیں مسجدسے زیادہ محبوب ہے۔اورفرمایاہے۔کہ گھروں کوقبورجیسانہ بناوکہ اس میں عبادت بالکل نہ ہو۔توان ٹھوس دلائل اورروایات سے ثابت ہوچکاکہ افضل اوربہترطریقہ یہ ہے۔کہ سنتیں گھروں میں پڑھی جائیں ۔ اگرچہ مسجدمیں پڑھنابھی جائزہے۔مگربہترنہیں کم ازکم امام کواس فضیلت سے محروم نہ کرناچائے ۔کیونکہ اس کے لئے حکم ہے

کہ فرض نمازکی جگہ چھوڑے گا۔مگرسنتوں کے بعداجتماعی دعاکرنے والے بھائی ان تمام احادیث اورترغیبات سے آنکھیں بندکئے ہوئے ایک من گھڑت طریقے پرتلے ہوتے ہیں۔کیونکہ جب پیغمبرﷺاورصحابہ کرامؓ سنتوں کے لئے گھرجاتے توپھرکہاں سے ثابت ہے۔کہ دوبارہ گھروں سے نکل کرمسجدمیں اکٹھی دعاکرتے ۔کہیں ایک حوالہ توہمیں بھی بتائیں ؟مہربانی ہوگی۔عوام کودھوکہ دینے کے لئے دعاکی فضیلتیں بیان کرتے ہیں کہ دیکھوقرآن میں آیاہے۔کہ دعامانگو۔احادیث میں آیاہے

مگرافسوس اس خیانت پر۔اللہ کے بندوکون دعاکامنکرہے؟ مانگوجتنامانگ سکتے ہو۔مگرپیغمبرﷺکے طریقے پرنمازکے بعداکیلامانگوجو کچھ بھی مانگناہے۔ہم تواجتماعی دعاکے بارے میں کہتے ہیں ۔کہ نمازوں کے بعداجتماعی دعانہیں اس پرحوالہ پیش کرودلیل پیش کروپھرمانتے ہیں ۔مگران شاء اللہ العزیزتاقیامت کوئی دلیل پیش نہ کرسکے گا

ہاں عوام کوفریب دینے کے لئے کبھی کہیں گے کہ فلاں جہادکے موقعہ پراجتماعی دعاہوئی ہے۔اورکبھی کہتے ہیں کہ موسی وہارون علیہماالسلام نے دعامانگی ۔حضرت ان دعائوں کانمازوں کے بعددعاسے کیاتعلق جہادمیں جرگہ میں تم بھی کرونمازکے بعدکاحوالہ پیش کرو۔خیرمخالفین کے دلائل کاتجزیہ ان شاء اللہ العزیزاس بحث کے آخرمیں آئے گا۔

بہرحال مذکورہ احادیث سے ثابت ہواکہ سنت کے بعداجتماعی دعامانگناپیغمبرﷺکاطریقہ نہیں ہے۔بلکہ خلاف سنت ہے

<u>(۲)کیاصحابہ کرامؓ سنتوں کے بعداجتماعی دعامانگاکرتے تھے؟ کیاوہ بھی بقول مبتدعین کے وہابی تھے؟</u>

اولؔ روایت یہ ہے

عن عطاءؓ کان ابن عمرؓ اذا صلی الجمعة بمکة تقدم فصلی رکعتین ثم تقدم فصلی اربعاً وان کان بالمدینة صلی الجمعة ثم رجع الی بیته فصلی رکعتین ولم یصل فی المسجدفقیل له ۔فقال کان رسول اللہﷺیفعله : (مشکوٰة : ۱۰۵/۱)		حضرت عطاءؓ سے روایت ہے۔کہ ابن عمرؓجب مکہ مکرمہ میں نمازجمعہ پڑھتےتو فرض پڑھ کرآگے ہوجاتے دورکعت پڑھ کرپھرذرااورآگے ہوجاتے پھرچاررکعت پڑھتے ۔اوراگرمدینہ منورہ میں ہوتے ۔توجمعہ کی نمازپرھ کرگھرتشریف لے جاتے دورکعت نمازپرھتے تھے۔مگرمسجدمیں

باب نہم

	ٹھہرکرسنت نہ پڑھتے ان سے پوچھاگیا۔کہ آپ ایساکیوں کرتے ہیں ۔انہوں نے فرمایاکہ نبیﷺایسے کیاکرتے تھے۔ (مشکوٰۃ : ۱/۱۰۵)

یہ توابن عمرکاعمل تھا۔ذراتمام صحابہ کاعمل ملاحظہ کیجئے ۔تاکہ دودھ کادودھ پانی کاپانی ہوجائے

دوم روایت یہ ہے

عن احمد عن سائب بن یزید انه قال ولقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب رضی اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا حتی لایبقی فی المسجد احد کانهم لایصلون بعد المغرب حتی یصیروا الی اهلهم . (کبیری : ۳۸۳) (التحقیق الحسن : ۵۲)	امام احمدنے سائب بن یزیدسے نقل کیاہے۔کہ انہوں نے فرمایاکہ میں نے عمربن خطابؓ کے زمانہ میں لوگوں کودیکھا۔جب مغرب کی (فرض)نمازسے فارغ ہوتے توسب چلے جاتے تھے۔کوئی بھی مسجدمیں باقی نہ رہتاگویاکہ مغرب کے بعدنمازنہیں پڑھتے یہاں تک کہ سب گھرواپس لوٹتے . (کبیری : ۳۸۳۔التحقیق الحسن : ۵۲)

ان روایات سے معلوم ہواکہ اس اجتماعی اورجہری دعاکاوجودنہ توپیغمبرﷺکے زمانے میں تھااورنہ صحابہ کرامؓ اورتابعینؒ کے زمانے میں اسکا کہیننام ملتاہے۔بلکہ وہ سب فرض پڑھ کرسنتیں گھروں میں لے جاکریامصلی سے ایک طرف ہوکرپڑھتے اورسب انفرادی یعنی اکیلی دعامیں مصروف ہوتے۔اگردعاکایہ طریقہ مستحب اورکارخیریاثواب ہوتا۔ تووہ حضرات کبھی ثواب کونہ چھوڑتے۔

چنانچہ علامہ عمادالدین ابن کثیرؒلکھتے ہیں

لانه لوکان خیراً لسبقونا الیه لانهم لم یترکوا خصلة من خصال الخیرا لاوقد بادروا الیه . (ابن کثیر : ۴/۱۵۶)	اگروہ فعل اورقول اچھاہوتاتوصحابہ کرام ضرورکرتے کیونکہ انہوں نے کوئی خیراورنیکی کے کام نہیں چھوڑے ہیں۔ مگرانہوں نے سب سے پہلے اس کی طرف سبقت فرمایا۔ (ابن کثیر : ۴/۱۵۶)

ان تمام روایات سے آپ کومعلوم ہواہوگا۔کہ نمازوں کے بعداجتماعی دعاکاثبوت نہیں کیونکہ پیغمبرﷺاورصحابہ کرامؓ سب فرض نمازکے بعدگھروں میں جاکریاکسی اورجگہوں میں سنت ادافرماتے تھے ۔لہذامروجہ اجتماعی دعاکاتوسوال ہی پیدانہیں ہوتا۔چہ جائکہ اس کومستحب بھی کہاجائے۔سبحان اللہ !

باب نهم

(۳)کیامحدثین عظام رحمہم اللہ سنتوں کے بعداجتماعی دعاکے قائل تھے؟

(۱)علامہ عینی الحنفیؒ ایک روایت پربحث کرتے ہو ئے لکھتے ہیں

کہ اس روایت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے۔جونفل نماز(غیرفرضی)کومسجدمیں پڑھنامستحب سمجھتے ہیں خواہ رات والے نفل ہوں یادن والے۔ (عمدۃ القاری : ۸۰۳/۲،فتح الباری : ۲۷۹/۲)		وفیه حجة علی من استحب النوافل فی المسجد لیلیة کانت او نهاریة : (عمدة القاری : ۸۰۳/۲) (فتح الباری : ۲۷۹/۲)

(۲)(امام طحاوی الحنفیؒ لکھتے ہیں

کہ سنت نفل گھروں میں پڑھناافضل ہیں۔اس لئے کہ پیغمبرﷺنے فرمایاہے۔کہ آدمی کیلئے فرض کے علاوہ بہترین نمازوہ ہے۔جوگھرمیں پڑھی جائے۔اوریہی امام ابوحنیفہ اورامام ابویوسف اورامام محمدرحمہم اللہ کاقول ہے۔ (معانی الاثار : ۱۶۷/۱)		التطوع فی البیت افضل لقوله ﷺ خیرصلوة المرأفی بیته الا المکتوبة وهذا قول ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ومحمد بن الحسنؒ : (معانی الاثار : ۱۶۷/۱)

دیکھئے کہ ہمارے مذہب کے تینوں اماموں کے نزدیک بھی سنت گھرمیں پڑھناافضل ہے۔پھرسنتوں کے بعداجتماعی دعاکہاں سے نکلی؟

(۳)امام نوویؒ حضرت عبداللہ بن شقیق عن عائشہؓ کی روایت کے تحت لکھتے ہیں

کہ اس میں نوافل راتبہ کے گھرمیں پڑھنے کااستحباب ہے۔ (نووی علی شرح مسلم : ۲۵۲/۱)		فیه استحباب النوافل الراتبة فی البیت : (نووی علی شرح مسلم : ۲۵۲/۱)

(۴)علامہ شوکانیؒ حضرت زیدبن ثابت کی روایت پربحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ یہ حدیث سنتوں اورنفلوں کے گھرمیں پڑھنے کے مستحب ہونے پردال ہے۔اوراس پردال ہے۔کہ سنت گھرمیں پرھنامسجدمیں پرھنے سے بہترہے۔اگرچہ مساجدبہترہوں جیسے مسجدحرم اورمسجدنبوی اورمسجداقصیٰ۔		الحدیث دال علی استحباب صلوة التطوع فی البیوت وان فعلها افضل من فعلها فی المساجد ولو کانت المساجد فاضلة کالمسجد الحرام ومسجده ﷺ ومسجد بیت المقدس : (نیل الاوطار : ۸۳/۳)

باب نہم

		(نیل الاوطار : ۸۳/۳)

یعنی سنت گھرمیں پڑھنامسجدحرام اورمسجدنبوی اورمسجداقصیٰ سے بھی زیادہ بہترہے۔آپ سوچیں کہ جب سارے علماء اورمحدثین اس پرمتفق ہیں ۔کہ سنت گھرمیں پڑھناافضل ہیں ۔پھراجتماعی دعاکہاں سے ثابت ہوگئ۔

(۵)شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ یوں نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں

قد اختلف الروايات حديثاً وقديماً فى انه هل يقوم بعد اداء الفريضة متصلاً او يلبث فى مكانه قاعداً واذا قام هل يتطوع فى مكانه او يتحول فالمختار انه يقوم من غير لبث ان كان فى صلوة بعدها تطوع وكذا الامام من الظهر والمغرب والعشاء كره له المكث قاعداً فان شاء ان يصلى تطوعاً لم يصل فى مكانه بل يتأخر ويصلى خلف القوم او حيث احب من المسجد خلا مكان امامته او ينحرف يُمنةً او يسرةً وان شاء رجع الى بيته يتطوع وان كان مقتدياً او يصلى وحده ان لبث فى مكانه يدعو جاز وكذا ان قام الى التطوع فى مكانه او يتقدم او انحرف يمنةً او يسرةً والكل سواء وروى عن محمدؒ انه قال يستحب للقوم ايضاً ان ينقضو الصفوف ويتفرقوا واما فى غيرها فقد ثبت فى الصحيح انه ﷺ كان يقعد فى مكانه بعد الفجر الى طلوع الشمس : (لمعات : ۸۸/۱)باب الذكربعدالصلوة)		کہ متعددزمانوں سے روایات میں اختلاف ہے کہ ایانمازی جب نمازفرض سے سلام پھیرکرمتصل فوراًکھڑاہوجائے۔یابیٹھارہے۔اورجب کھڑاہوجائے تووہیں فرض نمازکی جگہ سنن ونوافل پڑھے یااس جگہ سے ہٹ کرپڑھے۔توبہتریہ ہے۔کہ فورًاکھڑاہواہو(ہٹ کر)سنن ونوافل پڑھے بشرطیکہ نمازایسی ہوجسکے بعدنوافل اورسنن ہوں اوراسی طرح امام کے لئے نمازظہراورمغرب اورعشاء کے بعدبیٹھ کرامامت کی جگہ پرٹھہرنامکروہ ہے۔اگرامام سنت ونفل پڑھے توامامت کی جگہ پرنہ پڑھے بلکہ صفوں کے پیچھے یامسجدکے کسی بھی اورحصے میں پڑھ لے جہاں بھی اس کی مرضی ہودائیں یابائیں جانب ہوکرپڑھے چاہئے تواپنے گھرمیں نوافل وسنن پڑھے اوراگرمقتدی ہے یااکیلانمازپڑھ رہاہے۔تواسی مقام پرٹھرکردعامانگنابھی جائزہے۔نیزاپنے مقام پرنفل کیلئے کھڑاہوگیا۔ یاآگے چلاگیایادائیں بائیں طرف پھیرگیا۔یہ سب برابرہے(اکیلے شخص کیلئے)۔اورامام محمدسے منقول ہے۔کہ فرمایاہے۔کہ قوم کے لئے بھی مستحب ہے۔کہ صفوں کوتوڑیں اورمنتشرہوجائیں۔اورباقی نمازوں

(عصروفجر)میں توصحیح حدیث میں منقول ہے۔کہ آپ ﷺصبح کی نمازسے سورج نکلنے تک اپنی جگہ تشریف فرمارہتے تھے۔(مگرپھربھی اجتماعی دعامنقول نہیں) (لمعات : ۸۸/۱)باب الذکربعدالصلوۃ)		

میرے عزیزمسلمان بھائیو!
امام الانبیاءﷺکی احادیث مبارکہ اورصحابہ کرامؓ کے عمل اورمحدثین عظامؒ کی تحریرات سے آپ بخوبی سمجھ گئے ہونگے۔کہ فرضوں کے بعدسنتوں کوگھرمیں یاکم ازکم فرض کی جگہ سے ہٹ کرپڑھنے کومستحب سمجھتے ہیں۔اورامام کے لئے خصوصاًاما مت کی جگہ میں ٹھہرنامکروہ لکھاہے۔پھرانصاف سے سوچیں۔کہ سنت کے بعداجتماعی دعاکے لئے کوئی راستہ باقی رہ جاتاہے؟ ہرگزنہیں ہرگزنہیں!

(۴)کیافقہائے احناف رحمہم اللہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعامانگتے تھے؟

چونکہ ہم پکے حنفی ہیناورمخالفین بھی حنفیت کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ اپنے آپ کوحنفیت کاٹھیکہ دار سمجھتے ہیں اورہمارے بارے میں پراپیگنڈہ کرتے ہیں یہ لوگ امام صاحب کواورفقہ کونہیں مانتے لہذاہم ترتیب سے فقہائے احناف کی رائے فقہ کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔تاکہ پڑھنے والوں کومعلوم ہوجائے کہ سنت کے بعداجتماعی دعاکرنے والے احادیث کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کے امام اعظم کےبھی مخالف اورمنکرہیں ۔کسی نے سچ کہاہے
؎ہم الزام ان کودیتے تھے قصوراپنانکل آیا
(۱)امام شمس الدین السرخسی الحنفیؒ جوکہ ۴۸۳ھ؁میں گزرے ہیں فقہ حنفی کی مستندترین کتاب المبسو ط میں لکھتے ہیں

اذاسلم الامام ففی الفجر والعصر یقعد فی مکانہ یشتغل بالدعاء لانہ لاتطوع بعدھما لکن ینبغی ان یستقبل القوم واما صلاۃ الظھر والعشاء والمغرب یکرہ لہ المکث قاعداً وکراھیۃ القعود فی مکانہ مروی عن عمر وعلی وابن مسعود رضی اللہ عنھم ولایشتغل		کہ صبح اورعصرکے وقت جب امام سلام پھیرے تواپنی جگہ پربیٹھ کر(اکیلا)دعامیں مشغول ہوجائے کیونکہ اس کے بعدسنت نہیں لیکن اس کوچاہئے کہ منہ قوم کی طرف کرے۔(تاکہ کوئی آنے والانمازکے اندرہونے کاشک کرکے اقتدانہ کرے)اورظہروعشاء اورمغرب میں امام

باب نہم

بالتطوع فی مکان الفریضة للحدیث المروی أیعجز احدکم اذا صلی ان یتقدم او یتأخر بسُبحة ای منافلة لکنه یتحول الی مکان آخر والاولیٰ ان یتقدم المقتدی ویتأخر الامام : (المبسوط : ۱/۳۸)		کواپنی جگہ پربیٹھنامکروہ ہے۔اورامام اپنی جگہ میں بیٹھ کردیرلگانے کی کراہت حضرت عمراورحضرت علی اورعبداللہ بن مسعوداورابن عمررضی اللہ عنہم سے منقول ہے اورفرض نمازکی جگہ میں سنتیں نہ پڑھے کیونکہ حدیث میں آتاہے۔کہ تم کو کیا عاجزکرتاہے۔اس بات سے کہ نماز(فرض)پڑھنے کے بعدسنتیں آگے یاپیچھے پڑھو۔بلکہ امام دوسری جگہ جائے۔اوربہترتویہ ہے کہ مقتدی کوآگے (اپنے مصلی پرکھڑا)کرے۔اورامام (خود)پیچھے ہوجائیں۔ (المبسوط : ۱/۳۸)

جناب المحترم !

اس عبارت سے آپ کوواضح ہوچکاہوگا۔کہ امام فرض سے سلام پھیرکراپنی جگہ چھوڑے گا۔بلکہ اپنی مصلی پرسنتیں پڑھناحدیث کے حوالے سے مکروہ ہے۔جب امام اپنی جگہ سے ہٹ گیاتوپھرسنتوں کے بعداکٹھی دعاکاتصورہی باقی نہ رہا۔ہاں کتابوں میں نمازوں کے بعددعالکھی ہے۔

مگر اس سے مرادہرمسلمان کے لئے اورنمازی کیلئے اپنی اپنی دعاہے۔اکیلی نہ کہ اجتماعی ۔مگرمخالفین دعاکے لفظ کے ساتھ عوام کودھوکہ دیتے ہیں ہوشیارباش! علامہ مرحوم نے کیاخوب کہاہے

لباسِ خضرمیں ہزاروں سے راہزن پھرتے ہیں اگردنیامیں رہناہے توکچھ پہچان پیداکر۔

(۲)امام علاء الدین کاسانی الحنفیؒ جوکہ ۵۸۷ھ میں گزرے ہیں وہ تحریرفرماتے ہیں

فیکره للامام ان یصلی شیئاً من السنن فی المکان الذی صلی فیه المکتوبة وقد روینا عن النبی ﷺ ایعجز احدکم اذا صلی ان یتقدم او یتأخر : (بدائع الصنائع : ۱/۲۸۵)		کہ امام کیلئے سنتیں پڑھنا فرض کے پڑھنے کی جگہ پر مکروہ ہیں اس لئے کہ ہم نے انحضرتﷺ سے روایت ذکر کی ہے ،وہ فرماتے ہیں،کہ تم کو کیا عاجزکردیتا ہے ،اس بات سے کہ نماز فرض پڑھنے کے بعد آگے یا پیچھے

		ہوجاؤ؛ (بدائع الصنائع : ۲۸۵/۱)

فقہ کی اس کتاب میں بھی صاف لکھاہے ،کہ فرض کی جگہ سنت پڑھنا مکروہ ہے۔جبکہ ہمارے مسجدوں کے امام ان تمام کتابوں اور مذکورہ احادیث سے منہ موڑ کر اپنی خواہش پرعمل کرنے میں بضد ہیں ۔اوریہ پکی بات ہے کہ ضدایک ایسامرض ہے جسکاکوئی علاج ہی نہیں !

(۳)شیخ نظام اور علماء کی بڑی جما عت فتاویٰ عالمگیری میں لکھتے ہیں

اذاسلم الامام من الظهر والمغرب كره له المكث قاعداً لكنه يقوم الى التطوع ولايتطوع فى مكان الفريضة لكنه ينحرف يمنة اويسرة او يتأخران شاء رجع الى البيت يتطوع فيه : (عالمگیری : ۷۷/۱)		جب امام ظہراورمغرب کا سلام پھیرے تواسے بیٹھے دیرکرنامکروہ ہے۔بلکہ وہ سنتیں پڑھنے کے لئے اٹھے ۔اورفرضوں کی جگہ سنتیں نہ پڑھے ۔بلکہ دائیں باتیں یاپیچھے ہوجائے۔اگرچاہے توگھرجاکرسنتیں پڑھے۔ (عالمگیری : ۷۷/۱)

جناب قارئین کرام !

فقہاء فرض نمازپڑھانے کے بعد امام کیلئے محراب میں کھڑاہونے کوبلکہ فرض کی جگہ پرباقی رہنے کوحدیث خیرالانام کی روسے مکروہ سمجھتے ہیں ۔اورامام صاحب کونمازپڑھانے کے بعدآگے یاپیچھے دائیں بائیں بلکہ گھرجانے تک کااختیاردیتے ہیں۔کہ امام صاحب فرض نمازکے بعدجہاں جاناچاہتے ہیں جاسکتے ہیں اس پرکوئی پابندی نہیں ہے۔

مگرآجکل کے مقتدی امام کومصلی ہی پربیٹھنے پرمجبورکرتے ہیں ۔اوراگرکسی امام نے حدیث اورفقہ پرعمل کرکے مصلی چھوڑا۔اپنی انفرادی دعاکرکے۔اوراجتماعی دعاچھوڑدی ۔توایسے امام کوامامت سے معزول کرتے ہیں ۔لہذابہت سے ائمہ مساجدکوآپ دیکھیں گے کہ وہ نمازپڑھانے کے بعدبے چاراخاموش ہوکرمقتدیوں کی دعاکامنتظرہوتے ہیں

اوراسی طرح پوری پوری زندگی سنت کی مخالفت میں گزاردیتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ جب اجتماعی دعاکے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں توامام صاحب کی زبان پرحضرت شعیب علیہ السلام کی بدعاآتی ہے

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ : (الاعراف : ۸۹)		اے ہمارے پروردگا!ہمارے اورہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کردے اورتوسب سے اچھافیصلہ کرنے والاہے۔ (سورئہ اعراف : ۸۹)

باب نہم

جناب گرامی !

آپ نے کبھی اپنے امام سے نہیں پوچھا کہ آپ توہمیں بددعادیتے ہیں ورنہ ان الفاظ کااورکیامطلب ہے؟

(۴)امام ابن نجیم مصری الحنفیؒ جو ۹۷۰ھ میں گزرے ہیں وہ لکھتے ہیں

اما السنن التی بعد الفرائض فالافضل فعلها فی المنزل (الی ان قال) یکره للامام ان یصلی فی مکان صلی فیه فرضه کذافی الکافی : (البحرالرائق : ۷۴/۲)		کہ فرضوں کے بعدجوسنتیں ہیں۔ان کلاگھرمیں پڑھناافضل ہے۔اورامام کے لئے مکروہ ہے۔کہ سنتیں وہاں پڑھے جہاں اس نے فرض نمازپڑھی ہے۔اسی طرح کافی میں لکھاہے ہے۔ (البحرالرائق : ۷۴/۲)

وہی ایک بات ہے۔جوکہ رسول اللہﷺسے مروی اورمنقول ہے۔سب محدثین اورفقہاء وہی لکھتے اوردہراتے ہیں۔اوراسی کی ترغیب دیتے ہیں ۔مگرمساجدکے ائمہ ماننے کے لئے تیارنہیں یاجاہل مقتدیوں نے ان کومجبورکررکھاہے۔یاخودجاہل ہوتے ہیناس لئے شدومدسے کرتے ہیں ۔

(۵)امام ابن الہمام الحنفیؒ اپنی مایہ نازکتاب فتح القدیرمیں لکھتے ہیں

اذا سلم الامام من الظهر والمغرب والعشاء کره له المکث قاعداً لکنه یقوم الی التطوع ولایتطوع فی مکانه الفریضة. (فتح القدیر : ۳۱۴/۱)		جس وقت امام ظہرومغرب اورعشاء کی فرض نمازوں سے سلام پھیرلے تواس کے لئے بیٹھے رہنامکروہ ہے۔مگریہ کہ نفل پڑھنے کے لئے کھڑاہوجائے۔اورنفل (سنت)بھی فرض کے مقام پرنہ پڑھے۔ (فتح القدیر : ۳۱۴/۱)

(۶)امام کبیرفقہ کی مشہورکتاب کبیری میں رقمطرازہیں

وتطوعه فی البیت افضل وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع النوافل ماعدا التراویح وتحیة المسجد الافضل فیهاالمنزل : (الکبیری : ۳۸۲)		کہ نفل وسنت کی نمازگھرپڑھنابہترہے۔سنت قبلیہ ہو یا بعدیہ بلکہ سب نوافل سوائے تراویح اورتحیۃ المسجدکے ۔ (کہ وہ مسجدمیں بہتر) ہیں (الکبیری : ۳۸۲)

(۷)امام محمدحصکفیؒ بھی یہی لکھتے ہیں

الافضل فی النفل غیر التراویح المنزل : (الدرالختار : ۶۷/۱)		نفل اورسنت گھرمیں پڑھنابہترہے۔بغیرتراویح کے (کہ وہ مسجدمیں بہترہے)۔(الدرالختار : ۶۷/۱)

باب نہم

(۸)امام برہان الدین المرغینانی الحنفیؒ رقمطرازہیں

الافضل فی عامة السنن والنوافل المنزل والمروی عن النبی ﷺ : (هدايه باب ادراك الفريضة : ۱۳۶/۱		بہتریہ ہے۔کہ عام سنن ونوافل گھرمیں پڑھے جائیں اوریہی نبی ﷺسے مروی ہے۔ (ہدایہ باب ادراک الفریضۃ : ۱۳۶/۱)

قارئین کرام !

مذکورہ تمام تصریحات فقہائے احناف سے روزروشن کی طرح ثابت ہوگئیں۔کہ فرض کے بعدسنتیں امام اورمقتدی دونوں کے لئے گھرمیں پڑھنابہترہے۔اورامام کے لئے محراب میں پڑھنامکروہ ہے ۔

کوئی امام اورفقیہ اس کاقائل نہیں ہے کہ امام مسجدنمازپڑھاکراسی جگہ کھڑارہے اورسنت کے بعداجتماعی دعامانگے بلکہ سب نے یہ لکھاہے۔ کہ امام کومحراب میں یاجہاں اس نے نمازپڑھائی ہووہاں کھڑارہنامکروہ ہے۔

بلکہ وہ وہاں سے ہٹ کرکسی اورجگہ کھڑے ہوکرسنت ا ونوافل پڑھ لے ۔

یہ اجتماعی دعاتویاروں نے اپنی طرف سے بنائی ہے ۔جس کارسول اللہ ﷺسے کوئی ثبوت نہیں ۔

ہاں انفرادی (اکیلی)دعامستحب اوربہتراورثابت ہے۔مگرآجکل کے بدعتی ثابت شئ اوربہترچیزکوکرتے نہیں اورغیرثابت اورمکروہ اوربدعت کوچھوڑتے نہیں ۔تفصیل کے لئے مزیدچندحوالے ملاحظہ ہوں

(۱)خلاصة الفتاویٰ : ۶۵/۱(۲)غنية المستملی : ۳۰۰(۴)الضمیری : ۳۰۱(۵)المنية مع التعليق المحلی : ۳۹۵)(۶)شرح الياس : ۱۶۹/۱(۷)المستخلص : ۲۱۳/۱(۸)الطحطاوی علی المراقی شرح نورالایضاح : : ۲۳۴)وغیرہ ......ان سب نے سنت کے بعددعاکے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

جناب گرامی!کیامبتدعین حضرات! مذکورہ سب ائمہ اورفقہاء کوبھی پنجپیری یاوہابی وغیرہ کے القاب سے موسوم کریں گے۔یا ان کی تحقیق پرتواعتمادکرکے آج ہی سے یہ بدعت چھوڑکرکے سنت کوتھام لیں گے ! ۔

(۵)سنتوں کے بعداجتماعی دعاء علمائے دیوبندکی تحریرات کی روشنی میں)

کہ کیاعلماء دیوبندسنتوں کے بعداجتماعی دعاء کے قائل ہیں ۔اس کوبھی ہم ان شاء اللہ العزیزترتیب وارنقل کریں گے۔تاکہ پڑھنے والوں کومسئلہ کاصحیح حال معلوم

باب نہم

ہو۔اورعوام حضرات کویہ معلوم ہوکہ یہ لوگ دیوبندی بھی نہیں ورنہ ایساہرگزنہ کرتے !

(۱)محدث کبیرشیخ الحدیث علامہ محمدانورشاہ کشمیری مختلف مقامات میں دعابعدالسنۃ ا لاجتماعی کے بارے میں لکھتے ہیں

اداء السنن فی البیت سنۃ وافضل کمافی الھدایۃ وھذااصل المذھب (الی ان قال) واما النبی ﷺ فسنتہ المستمرۃ اداء السنن فی البیت الا فی واقعتین فی رکعتی المغرب : (عرف الشذی : ۱/۱۰۰)		سنت کوگھرمیں آداکرناسنت اوربہترہے۔جیساکہ ہدایہ میں ہے۔اوریہ اصل مذہب ہے۔اورنبی ﷺکاعام معمول یہ تھاکہ سنت کوگھرمیں آدافرماتے تھے مگردوواقعے ایسے ہیں۔کہ مغرب کی دورکعت سنت مسجدکے اندراداکیں۔ (عرف الشذی : ۱/۱۰۰)

اورمزے کی بات یہ ہے۔کہ جب دورکعت سنت مغرب کی جب مسجدمیں آداکیں۔توبھی اجتماعی دعانہ فرمائی ملاحظہ ہوں

عن ابن عباسؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یطیل القراء ۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اھل المسجد : (ا بو د ا ود : ۱/۱۸۴) (مشکوۃ : ۱/۱۰۵) (شرح معانی الاثار : ۱/۱۸۷)		حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔کہ نبیﷺ مغرب کے بعددورکعت (سنتوں)میں قراء ت اتنی لمبی کرتے کہ مسجدوالے متفرق (منتشر)ہوجاتے۔(ابوداود : ۱/۱۸۴،مشکوۃ : ۱/۱۰۵) شرح معانی الاثار : ۱/۱۸۷)

یہ قراء ت اس لئے لمبی کرتے کہ سب نمازی چلے جائیں اوراجتماعی دعانہ ہوں بلکہ انفرادی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوں

(۲)علامہ نقیب احمدصاحب حضرت کعب ابن عجرہ ؓاورحضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں

فھذان الحدیثان یدلان علی فعلہ علیہ السلام الرواتب فی المسجد فی الجملۃ وترکہ الدعاء بالھیئۃ الاجتماعیۃ بعدھا کما لایخفیٰ . (عقدللألی : ۲۵۴)		یہ دونوں روایتیں فی الجملہ نبی ﷺکی مسجدمیں سنت پڑھنے پراورسنتوں کے بعداجتماعی دعاکے چھوڑنے پردلالت کرتی ہیں۔جیساکہ مخفی نہیں (بلکہ ظاہرہے) (عقدللالی : ۲۵۴)

(۳)علامہ انورشاہ کشمیری الدیوبندیؒ اجتماعی دعاپر ردکرتے ہوئے رقمطرازہیں

باب نہم

واعلم ان السنة الاكثرية بعد الصلوة الانصراف الى البيوت (الى ان قال) وكان فى الاذكار والادعية كل امير نفسه ولم تثبت شاكلة الجماعة فيهاكما هو المعروف الان : (فيض البارى : ۳۱۷/۲)		کہ جان لو!کہ (نبیﷺکے زمانے میں)عام عادت نمازوں کے بعدگھروں کی طرف لوٹ جانے کی تھی۔۔۔اذکاراوردعاؤں میں ہرایک خود(اکیلا)ذمہ دارتھا۔ اجتماعی شکل دعااوراذکارمیں ثابت نہیں جیساکہ آج کل معروف اورمشہورہے۔(جوکہ مساجدمیں ائمہ کرتے ہیں)۔ (فیض الباری : ۳۱۷/۲)

(۴)فخرعلماء دیوبندشاہ صاحب ایک اورجگہ اجتماعی دعاپرردکرتے ہوئے لکھتے ہیں

واما الامور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلوة والانكار على تاركها (الى ان قال) وغير ذالك من قلة العلم وكثرة الجهل والجاهل اما مُفْرِطٌ او مُفَرِّطٌ : (النفائس المرغوبة : ۳۷)		کہ اورامورمحدثہ (بدعت)مثلاًجماعت نمازکی طرح دعامیں ہیئت اجتماعی بنانااورشرکت نہ کرنے والوں کوملامت کرناوغیرہ سب قلت علم اورکثرت جہل کے نتائج ہیں اورجاہل افراط وتفریط میں مبتلاہوہی جاتاہے۔ (النفائس المرغوبۃ : ۳۷)

فصل پنجم

دعاء اجتماعی بعدالسنن کی ردمیں علماء متاخرین (علامہ ظفراحمدعثمانی دیوبندی اعلاء السنن میں لکھتےہیں)

حم الله طائفة من المبدعة فى بعض اقطار الهند حيث واظبوا على ان الامام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرأتهم اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن ونوافل يدعو الامام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانيةً والمقتدون يؤمنون على ذالك وقدجرٰى العمل منهم بذالك على سبيل الالتزام والدوام حتى ان بعض العوام		ہندوستان کے بعض اطراف کے اہل بدعت کی ایک جماعت کی حالت قابل شفقت ہے۔کہ ان کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ امام اورمقتدی فرض کے بعداللہم انت السلام الخ تک پڑھ کرکھڑے ہوجاتے ہیں اورجب نفلوں اورسنتوں سے فارغ ہوجاتے ہیں سورۃ فاتحہ بالجہرپڑھنے کے بعد امام صاحب دوبارہ دعامانگتاہے اورمقتدی اس پرآمین کہتے رہتے ہیں اوراس پرپابندی اورہمیشگی

باب نهم

اعتقدوا ان الدعاء بعد سنن والنوافل باجتماع الامام المأمومين ضروريٌّ واجبٌ حتى انهم اذا وجدوا من الامام تاخيراً لاجل اشتغاله بطويل السنن والنوافل اعترضوا عليه قائلين انا منتظرون للدعاء ثانياً وهو يطيل وحتى ان متولى المساجد يجبرون الامام الموظف على ترويج هذا الدعاء المذكور بعد السنن والنوافل على سبيل الالتزام ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الامامة يطعنونه ولايصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم وايم الله ان هذا امرامحدث فى الدين فقد عرفت فى الحديث الثانى عشر من المتن انه صلى الله عليه وسلم لايصلى الركعتين بعدالجمعة ولا الركعتين بعد المغرب الا فى اهله وهو حديث حسنٌ وفى الثالث عشرمنه انه صلى الله عليه وسلم سئل ايما افضل الصلوة فى البيت اوالصلوة فى المسجدفقال الاترى الى بيتى ما اقرب الى المسجد فلان اصلى فى بيتى احب الىّ من ان اصلي فى المسجد الا ان تكون مكتوبةً وهو حديث صحيح او حسنٌ ففى كل ذالك دلالة على ان عادته الغالبة فى اداءالسنن والنوافل كانت، صلوتها فى البيت ولم يثبت فى حديثٍ ما انه كان يرجع الى المسجد لاجل الدعاء بعدها وايضاً ففى ذالك من الحرج مالايخفىٰ وايضاً فقد مرّ ان المندوب ينقلب مكروهًا اذا رُفعَ عن رتبته لانّ التيامُنُ مستحبٌ فى كل شئ من امور العبادة لكن لماخشىَ ابن مسعود وان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهه فكيف بمن اصرّ على بدعةٍ او منكر ولايتم احتجاج هذه الطائفة بما وردفى بعض

کے ساتھ ان کاعمل جاری رہتاہے۔یہاں تک کہ بعض عوام یہ اعتقادکرنے لگے ہیں کہ سنت اورنوافل کے بعدامام اورمقتدیوں کا مل کردعاکرناضروری اورواجب ہے چنانچہ جب دیکھ لیاکہ امام نے طویل سنتوں اور نوافل پڑھنے میں دیرلگائی تواعتراض کرنے لگتے ہیں۔کہتےہیں کہ ہم دوسری دعاء کیلئےانتظارمیں ہوتےہیں اوریہ اپنی نمازکوطول دیکرپڑھتاہے۔ اوریہاں تک کہ مسجدکامتولی تنخواہ خورامام کو(ترویج دعاء مذکورہ پرجوسنن اورنوافل کے بعدبطریق پابندی مانگتےہیں)مجبورکرتاہے اورجوامام یہ طریقہ پسندنہ کرے اس کوامامت سے برطرف کرتے ہیں اورطعنے دیتےہیں اورایسوں کے پیچھے نمازتک نہیں پڑھتے جوان کے طریقہ پرعمل پیرانہ ہو۔

قسم ہے خداکی یہ کام دین کے اندرنیاگڑھاگیاہے۔پس تمہیں معلوم ہوااس بارھویں حدیث سے جومتن میں مذکورہے)کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعدوالی دورکعت اورمغرب کے بعدوالی دورکعت گھرہی میں ادافرماتے تھے۔(اوریہ حدیث حسن ہے)نیزمتن کی تیرھویں حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی گئی کہ نمازگھرمیں پڑھنابہترہے یامسجدمیں ۔توفرمایاکہ دیکھتا نہیں میراگھرمسجدسے کتنے قریب ہے لیکن اگرمیں گھرمیں نمازپڑھ لوں یہ زیادہ پسندہے مجھ کواس کے بنسبت کہ مسجدمیں پڑھ لوں الّایہ کہ فرض نمازہوکیونکہ وہ توہرحال میں مسجدمیں بہترہے (یہ حدیث صحیح یاحسن ہے)توان سب سے اس پردلالت موجودہے کہ حضورﷺ کی اکثرعادت سنن ونوافل کے اداکرنے میں گھرکے اندرادا

باب نہم

الروایات انه صلی الله علیه وسلم صَلّی
النوافل اَحیاناً فی المسجد کماروی
الطحاوی فی معانی الاٰثارعن ابن عباس
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صَلّی
العشاء ثم صَلی بعدها حتّٰی لم یبق فی
المسجد غیره وکمارویٰ، ابوداوٗد عنه
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
یطول القراءۃ بعد المغرب حتّٰی یتفرق
اهل المسجد فان جواز فعل النافلة فی
المسجد لاینکره احدٌ وانما الکلام فی
الافضلیة وفی الدعاء بعدها بالاجتماع
وتضییق لما جعل الله فیه سعة کان ذالك
بِدعةً فی الدّین مُحرَّمةً فقد مرّ فی المتن
عن ابی الاحوص ان ابن مسعود قال اذا
فرغ الامامُ ولم یقم ولم ینحرف وکانت له
حاجةٌ فاذهب ودَعه فقد تمتُ صلواتُك
ورجاله ثقاتٌ واصرح منه مافی مجمع
الزواهد صفحه ۲۰۰، وقال رجاله
الصحیح ، عن ابن مسعود ایضاً قال
اذاسلم الامام وللرجل حاجة فلاینتظره
اذاسلم ان یستقبله بوجه واَنَّ فَصلُ
الصلٰوۃِ التسلیم آه وفی کل ذالك دلالة
علی جواز اِنصرافِ الماموم وذهابه الی
حوائجه بعد فراغ الامام من الصلٰوۃِ
وتسلیمه تلی الفرض متصلاً بالفرض
مسنون مانصه ویستحب ان یستقبل بعده
ای بعد التطوع الناس ویستغفرون الله
ثلاثاً ویقرؤن المعوذات وآیة الکرسی
ویسبحون الله ویحمدونه ویکبرونه ثلاثاً
وثلثین ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین
رافعی ایدیهم الخ فانه لا دلالة فیه علی
قرأۃ کل ذالك والدّعاء بعدها مجتمعین
وان یفعل ذالك کله فی المسجد فان
صیغة الجمع لاتستدعی الاجتماع

کرنے کی تھی۔اورکسی حدیث میں یہ بات
ثابت نہیں کہ آپ ﷺ ان کے بعددعاء کیلئے
مسجدمیں دوبارہ تشریف لاتے تھے۔اوراس
میں جوجرح ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں اوریہ
بات بھی گزرگئی کہ مستحب کام کواگراپنے
مرتبے سے بڑھادیاجائے تووہ مکروہ
ہوجاتاہے۔کیونکہ سب امورعبادات میں
استحباب فی التیامن(داہنے)میں ہے
مگرحضرت عبداللہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ
کوخوف فساداعتقاد(کہ لوگ اسے واجب
قرارنہ دیں)اس کے مکروہ ہونے کی طرف
اشارہ کردیاتوجوکوئی بدعت
یامنکرپراصرارکرےکیاحال ہوگانیزاس
جماعت کی دلیل اس سے پوری نہیں ہوتی کہ
بعض روایات میں آیاہے کہ حضورﷺ کبھی
مسجدمیں نفل پڑھتےتھے جیسے امام
طحاوی نے معانی الآثارمیں ابن عباس رضی
اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نےکبھی مسجدمیں عشاء
کی نمازپڑھی پھراس کے بعددوسری
نمازپڑھی یہاں تک کہ مسجدمیں آپ کے
علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔(نہ اس سے)جو
ابوداؤدنے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
مغرب کے بعدایسی لمبی قراءت پڑھتے تھے
یہاں تک کہ مسجدکے لوگ سے
منتشرہوچلے جاتے(کیونکہ مسجدکے
اندرنفل پڑھنے کے جائزہونے سے کوئی
انکارنہیں کرتا۔بلکہ کلام افضلیت
اوربعدالنوافل دعاء اجتماعی میں ہے سنن
کوگھرمیں پڑھنے کی بہترین حدیث
قولی(جس کامرتبہ حدیث فعلی پرمقدم
ہے)سے ثابت ہے جیساکہ اصول میں یہ
قاعدہ ثابت ہے تولامحالہ فعل کومحض جائز
ہونے پرمحمول کیاجائیگا اوران آثاریاان کے

باب نہم

والاصطحاب اصلاً نص علی ذالك الاصولیون فمعنی کلامه ان المسلمین ینبغی لهم قرأة الا وراد الماثور بعدالمکتوبات بان یأتی کل احد بهما انه یستقبلهم لاجل الدّعاء بل معناه انه یستحب له ابطال الاستدبار الذی کان لاجل الامامة فی المکتوبة سواء استقبلهم جالساً فی مکانه او ذهب الی حوائجه کما صرح هو بالتخییر فی کل ذالك فی ص ۱۸۲ لان فی کل ذالك اَبطال للاستبدار المذکور فافهم ۔ والله یهدی من یشاء الی صراط المستقیم ۔ اعلاء السنن ص ۲۰۷ تا ۲۰۹ ۔ حصّه لمظفراحمدعثمانی الدیوبندی۔

سواکسی سے یہ بات مخفی نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت نوافل کومسجدمیں اداکیاتواس کے بعد لوگوں کے ساتھ دعاءکی بلکہ ان سے ظاہریہ ہے کہ آپ ﷺ نمازاوروظائف پڑھنے میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ اہل مسجد مسجدسے چلے جاتے تھے تواس میں یہ امرکہاں ہے؟جوکہ یہ لوگ ثابت کرناچاہتے ہیں یعنی نوافل وغیرہ کے بعداجتماعی دعاکرنا۔بلکہ جب اس مروجہ طریقہ میں امام اورمقتدیوں کواس پرمجبورکیاجاتاہے کہ سنن اورنوافل مسجدمیں اداکریں اوراس میں مشروع اورافضل کام کااپنے حال سے تبدیل کرناہے اورجس چیزمیں اللہ تعالٰی نے وسعت رکھی ہے اس میں تنگی پیداکرناہے حالانکہ پہلے متن میں ابوالاحوص کی روایت میں یہ گزرگیاکہ ابن مسعود رضی اللہ عنه نے فرمایا۔کہ امام جس وقت نمازسے فارغ ہوا اور قیام نہ کیااورنہ جگہ تبدیل کی اوراس کوکوئ کام درپیش ہوتوتم چلے جاؤ اوراس کوچھوڑدو کیونکہ تیری نمازمکمل ہوچکی ہے۔اور اس کے سب راوی قابل اعتمادہیں اور اس سے زیادہ صریح روایت وہ ہےجو مجمع الزوائدمیں نقل کی ہے اورکہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں یعنی اس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنه نے فرمایاکہ جب امام نے سلام پھیر لیا اور آدمی کاکام ہو تواس امام کایہ انتظارنہ کرے بلکہ وہ سلام کے بعدقوم کارُخ کرےاس لئے کہ سلام پھیرنے سے نمازختم ہوگئی۔توان سب میں دلیل یہ ہے کہ مقتدی کیلئے امام کی فراغت نمازاورسلام پھیرنےکے بعداپنےکاموں کے پیچھے چلے جاناجائزہے۔ اورسنن ونوافل کے بعد اس دعاء کی پابندی

کرنے میں اس جائز امرکوتبدیل کرنالازم آتاہےاورامام اورقوم کوخواہ مخواہ تنگی میں ڈالناہےکیونکہ شریعت نے ان کویہ آزادی دے رکھی ہے کہ نوافل کومسجدمیں پڑھیں یاگھرمیں یا جہاں ان کی مرضی ہویافرضوں کے بعداپنی ضروریات کے بعدپیچھے چلے جائیں(سب جائزہے)اللہ تعالٰی فرماتےہیں پس جب نمازختم ہوئی توتم زمین میں پھیل جاؤاوراللہ کافضل تلاش کرتےرہو۔اوراسی طرح ان اہل بدعت کیلئے ان حدیثوں میں جوفرض یانفل نمازوں کے بعددعاء کی عام ترغیب پرمشتمل ہیں کوئی حجت نہیں یہ اس لئے کہ اس ترغیب میں یہ نہیں کہ یہ دعاء جمعواری اورایک دوسرے کے انتظارکرنے کے ساتھ مانگی جائے اور صاحب نورالایضاح شرنبلالی کے اس قول میں ان کی دلیل موجودہے جونورالایضاح یااس کی شرح میں ہے کہ "کھڑاہوناسنت کی ادا کرنے کے واسطے جوفرض کے بعدہوتی ہے فرض کے ساتھ بلاتأخیرسنت ہے جس کی عبارت یہ ہے"اورامام کیلئےسلام کے بعدیہ مستحب ہے کہ سنت کیلئےجو فرض کے بعدہیں بائیں جانب پھرجائےاوراس کے بعدلوگوں کی طرف رُخ کرے اور۳۳دفعہ استغفارکہے اورمعوذات وآیت الکرسی پڑھے اورسبحان اللہ ۳۳ الحمدللہ ۳۳ اللہ اکبر۳۳ دفعہ پھراپنے لئے اورعام مسلمانوں کیلئے ہاتھ اُٹھاکردعاکرے (الخ) تو اس عبارت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ سب چیزیں پڑھیں اوران کی فراغت کے بعداکٹھے ہوکردعاکریں اورنہ یہ کہ یہ چیزیں مسجدکے اندرکیں جائیں کیونکہ لفظ جمع کا تقاضا یہ نہیں کہ یہ کام جماعت کےساتھ ملکر کئے جائیں جیساکہ عالمان اصول نے اس امرکی

باب نہم

		واضح تصریح کی ہے توصاحب نورالایضاح کے قول کامی معنی ہوگاکہ مسلمانوں کیلئے مستحب ہے کہ فرض نمازوں کے بعدمنقول اورادپڑھاکریں جس کاطریقہ (صحیحہ)یہ ہوگاکہ ہرایک نمازی علیحدہ پڑھ لیاکرے اورپھرہرایک علیحدہ اپنے اوردوسرے مسلمانوں کیلئے دعاء بھی کریں۔کیونکہ اس سے پہلے خودشرنبلالی رحمہ اللہ نے اسکی تصریح کی ہے کہ سنن کیلئے بہترصورت یہ ہے کہ ایسی جگہ اداکی جائیں جوریاء کاری سے بہت دوراوراخلاص قلب کیلئے زیادہ جامع ہو خواہ گھر ہو یا دوسرا مقام ۔ پس جب سنتوں کیلئے ان کے نزدیک (بھی) گھروغیرہ ہے تواس کاکلام کہ اللہ سے استغفارمانگیں اور اس کی حمدکریں (اخرتک)اس مطلب پرکیسا محمول کیاجاسکتاہے ؟کہ یہ کام مسجدمیں اجتماعی شکل میں کئے جائیں۔اس کے علاوہ شرنبلالی نے پہلے مجمع الروایات سے نقل کرکےیہ تصریح کی ہے کہ امام جب نمازسے فارغ ہوجائے تواس کی مرضی ہے خواہ بیٹھ کروظیفہ پڑھے خواہ کھڑے ہوکر(سب جائزہے)اورصاحب نورالایضاح نے جوکہاہے کہ امام کیلئے مستحب ہے کہ سنتوں کے بعدلوگوں کی طرف رُخ کرے یہ مقصدنہیں کہ ان کے ساتھ دعاء مانگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ امامت کی وجہ سے نمازمیں اس نے قوم کی طرف جوپشت کررکھاتھاوہ اب ختم کرے برابرہے اپنے مقام پربیٹھ کران کی طرف منہ کرے یااپنے کام کے پیچھے چلاجائے کیونکہ ان سب میں اجازت کی صراحت ص ۱۸۲ پرذکرکی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہردوصورت میں استدبارختم ہوجاتاہے سمجھ لو۔اللہ سیدھی راہ کی توفیق دیتاہے جس

		کوچاہیے۔

کہ امام جب نمازسےفارغ ہوجائے۔تواس کی مرضی ہے۔خوابیٹھ کروظیفہ پڑھے ۔یاچاہئے کھڑے ہوکرپڑھے (سب جائزہے)صاحب نورالایضاح نے جویہ کہاکہامام کے لئے مستحب ہے۔کہ سنتوں کے بعدلوگوں کی طرف رخ کرے۔یہ مقصدنہیں کہ ان کے ساتھ دعامانگے بلکہ مطلب یہ ہے۔کہ امامت کی وجہ سے نمازمیں اس نے قوم کی طرف جوپشت کررکھاتھا۔وہ اب ختم کرے۔برابرہے۔اپنے مقام پربیٹھ کران کی طرف منہ کرے۔یااپنے کام کے پیچھے چلاجائے۔کیونکہ ان سب میں اجازت کی صراحت : ۱۸۲، پرذکرکی ہے۔جس کی وجہ ہے۔کہ ہردوصورت میں استدبارختم ہوجائے۔سمجھ لو! اللہ تعالی سیدھی راہ کی توفیق دیتاہے۔جسے چاہتاہے۔ (اعلاء السنن : ۲۰۵/۳، ۲۰۷)

جناب قارئین کرام !

مذکورہ لمبی عبارت نے تو دیوبند یت کے دعویٰ کرنے والوں کیلئے صاف اعلان کردیا ، کہ سنتوں کے بعد اجتما عی دعاء ثابت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے گنجائشوں کو بند کرنے کے مترادف ہے۔ اور ساتھ ا ن لوگو نکیلئے بھی راہ فرار کو ختم کیا، جو عوام کو ترغیبات عامہ فی الدعاء بعد الصلٰوۃ سے فریب دیتے ہیں۔کہ دیکھو فلاں روایت میں آیاہے۔ کہ نماز کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے ،تو علامہ صاحبؒ نے فرمایا،کہ بھئی ٹھیک ہے دعاکا انکار کون کرتاہے ؟ لیکن کس روایت میں آیا ہے ؟کہ اکٹھی مل کردعاکرو۔

بات ہے اجتماعی بمعنی مل کر دعا کرنے کی ۔ اور ذ خیرئہ احادیث میں دعاء کے بارے میں جتنی تر غیبات آئی ہیں۔کسی روایت میں بھی اجتماعی دعاء کرنے والوں کیلئے دلیل نہیں۔

دوسری بات جو دیوبندکے دعویداروں کیلئے قابل غورہے ۔وہ یہ ہے کہ نورالایضاح کی عبارت کی بات مبتدعین اجتماعی دعا بعد الصلوۃ کیلئے کو بہت پیش کرتے ہیں۔تو علامہ ظفراحمد عثمانی دیوبندیؒ نے اسکا مفصل جواب دیا ۔کہ اس عبارت میں مل کر دعاکے الفاظ کہاں ہیں ؟بلکہ علامہ شرنبلالیؒ نے خود اسی کتاب میں سنت گھرکے اندر پڑھنے کوافضل قراردیا ہے پھر وہ کیسے مسجد میں اجتماعی دعاکے بارے لکھ سکتا ہے ۔کہ مستحب ہے۔اور صیغہ جمع سے جمع پر استدلال نہیں ہوتا جیسا کہ اصول میں مسلّم ہے۔

(۵) علامہ نقیب احمد رباطیؒ اجتماعی دعاء بعدالسنۃ پر ردکرتے ہوئے لکھتے ہیں

واَمّا المقدمۃ الاولی وھی تلك		کہ اورپہلامقدمہ یہ ہے۔کہ یہ اجتماعی

باب نہم

الطريقة فی الدعاء خلاف السنة النبوية فلان ماثبت ونقل بالنقل الصريح الصحيح من معمول النبی ﷺ وصحابته انما هو وانهم اذاسلم الامام من المكتوبة تفرقوا جميعا عن امكنة المكتوبة الامام والمقتديون كلهم ذاهبين بالرواتب والنوافل الی منازلهم وحجرهم الا شذ وندر واتفق احيانا من فعل السنن فی المسجد اما لتعليم الجواز او لاجل الاعتكاف فی المسجد او حالة غير الحضر ومع هذا ايضا لم يأتو بالسنن فی امكنتهم ثم بالدعاء بهيئة الاجتماع فالمعمول والمواظب للنبی ﷺ واصحابه ؓ انما هو التفرق بالسنن عن امكنتهم وعدم الاجتماع للدعاء بعد الرواتب فكانت السنة الشر عية النبوية هی ترك تلك الطريقة فی الدعاء فكانت هی خلاف السنة المواظبة فكانت بدعة شرعية وضلالةبينة

(عقدالا لی : ۵۲۲)

طریقہ دعامیں خلاف سنت نبوی ہے۔کیونکہ رسول اللہﷺاورصحابہؓ کامعمول جوصحیح صریحہ ذریعہ سے ثابت اورمنقول ہے۔وہ یہ ہے کہ یہ حضرات جس وقت امام صاحب فرض نمازسے سلام پھیرلیتاسب فرض کی جگہوں سےمتفرق ہوتے تھے۔امام اورمقتدی سب سنت مؤکداورنوافل کے لئے اپنے گھروں اورکمروں میں تشریف لے جاتے تھے۔ہاں کبھی شاذونادرتھوڑے اوقات میں ایسابھی ہواہےکہ سنتوں کومسجدمیں آداکیاہویابغرض تعلیم جوازیامسجدکے اندراعتکاف کرنے کے وقت یاحالت سفرمیں مگراس کے باوجودایساکبھی نہیں واقع ہواہے۔کہ انہوں نے سنتوں کوانہی اپنی جگہ پرآداکرکے اس کے بعداجتماعی دعاء کی ہو۔پس نبیﷺاورصحابہؓ کی عادت ہمیشہ کاعمل یہی تھا۔کہ سنتوں کواپنی جگہوں سے جُداہوکرپڑھتے تھے۔اورسنتوں کے بعداجتماعی دعانہیں کرتے تھے۔پس طریقہ شرعی نبیﷺکاطریقہ ہے۔وہ یہ ہے۔کہ یہ طریقہ دعامیں (اجتماعی دعاکا)ہمیشہ والی سنت کے خلاف ہے۔ چھوڑاجائے۔کیونکہ یہ طریقہ شرعاًبدعت اورظاہرگمراہی ہے

(عقدالا لی : ۵۲۲)

علماء دیوبندکی عربی کتب کے علاوہ اردوفتاوی جات میں بھی اس مسئلہ پرتحقیقی اورفیصلہ کن عبارتیں موجودہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے!

(۶)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ سنتوں کے بعداجتماعی دعاء کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ”جانناچاہئے کہ احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلاثہ

میں دعاکایہ طریقہ تھاکہ سنتیں پڑھ کرساری جماعت دعامانگتی ہو۔(آگے لکھتے ہیں)پھراس پراگراس التزام کالحاظ بھی کرلیاجائے۔جوبعض اطراف میں مشاہدہے۔کہ اس طریقہ دعاکوضروری سمجھتے ہیں ۔اورنہ کرنے والوں کوملامت کرتے ہیں ۔توپھراس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کاشک وشبہ باقی نہیں رہتا۔(پھرآگے لکھتے ہیں)کہ بلکہ احادیث میں غورکرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے۔(کفایت المفتی : ۲۸۸/۳)

(۷)مفتی اول دارالعلوم دیوبندعارف باللہ مفتی عزیزالرحمن صاحبؒ دعابعدالسنن کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ''سنن ونوافل کے بعداجتماعاًدعاکاپابندمقتدیوں کونہ کرناچاہئے۔فرائض کے بعدکوئی شخص مثلاًگھرجاکرسنتیں پڑھناچاہتاہے
تواس کوکیوں پابندکیاجاوے۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲۱۲/۴)

(۸)فقیہ الامت حضرت مفتی محمودحسن صاحب گنگوہی صدرمفتی دارالعلوم دیوبندایک لمبے اورمدلل جواب میں دعابعدالسنہ پربحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ''اسی طرح سنتوں کے بعداجتماعی دعاکااہتمام حضرت نبی کریمﷺاورصحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں بلکہ عام سنتیں اپنے اپنے مکان پرجاکراداکیاکرتے تھے۔مسجدمیں اس کی نوبت کم ہی آتی تھی۔فقہاء نے بھی یہی لکھاہے۔کہ سنتوں کومکان (گھر)میں پڑھناافضل ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۵۱/۱۳)

(۹)مفتی عبدالرحیم لاجپوری الدیوبندیؒ دعابعدالسنہ کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ''(اجتماعی دعابعدالسنہ کا)طریقہ خلاف سنت ،بے اصل ،من گھڑت اوربلادلیل ہے۔الگ الگ نفل اورسنت پڑھنے کے بعدسب کااکٹھاہونااوراکٹھے ہوکردعامانگنانہ آنحضرت ﷺکے کسی عمل اورفرمان سے ثابت ہے۔نہ صحابہ وتابعین نہ تبع تابعین اورائمہ دین میں سے کسی کے قول نہ عمل سے ثابت ہے۔(پھرکافی ا حا د یث د لا ئل نقل کر کے لکھتے ہیں کہ'' اس سے ثا بت ہو ا کہ سنن کے بعد اما م و مقتدی مل کر د عا ما نگنے کا دستو ر تھا ہی نہیں لہٰذ ا یہ دستو ر اور طر یقہ خلا ف سنت ہے اسکو ترک کرنا لا زم اس لئے کہ قبو لیت عمل کیلئے ایک ضر وری شرط یہ بھی ہے کہ وہ مطا بق سنت ہو (فتا و ی ر حیمیہ : ۲۱۵/۱تا ۲۱۷)

علامہ موصوفؒ ایک اور مقا م پر لکھتے ہیں

کہ ''بہر حال جب یہ ثا بت ہے کہ انحضر ت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اکثر و بیشتر سنتیں گھر جا کر آ دا فر ما تے تھے تو ا ما م و مقتدی کا مل کر با جما عت کیسا تھ دعا ما نگنے کا سوال ہی پیدانہیں ہو تا ۔کیاسنتیں گھرمیں پڑھ کردوبارہ مسجدمیں جمع ہوتے تھے؟اورجماعت کے ساتھ دعامانگاکرتے تھے؟

باب نہم

دعامانگنے دولت خانہ سے مسجدمیں آناتودرکنارواقعہ یہ ہے۔کہ کبھی کسی مصلحت یاضرورت کی وجہ سے آنحضرتﷺکومسجدمیں سنتیں پڑھنے کااتفاق ہواتب بھی آپﷺ نے مقتدیوں کے ساتھ ملکردعانہیں فرمائی بلکہ آنحضرتﷺسنتوں میں مشغول رہتے اورمقتدی اپنی نمازوں سے فارغ ہوکرآنحضرتﷺکی فراغت کاانتظارکئے بغیرایک ایک کرکے چلے جاتے ۔فتاویٰ رحیمیہ : ۴۴/۱۰)

علامہ موصوف ؒایک اورجگہ لکھتے ہیں

کہ''احادیث میں سونے اورجاگنے کے وقت کی دعامنقول ہے۔مسجدمیں داخل ہونے اورنکلنے کے وقت کی دعابھی مذکورہے۔ہمبستری سے پہلے اورہمبستری کے بعدکی دعامنقول اورموجودہے۔بیت الخلامیں جانے سے قبل اورنکلنے کے بعدکی دعابھی ثابت ومنقول ہے۔توسنن ونوافل کے بعدکی دعاکیوں منقول نہیں ؟اگرثابت ہوتی توضرورمنقول ہوتی۔ایضاً۶/۱۸۷)

(۱۰)شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ''سنتوں کے بعداجتماعی دعاکے لئے امام اورمقتدیوں کابیٹھے رہنااورپھرملکردعاکرناصحیح نہیں اس کااہتمام اورالتزام بدعت ہے۔بدعت کالفظ مطلق بولاجائے توبدعت سیئہ ہی مرادہوتی ہے۔آپکے مسائل اورانکاحل : ۲۷۴/۲)

(۱۱)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں

کہ''سنن ونوافل کے بعدجومروجہ طورپراجتماعی دعامانگی جاتی ہے ۔یہ بدعت ہے۔اورخلاف سنت ہے۔آنحضرتﷺاورصحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایساکرناثابت نہیں بلکہ اس کے برخلاف صحابہ کرامؓ اوربالخصوص آنحضرتﷺکامعمول یہ تھاکہ سنن ونوافل گھرجاکراداکرتے تھے۔لہٰذااجتماعی دعاکاسوال ہی پیدانہیں ہوتا۔(پھرچنداحادیث بیان فرمائی ہیں)خیرالفتاویٰ : ۵۷۱/۱)

(۱۲)فخرعلماء دیوبندعلامہ ظفراحمدصاحب عثمانی اورحکیم الامت مولانااشرف علی صاحبؒ لکھتے ہیں

کہ''(سنتوں کے بعداجتماعی دعا)یہ بدعت ہے۔اسکی کچھ اصل نہیں بالخصوص التزام اوراسرارکی وجہ سے یہ بدعت سیئہ میں داخل ہے۔پھرلمبی عبارت نقل کرنے کے بعدلکھتے ہیں کہ)پس متولیان مسجدکواس طریقہ بدعت پرہرگزمجبورکرناجائزنہیں ۔اوریہ جبربالکل خلاف شریعت اوراشاعت بدعت ہے۔جس کافاعل شرعاًبوجہ ابتداع کے مستحق گناہ عظیم ہے۔۲۱. ذی الحجہ ۴۰ھ؁ازتھانہ بون خانقاہ امدادیہ (امدادالاحکام : ۱۷۹/۱تا۱۸۰)

(۱۳)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ لکھتے ہیں

باب نهم

کہ”نفس دعادبرالصلوٰۃ المکتوبہ متصلاً توبلاشبہ عام ہے۔بعدالمکتوبۃ متصلااوربعدالسنن الرواتب۔ کولیکن گفتگونفس دعامیں نہیں بلکہ دعابہیئت اجتماعیہ میں ہے۔اسکی کوئی دلیل اورشاہدسلف اورخلف کے تعامل وآثارمیں بعدالرواتب موجودنہیں بہت سے علماء کوتوبہیئت اجتماعیہ بعدالمکتوبہ کے ثبوت میں بھی کلام ہے۔
علامہ شاطبی نے کتاب الاعتصام میں اسی لئے اس کوبدعت کہاہے،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲/۲۱۳)

(۱۴)فقیہ العصرمرشدالمجاہدین مفتی اعظم استادالعلماء مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ کافتویٰ بطورفیصلہ نقل کرتاہوں لکھتے ہیں

کہ”نورالایضاح کی عبارت میں صرف دعابعدالنوافل کاذکرہے۔یہ نہیں لکھاکہ امام اورمقتدی ملکردعاکریں ۔ مگرامام کے ساتھ مقتدیوں کاتعلق ہواس کاکوئی ثبوت نہیں (پھرلمبی بحث کے بعدکئی قبائح ذکرفرمائے ہیں ۔اورآخرمیں احمدرضاخان بریلوی کافتویٰ نقل کیاہے۔کہ وہ بھی ایسی دعاکاقائل نہ تھا)پھرآخرمیں لکھتے ہیں)کہ صرف دیہاتوں وغیرہ میں کچھ بدعتی لوگ اس کاالتزام کرتے ہیں ۔۱۱۔ ربیع الاخر۱۳۹۶ھ ۔احسن الفتاویٰ : ۱/۳۴۶)

(۱۵)علامہ قاری عبدالباسط صاحب مدظلہ مقیم جدہ سعودی عرب کاجواب بمعہ سوال نقل کرتاہوں

سوال ؛۔ ہمارے یہاں دوگروہ ہیں ،ایک گروہ کہتاہے کہ فرض نمازوں کے بعداجتماعی دعاثابت ہے ،جب کہ دوسراگروہ کہتاہے کہ سنتوں کے بعداجتماعی دعا ثابت نہیں ہے ،کون سامسلک صحیح ہے ؟

جواب؛۔ رسول کریم ﷺنے دعاوں کی قبولیت کے اوقات کے بیان میں ارشادفرمایا : قال جوف اللیل ودبرالصلاۃ : یعنی رات کے آخری حصے کی دعااورفرض نمازوں کے فوراًبعدکی دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔دعاقبول کی جاتی ہے۔ اس حدیث کوامام ترمذیؒ نے اپنی سنن میں روایت کیاہے ۔اس حدیث سے فرض نمازوں کے بعد متصلاً دعاکرناثابت ہے ،البتہ اجتماعی طریقے سے ہاتھ اٹھاکردعاکرنانہ فرض کے بعدثابت ہے اورنہ سنتوں کے بعد۔سوال وجواب کتاب وسنت کی روشنی میں : حصہ اول : ۳۱۳)

(۱۶)علامہ خالدسیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ”امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتداء ختم ہوجاتی ہے ،اب امام اورمقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزادہیں اورحسب منشااپنی اپنی دعاکرسکتے

ہیں ،دعازورسے بھی کی جاسکتی ہے اورآہستہ کرنانسبتاًبہترہے۔کیونکہ قرآن نے دعاء کاادب ہی یہ بتایاہے کہ دعاء فروتنی اورپست آوازہو،اللہ تعالیٰ کاارشادہے

ادْعُواْ رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ : (الاعراف : ۵۵)		تم لوگ اپنے پروردگارسے دعاکیاکروگڑگڑاکرکر بھی اورچپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کوناپسندکرتاہے جوحدسے نکل جائیں ۔اعراف : ۵۵)

اوراس میں یہ سہولت ہے کہ ہرشخص اپنی ضرورت کے مطابق دعاء کرسکتاہے کیونکہ ہرشخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے ،ویسے زورسے دعاء کرنے میں بھی کراہت اورمضائقہ نہیں ۔(کتاب الفتاویٰ : ۹۸/۳)

(ارباب عقل سے اپیل ہے!

کہ اس پوری بحث میں پہلے آپ نے احادیث مبارکہ کامطالعہ کیاپھرآثارصحابہ ؓ کاپھرمحدثین امت کی تحریرات ملاحظہ کیں ۔پھرفقہاء احناف کی فیصلہ کن عبارات کامطالعہ کیاآخرمیں علمائے دیوبندکی تحریرات کی روشنی میں باحوالہ آپ نے پڑھاکہ پوری امت کے علماء اس پرمتفق ہیں ۔کہ سنت کے بعداجتماعی دعاثابت نہیں اوربدعت ہے۔

اب ذراانصاف سے سوچیں کہ کیایہ تمام فقہاء اورمحدثین اورعلماء دیوبندسب پنچپیری تھے؟ یاوہابی تھے یایہ سب علماء حق اوراولیاء امت تھے ۔جب تمام امت کے علماء ایک چیزکوبدعت اورناجائزاورناروا سمجھتے ہیں مگرصرف تیرے محلہ کے امام صاحب اس کوبلادلیل شرعی مستحب کہتے ہیں ۔کیاوہ حضرات قرآن وحدیث کوزیادہ سمجھنے والے تھے؟یاآپ کے محلہ کےمولوی صاحب ؟

ہم فیصلہ آپ کی ضمیرپرچھوڑدیتے ہیں ۔امیدقوی ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کرے گا۔کیاپھرآپ اپنے ضمیرکافیصلہ مان جائوگے ؟

مجھے صرف خداپرست عوام سے اپیل ہے !

بدعت پرست امام اورضدی ملاتوکبھی نہیں مانے گا۔اس لئے کہ ایک وہ اکثران پڑھ ہوتے ہیں مگربعض اگرعلماء ہیں توپھران کے اناکونقصان پہنچتاہے۔اس نے تواناخیرمنہ کانعرہ بلندکیاہواہے۔وہ ہرگزنہیں مانیں گے ۔فیصلہ آپ نے کرناہے۔

(نوٹ)میں نے سنت کے بعداجتماعی دعاکے بارے تفصیل عرض کردی ۔ اورفرض کے بعداجتماعی دعاکونہیں چھیڑایہ اس لئے کہ عام علاقوں میں اصل اختلاف صرف سنت کے بعداجتماعی دعا میں ہے۔فرض کے بعداجتماعی دعاء کے بدعت ہونے پرتواہل بدعت کابھی اتفاق ہے ۔ہاں انفرادی دعاثابت بلکہ مطلوب ہے۔وہ

کرنے چاہئے!گوبظاہراجتماعی شکل پیدابھی ہواس کاکوئی مضائقہ نہیں !

(۶) مخالفین کے دلائل اورانکے دندان شکن جوابات)

اول دلیل یہ ہے
کہ مخالفین حضرات اجتماعی دعابعدالصلوۃ کے لئے ترغیبات عامہ کاسہاراليتے ہیں اورکہتے ہیں کہ دعابعدالصلوۃ کیلئے بہت ساری ترغیب آئی ہے۔پھرروایات پیش کرتے ہیں کہ نمازوں کے بعددعاقبول ہوتی ہے یانمازوں کے بعد دعامانگووغیرہ جیسی روایات سے استدلال کرتے ہیں جیسے فتاوی حقانیہ ج ۲ ص ۶۷ پردارالعلوم حقانیہ والوں نے استدلال کیاہے۔

جواب یہ ہے کہ جناب ان روایات سے آپ کوکچھ فائدہ نہیں کیونکہ ان روایات کااجتماعی دعاسے کوئی تعلق نہیں ۔اورنفس دعابعدالصلوۃ کاکون منکرہے ۔مگران عمومات سے استدلال آپ کے لئے صحیح اس لئے نہیں کہ قاعدہ اورقانون ہے۔کہ جہاں خاص کاحکم علیحدہ ذکرنہ ہوں توپھراس خاص کوعموم کے اندرداخل کرناجائزنہیں ہے۔ورنہ اگرخاص کااپناحکم ذکرہواورصاف ہوپھراس کوعموم کے تحت داخل کرناٹھیک نہیں ۔اورمناسب ہے۔کہ اس دلیل کاجواب علماء دیوبندہی کے تحریرات سے دی جائے ۔تاکہ دودھ کادودھ پانی کاپانی ہوجائے ۔

(۱)علامہ محمدیوسف بنوری ؒنے ایسے استدلال کی تردیدکرتے ہوئے اپنے استادعلامہ محمدانورشاہ کشمیریؒ کی عبارت یوں پیش کی ہے

الاحتجاج بالعموم انما ینبغی فیمالم یرد للخاص حکم علیحدۃ : (معارف السنن : ۴۱۰/۳)		**کہ دلیل عام کے ساتھ پکڑناوہاں مفیدہے۔جبکہ خاص کاحکم علحدہ واردنہ ہواہو۔ (معارف السنن : ۴۱۰/۳)**

(۲)محقق العصرعلامہ ظفراحمدعثمانیؒ نے انہی ترغیبات عامہ کے مستدلین کوجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

ولاحجۃ لھم ایضاً فیما ورد من الترغیب العام فی الدعاء بعد کل صلوۃ فرضاً کانت او نافلۃ فان لیس فیه ان یکون ھذا الدعاء بالاجتماع وبالانتظار : (اعلاء السنن : ۲۰۶/۳)		**اوراسی طرح ان اہل بدعت کے لئے ان احادیث میں جوفرض یانفل نمازوں کے بعددعاکی عام ترغیب پرمشتمل ہیں ۔کوئی حجت نہیں ۔اس لئے کہ اس ترغیب میں یہ نہیں کہ یہ دعاجمعہ واری (یعنی اجتماع) اورایک دوسرے کے انتظارکے ساتھ مانگی جائے۔ (اعلاء السنن :**

		۲۰۶/۳)

(۳)علامہ محمدیوسف بنوری ؒمزیدبات کوپختہ کرنیکے لئے نمازوں کے بعددعاکوعموم کے تحت داخل کرنے والوں کے لئے لکھتے ہیں

فان مایعمل علی رؤس الاشهاد كل يوم خمس مرات كيف يخمل ذكره فلايكفى العموم فى مثل هذه المواقع الخاصة (معارف السنن : ۱۲۵/۳)		کہ کیونکہ جوکام ہرروزپانچ وقت برسرعام کیاجائے ۔وہ بلاذکرکیسے رہ سکتاپس عام ترغیب دعاکی دلائل ان خاص موقعوں کی مخصوص دعاکوثابت کرنے کے بارے میں معاون نہیں ہوسکتی ہیں ۔(معارف السنن : ۱۲۵/۳)

میرے خیال میں دیوبندیت کے دعویداروں کوتواس دلیل کاااتناجواب کافی ہوگا۔مگرافسوس کہ علامہ بنوری صاحب نے مختلف روایات کونقل کرنے کے بعدص ۱۲۴۔۱۲۵ پراس اجتماعی دعاپررد فرمایاہے اس کو بدعت قراردیاہے۔مگرفتاوی حقانیہ والوں نے ص ۱۲۳ سے ناقص عبارت نقل کرکے لوگوں کودھوکہ دینے کی کوشش کی ہے ۔اورعلامہ بنوری پربھی تہمت باندھنے کی کوشش کی ہے۔

دوم دلیل یہ ہے

کہ مبتدعین حضرات اجتماعی دعابعدالسنن کوثابت کرنے کے لئے اکثرنورالایضاح کی عبارت کاحوالہ دیتے ہیں کہ وہاں لکھاہے

ثم يدعون لانفسهم وللمسلمين رافعى ايديهم ثم يمسحون بها وجوههم الخ		پھروہ اپنے لئے اورعام مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھاکر دعاکریں اورپھرآخرمیں ہاتھوں چہروں پرپھریں۔الخ

اب مذکورہ عبارت بعض کم فہم اپنے لئے اس لئے بھی بہت مفیدسمجھتے ہیں کہ دیکھواس میں جمع کے صیغے آئے ہیں

جواب اولاًیہ کہ جمع کے صِیغے اجتماع کافائدہ نہیں دیتے ۔ورنہ پھراس کاکیاجواب ہوگا۔کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ (البقرة : ۲۲۳)		تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہوآئو۔(سورئہ بقرہ : ۲۲۳)

تواس میں بھی جمع کے صیغے ہیں پس کیایہ کام بھی جمع کے ساتھ ہوگا۔ثانیاًعلماء دیوبنداس عبارت کے بارے میں کیالکھتے ہیں

باب نہم

(۱)محقق العصرعلامہ ظفراحمدعثمانیؒ نورالایضاح کی عبارت کاجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

(ولاحجة لهم ایضاً) فیما قاله الشرنبلالی فی نورالایضاح وشرحه .... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین فانه لا دلالة فیه علی قراءة کل ذالك والدعاء بعدها مجتمعین وان یفعل ذالك کله فی المسجد فان صیغة الجمع لاتستدعی الاجتماع والاصطحاب اصلاً نص علی ذالك الاصولیون : الخ : (اعلاء السنن : ۲۰۶/۳)		اورنہ صاحب نورالایضاح شرنبلالی کے اس قول میں انکی دلیل موجودہے۔کہ پھراپنے لئے اورعام مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھاکردعاکریں الخ تواس عبارت میں اس پرکوئی دلیل نہیں کہ یہ سب چیزیں پڑھیں اوران کے فراغت کے بعداکٹھے ہوکردعاکی جائے ۔اورنہ یہ چیزیں مسجدکے اندرکی جائیں ۔کیونکہ لفظ جمع کاتقاضایہ نہیں کہ کام جماعت کے ساتھ ملکرکئے جائیں جیساکہ علماء اصول نے اس امرکی واضح تصریح کی ہے۔(اعلاء السنن : ۲۰۶/۳)

کافی تفصیل سے علامہ صاحبؒ نے اس کاجواب دیاہے ۔اورنورالایضاح کی عبارت کامطلب بھی بیان فرمایاہے ۔جس کوپوری تفصیل دیکھنی ہوتووہ میری اس کتاب کی اسی فصل کے شروع میں علماء دیوبندکی عبارت نمبر۵پوری پڑھے۔توان شاء اللہ العزیزتمام شبہات کافورکی طرح حل ہوجائے گی ۔

(۲)استادعلماء دیوبندمفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحبؒ نورالایضاح کی اس عبارت کاجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ’’مجھے افسوس سے کہناپڑتاہے۔کہ یاتومؤلف نے نورالایضاح اوراس کی شرح مراقی الفلاح کامطلب ہی نہیں سمجھایاقصداًان کتابوں کی عبارتوں میں قطع بریدکرکے اپنامطلب نکالناچاہاہے۔(پھرکافی تفصیل سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہینکہ)دیکھئے نورالایضاح میں یہ بحث جس فصل میں ذکرکی گئی ہے۔اس کے عنوان کے الفاظ یہ ہیں

فصل فی الاذکار الواردة بعد الفرض : (کفایت المفتی : ۳۱۶/۳)		یہ فصل ان اذکارکے بارے میں ہے جوفرض نمازکے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ (کفایت المفتی : ۳۱۶/۳)

پھرتفصیلی جواب کئی صفحے لکھ کررقمطرازہے

کہ’’اس میں کہیں کوئی ایسالفظ نہیں ہے جس سے یہ سمجھاجائے ۔کہ یہ تمام کام سب ملکراجتماعی طورپرکریں ۔اوریہ توہوبھی نہیں سکتا۔اس لئے کہ یہ

باب نهم

ذکراوردعائیں اس شخص کے لئے بھی اس طرح مستحب ہے۔جوتنہانمازپڑھے۔اورمسبوق کے لئے بھی اورظاہرہے۔کہ ان سب کی فراغت آگے پیچھے ہوگی۔کفایت المفتی : ۳۲۴/۳)

سوم دلیل یہ ہے

کہ بعض روحانی مریض اجتماعی دعابعدالصلوۃ کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل روایات پیش کرتے ہیں

(۱) من آداب الدعاء تأمین الداعی والمستمع ۔بخاری،مسلم،ابوادائود،نسائی ،حصن حصین : ۵)

(۲)قولہ تعالی قداجیبت دعوتکما کے تحت کتب تفسیرمیں ہے۔کہ حضرت موسی کلیم علیہ السلام نے دعافرمائی تھی اورحضرت ہارونؑ نے آمین کہی۔

(۳)حضرت سعدبن ابی وقاص اورعبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہمانے غزوئہ احدمین اس طرح دعامانگی کہ پہلے ایک نے دعاکی اس پردوسرے نے آمین کہی پھردوسرے نے دعاکی اس پرپہلے نے آمین کہی۔

(۴) لایجتمع ملأفیدعوبعضھم ویأمن بعض الااجابھم اللہ ۔تلخیص الذہبی مع مستدرک : ۳۴۷/۳)نیزمعارف السنن میں مذکورہے۔

اس کاجواب یہ ہے

کہ ا ن تمام روایات کوفقیہ العصرمفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ نقل کرکے جواباًلکھتے ہیں

کہ’’ان روایات کانمازکے بعدوالی دعاسے کوئی تعلق نہیں۔یہ سب اس صورت سے متعلق ہیں کہ کوئی شخص دعاکررہاہو۔اتفاقاً کسی دوسرے نے سن لی تووہ اس پرآمین کہے نمازکے بعدتوہرشخص کے لئے موقع دعاہے پھرہرشخص کامقصدالگ ہوتاہے۔ہرشخص اپنے مقصدکیلئے دعامیں مشغول ہوگا۔تودوسرے کی دعاپرآمین کیسے کہے گا؟ احسن الفتاویٰ : ۶۸/۳)

ان تمام تفصیلات سے بخوبی یہ بات معلوم ہوچکی کہ تمام مسلمانوں میں جتنے علماء حق گزرے ہیں ۔ان سب کے نزدیک سنت کے بعداجتماعی دعانہیں ۔اورتمام شبہات کابھی مفصل جواب علماء دیوبندکی تحریرات سے دیاگیاہے

اب ایک طالب حق کیلئے یہی کافی ہے۔

جوکم عقل اگراپنے علاقے کے پیر،میاں اورآخونزادہ اوراپنے محلہ کے امام کو مذکورہ فقہاء کرام اورمحدثین عظام اورعلمائے دیوبندسے زیادہ علم والاسمجھتاہو ۔توپھرایسے متجاہل انسان کوئی سمجھانہیں سکتاہے

(وَاللہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَہْدَی السَّبِیْلَ)	**(اللہ تعالیٰ حق بات فرماتاہے اوروہ**

	(سیدھی)راہ سمجھاتاہے)

(تتمہ)نمازعیدین یاخطبہ کے بعددعاء کی شرعی حیثیت)

چونکہ دیوبندکے ٹھیکہ دارعیدین کے بعدبھی دعاء مانگنے کوضروری سمجھتے ہیں اورنہ کرنے والوں کو لعن وطعن کانشانہ بناتے ہیں لہٰذاتِصیلی بحث تودعاء بعدالسنن کے ضمن میں گزرگیایہاں صرف ایک ہی حنفی دیوبندی عالم جناب خالدسیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کی تحریربمعہ سوال وجواب نقل کرنے پراکتفی کرتاہوں

سوال ؛ ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نمازکے فوراًبعددعاء کرتے ہیں ،جبکہ قدیم طریقہ کارکے مطابق خطبۂ عیدکے بعددعاء ہوتی تھی ۔(خواجہ معین الدین خانہ پور)

جواب ؛ دعاء تونہ نمازکے بعدواجب ہے اورنہ خطبہ کے بعد،البتہ نمازکے بعدضروری سمجھے بغیردعاء کرنے کی گنجائش ہے ،رسول اللہ ﷺنمازسے فارغ ہونے کے بعدمختصردعاء (اللہم انت السلام وغیرہ) فرمایاکرتے تھے اس دعاء کوبھی انفرادی طورپرکرنابہترہے ،نمازمیں بھی دعاء ہے ۔لیکن چونکہ نمازمیں ہرطرح کی دعاء نہیں کی جاسکتی ،اس لئے نمازکے بعدلوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعاء کرلیں ،خطبہ کے بعدمستقل طورپردعاء کرنارسول اللہ ﷺصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اورسلف صالحین رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃسے ثابت نہیں ۔کتاب الفتاویٰ : ۹۷/۳)

اب آپ حضرات سے مؤدبانہ گزاش ہے کہ مذکورہ تمام بدعاتِ مہلکہ اوررسوماتِ فاضحہ کویکسرچھوڑدیجئے!

صرف پڑھنے پڑھانے سے چنداں فائدہ نہیں ہوتانہ ہی اس سے امورختم ہوسکتے ہیں بقولِ شاعر :

گلستان کے لئے رونے سے کچھ بنتانہیں فانیؔ نظر میں حسن پیداکرسنورجائے گاویرانہ

(وفقکم اللہ وایاناتباع السنۃ واجتنابَ البدعۃ والمبتدعین)

آمین یارب العٰلمین

بِرحمتك یاارحمَ الراحمین

باب دہم

(مختلف مسائل اوربدعات کی بیان میں)

اس باب میں ہم وہ مسائل ذکرکریں گے۔جوعوام کے مابین مشہورہیں ۔مگرعوام اُن کی حقیقت سے ناواقف ہیں ۔عوام ان کوثواب سمجھتے ہیں ۔مگربدقسمتی سے وہ گناہ کے کام ہیں ۔اورہرمسئلہ علماء دیوبندکی تحریرات سے مدلل اورمزین کریں گے ۔ فقط : ان شاء اللہ العزیز۔

(۱)چوری کی حقیقت اوراسکی شرعی حیثیت)

ماہِ صفرکے آخری چھارشنبہ (بدھ)کوچوری یامٹھائی یاعمدہ کھاناپکاناسادہ مسلمانوں کی اکثریت اس مرض میں مبتلاہیں کہ ماہ صفرکے آخری چھارشنبہ (بدھ)کوعمدہ کھانابنام چوری وغیرہ پکاتے ہیں اورفقراء وغیرہ میں تقسیم کرتے ہیں ۔اِن کایہ خیال ہے ۔کہ اس دن کونبی اکرمﷺکے مرض وفات میں کچھ کمی آئی تھی ۔توازواج مطہراتؓ نے چوری پکاکرخوشی منائی تھی۔

حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے ۔بلکہ حقیقت یہ ہے۔کہ جب آپﷺبیمارہوئے ۔تواس روز انکے مرض میں انتہائی شدت آگئی اورمسلمان انتہائی مغموم ہوئے ۔مگریہودکوجب مرض کی شدت کاپتہ چلاتوانہوں نے عمدہ کھانے تیارکرکے خوشی منائی ۔

لہٰذامسلمانوں کواس دن خوشی منانایاعمدہ کھاناپکاناوغیرہ مناسب نہیں بلکہ یہ یہودہنودکی مشابہت ہے جوکہ حرام ہے۔چندحوالے درج ذیل ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)مدارج النبوۃ ۔۷۰۷/۲(۲)سیرۃ المصطفیٰ : ۱۵۷/۲(۳) طبقات ابن سعد : ۵۲۳(۴)معارج النبوۃ : ۴۷۹/۳)

(۵)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندحضرت مولانامفتی محمدحسن صاحب لکھتے ہیں کہ” ماہ صفرکے آخری چہارشنبہ کوخوشی کی تقریب منانامٹھائی وغیرہ تقسیم کرناشرعاًبے دلیل ہے ۔اس تاریخ میں غسل صحت ثابت نہیں ۔البتہ شدت مرض کی روایت مدارج النبوۃ میں ہے۔(آگے لکھتے ہیں)

کہ یہ غلط طریقہ ہے ۔اس سے بچنالازم ہے۔آپﷺکااس روزصحت ثابت نہیں ۔کوئی غلط بات منسوب کرناسخت معصیت ہے۔بغیرنیت موافقت بھی یہودکاطریقہ اختیارکرنانہیں چاہئے ۔فتاویٰ محمدیہ : ۴۱۱/۱۵)

(۶)مفتی رشیداحمدصاحب گنگوہی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ''شرعاًاس باب میں کچھ ثابت نہیں ۔یہ سب جہلاء کی باتیں ہیں ۔فتاویٰ رشیدیہ : ۱۶۳)

(۷)مفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانوی دیوبندیؒ ''ماہ صفرکے آخری بدھ کوعمدہ کھانے پکانے اورچوری کے بارے میں تحریرفرماتے ہیں
کہ''یہ غلط اورمنگھڑت عقیدہ ہے ۔اس لئے ناجائزاورگناہ ہے۔احسن الفتاویٰ : ۳۶۰/۱)

(۸)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ''یہ بلکل بے اصل اورغلط ہے بلکہ حدیث میں ماہ صفرکوکوئی خاص اہتمام کرنے کی ممانعت واردہے۔قال علیہ السلام لاہامۃ ولاصفر : الحدیث ۔مسلمان کابڑاکام اورسب سے بڑی عبادت یہ ہے ،کہ سرورکائنات ﷺکااتباع کرے ۔اوراتباع کرنے میں اس کواچھی طرح علماء سے تحقیق کرے ۔کہ یہ فعل آپﷺ سے ثابت ہے یانہیں سنی سنائی باتوں سے اتباع کرنابھی گناہ ہے۔فتاوی دارالعلوم دیوبند : ۱۲۶/۲، سیرۃ خاتم الانبیاء : ۱۴۱/۱)

(۹)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ''آخری چارشنبہ کے متعلق جوباتیں مشہورہیں ۔اورجورسمیں ادائی جاتی ہیں سب بے اصل ہیں ۔کفایت المفتی : ۲۲۷/۱)

(۱۰)مفتی عبدالرحیم لاچپوری ؒلکھتے ہیں
کہ''مسلمانوں کے لئے آخری چھارشنبہ کے طورپرخوشی کادن مناناجائزنہیں ۔کیونکہ ۲۸، صفرکوچھارشنبہ (بدھ)کے روزآنحضرتﷺکے مرض میں زیادت ہوئی تھی ۔اوریہ یہ دن ماہ صفرکاآخری چھارشنبہ تھا۔یہ دن مسلمانوں کے لئے خوشی کاتوہے ہی نہیں ۔البتہ یہودوغیرہ کے لئے شادمانی کادن ہوسکتاہے۔اس روزکوتہوارکادن ٹہراناخوشیاں منانامدارس وغیرہ میں تعطیل رکھنایہ تمام باتیں خلاف شرع اورناجائزہیں (فتاویٰ رحیمیہ ۱۱۹/۱،تا۱۲۰)

(۱۱)شیخ الحدیث مولاناعبدالحق صاحبؒ ودیگرمفتیان دارالعلوم حقانیہ آکوڑہ خٹک لکھتے ہیں
کہ''ماہ صفرکومنحوس سمجھناخلاف اسلام عقیدہ ہے۔اوررسول اللہ ﷺنے اس سے سختی سے منع فرمایاہے۔اس ماہِ مبارک میں نہ توآسمان سے بلائیناترتی ہیں۔اورنہ اس آخری بدھ کواوپرجاتی ہیں ۔اورنہ ہی امام الانبیائجناب محمدرسول اللہﷺکواس دن مرض سے شفایابی ہوئی تھی بلکہ مؤرخین نے لکھاہے کہ ۲۸، صفرکوآنحضرتﷺبیمارہوئے تھے ۔فتاویٰ حقانیہ : ۸۴/۲)

(۱۲)شمس التواریخ وغیرمیں ہے کہ ۲۶، صفر ۱۱ھ؁ کوآنحضرتﷺ نے لوگوں کورومیوں سے جہادکرنے کاحکم دیااور۲۷، صفرسہ شنبہ کواسامہ بن زیدامیرلشکرمقررکئے گئے ۲۸، صفرچھارشنبہ کواگرچہ آپﷺبیمارہوچکے تھے لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیارکرکے اسامہؓ کودیاابھی (لشکر)کی کوچ کی نوبت نہ آئی تھی ،کہ آخری روزچھارشنبہ اورپنج شنبہ میں آپﷺکی علالت خوف ناک ہوگئی اورایک تہلکہ سامچ گیااسی دن عشاء سے آپﷺنے حضرت ابوبکرصدیقؓ کونمازپڑھانے پرمقررفرمایا۔شمس التواریخ : ۱۰۰۸/۲)

(۱۳)اعلیٰ حضر ت مولوی احمدرضاخان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ’’آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں ۔نہ اس دن صحتیابی حضورسیدعالم ﷺکاکوئی ثبوت ہیبلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی ۔اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔احکام شریعت : ۵۰/۲)

(۱۴) علامہ محمدامجدعلی اعظمی رضوی قادری برکاتی بریلوی لکھتے ہیں کہ’’ماہ صفرکاآخری چہارشنبہ ہندوستان میں بہت منایاجاتاہے لوگ اپنے کاروباربندکردیتے ہیں سیروتفریح وشکارکوجاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اورنہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اورکہتے یہ ہینکہ حضوراقدسﷺنے اس روزغسل صحت فرمایاتھااوربیرون مدینہ طیبہ سیرکے لئے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضوراکرمﷺکامرض شدت کے ساتھ تھاوہ باتیں خلاف واقع ہیں اوربعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روزبلائیں آتی ہیں اورطرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔سب بے ثبوت ہیں بلکہ حدیث کایہ ارشادلاصفریعنی صفرکوئی چیزنہیں ایسی تمام خرافات کوردکرتاہے۔بہارشریعت حصہ سولہواں : ۷۳۵)

اس کے علاوہ آپ (۱۵)دائرئہ معارف اسلامیہ پنجاب : ۱۸/۱)اور(۱۶)تاریخ ابن خلدون : ۸۴۸/۲، وغیرہ ملاحظہ فرماسکتے ہیں

(۲)أمیرالمؤمنین خلیفہ ثانی لاثانی فاروق اعظم حضرت عمرؓکے بیٹے ابوشحمہ کاقصہ)

ایک واقعہ واعظین اوران پڑھ مقررین حضرات کے ہاں مشہورہے ۔جوکہ حضرت عمرفاروقؓ کی شان میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرفاروقؓ اتنے عدل اورانصاف والے تھے ،کہ ایک مرتبہ ایک لڑکی بچہ ہاتھ میں اٹھاکرعدالت فاروقؓ میں آئی اورکہنے لگی ۔کہ اے عمریہ تیرابچہ ہے ۔جومیں نے تیرے بیٹے ابوشحمہ سے جناہے ۔توحضرت عمرفاروقؓ نے تحقیق کی ۔جب زناثابت ہوا۔توحضرت فاروقؓ نے

مسجدمیں تمام مسلمانوں کوبلایا۔اوراپنے بیٹے پرحدقائم کی جب نصف یاکچھ زیادہ کوڑے لگائے ۔توابوشحمہ کاانتقال ہوگیا۔باقی کوڑے ان کی قبرپریاان کی لاش پرلگائے گئے ۔

اب اس قصے کاحوالہ لوگ یاتوواعظین پردیتے ہیں کہ فلاں عالم نے واقعہ بیان کیاہے۔یابعض نیم ملاحضرت شاوولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب ازالۃ الحفاء کاحوالہ دیتاہے ۔کہ اس میں یہ واقعہ لکھاہواہے۔

حضرات گرامی!اس کاالزامی جواب یہ ہے

آپ پہلے ذراسوچئے توسہی کہ بظاہرتوشان فاروق اعظم بیان کرتے ہیں لیکن حقیقت میں فاروق اعظم کی توہین اورگستاخی کررہےہیں ۔اورفاروق ہی کی دامن پاک پردھبہ لگاتے ہیں ۔اس لئے کہ اس من گھڑت وقعہ میں کئی گستاخیاں ہیں ملاحظہ ہو۔

اولؔ یہ کہ کسی پاک دامن مسلمان کوزناکارکہنابڑاگناہ اوربہتان ہے ۔اس میں حضرت عمرؓکے صاحبزادے پربہتان تراشی ہے۔

دومؔ یہ کہ کسی مجرم کومرنے کے بعد کوڑے لگواناجہالت ہے ۔کیاحضرت عمرؓ کویہ بھی پتہ نہیں تھاکہ مردوں کوکوڑے نہیں لگواسکتے ؟

سومؔ یہ کہ حضرت عمرؓ کی تربیت اتنی کمزورتھی کہ (العیاذباللہ)ان کے صاحبزدے زناکیاکرتے تھے(ھذابھتان عظم)

(تحقیقی جواب یہ ہے)

(۱)امام سیدجلال الدین سیوطیؒ نے اس واقعہ کو(الآلی المصنعۃ)میں تفصیل سے بیان کرکے آخرمیں یوں لکھتے ہیں

موضوع فیه مجاهد عن ابن عباسؓ فی حدیث ابی شحمه لیس بصحیح وقد روی من طریق عبد القدوس بن الحجاج عن صفوان عن عمر لیکن عبد القدوس عن صفوان عن عمر وعبد القدوس کذاب یضع وصفوان بینه وبین عمردجال : (الآ لی المصنوعة : ۱۶۷/۲)	(یہ قصہ)منگڑت ہے ۔اس میں مجاہدعن ابن عباس صحیح نہیں اوریہ قصہ اس طریق پربھی روایت کیا گیاہے ۔عبدالقدوس بن الحجاج عن جھوٹاہے۔جو(قصے)گھڑتاہے۔اورصفوان اورعمرکے درمیاں بہت آدمی ہیں (جوکہ مجہول ہیں لہذایہ قصہ موضوع من گھڑت ہے) الآلی المصنوعۃ : ۱۶۷/۲)

باقی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نےجونقل کیاہے ۔تواہل علم جانتے ہیں کہ انہوں نے بھی نقل کرکے آخرمیں اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیاہے ۔فتدبر :

(۲)فخرعلماء دیوبندحضرت مولانامحمداشرف علی تھانویؒ بھی اس واقعہ کو

منگھڑت کہتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ’’اس قسم کاقصہ جوکہ مشہورہے کہ ان کانام ابوشحمہ ہے اوروہ قصہ اس طرح منقول نہیں ۔جیساکہ سوال میں لکھاہے۔اورجس طرح منقول ہے ۔محدثین نے اس کوموضوع اورباطل کہاہے۔ امدالفتاویٰ : ۴۷۶/۴،دوسرایڈیشن : ۴۲۷/۴)

جناب یہ قصہ جس طرح بیان کیاجاتاہے ۔یہ تومکمل جھوٹ اورغلط ہے۔

مگرہمیں چاہئے کہ ہم اس قصہ کی صحیح سمت بیان کریں کہ حقیقت میں یہ قصہ کس طرح ہے۔

(۳) امام سیوطی آخرمیں صحیح قصہ نقل کرکے یوں رقمطرازہے

والذی ماورد فی هذا ماذکره زبیر بن بکار وابن سعد فی الطبقات وغیرهما ان عبدالرحمن الاوسط من اولاد عمر یکنی اباشحمة کان بمصر غازیاً فشرب لیلة نبیذاً فخرج الی السکة فجاء الی عمروبن العاص ؓ فقال أقم علَیَّ الحد فامتنع فقال له انی اخبر ابی اذا قدمت علیه فضربه الحد فی داره ولم یخرجه فکتب الیه عمر یلومه ویقول الافعلت به ماتفعل بجمیع المسلمین فلما قدم علی عمرؓ ضربه واتفق انه مرض فمات. (الألی المصنوعة : ۱۶۷/۲)	اس کے بارے میں جوحقیقت ہے ۔وہ یہ ہے کہ زبیربن بکارنے اورابن سعدنے طبقات میں ذکرکیاہے ۔کہ عبدالرحمن الاوسط عمرکی اولادمیں سے جن کوابوشحمہ کی کنیت دی گئی تھی ۔وہ مصرمیں جہادکے لئے گیاتھاتوایک رات انہوں نے نبیذ(جوکہ کھجورسے بنتی ہے)پی تھی ۔توگلی میں نکلے اورعمروبن العاصؓ کے ہاں آئے ۔اوران سے کہنے لگے کہ مجھ پرحدقائم کرو۔انہوں نے انکارکیا۔توابوشحمہ نے کہاکہ پھرمیں اپنے والدصاحب کواطلاع دونگا۔ توانہوں نے حدلگائی مگرگھرکے اندرتوحضرت عمرؓ نے ان کوخط لکھااورملامت کیا۔اورکہاکہ تم نے میرے بیٹے کے ساتھ ایساکیوں نہ کیاجوتمام مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو۔(یعنی سب کوعوام کے سامنے مارتے ہواورمیرے بیٹے کوکمرے میں اندرمارا)پھرجب ابوشحمہ گھرگیا۔توحضرت عمرفاروقؓ نے حدلگائی ۔اوربعدمیں اتفاقاًبیمارہوئے ۔اوروفات پاگئے ۔ (اللآلی المصنوعۃ : ۱۶۷/۲)

اب معلوم ہواکہ حضرت عمرؓکے صاحبزادے نے زنانہین کیاتھاجیساکہ یہ

باب دهم

جھوٹے واعظین اپنی تقریرچمکانے کے لئے بیان کرتے ہیں بلکہ نبیذپیاتھاجسمیں نشہ ساآیاتھا۔توحضرت ابوشحمہؓکوشک پڑگیاتھاکہ میں گنہگارہوگیاہونگا ۔ لہٰذاحدلگی ۔لیکن مراحدلگانے سے نہیں یعنی کوڑوں مارنے سے نہیں بلکہ بعدمیں اتفاقاًبیمارہوااورفوت ہوا۔ دیکھئے صحیح واقعہ کے لئے اللالی المصنوعۃ : (۱۶۷/۲)

اس کے علاوہ یہ واقعہ (۴) ا مدادالفتاویٰ : ۴۷۷/۴).(۵)خیرالفتاوی : ۱۷۰/۱)پردرج کیاگیاہے ۔

ان کتابوں سے دودھ کادودھ پانی کاپانی ہوجائیگا۔ اوربغیرتحقیق کے صحابہ کرامؓپریاتابعین عظامؒ پرزناکی تہمت لگاناگناہ کبیرہ کے ساتھ ساتھ ایمان سلب ہونے کاخطرہ ہے ۔

(اللہ تعالی ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے اورصحیح راستہ پرچلنے کی توفیق عطافرمائے)

آمین یارب الموحدین

(۳)کیا ِمیت کی روح دنیاکے گھرآتی ہے یانہیں ؟

عوام میں میں یہ بھی مشہورہے کہ انسان جب مرجاتاہے تواس کی روح گھرمیں آتی ہے خصوصاًمغرب کے قت دروازے پرکھڑی ہوتی ہے ۔اوروظیفہâں'پں¤ $¢$¤®ل یعنی کھانامانگتی ہے۔پس جووظیفہ نکالتاہے توروح خوش ہوکرواپس جاتی ہے ۔اورجووظیفہ نہیں نکالتاتوروح انتظارکرکے آخرمایوس ہوکرجاتی ہے اوراپنے اہل خانہ کوبددعادیتی ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ دیہاتوں وغیرہ میں لوگ مغرب کے وقت وظیفہ نکالتے ہیں ۔اسی عقیدہ کے تحت کہ اس وقت روح آتی ہے۔صبح کے وقت اگرکوئی مانگے بھی دینے لئے تیارنہیں ہوتے ۔ ماڈرن علاقوں میں وظیفہ میں روٹی کی جگہ پھل فروٹ وغیرہ ہوتاہے لیکن چیزوہی ہے اوربات وہی ہے اوراس عقیدہ ہی کی بنیادپردیتے ہیں حالانکہ یہ ایک غلط عقیدہ ہے ۔کہ روح دنیامیں واپس آتی ہے ۔اورعلماء نے تصریح فرمائی ہے ۔کہ یہ اسلام اورمسلمانوں کاعقیدہ قطعاًنہیں ہے بلکہ یہ شیعوں اورروافضوں کاعقیدہ ہے ۔اس کاترک واجب ہے

(۱)الشیخ عبدالقادرجیلانیؒ لکھتے ہیں

قال الشیعۃ برجع الاموات الی الدنیا : (غنیۃ الطالبین : ۸۷)		کہ شیعہ اورروافض روح کادنیامیں آنے کے قائل ہیں ۔ (غنیۃ الطالبین : ۸۷)

باب دھم

اسلام اوراہل اسلام کااس بات پراتفاق ہے
کہ مردہ کی روح دنیامیں واپس قطعاًنہیں آتی ۔بلکہ دنیاسے جانے کے بعدعلیین یاسجین میں ہوتی ہے۔اس کوواپس آنے کی اجازت نہیں ملتی ہے۔چنانچہ اللہ تعالی کاارشادہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ان میں سے کسی کوموت آنے لگتی ہے توکہتاہے اے میرے پروردگار!مجھے واپس لوٹادے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیامیں جاکرنیک اعمال کرلوں تواللہ تعالی ارشادفرمائیں گے ۔ہرگزنہیں ہرگزنہیں !

كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلىٰ يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ : (المؤمنون : ١٠٠)		کہ ہرگزایسانہیں ہوگا،یہ توصرف ایک قول ہے جس کایہ قائل ہے، ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ،انکے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔ (سورئہ مومنون : ١٠٠)

(١)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں
کہ ''اب وہ برزخ میں پہنچ چکاہے ۔قانون یہ ہے کہ برزخ سے لوٹ کرکوئی دنیامیں نہیں آتا۔اورقیامت اوربعث ونشرسے پہلے دوسری زندگی نہیں ملتی ۔(ہاں برزخ میں برزخی زندگی ہوتی ہے)معارف القرآن : ٣٣١/٦)

(٢)شیخ التفسیرشیخ القرآن مولاناغلام اللہ خان صاحب ؒدیوبندی تحریرکرتے ہیں
کہ''کلاکلمہ ردع ہے ۔یعنی ایساہرگزنہیں ہوسکے گااس کایہ خیال غلط اوریہ امیدباطل ہے ۔کہ اب اسے دنیامیں دوبارہ بھیجاجائیگا۔حسرت اورندامت کی وجہ سے بات کہتارہے گامگربے فائدہ وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ۔ان کاموت کے بعددنیامیں واپس آنامحال ہے۔جواہرالقرآن : ٧٨٨/٢حاشیہ نمبر٧٦)

(٣)حکیم الامت حضرت مولانازشرف علی تھانویؒ دیوبندی لکھتے ہیں
کہ''بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں میں اورجمعرات کے دن اورشب برأت وغیرہ کے دنوں میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں ۔اس بات کی بھی شرع میں کچھ اصل نہیں ۔ان کوآنے کی ضرورت ہی کیاہے ۔کیونکہ جوکچھ ثواب مردوں کوپہنچایاجاتاہے وہ ان کوخودان کے ٹھکانے پرپہنچ جاتاہے ۔پھراس کوکیاضرورت ہے ۔کہ ماراماراپھرے پھریہ بھی ہے۔ کہ اگرمردہ نیک اوربہشتی ہے ۔توایسی بہارکی جگہ چھوڑکرکیوں آئے گا۔اوراگربداوردوزخی ہے۔تواس کوفرشتے کیوں چھوڑدیں گے۔ہ عذاب سے چھوٹ کرسیرکرتاپھرے ۔عرض یہ بات بالکل بے جوڑمعلوم ہوتی ہے۔ اگرکسی ایسی ویسی کتاب میں لکھاہوادیکھوتب بھی ایساعقیدہ

مت رکھنا۔بہشتی زیورحصہ ششم : ۵۵)
(۴)مفتی دالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں کہ’’مردوں کی ارواح کامکان پرآنانہ توقرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت ہے۔اورنہ ہی کسی صریح حدیث سے اس کاثبوت ہے۔(فتاویٰ محمودیہ : ۱۰۲/۱۲)

(۵)شیخ الحدیث مولانامحمدیوسف لدھیانوی شہیدملت اسلامیہؒ لکھتے ہیں کہ’’جمعرات کوروحوں کاآناکسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں نہ اس کاکوئی شرعی ثبوت ہے۔ (پھرلکھتے ہیں)کہ’’روحوں کاگھرآناغلط ہے۔ آپ کے مسائل اورن کاحل : ۳۱۰/۱)

(۶)شیخ الحدیث مفتی رشیداحمدگنگوہی دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ’’ارواح مؤمنین کاشب جمعہ وغیرہ کواپنے گھرآناکہیں ثابت نہیں ہوایہ روایات (جوروح آنے پرپیش کی جاتی ہیں) واہیہ ہیں اس پرعقیدہ رکھناہرگزنہیں چاہئے ۔(فتاویٰ رشیدیہؒ ۲۶۹/۱)

(۷)مفتیان جامعہ دارالعلوم حقانیہ آکوڑہ خٹک نوشہرہ لکھتے ہیں کہ’’میت کے بعدروح کاگھریادنیامیں واپس آناکسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ۔اورنہ ہی عقل اس کی تائیدکرتی ہے ۔بلکہ موت کے بعدروح جنت یادوزخ میں ہوناصحیح روایات سے ثابت ہے۔ اس لئے ایساعقیدہ رکھناخلاف شرع ہے۔ عوام الناس کواس غلط عقیدہ سے منع کرناچاہئے ۔ (فتاویٰ حقانیہ : ۲۰۸/۱) بحوالہ الترغیب والترہیب : ۳۱۶/۲،)

(۸) علامہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ عوام کاعقیدہ ہے کہ مردو ں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں۔۔۔۔۔یہ خیال غلط ہے اوربراعقیدہ ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ۔(اغلاط العوام ص ۲۰)
دارالعلوم دیوبندکے استادمولانارفعت قاسمی بھی یہی لکھتے ہیں ۔(مسائل شرک وبدعت ص۱۶۱)

حضرات گرامی!

مذکورہ ٹھوس حوالوں سے روزروشن کی طرح یہ ثابت ہواکہ مُردوں کی ارواح کاگھروں میں اوریادنیامیں آنے کاعقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اورعلمائے دیوبند(فاضت فیوضھم)اس کی سختی سے تردیدکرچکے ہیں اورکررہے ہیں ۔اوراوپرباحوالہ ذکرہوچکاہے کہ یہ عقیدہ مسلمانوں میں سے کسی کانہیں ہے ۔اورنہ کوئی مسلم یہ عقیدہ رکھ سکتاہے ۔البتہ یہ شیعوں کاعقیدہ ہے ۔اوران کی کتابونمیں اس کاذکرموجودہے ۔اب ہمارے کرم ایجنسی کے بعض علماء جوکہ یہ

عقیدہ رکھتے ہیں کہ مردہ کی روح ہرجمعرات اپنے گھرآتی ہے ۔یہ خالص جھوٹ ہے ۔بلکہ یہ عقیدہ شیعوں کاہے ۔یہ بھی ان کے نقشِ پاچھوم رہے ہیں لہٰذاایسے لوگوں کے پیچھے نمازپڑھنادرست نہیں ہے
(وَلاَ تَتَّبِعُواْ أَهوَاء قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيْراً وَضَلُّواْ عَن سَوَاء السَّبِيْلِ)
اوران لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کروجوپہلے سے بہک چکے ہیں
اوربہتوں کوبہکابھی چکے ہیں
اورسیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں
(سورئہ مائدہ : ۷۷)

(۴)درودتاج کی شرعی حیثیت)

وہ کون مسلمان ہے ۔جودرودشریف کے ثواب کاقائل نہ ہو۔مگردرودوہ بہترہے ۔جوحدیث صحیح سے ثابت ہو۔اورجس کی تعلیم نبی اکرمﷺ نے دی ہو۔ بدقسمتی سے بعض عوام میں ایک درودمشہورہے ۔جس کودرودتاج کہتے ہیں ۔اس میں سرورکائناتﷺ کے نسبت نامناسب کلمات موجودہیں ۔مثلاًدرج ذیل کلمات ہیں

دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم :		کہ اے مصیبتوں اوربلائوں قحط سالیوں بیماریوں اوردردوں کے دورکرنے والے۔

حالانکہ مصیبتوں اورقحط سالیوں اوربلائوں وغیرہ کودورکرنے والابھی اللہ اورلانے والابھی اللہ ۔نبی ان چیزوں کونہ دورکرسکتے ہیں اورنہ ہی لاسکتے ہیں ۔یہ ان کے اختیارمیں ہی نہیں ۔قرآن کریم میں ایسی آیتیں بہت ہی زیادہ ہیں ۔سرسری نظرسے بھی مل ہی جاتی ہیں ۔لہٰذالکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ۔

عوام حضرات چھوٹے رسالوں میں اس درودکولیتے ہیں اورپڑھتے ہیں اورباعث ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ درودمن گھڑت ہے ۔کسی مستندکتاب سے ثابت نہیں ۔لہٰذااس کے پڑھنے سےثواب کیا؟بلکہ آدمی اس سے گنہگارہوجاتاہے۔لہٰذااس کوچھوڑناچاہئے!

(۱)چنانچہ مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ لکھتے ہیں

کہ’’درودتاج کے الفاظ قرآن پاک اورحدیث شریف کے نہیں ہیں اورصحابہ کرامؓ تابعین وسلف صالحین وغیرہ سے درودتاج پڑھناثابت نہیں ہے۔درودتاج سینکڑوں برس بعدکی ایجادہے ۔جس درودکے الفاظ آنحضرتﷺ نے صحابہ کرامؓ کوسکھلائے (جیسی درودابراہمی وغیرہ)کوئی دوسرادرودجس کے الفاظ ایجادکردہ ہوں ۔اس کامقابلہ نہیں کرسکتا۔سرورکائنات ﷺکی زبان مبارک سے صادرشدہ الفاظ اورکسی

امتی کے ایجادکردہ الفاظ کی برکت میں زمین وآسمان کافرق ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ : (۲۹۶/۲)

مزید آگے علامہ موصوف ؒلکھتے ہیں
کہ”خلاصہ یہ کہ حتی الامکان وہی درودپڑھاجاوے جوحدیث شریف سے ثابت ہو۔(پھرآگے موصوف ؒلکھتے ہیں
کہ”فتویٰ کاخلاصہ یہ ہے کہ درودتاج کے فضائل جوجہلاء میں مشہورہیں وہ بے اصل اوربے بنیادہیں حدیث شریف سے ثابت نہیں فضائل ومقدارثواب آنحضرتﷺ کے بیان کئے بغیرجانناممحال ہے۔خوددرودتاج سنکڑوں برس کے بعدایجادہے۔ تواس کے پڑھنے کی فضیلت اورمقدارثواب کس نے اورکب بتائی ؟ فتاویٰ رحیمیہ : (۳۰۰/۲)

(۲)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندحضرت مولانامفتی محمدحسن صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں
کہ”(درودتاج کے) جوفضائل عوام جہال بیان کرتے ہیں وہ محض لغواورغلط ہیں ۔احادیث میں جودرودواردہیں ۔وہ یقیناًدرودتاج سے افضل ہیں ۔نیزاس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں ۔اس لئے اس کوترک کرناچاہئے ۔۔فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے متعلق جوکچھ لکھاہے صحیح ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۲۲۲/۱)

(۳)مفتی رشیداحمدگنگوہی ؒ لکھتے ہیں
کہ”دوردتاج کے جوفضائل بعض جاہل بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہیں ۔اس کامرتبہ بجزشارع علیہ السلام کے یہاں فرمانے کے معلوم ہونامحال ہے۔ اوراس درودکی تالیف (ایجاد)صدہاسال گزرنے کے بعدہوئی ہے
(پھرآگے علامہ موصوف ؒلکھتے ہیں)کہ اس میں بہت کچھ ثواب کی امیدرکھناگمراہی کی بدعت ہے ۔چونکہ درودتاج میں کلمات شرکیہ بھی ہیں ۔اندیشہ عوام کے عقیدہ کے خراب ہونے کاہے۔ لہٰذااس کاپڑھناممنوع ہے ۔فتاویٰ رشیدیہ : (۱۶۲/۱)

نیزتفصیل کیلئے دیوبندکے استادرفعت قاسمی کی کتاب مسائل شرک وبدعت ص ۵۹،۶۰ ملاحظہ ہوں۔

(۴)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں ۔
کہ”درودتاج اوردعائے گنج العرش کی اسنادبے اصل ہیں ۔کفایت المفتی : ۷۰/۲)

حضرات !علمائے دیوبنداوردیگرحق پرست علمائے کرام درودتاج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ منگھڑت درودہے۔ اس کاپڑھناممنوع ہے۔ اس میں شرکیہ

کلمات ہیں ۔پھربھی بعض جاہل پیراورباطل پرست مولوی اس کے وردیعنی پڑھنے کاحکم دیتے ہیں ۔یہ عوام کے ساتھ بہت بڑی خیانت ہے ۔ برائے کرم اپنے نفسوں پررحم کرو۔
وہ درودشریف پڑھنے کااہتمام کروجوآقائے نامدارجناب محمدﷺنے دی ہے ۔ وہ یقیناًمولویوں کی بنائی گئی درودسے بہترہے اورکچھ نہیں آتاتونمازوالی درودابراہیمی سب سے بہترہے ۔ اسی کوپڑھ لیاکریں ۔

(۵) محرم میں سبیل لگانااورشربت تقسیم کرنابدعت ہے)

ہرمسلمان کوبخوبی علم ہے ۔کہ اللہ تعالی کے راستے میں صدقہ وخیرات کرنافقراء اورمساکین میں کوئی چیزتقسیم کرناجب ریاء اورنمودسے پاک ہو۔کسی رسم ورواج اوراپنی طرف سے قیودات سے خالی ہو۔توکارثواب ہے۔ اورانسان کیلئے توشہ آخرت ہے ۔مگربدقسمتی سے مسلمانوں کاعمل خاص اللہ کے بجائے کسی رسم کی تابعداری کی وجہ سے ہوتی ہے۔یاکسی غلط عقیدے پربناہوتاہے ۔اسی قسم سے محرم میں سبیل لگانااورشربت تقسیم کرنابھی ہے۔عوام کایہ خیال ہے۔ کہ حضرت سیدناحسین رضی اللہ عنہ کوپیاس کی حالت میں شہیدکیاگیاہے۔بمعہ تمام خاندان کئی دن پانی بندتھا۔تومحرم میں پانی یاشربت ان کے ہاں پہنچتاہے۔وغیرہ وغیرہ ....
حالانکہ اولّ توحضرت سیدناحسین رضی اللہ عنہ پرپانی بندکرنے کاقصہ ہی من گھڑت اوربے بنیادہے۔
دومؔ پانی یاشربت کے پہنچنے کاعقیدہ تواوربھی عجیب ہے۔کیونکہ ثواب توپہنچتاہے بشرطیکہ صدقہ رسومات اورقیودات سے خالی ہو۔بعینہ کوئی چیزنہیں پہنچتی ۔
سومؔ یہ کہ محرم میں شربت ہی کاالتزام کرنااس عقیدہ کی غمازی کرتاہے۔
چہارمؔ یہ کہ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس رسم میں شیعوں کے ساتھ مشابہت ہے جوکہ مسلمانوں کیلئے بہت ہی خطرناک ہے چنانچہ درج ذیل چندعلماء کرام کے اقتباسات لکھ دیتاہوں ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ"پانی پلاناکارثواب اورنیکی کاکام ہے ۔لیکن صرف عشرئہ محرم کی تخصیص اورباقی دنوں میں اس عمل کوترک کرناترجیح بلامرجح اورروافض کاتشبہ ہے۔اس لئے یہ عمل بدعت اورقابل ردہوگا۔خیرالفتاویٰ : ۵۶۹/۱)

(۲)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں
یہ پابندی بھی غلط اورغیرثابت ہے۔اگرسردی کاموسم ہوتب بھی شربت ہی پلایاجاتاہے ۔ایک عقیدے کوبھی اس میں دخل ہے۔وہ یہ کہ حضرت امام حسینؓ کے

متعلق مشہورہے۔کہ پیاسے شیہدکئے گئے اوریہ شربت ان کے ہاں پہنچ کران کی پیاس بجھائے گا۔اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے۔یہ شربت وہاں نہیں پہنچتااورنہ ہی ان کوشربت کی ضرورت ہے۔اللہ پاک نے ان کے لئے جنت میں اعلی سے اعلی نعمتیں عطاکرر کھی ہے۔جن کے مقابلہ میں یہاں کاشربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔فتاویٰ محمودیہ : ۴۶۶/۱۵)

(۳)مفتی اعظم حضرت مولانامفتی محمدشفیع صاحبؒ اورمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ سے کسی نے سوال کیاہے۔
کہ (محرم میں)شربت وغیرہ تقسیم کرنااوراس سے امیدثواب رکھنا.....درست ہے یانہیں؟
وہ جواب میں لکھتے ہیں کہ’’شربت وشیرینی بوجہ رسوم مروجہ کے سب ناجائزہیں ۔فتاوی دارالعلوم دیوبند : ۱۲۶/۱)

(۴)امام المجاہدین مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ نے تواس موضوع پرمستقل رسالہ (منکرات محرم)کے نام سے لکھا ہے ۔جس میں ایسے گناہوں پرتنبیہ کی گئی ہے جن میں شیعوں سے متأثرہوکراکثرمسلمان بھی ان میں مبتلاہیں

چنانچہ موصوفؒ لکھتے ہیں کہ’’محرم کے مہینے میں باالخصوص نویں ،دسویں اورگیارویں تاریخ میں کھاناپکاکرحضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح کوایصالِ ثواب کرتے ہیں ۔یہ طریقہ غلط ہے۔ ....اس مروجہ طریقے کی قباحتیں سُنیے۔

(۱)جن ارواح کوایصال ثواب کیاجاتاہے۔اگران کونفع ونقصان کامالک سمجھاگیاتویہ شرک ہے۔ (یہاں ایساہی ہوتاہے)ایساکھانا(ماَاُھلَّ لِغَیْرِاللہِ بہ) میں داخل ہونے کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔

(۲)عموماًیہ خیال کیاجاتاہے۔کہ جوچیزصدقے میں دیجاتی ہے۔میت کوبعینہ وہی چیزملتی ہے یہ خیال بالکل باطل اورلغوہے ۔
میت کووہ چیزنہیں پہنچتی بلکہ اس کاثواب پہنچتاہے۔ لَن یَنَالَ اللہَ لُحُومُہَا وَلَا دِمَاؤُھا وَلَکِن یَنَالُہُ التَّقْوَی مِنکُمْ میں صراحت ہے۔کہ اللہ تعالی کے ہاں قربانی کے جانورکاگوشت پوست نہیں پہنچتابلکہ اس کاثواب پہنچتاہے۔

(۳)ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے یہ قیودات لگائی گئی ہیں ،صدقے کی متعین صورت یعنی طعام (یاشربت)مہینہ متعین ،دن متعین ،حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی آپ جب چاہیں جوچاہیں صدقہ کرسکتے ہیں ۔شریعت کی دی ہوئی آزادی پراپنی طرف سے پابندیاں لگاناسخت گناہ اوربدعت ہے۔بلکہ شریعت کامقابلہ ہے۔(احسن الفتاویٰ : ۳۹۲،۳۹۱/۱)

حضرات گرامی!

آپ نے پڑھاکہ تمام علمائے دیوبنداوردیگرحق پرست علماء نے محرم سبیل لگانے اورشربت تقسیم کرنے اورانہی ایام خاص قسم کے کھانے پکاکرایصال ثواب کرنے کوبدعت اورناجائزلکھاہے ۔اس میں چندہ دینابھی بوجہ نذرغیراللہ یاتعاون علی الاثم یعنی گناہ کے کام میں کسی کے ساتھ مددکرنے کی وجہ سے ناجائزاورحرام ہے۔اورایسے شربت پینااورایساکھاناکھالینابھی حرام اورناجائزہے۔ نیزتوسع علی العیال والی روایت بھی ضعیف اورغیرثابت ہے۔ یعنی کہ کوئی اس روزاپنے اہل وعیال پروسعت رزق کرے توپوراسال وسعت رزق ہوگی۔ احسن الفتاویٰ : ۳۹۵/۱)

(۶)تراویح وغیرہ میں ختم قرآن کے موقعہ پرمٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کی شرعی حیثیت)

عام طورپررمضان المبارک میں جب حافظ صاحب قرآن شریف ختم فرمائیں توپھرگاؤں اوریامحلہ وغیرہ کے لوگ چندہ اکٹھاکرکے مسجدمیں مٹھائی لاکرتقسیم کرتے ہیں اوخوشی مناتے ہیں

ختم قرآن تراویح میں واقعی ایک مسنون اوربہترین عمل ہے۔اس پرخوش ہوناہی مناسب ہے۔مگرشیطان نے یہاں بھی اپنی چال چلاکراس خوشی کوغلط رنگ چھڑایاہے۔اورمسلمانوں کوکئی قباحتوں اورگناہوں میں مبتلاکیاہے۔اوّل یہ کہ ضرورت شرعیہ کے بغیرخوامخواچندہ جمع کرنا۔دومؔ یہ کہ بعض حضرات چندہ ریاء اورنمودکے لئے دیتے ہیں ۔سومؔ یہ کہ بعض حضرات شرم اورعارکی وجہ سے مجبورہوکرچندہ دیتے ہیں ۔

چہارمؔ یہ کہ مسجدمیں بلاضرورت کھاناپینا۔پنجمؔ یہ کہ اس وقت ضرورت سے زیادہ روشنی کاانتظام ہوتاہے

ششمؔ یہ کہ مسجدمیں شورمچاناباتیں کرنا۔ ہفتمؔ یہ کہ چندہ نہ دینے والوں کوطعنے دینایااس کی پس پردہ توہین اور غیبت کرنا

نہمؔ یہ کہ اس رسم حصہ نہ لینے والوں یانہ کرنے والوں کولایق ملامت سمجھناوغیرہ یہ سب ناروااورناجائزامورہیں ۔ جن سے پرہیزکرناواجب ہے ۔

(۱)حضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب گنگوہیؒ لکھتے ہیں

کہ’’چندہ کرکے اس طرح شیرینی تقسیم کرنادرست نہیں علی الخصوص اس جگہ اس شیرینی کاالتزام کرلیویں اوراس کے تارک کوملامت کریں نادرست ہے۔تالیفات رشیدیہ : ۱۴۸/۱)

باب دھم

(۲)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمولانامفتی محمودحسن دیوبندی صاحب ؒلکھتے ہیں
کہ’’ختم قرآن شریف پرمٹھائی کے لئے چندہ کرنے میں عامۃًحدودکی رعایت نہیں کی جاتی ۔اس کولازم سمجھاجاتاہے۔ چندہ دینے میں زورڈالاجاتاہے۔عاردلائی جاتی ہے۔ کہ فلاں نے کم کردیاتفاخرکیاجاتاہے بعض آدمی مجبوراًقرض لے کردیتے ہیں ۔ان خرابیوں کی وجہ سے اس کومنع کیاجاتاہے ۔روشنی اورسجاوٹ اسراف تک کی جاتی ہے۔اس کی اجازت نہیں ۔فتاویٰ محمودیہ : ۱۸۰/۱۲)
(۳)فخرعلمائے دیوبندمرشدالمجاہدین حضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ رقمطرازہے
کہ’’مٹھائی تقسیم کرنے کی مروج رسم میں کئی قبائح ہیں ۔مثلاً
(۱)اسے مستقل ثواب سمجھاجاتاہے ۔جودین پرزیادتی ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔
(۲)اس کاایساالتزام کیاجاتاہے ۔کہ کسی حال میں بھی اس رسم کوترک نہیں کیاجاتا۔التزام کی وجہ سے مستحب کام بھی واجب الترک ہوجاتاہے ۔چہ جائیکہ جس کااستحباب ہی ثابت نہ ہو۔
(۳)وقف کی رقم سے اس پرصرف کرناناجائزہے،اس لئے کہ یہ مصارف مسجدمیں سے نہیں ہے ۔(اگرکسی نے وقف کی رقم لگاکرمٹھائی کاانتظام کیاتوکمیٹی والاپرشرعاًاس رقم کاضمان واجب ہوگا۔یعنی وہ اپنی جیب سے مسجدکاخرچ شدہ رقم واپس کریگا۔
(۴)بلاضرورت شرعیہ چندہ کرناناجائزہے۔ اس میں دین اورقرآن کریم کی تحقیروتذلیل ہے۔
(۵)چندہ میں اگرخطاب خاص کیاگیا۔یاایسی مجلس میں خطاب عام کیاگیاکہ جس میں کچھ خاص لوگ شریک ہوں ۔توان دونوں صورتوں میں چندہ دہندگان کی رضااورطیب خاطرمتعین نہیں ۔بلکہ ظن غالب یہ ہے۔ کہ مروت اورغلبہ حیاء کی وجہ سے رقم دی ہوگی۔ لہٰذااس رقم سے خریدکردہ مٹھائی حلال نہ ہوگی۔ قال رسول اللہ ﷺ لایحل مالامرئٍ مسلمٍ الامن طیب نفسه ۔(مسندالامام احمد)مندرجہ بالاخرابیوں کی وجہ سے یہ رسم ناجائزاورواجب الترک ہے ۔احسن الفتاویٰ : ۳۷۷/۱)

(ضروری نوٹ)

بعض علاقونمیں چندہ تونہیں کرتے کوئی ایک آدمی مٹھائی وغیرہ لاکرتقسیم کرتاہے۔ مگروہ بھی جائزنہیں ہے اس لئے کہ یاتووہ اس کومستقل ثواب سمجھتاہے ۔اوریہ بدعت ہے جیساکہ اوپربیان ہوگیا۔یاریاونمودکے لئے کرتاہے۔

دونوں صورتونکاواضح قرینہ یہ ہے کہ یہ رقم کسی دوسری اہم جگہ لگانے کے لئے یہ شخص تیارنہیں ہوتا۔چاہے آپ اس کوہزارہادوسری مدکے فضائل سنادیں ،اوراس مدکی ترجیحات بتادیں۔

حضرات گرامی !

پس مذکورہ اولیاء کرام کی تحریرات سے ثابت ہواکہ مذکورہ بالارسم ناجائزاوربدعت ہے۔ اس کوترک کرناچاہئے!(وفقکم للہ وایانا اتباعَ السنة واجتناب البدعة والمبتدعین)

(۷)حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اٰذان نہ دینے سے سورج کاطلوع نہ ہوناغلط قصہ ہے)

ایک قصہ مشہورہے ۔کہ بعض حضرات نے حضرت بلالؓ کی اٰذان پراعتراض کیا۔کہ یہ اشہدکی جگہ اسہدیعنی سین بولتے ہیں ۔توآپﷺ نے انہیں اٰذان دینے سے روکااوردوسرامؤذن مقررفرمایا۔توجب دوسرے مؤذن نے صبح کی اٰذان دی ۔توصبح نہ ہورہی تھی ۔ بعض وعظ کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھابھی ہے۔ اورپھرکسی نے اس مضمون کو اشعارکے ساتھ مزین بھی کیاہے ۔

چنانچہ وعظ بے نظیرمیں لکھاہے

گفت ہاتف بردرخیرالوریٰ گفت اٰذان امروزشدباشورزور
گفت ہاتف بازازبانگ بلال چہ سبب بے بانگ شدخانہ خدا
شدمصلی راحت شیطان نفور خوش شدے برعرش اعلی ذوالجلال

حالانکہ یہ واقعہ من گھڑت اوربے اصل ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اورنہ ہی کسی مستندکتاب میں اس کاکوئی ذکرہے

(۱)علامہ ملاعلی قاری الحنفیؒ اپنی کتاب موضوعات کبیرمیں لکھتے ہیں

ان بلالا ؓ کان یبدل الشین فی الاٰذان سیناً قال المزنی انه اشتهر علی السنة العوام ولم نره فی شیئٍ من الکتب۔ (موضوعات الکبیر : ۴۱)		کہ حضرت بلالؓ اٰذان میں شین کوسین سے بدل دیتے تھے امام مزنیؒ کہتے ہیں کہ یہ قصہ عوام میں مشہورہواہے۔حالانکہ ہم نے کسی (مستند)کتاب میں نہیں دیکھا۔ (موضوعات کبیر : ۴۱)

(۲)دوسری جگہ موصوفؒ لکھتے ہیں

سین بلال عندالله شین قال ابن کثیر لیس له اصل . (موضوعات الکبیر : ۷۵)		کہ بلالؓ کی سین اللہ کے نزدیک شین ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایاہے کہ اس کی کوئی اصل (حقیقت نہیں)نہیں ۔

باب دھم

		(موضوعات کبیر : ۷۵)

(۳)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ''یہ بات ویسے ہی مشہورہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔خیرالفتاویٰ : ۴۸۵/۱)

حضرات گرامی !
کم علمی اوردینی کتابوں سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ایسی بہت سی باتیں ہمارے معاشرے میں رائج اورمشہورہیں جن کااسلام سے دورکاواسطہ بھی نہیں بلکہ یہ تمام باتیں دشمنان اسلام کی سازشیں ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمان ان کودین سمجھ کرکرتے رہے اوران کوصحیح راستہ نہ مل سکیں ۔آپ دیکھ لیجئے !کہ اس قصے میں قباحتیں ہیں
اولؔ یہ کہ اس میں آپﷺپرجھوٹ باندھاگیاہے۔ کہ انہوں نے ان کواُذان سے روکا۔
دوم ؔ یہ کہ حضرت بلالؓ پرتہمت ہے اوران کی عیب جوئی ہے کہ وہ شین نہیں بول سکتے تھے ۔
سوم ؔ یہ کہ اللہ تعالی پرافتراء ہے کہ اس نے صبح نہ کی ۔چہارمؔ یہ کہ اللہ نے آپﷺ کے فیصلہ ردفرمایا وغیرہ یہ سب قباحتیں ہمارے ذہنوں سے اوجل ہیں ۔لہذاایسے جھوٹ اورمن گھڑت واقعوں اورقصوں سے عوا م کے عقائدبگڑجاتے ہیں ۔ اللہ تعالی ۔قصہ گوواعظین کوہدایت فرماویں ۔

(۸)کھانے اوراُذان کے بعداورسواری وغیرہ کی دعائوں میں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے)

صوبہ سرحدکے اکثرعلاقوں میں عوام کی عادت ہے ۔کہ جب کھاناتناول فرماتے ہیں ۔توسب ہاتھ اٹھاکراجتماعی دعامانگتے ہیں ۔اُذان کے بعدبھی ہاتھ اٹھاکردعامانگتے ہیں ۔گاڑی وغیرہ میں سوارہوکردعائے خیرکی آوازلگاکرہاتھ اٹھاکردعاکرتے ہیں ۔حالانکہ الحمدللہ ہمارادین ایساکامل اورمکمل ہے۔ کہ اس میں پیشاب کرنے کابھی طریقہ بتایاگیاہے۔ ہرعبادت آپﷺکے بتائے طریقے پراداکرناضروری ہے۔ لہذامعلوم ہوناچاہئے ۔کہ شریعت مطہرہ میں قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ عام دعاؤں میں رفع یدین مستحب ہے۔ لیکن جن مخصوص مقامات میں مخصوص دعائیں منقول ہیں ۔وہاں ہاتھ نہ اٹھانے پراجماع ہے۔
(۱)چنانچہ امام المجاہدین مفتی رشیداحمدصاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''مواضع مخصوصہ کے لئے الفاظ مخصوصہ میں عدم رفع یدین پراجماع ہے۔ زبدۃ الکلمات : ۱۳)

چونکہ کھانے کے بعدمخصوص الفاظ منقول ہیں ۔ الحمدلِلّٰہ الذی أطْعَمَنَاوَسَقَانَاوَجَعَلَنَامِنَ المسلمین :
اُذان کے بعدمخصوص الفاظ نقل ہیں -------------- اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اٰتِ محمداًالوسیلۃ وابعثہ مقامامحمودنالذی وعدتہ انك لاتخلف المیعاد
سواری کے لئے مخصوص دعاہے----- سُبْحانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھذَا وَمَا کنَّا لَه مُقْرِنِیْنَ وَإِنَّا إِلَی رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ.
مسجدمیں داخل ہونے کی مخصوص دعاہے ----------------- اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك
مسجدسے نکلنے کی دعا--------------------------------- اللّٰھم انی أسئلك من فضلك
بیت الخلاء جاتے وقت کی دعا ------------------ اللّٰھم انی أعوذبك من الخبث والخبائث
بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا ------------------------------- غفرانك
بیوی کے پاس جاتے وقت کی دعا ------------- اللّٰھم جنِّبْناَ الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مارَزَقْتَنَا
حضرات گرامی !
مذکورہ تمام مواضع میں مخصوص الفاظ سے ادعیہ منقول ہیں ۔اوراس کے علاوہ اوربھی بہت سے مقامات میں ادعیہ مخصوصہ منقول ہیں لہٰذامذکورہ تمام مواضع میں ہاتھ اٹھاکردعامانگناثابت نہیں ہے۔ اوربدعت ہے
امام المجاہدین استادالعلماء فقیہ العصرمفتی رشیداحمدصاحب لدھیانوی ؒلکھتے ہیں کہ"اس بارے قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ مطلق دعاکے لئے رفع یدین مستحب ہے۔ مگرجہاں شریعت نے خاص مواقع میں خاص الفاظ کے ساتھ دعاکی تعلیم دی ہے۔ مثلاًمسجدمیں داخل ہوتے وقت اورنکلتے وقت اورسونے کے وقت اورسونے سے اٹھ کراوربیت الخلاء میں داخل ہوتے اورنکلتے وقت سوارہوتے وقت اوربوقت جماع وغیرہ ان مواضع میں دعاکے وقت ہاتھ اٹھاناشرعاًثابت نہیں ۔کھانے کے بعداوراذان کے بعدبھی اسی قسم میں داخل ہے۔مذکورہ مواقع پرہاتھ اٹھاکردعاکرنابدعت ہے-----
اسی صفحہ پرلکھتے ہیں کہ"حضورﷺسے اہل طعام کے لئے دعاثابت ہے۔ مگراس میں ہاتھ اٹھانااوراجتماعی صورت ثابت نہیں ۔لہٰذااس رسم سے اجتناب ضروری ہے۔ احسن الفتاویٰ : ۱/۳۶۶)

(۹)خطبہ کے دوران درودشریف پڑھنے کی شرعی حیثیت)

ویسے تودرودپڑھنامطلوب اوربابرکت عمل ہے۔ مگربعض موقعوں میں شریعت نے کچھ پڑھنے سے منع فرمایاہے۔ علماء ربانیین توجانتے ہیں ۔مگراکثرعوام کوپتہ

نہیں ہے۔ چنانچہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ کے لئے کھڑاہوجاتاہے۔ اورخطبہ میں جب اس آیت پرپہنچتاہے۔ إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً : الاحزاب : ۵۶)

تویہ آیت کریمہ سنتے ہی اکثرعوام خطبہ کے دوران درودشریف پڑھنے لگتے ہیں ۔حالانکہ شریعت مطہرہ میں خاموشی کے ساتھ خطبہ کاسنناواجب ہے۔ اورخطبے کے دوران نمازکی طرح ہرطرف سے منہ موڑکرایک اللہ کی طرف متوجہ ہوناضروری ہے۔ اورخطبہ کے دوراں درودشریف نہیں پڑھناچایئے ۔ ہاں دل میں پڑھے زبان اورہونٹ نہ ہلائے توحرج نہیں ۔

(۱)چنانچہ رحمت عالم ﷺ کاارشادہے

اذاخرج الامام فلاصلوٰة ولاكلام : (ردالمحتار : ۷۶۸/۱)		کہ جب امام (خطبہ کیلئے)نکلے تونہ نمازجائزہے ۔اورنہ باتیں جائزہیں . (ردالمحتار : ۷۶۸/۱)

(۲)علامہ شامی الحنفیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

أی من جنس كلام الناس وكذالك اذا ذكر النبی ﷺ لايجوز ان يصلوا عليه بالجهر بل بالقلب وعليه الفتوىٰ ...... والصواب أنه يصلی علی النبی ﷺ عند سماع اسمه ﷺ فی نفسه . ردالمحتار : ۷۶۸/۱)		کہ جنس لوگوں کی باتیں جائزنہیں ۔اوراسی طرح جب آپﷺکاذکرآئے۔توجائزنہیں کہ اس پرجہراًدرودپڑھے ۔ بلکہ دل میں بھی۔ اوراسی پرفتویٰ ہے............ -- آگے لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے۔ کہ آپﷺکے نام سننے پردل میں درودپڑھیگا۔(ردالمحتار : ۷۶۸/۱)

مذکورہ حدیث مبارکہ اورفقہ کی عبارت سے ثابت ہواکہ خطبہ کے دوران يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَليه وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً کے بعدزبان سے کچھ کہناجائزنہیں صرف دل دل میں درودشریف پڑھناجائزہے۔ اورعلماء دیوبندبھی یہی کچھ لکھتے ہیں

(۱)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ''اس وقت دل میں درودپاک پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے ۔خیرالفتاویٰ : ۱۰۸/۳)

(۲)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحب ؒلکھتے ہیں
کہ''ایسی حالت میں دروددل میں پڑھ لے۔فتاویٰ محمودیہ : ۳۴۱/۲)

(۳)فقیہ العصرحضرت اقدس مولانامفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ''چونکہ خطبہ نمازکے حکم میں ہے اس لئے اس حالت میں زبان سے

پڑھناجائزنہیں دل پڑھ سکتے ہیں (احسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۸۱)

(۴)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''درمختارکی عبارت مذکورہ سے معلوم ہواکہ خطبہ کے وقت نمازپڑھنااورتلاوت قرآن اوردرودوتسبیح اورسلام وجواب سلام سب ناجائزہیں ۔فتاوی ٰدارالعلوم دیوبند : ۱/۳۷۵)

(۵)مفتی محمدتقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں
کہ''خطبے کے دوران بالکل خاموش رہناواجب ہے اوریہ حدیث میں ہے کہ اگرکوئی شخص بولِ رہاہوتواسے چپ کرانے کے لئے بولنابھی ناجائزہے ،لہذاجب امام آیت کریمہ (ِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ)پڑھے تومقتدیوں کودِل دِل میں درودشریف پڑھناچاہئے ،زبان سے پڑھنادرست نہیں ،خطبے کے دوران نمازپڑھنابھی ناجائزہوجاتاہے تودرودپڑھنابدرجہ اَوْلیٰ نادرست ہوگا۔فتاویٰ عثمانی : ۱/ ۵۱۱)

حضرات گرامی !
مذکورہ عبارات اورحوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوچکاکہ خطبہ کے دوران درودوغیرہ پڑھناجائزنہیں ہے ۔

(۱۰) پہلے خطبہ میں ہاتھ ناف پرباندھنااوردوسرے میں گھٹنوں پررکھنابدعت ہے)

بعض علاقوں میں یہ دستورہے ۔کہ جب امام صاحب پہلے خطبہ کے لئے کھڑاہوتاہے۔ توعوام بیٹھے بیٹھے ہاتھ ناف پرباندھ لیتے ہیں اورجب دوسراخطبہ شروع ہوجاتاہے ۔توپھرہاتھ چھوڑکرتشہدکی حالت بنالیتے ہیں ۔اورعوام اس فعل کوسنت یاکارثواب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شریعت مطہرہ پرزیادتی اوربدعت ہے۔ ایساکرناکسی حدیث یاآثارصحابہ ؓسے ثابت نہیں بلکہ خودساختہ اورمخترع عمل ہے۔جوکہ بدعت ہے۔البتہ دوران خطبہ تشہدکی طرح بیٹھنامستحب ہے۔مگرضروری نہیں بلکہ جس طرح آسان ہوبیٹھناجائزہے۔ (۱)چنانچہ فقہ حنفی کی مستندکتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محتبياً او متربعاً او كما تيسر لانه ليس بصلوٰة عملاً وحقيقةً كما فى المضمرات ويستحب ان يقعد فيها كما يقعد فى الصلوٰة كذافى معراج الدراية :		کہ جب آدمی خطبہ میں حاضرہوتواگرچاہے احتباکرکے بیٹھے یاآلتی پالتی مارکربیٹھے یاجس طرح چاہے۔ کیوں کہ یہ خطبہ عملاًاورحقیقۃًنمازنہیں (ہاں حکماًنمازہے)جیساکہ مضمرات میں ہے۔ہاں نمازمیں بیٹھنے کی طرح بیٹھنامستحب

(عالمگیریة : ۱۴۸/۱)		ہے۔ جیساکہ معراج الدرایہ میں ہے۔(عالمگیری : ۱۴۸/۱)

اس عبارت سے ثابت ہواکہ جس طرح بیٹھناچاہے جائزہے۔البتہ تشہدکی طرح بیٹھنامستحب ہے۔اورعلماء دیوبندبھی یہی لکھتے ہیں

(۱)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں

کہ''جیسے سہولت ہوبیٹھ سکتے ہیں البتہ مستحب یہ ہے۔کہ بحالت تشہددوزانوں بیٹھاجائے۔مگرپہلے خطبہ میں ہاتھ باندھنااوردوسرے میں گھٹنوں پررکھنامحض عامیانہ فعل ہے۔شرعاًاس کی کوئی اصل نہیں لہذاایسانہ کیاجائے ۔ خیرالفتاویٰ : ۳۶/۳)

(۲)مرشدالمجاہدین فقیہ العصرحضرت مولانامفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ''اس کاشریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہذایہ فعل بدعت ہے۔دونوں خطبوں کے دوران تشہدکی حالت میں بیٹھنامستحب ہے۔دونوں میں ہاتھ رانوں پررکھے یہ نشست مستحب ہے۔ویسے جس طرح چاہے بیٹھ سکتاہے۔احسن الفتاویٰ : ۱۳۳/۴)

(۳)علامہ مفتی محمدتقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں

کہ''خطبہ جمعہ میں اصل یہ ہے کہ اس کودھیان سے سنناواجب ہے اورخطبے کے دوران کوئی بات چیت یاایساعمل ممنوع ہے جس سے خطبہ سننے میں خلل واقع ہو،لیکن تشہدکی ہیئت میں بیٹھنا،ہاتھ باندھنااورخاص وقت پرہاتھ چھوڑدیناسنت نہیں ،ادب کے خیال سے دوزانوبیٹھنے میں کچھ حرج نہیں ،بلکہ بہترہے ۔

لیکن مذکورہ التزامات اگرواجب یاسنت سمجھ کرکئے جائیں توبدعت ہے۔فتاویٰ عثمانی : ۵۰۹/۱)

حضرا ت گرامی!مستندحوالجات سے معلوم ہواکہ مذکورہ عمل محض عامیانہ فعل ہے مخترع اوربدعت ہے۔

لہذاشریعت مطہرہ پرزیادتی کرناجرم ہے۔جوکچھ ثابت ہواس پرعمل کرناچاہئے ۔باقی چیزوں سے اجتناب کرناچاہئے

(۱۱)نورنامہ ،عہدنامہ،دعاء گنج العرش،درودلکھی اوردعا سریانی سب بے اصل اورمن گھڑت ہیں)

قرآن وحدیث سے بے خبرقسم کے مولوی اوران کے پیروکارثواب کی نیت سے بعض ایسی دعائیں پڑھتے ہیں جواحادیث صحیحہ سے ثابت نہیں بلکہ کسی مولوی یاپیرکی بنائی گئی دعاہوتی ہے۔جس میں ثواب کے بجائے الٹاگناہ ہوتاہے۔کیونکہ

رسول ﷺکے بتائے ہوئے دعاؤں کوچھوڑکرعام لوگوں کی دعائوں کوعمل میں لاناواقعی بہت بڑاجرم ہے۔جودروداوردعاآپﷺنے سکھائی اوربتائی ہو۔اس میں واقعی ثواب اوربرکت ہوگی۔برخلاف اس کے جوکسی عام مولوی اورپیرکی بتائی ہوئی ہو۔

(۱)چنانچہ ان دعائوں کے متعلق دارالعلوم دیوبندکے صدرمفتی مولانامحمودحسن صاحب گنگوہیؒ سے سوال کیاگیاہے

سوال ؛ نورنامہ ،عہدنامہ ،دعاء العرش۔درودتاج،درودلکھی کی کوئی اصلیت ہے ان کی تعریفات درست ہیں یامبالغہ آمیز،دوسرے ان کاثبوت رسول اللہﷺسے ہے، یالوگوں نے خودتالیف کیاہے۔ان کے پڑھنے کے بارے میں کیامسئلہ ہے؟

الجواب؛حامداًومصلیاً۔ان کی کوئی سندصحیح ثابت نہیں ۔جوتعریفیں لکھی ہیں بے اصل ہیں بجائے انکے قرآن پاک کی تلاوت کیجائے ۔درودشریف کلمہ شریف ،استغفارپڑھاجائے ۔فتاویٰ محمودیہ : ۳۴۷/۴)

(۲)یہی صدرمفتی دارالعلوم دیوبندایک اور جگہ دعاء سریانی کے متعلق رقمطرازہے

(دعاء سریانی)کسی صحیح حدیث یاغیرصحیح حدیث میں نظرسے نہیں گذری اردوکی بعض کتابوں میں دیکھی ہے۔ جن میں کوئی حوالہ نہیں اورنہ مصنف کاکچھ حال معلوم اس لئے وثوق سے کچھ نہیں کہاجاسکتا۔ فتاویٰ محمودیہ : ۳۱۷/۸)

اورعقل کاتقاضابھی یہی ہے۔کہ جب کوئی بے اصل اورمنگھڑت دعااوردرودکوئی پڑھ کرخودکومجرم ٹھراتاہے۔تواس کے بجائے صحیح احادیث سے ثابت شدہ دعائیں اوردرودکوکیوں نہیں پڑھتا۔تاکہ مستحق ثواب ٹھرے ۔کیاآپﷺکی بتائی ہوئی دعاکامقابلہ پوری کائنات کرسکتی ہے؟نہیں ہرگزنہیں ۔

(۱۲)نئے مکان کی بنیادمیں بکری کاخون ڈالناہندوانہ رسم ہے)

بعض علاقوں میں یہ دستورہے۔کہ جب کسی نئے مکان کی تعمیرکاارادہ کرتے ہیں ۔توپہلے اس مکان میں بکراوغیرہ ذبح کرکے اس کاخون بنیادوں میں ڈلتے ہیں یانفس خون بہانابابرکت سمجھتے ہیں ۔پھراس کاگوشت وغیرہ صدقہ کیاجاتاہے حالانکہ اس رسم کاشریعت میں کوئی اصل نہیں ۔بلکہ فقہائے امت نے اس کوہندوانہ رسم قراردیاہے۔

(۱)چنانچہ فقیہ العصرمرشدالمجاہدین مفتی اعظم حضرت اقدس مولانامفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ"یہ عمل ناجائزہے۔یہ ہندئوں اوربت پرستوں کاعقیدہ اورشعارہے۔اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ۔ احسن لفتاویٰ : ۱۶۱/۸)

(۲)علامہ شہیدملتِ اسلامیہ مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں
کہ"آپ کے استادصاحب نے صحیح فرمایاہے(کہ بنیادونمیں خون ڈالناہندوانہ رسم ہے)مکان کی بنیادپربکرے کاخون یاسوناچاندی ڈالنے کی کوئی شرعی اصل نہیں ۔آپ کے مسائل اوران کاحل : ----------ج۸ص۱۲۸
حضرات گرامی !

ایسے اوربھی بہت سارے رسومات ہمارے اندر پھیل گئے ہیں ۔جن کی ہم پابندی کرتے ہیں اوردین ہی سمجھ کرکرتے ہیں ۔حالانکہ ان کادین کے ساتھ دورکابھی تعلق نہیں ہوتاہے۔ اوروہ دراصل غیرمسلم اقوام کے طریقے ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالی ہمیں غیرمسلم قوموں کی مشابہت سے محفوظ رکھیں۔آمین ثم آمین یارب العلمین؛

(۱۳)نمازکے بعددعاسے پہلے ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیّ پڑھناثابت نہیں)

بعض ائمہ مساجدنمازکے بعددعاسے پہلے اونچی آوازسے یہ آیت کریمہ پڑھتے ہیں اوراس کوسنت اورمستحب سمجھتے ہیں ۔حالانکہ ایساکرناثابت نہیں بلکہ اس کوضروری سمجھناگناہ ہے۔اوراپنی طرف سے دین میں زیادتی کے مترادف ہے۔

(۱)چنانچہ مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ"نمازکے بعددرودشریف یایہ ایت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ الخ کوضروری سمجھناگناہ ہے۔ احسن الفتاویٰ : ۳۳۸/۱)

(۲)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں ۔
کہ"دعامیں اس ایت کوضروری سمجھنااوراسکے ایک فرقے کاشعاربنالینادرست نہیں ۔کیونکہ عہدرسالت ﷺاورعہدصحابہؓ اورخیرالقرون میں اس کاثبوت نہیں ۔لہذااسے دعاکیلئے مخصوص کرناصحیح نہیں ۔خیرالفتاویٰ : ۳۵۹/۱)۔مذکورہ بالاحوالوں سے یہ ثابت ہواکہ ایساکرناصحیح نہیں ہے اس سے بچاجائے ۔

(۱۴) کلُّ طَوِیْلٍ أَحْمَقُ اِلاعمرُ وکلُّ مُدَوّرٍفتنۃ الاعَلِیُ)

عوام بلکہ بعض ختمات کے شائقین مولویوں کے ہاں یہ بھی مشہورہے کہ ہرلمباشخص احمق ہوتاہے۔ حضرت عمرؓکے سوا۔ اورہرچھوٹے قدوالا(ٹھگنا)فتنہ گرہوتاہے حضرت علیؓکے سوا۔اوراس کوحدیث سمجھتے ہیں حالانکہ یہ آپﷺپرافتراء اورجھوٹ باندھناہے۔ ایسی کوئی حدیث نہیں ۔

چنانچہ صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحب ؒلکھتے ہیں کہ''جس روایت کاآپ نے ذکرکیاہے ان کانام ونشان متون حدیث میں نہیں ملا۔لوگوں کی زبان پرجوچیزآجائے بلاسنداس کوحدیث کہدینادرست نہیں طویل اورقصیر(ٹھگنے)کے بارے میں احمق اورفتنہ ہوناکسی حدیث میں نہیں دیکھافتاوٰی محمودیہ : ۶۰/۱۲

(امام اورامامت کے مختلف اہم مسائل کابیان)

(۱)بدعتی کی امامت یعنی کن لوگوں کے پیچھے نمازپڑھناحرام اورناجائز؟ اورکن کے پیچھے جائز؟

اس کتاب میں تمام مسائل اہل سنت والجماعت اورعلمائے دیوبنداوراحناف کے مطابق باحوالہ بیان کئے گئے ہیں ۔جوشخص یاعالم یامولوی ان مسائل کونہیں مانتاتووہ بدعتی کہلاتاہے۔ اوربدعتی کی امامت مکروہ تحریمی (حرام)ہے۔ اپنے دل پرہاتھ رکھ کرٹھنڈے جگرسے چندحوالے مطالعہ کرلیجئے!

(۱) فقہ حنفی کی مشہورکتاب ردالمحتارمیں ہے۔

فھوای الفاسق کالمبتدع تکرہ امامته بکل حال . (شامی : ۲۳/۱)		کہ فاسق بھی بدعتی کی طرح ہے۔ اس کی امامت ہرحال میں مکروہ ہے۔ (شامی : ۲۳/۱)

اوریہ بات پہلے باحوالہ گذرچکی ہے۔ کہ فقہ میں جب کراہت مطلق ذکرکی جاتی ہے۔ تواس سے مرادکراہت تحریمی ہوتی ہے۔جیساکہ شامی وغیرہ میں ہے۔

(۲)امام حلبی الحنفیؒ رقمطرازہے۔

ان کراھة تقدیم الفاسق کراھة تحریم ویکرہ تقدیم المبتدع ایضاً : (غنية المستملی : ۴۸۰)		کہ فاسق کوامام بنانے کی کراہت تحریمی ہے۔اوربدعتی کوامام بنانے کی کراہت ایسی ہی (تحریمی)ہے۔ (غنية المستملی : ۴۸۰)

بہرحال فقہ کی بہت ساری عبارتیں اس پرپیش کی جاسکتی ہیں کہ بدعتی کے پیچھے نمازپڑھنامکروہ تحریمہ ہے۔ چنانچہ خدانخواستہ اگرکسی کی مسجدمیں امام ایساہو۔جواس کتاب میں مذکورہ مسائل کے ساتھ اتفاق نہ رکھتاہوبلکہ تمام بدعات میں ملوث ہو۔یعنی بدعتی ہو۔تووہاں کے موحدین مقتدیوں کوالگ جماعت پڑھناچاہئے ۔اگرمسجدمیں کوئی فتنہ کااندیشہ ہو۔توپھراپنے گھرکے کسی کمرے یاحجرے وغیرہ میں نمازکا اہتمام کرناچاہئے ایسی حالت میں ان کومسجدکاثواب بھی ملے گا۔

باب دهم

(۳)علامہ اشرف علی تھانوی ؒ،علامہ ظفراحمدعثمانی ؒسے ایساہی ایک سوال ہواہے توانہوں نے یوں جواب دیاہے پوراجواب ملاحظہ ہو

الجواب ؛(۱) قال فی البحر وذكر في غاية البيان معزيا الی الاجناس ان تارك الجماعة يستوجب اسائة ولاتقبل شهادته اذا تركها استخفافاً بذالك ومجانة اما اذا تركها سهواً او تركها بتأويل بان يكون الامام من اهل الاهواء (المبتدع) او مخالفاً لمذهب المقتدیٰ لايراعی مذهبه فلايستوجب الاسائة وتقبل شهادته ؛ البحرالرائق : ۳۴۵/۱)

(۲) وفيه ايضاً ذكرالشارح وغيره ان الفاسق اذا تعذرت منعه (يصلی الجمعة خلفه وفی غيرها ينتقل الی مسجد اخر وعلل له فی المعراج بان فی غيرالجمعة يجد اماماً غيره فقال فی فتح القدير وعلی هذا فيكره الاقتداء به فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصرعلی قول محمدؒ وهو المفتیٰ به لانه بسبيل من التحول حينئذٍ الخ . (البحرالرائق : ۳۴۹/۱)

(۳) وفی تعليق البحرلابن عابدين عن القنية اختلف العلماء فی اقامتها فی البيت والاصح انها كاقامتها فی المسجد الا فی الفضيلة وهو ظاهر مذهب الشافعی الخ البحرالرائق : ۳۴۵)

عبارت اولیٰ سے بدعتی امام مسقط جماعت معلوم ہوتاہے۔یعنی پہلے عبارت سے معلوم ہوتاہے،کہ جب امام بدعتی ہوتوپھرجماعت کی نمازمقتدیوں کے ذمہ سے ساقط ہے۔یعنی اگرجماعت چھوڑدے توجائزہے۔)

عبارت ثانیہ سے وجوب تحول بجانب امام دیگرمفہوم ہوتاہے۔ (یعنی دوسری عبارت سے مفہوم ہوتاہے ۔کہ جب امام بدعتی ہوتودوسرے امام کے پیچھے جاناا‌وردوسرے امام کی تلاش واجب ہے)

عبارت ثالثہ سے جماعت خانہ کاحکم مثل جماعت مسجدمعلوم ہوتاہے۔(یعنی اگرایسی حالت میں گھرمیں نمازپڑھی جائے توگویاکہ مسجدمیں پڑھی گئی)صرف فضیلت کافرق ہے۔ پس اگرعذرِبدعتی امام کی وجہ سے گھرمیں جماعت اہل سنت کے ساتھ نمازپڑھی جائے ۔توعبارات مذکورہ سے اس کاجوازثابت ہوتاہے۔رہایہ کہ اس صورت میں جماعت بیت سے مسجدکی فضیلت حاصل ہوگی یانہیں ؟ اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔البتہ مراقی الفلاح میں کہاہے۔

واذا انقطع عن الجماعة لعذر من اعذارها المبيحة للتخلف وكانت نيته حضورها لولا العذر الحاصل يحصل له ثوابها لقوله ﷺ انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرأ مانویٰ :

مراقی الفلاح؛۱۷۴)

اوراوپربدعتی امام کاعذرہونابھی معلوم ہوچکاہے۔ان مقدمات سے مستنبط

ہوسکتاہے۔کہ اس صورت میں مسجدکی فضیلت بھی حاصل ہوجائیگی۔واللہ اعلم ۔لیکن اس پرخدشہ یہ ہے۔کہ صحابہؓ نے حجاج بن یوسف وغیرہ کے پیچھے جماعت کی نمازترک نہیں کی۔حالانکہ وہ بھی اپنے کسی گھرمیں الگ جماعت کرسکتے تھے ۔اگریہ افضل ہوتاتوصحابہؓ ضرورایساکرتے ۔ہاں یہ ممکن ہے ۔کہ انہوں نے خوف کی وجہ سے تخلف جماعت نہ کیاہو۔ فتدبر ۱۹ ، ذیقعدہ ۴۲ھ
امدادالاحکام : ۵۱۲،۴۱۳/۱)

یعنی اگرکسی کے مسجدمیں امام بدعتی ہوتولوگوں کے لئے گھروں میں جماعت کی نمازپڑھنے پرمسجدکاثواب ملے گا۔مگربدعتی کے پیچھے نہ پڑھے ۔

(۴) حضرت مولانامفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ بدعتی امام کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ’’یہ شخص فاسق ہے۔اس کوامام مقررکرناجائزنہیں ۔فتاویٰ رحیمیہ : ۳۵۰/۴)

(۵)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ الدیوبندی لکھتے ہیں

کہ’’بحرالرائق کے حاشیہ پرعلامہ شامیؒ کی عبارت بالاسے معلوم ہواکہ فاسق اورمبتدع کی امامت مکروہ بکراہت تحریم ہے۔ خیرالفتاویٰ : ۳۲۶/۲)

(۶)حضرت مولانامفتی رشیداحمدگنگوہی الدیوبندی ؒلکھتے ہیں

کہ’’بدعتی کی اقتداء سے اپناجمعہ اورجماعت الگ کرلینابہترہے ۔بدعتی کے پیچھے ان جیسوں (بدعتیوں)کی نمازبھی مکروہ ہے۔دوسرے جواب میں لکھتے ہیں ۔کہ مکروہ تحریمی ہے۔رشیدیہ : ۳۵۱/۱،ایضاً : ۳۵۲/۱)

(۷)حضرت مولانامفتی عزیزالرحمن صاحبؒ فاسق اوربدعتی کی امامت کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ’’ ایساشخص امام بنانے کے لائق نہیں ہے۔امام بنانااس کاحرام ہے۔اورامامت سے معزول کرنااس کالازم ہے۔سب مسلمانوں کوچاہئے کہ اتفاق کرکے اس کوامامت سے علحدہ کریں ۔اورکسی دوسرے عالم صالح ومتقی کوامام بنادیں ۔ عزیزالفتاویٰ : ۱۹۲/۱)

(۸۔۔ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲۴۰/۳)

(۹)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحبؒ لکھتے ہیں

کہ’’ایسے (بدعتی)شخص کوامام بنانامکروہ تحریمی ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۸۱/۲)

(۱۰)موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں

کہ’’اگرامام رسومات محرم کاحامی ہے۔پس اگرایسی رسوم کرتاہے۔جوشرک نہیں

فقط گناہ ہیں ۔تووہ فاسق ہے۔فاسق کی اقتدامکروہ تحریمی ہے۔اوراگرایسی رسوم کرتاہے جوشرک تک پہنچ جاتی ہیں ۔تواس کی اقتداکسی حال میں درست نہیں جب تک توبہ کرکے تجدیدایمان نہ کرے۔فتاویٰ محمودیہ : ۹۶/۲)

(۱۱)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں

کہ''بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔ کفایت المفتی : ۶۰/۳)

(۱۲)مرشدالمجاہدین مفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ''آجکل کے فرقہ مبتدعہ کے عقائدحدشرک تک پہونچے ہوئے ہیں اس لئے ان کے پیچھے نمازنہیں ہوتی ۔البتہ اگرکوئی بدعتی شرکیہ عقائدنہ رکھتاہوبلکہ موحدہوصرف تیجہ چالیسواں وغیرہ جیسی بدعات میں مبتلاہواس کی امامت مکروہ تحریمی ہے--------------------------------------کوئی صحیح العقیدہ امام مل جائے توبدعتی کی اقتداء میں نمازنہ پڑھے۔احسن الفتاویٰ : ۲۹۰/۳)

(۱۳) مفتیان اکوڑہ خٹک نے بھی بدعتی کی امامت کومکروہ لکھاہے۔فتاوی حقانیہ ج۳ ص ۱۳۲)

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

شبہ یہ ہے کہ مبتدعین حضرات کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیاہے

صلوا خلف کل بَر وفاجر : الحدیث

کہ ہرنیک وبدکے پیچھے نمازپڑھ لیاکرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتاہے کہ مذکورہ تمام لوگوں کے پیچھے نمازپڑھنادرست اورصحیح ہے ۔

الجواب یہ ہے

کہ یہ حدیث رسول نہیں ہے بلکہ یہ روایت موضوع اورمن گھڑت ہے ملاحظہ فرمالیجئے مجمع الزوائدج ۲ ص ۷۰اورضیاء النور : ۱۵)

اسی موضوع کی ایك روایت یه بھی ھے۔ خالدبن اسمعیل ابو الولید من عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمرقال قال رسول اللہ ﷺ صلواخلف (وراء)من قال لاالله الاالله ۔الحدیث

اس کوطبرانی نے الکبیرمیں نقل کیاہے مگراس میں محمدبن الفضل بن عطیہ کذاب (جھوٹا)ہے۔مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۰۔نیزاس کوامام سیوطی نے بھی من گھڑت لکھاہے۔ملاحظہ ہوالدرالمنثور ص ۱۹۴ ۔رقم ۲۹۱۔

اب اسکی پہلی سند میں خالدمتروک الحدیث ہے۔ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱) الدارقطنی : ۵۶/۲(۲)الخطیب : ۲۹۳/۱۱(۳)العلل المتناہیۃ : ۷۱۶)

امام سخاوی نے اس کے تمام طرق کوبے بنیادقراردیاہے ۔المقاصدالحسنہ ص ۳۱۷

باب دھم

۔رقم ۶۳۵۔

اس کی دوسری سندملاحظہ فرمالیجئے !عثمان بن عبداللہ بن عمربن عثمان عن مالک عن نافع عن ابن عمر :

اب اس کی سندپہلی سندکی بنسبت زیادہ باطل ہے ۔ملاحظہ فرمالیجئے !

(۱)ذخیرۃ الحفاظ : ۱۵۲۵/۳ (۲)الکامل : ۱۸۲۳/۵ (۳)ابن حبان : ۱۰۲/۲ (۴)الخطیب : ۲۸۳/۱۱ (۵)العلل المتناہیۃ : ۷۱۵ (۶)ارواء العلیل : ۳۱۰/۳۰۴ (۷) الفتنی فی التذکرۃ : ۵۱۳۔

علامہ فتنی لکھتے ہیں

کہ عثمان ثقہ راویوں کے نام پر احادیث گھڑتاتھا۔تذکرہ ص ۵۱۳الغرض اس مضمون کی دونوں روایات ضعیف ہیں پہلی روایت صلواخلف بروفاجرکے لئے دیکھئے التعلیقات الرضیہ رقم ۳۱۔۳۳ ۔دارقطنی ج ۲ ص ۵۷۔التعلیق علی سبیل الجراء ج۱ ص ۵۲۳ ۔اوردوسری روایات کیلئے دیکھئے تلخیص الخبیر ج ۲ ص ۳۵۔دارقطنی ج۲ ص ۵۶۔مختصرالبدرالمنیر ص ۴۷۴۔لہذامذکورہ دونوں روایات صحیح نہیں بلکہ صحیح حدیث یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لایؤم فاجر مؤمنا : الحدیث . (ابن ماجۃ ۱۰۸/۱)		**کہ کوئی فاجرفاسق شخص مومن کی امامت نہ کرے ۔ الحدیث(ابن ماجۃ : ۱۰۸/۱)**

حضرات فقہائے کرام نے لکھاہے

لو قدموا فاسقاً یأثمون . (غنیۃ المستملی شرح المنیۃ المصلی : ۴۷۹)		**کہ اگرفاسق کوآگے امامت کیلئے کریں گے توسب گنہگار ہو جائیں گے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی : ۴۷۹)**

اگرمذکورہ بالاروایات فقہائے کرام کے نزدیک صحیح ہوتے توکیسے ممکن تھاکہ ایسی جرء ت کرتے لہذامعلوم ہواکہ ہرقسم شخص کے پیچھے نمازجائزنہیں ۔جیساکہ اہل بدعت کہتے ہیں ۔

حضرات گرامی !

مذکورہ فقہائے عظام اورعلمائے دیوبندرحمہم اللہ کی عبارات اورحوالوں نے اُمت مسلمہ پرواضح کیاکہ بدعتی کے پیچھے نمازجائزنہیں ۔اوربدعتی کی پہچان بہت ہی آسان ہے۔ اگروہ اس کتاب میں مذکورہ بدعات پرعمل کرتاہے مثلاًقبرپرست ہواورتیجہ اورچالیسویں کاشیدائی ہواورختمات وغیرہ کے کھانے اورپینے کوحلال اورجائزسمجھتاہو۔حیلہ اسقاط کرنے والاہو۔

باب دھم

شب براء ت اورباره ربیع الاول یامحرم میں مروجہ منکرات کے قائل ہویہ تمام بدعتیوں کی نشانیاںہیں جوصاحب ان مذکورہ چیزوں کامرتکب ہوتووہ یقنیاًبدعتی ہی ہے ۔اس کے پیچھے نمازصحیح نہیں اگرچہ وہ وقت کامفتی یاشیخ الحدیث کیوں نہ ہو۔یاکوئی پیراورآخونزادہ صاحبزادہ اورصاحب حق صاحب کے نام سے مشہورہوچکاہو۔ علاقے میں اس کابہت دھوم مچاہواہو۔یہ کوئی ولی نہیں بلکہ اللہ کادشمن ہے۔علامہ رومیؒ نے بہت ہی خوب فرمایا ہے اے بساابلیس آدم روئے ہست ؛پس بہردستے نبایدداددست

نیز : لباس خضرمیں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں؛دنیامیں رہنے کیلئےذراپہچان پیداکر

(۲) ڈاڑھی کٹانے یامنڈانے والے کے پیچھے نمازپڑھنامکروہ تحریمی (حرام)ہے)

(۱)مرشدالمجاہدین فقیہ العصرحضرت مفتی رشیداحمدصاحبؒ لکھتے ہیں

کہ’’ڈاڑھی قبضہ سے کم کرناحرام ہے ۔بلکہ یہ دوسرے گناہوں سے بھی بدترہے۔اس لئے کہ اس کے علانیہ ہونے کی وجہ سے اس میں دین اسلام کی کھلی توہین ہے ۔اوراللہ اوررسول ﷺسے بغاوت کااظہاراوراعلان ہے۔اس لئے حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے یہ فیصلہ تحریرفرمایاہے۔کہ جوشخص رمضان میں اعلانیہ کھائے پئے وہ واجب القتل ہے۔کیونکہ وہ کھلے طورپرشریعت کی مخالفت کررہاہے۔حضورﷺکاارشادہے

کل أمتی معافی الاالمجاھرین . (الحدیث)		کہ میری پوری امت لائق عفوہے مگرعلانیہ کہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں ۔

دوسرافرق یہ ہے کہ دوسرے گناہ کسی خاص وقت میں ہوتے ہیں ۔مگرڈاڑھی کٹانے کاگناہ ہروقت ساتھ لگاہواہے۔سورہاہوتوبھی گناہ کے ساتھ ہے ۔حتی کہ نمازوغیرہ عبادت میں مشغول ہونے کی حالت میں بھی اس گناہ میں مبتلاہے۔ قوم لوطؑ کے اسباب عذاب میں ڈاڑھی کٹانابھی ہے۔ (درمنثور)عرضیکہ ڈاڑھی کٹانے یامنڈانے والافسق ہے۔اورفاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔اس لئے ایسے شخص کوامام بناناجائزنہیں۔احسن الفتاوی : ۲۶۰/۳)

(۲)مولاناعبدالرحیم لاجپوریؒ ڈاڑھی کترانے والے حافظ کی امامت کے بارے میں لکھتے ہیں

کہ’’بصورت مسئولہ ڈاڑھی رکھناواجب ہے۔ڈاڑھی منڈانایاایک مشت سے کم

کرناناجائزوحرام ہے۔ڈاڑھی کترانے والاحافظ بے شک فاسق وفاجرہے۔جب تک کہ اس فعل سے توبہ نہ کرے (توان کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے)نیزمکروہ تحریمی پرعمل کرناعملاًحرام ہے۔جوشخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم کراتاہواس کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے۔ ڈاڑھی ایک مشت رکھنے پرچاروں مذاہب کااتفاق ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ : ۱۲۳/۱۰)

(۳)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں
کہ''ڈاڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نمازمکروہ ہے۔ کفایت المفتی : ۵۹/۳)

(۴)حضرت مولانامفتی عزیزالرحمن صاحب ؒ لکھتے ہیں
کہ''جومسلمان ڈاڑھی منڈواتے ہیں یاایک مشت سے کم کترواتے ہیں ۔وہ فاسق ہیں ان کے پیچھے نمازمکروہ ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲۴۰/۳)

(۵)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب ؒلکھتے ہیں
کہ''(ڈاڑھی منڈانے یاکٹانے والا)شخص فاسق اورسخت گناہ گارہیں ۔اس کوامام بناناناجائزہے۔ کیونکہ اس کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے ۔اوروہ واجب الاھانت ہے۔اورامام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ اس لئے اس کوامام بناناجائزنہیں ۔امدادالمفتین : ۳۲۱/۱)

(۶)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہری دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ''ایک مشت داڑھی رکھناضروری ہے ۔اس سے کم رکھنایامنڈاناناجائزاورحرام ہے۔ایساکرنے والاگنہگاراورفاسق ہے۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔خیرالفتاویٰ : ۳۷۱/۲)

بہرحال یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہوچکی کہ جن کی ڈاڑھی صاف ہے یامشت قبضہ سے کم ہے ۔توان کے پیچھے نمازحرام ہے۔

(۳) انگریزی بال بنانے والے کی امامت حرام ہے)

(۱)حضرت مولانامفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ لکھتے ہیں
کہ''انگلش کٹ یعنی انگریزی وضع اورہیئت کے بال کٹواناتشبہ بالنصاریٰ وتشبہ بالفساق کی وجہ سے ممنوع ومکروہ تحریمی ہے

من تشبه بقوم فهومنهم ۔ الحديث ليس منا من تشبه بغيرنا لاتشبهوا باليهود ولابالنصاریٰ الخ الحديث		جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ ان میں سے ہوگا۔اوروہ ہم میں سے نہیں ہے۔جوکسی غیرکی مشابہت اختیارکرے۔اورتم یہودونصاریٰ کی

		مشابہت اختیارمت کرو
مسلم راتشبہ بہ کفاروفساق حرام است ۔ (مالابدمنہ ۱۳۱/)		مسلمان کوکافروں اورفاسقوں کی مشابہت حرام ہے ۔ (مالابدمنہ ۱۳۱/)

حدیث میں ہے کہ حضرت انسؓ نے ایک لڑکے کے سرپریہودی طرزکے بال دیکھے توفرمایا

احلقوا ھذین او قصوھما فان ھذازی الیھود ۔ (ابوداود : ۲۲۵/۲)		کہ ان زلفوں کومونڈدویاکاٹ دوکیونکہ یہ یہودیوں کاطریقہ ہے۔ (ابوداود : ۲۲۵/۲)

کرنے والاافاسق ہے اورفاسق کی امامت بالیقین مکروہ ہے۔

ویکرہ تقدیم الفاسق ایضاً لمساھلة فی الامور الدینیة : الخ ۔ (کبیری : ۳۵۱)		اورفاسق کی امامت بھی مکروہ ہے۔اس لئے کہ وہ دینی امورمیں سستی کربیٹھتاہے۔ (کبیری : ۳۵۱)

یہ وضع قزعہ ممنوعہ میں داخل ہے۔ جوموجب کراہت ہے ۔

ان النبی ﷺ رأیٰ صبیاً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فینھاھم عن ذالك وقال احلقوا كله او اتركوا كله : رواه مسلم : (مشکوٰۃ : ۳۸۰/)		کہ نبی اکرمﷺنے ایک لڑکے کودیکھاکہ اس کاکچھ سرمونڈھاہواتھااورکچھ حصہ چھوڑاہواتھا۔آپﷺنے اس کواس کام کی ممانعت فرمائی ۔یعنی اس لڑکے کے اولیاء کومنع فرمایا)اورفرمایا(یاتو)اس لڑکے کاپوراسرمونڈھ دو یا پورا سرچھوڑدو(نہ مونڈو) مسلم شریف : (مشکوٰۃ : ۳۸۰/)

اورفتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وعن ابی حنیفةؒ یکرہ ان یحلق قفاہ الاعن الحجامة کذافی الینابیع ۔ (ھندیه : ۳۵۷/۵)		یعنی امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ قفایعنی گدی کے بال منڈوانامکروہ تحریمی ہے۔ (ہندیہ : ۳۵۷/۵)

آخرمیں لکھتے ہیں کہ یہ بھی سوچناچاہئے کہ اہل علم اورائمہ مساجدمکروہات ومتشبہات میں مبتلاہوگئے ۔توعوام کاکیاحال ہوگا۔ اوران کی نگاہوں میں ان کی کیاوقعت رہ جائیگی ۔منصب امامت بہت اعلی ہے ۔امام صالح بزرگ اورحاضرین میں سب سے زیادہ مشتبہ چیزوں سے بچنے والاہوناچاہئے ۔
امام کے متعلق فقہ میں ہے

ثم الاروع ای اکثر اتقاء للشبهات ولو قدموا غير الاولیٰ أساؤا . (فتاویٰ رحيميه : ۱۲۹/۱۰، ۱۳۰)	پھرامام زیادہ احتیاط والاشبہات سے بہت بچنے والاہوناچاہئے اگرغیراولیٰ کوامام بنائیں کے توبراکریں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ : ۱۲۹/۱۰، ۱۳۰)

حضرات گرامی!

ان تمام نصوص اورعبارات سے ثابت ہواکہ جس امام کے بال غیرشرعی ہوں ۔اس کے پیچھے نمازپڑھناحرام ہے۔اب آپ اپنے امام صاحب کے سرکے بال بھی ملاحظہ فرمالیں کہ کس طرح ہے ۔

(۴)پگڑی اورٹوپی کی شرعی حیثیت)

عوام اوران پڑھ ملائوں کے ہاں مشہورہے۔ کہ نمازکے لئے پگڑی باندھناسنت ہے۔ اوربغیرپگڑی کی پڑھانامکروہ ہے۔ لیکن صحیح مسئلہ یہ ہے ۔کہ پگڑی افضل اوربہترہے۔ مگرصرف امام کے لئے نہیں سب مسلمانوں کیلئے افضل ہے۔ صرف امام کے لئے خاص نہیں ۔اس کوامام کاخاصہ سمجھناجہالت ہے۔ ہرمسلمان کوثواب کی ضرورت ہے۔ہرمسلمان پررسول اللہ ﷺکی تابعداری لازم ہے۔ عبادات میں صرف مولوی ہی تومسلمان نہیں ۔ہاں پگڑی ہرمسلمان کے لئے افضل توہے مگرضروری اورلازمی نہیں اوربغیرپگڑی کی امامت مکروہ نہیں بلکہ بلاکراہت جائزہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ان شاء اللہ ایعزیز

لوگوں کویہ غلط فہمی اس لئے ہوئی ہے۔کہ وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺسے ٹوپی پہنناثابت ہی نہیں ۔یاصحابہ کرامؓ سے اس کاثبوت نہیں ۔حالانکہ یہی بڑی غلطی ہے۔اصل میں ایسے لوگوں کواحناف کے فقہاء اورعلمائے دیوبندؒپراعتمادنہیں ۔اورجن کواعتمادہے وہ بیچارے مسجدکے امام صاحب ہی کودیکھناکافی سمجھتے ہیں ۔ان کوخودکتاب پڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی ۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم یہ ثابت کریں گے کہ ٹوپی کااستعمال زمانہ قدیم سے چلاآرہاہے۔ اورٹوپی آپﷺنے بھی پہنی ہے۔ اورصحابہ کرامؓ نے بھی اورآپﷺ سے بغیرپگڑی کی نمازبھی ثابت ہے۔

(۱)امام الحدثین محمدبن اسمعیل البخاریؒ فرماتے ہیں

عن محمدبن المنکدر قال رأیت جابربن عبداللہ یصلی فی ثوب واحد وقال رأیت النبی ﷺ یصلی فی ثوب واحد. (البخاری :	کہ محمدبن منکدرفرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابربن عبداللہؓ کودیکھاکہ وہ ایک کپڑے میں(بغیرپگڑی)کے نمازپڑھ رہے تھے اورفرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺکودیکھاکہ وہ صرف ایک کپڑے میں

(۵۱/۱)		(بغیرپگڑی)کے نمازپڑھتے تھے۔ (بخاری : ۵۱/۱)

(۲)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ لکھتے ہیں

کان الخلاف فی منع جواز الصلوٰۃ فی الثوب الواحد قدیماً ثم استقر الامر علی الجواز : (فتح الباری : ۳۹۶/۱		کہ ایک کپڑے میں (بغیرپگڑی)کے نمازکے جوازمیں بہت پراناختلاف تھالیکن بعدمیں جوازپراتفاق ہوا۔ (فتح الباری : ۳۹۶/۱)

موصوف مزیدلکھتے ہیں کہ اس روایت سے غرض یہ ہے۔کہ نمازصرف ایک کپڑے میں بھی جائزہے۔فتح الباری : ۳۹۶/۱)

(۳)امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں

وکان ﷺ یلبس القلنسوۃ بغیر عمامۃ ویلبس العمامۃ بغیر قلنسوۃ : (زادالمعاد : ۳۴/۱)		کہ آپﷺکبھی ٹوپی پہنتے تھے پگڑی کے بغیراورکبھی پگڑی پہنتے تھے ٹوپی کے بغیر۔ (زادالمعاد : ۳۴/۱)

(۴)علامہ ظفراحمدعثمانی دیوبندیؒ اس عبارت نقل کرنے کے بعدلکھتے ہیں

قلت وھذاعام للصلوٰۃ ولغیرھا : (امدادالاحکام : ۵۰۹/۱)		کہ میں کہتاہوں کہ یہ طریقہ نمازاورغیرنمازدونوں کے لئے عام تھا۔ (امدادالاحکام : ۵۰۹/۱)

(۵)حضرت عبداللہ بن عمرفرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ٹوپی پہناکرتے تھے ۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ

کان ﷺ یلبس قلنسوۃ بیضاء : باسناد حسن . (سراج المنیر : ۱۸۳/۳) (تحفۃ الاحوذی : ۷۰/۳)		کہ آپﷺ سفیدٹوپی پہناکرتے تھے . اس حدیث کی سندحسن ہے۔ (سراج المنیر : ۱۸۳/۳)(تحفۃ الاحوذی : ۷۰/۳)

(۶)علامہ عبدالرؤف المنادی ؒترمذی کی شرح شمائل میں لکھتے ہیں
کہ’’ٹوپی بغیرپگڑی کے اورپگڑی بغیرٹوپی کے جائزہے اس لئے کہ

ذالك كل جاء عن المصطفیٰ ﷺ . (شرح الشمائل : ۱۶۵/۱)		یہ سب کچھ حضرت محمدمصطفیٰﷺ سے ثابت آیاہے۔ (شرح الشمائل : ۶۵/۱)

(۷)امام المحدثین امام بخاریؒ صحابہ کرامؓ سے ٹوپی کاثبوت یوں پیش کرتے ہیں

کان القوم (ای الصحابة) یسجدون علی العمامة والقلنسوۃ : (البخاری : ۵۶/۱)		کہ صحابہ کرامؓ پگڑی اورٹوپی پرسجدہ کیاکرتے تھے ۔ (بخاری شریف : ۵۶/۱)

(۸)امام المحدثین ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں

وضع ابواسحاق قلنسوته فی الصلوٰۃ ورفعها ۔ (البخاری : ۱۵۹/۱)		کہ امام ابواسحاق نمازمیں ٹوپی رکھی اوراٹھالی (بخاری شریف : ۱۵۹/۱)

حضرات گرامی!

ان تمام عبارات سے ثابت ہواکہ آپﷺاورآپکے صحابہؓ اورتابعین نماز پگڑی اوربغیرپگڑی دونوں طرح پڑھتے اورپڑھاتے تھے۔ یعنی کبھی پگڑی کے ساتھ اورکبھی بغیرپگڑی کے نمازپڑھتے اورپڑھاتے تھے

(۹)امام ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

ولو سقطت قلنسوته فاعادتها أفضل : (الشامی : ۶۷۰/۱)		کہ اگر(نمازمیں)ٹوپی گرگئی تواس کااٹھاکرپہن لینابہترہے۔ (شامی : ۶۷۰/۱)

محدثین عظامؒ اورفقہائے کرامؒ سب کاٹوپی پہننے کے ثبوت پراتفاق ہے ۔مگران پڑھ مولوی بمعہ جاہل عوام جوکہ ضدکرتے ہیں اورکہتے ہیں کہ پگڑی کے بغیرصرف ٹوپی میں نمازپڑھانامکروہ ہے۔ اس لئے ٹوپی کی اثبات اورمذکورہ دلائل کے علاوہ چندحوالے فقہائے احنافؒ اورعلمائے دیوبندسے یہ ثابت کرنےکیلئے پیش کرتے ہیں کہ ٹوپی میں نمازپڑھانابھی مکروہ نہیں بلکہ ٹوپی کے ساتھ نمازپڑھانے میں کوئی کراہت نہیں تاکہ مخالفین علماء کوعوام حضرات پہچان کرسکیں ۔کہ یہ لوگ نہ توحنفی ہیں اورنہ ہی علمائے دیوبندکے ساتھ ان کاکوئی تعلق ہے۔ ورنہ ضرورکسی کی بات کوتومان لیتے۔سچ کہاہے۔

حق بات جانتے ہیں مگرمانتے نہیں ضدہے جناب تقدسِ مآب میں

(۱۰)علامہ شامی الحنفیؒ مکروہاتِ نمازکے بیان میں لکھتے ہیں

وصلوته حاسراً ای کاشفاً رأسه للتكاسل ولاباس به للتذلل واماللاهانة فكفر ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل..... والظاهران أفضلية اعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل۔		کہ نمازکھلے سرسستی کی وجہ سے مکروہ ہے۔عاجزی کی وجہ سے جائزہے۔اوراہانت کی وجہ سے کفرہے۔اگرکسی کی ٹوپی گرگئی پس اس کاسرپررکھنابہترہے۔ظاہریہ ہے کہ واپس کرنے کی فضیلت اس وقت ہے جب کہ اس کے چھوڑنے سے عاجزی مقصودنہ ہو۔

الشامی : ۱/۶۷۰)		شامی : ۱/۶۷۰)

علامہ اشرف علی تھانوی اورمفتی رشیداحمدلدھیانوی اس عبارت کے بعدلکھتےہیں کہ

اس عبارت سے معلوم ہواکہ بلاتکاسل(بلاسستی)برہنہ(ننگے)سرنمازپڑھنے میں بھی کراہت نہیں ۔توٹوپی سے پڑھنابطریق اولیٰ مکروہ نہ ہوگا۔ نیز ولوسقطت قلنسوته الخ پرشارح کاٹوپی سے نمازپڑھنے پرکراہت کاحکم نہ لگاناعدم کراہت کی بین دلیل ہے۔ لان لسکوت فی معرض البیان بیان : احسن الفتاویٰ : ۳/۲۰،وایضاً امدادالفتاویٰ : ۱/۲۵۸) (۱۱)علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ لکھتے ہیں

سئلت مرة عن الصلوٰة بغير عمامة هل تكره كما هو المشهور بين العوام فتجسسته فی كتب الفقه فلم اجد سوی قولهم المستحب ان يصلی فی ثلاثة اثواب ازارٍ وقميص وعمامة وهو لايدل علی كراهة الصلوٰة بدونها : (نفع المفتی والسائل : ۷۰)		کہ مجھ سے ایک مرتبہ بغیرپگڑی کی نمازکے مکروہ ہونے کے بارے میں پوچھاگیاجیساکہ عوام میں مشہورہے ۔تومیں نے کتب فقہ کوتلاش کیا۔توان کے اس قول کے علاوہ کچھ نہ پایا۔کہ مستحب یہ ہے۔کہ تین کپڑوں میں نمازپڑھی جائے شلوا،قمیص اورپگڑی اوریہ بغیرپگڑی کی نمازپڑھنے کے مکروہ ہونے پردلالت نہیں کرتا۔ (نفع المفتی والسائل : ۷۰)

(۱۲)علامہ حلبیؒ غنیة المستملی شرح منیة المصلی میں لکھتے ہیں

ولو صلیٰ فی ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار فی المقصرة جاز من غير كراهة . (غنية المستملی شرح منية المصلی : ۱۹۲/۳۳۷،۲۱۶)		کہ اگرکسی نے ایک کپڑے میں نمازپڑھی ۔کہ پورے بدن کواس میں لپیٹے جس طرح دھوبی اپنی دھوبی گھاٹ میں کرتے ہیں توبغیرکراہت کے جائزہے۔ (غنية المستملی شرح منية المصلی : ۱۹۲،۲۱۶/۳۳۷)

حضرات گرامی!

مذکورہ چندعبارات خوف طوالت کے باعث بطورمشت نمونہ خروارکے پیش کی ورنہ سب فقہائے کرام نے یہی لکھاہے ۔ اب چندحوالے علمائے دیوبندکے بھی ملاحظہ فرمالیجئے !

تاکہ عوام حضرات کویہ بھی معلوم ہوجائے ۔کہ ہمارے علاقے کے ائمہ مساجدعلمائے دیوبندکے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں ۔ جیساکہ پیش شدہ عبارات سے ثابت ہواکہ یہ لوگ حنفی نہیں۔

(۱)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ’’رسول اللہ ﷺسے بلاعمامہ (بغیرپگڑی)نمازثابت ہے۔فتاویٰ محمودیہ : ۵۵/۷)

(۲)موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں
کہ’’نمازبغیرعمامہ کے بلاکراہت درست ہے ۔توپھرطعن وتشنیع کرنابراہے۔بلکہ اگرفعل مستحب کے ساتھ وجوب کامعاملہ کیاجائے ۔تواس کاترک کرناضروری ہوتاہے۔لہٰذاایسی صورت میں بغیرعمامہ کے کبھی کبھی نمازپڑھاناضروری ہے۔ اوراگرتمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اورامام ٹوپی پہنے ہوئے ہوں تب بھی نمازمیں کراہت نہیں آتی۔ فتاویٰ محمودیہ : ۴۵/۷)

(۳)علامہ موصوف تیسری جگہ لکھتے ہیں
کہ’’رومال باندھاہویاٹوپی اوڑھی ہوکوئی صورت ناجائزنہیں ۔فتاویٰ محمودیہ : ۸۷/۷)

(۴)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’شامی کی عبارت سے کئی امرمستفادہوئے ۔ایک یہ کہ بالکل برہنہ (ننگے)سرنمازپڑھنابھی مکروہ نہیں ۔جب کہ براہ تکاسل(سستی)نہ ہوتوٹوپی پراکتفاکرنے کوجب کہ براہ تکاسل نہ ہومحض برسبیل عادت ہوکیسے مکروہ ہوگا۔ امدادالفتاویٰ : ۲۵۸/۱)

(۵)علامہ ظفراحمدصاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں
کہ’’بدون عمامہ کے بھی نمازپڑھناجائزہے۔ اس سے نمازمیں کچھ کراہت نہیں ہوتی بلکہ جہاں عمامہ کونمازکے لئے لوگ ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کواصلاح عقیدئہ عوام کے لئے گاہے گاہے (کبھی کبھی)عمامہ کاترک کردیناافضل ہوگا۔ امدادالاحکام : ۵۰۸/۱)

(۶)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ’’جوامام عام حالات میں ٹوپی پہنتاہو۔اس کاٹوپی کے ساتھ نمازپڑھنابلاکراہت جائزہے۔
(جومقتدی ٹوپی کوہندئوں کی رسم کہتاہے)یہ جاہل ہیں ۔خیرالفتاویٰ : ۳۴۹/۲)

(۷)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں
کہ’’ٹوپی پہن کرنمازپڑھناپڑھانابلاشبہ جائزہے۔کوئی حدیث یافقہ کی عبارت ایسی

نہیں جویہ ثابت کرے کہ بغیرعمامہ کے امامت جائزنہیں ۔عمامہ باندھ کرنمازپڑھاناافضل توہے۔مگربغیرعمامہ کے امامت مکروہ نہیں۔کراہت ایک امرشرعی ہے ۔ جس کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے جولوگ بغیرشرعی دلیل کے کسی بات کومکروہ قراردے ان کوخداسے ڈرناچاہئے ۔ کفایت المفتی : ۷۴/۳)

اس کے علاوہ بھی کئی جگہ موصوفؒ نے لکھاہے کہ ٹوپی میں امامت بلاکراہت جائزہے ملاحظہ فرمالیجئے !

کفایت المفتی : ۳۷/۳، ۴۸، ۵۵، ۷۹، ۸۱، ۹۱، وغیرہامن المواضع۔

(۸)مفتی محمدشفیع صاحبؒ اورمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں

کہ''ٹوپی سے امامت درست ہے۔ کچھ کراہت نہیں ہے۔ البتہ عمامہ کے ساتھ نمازپڑھنااورامامت کراناافضل ہے۔اورثواب زیادہ ہے۔(صرف امام کیلئے نہیں مقتدی کے لئے بھی)لیکن بلاعمامہ بھی مکروہ نہیں ۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۹۲/۱)

(۹)مفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ''برہنہ سرنمازپڑھنے میں بھی کراہت نہیں توٹوپی سے پڑھنابطریق اولیٰ مکروہ نہ ہوگااحسن الفتاویٰ : ۲۰/۳)

(ایک شبہ اوراس کاجواب)

بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ کتابوں میں کئی جگہ ایسی عبارت بھی ہے۔جس میں ٹوپی سے نمازپڑھانے کومکروہ لکھاہے ۔

جواب اس کایہ ہے

کہ'' ایسی قسم کی عبارات ان جگہوں پرمحمول ہیں کہ جہاں لوگ عزت کی مجالس میں جانابغیرپگڑی کے عارسمجھتے ہوں اورٹوپی ثیاب بذلہ میں شمارکرتے ہوں۔ٹوپی پرشرماتے ہوں ۔توان مقامات میں پھرٹوپی میں نمازپڑھانابھی مکروہ ہوگا۔

(۱) محقق حضرت مولاناعلامہ عبدالحیٔ صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں

انه تكره الصلوٰة بدونها (اى العمامة) فى البلاد التى عادة سكانها أنهم لايذهبون الى الكبراء بدون العمامة : نفع المفتى : ۷۰)		کہ بغیرپگڑی کی نمازان شہروں میں مکروہ ہے۔ جہاں لوگوں کی عادت ہوکہ وہ بڑوں کے ہاں بغیرپگڑی کے نہ جاتے ہوں۔ (نفع المفتی والسائل : ۷۰)

(۲)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحب لکھتے ہیں

کہ''جن شہروں میں بلاعمامہ کے معززمجالس میں جاناعارکی بات ہو۔وہاں نمازبھی

بلاعمامہ مکروہ ہے۔فتاوٰی محمودیہ : ۵۶،۵۵/۷)

(۲)مفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں کہ’’جن عبارات سے کراہت معلوم ہوتی ہے۔وہ اس شخص پرمحمول ہیں جوٹوپی سے مجلس میں نہ آجاتاہو۔اوراسے ثیاب بذلہ سے سمجھتاہو۔ احسن الفتاوٰی : ۲۰/۳)

مگریہاں توقصہ ہی کچھ اورہے یہاں تولوگ ٹوپی کوانتہائی معززاورفیشن کی چیزسمجھتے ہیں بلکہ ٹوپیوں پرلوگ فخرکرتے ہیں بلکہ پگڑیوں پرعام لوگ نہیں بلکہ کچھ خواص بھی شرماتے ہیں ۔لیکن مقتدیوں کے ڈرسے مجبوراًباندھ لیتے ہیں ۔ اعاذنااللہ منہا۔ فتدبر

(ایک اورشبہ اوراسکاجواب)

کچھ لوگوں کاخیال ہے کہ نمازکے وقت رومال وغیرہ سرپرباندھ لوتوبھی پگڑی کی فضیلت حاصل ہوگی۔

جواب یہ ہے

کہ’’ گزشتہ اوراق میں تفصیل سے یہ بات گزرچکی ہے ۔کہ عام حالات میں ٹوپی پہنناورصرف نمازکے وقت پگڑی باندھنایہ عمل درست نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔کہ یہ رومال وغیرہ سرپرباندھنے سے پگڑی کی فضیلت قطعاًحاصل نہیں ہوتی ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺکی پگڑی عام حالات میں کم ازکم تین ہاتھ (گزشرعی)ہوتی تھی ۔مگرنمازخمسہ کے اوقات پانچ ہاتھ (شرعی گز)ہوتی تھی ۔

(۱)شیخ الحدیث علامہ محمدانورشاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں

کانت عمامته ﷺ فی اکثر الاحیان ثلثة اذرع شرعية وفی الصلوة الخمس سبعة اذرع . (العرف الشذی : ۴۲۲/۱)		**کہ آپﷺ کی پگڑی اکثراوقات تین گزشرعی ہوتی تھی ۔اورپانچ وقت کی نمازوں میں سات گزشرعی ہوتی تھی۔ (عرف الشذی : ۴۲۲/۱)**

(۲)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحبؒ لکھتے ہیں کہ’’ٹوپی پررومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔جب تک سنت کے موافق عمامہ نہ ہو۔اسکی مقدارسات ہاتھ ہے۔ اوربعض اوقات بارہ ہاتھ عمامہ بھی حضورﷺسے ثابت ہے۔ فتاوٰی محمودیہ : ۴۶/۷)

حضرات گرامی!

اس سے معلوم ہواکہ رواجی ملوانے جوارجنٹ رومال سے پگڑی مصلّے

پربنالیتے ہیں ۔کچھ کام کی نہیں پگڑی افضل ہے مگرساتھ یاباره گزبشرطیکہ ہمیشہ پہننامعمول ہو۔اورعوام اس کوضروری نہ سمجھتے ہو۔اورصرف امام کو ذمہ دارنہ سمجھتے ہوں۔خودعوام بھی ثواب کی نیت سے تقریباًسب پہنتے ہوورنہ پھراس کاترک لازم ہے۔ جیساکہ باحوالہ گزرگیا

بہرحال صحیح سمجھنے والوں کویہ معلوم ہوچکا۔ کہ پگڑی نہ لازم ہے اورنہ امام کاخاصہ اورنہ بغیرپگڑی کی امامت مکروہ ہے۔ اوریہ بھی معلوم ہواکہ اس پراصرارکرنے والے مولوی نہ حنفی ہیں اورنہ ہی دیوبندی اورنہ ان کودینی کتابوں سے کچھ واسطہ بلکہ وہ یاتوخالص جاہل یامتجاہل ہوتے ہیں ۔لہذاایسے لوگوں سے اپنے آپ کوبچاتے رہاکرو۔ علامہ اقبالؒ نے کیاخوب کہاہے۔

لباسِ خضرمیں بہت سے راہزن بھی پھرتے ہیں اگردنیامیں رہناہے توکچھ پہچان پیداکر

(۵)جس امام کے گھرمیں شرعی پردہ نہ ہواس کے پیچھے نمازپڑھناحرام ہے)

اس مسئلہ کوسمجھنے کے لئے پہلے شرعی پردہ کی پہچان ضروری ہے۔کیونکہ لوگ پردہ اسے سمجھتے ہیں کہ جس کی بیوی گھرکے اندررہے اورباہر برقعہ کے بغیرنہ پھرتی ہوں۔اگرچہ گھرکے اندررشتہ دارمرد(یعنی شوہرکے رشتہ داراورعورت کے رشتہ دار)آتے رہے ۔مگراللہ اوررسول اللہﷺکے ہاں یہ پردہ نہیں بلکہ عورت کے لئے سب سے خطرناک تورشتہ دارہیں ۔اوریہ بھی یادرکھیں کہ پردہ کوقرآن کریم نے فرض کیاہے۔ملاحظہ ہوں سورئہ نورآیت نمبر(۱)اورپردہ صرف امام کے لئے نہیں بلکہ سب مسلمانوں کے لئے فرض ہے البتہ امام صاحب چونکہ قوم کاسردارہوتاہے اس لئے ان کے لئے تو انتہائی ضروی ہے اورغیرت کاتقاضہ بھی ہے ۔

چنانچہ سب سے پہلے ان مردوں کی فہرست لکھی جاتی ہے۔جن سے عورت کے لئے پردہ نہیں ۔وہ درج ذیل ہیں

(۱)شوہر(۲)باپ(۳)سگاچچا(۴)سگاماموں(۵)سسر(۶)بیٹا(۷)پوتا(۸)نواسہ(۹) شوہرکی دوسری بیوی کابیٹا(۱۰)داماد (۱۱)سگابھائی(۱۲)عورت کا اپنابھتیجا(۱۳)عورت کااپنابھانجا(۱۴)مسلمان عورت(۱۵)مدہوش شخص جوعورت اورمردکے تعلقات کوقطعی نہ جانتاہو(۱۶)وہ چھوٹابچہ جواس فن سے بے خبرہو(۱۷)کافرکنیزیعنی لونڈی)

مذکورہ لوگوں سے عورت کے لئے پردہ نہیں ۔(سورئہ نورآیت : ۳۱)میں

سب مذکورہیں۔
مردکے لئے جن عورتوں سے پردہ نہیں۔ وہ عورتیں ہیں جوہمیشہ کے لئے اس پرحرام بھی ہیں
(۱)ماں(۲)نانی(۳)دادی(۴)بیٹی(۵)پوتی(۶)نواسی(۷)سگی بہن(۸)پھوپی(۹)خالہ(۱۰)مردکی اپنی بھتیجی(۱۱)مردکی اپنی بھانجی(۱۲)رضاعی ماں(۱۳)رضاعی بہن(۱۴)ساس(۱۵)بیوی کی دوسرے شوہرکی بیٹی بشرطیکہ بیوی مدخول بہاہو(۱۶)بیٹے کی بیوی(۱۷)باپ کی بیوی یعنی ماں جواپنی نہ ہو۔سوتیلی ماں)(سورئہ نساء : آیت : ۲۳)میں سب مذکورہیں۔
تیسری نمبرپروہ فہرست پیش خدمت کردیتاہوں کہ جن مردوں سے عورت کے لئے پردہ فرض ہے۔وہ درج ذیل ہیں
(۱)خالہ زاد(۲)ماموں زاد(۳)چچازاد(۴)پھوپی زاد(۵)دیور(۶)جیٹھ(۷)بہن کاشوہر(۸)شوہرکی بہن کاشوہر(۹)خالہ کاشوہر(۱۰)پھوپھی کاشوہر(۱۱)شوہرکاچچا(۱۲)شوہرکاماموں(۱۳)شوہرکی خالہ کاشوہر(۱۴)شوہرکی پھوپی کاشوہر(۱۵)شوہرکابھتیجا(۱۶)شوہرکابھانجا۔
مذکورہ سولہ قسم کے افرادسے ہرعورت کو پردہ کرنافرض ہے ۔لہٰذاجس ا مام صاحب اورآخونزادہ صاحب کی بیوی یابیٹی غیرشادی شدہ ان افرادسے پردہ نہ کرتی ہووہ فاسق ہے۔ اوراس کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔چہ جائیکہ ان کومستقل امام بنایا جائے ۔آج کل جوررواجی پردہ ہے کہ پیرایوں سے پردہ اوراپنوں سے نہیں ۔یہ پردہ نہیں بلکہ خطرناک عمل ہے۔کیونکہ عورت کوخطرہ صرف اورصرف اپنوں سے ہے۔
اس لئے کہ حدیث شریف میں آتاہے

الرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیّتہ : مشکوٰۃ کتاب الامارۃ : ۳۳۰/۲)		کہ ہرمرداپنے گھروالوں پرنگران ہے۔اوراس سےاس کے زیرنگرانی والوں کے بارے مینپوچھاجائیگا۔ مشکوٰۃ : ۳۳۰/۲)

شرعی پردہ جیسے اہم اورمضبوط اورمنصوص فرض سے جوآنکھیں بندکرتاہے ۔اوراس پرعمل نہیں کرتاوہ فاسق ہے۔ اورفاسق کی اقتداء مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہورترین کتاب الشامی میں علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں

واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ		اورفاسق کوآگے کرنے کی کراہت کی وجہ فقہانے بیان فرمائی ہے ۔کہ وہ دینی

للامامه تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً (الی ان قال) فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال : (ردالمحتار ۵۲۳/۱)		امورکااہتمام نہیں کرتا.اوردوسری بات یہ کہ اس کے آگے کرنے میں اس کی عزت ہے .اورحالانکہ لوگوں پراس کی بے عزتی واجب ہے. ....پس فاسق اوربدعتی کی طرح ہے. جس کی امامت ہرحال میں مکروہ تحریمی (حرام)ہے. (ردالمحتار : ۵۲۳/۱)

حضرات گرامی!وہ ملوانے جوقرآن وسنت اورفقہ حنفی پرعمل کرنے والوں کوپنچپیری اوروہابی کہتے کہتے تھکتے نہیں .خصوصاًکرم ایجنسی کے بعض ملوانے وہ اس فرض کوچھوڑنے کی وجہ سے فساق ہیں لہٰذاان کے پیچھے نمازپڑھنادرست نہیں . ہم آہ بھی کرے توہوجاتے ہیں بدنام ؛ لوگ قتل بھی کرے توچرچانہیں ہوتا

اب اس مسئلہ کے بارے میں علمائے دیوبندکی تحریرات بھی ملاحظہ ہوں .اس لئے کہ کرم ایجنسی کے ملوانے اپنے آپ کودیوبندی بھی کہتے ہیں اگرچہ ان کوعلمائے دیوبندسے دورکابھی کوئی واسطہ نہیں .

؎ چہ نسبت خاک باافلاک پاک ؛

(۱)مرشدالمجاہدین استادالعلماء فقیہ العصرمجددوقت مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانوی دیوبندیؒلکھتے ہیں

کہ”جس شخص کے ہاں شرعی پردہ کااہتمام نہ ہووہ فاسق ہے. اس کوامام بناناجائزنہیں . اس کی امامت مکروہ تحریمی (حرام)ہے. (احسن الفتاویٰ ۲۸۹/۳)

(۲)حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانوی ؒ لکھتے ہیں

کہ”(شرعی پردہ)واجب ہے اورترک واجب معصیت ہے. اورمعصیت پرباوجودقدرت منع کے سکوت وتسامح فسق ہے. اورفاسق کے پیچھے نمازمکروہ ہے تحریماًعلی الارجح .امدادالفتاویٰ : ۲۳۵/۱)

(۳)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہری دیوبندیؒ نے بھی یہی مفہوم لکھاہے .خیرالفتاویٰ : ۳۶۰/۲)

(۴)مفتی عبدالرحیم لاجپوری رقمطرازہیں

کہ”امام صاحب کی اہلیہ منہ اورچہراکھلارکھ کر باہرنکلتی ہے. (یاگھرمیں غیرمحرم کے سامنے آتی ہے)تویہ شرعی پردے کے منافی ہے.امام صاحب کولازم ہے.کہ شرعی پردہ کرائیں ورنہ مکروہ ہوگی.جبکہ عورت اپنامنہ اورچہراکھلارکھے .اورنامحرم کی نظراس پرپڑی گی جوازروئے حدیث زہرآلودہ تیرہے.کہ بغیرہلاکت

کے چارہ نہیں ۔اورفرمان نبوی ﷺہے۔

لعن الله الناظر والمنظور الیه . (مشکوٰۃ : ۲۷۰)	کہ اللہ تعالی کی لعنت ہے۔ دیکھنے والے اوراس پربھی جس کودیکھاجائے ۔ (مشکوٰۃ : ۲۷۰)

ایک اورحدیث میں ہےکہ عورت سامنے سے آتی ہے۔ توشیطان کی صورت میں آتی ہے۔اورپیچھے سے جاتی ہےتوشیطان کی صورت میں ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ : ۲۶۸) مطلب یہ کہ جیسے شیطان وسوسہ ڈالتاہے۔ ویسے ہی باعث وسوسہ اورموجب فسادہوتاہے۔ اورایک اورحدیث شریف میں ہے

المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان . الحدیث	عورت ستر(چھپانے کی چیز)ہےجب وہ باہر(نامحرم کے سامنے)آتی ہے۔ توشیطان اس کی تاک میں لگ جاتاہے ۔ اورگناہ میں مبتلاکرنے کی تدبیرسوچتاہے۔

اورایک اورحدیث شریف میں ہے۔ کہ آنکھیں زناکرتی ہیں ۔کہ ان کازنانامحرم کودیکھناہے ۔اورکان زناکرتے ہیں کہ ان کازنانامحرم کی بات سنناہے۔ اورزبان زناکرتی ہے۔ کہ اس کازنانامحرم کیساتھ بولناہے۔ (تیسری فہرست میں جوسولہ افرادکاذکرہے وہ سب نامحرم ہیں۔شاکر)اورہاتھ بھی زناکرتے ہیں کہ ان کانامحرم کوچھوناہے۔ (مسلم شریف : ۳۳۶/۴)------------------پھرلکھتے ہیں

کہ''حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جوان عورت کوغیرمحرم کے سامنے منہ کھولنادرست نہیں نہ ایسی جگہ کھڑی ہوجہاں کوئی دوسرادیکھ سکے ۔ بہشتی زیور۔ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے فتاوی رحیمیہ : ۳۵۹،۳۵۸/۴)

(۵)حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ''فاسق کی اقتدامیں آداکی کی گئی نمازمکروہ تحریمی ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کاحل : ۲۴۳/۲)

(۶)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ''ایسے شخص کے پیچھے نمازجائزہے مع الکراہت ۔(امدادالمفتین : ۳۲۱/۲)

(۷)مفتی دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحب ؒلکھتے ہیں

کہ''سودخور،مشرک تعزیہ پرست یاجس کی عورت بے پردہ ہوں یہ لوگ فاسق ہیں ۔امامت ان کی مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ امام ایساشخص ہوسکتاہے۔جومتبع شریعت

ہو۔ایساشخص امام بنانے کے قابل نہیں ۔ (عزیزالفتاویٰ : ۲۰۳/۱)

(۸)صدرمفتی دارالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحب گنگوہی لکھتے ہیں کہ''چچااورماموں کے لڑکے (وغیرہ)سے شرعاًپردہ ضروری ہے۔ اگرامام کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تووہ گنہگارہے۔ اورامام کومنع کرناضروری ہے۔ اگرمنع نہ کرے توگنہگارہوگاامام کوتشددکرنااورزوجہ کوپردہ نہ کرنے سے مارنابھی درست ہے۔ (اگرپردہ نہیں کراتا) تواس کی امامت مکروہ ہے۔ فتاویٰ محمودیہ : ۹۸/۲، ۱۰۱ جلد : ۴۶/۷)

حضرات گرامی!

ان ٹھوس حوالوں اورتحریرات سے ثابت ہوچکاکہ شرعی پردہ نہ کرنے والے امام کے پیچھے نمازجائزنہیں ۔اب کرم ایجنسی کے مبتدعین ملوانے اپنے آپ کودیکھیں اورعوام بھی ذراسوچیں کہ کس کس کے گھرمیں شرعی پردہ ہے۔ لہٰذاان میں سے کسی کے پیچھے بھی نمازپڑھنادرست نہیں نہ ازروئے شریعت محمدیہ اوراسی طرح ازروئے فقہ حنفی اورنہ ہی علمائے دیوبندکے نزدیک۔

صحیح بات یہ ہے کہ اگرآپ حضرات اپنے ضمیرسے پوچھیں گے تووہ بھی عدم جوازہی کافتویٰ دے گا۔اس لئے کہ زبان جھوٹ بولتی ہے۔ مگرضمیرکبھی جھوٹ نہیں بولتا۔بعض اوقات ضمیرہی کافتویٰ زیادہ معتبرہوتاہے جیساکہ آپﷺ نے اسکی طرف اشارہ فرمایاہے۔استفت قلبك ولو افتاك المفتون

(۶)بغیرپردہ غیرمحرم عورتونکوپڑھانے والے امام کے پیچھے نمازجائزنہیں)

یہ بات نصوص سے ثابت ہوچکی ہے۔ کہ شرعی پردہ کااہتمام فرض ہے۔اوران فرائض کاچھوڑنے والافاسق ہے۔اورفاسق کی اقتداء یقیناًمکروہ تحریمی ہے۔ اورآج کل بعض ملانے خصوصاًکرم ایجنسی کے مبتدعین اورحفاظ اورقراء حضرات گھروں میں ٹیوشن کے مریض ہیں ۔جوکہ گناہ کبیرہ ہے۔اورپھرمزے سے امامت بھی کرتے ہیں ۔حالانکہ مذہب کی روسے ان کے پیچھے بھی نمازپڑھناجائزنہیں ۔باقی عوام کی اپنی مرضی۔ ہمیں اپنی ذمہ داری کااحساس ہے وہ ہم بفضل اللہ پوراکررہے ہیں ۔ایک دن آنے والا ہے ۔وہاں ہرایک کوجواب دیناہوگا۔ ؎ مانونہ مانوجان جہاں اختیار ہے؛ہم نیک وبدحضورکوسمجھائے دیتے ہیں

(۱)فقیہ العصرحضرت اقدس مولانامفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانوی دیوبندیؒ لکھتے ہیں

کہ''زیدکاخیال واستدلال صحیح ہے۔عورتوں کی دینی تعلیم عورتوں کی وساطت سے

یاپس پردہ ہوسکتی ہے۔علاوہ ازیں اردومیں مستنددینی کتابوں کے مطالعہ سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔بے پردہ عورتوں کوبالمشافہہ پڑھانے والافاسق ہے۔اس کے پیچھے نمازپڑھنامکروہ تحریمی ہے۔ اوراس کوامام وخطیب بناناجائزنہیں۔ احسن الفتاویٰ : ۳۲۰/۳)

(۲)علامہ موصوف ؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں
کہ''نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانے والافاسق ہے۔ اس لئے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ : ۲۹۹/۳)

(۳)مفتی اول دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''ایساامام جوغیرمحرم عورتوں میں بیٹھے فاسق ہے۔اس کے پیچھے نمازمکروہ ہے۔ شامی : ۵۲۳/۱)

غیرمحرم عورتوں کے سلسلہ میں لکھاہے۔
فان خاف الشھوۃ اوشك امتنع نظرہ الی وجھھا فھل النظر مقید بعدم الشھوۃ وھذا فی زمانھم واما فی زماننا فمنع من الشبابۃ : ردالمحتار : ۳۵۲/۵)فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲۸۴/۳)

حضرات گرامی!

نامحرم عورتونکوبغیرپردہ کے یاخلوت میں پڑھانافسق ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نمازپڑھنامکروہ تحریمی ہے۔ اورایسے شخص کوامام بناناجائزنہیں ۔ کوئی امام بننے کے بعداس کامرتکب ہواس کوامامت سے معزول کرناتمام محلہ کی ذمہ داری ہے ورنہ بصورت دیگرسارے محلے والے گنہگارہونگے۔

(۷)بیٹی یابہن وغیرہ پرپیسے رقم لینے والے امام کے پیچھے نمازپڑھناحرام ہے)

صوبہ سرحدکے اکثرپٹھان حضرات عموماًکرم ایجنسی میں خصوصاًیہ بھی ایک رواج مشہورہے۔کہ رشتہ دیتے وقت سسر(لڑکی والے)داماد(لڑکے والے)سے پیسے وصول کرتے ہیں ۔آج کل تقریباًدوڈھائی لاکھ تک لینے کارواج ہے۔ کوئی کم بھی لیتے ہیں کوئی زیادہ بعض بظاہردیندارقسم کے لوگ یہ بہانہ بناتے ہیں اورکہتے ہیں کہ ہم لڑکی کوسامان بناتے اورخریدتے ہیں ۔مگرشریعت میں لڑکی پرمطلقاًپیسے لیناحرام ہے۔ خواہ سامان کے لئے ہویاجیب کے لئے ۔شریعت مطہرہ نے صرف مہرلینے کی اجازت دی ہے۔مگروہ بھی عورت کے لئے والدین کااس میں کوئی دخل نہیں ۔نہ وہ پیسے والدین وصول کرسکتے ہیں ۔ کرم ایجنسی میں یہ

مرض اس لئے زیادہ ہے کہ وہاں کے بدعت پرست مولوی بھی لڑکیوں پرپیسے رقم لیتے ہیں یعنی فروخت کرتے ہیں لہٰذاعوام یہ سمجھتے ہیں کہ شایدیہ جائزہونگے۔ حالانکہ یہ بلکل حرام اوررشوت ہے۔ اورجوامام مسجدایساقبیح عمل کرنے کامرتکب ہواس کے پیچھے بھی نمازجائزنہیں ۔ ایسے شخص کوامام بناناحرام ہے۔ اورایسے بنے ہوئے امام کومعزول کرناواجب ہے۔ ورنہ محلے والے سب گنہگارہونگے۔
(۱)فقہ حنفی کی مشہورترین کتاب ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ میں لکھاہے

ومن السحت مایأخذالصھر من الختَن بسبب بنته بطیب نفسه حتی لو کان بطلبه یرجع الختن به . (ردالمحتار : ۲۷۲/۵)بیروت)		اورجورقم یاشی سسراپنے دامادسے بیٹی کے سبب لیتاہے۔ اگریہ رقم شوہروالوں کی مرضی پر ہو تب بھی حرام ہے۔ لیکن اگرسسرمانگتاہے۔ توپھرتودامادواپسی کابھی مطالبہ کرسکتاہے۔(ردالمحتار : ۲۷۲/۵طبع بیروت)

یعنی اگر دامادمرضی سے کچھ دیتاہے توحرام ہے۔ اگردامادمرضی سے نہ دے بلکہ سسرمانگتاہے جیساکہ آجکل ہوتاہے۔ پھرتواس کی حرمت میں شک ہی نہیں بلکہ دامادکوواپس مطالبے کابھی حق حاصل ہے۔
اسلامی عدالت کے ذریعہ واپس لے سکتاہے۔ علماء امت نے اس کوحرام قراردیاہے اوررشوت کے زمرے میں داخل کیاہے اورحرام یارشوت کے لینے والافاسق ہے اورفاسق کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے
(۲)حضرت عارف بااللہ مفتی اول دارالعلوم دیوبندمفتی عزیزالرحمن صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ''لڑکی کے والدین کوشوہرسے یاشوہرکے والدین سے کچھ روپیہ لینادرمختارمیں رشوت اورحرام لکھاہے۔ پس اس روپے کوواپس کرناضروری ہے۔ اورتوبہ اس کی یہی ہے۔ کہ روپیہ واپس کردے ۔اگرروپیہ واپس نہ کیاتوفاسق رہااورفاسق کی امامت مکروہ ہے۔ فاسق لائق امام بنانے کانہیں ۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۲۶۰/۳)
(۳)مرشدالمجاہدین مفتی اعظم مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ''رشوت لینے والافاسق ہے۔ اس لئے اس کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ : ۲۸۸/۳)
(۴)شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ''رشوت لیناگناہ کبیرہ ہے۔ اس کامرتکب فاسق ہے ۔اورفاسق کی امامت مکروہ

تحریمی ہے ۔اپکے مسائل اورانکاحل : : ۲۴۷/۲)
(۵)صدرمفتی داالعلوم دیوبندمفتی محمودحسن صاحبؒ لکھتے ہیں
کہ’’ حُرہ عورت کی خریدوفروخت حرام ہے۔ فتاویٰ محمودیہ : ۱۹۵/۵)
(۶)شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ’’(لڑکی والے لڑکے والے سے رقم لیتے ہیں یاشادی کے اخرجات وغیرہ لیتے ہیں)ایسی رقم کامطالبہ ناجائزہے۔ اوراس کاواپس کرناضروری (فرض)ہے۔ ومن السحت مایأخذہ الصھرمن الختن بسبب بنته بطیب نفسه حتی لوکان بطلبه یرجع الختن به : شامی : ۲۷۲/۵) ۔ خیرالفتاویٰ : ۵۸۵/۴)
(۷)مفتیان جامعہ حقانیہ آکوڑہ خٹک ایک سوال کے جواب میں یوں لکھتے ہیں کہ’’عقدنکاح میں لڑکی دینے کی وجہ سے لڑکے یااس کے رشتہ داروں سے رسومات کے بہانے شادی بیاہ کاخرچہ لیناناجائزاورحرام ہے۔اگرپیسے لیے ہوں توواپس کرنالازمی ہے۔ فتاویٰ حقانیہ : ۳۶۸/۴) (۸)فتاویٰ عثمانی :
۴۰۴/۱)میں یہی فتوی لکھاہے۔
(ایک ضروری وضاحت !
وہ یہ کہ بعض علاقوں میں یہ معاملہ برعکس ہے۔ یعنی دلہا(لڑکے)والے دلہن(لڑکی)والوں سے جہیزوغیرہ کے نام سے رقم پیسے لیتے ہیں۔تقریباًاس کابھی وہی حکم ہے ۔یعنی حرام ہے۔
(۸)علامہ سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں
کہ’’دلہن والوں سے رقم کامطالبہ رشوت لینے کے حکم میں ہے۔ رشوت کالیناتوحرام ہے ہی ،ضرورت شدیدہ کے بغیراس کادینابھی حرام ہے۔لہذاگرمطالبہ پرلڑکی والے دے رہے ہوں تب توقبول کرناناجائزہے۔ اگرمطالبہ تونہیں کیا،لیکن چونکہ لین دین کارواج ہے،اس رواج کے تحت لڑکی والوں نے دیااورلڑکے والوں نے قبول کیاتویہ بھی جائزنہیں ۔کیونکہ فقہاء کا اصول ہے۔ کہ جوچیزرواج کے تحت دی جاتی ہے۔ وہ بھی شرط ہی کے درجہ میں ہوتی ہے۔’’المعروف عرفاًکاالمشروط شرعاً‘‘
ہاں !اگرلڑکے والوں نے صراحتًلینے سے انکارکردیااورلڑکی والوں سے کہہ دیاکہ ہم لین دین کے مخالف ہیں لڑکے کوکچھ نہ دیاجائے۔ اس کے باوجودلڑکی والے دیں ۔تواب لینے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ صراحتًانکارکی وجہ سے کڑکے والے اس سے برئی الذمہ ہیں ۔فقہاء کااصول ہے۔ ’’لاعبرة بالدلالة فی مقابلة التصریح ‘‘تاہم عزیمت کادرجہ یہ ہے ۔کہ اس صورت میں شادی کے وقت لینے

سے گریزکیاجائے کیوں کہ اس کامقصودرسم ورواج ہی کی پیروی ہوتی ہے۔
اوریقیناًاس سے اس خراب رسم کوتقویت پہونچتی ہے۔کیونکہ مقصودلڑکی والوں کامحض دینانہیں ہوتا،بلکہ رسم ورواج کی پیروی مقصودہوتی ہے،۔ اگردامادکودینامقصودہوتاتواس کے لئے شادی ہی کے موقع کے انتخاب کی موضوع نہیں تھی ،انسان اپنی اولادکویاکسی بھائی بہن اورماں باپ کوبھی حسب حیثیت دیتارہتاہے ،لیکن نہ تواس کی نمائش کرتاہے۔ اورنہ کسی تقریب کااہتمام لہذااس لین دین میں بہرحال رسم رواج ہی مدنظرہوتی ہے۔ جس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔تاہم اس کے لئے بڑے حوصلہ اوراخلاقی جرأت کی ضرورت ہے۔ کتاب الفتاویٰ : ۴۲۶/۴)

(۹)موصوف ایک اورمقام پرایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ''قرآن مجیدنے کہا کہ

وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ : (البقرة : ۱۸۸)		اپنے مال باطل طریقہ پرنہ کھائو۔ (سورئہ بقرہ : ۱۸۸)

باطل طریقہ پرکھانے میں یہ بات بھی شامل ہے۔کہ کسی سے بکراہتِ خاطرناحق طورپرکوئی چیزحاصل کی جائے ۔شادی کے موقع سے ہیسے اورسامان کامطالبہ اسی زمرہ میں داخل ہے۔فقہاء کی عبارتوں سے اشارہ ملتاہے۔ کہ یہ رشوت کے حکم میں ہے۔ لہذااس کولینابھی حرام اورشدیدضرورت کے بغیردینابھی اوراگرلے چکاہے۔توواپس کردیناواجب ہے۔ کتاب الفتاویٰ : ۴۲۸/۴)

محترم قارئین کرام !

آپ نے مستندحوالہ جات کے ساتھ پڑھاکہ لڑکی پرپیسے لیناہرقسم کے ہوں سامان کے لئے یاآنے والے مہمانوں کے کھانے کے لئے ہوں یاشادی کی دیگر اخراجات کے بہانہ سے ہوں سب کے سب حرام ہے۔ اورایساشخص فاسق ہے ۔

لہذاایسے شخص کے پیچھے نمازدرست نہیں ہے۔ اس کومستقل امام بناناتوبہت ہی بڑاجرم ہے۔اس کوامامت سے معزول کرنامحلہ والوں کی دینی ذمہ داری ہے ورنہ اہل محلہ سب کے سب گنہگارہونگے۔ !

(وفقکم للہ وایانااتباعَ السنة واجتناب البدعة والمبتدعين)

(زکوٰۃ کب اورکن لوگوں پر واجب ہے ؟)

(ایک شبہ اوراس کاازلہ)

باب دھم

زکوٰۃ کامسئلہ انتہائی اہم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی پیچیدہ بھی ہے۔ اس لئے کہ عوام تودرکناربعض ائمہ مساجدتک کوعلم نہیں ۔عوام کی اکثریت اورکچھ علماء تک کویہ غلط فہمی ہے۔ کہ وہ یہ سمجھتے ہیں ۔کہ بس سونے پرزکوٰۃ تب واجب ہوگی جب وہ ساڑھے سات تولہ ہوگا۔ اورچاندی پرزکوٰۃ تب واجب ہوگی جب ساڑھے باون تولہ ہوگی۔ اگراس سے کم چاندی اورسوناہوگاتوکسی صورت میں بھی زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اورمیرامشاہدہ ہے ۔کہ بہت سارے لوگوں پرکئی سالوں کی زکوٰۃ باقی ہے اوران کوپتہ تک نہیں عوام بے چاروں کوعلم نہیں ۔اورعلماء میں سے بعض نے بتایانہیں اوربعض کوخودبھی پتہ نہیں ۔ اس مسئلہ کی وضاحت یوں ہی سمجھ لیجئے!

(۱) اموال کے نصاب دوہیں)

ایک وہ نصاب جووجوب قربانی کے لئے شرط ہے۔ وہ الگ ہے۔ دوسراوہ ہے جووجوب زکوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ وہ الگ ہے۔

(۱)وجوب قربانی کانصاب)

وجوب قربانی میں پانچ قسم کامال شمارہوگا۔

اگرکسی کے گھریاملکیت اورقبضے میں (۱)سونا(۲)چاندی(۳)نقدرقم(۴)مال تجارت(۵)ضرورت سے زائدسامان گھرمیں ہو ضرورت سے زائدسامان میں ٹی وی ۔وی سی آر،ڈش،ٹیپ اورتین جوڑسے زائدکپڑے اورگھرکاوہ سامان جوسال بھرمیں ایک مرتبہ بھی استعمال نہ ہومحض زینت یاویسے رکھاگیاہوسب کوشامل ہے۔

اگرکسی کے ملکیت میں ان پانچ چیزوں کوجمع کرکے ان سب کامجموعہ ساڑھے بائون تولہ چاندی کوپہنچے یااس کی مالیت کوتووہ صاحب نصاب شمارہوگا۔

قربانی کے وجوب کے لئے اس پرسال گذرنابھی شرط نہیں لہذاایسے مردیاعورت پرقربانی واجب ہے۔ اوراس کے لئے زکوٰۃ لیناجائزنہیں ۔بشرطیکہ یہ نصاب ضرورت سے زائدہو۔قرض وغیرہ سے فارغ ہو۔

(۲) وجوب زکوٰۃ کانصاب چارچیزیں ہیں)

(۱)سونا(۲)چاندی(۳)نقدروپے(۴)مال تجارت۔اب اگرکسی کے پاس صرف سوناہے۔ بقییہ تین اشیاء میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ مثلانہ ایک رتی برابرچاندی نہ پانچ دس روپے نقدہے۔اورنہ مال تجارت کاکوئی مال ہے اگرچہ قلیل ہوتوایسے شخص پرواقعی اس وقت تک زکوٰۃواجب نہیں جب تک سوناساڑھے سات تولہ نہ ہواوراسی طرح کسی کے پاس صرف چاندی ہوبقیہ تین اشیاء بالکل نہ ہوں توجب تک چاندی ساڑھے بائون تولہ نہیں توزکوٰۃ نہیں ۔

مگرایساآجکل ناممکن ہے۔ کہ گھرمیں بقیہ اشیاء بالکل نہ ہوکم ازکم پانچ دس

روپے توہرایک کے پاس ہوتے ہیں پس جب سونے کے ساتھ تین اشیاء یعنی چاندی یانقدرقم یامال تجارت میں سے کوئی چیزموجودہے۔ توپھرسب کوجمع کرکے دیکھاجائے گا۔ اگرسب کی یاکچھ کی قیمت ساڑھے بائون تولہ چاندی کی برابرہواوراس پرسال بھی گذرگیاہواورضرورت سے زائدہوں یعنی قرض وغیرہ سے توایسے مردیاعورت پرزکوٰۃ فرض ہے

یعنی اگرکسی کے پاس ایک تولہ سوناہے۔ مگرساتھ پانچ یادس روپے نقدہے۔جوکہ ہرکسی کے پاس ضرورہوتے ہیں یاساتھ تھوڑی چاندی یامال تجارت ہے۔ توپھراس ایک تولہ سونے کی قیمت لگائی جائیگی ۔کیونکہ صرف سوناتونہیں ہے بلکہ بقیہ تین اشیاء میں سے بھی کچھ ہے۔ توجب ایک تولہ سونے کی مالیت یعنی قیمت لگائیں گے۔تواس کی قیمت تقریباًبہت زیادہ بنتی ہے۔ اوراس ایک تولہ سونے کی قیمت واقعی چاندی کے نصاب ساڑھے بائون تولہ چاندی کے برابرہی نہیں بلکہ اس سے زائدہے۔اوراس ایک تولہ سونے پربھی زکوٰۃ واجب ہے۔جبکہ اکثرعوام نہیں نکالتے ۔یادرکھیں ساڑھے سات تولہ سونااس وقت ہے۔ جبکہ صرف سوناہی سوناہو۔اگربقیہ تین اشیاء میں سے کوئی چیزساتھ ہو۔توپھراس کی قیمت لگائیں گے۔ اگراسکی قیمت ساڑھے بائون تولہ چاندی کے برابرہوتوزکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۱)چنانچہ نصاب زکوٰۃکے بارے میں علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں وقیمة العروض للتجارة تضم الی الثمنین لان الکل للتجارة وضعاً وجعلاًویضم الذھب الی الفضة وعکسه بجامع الثمنیة قیمة (قوله ویضم)ای عندالاجماع اما عند انفراد احدھما فلاتعتبر القیمة اجماعاً بدائع لان المعتبر وزنه اداءً اووجوباً کما مر وفی البدائع ایضاً ان ماذکرمن وجوب الضم اذالم یکن کل واحد منھما نصاباً بان کان اقل ، فلو کان کل واحد منھما نصاباً تاماً بدون زیادة لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد منھما زکاته فلو ضم حتی یؤدی کله من الذھب اوالفضة فلابأس به عندنا وکان یجب ان یکون التقویم بما ھو انفع للفقراء رواجاً وان لایؤدی من کل منھماربع عشره : ردالمحتار : ۳۰۳/۲)

(۲)صدرمدرس دارالعلوم محمودیہ صادق آبادمولانامفتی محمدابراہیم صاحب لکھتے ہیں

کہ’’سوناچاندی مال تجارت اورنقدی فرضیت زکوٰۃ میں ایک ہی جنس شمارکئے جاتے ہیں ۔بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلارہتے ہیں کہ سوناجب تک ساڑھے سات تولہ نہ ہواس پرزکوٰۃ نہیں ۔اورچاندی جب تک ساڑھے بائون تولہ نہ ہواس پرزکوٰۃ نہیں حالانکہ یہ حکم صرف اس صورت میں ہے۔ جبکہ کسی کے

باب دھم

ملک میں صرف سوناہو۔بقیہ تین اشیاء میں سے کوئی شی کسی مقدارمیں بھی نہ ہوایسے شخص کے لئے بے شک یہی حکم ہے۔ کہ سوناجب تک ساڑھے سات تولہ نہ ہواس پرزکوٰۃ نہیں ۔

اسی طرح اگراس کی ملکیت میں صرف چاندی ہے۔ بقیہ تین اشیاء میں سے کوئی شی نہیں تواس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کہ چاندی جب تک ساڑھے بائون تولہ نہ ہو۔ اس پرزکوٰۃ نہیں لیکن جس کے پاس ان چاراشیاء میں سے ایک سے زائداشیاء موجودہوں تووہاں ہرایک کاالگ الگ حساب کرنے کے بجائے سب کی مجموعی قیمت لگاکراس کاچالیسواں حصہ اداکریں ۔ (چارسواہم مسائل : ۱۲۷/تا۱۲۹)

(۳)مفتی اعظم امام المرشدین مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ''سونے کانصاب ساڑھے سات تولہ یعنی =۸۷.۴۷۹گرام اس شخص کے لئے ہے۔جس کے پاس صرف سوناہو۔ چاندی ،مال تجارت اورنقدی میں سے کچھ بھی نہ ہو۔

اسی طرح چاندی کانصاب ساڑھے بائون تولہ یعنی ۶۱۲ء۳۵گرام اس صورت میں کہ صرف چاندی ہو سونا ،مال تجارت،اور نقدی بالکل نہ ہو اگرسونے یاچاندی کے ساتھ کوئی دوسرامال زکوٰۃ بھی ہے۔ توسب کی قیمت لگائی جائیگی ۔ اگرسب کی مالیت ۸۷،۴۷۹گرام سونے یا۶۱۲،۳۵گرام چاندی کی قیمت کے برابرہوتوزکوٰۃ فرض ہے۔ احسن الفتاویٰ : ۲۶۴/۴)

حضرات گرامی!

مذکورہ مسئلہ چونکہ انتہائی غیرمعمولی اورغیرمعروف ہوچکاہے اس لئے بندہ نے اس میں کچھ زیادہ تطویل سے کام لیاممکن ہے۔ بعض الفاظ اورجملے کسی کولمبے اوربے معنی نظرآئے ۔مگریادرہے میں نے پوری کتاب میں عوام کے سمجھانے کالحاظ رکھاہے۔ اس لئے بعض عبارات کاترجمہ مفہومی کیاگیاہے اوربعض جگہ ترجمہ میں تطویل بھی محسوس کریں گے ۔وہ اسی مجبوری کے پیش نظرہوگیاہے۔

لہٰذاجہاں کوئی کمزوری نظرآئے ۔توبندہ کومطلع بھی کیجئے اوردرگزربھی فرمالیجئے ۔شکریہ ۔

نوٹ۔یہ تفصیل احناف کے مسلک کے مطابق ہے لیکن احادیث سے اس کے خلاف ثابت ہوتاہے اوروہی راجح ہے۔

(۴) کیانوروزمسلمانوں کادن ہے ؟)

ہمارے علاقہ کرم ایجنسی میں تقریباًاکثریت سے زیادہ لوگ نوروزکاد ن مناتے

باب دھم

ہیں۔اس میں اچھے اچھے کھانے تیارکرتے ہیں حالانکہ وہاں شیعہ ،سنی نفرت اورتعصب بھی بہت زیادہ ہے۔ ایک دوسرے کوکافرکہتے ہیں ۔مگرجب شیعہ نوروزمناتے ہیں ۔توسنی ان سے بڑھ کرمناتے ہیں ۔شیعہ محرم میں سبیل لگاتے ہیں ۔سنی ان سے زیادہ شربتیں تقسیم کرتے ہیں ۔ شیعہ قبروں سے مانگتے ہیں وہاں میلے لگاتے ہیں ۔ عورتیں جاتی ہیں ۔ سنیوں کی زیارتوں پراُن سے زیادہ براحال ہوتا ہے۔ وہ یاعلی مددکہتے ہیں توسنی یاعبدالقادرجیلانی شیئاًلِلّٰہ یاپیران پیرمددکیجئے۔کوئی۔ƒپ¢ژپ¤ƒ¢ژ¤”پ‰‚¦ ژپں›› “اِلکہتے ہیں
بقولِ شیخ شاہ منصوربابا.

نعرئہ شیعی مددائے پنج تن نعرئہ سنی مددبابائے من

بہرحال کوئی ایساگناہ نہیں اورکوئی شرک ایسانہینچھوڑتے کہ جوایک دوسرے سے بڑھ کرنہ کرے ۔مگرپھربھی ہرایک دوسرے سے بڑھ کرایمان اورصحیح عقیدہ کی دعویٰ بھی کرتے ہیں ۔معلوم نہیں کہ یہ لوگ اسلام وتوحیدکس چیزکوکہتے ہیں ۔جوکہ کسی حالت میں بھی چھوٹتی نہیں۔

علامہ الطاف حسین حالی ؒنے بہت خوب فرمایا

کریں غیرگربت کی پوجاتوکافر؛جوٹہرائے بیٹاخداکاتوکافر
جھکیں آگ پربہرِسجدہ توکافر ؛ کواکب میں مانیں کرشمہ توکافر
مگر مومنوں پرکشادہ ہیں راہیں ؛ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں، خداکردکھائیں ؛ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ؛شہیدوں سے جاجاکے مانگیں دعائیں
نہ توحیدمیں کچھ خلل اس سے آئے ؛نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے ۔

تاہم مجھے نوروزکے بارے میں وضاحت کرنی ہے۔ کہ کیایہ مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے یانہیں ؟
کیااس میں ہمارے لئے کوئی حصہ لینے کی گنجائش ہے یانہیں ؟ آیے جی !ہم شریعت مطہرہ کی کتابوں میں اپنے اس سوال کاجواب بھی ڈھونڈلیں

(۱)سب سے پہلے قرآن کریم میں موسی کلیم علیہ السلام اورفرعون کے بحث مباحثہ کاذکرموجودہے۔جب فرعون نے ان سے کہاکہ توہمارے اوراپنے درمیان ایک وعدے(مناظرے)کاوقت مقررکرلے تا کہ نہ ہم اس کاخلاف کریں اورنہ تو،صاف میدان میں مقابلہ(مناظرہ) ہو۔توموسیٰ کلیم علیہ السلام نے فرمایا

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَأَن يُحْشَرَ		موسیٰ (علیہ السلام)نے جواب دیاکہ زینت

باب دھم

النَّاسُ ضُحًی : (طٰہٰ : ۵۹)	اورجشن کے دن کاوعدہ ہے اوریہ کہ لوگ دن چڑھے ہی جمع ہوجائیں (سورئہ طٰہٰ : ۵۹)

(۲)مفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب ؒخلاصہ تفسیرمیں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایاکہ تمہارے (مقابلہ کے)وعدہ کاوقت وہ دن ہے جس دن میں (تمہارا)میلہ ہوتاہے ،اور(جس میں)دن چڑھے لوگ جمع ہوجاتے ہیں (اورظاہرہے کہ میلے کاموقع اکثرہموارہی زمین میں ہوتاہے۔ اسی سے مکان سویٰ کی شرط بھی پوری ہوجاوے گی)۔معارف القرآن : ۱۱۶/۶)

یعنی موسیٰ کلیم علیہ السلام نے فرمایاکہ مقابلہ اس دن ہوگا۔جس دن تمہاراامیلاہوتاہے۔ تمہارے خوشی کادن ہے۔ جس میں فرعون کی تمام قوم جمع ہوتی ہے۔اب سوال یہ پیداہوتاہے۔ کہ اس دن خوشی کیوں مناتے تھے ؟

مؤرخین اورمفسرین امت نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ یہ دن یا توفرعون کی پیدائش کادن تھایااس کی تاج پوشی کادن تھا۔ اس کی تاج پوشی یاپیدائش جس دن ہوئی تھی۔ وہی دن نوروزکادن تھا۔

(۳)شیخ القرآن حضرت مولاناعلامہ عبدالسلام رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں

کہ”اس یوم الزینہ سے فرعون کی پیدائش یااس کی تاج پوشی کادن مرادہے۔ احسن الکلام : ۲۳/۶)

(۴)علامہ سیدمحمودآلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں

هو يوم النيروز . (روح المعانی : ۲۱۸/۱۶)	کہ وہ نوروزکادن ہے۔ (روح المعانی : ۲۱۸/۱۶)

(۵)امام بدرالدین ابن جماعۃ ؒلکھتے ہیں

يوم الزينة هو يوم النوروز وكان عيداً لهم. (غررالتبيان : ۳۳۷)	کہ یوم الزینہ سے نوروزکادن مرادہے۔جواُن(فرعونیوں) کی عیدتھی ۔(غررالتبیان : ۳۳۷)

(۶)علامہ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں

روی الضحاك عن ابن عباسؓ أنه يوم النيروز. (زادالمسير : ۲۹۵/۵)	کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے امام ضحاک ؒ نے روایت کیاہے کہ یہ نوروزکادن ہے۔ (زادالمسیر : ۲۹۵/۵)

(۷)امام علائوالدین علی بن محمدؒلکھتے ہیں

باب دھم

ھویوم النیروز . (زادالمسیر : ۲۹۵/۵)		کہ’’وہ نوروزکادن ہے۔ (زادالمسیر : ۲۹۵/۵)

(۸)امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفیؒ نے بھی نوروزکاقو ل نقل فرمایاہے۔ تفسیرمظہری : ۱۴۷/۶)

(۹)امام ابوعبداللہ محمدبن احمدؒنے بھی یہی کچھ نقل فرمایاہے۔(الجامع لاحکام القرآن : ۱۴۳/۱۱)

(۱۰)شیخ الحدیث صوفی عبدالحمیدصاحب سواتیؒ نے لکھاہے
کہ’’مصری لوگ سال بھرمیں ایک دن قومی تہوارکے طورپرمناتے تھے۔اسی کویومِ زینت یاجشن کادن کہاگیاہے ۔اس دن فرعون کی سالگرہ یاجشن تاج پوشی ہوتاتھا۔معالم العرفان فے دروس القرآن : ۱۰۵/۱۳)

الغرض ۔مذکورہ بالاکتب کی عبارات اورحوالوں سے یہ ثابت ہواکہ قرآن میں یوم الزینہ سے مراداس کی تاج پوشی یاپیدائش کادن ہے۔ اوروہ یہی نوروزکادن ہے۔ جوفرعون کی قوم کی عیداورخوشی کادن تھا۔توسمجھنے والے سمجھ گئے ہونگے ۔کہ نوروزہمارانہیں بلکہ اسلام دشمن فرعونیوں کادن ہے اورایرانی شیعوں نے بھی اپنے اکابرین(فرعونیوں)کی تقلیدکی ،اورشوق سے یہ مناتے ہیں۔ لہٰذااس دن خوشی مناناجائزنہیں ہے

(۱۱)حدیث میں بھی آیاہے کہ مسلمانوں کی خوشی کے دودن (عیدین)ہیں اورنوروزنہیں ہے۔

عن انسؓ قال قدم النبی ﷺ المدینۃ ولھم یومان یلعبون فیھما فقال ماھذان الیومان قالوا کنا نلعب فیھما فی الجاھلیۃ فقال رسول اللہ ﷺ قد ابدلکم اللہ خیراً منھما یوم الاضحیٰ ویوم الفطر : رواہ ابوداود : (مشکوٰۃ : ۱۲۸/۱)		حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺجب مدینہ منورہ تشریف لائے تواہلِ مدینہ نے دودن مقررکررکھے تھے جن میں وہ لہولعب کرتے (خوشیانمناتے)تھے،آپ ﷺنے (یہ دیکھ کر)پوچھاکہ ’’یہ دودن کیسے ہیں؟صحابہؓ نے عرض کیاکہ’’ان دونوندنوں میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلاکوداکرتے تھے ۔آپﷺنے فرماکہ’’اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں کے بدلے ان سے بہتردودن مقررکردئیے ہیں اوروہ عیدالاضحیٰ اورعیدالفطرکے دن ہیں ‘‘۔ ابودائود

باب دھم

		(مشکوٰۃ : ۱۲۸/۱)

وہ دودن جن میں جاہلیت والے خوشیاں مناتے تھے وہ نوروز،مہرجان کے دن تھے

(۱۲)علامہ ملاعلی قاری الحنفی ؒ لکھتے ہیں

وھما یوم النیروز ویوم المھرجان . کذا قالہ الشراح . (مرقات : ۴۹۰/۲)		کہ وہ دودن نوروز،مہرجان ہیں ۔تمام شارحین نے یہی کہاہے۔ (مرقات : ۴۹۰/۲)

اس حدیث کے تحت محدثین حضرات نے لکھاہے کہ وہ دودن جن میں اسلام سے پہلے جاہلیت والے خوشیاں مناتے تھے وہ ایک نوروزدوسرامہرجان تھا۔آپﷺ نے تشریف لاکرفرمایاکہ ان دنوں سے اب تمہیں کوئی سروکارنہیں ہوناچاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دنوں سے بہترتمہیں عیدین کے دودن عنایت فرمادیئے ہیں تم ان دونوں بابرکت دنوں میں خوشی مناسکتے ہو۔

گویا اس طرح آپﷺنے ایک طرف تویہ اشارہ فرمایاکہ مسلمان کوچاہئے کہ وہ حقیقی عیداورخوشی عبادت کے دن منائے۔لہذااس حدیث میں عیدین کے دن لہوولعب میں مشغول ہونے کی ممانعت ہے۔دوسری طرف یہ اشارہ خفی ہے کہ عیدین میں بہت معمولی طریقہ پرکھیل کوداوراس اندازاوراس طریقہ سے خوشی مناناکہ جس میں حدودشریعت سے تجاوزاورفحاشی نہ ہوجائزہے۔‘‘

یہ حدیث نہایت لطیف اندازمیں یہ بھی بتارہی ہے کہ غیرمسلموں کے تہوارکی تعظیم کرنااوران میں خوشی منانانیزاُن کی رسموں کواپنانا ممنوع ہے۔نیزیہ حدیث غیرمسلموں کی عیدوتہوارمیں شرکت وحاضری کی ممانعت کوبھی ظاہرکررہی ہے۔بعض علماء نے تواسے اتناسخت جاناہے۔کہ اس عمل پرکفرکاحکم لگایاہے ۔ مظاہرحق : ۹۳۸/۱)درج ذیل چندحوالے ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمالیجئے!

سوال ؛ کیانوروزمناناجائزہے یانہیں ؟

جواب یہ ہے

کہ فقہائے احناف ؒ نے نوروزکے دن کی عزت کرنے والوں کوکافرکہاہے۔ اوراس دن کے تحفہ تحائف اورکھانے پینے کوحرام لکھاہے۔

(۱۳) امام محمدالتمرتاشی اورمحمدحصکفی ؒ لکھتے ہیں

والاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام وان قصدتعظیمہ ك مایعظمھا المشرکون یکفر قال ابوحفص الکبیر		نوروزاورمہرجان کے نام دیناجائزنہیں یعنی ان دودن کے نام ہدیہ دیناحرام ہے۔ اگرہدیہ (تحفہ)دینے سے اس دن کی تعظیم مقصودہوجیساکہ مشرک لوگ کرتے ہیں

لو ان رجلاً عَبَدَاللہ خمسين سنة ثم اهدیٰ لمشرك يوم النيروز بيضة يريد تعظيم اليوم فقد كفر وحبط عمله (الیٰ ان قال) ولو شریٰ فيه مالم يشتره قيل ان اراد تعظيمه كفر (وقال الشامی تحته) والنيروز اول الربيع والمهرجان اول الخريف وهما يومان يعظمهما بعض الكفرة ويتهادون فيهما : (ردالمحتار : ۷۵۴/۶طبع ایچ ام سعید، الشامی : بیروت : ۴۸۱/۵)

۔توکافرہوجاتاہے۔ امام ابوحفص کبیرؒنے فرمایاہے ۔کہ اگرایک آدمی پچاس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے پھرنوروزکے دن کسی مشرک کوایک انڈابھی تحفہ میں دیدے اس دن کی تعظیم کی نیت سے توکافرہوجاتاہے۔ اوراس کاتمام عمل محوکیاجاتاہے۔ ......اگراس دن چیزخریدے جوپہلے نہ خریداہوتواگربقصدتعظیم ہوتوکافرہوجاتاہے تمام عمل محوکیاجاتاہے۔ ...... ۔ علامہ الشامی لکھتے ہیں کہ نوروزموسم بہارکاپہلادن ہے۔ اورمہرجان خزان کاپہلادن ہے۔ اوریہ دونوں ایسے دن ہیں ۔ جس کوبعض کافر معززسمجھتے ہیں ۔اورایک دوسرے کواس مینتحفے دیتے ہیں (ردالمحتار : ۷۵۴/۶طبع ایچ ام سعید)(الشامی : بیروت : ۴۸۱/۵)

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نوروزکفارکادن ہے۔ جس میں وہ لوگ خوشی مناتے ہیں ۔ اوراچھے کھانے تیارکرتے ہیں ۔ایک دوسرے کوتحفے تحائف دیتے ہیں اگرکسی مسلمان نے اس دن کی تعظیم کے پیش نظرکچھ تحفہ دیا یا خریداری کی تووہ شخص کافرہوجاتاہے۔اوراس کے تمام نیک اعمال ضائعہ ہوجاتے ہیں ۔توکیاحال ہوگاان لوگوں کاجواس دن کی عزت میں بکرے اورمرغے ذبح کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ ....

(۱۴)علامہ ابن عابدین الشامیؒ اس دن کوروزے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ''اس دن روزہ رکھناحرام ہے۔ کیونکہ روزہ رکھنااس دن کی تعظیم کی مشابہہ ہے۔ اوراس دن کی تعظیم حرام ہے۔ (الشامی : ۳۷۶،۳۷۵/۲ طبع ایچم سعید،شامی : بیرت : ۸۴/۲)

(۱۵)شیخ الحدیث شہیدملت اسلامیہ حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ''ہماری شریعت میں نوروزکی کوئی اہمیت نہیں اور''ڈان گجراتی''کے حوالے سے جولکھاہے وہ صحیح نہیں۔نوروز،کی تعظیم مجوسیوں اورشیعوں

کاشعارہے۔آپکے مسائل اوران کاحل : ۳۶۲/۱)
براہِ کرم انصاف سے سوچیں!
کہ مذکورہ بالاعبارات اورحوالہ سے واضح طورپرثابت نہ ہواکہ نوروزفرعونیوں کی خوشی کادن ہے۔ مسلمانوں کانہیں اوراس دن کی تعظیم کی وجہ سے آدمی کافرہوجاتاہے۔ توکیاردالمحتارہمارے مذہب کی کتاب نہیں ؟ کیامولانامحمدیوسف دیوبندی عالم نہیں ؟
کیاہم مسلمان حنفی نہیں ؟ کیاکرم ایجنسی کے مبتدعین ملائوں نے کبھی آپ حضرات کواتنے بڑے خطرناک فعل سے آگاہ کیاہے؟
نہیں ہرگزنہیں بلکہ ابتک یہ خودبھی کرتے ہیں ۔دوسروں کوترغیب بھی دلاتے ہیں ۔
آپ خودہی فیصلہ کریں کہ یہ ہمیں کہاں لے جارہے ہیں ۔کیااب بھی ہم ان کومقتدیٰ سمجھیں گے؟
اپنے دل پرہاتھ رکھ کرکان اسکی طرف لگالیں ۔توجواب آئیگانہیں نہیں!

(قنوت نازلہ کی شرعی حیثیت)

لغوی طورپرقنوت کے کئی معنی ہیں (۱)اطاعت کرنا(۲)نمازمیں کھڑاہونا(۳)اللہ تعالیٰ کے سامنے خاکساری کرنا(۴)اسی طرح'' دعا''کوبھی قنوت کہتے ہیں اورنازلہ کامعنی مصیبت اورمشکلات میں گرفتارہوناہے
شریعت کے اصطلاح میں ''قنوت نازلہ ''مخصوص دعاکوکہتے ہینیعنی زمانے کی حوادث میں پھنس جانے کے وقت نمازمیں اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرکے ان حوادث اورمشکلات کے دفعیہ کے لئے التجاکرنااورنہایت عاجزی وانکساری سے ان مصائب سے نجات پانے کے لئے دعائیں مانگنے کوقنوت نازلہ کہاجاتاہے
دنیامیں مصائب وآلام کئی طرح کے ہوتے ہیں ۔مثلاکوئی حادثہ پیش آجائے ،کوئی دشمن حملہ کرے،قحط پڑجائے کوئی وباپھیل جائے ،دنیاکے کسی خطے میں مسلمانوں پرکفارومشرکین اوریہودونصاریٰ ظلم وستم ڈھارہے ہوں شب وروزانہیں پریشانیوں سے دوچارکررہے ہوں انہیں قیدوبندکی صعوبتوں میں مبتلاکررہے ہوں اورکمزورولاغرمسلمان ان کے ظلم وستم کاتختہ مشق بنے ہوئے ہوں توان حالات میں جہاں ان مسلمانوں کے لئے دیگرمادی اسباب کے تحت مددکی جاتی ہے،اسی طرح ان کے لئے جوروستم اورظلم وتشددسے بچائوکے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگناایک مسنون عمل ہے۔اور نبی اکرمﷺمصیبت پریشانی اوررنج وغم کے پیش

نظرکبھی صبح کی نمازمیں ،ظہراورعشاء میں اورکبھی پانچوں نمازوں میں ،اپنے مومن ساتھیوں کے لئے بڑے عجزوانکساری ،اورخشوع وخضوع کے ساتھ آخری رکعت میں رکوع کے بعددعافرماتے تھے اورصحابہ کرام ؓ آپکے پیچھے آمین کہاکرتے تھے۔

یہی عمل آپﷺکے صحابہ کرامؓ،فقہاءؒ محدثین ؒ،تابعینؒ، تبع تابعینؒ اورسلف صالحینؒکاطریقہ رہاہے۔اس دعاکامقصدیہ ہوتاہے کہ مسلمان اپنے گناہوں کااقرارکرتے ہوئے انتہائی تذلل اورعجزوانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اوراللہ تعالیٰ سے دعاکریں کہ اے اللہ آپ ہمیں ان مصائب وآلام اورمشکلات سے محفوظ فرما۔اورہمارے گناہوں کوبخش دے۔اسی مسئلہ کے متعلق چندحوالے ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)قنوتِ نازلہ احادیث کی روشنی میں)

(۱)حضرت انسؓ سے روایت ہے

عن عاصمٍ قال سألتُ انس بن مالك عن القنوت فی الصلوة كان قبل الروع او بعده قال قبله انما قنت رسول الله ﷺ بعد الركوع شهراً انه كان بعث أُناساً يقال لهم القراء سبعون رجلاً فأُصيبواف قَنَتَ رسولُ الله ﷺ بعد الركوع شهراً يدعو عليهم : (متفق عليه : مشكوٰة : ۱۱۶/۱)		حضرت عاصم احولؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے دعاء قنوت کے بارہ پوچھاکہ نمازمیں وہ رکوع سے پہلے پڑھی جاتی تھی یارکوع کے بعد؟حضرت انسؓ نے فرمایاکہ رکوع سے پہلے ۔(اور پھر فرمایا کہ)آپﷺنے (صبح یاسب نمازونمیں)رکوع کے بعددعاقنوت صرف ایک مہینہ پڑھی تھی۔(وہ بھی)اس لئے کہ آپﷺنے چندصحابہؓ کوجنھیں قرّاء کہتے تھے۔اورتعدادمیں سترتھے۔(تبلیغ کیلئے)بھیجاتھا(وہاں کے لوگوں نے)انھیں شہیدکردیااس لئے آپﷺنے ایک مہینہ تک رکوع کے بعددعاء قنوت پڑھ کرقرّاء کوشہیدکرنے والوں کے لئے بددعاکی ۔ (مشکوٰۃ : ۱۱۶/۱)

(۲)حضرت انسؓ سے دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں

عن عاصمٍ قال سألتُ انساً ؓ عن القنوت قال قبل الركوع فقلتُ ان فلاناً يزعم انك قلتَ بعدالركوع فقال كذَبَ ثم		حضرت عاصمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیاکہ قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چائے یارکوع

باب دهم

حدَّث عن النبی ﷺ انه قنَتَ شهراً بعدالرکوع . (بخاری : ۴۴۹/۱۳۶/۱) (مسلم : ۳۷/۱) (بحواله : نمازمسنون : ۶۴۳)		کے بعد،توحضرت انسؓ نے کہاکہ رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے تومیں نے کہاکچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے کہاہے آنحضرت ﷺرکوع کے بعدپڑھتے تھے۔توحضرت انسؓ نے کہااس نے غلط کہاہے۔پھرحضرت انسؓ آپﷺسے حدیث بیان کی کہ آپﷺنے صرف ایک مہینہ رکوع کے بعدقنوت پڑھی۔ (بخاری : ۱۳۶/۱، ۴۴۹،مسلم : ۲۳۷/۱) (بحوالہ : نمازمسنون : ۴۳

(۳)حضرت ابوہریرۃؓسے روایت ہے

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قَنَتَ بعد الرکوع فربّما قال اذا قال سَمِعَ الله لِمن حمده ربَّنالك الحمد اللهم انج الولید بن الولید وسلمة بن هشام وعیاش بن ابی ربیعه اللهم اشدُدْ وَطْأَتَك علیٰ مُضَرَواجعلهاسنین کسنی یوسف یجهر بذالك : متفق علیه :		حضرت ابوہریرۃؓفرماتے ہینکہ رحمت عالمﷺجب کسی کوبددعادیتے یاکسی کے لئے دعاکرنے کاارادہ فرماتے تورکوع کے بعدقنوت پڑھتے ،چنانچہ بعض وقت جبکہ آپﷺسمع اللہ لمن حمدہ ربنالک الحمدکہہ لیتے تویہ دعاکرتے کہ اے اللہ !ولیدؓبن ولیدکوسلمہؓبن ہشام کواورعیاشؓ بن ابی ربیعہ کونجات دے اورائے اللہ!قوم مضرپرتواپناسخت عذاب نازل کراوراس عذاب کوان پرقحط کی صورت میں مسلط کر،ایساقحط جویوسفؑ کے قحط کی مانندہویعنی قوم مضرپرتواپناعذاب اس قحط کی شکل میں مسلط کرجوحضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قوم مصرپرمسلط کیاگیاتھا۔یہ دعاآپﷺبلندآوازسے کرتے تھے۔ (بخاری،مسلم بحوالہ مشکوۃ : ۱۱۶/۱) (مشکوۃ : ۱۱۳/۱)

(۴)حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے

باب دھم

عن ابن عباس قال قنَتَ رسول الله ﷺ شهراً متتابعاً فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلوة الصبح اذا قال سمع الله لمن حمده من الرکعة الاخرة یدعوعلی احیاء من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعُصیَّة ویؤَمِّن مَن خلفه : رواه ابوداود : (مشکوٰة : ۱۱۶/۱)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓفرماتے ہیں کہ رحمت عالمﷺنے مسلسل ایک مہینہ تک (یعنی ہرروز)ظہر،عصر،مغرب،عشاءاورفجرکی نمازوں کی آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ‘‘کہنے کے بعدقنوت پڑھی ہے جس میں آپﷺ نبی سُلیم کے چندقبیلوں رعل،ذکوان اورعُصَیَّہ کے لئے بددعاکرتے تھے۔اورپیچھے کے لوگ (یعنی مقتدی)آمین کہتے تھے۔(رواہ ابوداود،بحوالہ مشکوٰۃ : ۱۱۴/۱)

(۵)سیدناحضرت ابوہریرۃؓقنوت نازلہ پڑھاکرتے تھے

واللہ لاقرِّبَنَّ بِکم صلاةَ رسولِ الله ﷺ فکان ابوهریرة یقنُتُ فی الظهر والعشاء الاخروصلوة الصبح ویدعوا للمؤمنین ویلعن الکفار : (صحیح مسلم : ۲۳۷/۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایاکہ اللہ کی قسم!میں تمہارے قریب وہ نمازاداکروں گا جورسول اللہ ﷺکی نمازہے۔پس پھرسیدناابوہریرۃؓظہر،عشاء اورفجرکی نمازمیں قنوت کرتے تھے۔جس میں مسلمانوں کیلئے دعا اور کفار پر لعنت بھیجتے۔ (صحیح مسلم : ۲۳۷/۱)

(۶)سیدناابوہریرۃؓ کی دوسری روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں

ان النبی ﷺ قنت بعد الرکعة فی صلاةٍ شهراً اذا قال سمع الله لمن حمده یقول فی قنوته اللهم نجِّ الولید بن الولید اللهم نَجِّ سلمةَ بنَ هشام اللهم نجِّ عیاش بن ابی ربیعة اللهم نَجِّ المستضعفین من المؤمنین اللهم اشدُد وطأتك علی مضر اللهم اجعلها علیهم سِنِین کسِنی یوسف قال ابوهریرة ثم رأیت رسول الله ﷺ قد ترك الدعاء بعدُ فقلتُ اَری رسول الله ﷺ قد ترك الدعاء لهم قال فقیل وماتراهم قَدِموا۔

کہ نبی کریمﷺنے ایک ماہ تک رکوع کے بعدقنوت کیا۔جب آپﷺسمع اللہ لمن حمدہ کہتے تواپنی قنوت میں فرماتے کہ اے اللہ!ولیدؓبن ولیدکونجات دے۔
اے اللہ!سلمہؓ بن ہشام کونجات دے۔
اے اللہ!عیاش ؓبن ابی ربیعہ کونجات دے۔
اے اللہ ضعیف مومنوں کونجات دے۔
اے اللہ!اپناعذاب قبیلہ مضرپرسخت کر۔
اے اللہ!ان پریوسف علیہ السلام کے زمانے جیساقحط ڈال دے۔ابوہریرۃؓ کہتے ہیںپھرمیں نے نبی کریمﷺکودیکھاکہ

باب دھم

(مسلم : ۲۷۰/۱)		آپ ﷺنے دعاکرناچھوڑدی۔ تومیں نے کہارسول اللہ ﷺنے دعاکیوں چھوڑدی؟تولوگوں نے کہاتم دیکھتے نہیں جن کے لئے رسول اللہ ﷺدعاکرتے تھےوہ آگئے ہیں۔یعنی کفارکے غلبہ سے انہیں نجات مل گئی ہے۔مسلم : ۲۷۰/۱)

(۷)سیدناابوہریرۃؓ کی تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں

عن ابی هريرة قال قنت رسول الله ﷺ فی صلوٰة العتمة شهراً (الیٰ قوله) قال ابوهريرة واصبح رسول لله ﷺ ذات يوم فلم يَدْعُ لهم فذكرت ذلك له فقال وما تراهم قدقدموا : ابوداود : (بحواله كفايت المفتی : ۳۹۸/۳)		حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے مسلمان قیدیوں کی نجات اورکافروں کی ہلاکت کے لئے ایک مہینہ تک عشاء کی نمازمیں قنوت پڑھی(الی قولہ)ابوہریرہ ؓنے فرمایاکہ ایک دن آپ ﷺنے دعانہیں پڑھی تومیں نے آپ ﷺسے عرض کیا۔آپ ﷺنے فرمایاکہ کیاتم نے نہیں دیکھاکہ مسلمان قیدی چھوٹ کرآگئے۔ابودائود۔ (بحوالہ کفایت المفتی : ۳۹۸/۳)

(۸)حضرت انس بن مالکؓ سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

ان رسول الله ﷺ لَمْ يَزَلْ يَقْنُتُ فی الصبح حتی فارق الدنيا۔ (دارقطنی : ۳۹/۲، طحاوی : ۱۴۳/۱) (بحواله نمازمسنون : ۶۵۰)		کہ رسول اللہ ﷺہمیشہ صبح کی نمازمیں قنوت پڑتے تھے۔یہاں تک کہ آپ ﷺدنیاسے رخصت ہوگئے۔ (دارقطنی : ۳۹/۲،طحاوی : ۱۴۳/۱) (بحوالہ نمازمسنون : ۶۵۰)

(۹)حضرت ابوہریرہؓ سے رویت ہے

قال كان رسول الله ﷺ لايقنت فی صلوة الصبح الاان يدعو لقوم او علی قوم : رواه ابن حبان وقال اسناده صحيح : (آثارالسنن : ۲۰/۲) (بحواله نمازمسنون : ۶۵۱)		حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺصبح کی نمازمیں قنوت نہیں پڑھتے تھے مگریہ کہ کسی قوم کے حق میں دعاکرتے یاکسی قوم کے خلاف دعاکرتے توپھرصبح کی نمازمیں قنوت پڑھتے تھے۔اس کوابن حبان نے روایت کی ہے

اورکہاکہ اس کی سندصحیح ہے۔ (آثارالسنن : ۲۰/۲) (بحوالہ نمازمسنون : ۶۵۱)		

(۱۰)حضرت انسؓ سے روایت ہے

حضرت انس کہتے یں کہ نبی کریمﷺقنوت نہیں پڑھتے تھے ،مگرجب کسی قوم کے لئے دعاکرتے یاکسی قوم کے برخلاف دعاکرتے ،توپھرقنوت پڑھتے تھے۔اورصاحب تنقیح کہتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کی سندیں صحیح ہیں۔ (شرح نقایہ : ۹۹/۱ ،بحوالہ نمازمسنون : ۶۵۱)		ان النبی ﷺ لم یقنت الا اذا دعا لِقوم او علی قوم وقال صاحب التنقیح وسند هذین الحدیثین صحیح : (شرح نقایه : ۹۹/۱) (بحواله نمازمسنون : ۶۵۱)

(۲)خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اپنے اپنے زمانے میں قنوت نازلہ پڑھاکرتے تھے)
(۱)امام ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں یہ بات لائے ہیں

سیدنابی بن کعبؓ جب رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے توہگامی حالات کے پیش نظرکفارومشرکین کے لئے بددعاکرتے ۔نصف رمضان میں کفارپرلعنت کرتے اورکہتے ،اے اللہ ان کافروں کوجوتیرے راستے سے روکتے ہیں ،تیرے رسولوں کوجھٹلاتے ہیں اورتیرے وعدے پرایمان نہیں لاتے ،بربادکردے اوران کی باتوں میں مخالفت ڈال دے اوران کے دلوں میں رعب ڈال دے اوران پراپناعذاب وعتاب مسلط کردے پھررسول اللہ ﷺپردرودبھیجتے اورمسلمانوں کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق بھلائی کی دعاکرتے ۔پھرمومنوں کے لیے استغفارکرتے (ابن خزیمہ : ۱۵۶/۲،۱۵۵۔رقم ۱۱۰۰)		وکان یلعن الکفرة فی النصف اللهم قاتل الکفرة الذین یصدون عن سبیلك ویکذبون رسلك ولایؤمنون بوعدك وخالف بین کلمتهم والقِ فی قلوبهم الرعب والق علیهم رجزكَ وعذابك اله الحق ثم یصلی علی النبی ﷺ ویدعو للمسلمین بماستطاع من خیر ثم یستغفر للمؤمنین . (ابن خزیمه : ۱۵۶/۲،۱۵۵۔رقم ۱۱۰۰)

باب دهم

(۲) غنية المستملی فی شرح منية المصلی میں لکھاہے

روی عن ابی بکرؓ انه قنت عند محاربة مسیلمة الکذاب وکذا قنت عمرؓ وکذا علیؓ ومعاويةؓعند تحاربهما. (غنيةالمستملی شرح منيةالمصلی : ۴۲۰)		حضرت ابوبکرؓسے روایت ہے کہ انہوں نے مسلیمہ کذاب سے جنگ کے زمانہ میں قنوت نازلہ پڑھی ۔اوراسی طرح حضرت عمرؓنے بھی پڑھی ہے اورایسے ہی حضرت علیؓاورحضرت معاویہؓ بھی اپنی جنگ کے زمانہ میں دعائے قنوت پڑھاکرتے تھے۔ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی : ۴۲۰)

(۳)فقہاء احناف اورجمہورعلماء کے نزدیک قنوت نازلہ کاجوازمستمرہ ہے)

اوریہ منسوخ نہیں ہے جیساکہ بعض جہال کاخیال ہے۔بلکہ جب بھی کوئی عام مصیبت پیش آئے تومصیبت کے زمانے تک قنوت نازلہ پڑھناجائزہے۔بلکہ یہ ایک قسم کامجرب ہتھیاربھی ہے۔اورجملہ مصائب وآلام سے بچنے کے لئے نسخہ اکسیربھی ہے۔

(۱)علامہ الشیخ ابراہیم الحلبی الحنفیؒ المتوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں

وانه لعدم وقوع نازل تستدعی القنوت بعدها فتکون شرعیته مستمرة وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته ﷺ وهو مذهبنا وعليه الجمهور : (غنية المستملی : ۱/۴۲۰)		کہ آپﷺکاقنوت کوچھوڑنااس وجہ سے ہواتھاکہ کوئی ضرورت بعدکوقنوت پڑھنے کی پیش نہ آئی ۔پس قنوت نازلہ کی مشروعیت مستمرہ(دائمی)ہے۔ اورجن صحابہؓنے آپ ﷺکی وفات کے بعدقنوت پڑھی ان کاپڑھنااسی پرمحمول ہے۔ اوریہی ہمارامذہب ہے اوراسی کے جمہورقائل ہیں . (غنیة المستملی : ۱/۴۲۰)

(۲)علامہ ابن الہمام الحنفیؒ لکھتے ہیں

قال ابن الهمام فی شرح الهداية ان هذا ينشئی لنا ان القنوت للنازلة مستمر لم ينسخ (الیٰ قوله)وماذکرنامن اخبار الخلفاء يفيد تقرره لفعلهم ذلك بعده ﷺ : فتح القدير : (بحواله کفايت المفتی۳/۳۹۹)		کہ مذکورہ بالابیان ہمارے لئے ظاہرکرتاہے کہ قنوت نازلہ کاجوازمستمرہے منسوخ نہیں ہوا(الیٰ قولہ)اورخلفائے راشدینؓ کی جوروایتیں ہم نے ذکرکی ہیں۔اُن سے قنوت نازلہ کامنسوخ نہ ہوناثابت ہوتاہے کیونکہ

		انہوں نے رسول اللہﷺکی وفات کے بعدپڑھی ہے۔ (فتح القدیر : بحوالہ کفایت المفتی۳/۳۹۹)

(۳)علامہ علی بن سلطان محمدالقاری الحنفیؒالمتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

(قنت) وھو یحتمل التخصیص بالصبح او تعمیم الصلوات وھو الاظھر..... وقول الطحاوی لم یقل بہ فیھا غیر الشافعی غلط بل قنت علیؓ فی المغرب بصفین ...... ونسبة ھذ القول الی الطحاوی علی ھذ المنوال غلط اذطبق علمائنا علی جواز لقنوت عندالنازلة . (مرقاة : ۳/۳۲۳)		(رسول اللہ ﷺنے قنوت پڑھی)اس کایہ بھی احتمال ہے کہ صبح کی نمازکے ساتھ خاص ہواوریہ بھی احتمال ہے کہ تمام نمازوں کوشامل ہو۔اوریہی زیادہ صحیح ہے.....اورامام طحاوی کایہ کہناکہ اس قول کوامام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیاہے غلط ہے بلکہ حضرت علیؓ صفین کے دوران مغرب کی نمازمیں پڑھی تھی .....اوراس قول کانسبت امام طحاوی کی طرف اس طریقہ سے کرنابھی غلط ہے۔اس لئے کہ ہمارے علماء (حنفیہؒ)کااس پراتفاق ہے کہ کسی مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنی جائزہے ۔مرقاة : ۳/۳۲۳)

(۴)امام مسلم بن الحجاج القشیری ؒ نے اپنی مایہ نازکتاب مسلم شریف میں کافی حدیث لائے ہیں اور نواوی نے با ب قائم کیاہے۔

باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة اذا نزلت بالمسلمین نازلة :		باب ہے قنوت کے مستحب ہونے کے بیان میں تمام نمازوں میں جب مسلمانوں پرکوئی مصیبت آپڑجائے۔

(۵)علامہ الشیخ شبیراحمدعثمانی الحنفی ثم الدیوبندیؒ فتح الملہم میں اس باب کی توضیح یوں کرتے ہیں

باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات اذانزلت بالمسلمین نازلہ۔ والعیاذباللہ ۔ واستحبابہ فی الصبح دائماً، وبیان أن محلہ بعدرفع الرأس من الرکوع فی الرکعة الأخیرة ،		یہ باب ہے اس بیان کہ تمام نمازوں میں قنوت پڑھنامستحب ہے جب مسلمانوں پرکوئی آفت نازل ہو۔اللہ آمان دیں‘‘اورصبح کی نمازمیں ہمیشہ کے لئے بھی مستحب ہے ۔اوریہ آخری رکعت رکوع کے بعدپڑھی

واستحباب الجھربه . (فتح الملھم : ۳۴۲/۴)		جائے گی۔اورجہرسے پڑھنامستحب ہے۔ (فتح الملہم : ۳۴۲/۴)

اس کے بعدقنوت والی وہ روایات ذکرفرمائی جواوپربیان ہوئی ہیں ۔صحاح ستہ سب ہی میں اس بارے میں احادیث موجودہیں

(۴)قنوتِ نازلہ علماء دیوبندکی نظرمیں)

(۱)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ ایک سوال کے جوب میں لکھتے ہیں

کہ''قنوتِ نازلہ مصیبتوں کے وقت فرض نمازوں میں پڑھناجائزہے اوراس کاجوازعموماجمہورائمہ اورخصوصاًحنفیہ کے نزدیک منسوخ نہیں ہے بلکہ جب کوئی عام مصیبت پیش آئے تومصیبت کے زمانے تک قنوتِ نازلہ پڑھناجائزہے۔کفایت المفتی : ۳۹۸/۳)

(۲)علامہ محمدحسن نعمانی نقشبندی دیوبندیؒ صدرمدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ لکھتے ہیں

کہ''موجودہ یاس انگیزحالت میں قنوت نازلہ ہرمسجدمیں ہونی چاہئے ۔اس کے مسنون ہونے پرائمہ اربعہ متفق ہیں پانچوں نمازوں میں جائزہے مگرجہری نمازوں میں معتاداکثرین سلف ہوناثابت ہے۔اورنمازمیں ہاتھ اٹھاکردعاکرنااورہاتھ باندھے ہوئے دعاکرناحدیث سے ثابت ہے.......اورامام قاضی ابویوسفؒ سے ہاتھ اُٹھاکردعاکرنابھی منقول ہے۔کفایت المفتی : ۳ئ۴۰۳)

(۳)محدث کبیرفقیہ العصرعلامہ صوفی عبدالحمیدصاحبؒ بانی ومہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ لکھتے ہیں

کہ''آنحضرتﷺنے ایک مہینہ تک اس طرح بعدالرکوع قنوت پڑھی آپ ان لوگوں کے خلاف دعاکررہے تھے۔جنہوں نے آنحضرتﷺکے صحابہ کرامؓ کوقتل کیاتھا،جوقراء کہلاتے تھے۔یعنی بعدالرکوع قنوت پڑھنانوازل میں ہوتاہے۔اورآنحضرت ﷺنے بھی اسی طرح پڑھاتھا،اوراس کاحکم اب بھی یہی ہے ۔کہ جب کوئی حادثہ یامصیبت مسلمانوں پرآجائے ۔توبعدالرکوع تمام نمازوں میں اوربالخصوص جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھتے ہیں : نمازمسنون : ۶۴۳/۱)

(۴)شیخ الحدیث حضرت مولاخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں

کہ''قنوتِ نازلہ ''صبح کے علاوہ دوسری جہری نمازوں میں حتی کہ جمعہ میں بھی پڑھناجائزہے۔خیرالفتاویٰ : ۶۹/۳)

(۵) عارف بااللہ مفتی اعظم عزیزالرحمن صاحبؒمفتی دارالعلوم دیوبندکاجواب بمعہ سوال نقل کرتاہوں ملاحظہ فرمالیں

کہ ’’ایک مولوی صاحب اہل حدیث نمازپنجگانہ فرائض کی رکعت آخیرمیں بعدرکوع ہاتھ اٹھاکرامام دعاپڑھتاہے اورمقتدی بھی ہاتھ اٹھاکربطریق دعاء آمین کہتے ہیں کیایہ دعاء اس طریق سے پڑھناجائزہے یانہیں ؟
الجواب ؛ایسابھی ثابت ہے لہذااس میں کچھ حرج نہیں ہے اورحنفیہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے اگرچہ زیادہ تر روایات صبح کی نمازمیں ہیں ۔فقط۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند : ۱۹۹/۴)

(۶)علامہ نواب قطب الدین خان دہلویؒ اورمولاناعبداللہ جاویدؔغازی پوریؒ (فاضلِ دیوبند)لکھتے ہیں
کہ’’کسی آفت وبلاء کے وقت قنوتِ نازلہ تمام فرض نمازونمیں پڑھنی چاہئے ۔اورحضرات حنفیہ کے ہاں بھی کسی حادثہ اوروباکے وقت فرض نمازوں میں دعاء قنوت پڑھناجائزہے۔باالمعنی۔مظاہرحق : ۸۳۴/۱)

(۵)قنوت نازلہ کے متعلق چندضروری اہم مسائل)
(۱)آپﷺقنوت نازلہ پڑھاکرتے تھے۔جہراًپڑھتے تھے اورصحابہؓ پیچھے آمین کہتے تھے۔ابودائود : مشکوٰۃ : ۱۱۶/۱)

(۲)مقتدی آمین اونچی اورآہتہ دونوں طرح سے کہہ سکتے ہیں دونوں حدیث سے ثابت ہے۔(عامۃ الکتب)
(۳)یہ قنوت منسوخ نہیں اس لئے کہ آپﷺکے بعدصحابہ کرامؓ بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کااہتمام فرماتے تھے۔غنیۃ : ۴۲۰/۱)

(۴)۔جب بھی مسلمانوں پرمصائب وآلام ،کفرکاجوروستم اورظلم وتشددہوتواس وقت فرض نمازوں میں دعاکرناجسے قنوتِ نازلہ کہتے ہیں ،مشروع وجائزہے۔ہم اپنے مظلوم مسلم بھائیوں کے ساتھ جہاں مادی اسباب کے تحت مددکرتے ہیں کرناچاہئے ۔وہاں قنوتِ نازلہ جیسے مجرب ہتھیارسے بھی کام لیناچاہئے۔باالمعنی : نمازمسنون : ۶۴۳)آپکے مسائل اوران کاحل : ۱۷۲/۱)

(۵)یہ دعامختلف حالات کے مطابق کبھی ایک نمازمیں ،کبھی دوتین نمازوں میں اورکبھی پانچوں نمازوں میں کی جاسکتی ہے کیونکہ اللہ کے محبوب رسول اللہ ﷺنے بھی مختلف نمازوں میں کی ہے۔بخاری ،مسلم،مشکوٰۃ : ۱۱۶/۱)

(۶)جمہورفقہاء احناف کہتے ہیں کہ صبح کی نمازمیں قنوتِ نازلہ کاپڑھنادرست ہے چاہئے التزام کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو،اورجتنی احادیث اس بارہ میں واردہوئی ہیں ان کاصحیح محمل یہی ہے۔نمازمسنون : ۶۵۱)
(۷)اس دعاکوپڑھتے وقت ہاتھ باندھ لینابھی جائزہے اورہاتھ چھوڑے رکھنابھی

جائزہے۔دونوں حدیث اورفقہ حنفی میں ثابت ہے۔چنانچہ امام محمدؒ(جوفقہ حنفی کے بڑے امام ہیں)کے نزدیک اس دعامیں ہاتھ چھوڑناہی بہترہے ۔کفایت المفتی : ۴۰۱/۳)

(۸)اگرکوئی ہاتھ اٹھاکرپڑھے توحدیث شریف میں سے اس کی بھی گنجائش نکلتی ہے ۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ۔ کہ رسول اللہﷺصبح کی نمازمیں جب رکوع سے سراُٹھاتے توقومے میں ہاتھ اُٹھاکریہ دعاپڑھتے ۔اورایک فقہی روایت امام ابویوسفؒ سے بھی منقول ہے۔کہ قنوت وترانہوں نے ہاتھ اٹھاکرپڑھی ہے۔باالمعنی ۔کفایت المفتی : ۴۰۲/۳)فتاوی دارالعلوم دیوبند : ۱۹۹/۴)

(۹)اس دعاکامقصدمسلمانوں کے لیے مصائب سے نجات اورکفارکے لئے عذابِ الٰہی کامطالبہ ہوتاہے۔آپکے مسائل اوران کاحل : ۱۸۳/۱)

(۱۰)یہ دعااگراپنے ساتھیوں کے لیے کی جائے جوکفارکے نرغے، قیدوبندمیں پھنسے ہوئے ہیں یاکسی اورمصیبت میں گرفتارہیں تونمازمیں ان کے نام لے کے بھی کی جاسکتی ہے۔آپکے مسائل اورانکاحل : ۱۸۳/۱)

(۱۱)اس دعاکے لیے ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہی کی جائے بلکہ مطلوبہ مصائب کی دوری کے بعدترک کردی جائے۔یہ دعاآپﷺنے اپنے ساتھیوں کی رہائی تک کی ہے ۔توہمیں بھی اپنے محبوب کی اتباع میں اس وقت تک یہ دعاکرناچاہئے جب تک ہمارے مسلمان بھائی (جودنیاکے مختلف ممالک کی جیلوں میں اعلاء کلمۃاللہ کے جرم میں قیدوبندہیں) رہائی نہیں پاتے۔

(۱۲)امام نووی شرح مسلم میں لکھتےہیں

والصحیح أنه لایتعین فیه دعاء مخصوص بل یُحصل بکل دعاءٍ فیه وجه أنه لایحصل الابالدعاء . (شرح مسلم للنووی : ۱/ ۲۳۷)		صحیح بات یہ ہے کہ اس دعاکے بارے میں کوئی مخصوص الفاظ نہیں بلکہ ہراس دعاکوپڑھاجاسکتاہے۔ جس سے مقصودحاصل ہوتاہو (شرح مسلم للنووی : ۱/ ۲۳۷)

البتہ بہترواوراولیٰ یہی ہے کہ جودعائیں قرآن مجیداوراحادیث صحیحہ میں موجودہیں وہ پڑھے۔علاوہ ازین اپنی اپنی حاجات کے لیے مختلف ادعیہ کی جاسکتی ہیں۔آسانی کے لئے ایک دعالکھی جاتی ہے۔اس کو یادکرکے پڑھ لیاکریں

(۶)قنوت ِنازلہ کی دعاء)

أَللّٰهمَّ اهدنا فیْمَنْ هدَیْتَ، وعافِنا فیْمَنْ عافَیْت،َ وَتَوَلَّنا فِیْمَنْ تَوَلَّیْت،َ وَبارِك لنا فِیْمنْ أَعْطَیْتَ، وَقِنا شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّك تَقْضِیْ وَلاَیُقْضیٰ عَلَیْك، اِنَّه لاَیُذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلاَیُعِزُّ

مَنْ عَادَيْتَ، وَلَكَ الْحَمْدُ عَلىٰ مَاقَضَيْتَ، نَسْتَغْفِرُك وَنَتُوْبُ اِلَيْك، تَبَارَكتَ وَتَعَالَيْتَ، أللّٰهمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَانْصُرْهمْ عَلىٰ عَدُوِّك وَعَدُوِّهمْ، اَللّٰهمَّ انْصُرْنَا عَلىٰ مَنْ عَادانَا، وَلاَتَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِىْ دِيْنِنَا، وَلاَتَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكبَرَ همِّنَا، وَلاَمَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلاَتُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لاَّيَرْحَمنَا، اَللّٰهمَّ انْصُرْ عَسَاكرَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهمَّ انْصرِ الْمُبَلِّغِيْنَ الْمُجَاهدِيْنَ فِىْ كلِّ مَكانٍ، وَاخْذُلِ الْكفَرَةَ وَالْمُلْحِدِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ، اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِك، وَيُكذِّبُوْنَ رُسُلَك، وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائَك، وَيُخَارِبُوْنَ بُيُوْتَهمْ، اَللّٰهمَّ خَالِفْ بَيْنَ كلِمَتِهمْ، وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهمْ، وَشَطِّطْ شَمْلَهمْ ، وَدَمِّر دِيَارَهمْ، وَخَرِّقْ بُنْيَانَهمْ، وَمَزِّقْ جَمْعَهمْ، وَاَهلِك اَمْوَالَهمْ، وَيَتِّمْ اَطْفَالَهمْ، وَفُلَّ حَدَّهمْ، اَللّٰهمَّ اطْمِسْ عَلىٰ اَمْوَالِهمْ وَاشْدُدْ عَلىٰ قُلُوْبِهِمْ، وَاشْدُدْ وَطْأَتَك عَلَيْهِمْ، وَاجْعَلْها عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كسِنِىْ يُوْسُفَ اَللّٰهمَّ اَهزِمْ جُنْدَهمْ، اَللّٰهمَّ خُذْهمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ، اَللّٰهمَّ اَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَك الَّذِىْ لاَتَرُدُّه عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ، وَصلىَّ الله تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِه مُحَمَّدٍ وَّاٰلِه وَصَحْبِه اَجْمَعِيْنَ :

(عقدنکاح کے وقت غیرمحرم مردوں کولڑکی کے پاس اجازت لینے کے لئے بھیجناخلافِ شریعت ہے)

ہمارے صوبہ سرحدمیں دیگررسومات کی طرح یہ قبیح رسم بھی بہت زیادہ علاقوں میں رائج ہے کہ عقدنکاح کے وقت دلہن سے اجازت لینے کے لئے دونامحرم مردوں کواس کے ہاں بھیجتے ہیں اوروہ زیبائش کی حالت میں ہوتی ہے اس کے علاوہ دلہن کے ساتھ خاندان وغیرہ کی دوسری خواتین بھی موجودہوتی ہیں ۔

اس موقعہ پریہ حضرات وہاں جاکراس سے اجازت لیتے ہیں اورخواتین ان پر زرورق اورکہیں گندے انڈے کہیں آٹاوغیرہ ان پرپھینکتی ہیں اور یہ لوگ اس کو بڑے شوق سے خندہ پشانی کیساتھ اس ناشائستہ حرکات کوبرداشت کرتے ہیں۔اور یہ کھیل اورتماشااورکشتی کی پیریڈ کے اختتام پرکوئی عورت یاوہ دلہن کہہ دیتی ہے کہ فلاں کومیں نے وکیل بنادیا۔اب یہ حضرات واپس آکرمجلس نکاح میں گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے فلان کواپنے نکاح کاوکیل بنادیا۔بسااوقات باپ ،چچا،بھائی کے موجودگی میں بھی یہ کام کیاجاتاہے ۔

اس مسئلہ کی ضروری وضاحت یوں سمجھ لیجئے!

(۱)یہ مسلم بات ہے کہ نکاح کی صحیح ہونے کے لئے دومسلمان عاقل بالغ یاایک مرداوردوخواتین کاحاضرہوناضروری ہے اس کے بغیرنکاح درست نہیں ہے چنانچہ علامہ الدکتوروھبة الزحیلیؒ لکھتے ہیں

اتفقت المذاهب الاربعة على ان الشهادة شرط فی صحة الزواج فلایصح بلاشهادة اثنین غیر الولی لماروته عائشة لانکاح الا بولی وشاهدی عدل ۔ (الفقه الاسلامی : ۷۱/۷)		مذاہب اربعہ کااس بات پراتفاق ہے کہ شہادت نکاح کی صحیح ہونے کے لئے شرط ہے ولی کے علاوہ دوگواہوں کے بغیرنکاح درست نہیں وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓسے روایت ہے کہ آپﷺنے فرمایاکہ ولی اوردوعادل گواہوں کے بغیرنکاح درست نہیں (الفقہ الاسلامی : ۷۱/۷)

یہ بات بھی یادرکھیں کہ گواہوں کاحاضرہوناعقدنکاح کے وقت ضروری ہے دلہن سے اجازت لینے کے وقت ضروری نہیں ہے !

(۲)چنانچہ علامہ الدکتوروہبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں

یری الجمهور غیر المالکیه ان الشهادة تلزم حین اجراء العقد لیسمع الشهود الایجاب والقبول عند صدورهما من المتعاقدین فان تم العقد بدون الشهادة وقع فاسداً للحدیث السابق ''لانکاح الا بولی وشاهدی عدل'' وظاهره عندالنکاح وبه تحقق حکمة الشهادة کما قال الحنفیة شرط رکن العقد فیشترط وجودها عندالرکن . (الفقه الاسلامی : ۷۲/۷)		مالکیہؒ کے علاوہ جمہورائمہ کرامؒکے نزدیک گواہوں کاحضورعقدنکاح کے وقت ضروری ہے تاکہ گواہ عقدوالوں کاایجاب وقبول سن سکیں ۔اگرگواہوں کے بغیرعقدہوگیاتونکاح فاسدہوا گزشتہ حدیث کی وجہ سے(کہ ولی اوردوعادل گواہوں کے بغیرنکاح درست نہیں) اوراس حدیث کاظاہریہ ہے کہ یہ نکاح کے وقت ہوگی ۔اوراسی سے شہادت کی حکمت بھی ثابت ہوتی ہے جیساکہ حنفیہ ؒنے کہاکہ شہادت نکاح کارکن ہے ۔تواس کاوجورکن کے وقت ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی : ۷۲/۷)

اوراس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ کسی عاقلہ بالغہ خاتون کانکاح اس کی اجازت کے بغیرجائزنہیں اگراس کی اجازت کے بغیراس کانکاح کسی جگہ کرادیاتواسکی اجازت پرموقوف رہے گااگروہ نکاح کوجائزرکھے گی توجائزہوگاورنہ باطل ہوجائیگا۔لیکن اس اجازت لینے کے وقت گواہوں کاحاضرہوناضروری نہینہے۔اس کے بغیربھی وکیل بن سکتاہے۔

(۳)ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم المصری الحنفیؒ لکھتے ہیں

ولایشترط الاشھاد علی التوکیل . (البحرالرائق : ۱۲۵/۳)		کہ وکیل بناتے وقت گواہوں کابنواناضروری نہیں ہے ۔ (البحرالرائق : ۱۲۵/۳)

(۴)علامہ شامیؒ لکھتے ہیں

واعلم أنه لاتشترط الشھادۃ علی الوکالۃ بالنکاح بل علی عقد الوکیل وانما ینبغی أن یشھد علی اوکالہ اذخیف جحد الموکل ایاھا. (ردالمحتار۹۵/۳)		جان لو!کہ نکاح کاوکیل بنانے پرگواہ ضروری نہیں بلکہ گواہ عقدنکاح کے وقت ضروری ہے ہاں اگرموکل کامنکرہونے کاڈرہوتوپھراذن اوراجازت پراگرگواہ قائم کی توبہترہے تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو۔ (ردالمحتار۹۵/۳)

(۵)فتاویٰ عالمگیری میں ہے

ویصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضرہ الشھود . (عالمگیریه : ۱۵/۲)		کاح کاوکیل گواہوں کے بغیربھی بن سکتاہے ۔ (عالمگیریہ : ۱۵/۲)

(۶)استاذلعلماء شیخ الحدیث حضرت مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں کہ"بالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت لینے کے وقت شرعاًگواہوں کاہوناضروری نہیں ہے ۔خیرالفتاویٰ : ۳۱۷/۴)

(نامحرم لوگوں کالڑکی کے پاس اجازت کے لئے جاناخلاف غیرت ہے)

(۷)شہیدملت اسلامیہ شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ ایک سوال کاجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ"اجنبی اورنامحرم لوگوں کالڑکی کے پاس اجازت کے لئے جاناخلاف غیرت ہے ،معلوم نہیں لوگ اس خلاف غیرت وحیارسم کوکیوں سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں ۔باپ لڑکی کاولی ہے وہی اس کی جانب سے نکاح کرنے کاوکیل اورمجازبھی ہے ۔ البتہ رشتہ طے کرنے اورمہروغیرہ کے سلسلے میں لڑکی سے مشورہ ضرورہوناچاہئے ،اوریہ مشورہ لڑکی کی والدہ اوردوسری مستورات کے ذریعہ ہوسکتاہے۔اورآج کل تونکاح کے فارم میں تمام امورکااندراج ہوتاہے ،نکاح کے فارم پردستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت بھی معلوم ہوجاتی ہے ۔اس لئے اجنبی نامحرم اشخاص کودلہن کے پاس بھیجنے (اوران کے دلہن سے بے حجابانہ ملنے)کی رسم قطعاًموقوف کردینی چاہئے۔شادی کی تیاری کے باوجودکنواری لڑکی

کااس پرخاموش رہنااس کی طرف سے اجازت ہے۔آپکے مسائل : ۵۶/۵)

(دلہن کاباپ خودموجودہوتوکسی کووکیل بنانے کی ضرورت نہیں)

(۸)مفتی اعظم ہندمفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒایک سوال کے جواب میں تحریرفرماتے ہیں
کہ''دلہن کاباپ خودموجودہوتوکسی کووکیل بنانے کی ضرورت نہیں خودہی نکاح کردے یہی طریقہ مسنونہ متوارثہ ہے ۔ لیکن اگرکسی شخص کووکیل بنادیاجائے تووہ بھی جائزہے۔کفایت المفتی : ۶۴/۵)

(۹)عارف باللہ مفتی اعظم مفتی عزیزالرحمن صاحبؒ مفتی اول دارالعلوم دیوبندلکھتے ہیں
کہ''ولی کی لڑکی سے اجازت لینے کے وقت اشہادضروری نہیں ہے ۔صرف ایجاب وقبول کاسنناد وگواہوں کاشرط ہے ۔ (فتاویٰ دارارالعلوم دیوبند : ۱۰۶/۷)

(۱۰)شیخ الحدیث مولاناعبدالحق صاحبؒاوردیگرمفتیان دارالعلوم اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں
کہ''عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت دوگواہوں کی موجودگی مستحب ہے البتہ نکاح پڑھاتے وقت دوگواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔فتاویٰ حقانیہ : ۲۹۶/۴)

مگراس کایہ مطلب ہرگزنہیں کہ غیرمحرم آدمیوں کولڑکی کے ہاں بھیج دیاجائے۔بلکہ والدیاچچاوغیرہ خودنکاح کی اجازت لے اوراگرلڑکی کے دومحرم رشتہ داروں کوبھی ساتھ لیجائے توبہترہے۔ لیکن یہ بھی توتب ہوسکے گاکہ وہاں کوئی اورمحرم خواتین موجودنہ ہوں ۔

بہرکیف لڑکی سے اجازت ضروری ہے اس اجازت پرگواہ بناناضروری نہیں لہذغیرضروری امرکے لئے حرام کااتکاب کسی صورت میں بھی جائزنہیں بلکہ بقول شہیدِملت اسلامیہ شیخ محمدیوسف لدھیانویؒ یہ خلاف غیرت ہے
اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی غیرت سے نوازے اورجاہلیت کی غیرت سے بچاویں۔ آمین یارب العلمین
وقال النبی ﷺ انا اغیر منك واللہ اغیرمنی ۔

(منگنی یاعقدنکاح کے وقت چوہارے یامٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کی شرعی حیثیت)

مجلس نکاح میں یامنگنی کے موقعہ پراشیاء خوردنی (کھانے پینے چیزیں)کی

تقسیم خواہ وہ اشیاء ازقسم کھجوریامٹھائی وغیرہ ہوں ،نہ فرض ہے نہ واجب اورنہ سنتِ مؤکدہ کے قبیل میں سے ہے کیونکہ صحیح روایات میں بوقتِ نکاح ان چیزوں کی تقسیم کاذکرنہیں آیاہے۔نہ آپ ﷺ نے اس پرمواظبت فرمائی ہے نہ آپﷺ کے بعدآپﷺکے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پرمواظبت کے طورپرعمل کیافرمایاہے لہٰذااس کوضروری اورلازمی سمجھ کرکرنادرست اور صحیح نہیں ہے بلکہ سنت سمجھ کرکرنابدعت ہے۔

اور اگرلڑکی والوں کی طرف سے کوئی دبائویاسماجی دبائو ہویاکسی قسم کاجبرہو،جیساکہ صوبہ سرحدکے بعض علاقوں میں دیکھاگیاہے، پھرتوحرام ہوگا۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے

الا لاتظلموا الا لایحل مال امرئ الا بطیب نفسٍ منه رواه البیهقی فی شعب الایمان والدارقطنی فی المجتبیٰ : (مشکوٰۃ ' : ۲۶۱/۱)		خبردار!کسی پرظلم نہ کرناجان لو!کسی بھی دوسرے شخص کامال (لینایااستعمال کرنا)اس کی مرضی وخوشی کے بغیرحلال نہیں ۔اس روایت کوبیہقیؒ نے شعب الایمان میں اوردارقطنیؒ نے مجتبیٰ میں نقل کیاہے۔ (مشکوٰۃ ' : ۲۶۱/۱)

فقہاء أمتؒ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ جائزنہیں ۔ ملاحظۃ فرمالیجئے!

(۱)علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا

ومن السحت مایأخذه الصهر من الختن بسبب بنته....... الخ : (ردالمحتار : ۳۰۱/۵)		سسرال والے دامادوالوں سے جوکچھ بھی لڑکی کی وجہ سے (مہرکے علاوہ)لیتے ہیں حرام ہی ہے۔ (ردالمحتار : ۴۲۴/۶)

نیزملاحظہ ہوں ۔ (۲) بحرالرائق : ۴۱/۳)(۳)عالمگیری : ۷۷۸/۲)(۳)فتاویٰ حقانیہ : ۳۶۸/۴ ، ۴۳۱) وغیرہ۔

ہاں اگربغیرکسی قسم کاجبرواکراہ اورسنت سمجھے بغیرصرف باہمی محبت ومودت کے استحکام کے لئے لڑکے یالڑکی والوں نے بغیرکسی قیوداورسماجی دبائوکے بطیب خاطرکوئی چیزلاکرتقسیم کردی تواس میں کوئی مضائقہ اورحرج نہیں اس کی گنجائش ہے ۔اس لئے کہ یہ پھرامورمباح میں شمارہوگا۔مگراس سے ولیمہ کی سنت ادانہ نہیں ہوگی۔اورنہ ہی یہ تقسیم کرناکسی صحیح حدیث سے ثابت ہے ۔مگر جن علاقوں میں رواج ہے وہاں یہ کام چھوڑناہی واجب ہے کسی صورت

جائزنہ ہوگاکیونکہ اس سے رسم ورواج کی تائید ہوتی ہے۔

(نکاح کے وقت چھوہارے بکھیرنے کی چندروایات پرعلمی محدثانہ لطیف بحث)ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہاکی روایت

قالت ان رسول اللہ ﷺ تزوج بعض نسائہ فنثر علیہ التمر : رواہ البیھقی : ۲۸۷/۷)		عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے شادی کی توآپ ﷺنے خشک کھجوریں بکھیرے ۔ یاآپ پربکھیری گئیں ۔رواہ البیہقی : ۲۸۷/۷)

{تشریح} اس حدیث کی سندمیں ابوالحسن بن عمروبن سیف العبدی ہے ۔اس بارے میں درج ذیل کلام ملاحظہ فرمالیجئے!

(۱)امام علی بن المدینیؒ اورامام بخاری نے اسے کذاب کہاہے ۔

(۲)امام ابوحاتم رازیؒ نے اسے متروک الحدیث قراردیاہے۔دونوں کاحوالہ ۔(۱)المغنی فی ضعفاء الرجال : ۲۵۴/۱)(۲)کتاب الضعفاء والمتروکین لابن الجوزیؒ : ۲۰۸/۱)

(۳)علامہ ابن حجرعسقلانیؒ فرماتے ہیں ’’متروک‘‘ ہے ۔تقریب : ۷۱)

(۴)امام ابن حبانؒ نے فرمایاکہ یہ متروک ہونے کامستحق ہے۔کتاب المجروحین : ۲۱۳/۲)

سوال ؛ اگرکوئی کہے کی اس کی متابعت ابن ابی دائودنے کی ہے ۔

جواب یہ ہے کہ اس کی سندمیں سعیدبن سلام کذاب ہے۔

(۱)امام احمدؒ نے اسے کذاب (۲)امام بخاریؒ نے روایات گھڑنے والاوضاع (۳)امام دارقطنیؒ نے متروک اورباطل روایات بیان کرنے والاقراردیاہے ۔کتاب الموضوعات : ۲۶۴/۲)مطبوعہ کراچی)

(۵)علامہ محمدطاہرپٹنی ہندیؒ نے بھی اس روایت کوباطل قراردیاہے ۔تذکرۃ الموضوعات : ۱۲۶)

لہٰذایہ روایت باطل اورمن گھڑت ہے۔ لہٰذایہ دوسری روایات کامؤیدنہیں ہوسکتا۔کیونکہ خفتہ راخفتہ کئی کندبیدار

(۲)حضرت عائشہ صدیقہ سے دوسری روایت ہے

عن عائشۃ قالت کان النبی ﷺ اذا زوج او تزوج نثر تمراً۔		عائشہ صدیقہؓ نے کہاکہ نبی کریم ﷺجب کسی کی شادی کرتے یاخودشادی کرتے

باب دھم

(رواہ البیھقی : ۲۸۸/۷)		توخشک کھجوربکھیرتے۔ (رواہ البیہقی : ۲۸۸/۷)

(۱)امام بیہقیؒ خودفرماتے ہیں
کہ اس کی سندمیں عاصم بن سلیمان البصری ہے جسے عمروبن علیؒ نے جھوٹ اوروضع حدیث کی طرف منسوب کیاہے
(۲)امام ذہبیؒ فرماتے ہیں
کہ''کذَّبَہٗ غیرُ واحدٍ''اسے بہت سارے محدثین نے کذاب قراردیاہے۔المغنی فی ضعفاء الرجال : ۵۰۶/۱)

لہذایہ روایت بھی جھوٹی اورمن گھڑت ہے۔
(۳)عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہاکہ مجھے معاذبن جبلؓ نے بیان کیاکہ وہ رسول اللہ ﷺکے ساتھ ایک انصاری آدمی کی شادی میں حاضرہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھااورانصاری کانکاح کردیااورفرمایاالفت ،خیراوراچھے کاموں کولازم پکڑو۔اپنے ساتھی کے سرپردف بجائوتواس کے سرپردف بجائی گئی اورمیوئوں اورشکرکے پیکٹ لائے گئے توآپ ﷺنے وہ صحابہؓ پربکھیردئیے توقوم رک گئی اورانہوں نے اسے نہ لوٹاتورسول اللہ ﷺنے فرمایا
''کس قدرعمدہ بردباری ہے تم لوٹتے کیوں نہیں ؟انہوں نے کہااے اللہ کے رسول !آپ نے اس دن لوٹنے سے ہمیں روکاتھا۔آپﷺ نے فرمایاکہ میں نے تمہیں لشکروں کی لوٹ مارسے روکاتھا۔ولیموں کی لوٹ سے نہیں روکاپس تم لوٹو۔''
معاذبن جبلؓ نے کہا''اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺکودیکھاآپ ہم سے چھین رہے تھے ۔الکامل : ۳۱۲/۱)

مگریہ روایت بھی جھوٹی ہے اس لئے کہ اس کی سندمیں بشیربن ابراہیم الأنصاری ہے
(۱)امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ'' یہ امام اوزاعیؒ کے نام سے جھوٹی روایات بیان کرتاہے۔
(۲)امام ابن عدیؒ نے فرمایاکہ وہ میرے نزدیک روایات گھڑنے والوں میں سے ہے۔
(۳)امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں پرروایتیں گھڑتاتھا۔تینوں کاحوالہ : میزان الاعتدال : ۳۱۱/۱)

نیزیہ روایت ایک دوسری سندسے بھی مروی ہے مگراس میں حازم اورلمازہ دونوں مجہول ہیں الموضوعات لابن الجوزیؒ : ۲۶۶/۲)

باب دھم

امام بیہقیؒ تویہاں تک فرماگئے ہیں

ولایثبت فی ھذ الباب شیئی۔ (البیھقی : ۲۸۸/۷)	کہ اس مسئلہ میں کوئی چیزثابت نہیں ۔ (بیہقی : ۲۸۸/۷)

اسکے علاوہ اوربھی بہت سی روایات ہیں مگرسب ضعیف اوراکثرمن گھڑت ہیں امام بیہقی نے توفیصلہ فرمایاکہ اس مسئلہ کے بارے میں کوئی چیزثابت نہیں ہے۔لہذامذکورہ بالاتحقیق اوروضاحت سے یہ معلوم ہواکہ نکاح کے موقع پرچھوہارے وغیرہ بانٹنے اوربکھیرنے کے متعلق کوئی صحیح روایت موجودنہیں ۔یہ صرف ایک رواج ہے جومسلمانوں میں چل نکلاہے اوراس کے لئے دوکاندارسپیشل اشیاء پیکٹوں میں محفوظ کرکے فروخت کرتے ہیں اورشادی والے دیوانے اسے لے جاکرنکاح کے بعدتقسیم کرتے ہیں ۔

بہرکیف ان چیزوں کاثبوت عہدنبوی ﷺاورعہدصحابہ رضی اللہ عنہم میں صحیح احادیث اورمعتبرروایات سے نہیں ملتا۔ہاں اصل میں تونکاح میں مسنون دعوتِ ولیمہ ہے جوہرمسلمان مرداپنے حیثیت کے موافق میاں بیوی کے یکجائی کے بعدکرتاہے ۔فقط واللہ اعلم ۔

بڑااندھیرہے اکثرمسلماں یہ سمجھتے ہیں کہ بداعمال ہوکربھی مسلمانی نہیں جاتی

(دعوتِ ولیمہ کی شرعی حیثیت)

’’ولیمہ‘‘اس کھانے کوکہتے ہیں جونکاح میں کھلایاجاتاہے اورچونکہ ولیمہ التیام سے مشتق ہے جس کامعنی اجتماع کے ہیں اس لئے اس کھانے کو’’ولیمہ‘‘اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اجتماع زوجین کے تقریب میں کھلایاجاتاہے

’’ولیمہ‘‘ اکثرجمہورعلماء کے نزدیک سنت ہے۔اوریہی صحیح ہے۔جوہرایک مسلمان مرد کو اپنی حیثیت کے مطابق ہی کرناسنت ہے۔ اس میں زیادہ تکلفات نہ مناسب ہے اورنہ ہی اسلامی مزاج ہے بلکہ جائزنہیں ہے ۔ اس باب میں خرچہ جتناکم ہوبہترہے۔اورجتنے لوگوں کوبسہولت کھلاسکتاہو،اتنے ہی لوگوں کومدعوکرناچاہئے ،شریعت نے اس کے لئے تعدادکی بھی کوئی تحدیدنہیں کی ہے اورنہ ایساکیاجاناممکن ہے۔بلکہ ایک حدیث میں ہے

عن عائشة رضی اللہ عنھا أن رسول اللہ قال ان اعظم النکاح برکة أیسرھا مؤنة ۔ رواہ احمد : (اعلاء السنن : ۸۹/۱۱)	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہاسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایاکہ برکت کے اعتبارسے سب سے بڑانکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہوں ۔اس روایت کوامام

		احمدنے نقل کیاہے ۔ (اعلاء السنن : ۸۹/۱۱)

اب چندروایات مزیدملاحظہ فرمالیجئے!جن سے آپ حضرات کوپتہ چلے گاکہ اسلام میں نکاح کتناآسان ہے اس لئے توہمارے اکابررحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ فرماگئے ہیں کہ شادی کوسادی بنادو ۔ ملاحظہ ہوں ۔’’اسلامی شادی ‘‘مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ۔

(۱)حضرت انس سے روایت ہے

ان النبی ﷺ راٰ ی علیٰ عبدالرحمن بن عوف اثر صفرۃ فقال ماھذا قال انی تزوجتُ امرأۃً علی وزن نواۃٍ من ذھب قال بارك اللہ لك اولم ولوبشاۃ : متفق علیہ : (مشکوۃ : ۲۸۶/۲)		کہ رسول اکرم ﷺنے عبدالرحمن بن عوفؓ پرزردنشان دیکھاتوپوچھاکہ یہ کیاہے؟ کہاکہ میں نے ایک نواۃ سونے کے عوض ایک عورت سے نکاح کیاہے ۔آپﷺنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک کرے ،تم ولیمہ کرواگرچہ وہ ایک بکری کاہو۔بخاری ومسلم : (مشکوۃ : ۲۸۶/۲)

دیکھئے عبدالرحما ن بن عوفؓ نے رسول اللہﷺ کوبھی شادی کی خبرنہ دی تھی اورنہ ہی رسول اللہﷺنے گِلہ کیا۔

(۲)حضرت ا نس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال اولم رسول اللہ ﷺ حین بنی بزینب بنت جحش فأشبع الناس خُبزاً ولحماً ۔ رواہ البخاری : (مشکوٰۃ : ۲۸۶/۲)		حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺنے حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ شبِ زفاف گزارنے کے بعدولیمہ کیااورلوگوں کے پیٹ گوشت اورروٹی سے بھردیے۔ بخاری: (مشکوۃ : ۲۸۶/۲)

(۳)حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہاسے روایت ہے

أوْلَمَ النبی ﷺ علیٰ بعض نسائہ بمدین من شعیرٍ : رواہ البخاری : (مشکوٰۃ : ۲۸۶/۲)		حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہاکہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺنے اپنی ایک زوجہ مطہرہ کاولیمہ دوسیرجَوکے ساتھ کیا۔بخاری۔ (مشکوۃ : ۲۸۶/۲)

(۴)حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسولُ اللہ ﷺ شرّ الطعام طعام		حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

الولیمة یُدْعیٰ لها الاغنیاء ویُتْرَك الفقراء ومن ترك الدعوة فقدعصی الله ورسولَه : متفق علیه : (مشکوٰة : ۲۸۶/۲)		کہ رسول اکرم ﷺنے فرمایابراکھانااس ولیمہ کاکھاناہے جس میں مالداروں کوبلایاجائے اورفقیروں کو چھوڑدیا جائے۔ اور جس شخص نے دعوت (کوئی عذرنہ ہونے کے باوجود)قبول نہ کیاتواس نے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ۔بخاری ومسلم۔ (مشکوٰة : ۲۸۶/۲)

(۵)حضرت جابررضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسول الله ﷺ اذا دُعِیَ احکم الیٰ طعامٍ فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترك : رواه مسلم : (مشکوٰة : ۲۸۶/۲)		حضرت جابررضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺنے فرمایاجب تم میں سے کسی کوکھانے پربلایاجائے ۔تواسے چاہئے کہ وہ دعوت قبول کرلے پھرچاہئے توکھائے چاہئے تونہ کھائے۔مسلم۔ (مشکوٰة : ۲۸۶/۲)

(۶)حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسول الله ﷺ من دعی فلم یجب فقد عصی الله ورسوله ومن دخل علیٰ غیر دعوة دخل سارقاً وخرج مُغیراً : رواه ابوداود : (مشکوٰة : ۲۸۶/۲)		حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺنے فرمایاکہ جس شخص کوکھانے پربلایاجائے اوروہ دعوت قبول نہ کرے تووہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺکی نافرمانی کرنے والاہوگااورجوشخص بغیربلائے کسی کے ہاں کھانے کی مجلس میں چلاجائے تووہ چوروں کی طرح آیااورمال لوٹ کرنکل گیا۔ابودائود۔(مشکوٰة : ۲۸۶/۲)

(۷)حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسولُ الله ﷺ المتباریان لایُجابان ولایؤکل طعامهما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضیافة فخراً ورياءً : (مشکوة : ۲۸۷/۲)		حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺنے فرمایاکہ ان دوشخصوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اورنہ ان کاکھاناکھایاجائے جواظہارِ فخرکے لئے کھاناپکانے کھلانیکاآپس میں مقابلہ کریں ۔امام احمدؒ نے کہاہے کہ

		متباریان سے آپﷺ کی مرادوہ دوشخص ہیں جوازراہ فخروریاء اوربطریق مقابلہ یعنی ایک دوسرے کی ضدمیں دعوت کریں ۔ (مشکوٰۃ : ۲۸۷/۲)

(۱)مشہورفقیہ علامہ شامیؒ نے اپنے زمانے میں فسق وفجوکی کثرت کودیکھتے ہوئے لکھاہے

والامتناع أصل فی زماننا اِلا اذاعلم یقیناً ان لابدعة ولامعصیة : (ردالمحتار۵۰۱/۹)		کہ ہمارے زمانہ میں جب تک معلوم نہ ہوکہ دعوت میں معصیت وبدعت نہیں ہوگی ،اس وقت اس میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ (ردالمحتار۵۰۱/۹)

ہمارے اس عہدوزمانہ میں توبدرجہ اولیٰ جب تک ایسی دعوتوں کے منکرات سے خالی ہونے کااطمینان نہ ہوجائے ،شرکت نہیں کرنی چاہئے

(۲)علامہ محقق وقت مفتی خالدسیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

کہ’’نکاح کے موقع دوردرازکے رشتہ داروں اوراہلِ تعلق کودعوت دیناخلافِ سنت ہے اوراسراف بھی رسول اللہ ﷺنے جب حضرت فاطمہؓ کانکاح کیاتوآپﷺکے چچاحضرت عباسؓ مکہ میں موجودتھے لیکن آپﷺنے ان کودعوت دینے کے سلسلہ میں کوئی تکلیف نہیں دی۔کتاب الفتاویٰ : ۴۱۴/۴)

حضرات گرامی!

مذکورہ احادیثِ مبارکہ اورفقہائے کرامؒ کی عبارات کومطالعہ کرنے سے أمیدہے کہ آپ کے ذہن میں چندأمور(نکات)أُترچکے ہونگے کہ!

(۱)نکاح ایک محبوب و مرغوب سنت ہے (۲)نکاح کے وقت گانابجاناویڈیوگرافی ،فوٹوگرافی ،غیرشرعی رسومات کوکرنا گناہ اورمعصیت کے ساتھ ساتھ نکاح کی توہین بھی ہے(۳)نکاح میں کم خرچ اسلامی مزاج ہے(۴)دعوتِ ولیمہ میاں بیوی کی یکجائی کے بعد ہونے چاہئے (۵)دعوت ولیمہ کوقبول کرناسنت ہے (۶)ولیمہ میں غیرشرعی أمورہوں توقبول کرناگناہ ہے(۷)ولیمہ ہرایک مردکواپنی حیثیت کے موافق ہی کرناچاہئے(۸)دعوت ولیمہ کوجانے سے پہلے معلوم کرناچاہئے کہ اگرغیرشرعی کام ہوتوجاناہی جائزنہیں (۹)دعوتِ ولیمہ میں چندفقراء کوبھی شامل کرناچاہئے (۱۰)نکاح میں دوردرازکے لوگونکو دعوت دیناخلافِ سنت ہے۔تِلْکَ عَشْرَۃٌ کَامِلَۃٌ‘‘

باب دهم

جناب قارئین کرام !

اگرہم آج سے یہ ہمت کریں اورپختۃ ارادہ کرینکہ اس طرح کے رسومات سے خودبھی پرہیزکریں گے اوردوسروں کوبھی سختی سے منع کریں گے ،کم ازکم ایسے محافل میں شرکت کرنے سے گریزکریں گے تاکہ ایسے رسم ورواج کی حوصلہ شکنی ہوسکے۔اورمزیدآگے نہ بڑھ سکے۔

اگرسماج کے سمجھ داراورباشعورلوگ بالخصوص علماء کرام اپنے آپ کوایسی دعوتوں سے دوررکھیں توشایدمعاشرہ کی کچھ اصلاح ہوسکے۔

وفقکم اللہ وایاناوجمیع المؤمنین والمؤمناتِ الاجتناب

عن جمییع البدعۃ والامور الجاھیلۃ المھلکۃ فی الدنیاوالاخرۃ

ھذاماظھرلی ۔واللہ اعلم بالصواب

(نمازمیں ٹوپی پہننے کی شرعی حیثیت اورمساجدمیں پڑی ہوئی ٹوپیوں کاحکم)

قرآن مجیدنے ہدایت کی ہے کہ نمازکے وقت لباسِ زینت اختیارکرناچاہئے ۔چنانچہ ارشادباری تعالیٰ ہے

يَا بَنِيْ آدَمَ خُذُواْ زِيْنَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ : (الاعراف : ۳۱)		اے اولادآدم !تم مسجدکی ہرحاضری کے وقت اپنالباس پہن لیاکرو۔سورئہ اعراف : (۳۱)

اس ایت کی تفسیرمیں شیخ التفسیرمفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحب تحریرفرماتے ہیں کہ’’یہ حکم توفریضہ سترکے متعلق ہے ،جس کے بغیرنمازہی ادانہیں ہوتی ،اورچونکہ نمازمیں صرف سترپوشی ہی مطلوب نہیں ،بلکہ لباسِ زینت اختیارکرنے کاارشادہے ،اس لئے مردکاننگے سرنمازپڑھنایامونڈھے یاکہنیاں کھول کرنمازپڑھنامکروہ ہے ،خواہ قمیص ہی نیم آستین ہویاآستین چڑھائی گئی ہوبہرحال نمازمکروہ ہے ،اسی طرح ایسے ۔۔۔۔لباس میں بھی نمازمکروہ ہے جس کوپہن کرآدمی اپنے دوستوں اورعوام کے سامنے جاناقابلِ شرم وعارسمجھے ،جیسے صرف بنیان بغیرکرتے کے،اگرچہ پوری آستین بھی ہو،یاسرپربجائے ٹوپی کے کوئی کپڑایاچھوٹادستی رومال باندھ لیناکہ کوئی سمجھداراپنے دوستوں یادوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جاناپسندنہیں کرتا،تواللہ رب العلمین کے دربارمیں جاناکیسے پسندیدہ ہوسکتاہے،سرمونڈھے ،کہنیاں کھول کرنمازکامکروہ ہوناآیتِ قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفادہے اوررسولِ کریم ﷺکی تصریحات سے بھی۔معارف القرآن : ۵۴۴۳)،احسن الکلام : ۳۳۸/۴)

باب دھم

رسول اللہ ﷺکی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اکثرعمامہ ہی باندھاکرتے تھے اورکبھی ٹوپی پہن لیاکرتے تھے ملاحظہ فرمالیجئے!

حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کان ﷺ یلبس قلنسوۃ بیضاء . باسنادحسن(سراج المنیر : ۱۸۳/۳) (تحفة الاحوذی : ۷۰/۳)		کہ آپﷺ سفیدٹوپی پہناکرتے تھے ۔ اس حدیث کی سندحسن ہے۔ (سراج المنیر : ۱۸۳/۳) (،تحفۃ الاحوذی : ۷۰/۳)

ٹوپی بھی لباسِ زینت ہے، اس لئے عمامہ باندھ کریاٹوپی پہن کرہی نمازاداکرنی چاہئے ،بلاعذرٹوپی کے بغیر نمازپڑھنامکروہ ہے اورجناب رسول اللہ ﷺکاعام معمول بھی سرڈھک کرنمازپڑھنے کاتھااس لئے عمامہ یاٹوپی موجودہو،اورمحض ازراہ کسل مندی(سستی)بغیرٹوپی کے نمازپڑھی جائے توایساکرنامکروہ ہے۔

(۱)فتاویٰ عالمگیری میں ہے

تکرہ الصلاۃ حاسراً رأسه اذا کان یجد العمامة : فتاویٰ عالمگیری : ۱۰۶/۱)		سستی کی وجہ سے کھلے سرنمازپڑھنامکروہ جب کہ اس کے پاس عمامہ وغیرہ موجودہو(عالمگیری : ۱۰۶/۱)

(۲)علامہ شامیؒ لکھتے ہیں

وصلوته حاسراً ای کاشفاً رأسه للتکاسل ولابأس به للتذلل واما للاھانة فکفر . (الشامی : ۶۷۰/۱)		سستی کی وجہ سے کھلے سرنمازپڑھنامکروہ ہے اورعاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھناجائزہے اوراہانت کی وجہ سے پڑھناکفرہے ۔شامی : ۶۷۰/۱)

(۳)امام المجاہدین مفتی اعظم مجدِّدِ وقت مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں

کہ”چٹائی کی ٹوپیاں (جوعام رواج ہے) مسجدمیں رکھناجائزنہیں ،اوران کوسرپررکھکرنمازپڑھنامکروہ ہے وجوہ درج ذیل ہیں

(۱)ایسی ٹوپیاں مسجدمیں رکھنااحترامِ مسجدکے خلاف ہے،بالخصوص جبکہ ان کے تنکے نکل کرمسجدمیں بکھرتے ہیں اوران پرمیل کی تہ نظرآتی ہے،اورپسینے اورمَیل کی بوآتی ہے،کیاکوئی شخص ایسی ٹوپیوں کواپنے مکان کے زینت بنانے کوتیارہے؟ اگرنہیں توخداکے گھرکے لئے اس کوکیونکرجائزقراردیاجاسکتاہے ؟

(۲)اس قسم کی ضروریات مسجدمیں رکھنے سے عوام کے ذہن میں یہ خیال ترقی

کررہاہے کہ وہ مسجدکوعبادت گاہ کی بجائے خیراتی اوررفاہی ادارہ سمجھنے لگے ہیں ،اوریہ مسجدکے خلاف ہے،اوراس میں مسجدکی توہین ہے،
(۳)جولباس پہن کرانسان کسی مجلس میں جانے سے شرماتاہوایسے لباس میں نمازپڑھنامکروہ تنزیہی ہے اوراس پردوام مکروہ تحریمی کے قریب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔احسن الفتاویٰ : ۴۳۷/۳)

(۵)شہیدِملتِ اسلامیہ شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ''ننگے سربازاروں میں پھرنامروت اوراسلامی وقارکے خلاف ہے اورفقہاءؒ نے لکھاہے کہ ایسے شخص کی شہادت شرعی عدالت میں معتبرنہیں ۔اس لئے مسلمان کوننگے سررہناہی نہیں چاہئے ــــ مسجدوں میں جوٹوپیاں رکھی جاتی ہیں (اکثر)وہ پٹھی پرانی یامیلی کچیلی ہوتی ہیں جن کوپہن کرآدمی کارٹون نظرآنے لگے ان کے ساتھ نمازمکروہ ہے۔(ٹوپی ایسی ہونی چاہئے)جس کوپہن کرآدمی شرفاء کی محفل میں جاسکے اس کے ساتھ نمازپڑھنااورپڑھاناجائزہے۔آپ کے مسائل اوران کاحل : ۳۱۱/۳۱۰/۲)

(۶)مفتیانِ جامعہ حقانیہ آکوڑہ خٹک ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں
کہ''نمازی کوچاہئے کہ نمازکے لئے ٹوپی یارومال جوایساہوجس کوپہن کروہ کسی مجلس میں بغیرشرمائے ہوئے جاسکتاہو،موجودہ ٹوپیاں جومساجدمیں پڑی ہوتی ہیں چونکہ نمازی ان کوپہن کردوسری مجالس میں نہیں جاسکتاہے اس لئے ثیاب بذلہ کے حکم میں ہوکران کے ساتھ نمازپڑھنامکروہ ہے۔فتاویٰ حقانیہ : ۲۰۶/۲۰۵/۳)

(۷)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
کہ''بہتریہ ہے کہ ہرشخص رومال یاٹوپی گھرسے اپنے ہمراہ لائے اوراسے پہن کرنمازپڑھے ۔ایسی گری پڑی ٹوپیاں استعمال کرنانظافت ونفاست کے خلاف ہے۔خیرالفتاویٰ : ۴۲۵/۲)

(۸)شیخ علامہ غزنویؒ لکھتے ہیں کہ''اگرننگے سرنمازفیشن کی وجہ سے ہے تونمازمکروہ ہے،اگرخشوع کے لئے توتشبہ بالنصاریٰ ہے،اسلام میں سوائے احرام کے ننگے سررہناخشوع کے لئے نہیں ہے،اگرسستی کی وجہ سے ہے تومنافق کی عادت ہے،غرض ہرلحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔''فتاویٰ علماء اہلِ حدیث : ۲۹۱/۴)بحوالہ کتاب الفتاویٰ : ۲۲۴/۲)

(۹) الشیخ علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں : کہ''صحیح طریقہ نمازکاوہی

ہے جوآنحضرتﷺ سے بالدوام ثابت ہواہے یعنی بدن کپڑے اورسرڈھکاہواہوپگڑی سے یاٹوپی سے۔‘‘فتاویٰ ثنائیہ : ۵۲۵/۱)

(۱۰)فقیہ العصرمولاناخالدسیف اللہ رحمانی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں
کہ’’..................رسول اللہ ﷺکاعام معمول سرڈھک کرنمازپڑھنے کاتھااس لئےاگرٹوپی موجودہو،اورمحض ازراہ کسل مندی(سستی)بغیرٹوپی کے نمازپڑھی جائے توایساکرنامکروہ ہے۔
ہاں !اگرٹوپی کی تلاش میں نمازکی جماعت کے فوت ہوجانے کااندیشہ ہوتوایسی صورت میں بغیرٹوپی کے بھی نمازاداکرلینے کی گنجائش ہے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے بھی صرف ایک کپڑے میں نمازپڑھناثابت ہے۔لیکن ظاہرہے کہ یہ آپﷺکااتفاقی عمل تھا،آپﷺ کاعمومی عمل سرڈھک کرنمازپڑھنے کاتھا،اس لئے کھلے سرنمازپڑھنے کی عادت نہ بنالی جائے ۔کتاب الفتاویٰ : ۲۳۰/۲)

ناظرین کرام !
آپ نے مذکورہ سطورمیں مسئلہ کی وضاحت ہرمکتبہ فکرکے اکابرکی تحریرات کی روشنی میں خوب سمجھ لیاﺍہذااب بھی اگرکوئی کسی قسم کاغلوکرتاہے تووہ بات ہی اورہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستہ پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین ثم آمین)

(مساجدمیں گمشدہ چیزوں وغیرہ کے اعلانات کی شرعی حیثیت)

(۱) اللہ تعالیٰ ارشادہے

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً : (الجن : ۱۸)		اوریہ مسجدیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اورکونہ پکارو۔

(۲)حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسول اللہ ﷺ من سمع ینشد ضالۃً فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیك فان المسٰجد لم تُبْنَ لِھذا : (رواہ مسلم : ۲۱۰/۱)		کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایاکہ جس نے کسی کوسناکہ وہ گم شدہ چیزکااعلان مسجدمیں کرتاہے تواس کے جواب میں کہے اللہ تعالیٰ اس چیزکوتمہای طرف واپس نہ لوٹائے کیونکہ مساجداس مقصدکے لئے نہیں بنائی گئیں۔(مسلم : ۲۱۰/۱)

باب دھم

(۳)حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے

قال اذا رأیتم من یبیع اویبتاع فی المسجد فقولوا لا أربح اللّٰہ تجارتك : (ترمذی : ۲۱۰/۱،دارمی : ۲۶۶/۱)		فرمایاآپ ﷺ نے کہ جب تم دیکھوکسی شخص کومسجدمیں خریدوفروخت کرتے ہوئے توتم کہواللہ تعالیٰ تیری تجارت میں برکت نہ دے۔(ترمذی : ۲۱۰/۱،دارمی : ۲۶۶/۱)

(۴)امام نوویؒ ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فی ھذین الحدیثین فوائد منھا النھی عن نشد الضّالۃ فی المسجد ویلحق بہ مافی معناہ من البیع والشراء والاجارۃ ونحوہ من العقود وکراھۃ رفع الصوت فی المسجد . (شرح مسلم للنوویؒ : ۴۶/۵)		ان دونوں حدیثوں میں کئی فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ گم شدہ چیزکااعلان کرنامسجدمیں منع ہے ۔اوریہی حکم ہراس بات میں ہے جواس معنی میں ہوجیسے خریدوفروخت ،اجارہ اوراس جیسے دیگرمعاملات اورمسجدمیں آوازبلندکرنابھی مکروہ ہے۔شرح مسلم للنوویؒ : ۴۶/۵)

(۵)علامہ قطب الدین خان دہلویؒ لکھتے ہیں

کہ’’اس سلسلہ میں بظاہرتومناسب یہی معلوم ہوتاہے کہ ایسے موقعہ پریہ کلمات اس شخص کی تنبیہ وتوبیخ کے لئے صرف زبان سے اداکئے جائیں دل سے بددعانہ کی جائے اورنہ درحقیقت یہ خواہش ہوکہ ایک مسلمان کی گمشدہ چیزاسے واپس نہ ملے ۔اوراگرکوئی شخص درحقیقت دلی خواہش یہی رکھتاہے کہ ایسے شخص کواس گمشدہ چیزنہ ملے تاکہ آئندہ کے لئے اسے عبرت ہواوراپنے اس نامناسب فعل کی سزاپائے اوریہ کہ پھرآئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرنے پائے توایک حدتک یہ بھی صحیح ہوگا،

اسی سلسلہ میں مسجدکی عظمت وتقدس کاتقاضاتویہ ہے کہ صرف گمشدہ چیزتلاش کرنے ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہروہ فعل ممنوع ہے جس کواختیارکرنامسجدکی بناء وغرض کے منافی ہوجیسے خریدوفروخت وغیرہ ۔

چنانچہ عہدسلف کے بعض علماء اسی بناء پرکہ مسجدیں صرف خداتعالیٰ کی عبادت کے لئے ہیں اورکسی مقصدکی تکمیل کے لئے نہیں مسجدمیں کسی سائل کوصدقہ وغیرہ دیناروانہیں رکھتے تھے ۔مظاہرحق : ۴۹۸/۱)

(۶)شیخ التفسیرمفتی اعظم پاکستان مفتی محمدشفیع صاحبؒ نے سورئہ نور : ایت : ۳۶کے تحت لکھاہے

کہ’’مسجدمیں اپنی گمشدہ چیزتلاش کرنے کااعلان نہ کرے ۔معارف القرآن : ۴۲۸/۶)

(۷)شیخ الحدیث مولاناخیرمحمدصاحب جالندہریؒ لکھتے ہیں
صحیح یہی ہے کہ مساجدمیں گم شدگی کااعلان منع ہے ۔گم شدہ خواہ کسی جنس سے ہوجائزکہنے والے صاحب کاقول قرینِ صواب نہیں ۔ضالہ کومتاع کے ساتھ خاص کرنااوربچوں کواس سے مستثنی کرنابلادلیل ہے نیزتخصیص علتِ منع کے بھی منافی ہے مجمع بحارالانوارکی عبارت سے عموم معلوم ہوتاہے۔ویدخل فیه کل مالم یبن له المسجدالخ : مجمع بحارالانوار : ۷۰۱/۴)خیرالفتاویٰ : ۷۴۶/۲)

(۸)امام المجاہدین مفتی اعظم مجدِّدِ وقت مفتی رشیداحمدصاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں
کہ’’گمشدہ چیزکامسجدمیں اعلان کرنے کی چارصورتیں ہیں
(۱)مسجدسے باہرگم ہوئی ہو۔
(۲)مسجدسے باہرملی ہو۔
(۳)مسجدمیں گم ہوئی ہو۔
(۴)مسجدمیں ملی ہو۔

موصوف اسکے بعدمذاہب اربعہ کی عبارات نقل کرنے کے بعدلکھتے ہیں
کہ’’نصوص بالاسے پہلی اوردوسری صورت کاعدم جوازواضح ہے ،تیسری اورچوتھی صورت کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نظرسے نہیں گزرا،مراجعہ کتب ۔۔۔سے معلوم ہوتاہے کہ اس کااعلان بھی مساجدکے دروازہ پرکیاجائے ۔۔۔۔۔۔۔(ہرعلاقہ میں اس کاکوئی)انتظام کرنالازم ہے ۔کہ گمشدہ چیزپہنچانے اورلینے کے لئے کوئی جگہ متعین کردی جائے اس تدبیرسے مسجدیں ہروقت اعلان پراعلان کے شورشغب سے محفوظ رہیں گی ،چناچہ پولیس تھانہ میں یونہی ہوتاہے وہاں کوئی اعلان نہیں کیاجاتا،افسوس کہ آج کے مسلمانوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کے گھرکی عظمت پولیس تھانہ جیسی بھی نہ رہی ،واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔احسن الفتاویٰ : ۴۷۴/۶)

(۹)علامہ محمدامجدعلی اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی لکھتے ہیں
کہ’’مسجدمیں سوال کرناحرام ہے اوراس سائل کودینابھی منع ہے ۔مسجدمیں گمشدہ چیزتلاش کرنامنع ہے۔بہارشریعت حصہ سوم : ۲۳۸)

باب دھم

(مساجدکے باہروالے لائوڈاسپیکرتراویح وغیرہ کے لئے کھولناجائزنہیں)

تراویح کے لئے باہروالے لائوڈاسپیکرکے استعمال کی قطعاًضرورت نہیں بلکہ اس میں بہت زیادہ شرعی نقصانات بھی ہیں جوکہ کسی ذی عقل پرمخفی نہیں ۔’’عیاں راچہ بیان‘‘

لہٰذایہ بقول شہیدملتِ اسلامیہ رمزشناس شریعتِ محمدیہ مولانامحمدیوسف لدھیانویؒ عقلاًوشرعاًنہایت قبیح ہے۔رمضان مبارک میں بعض حافظان صاحبان ساری رات لائوڈاسپیکرپرقرآن مجیدپڑھتے رہتے ہیں ،جس میں ریاکاری کے سواکوئی بھی صحیح غرض نظرنہیں آتی۔بعض قاری صاحبان اپنے لحن دائودی سنانے کے شوق میں تہجدکے وقت بھی لائوڈاسپیکرپرتلاوت یانعت خوانی شروع کردیتے ہیں ،جس کی وجہ سے تہجدکاپرسکون وقت مناجات بھی شوروہنگامہ کی نذرہوجاتاہے ۔اس وقت اگرکوئی تہجدمیں اپنی منزل پڑھناچاہے تونہیں پڑھ سکتا،اوربعض ظالم اس وقت تلاوت کاریکارڈلگاکرلوگوں کاسکون بربادکردیتے ہیں ۔اوربعض مساجداتنی قریب قریب ہوتی ہیں کہ ایک کی آوازدوسری سے ٹکراتی ہے،جس سے دونوں مسجدوں کے نمازیوں کوتشویش بھی ہوتی ہے اوران کی نمازمیں خلل واقع ہوتاہے ۔

الغرض یہ ہے کہ لائوڈوں کی آوازوں سے پورے محلہ بلکہ پورے گائوں اورشہرکاسکون غارت ہوجاتاہے ،بیمارآرام نہیں کرسکتے ۔گھروں میں خواتین کااپنی نمازپڑھنادوبھرہوجاتاہے ۔اوراس ترقی یافتہ وسائل کے دورمیں لائوڈاسپیکرکے ذریعے سحری کے لئے لوگوں کوجگاناکہ(حضرات !سحری کاوقت ہوچکاہے کھانے پینے کاانتظام کرو) اورپھرجاگنے والوں کو بارباركھانے پینے کی ترغیب دیناکہ حضرات!وقت کم رہ گیاکھاناپیناجلدی کھالو!اور(پھرآخرمیں یہ اعلان (کہ حضرات! سحری کاوقت ختم ہوچکاہے اب کھاناپینابندکردیں)یہ سراسرحماقت ہی ہے ۔اورمجنونانہ حرکات ہیں ،اوراس سے عام مسلمانوں کوبالخصوص بیمارلوگوں کوتکلیف ہوتی ہے اورانفرادی واجتماعی عبادات میں خلل واقع ہوناتومشاہدہ ہے ۔ لہٰذااذان اوردرسِ قرآن کے علاوہ بشرطیکہ وہ بھی کسی خاص وقت اورمحدودٹائم کے لئے ہودوسری چیزوں کے لئے باہرکے لائوڈاسپیکرکھولناناجائزاوربہت سے کبائرگناہونکامجموعہ ہے۔بالمعنی : آپکے مسائل : ۲/۲۱۶)

(مردوں کے لئے چاندی وغیرہ کی چین پہنناجائزنہیں ہے)

آجکل یہ بھی ایک فیشن بن چکاہے کہ بعض مردچاندی وغیرہ کی چین بناکرگلے

باب دھم

اورہاتھوں میں پہنتے ہیں بلکہ بعض بے وقوف لڑکے تولڑ کیوں کی طرح کانوں میں بالیاں بھی ڈالتے ہیں یہ سب ناجائزاورحرام ہے اس لئے کہ ان چیزوں میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اورعورتوں کی مشابہت کرنے والوں پررسول اللہﷺ نے لعنت فرمائی ہے

عن ابن عباس ؓ قال النبی ﷺ لعن اللہ المشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال . رواہ البخاری : (مشکوٰۃ : ۲/۳۹۳)		عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺنے فرمایا" جو مردعورتوں کی مشابہت اختیارکرتے ہیں اورجوعورتیں مردوں کی مشابہت اختیارکرتی ہیں ان پراللہ کی لعنت ہوتی ہے ۔بخاری : مشکوٰۃ : ۲/۳۹۳)

لہٰذااس بے ہودہ بے لذت گناہ سے آج ہی توبہ کیجئے اوراس رسم یہودوہنودکوچھوڑدیجئے اسلامی زینت کواپنائیں

وضع میں تم ہونصاریٰ توتمدن میں ہنود یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کرشرمائیں یہود

(فَلْيَبْكِ عَلَى الْاِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا)

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتومیگویم توخواہ ازیں سخنم پندگیرپندگیرخواہ ملال

واٰخردعواناان الحمدﷲ رب العلمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرخلقہ محمدٍواٰلہ وصحبہ اجمعین

بِرحمتك یاارحمَ الراحمین

حررہٗ عبیدالرحمن غفرلہ فاضلِ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

مفتی وخطیب جامع مسجدفاروق اعظم کوٹلی کلاں صالح خانہ نوشہرہ

۲۰/جولائی ۲۰۰۹ءبروزپیربوقتِ نوبجے

مناتوکرم ایجنسی